

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۶

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	پیش لفظ
5	سولہویں جلد
7	رموز
8	اجمالی فہرست
10	فہرست مضامین مفصل
58	فہرست ضمنی مسائل
90	کتاب الشریکۃ
90	(احکام شرکت کا بیان)
114	کتاب الوقف
114	(احکام وقف کا بیان)
176	رسالہ
176	جوال العلول تبیین الخلو ^{۱۳۳۶ھ}
176	(مسئلہ خلو کی وضاحت کے لئے ہندی کی گردش)
206	مصارف وقف
206	(وقف کے مصارف کا بیان)
256	باب المسجد
256	(احکام مسجد کا بیان)
262	رسالہ
262	التحریر الجیدی فی حق المسجد ^{۱۳۱۵ھ}
262	(مسجد کے حق میں عمدہ تحریر)
366	رسالہ
366	ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری ^{۱۳۳۱ھ} (عبدالباری کی مصالحت میں چھپی ہوئی خرابی کا اظہار)
620	اوقاف کے اجارہ کا بیان



فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد شانزدہم (۱۶)

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور۔ ۸ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد شانزدہم ^{۱۶}
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیب فہرست	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیشنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۳۲
اشاعت	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ / ستمبر ۱۹۹۹ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

- * مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ ضیائیہ، بومڑ بازار، راولپنڈی
- * ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزان علم اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ "العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ" کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً نو سال کے مختصر عرصہ میں یہ سولہویں جلد آپکے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و التعزیر اور کتاب السیر پر مشتمل پندرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنیں، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ _____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ _____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ _____ فروری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ _____ جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ _____ ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
۶	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ _____ اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ _____ دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ _____ جون ۱۹۹۵ء	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ _____ اپریل ۱۹۹۶ء	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ _____ اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ _____ مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ _____ نومبر ۱۹۹۷ء	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ _____ مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (۱)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ _____ ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر (پ)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ھ _____ اپریل ۱۹۹۹ء	۷۴۴

سولہویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڈھ بھارت کے صفحہ ۳۲۰ سے آخر تک ۴۳۲ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، نئے شامل کردہ رسائل کے علاوہ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارہویں، بارہویں تیرہویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشریکۃ اور کتاب الوقف کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمنًا زیر بحث آئے ہیں مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے انتہائی وقیع اور گرانقدر

تحقیقات و تدریقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) جوال العلولتینین الخلو (۱۳۳۶ھ)

خلو کی تعریف اور اس کے شرعی حکم کا بیان

(۲) التحریر الجید فی حق المسجد (۱۳۱۵ھ)

اشیاء مسجد کو فروخت کرنے اور انھیں اپنے تصرف میں لانے کا حکم

(۳) ابانة المتواری فی مصالحہ عبد الباری (۱۳۳۱ھ)

مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتویٰ اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے اس مسجد کے بارے میں فیصلے کا ردِ بلغ۔ رسائل مذکورہ میں سے اول الذکر رسالہ تو پہلے سے ہی فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم کتاب الوقف میں موجود تھا جبکہ باقی دونوں رسالے اس سے قبل فتاویٰ رضویہ میں شامل نہ تھے موضوع کی مناسبت سے ان کو جلد ہذا میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے نیز رسالہ التحریر الجید کے بعد مسئلہ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸ فتاویٰ افریقہ سے ماخوذ ہیں، یاد رہے کہ پندرہویں جلد میں کتاب السیر مکمل ہو چکی ہے اس کے بعد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم میں کتاب المفقود تھی جس کو کتاب الطلاق کے ساتھ منسلک کر کے تیرہویں جلد (جدید) میں شامل کیا جا چکا ہے لہذا پیش نظر جلد (شانزدہم) کا آغاز کتاب الشرکۃ سے ہو رہا ہے۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ستمبر ۱۹۹۹ء

رموز

- محقق: علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدير
- ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبي صاحب غنية المستملی
- ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار
- ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیہ الدر المختار وحاشیہ مراقی الفلاح
- الدر: الدر المختار، علامہ محمد علاء الدین الحصفی
- الدرر: الدرر شرح الغرر، ملا خسر و علامہ محمد بن فراموز
- بحر: البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم
- ہندیہ: فتاویٰ عالمگیری، جماعت علمائے احناف
- نہر: النہر الفائق، سراج الدین عمر بن تمیم
- فتح: فتح القدير، علامہ کمال الدین ابن ہمام
- غنیہ: غنیة المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبي
- حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

اجمالی فہرست

۳	پیش لفظ
۹	فہرست مضامین مفصل
۵۷	فہرست مسائل ضمنیہ
۸۹	کتاب الشریکۃ
۱۱۳	کتاب الوقف
۲۰۵	مصارف وقف
۲۵۵	باب المسجد
	<u>فہرست رسائل</u>
۱۷۵	۵ جوال العلولتبیین الخلو
۲۶۱	۵ التحریر الجید فی حق المسجد
۳۶۵	۱۵ بآنة المتوارى فی مصالحۃ عبد الباری

حَمْدُ بَارِئِ تَعَالٰی

اَلْحَمْدُ لِلْمُنَوَّجِدِ

بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ

وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلٰی

خَيْرِ الْاَنْكَامِ مُحَمَّدٍ

حضرت رضا بریلوی

اس خدائے یکتا کی حمد و ثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

پر خدائی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے!



فہرست مضامین مفصل

۹۱	عرف ظاہر پر عمل واجب ہے۔		کتاب الشریکۃ
۹۱	عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔	۸۹	جن لوگوں کا مال اس طرح مل گیا کہ تمیز مشکل ہے اور کچھ لوگ عدم امتیاز کی وجہ سے اپنا حصہ لینے سے انکار کریں تو بقیہ شرکاء اپنا حصہ لے کر بقیہ فقیروں کو دے دیں۔
۹۱	جو عرف میں معروف ہو وہ مشروط شرعی کی طرح ہوتا ہے۔	۸۹	مال شرکت سے متعلق ایک سوال۔
۹۲	زید نے عمرو کو کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس کو خرچ کر، یا اپنی حاجت میں اٹھا، یا جہاد کر، تو قرض قرار دیا جائیگا۔	۸۹	مشترک دکان کی آمدنی میں شرکاء بحصہ مساوی شریک ہوں گے۔
۹۲	عورت نے شوہر کو دیا کہ کپڑا بنا کر پہن، تو ہبہ قرار دیا جائے گا۔	۹۰	مشترکہ ملک میں سے ایک شریک دوسرے شریک کی اجازت سے کچھ رقم لے گیا تو اگر کچھ باقی رہا پس ہو اتنا دونوں شرکاء بحصہ مساوی مالک ہونگے۔
۹۲	طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے، ہبہ قرار پائے گا۔	۹۰	قرض، ہبہ اور اباحت کا فرق۔
۹۲	جس عاریہ کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا، قرض قرار دیا جائے گا۔	۹۰	اباحت بعد موت مباح باطل ہو جاتی ہے۔
۹۲	مدار عرف پر ہے۔	۹۱	مشترک مال میں ہر فریق کے لئے جو مباح کر دیا گیا اس کا تاوان نہیں۔
۹۳	جس معاملہ میں قرض معروف ہو قرض قرار دیا جائے اور جس میں ہبہ وہ ہبہ ہے۔		

۹۹	یہ عین علی فعل الغیر میں قسم علم پر کھائی جاتی ہے۔	۹۳	جو چند بھائی یکجا رہتے ہیں ان میں عرفاً ہر ایک کو اپنے مصارف میں صرف کرنے کی اجازت رہتی ہے اور کئی بیشی کا کوئی حساب نہیں ہوتا، یہ اباحت ہے۔
۱۰۰	جواب سوال دوم	۹۳	شرکت ملک کا ایک سوال۔
۱۰۰	مکان میں تعمیر مزید سب شرکاء کی رائے سے ہوئی تو اپنا حصہ نکال کر بقیہ شرکاء سے باقی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔	۹۴	مشترک زمین پر گورنمنٹ نے قبضہ کیا، بعد میں تقسیم ہو کر وہ ایک فریق کے حصہ میں پڑی، اور گورنمنٹ نے قبضہ کا معاوضہ دیا تو زمانہ شرکت کے معاوضہ میں سب شرکاء شریک ہوں گے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ زمین "معدلاً استغلا" ہو اور کسی ایک نے اپنے لئے اعداد نہ کیا ہو۔
۱۰۰	ایک شریک نے اپنے مال سے بقیہ شرکاء کیلئے مشترکہ ملک میں کچھ بنایا اگر یہ بہہ ہو تو ناجائز ہے کہ یہ بہہ مشاع ہے۔	۹۴	کسی ایک کے اپنے لئے اعداد کرنے کی صورت میں زمانہ شرکت کی آمدنی بقدر حصص شرکاء مابعد کے لئے ملک خبیث ہے جس کا صدقہ کرنا یا شرکاء کو دینا واجب ہے۔
۱۰۱	جواب سوال سوم	۹۴	اگر زمین معدلاً استغلا نہ ہو تو گورنمنٹ نے جس کو دیا وہی مستحق ہے کہ یہ بہہ ہے جبکہ شرکاء میں کوئی یتیم نہ ہو۔
۱۰۱	مشترکہ جائداد میں کسی شریک نے اپنے صرفہ سے اپنے لئے مکان بنایا تو وہ اسی کا ہوگا۔	۹۵	سات سوالات پر مشتمل ایک استفتاء۔
۱۰۱	کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنایا تو مکان والا اس سے معاملہ بھی کر سکتا ہے اور وہ مکان اپنی زمین سے اکھڑا بھی سکتا ہے اور زمین بیکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مکان کی قیمت لگا کر اس پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔	۹۶	جواب سوال اول۔
۱۰۲	دوسرے کی زمین میں بنے ہوئے مکان کی قیمت لگانے کا طریقہ۔	۹۶	دینے والا دینے وقت جو جہت متعین کر دے وہی متعین ہے۔
۱۰۲	مختلف کتب فقہ سے مسئلہ دائرہ کے نصوص۔	۹۶	معطلی نے دینے وقت کچھ نہ کہا تو اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے جبکہ ظاہر اور عرف کے خلاف نہ ہو۔
۱۰۵	جواب سوال چہارم۔	۹۹	لڑکوں نے باپ کو روپیہ دیا مگر صراحۃً ثابت ہو کہ بطور قرض دیا تھا روپیہ واپس لیں گے۔
		۹۹	صراحت نہ ہو اور معمول یہ رہا کہ بطور امداد بے قصد واپسی دیتے رہے ہوں تو بقیہ و رضاء کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

۱۰۷	شرکت ملک میں ہر شریک کو تصرف کی اجازت ہو تو اپنے حصہ میں اسیل اور شریک کے حصہ میں وکیل ہوگا۔	۱۰۵	لڑکیاں مکان قدیم سے ترکہ پداری پائیں گی۔
۱۰۸	شریک کو مال مشترک میں تصرف کے لئے اجیر کرنا جائز نہیں۔	۱۰۵	ہبہ بلا قبضہ باطل ہوتا ہے۔
۱۰۹	وکالت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔	۱۰۵	جواب سوال پنجم
۱۰۹	وکیل بشراء قرض کے طور پر خرید سکتا ہے۔	۱۰۵	قیم پر حساب واجب ہے اس کا تحریر میں رکھنا واجب نہیں۔
۱۱۰	وکیل تجارت کو موافق معمول تجارت قرضوں بیچنے کا اختیار ہے	۱۰۵	شرکاء کی یہ قرار داد کہ ایک شریک مال بیچے حساب لکھے اور اکئی روپیہ دستوری لے، ناجائز و حرام ہے۔
۱۱۰	وکیل بالشراء روپیہ قرض نہیں لے سکتا۔	۱۰۵	جواب سوال ششم
	کتاب الوقف	۱۰۶	بھائیوں نے مرحوم بھائی کی بیوی کو کچھ دیا تو یہ بطور مواسات و غنوار ہے، اور واپس نہ ہوگا اور استحقاق شوہر کے بدلہ کے طور پر ہو تو جو حق سے زائد دیا واپس لے سکتا ہے۔
۱۱۳	مہر میں جائداد دینا ہبہ بالعوض ہے اور یہ بیع ہے۔	۱۰۶	تصدق میں اصل گار جو غنوار نہیں۔
۱۱۳	جائداد مہر میں دے کر بعد موت واپسی کی شرط لگانا شرط فاسد ہے اور ایسی جائداد کے اوپر بیوی کی ملک فاسد ہے۔	۱۰۶	جواب سوال ہفتم
۱۱۳	ایسی جائداد کے وقف میں علماء کو اختلاف ہے یعنی اس میں بیع شرط فاسدہ سے فاسد و حرام ہو جاتی ہے۔	۱۰۷	مشترکہ دکان کے شریک نگراں نے دکان پر قرض بتایا اگر کسی سے نقد روپیہ لیا تھا تو خاص نگراں ذمہ دار ہو گئے اور مال ہی بطور قرض مول لیا اور ادا نہ ہو تو سب شرکاء ذمہ دار ہوں گے۔
۱۱۳	بیع فاسد کو فسخ کرنا بائع اور مشتری دونوں پر فرض ہے۔	۱۰۷	تحقیق مسئلہ
۱۱۳	بیع فاسد کو فسخ نہ کرنا گناہ ہے۔	۱۰۷	مورث کے مرنے کے بعد شرکاء ترکہ میں مشترکہ طور پر تصرف کرتے ہیں یا ان میں سے ایک کو نگراں بنادیتے ہیں، یہ شرکت ملک ہے۔
۱۱۳	عقد فاسد سے خریدی ہوئی جائداد پر قبضہ کے بعد مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے۔	۱۰۷	شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے۔

۱۱۷	موقوفہ جائداد کی آمدنی سے جو زمین خریدی گئی وہ وقف کا حکم نہیں رکھتی، اس کی بیع و شراء جائز ہے، مگر اس کی بیع قابل اطمینان ذرائع سے ہونی چاہئے۔	۱۱۴	ایک قول صحت کا ہے اور دوسرا بطلان کا۔ مسئلہ الظفر بخلاف جنس اللحم۔
۱۱۸	حرام کی کمائی کے مصارف خیر میں صرف کرنے کا طریقہ۔	۱۱۴	وقف کسی خاص وقت خاص تک متعید نہیں ہو سکتا۔
۱۱۹	وقف صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں ہو سکتی۔	۱۱۴	جائداد پر قرض ہونے کے دو معنی۔
۱۱۹	واقف کو متولی کو معزول کرنے کا حق ہے۔	۱۱۴	جائداد کا قرضہ میں مکفول کرنا جائز نہیں لیکن ایسی جائداد کا وقف صحیح ہے۔
۱۲۰	موقوفہ جائداد کے بارے میں واقف کو بھی کوئی وصیت کرنے کا حق نہیں، نہ کوئی اس کو بیچ سکتا ہے	۱۱۵	جائداد مرہونہ کا وقف اس صورت میں صحیح ہے کہ راہن کے پاس مال قابل ادائے قرض موجود ہو۔
۱۲۱	امام باڑہ وقف نہیں ہو سکتا جس نے بنایا اس کی ملک ہے وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کی ملک ہے۔	۱۱۶	مسجد کی تعمیر کی اور اس کے چاروں طرف دکان بنائی، دکان وقف نہ کی تب بھی مسجد کا وقف صحیح ہے، اور اگر اب کوئی شخص وارثوں سے خرید کر وہ دکان مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کرے، تو یہ وقف بھی صحیح ہے۔
۱۲۱	تعزیر داری ناجائز ہے۔	۱۱۶	وہابیہ، روافض، غیر مقلدین اور نیچری ضالین ہیں۔
۱۲۱	اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔	۱۱۶	تین عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔
۱۲۱	زنا اور غنا میں حاصل کیا ہوا روپیہ مثل غصب حرام مطلق ہے۔	۱۱۷	ایک شخص نے نفع عوام کے لئے تالاب بنایا کہ لوگ نہائیں اور شکار کریں، اس کی موت کے بعد دوسرے نے زمیندار سے مل کر اس پر قبضہ کر لیا، یہ قبضہ باطل ہے، لیکن اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے۔
۱۲۱	جو جائداد آشتیاؤں نے زانیہ عورتوں کو ہبہ کی، ہبہ باطل، اور جائداد آشتیاؤں کی ملکیت پر باقی ہے۔	۱۱۷	حوض مساجد کا حکم
۱۲۱	اگر عقد و نقد دونوں حرام پر جمع نہ ہوں تو ملک صحیح اور حلال ہوگی۔		

۱۲۶	جتنے لوگوں کے نام بیع ہولی بیع کے سب مالک ہو گئے اگرچہ قیمت ایک شخص نے ادا کی ہو۔	۱۲۲	نقد میں مال حرام دیا تو بائع کو اس کا لینا حرام لیکن جائداد ملک مشتری ہوگی۔
۱۲۶	چندہ چندہ دہندگان کی ملک پر ہوتا ہے۔	۱۲۲	ناچنے گانے والوں کو اجرت کے علاوہ "تیل" کے طور پر جو دیا جاتا ہے وہ حرام نہیں۔
۱۲۶	جو جائداد چندہ کے پیسہ سے چندہ دہندگان کی اجازت سے فراہم ہوئی تو اس میں کبھی شریک ہوں گے، اور جب سب لوگوں نے مل کر اس کو مدرسہ دینیہ کے لئے کر دیا تو وقف ہو گیا۔	۱۲۲	مال حرام کے مصرف خیر میں لانے کا حیلہ۔
۱۲۶	مشترکہ جائداد میں چندہ کی کئی بیشی کا کوئی اثر نہ ہوگا بلکہ سب کو یکساں حق حاصل ہے۔	۱۲۲	جنازہ پر ڈالنے کے لئے چادر وقف کر سکتے ہیں۔
۱۲۶	حقوق غیر متجزی میں تمام شریک علی وجہ الکمال مالک ہوتے ہیں۔	۱۲۲	جنازہ پر بقصد زینت بیش قیمت چادر ڈالنا مکروہ ہے۔
۱۲۷	جو چیز ایک بار وقف ہو گئی دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی۔	۱۲۳	مسجد کے لئے ہندوؤں کا وقف باطل ہے۔
۱۲۷	کسی منصب والے کو بلاعذر شرعی معزول کرنا جائز نہیں۔	۱۲۳	نماز اور جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔
۱۲۸	مسئلہ شرعی میں قلت و کثرت رائے کا اعتبار نہیں۔	۱۲۳	تاڑ و کھجور کے باغ میں زمین کا وقف صحیح ہے اور تاڑ و کھجور تاڑی اور سیندھی نکالنے کے لئے اجارہ پر دینا حرام و باطل ہے۔
۱۲۸	انتظامی امور جن میں شرع کی طرف سے کوئی تحدید نہ ہو کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں علم و جہالت کا بھی لحاظ نہ ہوگا بلکہ تجربہ کاری کا اعتبار ہے۔	۱۲۴	صد ہاسال سے مسلمان جس زمین پر چاہ و قبور و مساجد بناتے آئے ہیں وہ وقف عام ہے۔
۱۲۹	وقف کی صحت کے لئے واقف کا جائداد موقوفہ کا مالک ہو نا ضروری ہے	۱۲۴	وقف خاص میں ہر متولی خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے۔
۱۲۹	صحت وقف کے لئے وقف نامہ لکھنا ضروری نہیں، زبانی وقف بھی کافی ہے۔	۱۲۴	خلاف اغراض وقف اجازت باطل ہے۔
۱۲۹	واقف اپنے یا اپنے خاندان کی تولیت کی شرط لگا سکتا ہے۔	۱۲۴	خائن متولی کو معزول کر دینا لازم ہے۔
۱۲۹	متولی سے ولایت کب لے لینا ضروری ہے۔	۱۲۵	ایک بیعت نامہ کی نقل۔
۱۳۰	اوقاف مطلقاً چاہے واقف غیر مسلم ہو اور وقف ہمارے مذہبی اعمال کے لئے ہوں، یا غریبوں کی مدد تعلیم یا طبی امداد کے لئے ہوں سب علی العموم مذہبی ہیں۔	۱۲۶	ہبہ بالعوض بیع ہے۔

۱۳۶	موقوفہ قبرستان میں کچھ زمین دفن سے رہ گئی اور کسی وجہ سے مزید مردوں کا دفن کرنا ممکن نہ رہا تو وہ خالی زمین واقف کی ملکیت میں لوٹ آئی۔	۱۳۰	صحت وقف کی دو ضروری شرطیں۔
۱۳۷	مسجد کے روپوں اور اس کی زمین و عمارت میں ناجائز تصرف کے بارے میں سوال اور اس کا شرعی حکم۔	۱۳۰	مالداروں کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
۱۳۷	مسجد کا متولی تعمیر مسجد وغیرہ امور میں قاضی پر مقدم ہے۔	۱۳۰	کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
۱۳۸	واقف نے صاف مطلق اور بے تقید وقف دائمی کیا وقف صحیح و تام ہو گیا۔	۱۳۰	کافر نے مندر یا شوالہ کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
۱۳۸	خود واقف نے وقف میں غلط تصرف کیا اس کو وقف کے انتظام سے الگ کر دیا جائے۔	۱۳۰	اگر یہ شرط لگادی کہ شوالہ نہ رہے تو فقیروں کیلئے کر دیا جائے وقف صحیح ہو گیا۔
۱۳۸	واقف اگر شرائط وقف کی پابندی نہ کرے تو گنہگار ہے مگر وقف باطل نہ ہوگا۔	۱۳۱	مسلمان وقف کر کے مرتد ہو جائے تو وقف باطل ہو جاتا ہے۔
۱۳۸	واقف و متولی کی خیانت ظاہر ہو جائے تو وقف اس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کر دیا جائے۔	۱۳۱	مسائل مذکورہ بالا کے جزئیے کتب فقہ سے۔
۱۳۸	وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے۔	۱۳۲	چندہ کا جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنے کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔
۱۳۸	واقف نے تولیت کے تبدیل کا ذکر وقف نامہ میں نہ کیا پھر بھی اس کو متولی بدلنے کا حق ہے۔	۱۳۲	چندہ دہندگان نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے۔
۱۳۹	عام اور معتبر شرطوں کو اختیار شرع نے واقف کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے۔	۱۳۲	صمی و مجنون کا حصہ واپس کرنا ہوگا۔
۱۳۹	شرائط معتبرہ کا بیان۔	۱۳۶	اگر چندہ دہندگان معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کے لئے وصول کیا گیا، وہ نہ بن پڑے تو فقراء کو دیں۔
۱۳۹	وقف تام ہونے کے بعد شرط بدلنے کا اختیار نہیں، ہاں اگر تبدیل شرائط کی شرط لگائی ہو تو اختیار رہے گا۔	۱۳۶	قبرستان کی بیچ ناجائز ہے۔
		۱۳۶	قبروں کو ہموار کر کے ان پر چلنا بھی حرام ہے۔

۱۳۵	اجیر معطلی کے احاطہ کی زمین واردین و صادرین کے لئے وقف ہے جو شخص ان میں تعمیر کر کے اسی مقصد کے لئے وقف کرے وقف صحیح ہوا۔	۱۳۰	وقف میں عام فقراء پر خرچ کرنے کی شرط لگائی، بعد میں خاص کے لئے کہا تو یہ باطل ہے۔
۱۳۶	ایام حاضری بارگاہ میں خود بانی بھی اس میں مقیم ہو سکتا ہے۔	۱۳۰	وقف میں تبدیل شرط لگائی تو صرف ایک بار تبدیل کر سکتا ہے دوبارہ نہیں۔
۱۳۶	مسجد، مقبرہ، پل، حوض و سقایہ سے حسب شرط وقف بانی اور غیر بانی سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عمارتیں زائروں کے لئے ہیں ان میں کسی کو دوامی قیام درست نہیں۔	۱۳۰	ہاں دائمی تبدیلی کی شرط کی تو ہر بار بدل سکتا ہے۔
۱۳۶	محاوروں کو درگاہ کی عمارتوں میں قیام کا بالکل حق نہیں کہ وہ مسافروں زائروں کے لئے بنائی گئیں۔	۱۳۲	وقف مطلق غیر مشروط التبدیل کی بیج، اس کو دوسری جائداد سے بدلنا اسے دائمی اجارہ پر دینا، یا چالیس سال کے پٹہ پر دینا جائز نہیں۔
۱۳۷	تعمیر وقف کے لئے وقت واقف نے کوئی نیت کی اور شرط نہ لگائی، تو نیت کا اعتبار نہیں۔	۱۳۲	وقف مطلق کو ذی عقل و علم و عمل قاضی صرف اس وقت بدل سکتا ہے کہ وہ بالکل قابل انتفاع نہ رہ جائے۔
۱۳۷	ارض موقوفہ میں جس نے مقصد وقف کے لئے کوئی عمارت بنا کر وقف کی اس کو کوئی ترجیحی حق حاصل نہیں۔	۱۳۳	کسی مملوک کا بھی دائمی اجارہ ہو یہ جائز نہیں۔
۱۳۸	واقف کی جو شرط مخالف شرع مطہر ہو نا مقبول و نا معتبر ہے۔	۱۳۳	مدت بقاء مجہول ہے۔
۱۳۸	عدم ترجیح پر مسجد میں رومال رکھ کر جگہ گھیرنے سے شبہ اور اس کا جواب۔	۱۳۳	جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔
۱۵۰	مال وقف پر ملکیت کے دعوٰی کا کسی کو حق نہیں، تصرف کا حق متولی اور وہ نہ ہو تو اہل محلہ کو ہے۔	۱۳۳	عقد فاسد حرام ہے۔
۱۵۰	ملکیہ موقوفہ میں ذاتی مکان بنانا، مسجد بنانا، اس کا بیچنا جائز نہیں۔	۱۳۳	تعیین مدت کے بغیر اجارہ جائز نہیں۔
۱۵۰	الواقف لایوقف	۱۳۳	تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے۔
۱۵۰	الوقف لایملک	۱۳۴	وقفی بیڑ کاٹنے کی اجازت نہیں۔
۱۵۰	وقفی قبرستان میں مدرسہ مسجد یا کچھ اور علاوہ قبر کے بنانا جائز نہیں۔	۱۳۴	واقف نے اجازت نہ دی اور وقف کو ضرورت نہ ہو تو زمین موقوف کو تین سال سے زیادہ کے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔

۱۵۵	مال وقف پر تعدی حرام ہے۔	۱۵۱	جس زمین کے وقف ہونے کا کوئی ثبوت نہیں وہ مالک کی ہے۔
۱۵۵	حرام امور میں مال وقف کو صرف کرینوالے متولی پر تاوان لازم ہوگا۔	۱۵۳	سلاطین اسلام نے جو ارسادات کئے ان کیلئے وقف کا حکم ہے، بند معانی میں لفظ وقف کا ہونا کچھ ضروری نہیں۔
۱۵۵	متولی امین ہوتا ہے۔	۱۵۳	متولی کا کسی مقدمہ میں اپنے کو مالک کہنا یا گورنمنٹ کا اس کو مالک تسلیم کرنا اس کو وقف ہونے سے نہیں نکالے گا۔
۱۵۵	ہر امین تعدی کے سبب سے ضامن ہوتا ہے۔	۱۵۳	موقوف علیہ کا فقیر، غیر ہاشمی ہونا ضروری نہیں، اوقاف رفہ عامہ میں سب داخل ہو سکتے ہیں، اور واقف نے استثناء کر دیا ہو تو بھی مالدار اور سادات منفع ہو سکتے ہیں۔
۱۵۵	ذمی نے بیعہ پر وقف کیا اور کہا کہ جب یہ ویران ہو جائے تو وقف فقراء کے لئے ہوگا تو اس صورت میں یہ وقف ابتداً ہی فقراء کے لئے ہوگا۔	۱۵۳	وقف کی صحت کے لئے قربت موبد ہونا ضروری ہے لیکن وقف کی پوری جائداد اسی مقصد کے لئے ہونا ضروری نہیں ہے۔
۱۵۷	اوقاف میں شرط واقف نص شارح کی طرح ہے۔	۱۵۳	اقرباء اور خاندان پر صرف کرنے کی شرط کی تفصیل۔
۱۵۷	مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرضہ ادا نہیں کیا جاسکتا اور جو ادا کرے تاوان دے، مسجد سے نہیں لے سکتا۔	۱۵۳	اقرب رشتہ دار بعد کو مجوب کرتا ہے۔
۱۵۷	مسجد پر جو جائداد وقف ہے اگر واقف نے اس کی آمدنی سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔	۱۵۳	میراث میں فقر و غنا کا لحاظ نہیں ہوتا۔
۱۵۷	جائداد موقوفہ کو کوئی ظالم لینا چاہے تو مسلمان ہر جائز کوشش سے اس کا دفاع کریں۔	۱۵۵	مصارف وقف میں جہاں وقف نامہ خاموش ہو معمول قدیم کے موافق عمل درآمد ہوگا۔
۱۵۷	قبرستان کے درخت لگانے والے کی ملک ہیں۔	۱۵۵	واقف نے وقف میں قوالی اور تعزیہ کی شرط لگادی تو ان پر صرف حرام ہے مگر دیگر مصارف خیر کی وجہ سے یہ وقف جائز ہے۔
۱۵۸	لفظ ارسادات کی تحقیق۔	۱۵۵	استطاعت کا معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصل یہ ہے۔
۱۵۹	جو زمین مسجد کے لئے وقف کی گئی اس کو مسجد میں اسی وقت شامل کر سکتے ہیں کہ مسجد میں جگہ کی قلت ہو اور اس جگہ کی ضرورت ہو۔	۱۵۵	تعزیہ و مزامیر معصیت ہیں۔
		۱۵۵	معصیت میں مال وقف کا صرف حرام ہے۔

۱۵۹	مسجد کی زمین میں کوئی تعمیر حسب شرائط وقف جائز ہے۔	۱۶۳	دیوبندیوں کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین سمجھنا کفر ہے۔
۱۶۰	ارصادات اور عطایا کا فرق۔	۱۶۳	عالم دین بھی وقف میں ظالمانہ تصرف کرے اس کو معزول کیا جائے۔
۱۶۰	سلاطین اسلام جو مواضع مصارف خیر کیلئے متعین کر دیں ان کا حکم وقف کا ہوگا، اس میں سے جو بچے کل یا جز کسی شیخ کی اولاد کے لئے کرنا منافی وقف ہے۔	۱۶۳	ایک غلط عذر کا مسکت جواب۔
۱۶۰	اوقاف قدیمہ کے لئے سند پیش کرنا اور وقف کا نام معلوم ہونا ضروری نہیں۔	۱۶۳	حالت صحت میں مالک نے وقف کر دیا تو کسی رشتہ دار کا اس میں مزاحمت کرنا ظلم ہے۔
۱۶۱	جاگیر میں مصارف خیر ہیں صرف کرنے کی قید نہیں ہوتی یہ قید و اقف کی علامت ہے۔	۱۶۳	ہندوستان میں خلاف شرع حرکتوں کی تعزیر یہ ہے کہ مسلمان ایسے شخصوں سے مقاطعہ کریں۔
۱۶۱	بندوبست حال میں کسی وقف کو ملکیت ظاہر کرنے سے وقف ثابت کسی کی ملک نہ ہوگا۔	۱۶۳	مصاحف کثیر تعداد میں مساجد میں جمع ہو گئے بیکار ضائع ہونے کا خطرہ ہے بھیجنے والا اسے لے کر جو چاہے کرے اگر وقف نہ کیا ہو، وقف کیا ہو تو دوسری مساجد وغیرہ میں تقسیم کر سکتے ہیں۔
۱۶۱	محاصل وقف میں اجراء وراثت تصرف بیجا ہے۔	۱۶۳	ان کو بیچ کر رقم مسجد میں جمع کرنا جائز نہیں۔
۱۶۱	جائداد وقف میں تصرف بیجا ظلم اور باطل ہے۔	۱۶۳	مشاع کا بہہ بلا تقسیم ناجائز ہے۔
۱۶۱	ملک بدل کر وقف ہو سکتی ہے لیکن وقف بدل کر ملک نہیں ہو سکتی۔	۱۶۳	لاولد بھائیوں کا مشترکہ باغ ایک کی موت کے بعد دوسرے نے وقف کر دیا وقف صحیح ہو گیا۔
۱۶۱	مولوی مرتضیٰ حسین در بھنگی کے بھائی مولوی مجبئی حسن کے وقف پر قبضہ غاصبانہ سے متعلق ایک سوال۔	۱۶۵	وقف کی بیچ و رہن جائز نہیں۔
۱۶۲	وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔	۱۶۵	موقوفہ تکیہ میں دوسری تعمیر ناجائز ہے۔
۱۶۲	جو متولی وقف میں تصرف بیجا کرے اس کو معزول کر دیا جائے۔	۱۶۵	باڑے میں منفعت وقف کے لئے تعمیر کی گئی اور شرائط وقف میں اس کے خلاف نہیں تو جائز ہے۔
۱۶۲	وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے۔	۱۶۶	وقف نامہ کا مسودہ وقف نامہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔
		۱۶۶	خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

۱۷۷	ایک کتب خانہ سے متعلق سوال اور ملک و بہہ اور وقف ہونے کی صورتیں اور ان کے احکام۔	۱۷۷	دسویں صدی میں امام ناصر الدین مالکی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، علمائے احناف رحمہم اللہ نے اسے رد فرمایا۔
۱۷۸	کتب خانہ جو دار القضاہ پر وقف ہو اس میں کسی قاصی کی وراثت نہیں چل سکتی۔	۱۷۸	خلو کی تعریف۔
۱۷۸	وقف کا ثبوت تعامل سے بھی ہوتا ہے۔	۱۸۰	دوامی پٹہ کی ایک صحیح صورت (مشد المسد)
۱۷۸	زر چندہ چندہ و ہندوں کی ملکیت پر رہتا ہے۔	۱۸۱	خلو عین نہیں بلکہ وصف ہے۔
۱۷۸	نفاذ شرائ علی مشتری کا حکم۔	۱۸۱	سکنی اور خلو کا فرق۔
۱۷۸	وکیل نے موکل کے پیسے سے چیز اپنے لئے خریدی تو زرا کا وکیل ضامن ہے۔	۱۸۶	معنی خلو میں مختلف علماء کی تصریحات اور مصنف کی تحقیق۔
۱۷۸	چندہ دہندگان کے علاوہ کسی نے اس رقم سے کچھ خریدا تو بیع کے مشتری کی ملک ہونے کی صورتیں۔	۱۸۸	ابن بلال اور ان پر رد کرنے والوں کے کلام میں مصنف کی تطبیق۔
۱۷۸	موانع نفاذ علی مشتری۔	۱۸۹	علامہ مفتی محمد علی صاحب دہلوی کا نظارہ تعجب۔
۱۷۸	بیع میں مشتری کی طرف سے صراحۃً یا دلالتاً اضافت ضروری ہے۔	۱۹۰	کرداری اور اس کا حکم۔
۱۷۸	اضافت الی مشتری کی صحیح اور غلط صورتیں۔	۱۹۱	قرض دار نے قرض دینے والے کو رہنے کے لئے گھر دیا تو اس کی اجرت مثل واجب ہے۔
۱۷۸	لفظ واسطہ کے معانی مختلفہ۔	۱۹۲	شامی پر تنقید۔
۱۷۸	لبعض صورتوں میں وقف کا لفظ بولنا ضروری نہیں دلالتاً بھی وقف ہو جاتا ہے۔	۱۹۳	وقف کے خلو کی شرائط۔
۱۷۸	جس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا دینا مجھ پر واجب ہے کوئی چیز دی البعد کو کھلا کہ واجب نہ تھی تو لو یا سکتا ہے۔	۱۹۴	احناف کے یہاں وقف کا نگران امین ہی ہونا چاہئے۔
۱۷۸	۵ رسالہ جوال العلولتبتین الخلو	۱۹۵	ناظر امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اگر ظاہر اس کی تکذیب نہ کرے۔
۱۷۸	مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کے لئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا، اس معاملہ کے شرعی احکام۔	۱۹۶	وقف کار بن باطل ہے۔
۱۷۸	معاملہ خلو بے اصل و باطل ہے۔	۱۹۶	رہن دخلی تو ملک کا بھی حرام ہے۔

۲۰۷	وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔	۱۹۶	وقف سے جو منافع اٹھائے اس کو تاوان دینا ہوگا۔
۲۰۷	وقف کی زائد آمدنی امانت جمع رہے گی اور بوقت ضرورت وقف پر خرچ کی جائے۔	۱۹۶	وقف ثبوت کے بعد کسی ناجائز کارروائی سے باطل نہیں ہو سکتا۔
۲۰۷	واقف نے اپنے ورثاء کے لئے تولیت کی شرط لگائی تو یہ شرط قید اہلیت کے ساتھ مقید ہوگی۔	۱۹۷	دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے۔
۲۰۸	اجیر خاص کا کام پر حاضر رہنا ضروری ہے غیر حاضری کے دن کی اجرت کا حقدار نہیں، قلیل رخصت جو اس صیغہ میں مروج ہو وہ عادیہ معاف ہے۔	۱۹۷	اعیان کے اٹلاف کا اجارہ باطل ہے۔
۲۰۹	صیغہ تعلیم میں جمعہ، کہیں منگل اور جمعہ اور رمضان المبارک کی تعطیل جائز ہے۔	۲۰۱	مورث نے وقف کی خیانت کی تو وارث پر الزام نہیں، نہ اس کی اہلیت میں فرق پڑتا ہے۔
۲۰۹	خدمت گار کو رمضان کی تعطیل نہ ملے گی۔	۲۰۲	اعلیٰ حضرت کے معاصر علماء اہلسنت کے القاب۔
۲۰۹	مدرس کو حج فرض کی ادائیگی کی رخصت نہیں۔	۲۰۳	بعض صورتوں میں عدم علم عذر ہے۔
۲۰۹	صیغہ تعلیم میں بضرورت تین مہینہ کی غیر حاضری معاف ہے لیکن بلا متجاوزہ۔	۲۰۴	مسجد کے لئے ہندو کا وقف جائز نہیں۔
۲۰۹	انتظام مسجد کا مہتمم سال میں ایک آدھ ہفتہ کی رخصت تو پاسکتا ہے طویل رخصت کے لئے عوضی دینا ہوگا۔	۲۰۵	مصارف وقف
۲۰۹	صاحب وظیفہ کی غیبت مسقطہ اور غیر مسقطہ کی بحث۔	۲۰۵	مصارف وقف کو کسی دوسری غرض میں صرف کرنا حرام ہے۔
۲۱۲	وقف رجسٹرڈ کرانے کی فیس اگر متولی نے شرط نہ لگائی تو مال وقف سے نہ ادا کی جائے گی۔	۲۰۵	وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ یا دوسری مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔
۲۱۴	اوقاف کے رجسٹرڈ کرانے کی قباحتیں	۲۰۵	ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ یا مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔
۲۱۵	مال وقف سے حاجتمند متولی دستور کے موافق کھا سکتا ہے۔	۲۰۶	چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہونے کے بعد بچے چندہ دہندوں کو واپس کر دیا جائے یا جس کام کے لئے اجازت دیں اس میں صرف ہو۔
۲۱۵	حرص و آزر کی مذمت اور قناعت کے فضائل۔	۲۰۶	چندہ دینے والوں کو پتہ نہ چلے تو اسی قسم کے دوسرے کام میں لگائیں ورنہ فقیروں کو تقسیم کر دیں۔

۲۲۲	شرائط وقف کے اتباع کی چند صورتیں،	۲۱۶	وقف سے رجوع ناممکن ہے۔
۲۲۳	اوقاف کے مصارف متولی و منتظمین کے اختیارات وغیرہ سے متعلق استفسار جو دس سوالات پر مشتمل ہے۔	۲۱۶	متولی کا وظیفہ اجیر مثل کے موافق دیا جائے گا عدم کفایت کی صورت میں فاضلات سے اضافہ کیا جاسکتا ہے۔
۲۲۵	جو مصارف شرائط وقف کے موافق اور شرائط نہ معلوم ہونے کی صورت میں قدیم عمل درآمد کے موافق ہو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔	۲۱۶	اضافہ اعلم علمائے بلد یا متعدد معززین دیندار اصحاب رائے کریں گے۔
۲۲۶	وقف کی کارروائی پوشیدہ رکھنا جرم نہیں، مطالبہ حساب کا البتہ سب کو اختیار ہے ہر متولی و منتظم خیانت ظاہر ہونے کے بعد معزول کیا جاسکتا ہے۔	۲۱۷	فرض خواہ اس آمدنی پر جو وقف ہے متولی کو ملتی ہے ڈگری جاری کرا سکتا ہے جلداد موقوفہ پر نہیں۔
۲۲۶	وقف کے بارے میں شرع کی مخالفت کرنے والے اور حساب کی جانچ سے روکنے والے ممبران جرم کے مرتکب ہوئے۔	۲۱۸	اشعار صحیحہ حمد و نعت جو ممنوعات سے پاک ہوں انہیں سن کر انعام و اکرام دینا جائز ہے۔
۲۲۶	اوقاف کے لئے شرط واقف اور احکام شرع سے ہٹ کر قواعد وضع کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔	۲۱۸	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصیدہ نعتیہ سن کر ردائے مبارک عطا فرمائی۔
۲۲۶	وقف کا سامان کسی دوسرے کو عاریہ دینا بھی ناجائز ہے۔	۲۱۸	اور جلداد موقوفہ سے اس کارواج ہو تو اس سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔
۲۲۶	وقف کا مال غیر مسلم کو دینا حرام ہے۔	۲۱۹	قدیم اوقاف میں نئے مصارف مثلاً ٹیلیفون، برقی پکھلا اور برقی روشنی وغیرہ لگانا جائز نہیں۔
۲۲۶	مال وقف سے مذہبی تقریبات کی شیرینی غیر حاضر کو بھیجنے کی شرط ہو یا معمول قدیم ہو تو جائز و روا ہے۔	۲۲۰	اسراف کی مذمت۔
۲۲۶	یہی حال دعوت وغیرہ کا ہے۔	۲۲۰	مال وقف مال یتیم کا حکم رکھتا ہے۔
۲۲۶	متولی وقف امین وقف ہے۔	۲۲۰	جو کہے کہ عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں، یا کہے کہ خدا اوپر ہے یہاں آئے تو اسکو ہم درست کر دیں گے مرتد ہے، اس کے احکام مرتدین کے ہیں۔
۲۲۷	سامان وقف میں کچھ تلف ہو جائے تو متولی اور ملازموں پر تاوان نہیں اتلاف پر تاوان ہے۔	۲۲۲	شرائط وقف کی تعمیل ضروری ہے۔

۲۳۰	وقف کی وصیت کا نفاذ بعد موت ہوگا زندگی میں حسب نشاء تصرفات کا اختیار ہے۔	۲۲۷	کتابیں ذوات القیم ہیں ذوات الامثال نہیں۔
۲۳۰	مسجد کی وقفی زمین میں ناجائز تصرفات کے متعلق سوال۔	۲۲۷	چھاپے اور کاغذ کی وحدت مستلزم مشابہت نہیں۔
۲۳۱	ایک وقف جس غرض کے لئے کیا جائے اسی پر رکھا جائے۔	۲۲۷	ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریہ دینا جائز نہیں۔
۲۳۱	وقف دکان کو رباط یا رباط کو دکان کر دینا حرام ہے۔	۲۲۷	احکام شریعہ کے خلاف نہ کثرت رائے دیکھی جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے۔
۲۳۱	وقف جائداد کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔	۲۲۷	حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔
۲۳۲	موقوف علیہ کو بدل دینا حرام ہے۔	۲۲۸	در بارہ وقف واقف کی تصریح شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے۔
۲۳۲	مسجد کی موقوفہ زمین کو مدرسہ میں شامل کرنا حرام ہے۔	۲۲۸	احکام شرع کے خلاف کوئی قانون اور شرط نہ مانی جائے گی۔
۲۳۲	مسجد کا پشتہ کھود کر پاخانہ بنانا حرام ہے اور وقف میں غصب ہے۔	۲۲۹	اغراض وقف سے زائد امور کے لئے مال وقف سے نہ تو کسی جائداد کا خریدنا نہ کرایہ پر لینا جائز ہے۔
۲۳۲	صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔	۲۲۹	ولی کے ایسے تصرفات جس سے وقف کو نقصان پہنچے تو وہ تصرفات ناجائز ہیں۔
۲۳۲	وقف کی جائداد میں بے جا دست برد اور ظلم پر سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض ہے۔	۲۲۹	"ان الولاية مشروطة بالنظر ولا نظرو في الضرر"
۲۳۲	مسلمانوں کو وقف کے بدلے کوئی اختیار نہیں۔	۲۲۹	شرح سود کے حساب سے کرایہ مقرر کیا تو یہ معاملہ گندہ ہے کرایہ جائز ہوگا۔
۲۳۲	آدمی اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے۔	۲۲۹	وقف سے متولی کو بصورت سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ اور ضرورت ہو تو سپاہی کی تنخواہ بھی ملے گی۔
۲۳۲	واقف مالک حقیقی کی ملک خاص ہے۔	۲۲۹	مقدار تنخواہ وغیرہ کا تعین عرف پر ہے۔
۲۳۲	مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے۔	۲۲۹	پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ جائز نہیں ہے۔
۲۳۲	مسجد میں مٹی کا تیل جلانا، سلائی سلگانا، کچا گوشت لے جانا حرام ہے۔		

۲۳۵	گیاس کی روشنی ہے تو برقی قفے لگانا منع ہے لگائیں تو تاوان دینا ہوگا۔	۲۳۲	مسجد کے قریب پانچنا نہ بنانا جس سے مسجد میں بو پہنچے حرام ہے۔
۲۳۵	مسائل مذکورہ بالا سے متعلق نصوص۔	۲۳۲	مسجد عام جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔
۲۳۸	مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے۔	۲۳۲	جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔
۲۳۹	بجلی کے پکھے کی ہوا طبعاً مضر ہو تو اپنے گھر میں بھی لگانا چاہئے۔	۲۳۲	ترک جماعت پر وعید ات شدیدہ۔
۲۳۹	مسجد میں ایسی چیز لگانا جس سے مصلیوں کا دل بٹے منع ہے۔	۲۳۳	کچا بیاز یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا ناجائز ہے۔
۲۳۹	مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے۔	۲۳۳	مسجد خالی ہو تب بھی اس میں بدبو داخل کرنا ناجائز۔
۲۴۰	برقی روشنی اور پکھے سے حادثات کا ظن غالب ہو تو ان کا استعمال منع ہے۔	۲۳۳	جس سے انسان ایذا پاتا ہے اس چیز سے ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں۔
۲۴۰	طبعاً جس چیز کا مضر ہو نا ثابت ہو اس کا استعمال حرام ہے۔	۲۳۳	مسجد میں مال وقف سے بلا ضرورت برقی پکھے اور الیکٹرک روشنی لگانے سے متعلق سوال
۲۴۱	ایک مسجد کے وقف کی آمدنی دوسری مسجد میں نہیں لگائی جاسکتی۔	۲۳۵	جن مصارف کی عرفاً یا نصاً اجازت نہ ہو مال وقف سے اس کا ادا کرنا حرام ہے۔
۲۴۱	وقف کے کرایہ دار نے عذر صحیح سے درمیان مدت میں مکان چھوڑ دیا تو باقی ماندہ کا کرایہ چھوڑا جاسکتا ہے۔	۲۳۵	بے شرط وقف مال وقف سے صبح تک چراغ جلانا منع ہے۔
۲۴۲	بالغ ہو جانے والے یتیموں کو اگر کب کے لائق ہونے تک یتیم خانہ سے خوردنوش دینے کا معمول ہو تو دیا جائے۔	۲۳۵	واقف نے مسجد میں کنکرے نہیں بنوائے تھے متولی نے مال وقف سے بنوایا تاوان دے۔
۲۴۲	معمول نہ ہو تو چند دہندگان سے اجازت لینے ضروری ہے۔	۲۳۵	مصلیوں کو اذان کی آواز بے منارہ پہنچ جاتی ہے تو مال مسجد سے منارہ بنانا درست نہیں۔
۲۴۲	معمول نہ ہونے اور اجازت نہ لینے کی صورت میں جو بالغوں پر صرف ہو مستعمل کو اس کا تاوان دینا ہوگا۔	۲۳۵	واقف نے فراش کا وظیفہ نہ رکھا تو متولی یا حاکم یہ وظیفہ جاری کرنے کے مجاز نہیں۔
		۲۳۵	مسجد مستحکم ہو تو اس کو توڑ کر نئی بنانا جائز نہیں

۲۴۸	مزارات اولیاء کی حفظ و نگہداشت کے لئے وقف بنیت خیر صحیح ہے۔	۲۴۳	مسجد کے چندہ میں چیک دیا متولی کی غفلت سے بھن نہ سکا تو کیا حکم ہے۔
۲۴۹	ہر مباح بنیت محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے۔	۲۴۴	روپیہ جو کوئی شخص بینک میں جمع کرتا ہے وہ بینک پر دین ہوتا ہے۔
۲۵۰	وقف علی الاولاد اور وقف علی النفس کی وضاحت اور اس کے جواز کا حکم۔	۲۴۴	وکیل قبض الدین اور ہبہ باطلہ کی ایک صورت۔
۲۵۱	اپنی صحت میں اپنی پوری جائیداد کے وقف کا اختیار ہے مگر یہ نیت مذموم و شنیع ہے کہ دیگر وارثوں کو اپنے ترکہ سے محروم کرے۔	۲۴۴	معدوم کے لئے ہبہ باطل ہے۔
۲۵۱	صحت مورث میں کسی وارث کا کوئی حق مورث کے مال سے متعلق نہیں ہوتا۔	۲۴۵	ہبہ بے قبضہ تام مفید ملک نہیں۔
۲۵۱	جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دیتا ہے۔	۲۴۶	قبضہ سے پہلے مہوب ہلاک ہو جائے تو ہبہ باطل ہوتا ہے۔
۲۵۱	بہنوں کا مالدار ہونا انہیں میراث سے محروم کرنے کی وجہ شرعی نہیں۔	۲۴۶	تسلیم سے پہلے واپس مر جائے تو بھی ہبہ باطل ہے۔
۲۵۱	وقف اہلی کا بیان۔	۲۴۶	کسی ادارے کے چند متولی ہوں تو ذمہ داری سب کی برابر ہے۔
۲۵۲	وقف علی الاولاد کی ایک جائز صورت۔	۲۴۷	چندہ کی رقم جو کام سے فاضل بچ گئی چندہ دہندوں کی ملک ہے یا تو انہیں حصہ رسدی واپس دیا جائے یا دوسرے جس کار خیر میں وہ بتائیں لگائی جائے۔
۲۵۲	غیر مرض موت میں جو وقف کیا جائے اس پر کسی وارث کو حق اعتراض نہیں۔	۲۴۷	خیرات خالصاً للہ کے لئے وقف صحیح ہے۔
۲۵۳	وقف علی الاولاد میں واقف جیسی شرط لگائے اسی کے موافق عملدرآمد ہوگا۔	۲۴۷	نیاز فاتحہ حضرت امام عالی مقام و اولیاء کے لئے وقف صحیح ہے۔
۲۵۳	نیاز بزرگان دین اور میلاد کے لئے وقف جائز ہے۔	۲۴۷	زائرین کے آرام کے لئے جو مکان بنایا گیا اس کی مرمت کے لئے وقف جائز ہے۔
۲۵۳	ثلث مال کار خیر میں صرف کرنا بقیہ و ثلث سے زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا جبکہ اس کے پاس حاجات اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے۔	۲۴۸	قبر کی مرمت کے لئے وقف صحیح نہیں۔

۲۶۱	(اس رسالہ میں اس امر کی تحقیق اینق ہے کہ مسجد کی چیزیں فروخت کر کے اپنے صرف میں لانا اور مسجد کی چھت خرید کر اس پر پانچمانہ وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں)		باب المسجد
۲۶۱	مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں یا آلات یا اوقاف یا زوائد۔	۲۵۵	مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں ضروری نہیں۔
۲۶۱	اجزاء مسجد یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیع کا حکم شرعی۔	۲۵۵	جوزمین نماز کے لئے وقف ہوئی مسجد ہو گئی۔
۲۶۱	مسئلہ مذکورہ کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کی عبارات۔	۲۵۶	شملہ کی چند مسجدوں کے بارے میں سوال۔
۲۶۳	مصنف علیہ الرحمۃ کی نہایت شاندار تحقیق کہ امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے۔	۲۵۷	مسجد قیامت تک اصل بانی کے نام سے رہے گی۔
۲۶۳	امام ابو یوسف کی روایت کا حاصل۔	۲۵۷	اعادہ وصف کرنے والا احداث اصل کرنے والے کی مثل نہیں۔
۲۶۳	مسجد منہدم ہو جائے اور اس کے اجزاء ضرورت مسجد سے زائد ہوں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی کے اذن سے فروخت کرنا اور قیمت کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔	۲۵۷	حساب کتاب کی کتابوں پر بھی اصل بانی کا نام لکھنا بہتر ہے۔
۲۶۳	تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر پھیلے سے مضبوط تر بنانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔	۲۵۷	بانی کے خاندان میں جب تک اس کے اہل پائے جائیں وہی متولی ہوں گے۔
۲۶۵	آلات مسجد یعنی مسجد کے اسباب جیسے بوریا مصلیٰ، فرش، قدیل اور جاڑوں میں بچھائی جانے والی گھاس وغیرہ کو فروخت کرنے کا شرعی حکم۔	۲۵۸	متولی کا دیانت دار ہو نا ضروری ہے مالدار ہو نا ضروری نہیں۔
۲۶۵	مسئلہ مذکورہ کی تحقیق کے لئے کتب فقہ کی عبارات۔	۲۵۸	حاکم اسلام وہ نہ ہو تو متولی مسجد اہل محلہ مسجد سے نکلی ہوئی چھتر مناسب دام پر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔
۲۶۵	رباط کے جانور بہت زیادہ ہو جائیں اور ان کا خرچہ بڑھ جائے تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کر کے قیمت کو جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔	۲۵۸	مسجد کا سامان خریدنے والے کو چاہئے کہ کسی قسم کی بے حرمتی کی جگہ اس کو نہ ڈالے۔
		۲۶۱	۵۰ سالہ التحریر الجید فی حق المسجد

۲۷۵	مسئلہ مذکورہ کی دو صورتیں۔	۲۷۵	مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کے لئے کلام و عبارات علماء کرام۔
۲۷۶	مسجد کے تابوت اور چارپائی کی بیچ کا حکم۔	۲۷۶	استبدال تین وجہوں پر ہے۔
۲۷۶	مسجد میں کسی نے چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی تو چٹائی کا کیا کیا جائے۔	۲۷۶	قاضی بہشت صاحب علم و عمل کو کہتے ہیں۔
۲۷۶	کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا قندیل خریدی پھر اس کی ضرورت نہ رہی تو کیا حکم ہے۔	۲۷۶	مصنف علیہ الرحمہ کاشانی پر ایک حاشیہ۔
۲۷۷	آلات مسجد کے بارے میں امام محمد اور تابید مسجد کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔	۲۷۸	اشجار موقوفہ کی بیچ کا حکم۔
۲۷۷	اوقاف مسجد کی بیچ کب جائز ہے۔	۲۷۸	زوائد کی بیچ کا شرعی حکم۔
۲۷۷	چار صورتوں کے علاوہ آباد و وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔	۲۷۸	زوائد سے مراد کیا چیزیں ہیں۔
۲۷۸	وقف کی تبدیلی میں بے شمار خرابیاں ہیں۔	۲۷۹	وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی بڑھانے کے لئے خریدے ان کی بیچ کا بشرط مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔
۲۷۸	استبدال وقف کا موجب یا تو شرط استبدال ہے یا ضرورت استبدال۔	۲۷۹	مسئلہ مذکورہ کی تائید میں کتب فقہ کی عبارات۔
۲۷۹	بحالت شرط استبدال، تبدیلی وقف کا جواز چند شرطوں سے مشروط ہے۔	۲۸۰	ایک مسجد کی ملکیت دوسری مسجد میں خرچ کرنا یا مسجد کا پیسہ مدرسہ میں دینا حرام ہے۔
۲۷۹	تبدیل وقف کی شرائط سبعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفت شرط اور مظنہ مخالفت نفع وقف سے بچے۔	۲۸۰	مسجد کی بیکار چیز خرید کر صرف میں لانا۔
۲۸۱	جو وقف ویران و خراب ہو جائے تو قاضی شرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خداترس کو بلا شرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیچ کر دوسری جگہ ادا اسی غرض سے اس کے قائم مقام کر دینے کی اجازت ہے بچند شرط۔	۲۸۱	علماء نے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔
۲۸۱		۲۸۱	جو مکان ہمیشہ نماز مسلمان کے لئے بنایا مسجد ہو گیا اگرچہ اسے مسجد نہ کہا، نہ محراب بنائی۔

۲۸۸	مسجد کو بدلو سے بچانا واجب ہے۔	۲۸۲	اگر کہا میں نے یہ زمین نماز کے لئے وقف کی مگر اسے کوئی مسجد نہ سمجھے جب بھی مسجد ہو گئی۔
۲۸۸	جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے فرشتے بھی اس سے اذیت پاتے ہیں (حدیث)	۲۸۳	مسجد ہونے کے لئے زمین میں پانچ صورتوں سے ایک صورت چاہئے ورنہ مسجد نہ ہوگی۔
۲۸۹	متولی مسجد کی واجبی تعمیر میں محلہ والوں کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔	۲۸۴	صحن مسجد بھی مسجد ہے۔
۲۸۹	اہل محلہ نے متولی کی اجازت کے بغیر جو تعمیر کی جائز ہے اور جو اب کریں گے جائز ہوگی۔	۲۸۴	مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے۔
۲۸۹	تعمیر مسجد کے فضائل قرآن وحدیث سے۔	۲۸۴	غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔
۲۸۹	ویرانی مسجد کے خواستگار کے لئے وعید شدید۔	۲۸۴	معتکف کو مسجد میں اس صورت میں وضو کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی کی مسجد میں نہ گرے۔
۲۹۰	متولی کو حق نہیں پہنچتا کہ وعدہ موہومہ پر اہل محلہ کو تعمیر سے روکے، ایسا شخص عملاً مسجد کو ویران کرنے والا ہے۔	۲۸۶	غیر معتکف شدید بارش میں مجبوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہا لیجائے۔
۲۹۱	امام کے نصب میں تنازع ہو تو اہل محلہ کا امام افضل ہے تو اسی کو ترجیح ہے۔	۲۸۷	الضرورات تبیح المحظورات۔
۲۹۲	اہل محلہ کا مسجد کی تعمیر کرنا متولی کی توہین نہیں ہے۔	۲۸۷	کثیر بارش ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔
۲۹۳	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں مینار اور سنگو رے نہیں تھے، بعد میں قلوب عوام میں عظمت ڈالنے کے لئے علماء اور عوام مسلمین نے اس کو مستحسن سمجھا۔	۲۸۷	جماعت نماز واجب ہے۔
۲۹۳	قرآن شریف پر سونا چڑھانا مسجد میں گچکاری وغیرہ اسی قبیل سے ہے۔	۲۸۷	کثیر بارش ترک جمعہ کے لئے عذر ہے۔
۲۹۴	آج کل یہ طرز تعمیر مسجد کی حفاظت اور اس کے امتیاز کا بھی ذریعہ ہے۔	۲۸۸	غیر معتکف کو مسجد میں اخراج ریح مکروہ ہے۔
۲۹۵	مسجد بنانے کی نیت سے ہندو نے مسلمان کو روپیہ دیا، مسلمان نے اس روپیہ سے مسجد بنادی مسجد ہو گئی۔	۲۸۸	طالب علم مسجد میں اس طرح کتاب دیکھ سکتا ہے کہ نمازیوں کو حرج نہ ہو۔
۲۹۶	کافر نے پرانی مسجد کی مرمت کرا دی مسجد ہی رہے گی البتہ مسلمانوں کو کافر کی ایسی مدد قبول نہ کرنی چاہئے۔	۲۸۸	اگر ریح میں بدلو ہو تو ایسے شخص کا ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں۔

۲۹۶	کافر نے اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کی اور انہوں نے مسجد بنائی تو جائز ہے اور خود مسجد بنوادے تو وہ مسجد ہوئی ہی نہیں۔	۳۰۱	دروازہ قدیم مسجد کی چھت پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا ہے بے اہل محلہ کی اجازت کے جائز نہیں۔
۲۹۷	مخلوط مال کسی کو میراث سے پہنچا جس میں حلال حرام کی تمیز نہیں، تو وارث پر کوئی مطالبہ نہیں ایسے مال سے مسجد بنائی مسجد ہو گئی۔	۳۰۱	آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔
۲۹۸	حرام مال میں بھی جب تک عقد و نقد دونوں حرام مال پر جمع نہ ہوں خریدی ہوئی چیز میں حرمت سرایت نہ کرے گی۔	۳۰۳	جس قبرستان میں دفن کرنا بند ہو وہاں قبر سے باہر ستون قائم کر کے بلندی پر چھت پاٹ کر چھت کو شامل مسجد کرنے میں حرج نہیں۔
۲۹۸	امام کرخی کا مذہب مفتی بہ ہے۔	۳۰۵	مطلقاً حقوق عبد کا تعلق مانع مسجدیت نہیں۔
۲۹۹	طاق عدد اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔	۳۰۶	مقبرہ کے لئے بھی حقوق عبد سے فارغ ہونا شرط ہے۔
۲۹۹	مسجد میں دروں کی طاق عدد کا مسلمانوں میں رواج ہے، حتی الامکان اس روش کے خلاف نہ کیا جائے، مجبوری بخت رکھنے میں بھی حرج نہیں۔	۳۰۶	نہر خاص کو پاٹ کر اس کی چھت پر مسجد بنانا جائز ہے۔
۳۰۰	مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے۔	۳۰۶	غیر کی ایسی زمین پر جس پر اس غیر کو حق مزاحمت نہ رہا، مسجد بنائی تو فتویٰ اسی پر ہے کہ وہ عمارت مسجد ہو گئی۔
۳۰۰	اگر بہ یقین معلوم ہو کہ نئی مسجد کی تعمیر سے پرانی مسجد ویران ہوگی تو نئی کی تعمیر نہ کی جائے۔	۳۰۷	حجرہ مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام ہے اور جو نقصان پہنچا اس کا تاوان دینا ہوگا۔
۳۰۰	آباد مسجد کی لینڈ دوسری میں لگانا حرام ہے۔	۳۰۸	مسجد کی دیوار میں اپنی عمارت کے لئے کڑی ڈالنا حرام ہے۔
۳۰۰	مسجد کے احاطہ اور اس کے صحن میں دکان بنانا جائز نہیں، حجرہ بنا سکتے ہیں جبکہ اس سے مسجد میں کسی طرح کی تنگی نہ پڑے۔	۳۰۸	مسجد کی دیوار سے ملا کر بلا استحقاق پر نالہ کرنا حرام ہے۔
۳۰۱	مصالح مسجد توابع مسجد ہیں۔	۳۰۸	مسجد میں کھڑکی رکھنا بھی حرام ہے۔
		۳۰۹	دوسرے کا بوتر پکڑنا حرام اور ایسا کرنے والا فاسق ہے۔

۳۱۳	تجارت کے لئے بیع و شراء معتکف کو بھی ناجائز ہے۔	۳۰۹	خالی کبوتر اڑانا جس میں چھت پر چڑھتے ہیں دوسروں کا مالی یا جسمانی ضرر ہو حرام ہے۔
۳۱۳	مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لانا، بیع و شراء، جھگڑے اور آواز بلند کرنا منع ہے۔	۳۰۹	ایسے شخص کو منع کیا جائیگا، اور نہ مانے تو اس کا کبوتر ذبح کر دیا جائیگا۔
۳۱۴	مسجد میں آواز سے گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔	۳۰۹	مطلقاً کبوتر بازی جس میں مفاسد بالانہ ہوں لیکن عبث و بے فائدہ اور حرام ہے اور پرندوں پر ظلم ہے۔
۳۱۴	بئیر بازی کبوتر بازی سے بھی زیادہ سخت قبیح اور شنیع ہے۔	۳۱۰	کبوتر بازوں کو نصیحت و ہدایت۔
۳۱۵	مسلمانوں پر ظلم کرنے سے زیادہ برا ذمی پر ظلم کرنا ہے، اور اس سے بھی زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے۔	۳۱۰	بے گناہ بے زباں جانور پر ظلم آدمیوں کی ضرر رسانی سے شدید تر ہے۔
۳۱۵	عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے افعال شنیعہ سے روکیں۔	۳۱۰	دنیا گزشتنی ہے ایک دن انصاف کا آئیوالا ہے۔
۳۱۵	گناہ کو اچھا جاننا کفر ہے۔	۳۱۰	ثواب و عذاب اور جنت و جہنم مکلفین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔
۳۱۵	جو لوگ گناہ میں شریک نہ ہوں مگر گناہ کر نیوالوں کو باوصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی مآخوذ و گرفتار ہیں۔	۳۱۰	ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی۔
۳۱۶	مسئلہ مذکورہ کی تائید احادیث کریمہ سے جو زمین کبھی دارالاسلام نہ ہوئی اس میں مسجد بنانے کی اجازت نہیں، اور بنائی تو مسجد کا حکم نہیں۔	۳۱۰	مسجد میں کبوتر بازی اشد حرام ہے۔
۳۱۷	دارالاسلام میں بنی ہوئی مسجد کی آبادی بھی جب متعذر ہو جائے اور تغلب کفار کا خطرہ ہو تو اسباب تعمیر اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔	۳۱۱	مسجد میں بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے جانور گھاس کو۔
۳۱۷	جو زمین متعلق مسجد ہو مسلمانوں کے مشورہ سے جب وہ جگہ مسجد ہو گئی تو اس کے لئے مسجد کا حکم ہے۔	۳۱۲	مباح باتیں بھی مسجد میں بلا ضرورت حرام ہیں۔
۳۱۹	جس زمین کو مسجد سے متعلق وقف کیا اس میں باغ و پھل ہوں تو انہیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔	۳۱۲	مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والوں، غیبت کرنے والوں کے منہ سے بدلو نکلتی ہے۔
		۳۱۳	بشر و معتکف کو مسجد میں بیع و شراء اور اکل و شرب جائز ہے۔

۳۱۹	مفتی بہر صورت سوال کا جواب دیتا ہے۔	۳۱۹	جس زمین کو مسجد کیا اس میں باغ اور پھلدار درخت ہیں انہیں کاٹ کر اپنے صرفہ میں لائے اور زمین شامل مسجد کرے۔
۳۲۹	واقعہ سے بحث اس کے فرائض سے نہیں۔	۳۲۰	جو مسجدیں عام طور سے مسجد مشہور ہوں اور ان میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو وہ مسجد ہی ہے اس کو مسجد البیت قرار دے کر ملکیت جتاننا ظلم و حرام ہے۔
۳۲۹	سوال ظاہر البطلان ہو تو مفتی اس کا جواب نہ دے یا سوال کی غلطی ظاہر کرے۔	۳۲۰	ایسی مسجد کو کسی قسم کے ذاتی تصرف میں لانا حرام ہے۔
۳۲۹	نیت کا علم اللہ کو ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔	۳۲۰	وقف کا ثبوت شہرت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
۳۳۰	جواب نے زمانہ والوں کی معرفت نہ رکھے جاہل ہے۔	۳۲۲	سچے دل سے توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔
۳۳۱	مریض نے اپنی بیماری الٹی سمجھ کر دوامانگی طبیب کو غلطی جاننے کے بعد الٹی دوا دینا حرام ہے۔	۳۲۲	فنائے مسجد میں اپنا ذاتی مکان بنانا بھی حرام ہے۔
۳۳۱	چند فتوؤں کی اصلاح۔	۳۲۲	حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا ہے۔
۳۳۱	جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔	۳۲۳	مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی حرام ہے۔
۳۳۱	اتفاق و اتحاد کی ہدایت۔	۳۲۳	فنائے مسجد تابع مسجد ہے۔
۳۳۲	حالت نماز میں پنگھا کروانے کا حکم۔	۳۲۳	مساجد میں امام اور مؤذن کی سکونت کے لئے بنائے جانے والے مکانات کا حکم۔
۳۳۳	جس مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کے اسباب دوسری مساجد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔	۳۲۳	اختلاف کی بنیاد پر بننے والی دو مسجدوں کے بارے میں سوال اور دلی و بریلی کے فتاوے۔
۳۳۴	شرط باطلہ سے مسجد باطل نہ ہوگی شرطیں ہی باطل قرار دی جائیں گی۔	۳۲۴	نقل فتویٰ بریلی۔
۳۳۴	مسجد بنا کر شرط لگائی میں اسے بیچ سکوں گا مسجد ہوگی شرط باطل۔	۳۲۶	نقل فتویٰ دہلی۔
۳۳۴	مسجد بنا کر شرط لگائی کہ صرف فلاں قوم کے لئے مسجد سب کے لئے ہوگی تخصیص باطل ہے۔	۳۲۷	نقل فتویٰ ایرانی۔
		۳۲۹	فریقین کے بیان سننا قاضی پر لازم ہے نہ کہ مفتی پر۔

۳۳۴	مسجد کی دیوار پر خود بانی کو بھی کڑیاں رکھنا حرام ہے۔	۳۳۵	امام نے اپنے نائب کے لئے کوئی مدت متعین نہ کی تو اجارہ فاسد ہے۔
۳۳۵	مسجد قائم ہونے کے بعد مسجد کی چھت پر امام کے لئے بھی حجرہ بنانا جائز نہیں۔	۳۳۶	اجارہ فاسدہ کا فتح کرنا فریقین پر واجب ہے وہ نہ کریں تو حاکم فتح کر دے۔
۳۳۵	مسجد کی دیوار پر کرایہ دے کر بھی کڑی رکھنی جائز نہیں۔	۳۳۶	اجارہ میں طریقہ رائج الوقت کے لحاظ سے اجارہ صرف پہلے مہینہ کے لئے ہوتا ہے۔
۳۳۶	مسجد میں درخت لگانا جائز نہیں الا یہ کہ زمین نمناک ہو تو رطوبت ختم کرنے کے لئے درخت لگا سکتے ہیں۔	۳۳۷	اسپرٹ شراب ہے۔
۳۳۶	درخت پہلے سے موجود ہوں مسجد بعد میں بنائی یہ جائز ہے۔	۳۳۷	اسپرٹ مسجد میں لے جانا منع ہے۔
۳۳۶	بونے والا ہی بانی واقف ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوں گے، اور بونے والا دوسرا ہو تو یا تو اپنا درخت کاٹ لے جائے یا مسجد کو دے دے۔	۳۳۷	ناپاک تیل سے چراغ جلانا مسجد میں جائز نہیں ہے۔
۳۳۷	مسجد میں درخت لگانے کی مختلف صورتوں کا حکم	۳۳۷	مسجد کی چھت پر وٹلی کرنا جائز نہیں۔
۳۳۷	خانہ، حجر، حاوی، درخت کی عبارتوں کا صحیح محمل۔	۳۳۷	مسجد کی چھت پر پیشاب و پاخانہ کرنا ناجائز ہے۔
۳۳۸	حرام کی کمائی سے خریدی ہوئی جلد ادا کے وقف کرنے کی صورت۔	۳۳۷	مسجد میں کافر کا جانا بے ادبی ہے۔
۳۳۸	دیہات میں عید گاہ کے لئے وقف صحیح نہیں۔	۳۳۸	مسجد زیر تعمیر کو جب تک وقف نہ کرے بانی کی ملک ہے۔
۳۳۸	جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ خاص یہ روپیہ حرام ہے اس کو لے کر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔	۳۳۸	مسجد کر دیا ہے جب بھی بانی تعمیر کی حقدار ہے، خود نہ بنا سکتا ہو تو مسلمانوں کو تعمیر کی اجازت دے۔
۳۳۸	نیابت امامت سے متعلق ایک تفصیلی سوال۔	۳۳۸	صحن مسجد مسقف کر دینے سے اس میں نماز پڑھنے میں خلل نہیں آتا۔
۳۳۸	امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے، اصل وظائف کا مالک امام ہوگا، نائب کو اتنا ہی ملے گا جتنا باہم تراضی سے مقرر ہوا ہو۔	۳۳۹	مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز نہیں پڑھی جائیگی نیچے جگہ بھر جائے تو اوپر پڑھ سکتے ہیں۔

۳۴۹	مسجد کو اس لئے شہید کرنا اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ بنائیں گے، حرام ہے۔	۳۴۹	مسجد دو منزلہ بنائی مگر مسجد صرف بالائی منزل کو کیا، وہی مسجد ہو گئی، منزل زیریں ضروریات مسجد کے لئے ہوگی۔
۳۵۵	بے ضرورت مسجد کی تعمیر جدید عبث و لغو ہے۔	۳۵۰	مسجد کی ٹخلی منزل میں بھراؤ ڈال کر پائنا جائز نہیں۔
۳۵۵	تضییع مال ناجائز ہے۔	۳۵۰	اعدام مسجد پر وعید شدید۔
۳۵۵	قیل و قال، کثرت سوال اور اضاعت مال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔	۳۵۰	بلا شرط واقف وقف کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنا ناجائز ہے۔
۳۵۵	فضول خرچی کر نیوالے شیطان کے بھائی ہیں۔	۳۵۰	دار وقف کو باغ اور سرائے کو حمام وغیرہ بنانا جائز نہیں۔
۳۵۵	عبث حرام ہے۔	۳۵۱	مسجد کی وقتی زمین توڑ کر شاہراہ میں شامل کرنا حرام ہے۔
۳۵۵	توسیع اور بوسیدگی کی حالت میں تعمیر جدید کی اجازت ہے۔	۳۵۱	حقوق مسجد پر تعدی اور وقف مسجد میں ناحق دخل اندازی منع ہے۔
۳۵۶	اشباہ نظائر کے مصنف امام ابراہیم نہیں ہیں۔	۳۵۱	مقصد وقف باطل کر کے وقف کو دوسرے کام کے لئے کر دینا ناجائز ہے۔
۳۵۶	اشباہ نظائر کی طرف منسوب ایک غلط عبارت کی تصحیح۔	۳۵۲	فنائے مسجد کی حرمت مسجد کی طرح ہے۔
۳۵۷	اشباہ کی دوسری عبارت کی تشریح۔	۳۵۲	مسجد کو راستہ بنانے کا جزئیہ اور اس کا صحیح مطلب۔
۳۵۷	مسجد میں راستہ بنانا جائز نہیں، ہاں بوقت ضرورت اس میں سے گزر سکتے ہیں۔	۳۵۲	جنب، حائض اور نساء کو مسجد سے گزرنے کی بالکل اجازت نہیں۔
۳۵۸	جنبی، حائض یا نفاس والی اور جانوروں کو گزرنے سے روکا جائے۔	۳۵۲	مسجد سے گھوڑے یا بیل گاڑی کو گزارنا منع ہے۔
۳۵۹	ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانے کا سوال۔	۳۵۲	مسجد کو شارع عام بنانے کی اجازت نہیں۔
۳۶۰	تفریق بین المسلمین کی نیت سے جدید مسجد تعمیر کر نیوالے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور مسجد مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔	۳۵۳	مسجد میں مصارف خیر کے لئے چندہ وصول کر سکتے ہیں جبکہ آداب مسجد کی مخالفت نہ ہو۔

۳۶۱	مسجد میں وعظ اور چندہ کے جائز و ناجائز ہونے کی صورتیں اور ان کا حکم۔	۳۶۰	فساق مرتکب کبیرہ کا ذبیحہ جائز ہے، ان سے ابتداء سلام ناجائز، زجر و تنبیہ کی نیت سے ان سے ترک راہ و رسم بہتر ہے۔
۳۶۱	کسی زمین کے مسجد ہونے کی صورتیں۔	۳۶۰	فساق نکاح پڑھائے تو نکاح درست ہے لیکن فاسق سے نکاح پڑھوانا منع ہے۔
۳۶۲	مسجد کے لئے عمارت ضروری نہ ہونے کا بیان۔	۳۶۰	ظن و تخمین سے کسی مسجد کے ضرار ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔
۳۶۳	مسجد مچھلی بازار کانپور کے لئے جمع ہونیوالے چندہ کے مصارف کا بیان اور مولوی عبدالباری صاحب کے فیصلہ کی غلطی کا اظہار۔	۳۶۰	جس مسجد کا مسجد ضرار ہو نا یقیناً ثابت ہو اس کو ڈھایا جاسکتا ہے۔
۳۶۵	۵ رسالہ ابانۃ المتواری فی مصالحة عبدالباری (مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتویٰ جس کا سوال لکھنؤ فرنگی محل سے آیا اور دارالافتاء بریلی سے جواب دیا گیا اور بکمال وضوح ثابت کیا گیا کہ مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے جو فیصلہ مسجد مچھلی بازار کانپور کے متعلق کیا وہ سراسر مخالف احکام اسلام ہے اس پر مسلمانوں کو مطمئن ہونا سخت گناہ و حرام ہے ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ دربارہ حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی سے نفع لیں اور اپنے اپنے منصب کے لائق جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں مولوی صاحب کی یہ شخصی کارروائی اگر مقبول ٹھہر گئی تو ہمیشہ کے لئے مساجد ہند پر اس کا برا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش کر سکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں ماخوذ رہے گا۔ "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" کا بھی ردِ بلیغ اس رسالہ میں ہے)	۳۶۱	اختلاف و فتنہ سے بچنے کے لئے الگ مسجد بنائی تو مسجد ضرار نہیں۔
۳۶۵	مسئلہ از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی محمد سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس مؤید الاسلام۔	۳۶۱	فساق اور بانی شر و فساد کی امامت ناجائز ہے۔
۳۶۶	جواب از دارالافتاء بریلی۔	۳۶۱	جو مسجد ضرار کے حکم میں ہو اس کی تعمیر میں مدد دینا ناجائز ہے۔
۳۶۶	سات امور مستفسرہ۔	۳۶۱	ذبح کی اجرت لینے والا امام ہو سکتا ہے۔
۳۶۷	فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔	۳۶۱	قیام جمعہ کی شرائط کا بیان۔
		۳۶۱	کسی کے مقابلہ میں بھی شریپہ اکر ناجائز نہیں

۳۷۳	احکام اسلامیہ کے خلاف پر مصالحت روا نہیں۔	۳۶۷	فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔
۳۷۴	جرم بغاوت کو تمام دنیوی سلطنتیں سنگین ترین بلکہ ناقابل معافی قرار دیتی ہیں۔	۳۶۷	مخالفت شرع حکم کو بلا جبر واکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کرنا یا اس میں دشواری ڈالنا اور آئندہ کیلئے بھی اسے نظیر بنا دینا روا نہیں۔
۳۷۴	مولوی صاحب اغماض نے اصل معاملہ میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔	۳۶۸	مسئلہ باردوم از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی صاحب موصوف۔
۳۷۶	روایت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے مخالف مذہب جمہو رہیں۔	۳۶۸	امور مستفسرہ مع تصریح۔
۳۷۶	مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا تمام ائمہ کے اجماع سے حرام اور مناقض ارشاد خداوندی ہے۔	۳۷۱	جواب از دارالافتاء بریلی۔
۳۷۶	فتاوت کے کیا معنی ہیں۔	۳۷۱	ہر مسلمان لایسما اہل علم کو انکشاف حق کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔
۳۷۷	مولوی صاحب نے جو مصالحت مسجد کے بارے میں کی ہے کوئی ہندو اس کو سوالہ کے بارے میں قبول نہیں کر سکتا، اور نہ ہی خود مولوی صاحب اس کو اپنے مکان سکونت کے بارے میں گوارا کریں گے۔	۳۷۱	منصب افتاء کی ذمہ داری یہ ہے کہ بر تقدیر صدق مستفتی صورت مستفسرہ کے مطابق جواب دے دیا جائے۔
۳۷۸	مولوی صاحب کی مصالحت کا حاصل۔	۳۷۱	اظہار حق کے سلسلہ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مراسم قدیم کو حفظ حرمت اسلام اور رفع غلط فہمی عوام پر غالب نہ آنے دے۔
۳۷۸	جواب استفسار دوم پر نظر۔	۳۷۱	حقیقتاً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔
۳۸۰	"فیصلہ کانپور پر ایک نظر" کا ردِ بلیغ	۳۷۲	جواب استفسار اول پر نظر۔
۳۸۰	عالم مصالحت کی تدبیر اول نا منظور و شنیع ہونے کا بیان۔	۳۷۲	قبضہ زمین کی بحث۔
۳۸۱	مسئلہ مرنی المسجد کی تحقیق جلیل۔	۳۷۲	چھت اور زمین دو مترادف الفاظ نہیں ہیں۔
۳۸۱	کافر ذمی بلکہ متنا من بھی تابع مسلم ہے۔	۳۷۳	مصالحت رفع نزاع کا نام ہے نہ کہ ابقائے نزاع کا۔
۳۸۱	کہ من شئی یثبت ضمتاً ولا یثبت قصداً	۳۷۳	اصل بناء و منشاء کو مہمل و معطل اور دور آئندہ کی امید موہوم پر محمول کرنا ابقائے نزاع ہے نہ کہ رفع و قطع نزاع۔

۳۸۱	ایک صحیح مسئلہ کو موقع سے متعلق سمجھنے میں مولوی صاحب سے بکثرت خطائیں ہوتیں۔	۳۸۱	ضرورت اکراہ شرعی سے جواز شیئی فی نفسہ نہیں ہوتا بلکہ مکروہ سے رفع اثم ہوتا ہے۔
۳۸۲	صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔	۳۸۲	تجیز دوم کی شناختیں۔
۳۸۲	جنابت و حیض کی حالت میں مسجد میں جانا بیت اللہ کی بے حرمتی ہے۔	۳۸۲	حرام شرعی کو حسب دلخواہ، نہایت مسرت خیز، موجب اطمینان و دلجمعی مسلماناں قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہنا اشد ظلم ہے۔
۳۸۲	جانور بالا اجتماع مکلف نہیں۔	۳۸۲	ایک عذر گناہ بدتر از گناہ کا رد۔
۳۸۲	کتے، خنزیر بلکہ ناسمجھ بچے اور مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھ کر خاموش بیٹھے رہنا مسلمان کو روا نہیں۔	۳۸۲	مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔
۳۸۲	احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو مسجد سے نہ روکنا خلاف حکم حدیث ہے۔	۳۸۲	متعلق جواب استفسار سوم۔
۳۸۲	مساجد کو یقینی بے حرمتی کے لئے پیش کرنا جرم شنیع اور خبیث ہے۔	۳۸۲	مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا ہتک وابتدال ہے۔
۳۸۳	مسئلہ ممر فی المسجد صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے۔	۳۸۳	عرف و شرع کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے۔
۳۸۳	اسلامی سلطنت میں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں۔	۳۸۳	بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کیلئے مسجدوں کی حرمتیں پامال کرنا حلال نہیں۔
۳۸۳	نکتہ جلیلہ و قتیقہ۔	۳۸۳	بھائی کا زکام کھونے کے لئے باپ کو قتل کر دینا عقلمندی اور روا نہیں۔
۳۸۳	مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے، اور اس کا استحقاق اور۔	۳۸۳	متعلق جواب استفسار چہارم۔
۳۸۳	مساجد جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزه ہیں۔	۳۸۳	ذکر نفی بقیضہ کو نفی ذکر بقیضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ ہے۔
۳۸۳	مسئلہ ممر فی المسجد کو سلطنت غیر اسلامیہ کیلئے قرار دینا صریح جہل اور ظلم عظیم ہے۔	۳۸۳	متعلق جواب استفسار پنجم۔
۳۸۳	"من، الی، فی علی" کا ترجمہ جان لینا فقاہت نہیں، فقاہت چیزے دیگر است۔	۳۸۳	ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے: اول اختصاص مانع، دوم قدرت تصرف شرعی۔
۳۸۳	ضرورت کی بحث۔	۳۸۳	

۳۹۹	مسجد کی بے حرمتی پر مصالحت کرینوالوں کو نصیحت۔	۳۹۴	متولی کو مالک اور قاف بمعنی قادر تصرف شرعی کہہ سکتے ہیں۔
۴۰۰	ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے اپنے منصب کے لائق مساجد کو بے حرمتی سے بچا کر دنیا میں سرخرو اور آخرت میں مثاب ہوں۔	۳۹۴	ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے۔
۴۰۱	مسجد کا ویران کرنا سخت حرام ہے۔	۳۹۴	قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں۔
۴۰۱	مسجد تنگ ہو اور پڑوسی زمین نہ دے تو بحکم سلطان اسلام پڑوسی کی مرضی کے بغیر واجبی قیمت پر وہ زمین مسجد میں شامل کی جائے۔	۳۹۴	اصطلاح مذکور کا پتہ شرع مطہر میں بھی ہے۔
۴۰۱	سوال میں ذکر کی ہوئی ایک خرابی پر تنبیہ۔	۳۹۵	متعلق جواب استفسار ششم۔
۴۰۲	ایک مجمل سوال پر تنبیہ۔	۳۹۵	مولوی صاحب کی مصالحت سے لازم آیا کہ مسجد، مسجد تو درکنار، سرے سے وقف ہی نہ ٹھہری۔
۴۰۲	مسجد تنگ نہ ہو تو درگاہ کی زمین جبراً مسجد میں شامل کرنا ناجائز ہے۔	۳۹۵	متعلق جواب استفسار ہفتم۔
۴۰۲	مسجد تنگ ہو اور اسکے متعلق زمین نہ ہو، درگاہ کی زمین وقف شرعی نہ ہو یا زمین شامل مسجد کرنے سے درگاہ کو ضرر نہ ہو تو اس کو شامل مسجد کر سکتے ہیں۔	۳۹۵	الزام کی تین صورتیں۔
۴۰۳	سنی کی بنوائی ہوئی مسجد بلاشبہ مسجد ہے۔	۳۹۶	اس امر کے روشن ثبوت کہ مصالحت مذکورہ کی کارروائی ایک شخصی کارروائی ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔
۴۰۳	اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی مسجد مسجد نہ ہوگی۔	۳۹۸	سبیل نجات۔
۴۰۴	مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سنی نے خرید کر مسجد کر دیا تو اس کو مسجد ہونے نہ ہونے کی صورتوں کا بیان۔	۳۹۸	گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔
۴۰۴	مسجد میں بالغ طلبہ کا پڑھنا اس شرط پر جائز ہے کہ اوقات نماز میں جگہ نہ گھیریں اور ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔	۳۹۸	جیسا گناہ ہو ویسی ہی توبہ چاہئے۔
۴۰۴	مرتد کے حالت اسلام کا کسب اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا کسب فہ ہے۔	۳۹۸	مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔
۴۰۵	زمین کے کسی حصہ کے مسجد ہونے کے بعد اس میں کسی قسم کی دوسری تعمیر جائز نہیں۔	۳۹۹	مسجد کی بے حرمتی میں مداخلت کرنے والوں کے لئے وعید شدید۔

۴۱۰	چندہ کاروپہ جمع ہو تو اس میں اضافہ کی جائز صورتوں کے لئے بھی چندہ دہندوں کی اجازت درکار ہے۔	۴۰۶	مسجد کا کواں مشترکہ بنانا کہ اس میں مشرکین بھی پانی لے سکیں، منع ہے۔
۴۱۱	پورے قصبہ کی مساجد کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کا حکم۔	۴۰۶	مسجد کو باقی اور آباد رکھنا ضروری ہے، مسجد کسی دوسرے کام میں صرف نہیں کی جاسکتی۔
۴۱۱	سینوں کی بنائی مسجد کو رفع فساد کیلئے غیر مقلدوں کو دینا حرام ہے۔	۴۰۶	مسجد کا فرش جو استعمال کے قابل نہ رہے دینے والے کی ملک ہوتا ہے اور مسجد کے مال سے بنایا گیا ہو تو اس کو بیچ کر مسجد کے ہی کسی کام میں صرف کیا جائے۔
۴۱۱	مسئلہ کی تفہیم کے لئے ایک دلنشین مثال۔	۴۰۷	مسجد کا ملکہ ناقابل استعمال ہو تو اسے مسلمان کے ہاتھ بیچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے اور وہ رقم مسجد کی مرمت میں ہی صرف کی جائے۔
۴۱۲	مسجد میں داخلہ سے کن کن لوگوں کو روکا جاسکتا ہے، بطور خود روکنے میں فساد کا اندیشہ ہو تو حکومت سے چارہ جوئی کی جائے۔	۴۰۷	کسی ایک وارث نے میراث کی مشترکہ زمین پر زبردستی قائم کردی تو مسجد نہ ہوگی تا وقتیکہ تمام ورثہ بالغ ہو کر اس کی اجازت نہ دے دیں۔
۴۱۳	مسجد کو حتی الامکان آباد کرنا ضروری، اور اس کی ویرانی منع ہے۔	۴۰۸	مسجد کی زمین غصب کرنا ظلم شدید اور گناہ کبیرہ ہے۔
۴۱۳	نئی مسجد تعمیر کرنے سے بہتر پرانی مسجد کا آباد کرنا ہے۔	۴۰۹	جو کسی کی باشت بھر زمین دباے گا قیامت کے دن ساتوں طبق توڑ کر اتنا حصہ زمین اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔
۴۱۵	مسجد سے متعلق ایک مسئلہ کی تفتیح۔	۴۰۹	مسجد کی کسی زمین پر زبردستی قبضہ کرنے والے سے اس کو واگذار کرنا ہر مسلمان پر بقدر استطاعت ضروری ہے۔
۴۱۵	مسجد کا سامان جو ضرورت مسجد سے فارغ ہو اس کے فروخت کرنے کا شرعی طریقہ اور اس کے مصارف کا بیان۔	۴۰۹	معاوضہ لے کر اسے دے دینا ہر گز جائز نہیں۔
۴۱۶	مسجد کی دکانوں کی چھت فرش میں شامل تھی، اس میں کوئی ایسا تصرف کرنا جس سے وہ صحن مسجد سے علیحدہ ہو، اور اس کا کرایہ پر دینا، اس کے پر نالہ کے لئے مسجد کا ایک حصہ توڑنا، اس میں وضو کرنا وغیرہ ناجائز تصرفات کا حکم۔	۴۰۹	مسجد پر قبضہ کرنا والے ربوہ اور فساد سے قطع تعلق کا حکم ہے۔

۴۱۸	مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے، اور کسی دوسرے ضرور تمند یا قومی ضرورت کے لئے نہ صرف جائز بلکہ سنت رسول ہے	۴۱۹	مسجد میں وضو کے لئے رکھے ہوئے پانی کو اپنے گھر لے جانا جائز نہیں۔
۴۱۸	استبدال کی شرط نہ ہو تو فی الجملہ نقصان یا تا احتمال نقصان کی وجہ سے وقف کی بیخ ناجائز ہے۔	۴۲۰	گاؤں میں قیام جمعہ جائز نہیں۔
۴۱۸	مسجد کی دریاں، چٹانیاں اور لوٹے وغیرہ جب تک قابل استعمال ہوں بیچے نہ جائیں، اور جب ناقابل استعمال ہو جائیں دینے والوں کو واپس کر دئے جائیں۔	۴۲۰	مسجدوں کو برباد کر کے ایک جامع مسجد بنانا حرام ہے۔
۴۱۸	بغیر امتیاز ہر شخص کو مسجد میں وعظ کی اجازت دینا منع ہے اور روکنا واجب ہے۔	۴۲۰	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا منع ہے۔
۴۱۸	انتظام مسجد صحیح اور مطابق شرع ہو تو دوسروں کو دست اندازی کا حق نہیں، اور خلاف شرع ہوں تو ہر مسلمان دست اندازی کر سکتا ہے۔	۴۲۰	جو حصہ زمین ایک بار مسجد ہو گیا قیمت تک مسجد ہی رہے گا، اس کو اپنے کسی تصرف میں لانا حرام ہے۔
۴۱۸	امام مسجد کے صفات کا بیان۔	۴۲۰	شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جاسکتا ہے، جو کسی وجہ سے معذور ہوں انہیں ایک جگہ جمع ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
۴۱۸	مسجد کا گھڑا کسی کو بھی اپنی ضرورت کے لئے فروخت کرنا حرام ہے۔	۴۲۱	مال وقف کو واقف کی شرط کے بغیر تجارت میں لگانا جائز نہیں۔
۴۱۸	مسجد کا تیل کب اپنی ضرورت پر خرچ ہو سکتا ہے اور کب نہیں۔	۴۲۱	بیچ و قبی نماز اور جمعہ و عیدین کے لئے مسجد کی شرط نہیں۔
۴۱۹	امام کو جو روٹیاں دی گئیں اس کے حکم کی تفصیل۔	۴۲۱	کسی مکان میں نماز پڑھنے کی عام اجازت دینے سے کب مکان مسجد ہوگا اور کب نہیں۔
۴۱۹	استاد طالب علم سے روٹی منگانے کے لئے کب جبر کر سکتا ہے اور کب نہیں۔	۴۲۱	مصلحت شرعی ہو تو اپنا عالم ہونا ظاہر کیا جاسکتا ہے اور خود ستائی کے لئے ہو تو حرام ہے۔
۴۱۹	طالب علم کی شرعی حد تعزیر۔	۴۲۲	مسجد کے لئے زمین خریدی، جز حصہ میں مسجد تعمیر ہوئی، بقیہ حصہ کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل۔

۴۲۳	خبر کے رد کے شرعی اسباب اور آدمی کے مردود الشادۃ ہونے کی صورتیں۔	۴۲۳	مسجد کا وہ عملہ جو مسجد کے کام کا نہ رہ گیا ہو وہ بیچا جاسکتا ہے، اور جو جلانے کے لائق ہی رہ گیا ہو جلایا بھی جاسکتا ہے لیکن اپلوں کی معیت سے بیچایا جائے۔
۴۲۴	مسجد میں قبر نکلی تو مسجد باقی رہے گی، قبر پر اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا منع ہوگا۔	۴۲۴	بعینہ حرام مال کو مسجد کی ضروریات مثلاً وضو خانہ و سقاییہ کے لئے بھی لینا حرام ہے۔
۴۲۴	قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کے قرب میں نماز پڑھنا باعث برکت ہے۔	۴۲۴	خاص جس مال کے لئے معلوم نہ ہو کہ حرام ہے اس کو لینے میں مضائقہ نہیں۔
۴۲۴	کسی مسجد کا شرعی شہادتوں سے مقبرہ ہونا ثابت ہو جائے تو مسجد کی عمارت منہدم کر دی جائے۔	۴۲۸	مسجد کی موقوفہ زمین بیچنے کا کسی کو حق نہیں۔
۴۲۵	پختہ مسجد بنانے کا ثواب۔	۴۲۸	جو جائداد وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ ضرورت وقف کے لئے بیچی جاسکتی ہے بشرطیکہ متولی، اہل محلہ، سنی دیندار عالم اور ہوشیار مسلمانوں کا مشورہ شامل ہو۔
۴۲۵	مسجد نبوی کی تاریخ۔	۴۲۸	جو وقف صرف مسجد کے لئے ہو اس کا فاضل آمدنی سے بھی مدرسہ نہیں کھول سکتے۔
۴۲۵	مسجد کے موقوفہ مکان کو بضرورت مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔	۴۲۸	مسجد کا جو عملہ مسجد میں لگانے کے لائق نہیں رہا اس کی بیع متولی اور متدین اہل محلہ کی رائے سے جائز ہے، خریدنے والا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے، بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔
۴۲۵	مسجد کے دروازے عام حالت میں بند کرنا منع ہے۔	۴۳۰	امام مسجد کا مقتدیوں سے کج خلقی سے پیش آنا ناجائز ہے گناہ ہے۔
۴۲۶	ایک حدیث شریف کا مضمون کہ قیمت کے دن مسجد کی ساری زمین جنت میں داخل کی جائے گی۔	۴۳۰	امام مسجد جو نہ خود اذان دے نہ دوسروں کو اذان دینے دے فاسق ہے۔
۴۲۶	فضیلت مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے مؤول او معلل ہونے کا بیان۔	۴۳۰	جو امام مسجد کی صفائی سے دوسروں کو روکے اور خود بھی نہ کرے مسجد کا بد خواہ ہے۔
۴۲۶	مسجد کے ارد گرد کی زمین کا داخل جنت ہونا ثابت نہیں۔		

۴۳۳	بوقت ضرورت مسجد میں راستہ کو شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حصہ بالکلیہ مسجد کر لیا جائے۔	۴۳۱	مسجد میں درخت لگانا ممنوع، اور دوسروں کے بوئے ہوئے ہوں تو ان کو اس کی اجازت کے بغیر گھر لے جانا جائز نہیں۔
۴۳۳	لیکن ضرورۃً مسجد کو راہ بنانے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو راستہ میں شامل کر لیا جائے، بلکہ یہ مطلب ہے کہ بضرورت مسجد کے ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے گزر سکتے ہیں۔	۴۳۱	مسجد کی اشیاء پر مالکانہ قبضہ حرام ہے۔
۴۳۴	معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔	۴۳۱	فنائے مسجد میں لگے ہوئے وضو کے پائپ کو بے وجہ شرعی اکھڑانا شرعاً ممنوع ہے۔
۴۳۴	مسجد میں نا سمجھ بچوں کو لے جانے کی ممانعت ہے۔	۴۳۱	پائپ عین مسجد میں قبل تمام مسجدیت لگا ہو تو اکھڑانا منع اور تمام مسجدیت کے بعد لگا تو اکھڑانا واجب ہے۔
۴۳۴	جو شخص اجرت لے کر طلبہ کو پڑھائے اس کو مسجد میں تعلیم دینا سخت ناجائز ہے۔	۴۳۱	مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مسجد کی بے حرمتی اور حرام ہے۔
۴۳۵	مسجد کی تعمیر کے لئے بانی کا شریف النسب ہونا ضروری نہیں۔	۴۳۱	جو منتظم مسجد کی چٹائی کو ٹھری میں بند کر دے اور اپنی چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے نہ دے ظالم ہے۔
۴۳۵	کسی مال کا حرام ہونا جب تک معلوم نہ ہو وہم کو دخل دینا منع ہے۔	۴۳۱	مسجد پر قبضہ غاصبانہ کر نیوالے اور مذکورہ بالا صفات کے مالک شخص کی امامت کا حکم۔
۴۳۶	مسجد کی شکل پر عمارت بنا کر عام نمازیوں کو اجازت دے دی مسجد ہو گئی، اور یہ کہنا کہ بانی نے وقف ہمیں کیا قابل قبول نہیں۔	۴۳۱	دستور اور عرف کے موافق مال وقف سے مسجد میں روشنی کی جائے۔
۴۳۶	گواہان عادل سے ثابت ہو کہ مسجد بنا کر بانی نے کہا میں اس کو صرف اپنے لئے بناتا ہوں، یا مسجد کا راستہ اپنی ملک سے الگ نہ کیا تو مسجد نہ ہوئی۔	۴۳۱	عام حالت میں نصف شب تک روشنی ہو۔
۴۳۷	دیگر املاک جو مسجد سے متصل ہوں بے ثبوت شرعی وقف نہیں قرار دیئے جاسکتے۔	۴۳۱	محراب اور دیوار قبلہ میں نقش و نگار مال وقف سے مکروہ ہے، ہاں واقف نے ایسا ہی کیا ہو تو بعد میں ویسا ہی کیا جائے اور نیت تعظیم مسجد ہو۔
		۴۳۲	قبل تمام مسجدیت مسجد کے نیچے تہ خانہ یا اوپر امام کے لئے بالالخانہ بنانا جائز ہے، اور تمام مسجدیت کے بعد ناجائز۔

۴۳۷	جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ اٹھتا ہو اس کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔	۴۳۷	بلا ضرورت مسجد کو توڑنا اور اس کو بدلنا حرام ہے۔
۴۳۷	مال وقف پر اپنا قبضہ جمانے والا، نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے روکنے والا موذی اور قابل اخراج ہے۔	۴۳۷	مسجد کی لکڑی اپنی ضرورت میں نہیں لائی جاسکتی۔
۴۳۷	بلا وجہ شرعی مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے روکنا فساد و حرام ہے۔	۴۳۷	جس شخص نے پہلی مسجد کے بدلہ میں دوسری مسجد بنائی اگر اپنی ملک میں بنائی اور مسجد کر دی تو یہ بھی مسجد ہو گئی اور پہلی کا باقی رکھنا بھی فرض ہے۔
۴۳۸	مسجد کی موقوفہ دکانوں کی چھت مصلیوں نے شامل مسجد کر لی تو وہ چھت بھی مسجد ہو گئی، مختلف ان دکانوں کی چھت پر جاسکتا ہے۔	۴۳۸	مسجد کے احاطہ کے درخت اگر مسجد پر وقف ہوں تو ان کے پھل بے قیمت کھانا حرام ہے، اور دوسرے کے ہوں تو اس کی اجازت درکار ہے، یہ بھی اجازت ہے کہ اس غرض سے بوئے کہ جو اس میں رہے وہ کھائے۔
۴۳۹	محراب وسط مسجد میں نہ ہو تو صف پوری مسجد میں لگائی جائے اور امام محراب چھوڑ کر وسط مسجد میں کھڑا ہو۔	۴۳۹	زمیندار سے خریدی ہوئی زمین پر مسجد بنائی تو مسجد ہو گئی۔
۴۳۹	مسجد کے نچلے حصہ میں تنگی ہو تو بالائی حصہ پر جاسکتے ہیں، بلا ضرورت بالائی درجہ میں جانا بلکہ نماز پڑھنا منع ہے۔	۴۳۹	موقوفہ زمین میں اجیر نے مسجد بنائی تو وہ کس کی طرف سے ہوگی، اقوال مختلفہ کا بیان۔
۴۴۰	مسجد اول کی تقلیل جماعت و اضرار کی غرض سے دوسری مسجد بنانا مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔	۴۴۰	مسجد کے پانی بننے کی نالی، سنڈاس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں تھا، میونسپل بورڈ گلی ختم کر کے سڑک بنائے اور نالی اور سنڈاس کے لئے دوسری جانب جگہ دے تو اس پر راضی ہونے میں کوئی قباحت نہیں، ہاں اس کے بنانے کے لئے مسجد کا روپیہ نہ صرف کیا جائے۔
۴۴۰	بضرورت قدیم جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے، پرانی مسجد کی آبادی بقدر مقدرت ضروری ہے	۴۴۰	پولیس کے خوف سے مسجد کے مصلیوں نے دوسری پرانی مسجد آباد کی اس کو مسجد ضرار کہنا غلط ہے۔
۴۴۰	کسی مسجد کے شہید ہونے کا خطرہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی طاقت نہ ہو تو غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں۔	۴۴۰	جس شخص نے بنام مسجد کوئی عمارت تیار کی جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریاء و تفاخر کی نیت ہو وہ بیشک مسجد نہ ہوگی۔
۴۴۱	کسی غیر کی ملک میں ظلماً مسجد قائم نہیں کی جاسکتی، قبضہ ظالمانہ کی وجہ سے کسی نے مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ کی تو کچھ الزام نہیں، بلا وجہ شرعی رکاوٹ ظلم و ستم ہے۔	۴۴۱	امام نسفی اور صاحب بیان القرآن کے اقوال میں تطبیق۔

۴۵۲	ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں عاریہ دینا جائز نہیں، عید گاہ میں دینا اور منع ہے۔	۴۴۶	جس شخص نے بنام مسجد کوئی عمارت تیار کی جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو وہ بیشک مسجد نہ ہوگی۔
۴۵۳	مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے۔	۴۴۶	امام نسفی اور صاحب بیان القرآن کے اقوال میں تطبیق۔
۴۵۳	مسجد میں درخت لگایا گیا تو کب مسجد کا ہوگا اور کب لگانے والے کا، اور مسجد میں لگے ہوئے درخت کے اکھیرنے اور نہ اکھیرنے کی تفصیل۔	۴۴۷	مسجد کا شش جہات میں جمع حقوق عباد سے خالی ہونا ضروری ہے۔
۴۵۴	وقف کی زمین میں بنائی ہوئی عمارت کی تفصیل۔	۴۴۸	جس مسجد کی دیوار مشترک رکھی وہ مسجد ہی نہ ہوگی، اور غیر مشترک دیوار کو متولی نے مشترک بنایا تو اس کو تولیت سے الگ کر دیں، اور اشتراک کی جو علامتیں بنائی ہوں اسے مٹا دیں۔
۴۵۷	جو امام لائق امامت نہ رہ گیا ہو معزول کر دیا جائے۔	۴۴۸	جس نے مسجد کی دیوار پر شہتیر رکھا مٹا دیں اور جتنے دن رکھا اس کا کرایہ وصول کریں۔
۴۵۷	غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ لینے والے سے واپس لی جائے گی، اور جس متولی نے ایسی تنخواہ دی اسے بھی معزول کیا جائے۔	۴۴۹	جو پتھر مسجد کی ضرورت سے زائد ہوں اور ان کے ضائع ہونے کا ڈر ہو انہیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔
۴۵۸	نابالغ بچوں کے تعلیم کے لئے مسجد میں جانے کا حکم۔	۴۵۱	جو سامان کسی خاص مسجد کے لئے خریدا گیا ہے کسی دوسرے کا اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔
۴۶۱	مصارف مسجد سے کچھ بچا کر اپنے صرفہ میں لایا تو اس کے کفارہ کی تدبیر۔	۴۵۱	مسجد کی بقی کا کرایہ پر دینا حرام ہے۔
۴۶۱	حلال و حرام کے بارے میں صاحب مال کا قول بلا دلیل معتبر ہے۔	۴۵۱	لیمپ، فرش، دری وغیرہ اگر مسجد کی آمدنی کیلئے کرایہ پر دینے کے لئے خریدے گئے ان کا کرایہ پر دینا جائز ہے، اور خاص مسجد کی ضرورت کے لئے خریدے گئے تو کرایہ پر دینا حرام ہے۔
۴۶۲	عقد و نقد حرام پر جمع ہوں تو بیع حرام ہوگا ورنہ نہیں۔	۴۵۲	مجبوری کی صورت میں مجبوری دور ہونے تک خاص مسجد کے صرفہ کے سامان کرایہ پر دیئے جاسکتے ہیں۔
۴۶۲	اللہ کے لئے جتنی مسجد بنائیں سب مسجد ہو گئیں اور سب کی آبادی مسلمانوں پر لازم ہے۔		

۴۶۹	مسجد کی آمدنی دوسرے امور میں صرف کرنا حرام ہے اور جس نے صرف کیا اس سے تاوان لیا جائے۔	۴۶۲	مشترک روپیہ مسجد میں لگانے کا مسئلہ۔
۴۷۰	جمعہ جماعت کے قیام کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں۔	۴۶۳	عام کنوئں میں غیر مسلم کاروبار عدم استحقاق کی شرط کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔
۴۷۰	مسجد کی تعمیر میں واقعی عذر ہو تو کسی بھی مناسب جگہ جماعت قائم کی جائے۔	۴۶۳	مسجد اور مدرسہ میں افضل مسجد کی تعمیر ہے، علم دین کی تعلیم البتہ فرض ہے۔
۴۷۰	ضرورت مسجد کو دو منزلہ کیا جاسکتا ہے۔	۴۶۴	مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ ہے۔
۴۷۰	مسجد کو ضرورت مسجد کے لئے بھی دکان بنانا حرام ہے۔	۴۶۵	ہندو کے حکم سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم۔
۴۷۰	مولوی عبدالکافی صاحب الہ آبادی کا ایک فتویٰ۔	۴۶۵	نماز مطلقاً ہر جگہ ہو سکتی ہے۔
۴۷۰	وقف نامہ میں درج کی ہوئی شرائط کے موافق مصارف جائز ہیں۔	۴۶۵	جو عمارت سیکڑوں برس سے بطور مسجد مسلمانوں کے تصرف میں ہے وہ مسجد ہی ہے۔
۴۷۲	وقف نامہ نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے موافق اخراجات کئے جائیں اور تعامل بھی معلوم نہ ہو تو مسجد کے ضروری اخراجات جو شرعاً ثابت ہوں انہیں پر بس کیا جائے۔	۴۶۵	نزول کی زمین اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملک ہے۔
۴۷۳	تعامل قدیم کی تحقیق۔	۴۶۵	مرتد کا مال اس کے مرنے کے بعد فی مسلمین ہے۔
۴۷۳	بہتان کی اشاعت فاحشہ اور حرام ہے۔	۴۶۶	کافر غیر ذمی غیر متامن کا مال نقض عہد کے بغیر حاصل ہو تو مسلمان کے لئے حلال ہے۔
۴۷۳	غیبت کی تعریف اور احکام۔	۴۶۶	مسجد کو انہدام کے بعد کافر بنائے مسجد ہی رہے گی۔
۴۷۴	ایک لا معلوم الحجت زمین کے متعلق استفتاء۔	۴۶۶	مرتد کا وقف موقوف رہتا ہے، مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جاتا ہے۔ مرتد مر جائے تو فی مسلمین ہو کر صحیح ہو جاتا ہے۔
۴۷۵	وقف کا ثبوت شہرت سے ہوتا ہے اور اس کی گواہی بھی شہرت کی بناء پر دی جاسکتی ہے	۴۶۷	اسلامی کام میں غیر مسلم کا عطیہ نہ لینا چاہئے۔
۴۷۵	جس زمین کو موروثی ہونے کا ثبوت گواہان عادل سے ہو وہ ترکہ قرار دی جائے گی۔	۴۶۸	خزانہ والی ملک کا ذاتی سرمایہ نہیں ہوتا۔
		۴۶۸	امور خیر کے لئے چندہ کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

۴۷۵	جو لا معلوم الحبت زمین کسی وقف کے خادموں کے قبضہ میں عہد قدیم سے ہو بلا ثبوت شرعی اس کی ملک کا دعویٰ یا جدید تصرف جائز نہیں۔	۴۸۵	اوقاف میں واقف کی شرط کے موافق صرف کرنا ضروری ہے۔
۴۷۵	مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب ہے۔	۴۸۵	واقف نے روزہ کشائی اور ختم قرآن کی شیرینی کے لئے وقف کیا تو تعمیر مدرسہ میں صرف کرنا حرام ہے۔
۴۷۶	امامت میں میراث جاری نہیں ہوتی۔	۴۸۶	مسجد کی تعمیر اور مرمت کی شرط لگائی تو لوٹے اور چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے۔
۴۷۶	جو امامت کے لائق نہ ہو اس کا معزول کرنا واجب ہے۔	۴۸۶	جس وقف کے شرائط تحریری نہ ہوں تو تعامل قدیم پر عملدرآمد ہوگا۔
۴۷۷	حکم شرعی نافذ کرنے کے لئے عوام سے مشورہ لینا ضروری نہیں۔	۴۸۶	وقف میں تعامل قدیم کی حدود وقت اور زمانہ سے نہیں ہے۔
۴۷۸	بلا عذر شرعی کسی عہدہ دار کو اس کے عہدہ سے معزول کرنا جائز نہیں۔	۴۸۶	زمانہ حدوث کا نہ معلوم ہونا قدامت کی دلیل ہے۔
۴۷۸	اس شرط پر کسی کی ممبری کے لئے کوشش کرنا کہ مسجد میں دو ہزار روپیہ دے، معاملہ کی تصحیح کی مختلف صورتیں اور مصنف کی ثر ف لگائی۔	۴۸۷	جس وقت میں افطاری کے لئے مد مقرر ہوا اگر افطار کے وقت بے روزہ دار بھی شریک ہوں متولیوں پر کچھ الزام نہیں۔
۴۸۲	مسجد کے کسی حصہ کو دکان یا نہ خانہ بنانا جائز نہیں	۴۸۷	لا علمی میں مالدار کو زکوٰۃ دے دی ادا ہو گئی کہ حکم ظاہر پر ہے۔
۴۸۲	مسجد کے وضو خانہ کو دکان بنانا حرام ہے،	۴۸۷	اوقاف کے مصارف عمومی میں مالدار اور غریب سب برابر ہیں جیسے افطار یا وضو کا پانی۔
۴۸۳	وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں۔	۴۸۷	بازاری عورت روزہ کشائی یا مسجد چٹائی وغیرہ کے لئے کچھ بھیجے تو اس کا شرعی حکم۔
۴۸۳	ایمنوں کا جو ڈھیر ڈھائی ہزار مان کر نیلام ہوا شمار کے بعد اثینیں زائد نکلیں تو مالک کو دی جائیں۔	۴۸۷	جس خریداری میں خبث ہو نا بعینہ معلوم نہ ہو اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔
۴۸۳	جو اہلک قرق کرا کے نیلام کرائیں ان کو مسجد کی طرف سے خریدنا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔	۴۸۸	بازاری عورت کے عطیات سے بچنا اولیٰ ہے۔

۴۸۸	جو چیزیں مسجد کے لئے وقف کیں اور مستعملوں کے سپرد کر دیں انہیں واپس نہیں لے سکتا۔	۴۸۸	قدیم وقف کی تعمیر جدید کرانے والوں کو وقف میں نئے سیغ کرنے کا اختیار نہیں۔
۴۸۹	جو سامان مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اس کو بیچنے کی اجازت ہے اور اس کا خرید ناہر مسلمان کو جائز ہے۔	۴۸۹	چندہ دہندگان نے روپیہ ابھی متولی کے سپرد نہیں کیا الگ جمع کر دیا، تو اس میں سب لوگوں کی رائے سے تصرفات جائز ہیں۔
۴۸۹	مسجد کے بے کار اسباب خرید کر بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے جائیں۔	۴۸۹	ادھار کے دام کچھ زائد رکھیں اس میں کچھ حرج نہیں۔
۴۸۹	امانت کا اپنے صرفہ میں لانا حرام ہے، توبہ استغفار لازم اور تاوان واجب ہے۔	۴۸۹	مسجد کی زمین میں جو درخت ہوں ان کو مناسب قیمت پر خرید کر اپنے تصرف میں لایا جاسکتا ہے۔
۴۸۹	دکان کو مسجد بنادیا مسجد ہو گئی، اس میں دوبارہ دکان کرنا، مسجد کا زینہ بنانا یا حکومت کا اس پر قبضہ کرنا حرام ہے۔	۴۸۹	مسجد کا بیکار پیال اور چٹائی جو پھینک دی جائے اس کو اٹھا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔
۴۹۰	وقف کا ثبوت شہرت کی بناء پر ہوتا ہے۔	۴۹۰	مسجد کی تفصیل بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے اور بعض مسائل میں خارج مسجد۔
۴۹۱	سرکاری ریکارڈ میں وقف درج ہو تو مزید شہادت کی ضرورت نہیں وقف ثابت ہے۔	۴۹۱	وقف کو اس کے حال پر باقی رکھنا ضروری ہے، بلا ضرورت اضافہ ضروری نہیں۔
۴۹۱	مسجد کو اجرت پر دینا یا سامان رکھنے کا گودام بنانا یا اس میں سکونت اختیار کرنا حرام ہے۔	۴۹۱	اتنی قریب دوسری مسجد بنانا کہ اس سے پہلی مسجد کی آبادی میں خلل آئے، نہیں چاہئے، لیکن بن جائے تو مسجد ہی رہے گی۔
۴۹۱	مسجد میں سوال حرام ہے اور معکف کے علاوہ دوسرے کو عقد و معاملہ اور مباح بات چیت بھی حرام ہے۔	۴۹۱	ایک مسجد کی صف دوسری مسجد میں لے جانا ناجائز و ممنوع ہے۔
۴۹۲	مسجد ہو جانے کے بعد باقی کو بھی اس میں غلط تصرف کا حق نہیں۔	۴۹۲	مسجد کی پشت پر مسجد کی زمین ہو تو اس میں کسی کو کسی قسم کی تعمیر کرنا جائز نہیں۔
۴۹۳	جہاں وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں قدیم عملدرآمد کا اعتبار ہے، اور قدیم عملدرآمد کی حد کا بیان۔	۴۹۳	مسجد کی زمین نہ تھی صرف پر نالہ کرنے کا حق تھا تو تعمیر ہو سکتی ہے بشرطیکہ پر نالہ کے بہاؤ میں فرق نہ آئے۔

۴۹۷	مسجد میں کو جدید مسجد کا صحن (فرش) کیا اس میں حرج نہیں۔	۵۰۳
۴۹۸	مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا، اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔	۵۰۳
۴۹۹	تبرائی کا وقف جائز نہیں، اس کے مرنے کے بعد مسلمان اس میں جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں۔	۵۰۴
۴۹۹	جو مسجد غیر آباد جگہ بنائی گئی مسجد نہ ہوگی۔	۵۰۵
۴۹۹	مسجدوں میں کافروں اور مرتدوں کا مال نہ لیا جائے۔	۵۰۶
۵۰۰	مرتد رافضی نے مسجد بنائی مرگیا تو اس کا عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔	۵۰۶
۵۰۰	جو دکان کسی مسجد پر وقف ہو نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے، ہاں بالکل قابل انتفاع نہ رہے تو شرط تبادلہ ممکن ہے۔	۵۰۶
۵۰۲	خانقاہ متعلقہ مزار شریف میں قبور اور شرائط وقف کی رعایت کے ساتھ بالغوں کی تعلیم بطور عاریت جائز ہے۔	۵۰۷
۵۰۳	مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے دور رکھو۔	۵۰۷
۵۰۳	چنگاری پر پیر رکھنا قبر روندنے سے آسان ہے۔	۵۰۸
۵۰۳	قبر کی چھت حق میت ہے۔	۵۰۸
۵۰۳	قبرستان میں نیاراستہ نکالنا حرام ہے۔	۵۰۸
	جامداد موقوفہ میں متولی وہی ترمیم کر سکتا ہے جو شرائط وقف کے موافق ہو۔	۵۰۹
	مسجد میں کسی کارکن کی کوتاہیوں کا اس کے ساتھ پتھر لگانے سے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ۔	
	قبلہ کی دیوار میں حد نظر سے اوپر کوئی کتبہ یا نقش و نگار منع نہیں ہے۔	
	جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کی نگاہ اچک لی جائے گی۔	
	جدار قبلہ میں کوئی چیز نماز میں مشغولیت ڈالنے والی ہو تو اس کو ڈھک دیا جائے۔	
	ریکاری حرام ہے اور بلا وجہ کسی پر ریکاری کا الزام لگانا بھی حرام ہے۔	
	میراث کا ایک سوال۔	
	ترکہ میں قبل تقسیم کسی ایک وارث نے مسجد قائم کی تو مسجد صحیح ہوگی یا نہیں، اس سے متعلق احکام۔	
	جو زمین وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ وقف کے حکم میں نہیں ہے بوقت ضرورت اس کی بیع جائز ہے۔	
	مسلمانوں کی قبر کھود ڈالنا حرام ہے، قبروں پر نماز جائز نہیں۔	
	پرانا درخت جو مسجد میں ہو کاٹنا ضروری نہیں۔	
	قدیم دروازہ جس سے نمازیوں کو آرام ہو اور بند کرنے سے تکلیف، اس کا بند کرنا جائز ہے۔	
	کنوئیں پر کھینچی دیوار کو اپنا آلہ تناسل بنانا کفر نہیں ہے یہودیگی ہے۔	

۵۱۵	زمین عقد فاسد سے حاصل کر کے مسجد بنائی وقف صحیح ہو گیا دیگر مصارف خیر کے لئے وقف کرنے کا یہی حکم ہے۔	۵۰۹	مسجد اور متعلقات مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔
۵۱۷	مسجد کا حجرہ واقف نے مؤذن کے لئے بنایا تو اس میں مؤذن کو رہنا اور ان کے اوپر دوسری تعمیر بھی جائز ہے اور دیگر مصارف کے لئے وقف کیا تو مؤذن کا اس میں رہنا جائز نہیں۔	۵۰۹	اوقاف کا انتظام متولی کے سپرد ہے، امام مؤذن کا عزول منصب اسی کے ذمہ ہے۔
۵۱۷	کتبتیں جامع مسجد کے لئے وقف کیں تو کسی دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف ان کا انتقال جائز نہیں۔	۵۰۹	جب تک خیانت کا مظنہ صحیح نہ ہو متولی کو حساب سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
۵۱۸	مسئلہ بالا میں اختلاف علماء اور اقوال رائج کی ترجیح۔	۵۱۱	مسلمانوں عورتوں نے جو جبراً کسی ہندو راجہ کے تصرف میں رہیں اور ان راجاؤں سے مال لے کر نئی یا پرانی مسجدوں کی تعمیر کی ایسی مسجدوں کیلئے مسجد کا ہی حکم ہے اور ان میں نماز کو روکنا ظلم ہے۔
۵۱۹	واقف ناظر کو معزول کر کے خود متولی بنے اس مسئلہ میں صاحبین کے اختلاف اور قول مفتی بہ کی تحریر۔	۵۱۱	اجارہ کے لئے بیج کی ایسی طرح ایجاب و قبول اور تراضی طرفین ضروری ہے۔
۵۲۰	رافضی کو وقف مسلمین کا متولی بنانا حرام ہے۔	۵۱۲	مال معصوم کا بلا وجہ لینا حرام ہے، حربی کامال اس کی رضا سے لینے میں کوئی حرج نہیں۔
۵۲۰	کافر اپنی زمین کو اپنی رکھ کر مسلمانوں کو مسجد بنانے کے لئے اجازت دے تو وہ مسجد نہ ہوگی۔	۵۱۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ سے تصرف مسلمین پر شرط بدل کر مال لیا۔
۵۲۰	کافر اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کر دے تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔	۵۱۳	راجہ اور نواب جن عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتے ہیں انہیں جو کچھ دیتے ہیں بطور اجرت زنا نہیں بلکہ بطور نفقہ ماہوار، اس لئے ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔
۵۲۰	کافر سامان دے تو اس کا لینہ مسجد میں لگانا منع ہے۔	۵۱۴	عاشق معشوق مسلمان ہوں تو آپس میں ایک دوسرے کو جو دیں رشوت ہے۔
۵۲۰	کافر اس طور پر رقم دے کہ مسلمانوں پر احسان رکھتے تو لینا جائز نہیں ہے، نیاز مند نہ دے تو لے لیں۔	۵۱۴	حرام مال میں جب تک عقد و نقد جمع نہ ہوں بیع حرام نہیں ہوتا۔

۵۲۱	مسجد کو منہدم کر کے دوسری جگہ اس کے ملبہ سے مسجد بنانا حرام ہے۔	۵۲۷	کسی جائداد کا وقف اشارۃ النقص سے ثابت ہو سکتا ہے جبکہ عبارت النقص اس کے خلاف نہ ہو۔
۵۲۱	دو مسجدیں ملی ہوئی ہوں تو ان کے بیچ کی دیوار ہٹا کر ایک کرنا جائز ہے۔	۵۲۸	وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔
۵۲۱	مسجد کے فاضل اسباب کو اپنے تصرف یا کسی دوسری مسجد میں لگانا حرام ہے، اسے بیچ کر قیمت اسی مسجد میں تعمیر و مرمت کے لئے باقی رکھیں۔	۵۲۹	کسی کلام کو مہمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے۔
۵۲۲	مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور مسجد کی جگہ راستہ یا مکان بنانا حرام ہے۔	۵۲۹	جائداد وقف کر کے کسی کو کچھ دینے کی شرط کی اور اس کو کسی شرط پر معلق کیا اس میں حرج نہیں۔
۵۲۲	مسجد کے کنوئیں سے مشرکین کو پانی بھرنے سے منع کرنا چاہئے۔	۵۲۹	وعدے کا ایفاء واجب نہیں۔
۵۲۳	مسجد کا ملبہ دوسری مسجد میں لگانا حرام ہے، فاضل ملبہ ہو تو اسے بیچ کر اس کی قیمت اس مسجد کی تعمیر میں لگائی جائے۔	۵۳۰	مسجد ویران ہو گئی اور اب اس کی آبادی کا امکان نہیں تو اس کے سامان کو دوسری مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔
۵۲۳	مسجد کی دکانوں کی چھت کو مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے۔	۵۳۰	مقبرہ میں ہر مسلمان کو دفن کرنے کا حق ہے متولی کی اجازت کی بالکل ضرورت نہیں۔
۵۲۳	روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں۔	۵۳۱	جذامی، لبرص، گندہ دہن، جس کے لباس میں بدبو ہو، بدزبان، فتنہ پرور جیسے وہابی غیر مقلد، رافضی کو مسجد سے روکا جائے گا۔
۵۲۳	مرتدوں کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔	۵۳۲	مقبرہ میں کسی بھی سنی مسلمان کو دفن ہونے سے روکا نہیں جائے گا۔
۵۲۳	ارتداد کے بعد تمام علاقے ختم ہو جاتے ہیں۔	۵۳۲	جس مقبرہ کی زمین وقف نہ ہو اس کی چھت کو مسجد کے لئے وقف کیا صحیح نہ ہوگا، زمین کے ساتھ وقف صحیح ہوگا۔
۵۲۵	ایک جائداد کے اقرار نامہ سے متعلق سوال۔	۵۳۲	زمین مقبرہ کے لئے وقف ہے اور عمارت مقبرہ قبل از وقت بنی ہو تو چھت نماز کے لئے وقف ہو سکتی ہے۔

۵۳۸	قبر کے لئے زمین وقف کرنے سے پہلے اس زمین میں جو مسجد بنائی وہ ابد آباد کے لئے مسجد ہو گئی، اس میں کسی قسم کا غلط تصرف ناجائز ہے، اور ویران ہو جائے تو آبادی لازم ہے، اور مقبرہ قرار دینے کے بعد بنائی تو وہ مسجد ہی نہیں لیکن ذاتی مکان بنانا یا زراعت اس میں اب بھی ناجائز ہے۔	۵۳۳	مقبرہ کی عمارت زمین قبرستان کے لئے وقف کرنے کے بعد بنی تو یہ عمارت ہی ناجائز ہے۔
۵۳۹	مسجد قبرستان کی ملک نہیں ہو سکتی۔	۵۳۳	عام مقابر میں تعمیر و تصرف کی اجازت نہیں۔
۵۳۹	میت دفن کرنے والے اگر کچھ رقم دفن کرتے وقت دیتے ہوں اور یہ معلوم ہو کہ یہ مسجد میں صرف ہوتی ہے، اسی طرح قبرستان کے وہ درخت جن کا لگانے والا معلوم نہ ہو سوکھ جائے تو وہ لکڑی مسجد میں صرف ہو سکتی ہے۔	۵۳۳	قبریں اگر مملوکہ زمین میں ہیں تو کسی قسم کے تعمیر و تصرف کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہے۔
۵۳۹	موقوفہ قبرستان میں کوئی دوسرا کام مثلاً بازار لگانا، کھیت بنانا حرام ہے۔	۵۳۳	قبریں خود اس کی زمین میں ہوں تو اس طرح تعمیر کر سکتا ہے کہ ستون اور بنیاد عین قبر پر نہ ہو۔
۵۴۰	مسلمانوں کی قبر کھودنا شدید جرم ہے۔	۵۳۳	قبریں اگر غضبنا بنی ہوں تو زمین کا مالک چاہے تو زمین خالی کر کے تعمیر کرے یا انتظار کرے تا آنکہ میت بالکل راہ ہو جائے تب اس پر تعمیر کرے۔
۵۴۰	جان بوجھ کر ظالم کی مدد کرنا اسلام کی رسی گلے سے نکالنا ہے۔	۵۳۵	جو زمین ہندو راجا نے مسلمان کو قبرستان کے لئے دی، اور انہوں نے اس کو قبرستان کے لئے وقف کیا اس میں کسی بھی ہندو یا مسلمان زمیندار کو حق ملکیت قائم کرنے یا تصرف کرنے کا حق نہیں۔
۵۴۱	گورنمنٹ نے قبرستان کے جز حصہ پر قبضہ کر کے معاوضہ دیا تو اس سے ویسی ہی جائیداد خرید کر قبرستان میں شامل کی جائے۔	۵۳۷	قبرستان میں کسی نے درخت بویا، درخت بونے والے کی ملک ہے۔
۵۴۱	آباد وقف کے بدلنے کی چار صورتوں کا بیان۔	۵۳۷	قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز ہے اس کے کاٹنے کا حکم نہیں سوکھ جائے تو کاٹ سکتے ہیں۔
۵۴۲	وقف کی مصلحت شرط واقف کے خلاف میں ہو تو واقف اس میں مصلحت وقف کے موافق تغیر کر سکتا ہے۔	۵۳۷	قبرستان میں جانور چرانا ناجائز نہیں۔
۵۴۳	واقف نے وقف نامہ میں شرط لگائی اور شرائط کی پابندی میں اغراض وقف کے خلاف لازم آتا ہے تو واقف کو تبدیل کی اجازت ہے۔	۵۳۷	ناجائز معاہدہ خود ہی باطل ہے۔

۵۴۹	انگریزی سوال و جواب۔	۵۴۴	وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں، جیسے دکان کو حمام اور حمام کو دکان بنادیا جائے۔
۵۵۳	امام کو علیحدہ کرنے کا متولی کو حق ہے جبکہ وہ شرعاً قابل عزل ہو، عزل کے لئے متولی کو کسی قاضی یا سلطان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔	۵۴۵	مسجد کی زمین کو باغ بنانا منع ہے۔
۵۵۴	چھ مہینہ کی مسلسل غیر حاضری قائم مقام کے بغیر اور ایک روایت میں ایک مہینہ کی غیر حاضری، بدعتیگی، احکام شرع کی، بر ملا خلاف ورزی، امام کی وجہ سے تقلیل جماعت واقع ہونا، مسجد سے متعلق کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی اسباب عزل میں سے ہیں۔	۵۴۵	مسجد کو غیر معمولی آراستہ کرنے کی ممانعت ہے۔
۵۵۵	نسل بعد نسل اور بطناً بعد بطن کی توضیح۔	۵۴۵	جو متولی اراضی وقف میں غیر مشروع تصرف کریں انہیں معزول کر دیا جائے۔
۵۵۵	نسل بعد نسل کہا تو طبقہ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے طبقہ ثانیہ کا کوئی متولی نہ ہوگا۔	۵۴۶	جو زمین متعلق مسجد ہے اسے مسجد کے کام میں لایا جائے۔
۵۵۵	نسل بعد نسل میں نواسے شامل نہیں۔	۵۴۶	واقف نے اگر اس زمین پر عام مدرسہ قائم کرنے کی شرط لگائی تو خاص قوم کا مدرسہ قائم نہیں ہو سکتا۔
۵۵۶	لائق تولیت کی تشریح۔	۵۴۷	کسی زمین کے متعلق دل میں وقف کی نیت کی وقف نہ ہوا، زبان سے کہہ دیا ہو گیا تحریر ضروری نہیں۔
۵۵۷	بد دیانت، بے پرواہ، لالچی، مصروف لہو و لعب، بد عقل، عاجز، کابل جن سے وقف کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو، فاسق تولیت کے اہل نہیں ہیں۔	۵۴۷	استبدال کی شرط اگر وقف کے وقت لگائی تو بدل سکے گا ورنہ نہیں۔
۵۵۸	سود کا مرتکب اگرچہ ایک بار ہی ہو فاسق ہے۔	۵۴۷	واقف کے استبدال کی شرط کے بغیر تبادلہ وقف جائز نہیں الا یہ کہ جائداد قابل انتفاع نہ رہ جائے۔
۵۵۸	بلا عذر صحیح شرعی تارک جماعت فاسق ہے۔	۵۴۸	تولیت کا بیان۔
۵۵۹	بلا عذر صحیح شرعی تین سال تک زکوٰۃ نہ دے تو فاسق ہے۔	۵۴۸	تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کو اس میں حق پہنچے۔
		۵۴۸	واقف کو تولیت کے بدلنے کا اختیار ہے۔

۵۶۰	مسلل تین سال تک عشر نہ ادا کرے تو فاسق ہے۔	۵۶۰	وقف کی آمدنی اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے، ہاں متولی معروف طریقہ پر اجرت مثل لے سکتا ہے۔
۵۶۰	شطنج جو مفضی ترک جماعت ہو بالا اتفاق حرام ہے۔	۵۶۰	متولی پر امامت ضروری نہیں۔
۵۶۰	تاش گنجفہ، چوسر بلا شرط ناجائز و ممنوع ہے۔	۵۶۰	ہوا و ہوس تاحد فسق ہو تو مانع تولیت ہے
۵۶۱	جو شخص طبع و نفسانیت سے تولیت کی کوشش کرے اسے متولی بنانا حرام ہے۔	۵۶۰	جو متولی وقف کی ضروری خدمات انجام نہ دے اسے معزول کیا جائے۔
۵۶۱	جس کے لئے تولیت ثابت ہو وہ نفاذ کے لئے کوشش کرے تو یہ ناجائز ہے۔	۵۶۱	مفصول افضل کی امامت کر سکتا ہے۔
۵۶۲	وکالت کا پیشہ جس میں سودی ڈگریاں دلوانا پڑے خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنا پڑے فسق ہے۔	۵۶۱	جس نے مفصول کو افضل کا حاکم بنایا اس نے اللہ و رسول سے خیانت کی۔
۵۶۲	کفری عقائد کی تائید کفر ہے۔	۵۶۲	قبر پر استنجہ حرام، اگل یا ہانڈی کا دھو ون ڈالنا توہین، اور بلا ضرورت شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے۔
۵۶۲	ایسے اشخاص مسلمانوں کے کسی ذمہ دار عہدہ پر مقرر نہیں کئے جاسکتے۔	۵۶۲	مسجد پر ہوئی ڈگری کا مطالبہ اگر متولی نے اپنے مال سے ادا کر دیا تو مسجد سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔
۵۶۳	لا معلوم او قاف میں قدیم عملدرآمد کے موافق کارروائی ہوگی۔	۵۶۳	مسجد کی رقم ہضم کرنے والا غاصب ہے۔
۵۶۳	واقف کے رشتہ داروں میں تولیت کے لائق افراد موجود ہوں تو کسی بیگانہ کو متولی نہ کیا جائے۔	۵۶۳	متولی کے قبضہ سے مال چوری گیا، متولی کی بے احتیاطی کو دخل نہ ہو تو کوئی تاوان نہیں۔
۵۶۵	کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائے گا مگر اس کو متولی کرنا حرام ہے۔	۵۶۵	وقف کی آمدنی سے ملازمین کو پیشگی تنخواہ دینا روا نہیں، ہاں قدیم سے ایسا تعامل ہو تو حرج نہیں۔
۵۶۵	غیر مسلم سے دینی کاموں میں مدد نہ لی جائے۔	۵۶۵	متولی قرض کے طور پر بھی مال وقف اپنے صرف میں نہیں لاسکتا ہے۔ نہ دوسرے کو قرض دے سکتا ہے۔
۵۶۷	جس متولی کی خیانت ثابت ہو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔	۵۶۷	واقف نے وقف نامہ میں یہ شرط لگائی ہو تو ایک وقف کی کتابیں دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہیں ورنہ نہیں۔

۵۷۰	ایک وقف کامل دوسرے میں بطور قرض بھی صرف نہیں کیا جاسکتا۔	۵۷۵	حق تولیت قابل ہبہ نہیں، واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو وہ کسی کو اپنے بدلہ متولی نہیں کر سکتا۔
۵۷۱	شریک مال مشترک سے اپنے حق بھر صرف کر سکتا ہے۔	۵۷۶	سجادہ نشین نے اپنے قائم مقام اور متولی کسی کو کیا اسے جو نذر و فتوح اسی کے لئے ملی وہ اس کی ہے اور جو بحیثیت سجادگی ملی وہ اس سجادہ نشین کی ہوگی۔
۵۷۱	متولی وقف قرض امر ضروری لابدی کیلئے قاضی کی اجازت سے لے سکتا ہے بشرطیکہ قرض کے سوا چارہ کار نہ ہو۔	۵۷۶	جو لوگ بحکم واقف یا بحسب عملدرآمد قدیم کسی وقف میں حق شرعی رکھتے ہوں وہ بلا وجہ شرعی کسی کے منع کئے منع نہ ہوں گے۔
۵۷۱	چٹائی اور تیل کا مصالح مسجد میں شمار ہے۔	۵۷۷	مستحق صرف اپنے حق کا مختار ہے، وقف میں اصل و اس متولی ہے۔
۵۷۲	واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو متولی اپنی جگہ کسی دوسرے کو متولی نہیں کر سکتا۔	۵۷۷	واقف پر جس قدر مطالبہ واجب ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوا ہے اور منتظم مرگیا تو باقی منتظم کے ترکہ سے وصول کیا جاسکتا ہے، اور زائد ادا ہوا تو اس کو واپس کیا جائے۔
۵۷۳	بدیانت واقف بھی تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے دوسرے کی کیا بات ہے۔	۵۷۸	کئی ایک متولیوں میں ایک فاسق ہو تو اسکو علیحدہ کرنا ضروری ہے۔
۵۷۴	مسجد کی رقم جو اپنے صرفہ میں لایا، یا مجبوری کے بغیر رشوت میں دیا اس کا تاوان دینے والے پر لازم ہے۔	۵۷۹	اپنے صرفہ سے متولی کا عام مسلمانوں کو برف پلانا معیوب نہیں۔
۵۷۴	ہندوستان میں تعزیر کی صورت صرف مقاطعہ ہے	۵۷۹	برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں جمع نہ ہو۔
۵۷۴	قادر متدین مسجد کا متولی کیا جائے۔	۵۷۹	مسجد میں شور و غل ناجائز ہے اور غیر معکف کو کھانا پینا ناجائز ہے۔
۵۷۴	متولی مال وقف کو قرض کے طور پر بھی نہ اپنے صرفہ میں لاسکتا ہے نہ دوسرے کو دے سکتا ہے۔	۵۷۹	جس شخص نے وقف کے خلاف کوشش کی وہ متولی نہیں بنایا جاسکتا۔
۵۷۵	نذر و فتوح جو جس کو دے اسی کی ہے، سجادہ نشین نے نذر و فتوح بالتخصیف دینے کا وعدہ کیا اس کا ایفاء اس پر واجب نہیں ہے۔	۵۸۰	وقف کی حمایت میں بولنے کے وقت خاموش رہنے والی متولیہ مجبور ہو تو معاف ہے ورنہ اسے بھی تولیت سے خارج کیا جائے۔
۵۷۵	جائداد موقوفہ کا ہبہ باطل ہے۔		

۵۸۵	تقدیر کا منکر رافضی، معتزلی ہے اور محبوبان خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی ایسے شخص کو سنی مسلمانوں کے مدرسہ کا مہتمم نہیں رکھا جاسکتا۔	۵۸۱	فتنہ گر، شریر، مفرق جماعت ہر گز تولیت مسجد کے لائق نہیں۔
۵۸۵	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔	۵۸۱	اہل محلہ بانی میں سے جس کے مقرر کردہ امام افضل ہوں وہی رکھے جائیں مساوات کی صورت میں بانی کے مقرر کردہ رائج ہیں۔
۵۸۶	امام کو عذر شرعی کے بغیر امامت سے خارج کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔	۵۸۱	موذن اور امام تنخواہ دار ہوں تو تنخواہ دینے والوں کو حق ترجیح ہے۔
۵۸۶	تنخواہ دار امام نوکر ضرور ہے لیکن خدمت گار نہیں مخدوم ہے۔	۵۸۱	فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
۵۸۷	امام مسائل شرعیہ سے واقف ہو تو اوقات صوم و صلوٰۃ میں اس کی اتباع لازم ہے البتہ خود امام پر تکثیر جماعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔	۵۸۱	کوئی شخص امامت کا اہل تو ہے مگر جماعت میں اس سے افضل لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے لوگ اس کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہوں تو اس کو امامت کے لئے آگے بڑھنا نہ چاہیے۔
۵۸۷	وقف کے معاملات میں اگر گورنمنٹ خلاف شرع مداخلت کرے تو تاحدا مکان اس کی مزاحمت کی جائے۔	۵۸۲	خان متولی نہیں ہو سکتا۔
۵۸۷	جو کہے میں مسائل شرعیہ نہیں جانتا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔	۵۸۲	جس گواہی کو لوگ جھوٹا سمجھیں اس میں کئی احتمال ہیں۔
۵۸۷	سود خوار آمدنی کے باوجود مسجد کے ضروری اخراجات نہ دینے والا متولی واجب الاخراج ہے۔	۵۸۳	وقف کی تولیت میں وراثت نہیں چلتی، بھائی اور بیٹے میں جو اہل ہو اسی کو متولی کیا جائے۔
۵۸۸	نا توانی اور بیماری رفع صحت وقف نہیں۔	۵۸۳	جس نے دینی مدرسہ کو اپنے اغراض کا آلہ کار بنایا اور غلط الزام ہے مسلمانوں کو بدنام کیا اور ادارہ کے دستور کی بلا وجہ خلاف ورزی کی درجہ ہمام کا لالچی ہے، اور بہ ہوائے نفس اس کے لئے کوشاں ہر گز تولیت کے لائق نہیں۔
۵۸۸	بدحواسی کا دعویٰ شاہدان شرعی کے بغیر نامقبول ہے۔		

۵۸۹	واقف نے کسی کو رضا کے حال میں متولی کیا ہو یا غصہ کی حالت میں بہر حال وہ دوسرا متولی بدل سکتا ہے۔	۵۸۹	امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگر پہلے ہی جماعت کر لی، اگر بے ضرورت شرعی کیا غلط کیا، اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں، امام راتب کو اعادہ جماعت کا حق ہے۔	۵۹۵
۵۸۹	کنڈہن کے تصرفات نافذ ہیں۔	۵۹۱	موقع تہدید میں "ہماری مسجد" کہنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔	۵۹۱
۵۸۹	وقف صحیح سے واقف رجوع نہیں کر سکتا۔	۵۹۱	ہماری مسجد میں اضافتِ ملک مراد نہیں ہے۔	۵۹۱
۵۹۲	سجادہ نشین خلافت خاصہ ہے اور سجادہ نشین کے فرائض میں اجرائے سلسلہ تولیت جملہ نظم و نسق عزل و نصب اور صاحب سجادگی کی نیابت مطلقہ داخل ہے۔	۵۹۲	عشاء اور ظہر میں دوبارہ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں، پچھلی نفل ہوگی۔	۵۹۲
۵۹۲	معروف شرعاً مشروط کی طرح ہے۔	۵۹۲	کسی امام کی بکراہت اقتداء کرنے سے اقتداء صحیح ہوگی اور نماز میں فرق نہیں آتا ہے۔	۵۹۲
۵۹۲	سجادگی میں معروف یہی ہے کہ وہ سجادہ نشین ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔	۵۹۲	جس امام کو وجہ شرعی کی بنیاد پر لوگ ناپسند کریں اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔	۵۹۲
۵۹۳	شیخ بے سجادہ نشین مقرر کئے مرگیا، بعد میں لوگوں نے کسی کو اس کا گدی نشین کر دیا، یہ جائز نہیں۔	۵۹۸	وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مد نظر ہونا چاہئے، جو زیادہ دے اسی کو دیا جائے۔	۵۹۸
۵۹۳	متولی نے مرض الموت میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا تو وہ متولی ہو گیا۔	۵۹۸	جو متولی اس کے خلاف کرے قابل عزل ہے، ہاں زائد والے کو دینے میں باطن وقف کا نقصان ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔	۵۹۸
۵۹۳	طالب تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔	۵۹۹	تولیت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی متولی ہو سکتی ہے۔	۵۹۹
۵۹۳	رضاعت بغیر شہادت عادلہ کے ثابت نہیں ہوتی۔	۵۹۹	فاسق اور غیر مامون کو متولی اور عہدیدار نہیں کیا جاسکتا۔	۵۹۹
۵۹۳	مقام بیان میں منہ پھیر لینا انکار ہے۔	۶۰۰	سنی، ذی علم، پرہیزگار، دیانتدار، ہوشیار، کارگذار کو متولی مہتمم و عہدیدار ہونا چاہئے۔	۶۰۰
۵۹۵	جماعت اولیٰ امام و جماعت متعینہ کا حق ہے۔	۶۰۰	مسجد کو مال وقف سے غلط زیب و زینت دینے والا مسجد کی بیحرمتی کرنے والا متولی ذمہ دار اور امین نہیں ہو سکتا۔	۶۰۰

۶۰۰	فاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کا پتلا ہے اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ لے جانا اس سے برا ہے۔	۶۰۱	جتنے لوگوں نے مل کر مسجد بنائی سب واقفین میں شامل ہونگے، ان میں سے کچھ لوگ نئی مسجد بنالیں تو پہلی مسجد کے واقف ہونے سے نہ ٹکلیں گے۔
۶۰۱	تولیت کے بارے میں وراثت جاری نہیں ہوتی، متولی حال نے جسکے بارے میں وصیت کی وہ متولی ہو گیا۔	۶۰۲	متولی کی ایک مقرر کر سکتے ہیں لیکن ان میں کوئی مستقل نہ ہوگا سب کو اتفاق رائے سے کام کرنا ہوگا۔
۶۰۲	جہاں معمول قدیم نہ ہو وہاں متولی خود اپنا نائب نہیں مقرر کر سکتا۔	۶۰۳	واقفین میں کچھ لوگوں نے ایک آدمی کو متولی مقرر کیا اور کچھ لوگوں نے دوسرے کو، دونوں متولی ہونگے اور ملکر کام کریں گے۔
۶۰۳	تولیت میں وراثت نہیں چلتی، وقف نامہ میں دربارہ تولیت کوئی تصریح ہو تو اس کی اتباع کی جائے، تصریح نہ ہو تو واقف کے وارثوں سے جواہل ہو اس کو متولی قرار دیا جائے۔	۶۰۴	مسجد کی زمین اصل مسجد ہے۔
۶۰۴	وارثوں میں کوئی اہل نہ ہو تو مسلمانوں کی رائے سے کوئی دیندار، ہوشیار، کار گزار متولی کیا جائے۔	۶۰۵	جس نے زمین دی وہ مسجد کا واقف ہوا، اور جس نے عمارت بنائی وہ تعمیر کا۔
۶۰۵	خانہ اور خدمت وقف کا نااہل، اور تولیت کا خواستگار متولی نہیں ہو سکتا۔	۶۰۶	تعمیر کرنے والا بھی وقف میں شریک ہے۔
۶۰۶	متولی و منتظم وقف پر وقف کے شرائط اور شرع کی پابندی ضروری ہے۔	۶۰۷	بدعتی، رافضی، جمعی، قدری، مشبہ اور قرآن کو مخلوق ماننے والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔
۶۰۷	جس پر خیانت کا ظن بھی ہو مسلمان حساب فہمی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور خیانت ثابت ہو تو اس کو نکال دیں۔	۶۰۸	جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچی ہو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور جس کی حد کفر کو نہ پہنچے اس کو پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
۶۰۸		۶۰۹	جو رافضی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دے کافر ہے۔

۶۱۳	یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقرر کرنا حرام ہے۔	۶۰۹	اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صرف افضل مانے تو گمراہ ہے کافر نہیں۔
۶۱۵	ذمی کافر کا حکم اکثر معاملات میں مسلمانوں جیسا ہے۔	۶۰۹	رافضی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں تو ہم انہیں کافر کہیں گے۔
۶۱۵	حربی سے مطلقاً قطع تعلق کا حکم ہے مرتد ان سب میں اخبت ہے۔	۶۰۹	رافضیوں کا قول کہ آواگون ہوتا ہے، اور امام غائب خروج کریں گے کفر ہے۔
۶۱۵	مرتد کو بادشاہ اسلام غور و فکر کے لئے جیل میں تین دن کی مہلت دے گا۔	۶۰۹	اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں۔
۶۱۶	صرف ذمی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی ولایت صحیح ہے۔	۶۰۹	زندگی بھر طاعت و عبادت کرنے والا بھی کسی کفر کے صدور سے کافر ہو سکتا ہے۔
۶۱۶	شامی کی عبارت کا مطلب۔	۶۱۰	اہل قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والے نہیں، کیونکہ روافض ایسے ہی ہیں لیکن کافر نہیں۔
۶۱۷	خلاصہ حکم مسئلہ۔	۶۱۰	فاسق کی اہانت شرعاً واجب ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے اور ایسوں کو مسلمانوں پر افسری دینا حرام ہے۔
۶۱۷	روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا جائز نہیں۔	۶۱۱	متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔
۶۱۸	رافضیوں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے ساتھ پڑھو۔	۶۱۱	روافض کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی۔
۶۱۸	رافضیوں کے متولی بنانے والے تعزیر کے مستحق ہیں۔	۶۱۱	کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور راز دار بنانا حرام ہے۔
۶۱۸	مرتدین کے احکام۔	۶۱۲	امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کو کاتب بنانے سے منع کیا۔
۶۱۹	اوقاف کے اجارہ کا بیان۔	۶۱۳	واقف امین نہ ہو تو اس کو بھی وقف سے علیحدہ کیا جائے۔
۶۲۰	دیہات کا ٹھیکہ جیسا کہ ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے اس کو رد کرنا ضروری ہے۔	۶۱۳	متولی کو وقف کی خیر خواہی ضروری ہے اور غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ میں مسلمان کا خیر خواہ نہ ہوگا۔
۶۲۰	اجارہ منافع پر ہے عین کے استملاک پر نہیں۔	۶۱۳	عشر وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان ہونا چاہئے۔ چنگی کے محرر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی غیروں کو نہ دیا جائے۔

۶۲۶	غلط خیال کی بناء پر جو لفظ کہے جائیں وہ کچھ اثر نہیں رکھتے۔	۶۲۰	مذکورہ کلیہ سے حدیث میں جس کا استثناء ہے اس کا اتباع کیا جائے۔
۶۲۶	اس گمان پر کہ عورت کو طلاق ہو گئی طلاق کا اقرار کیا طلاق نہ پڑے گی۔	۶۲۰	وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔ وعدہ میں ان شاء اللہ کا لفظ حلف کے اثر کو باطل کر دیتا ہے۔
۶۲۷	کہاں وقف افضل ہے اور کہاں تصدق افضل ہے، اس امر کی تفصیل۔	۶۲۰	اراکین و منتظمین وقف کے نقصان کا وعدہ بھی نہیں کر سکتے، ٹھیکیداری کو حدود شرع میں کرنے کی تدبیریں۔
۶۲۸	ایک دستاویز کے تملیک نامہ یا وقف نامہ ہونے کا فیصلہ۔	۶۲۲	مسجد پر موقوفہ زمین کو مسجد ہونے سے قبل مسجد کی ضروریات کے واسطے اجارہ پر دیا جاسکتا ہے۔
۶۲۹	متولی کو حالت صحت میں اپنا جانشین مقرر کرنے کا حق نہیں۔	۶۲۲	وقف کا اجارہ زیادہ سے زیادہ تین سال تک ہوگا۔
۶۲۹	شرائط وقف کے خلاف تولیت جائز نہیں۔	۶۲۳	بیچنے اور خریدنے کی شرط لگانے سے وقف باطل ہو جاتا ہے البتہ تبادلہ کی شرط صحیح ہے۔
۶۳۰	واقف کے رشتہ داروں میں تولیت کے اہل ہوں تو اجنبیوں سے متولی نہ کیا جائے۔	۶۲۵	مجهول چیز کا وقف باطل ہے۔

فہرست ضمنی مسائل

۴۶۵	نماز مطلقاً ہر جگہ ہو سکتی ہے۔		نماز
۴۷۰	جمعہ جماعت کے قیام کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں۔	۱۲۳	نماز اور جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔
۴۷۰	مسجد کی تعمیر میں واقعی عذر ہو تو کسی بھی مناسب جگہ جماعت قائم کی جائے۔	۳۳۲	جماعت نماز میں پنکھا کروانے کا حکم۔
۴۹۹	جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو ان کی نگاہ اچک لی جائے گی۔	۳۲۹	مسجد کی چھت پر بلا ضرورت نماز نہیں پڑھی جائیگی نیچے جگہ بھر جائے تو اوپر پڑھ سکتے ہیں۔
۴۹۹	جدار قبلہ میں کوئی چیز نماز میں مشغولیت ڈالنے والی ہو تو اس کو ڈھک دیا جائے۔	۴۲۱	پنجوقت نماز اور جمعہ و عیدین کے لئے مسجد کی شرط نہیں۔
۵۰۳	قبروں پر نماز جائز نہیں۔	۴۲۳	مسجد میں قبر نکلی تو مسجد باقی رہے گی، قبر پر اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا منع ہوگا۔
۵۳۲	زمین مقبرہ کے لئے وقف ہے اور عمارت مقبرہ قبل از وقت بنی ہو تو چھت نماز کے لئے وقف ہو سکتی ہے۔	۴۲۳	قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کے قرب میں نماز پڑھنا باعث برکت ہے۔
		۴۳۹	مسجد کے نچلے حصہ میں تنگی ہو تو بالائی حصہ پر جاسکتے ہیں، بلا ضرورت بالائی درجہ میں جانا بلکہ نماز پڑھنا منع ہے۔

۲۹۱	امام کے نصب میں تنازع ہو تو اہل محلہ کا امام افضل ہے تو اسی کو ترجیح ہے۔	۶۱۷	روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا جائز نہیں۔
۳۶۱	فاسق اور بانی شر و فساد کی امامت ناجائز ہے۔		جماعت
۳۶۱	ذبح کی اجرت لینے والا امام ہو سکتا ہے۔	۲۳۲	مسجد عام جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔
۴۱۸	امام مسجد کے صفات کا بیان۔	۲۳۲	جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔
۴۳۱	مسجد پر قبضہ غاصبانہ کرنے والے اور مذکورہ بالا صفات کے مالک شخص کی امامت کا حکم۔	۲۳۲	ترک جماعت پر وعیدات شدیدہ۔
۴۷۶	امامت میں میراث جاری نہیں ہوتی۔	۲۸۶	کثیر بارش ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔
۴۷۷	جو امامت کے لائق نہ ہو اس کا معزول کرنا واجب ہے۔	۲۸۷	جماعت نماز واجب ہے۔
۵۵۳	چھ مہینے کی مسلسل غیر حاضری قائم مقام کے بغیر اور ایک روایت میں ایک مہینہ کی غیر حاضری بدعتیگی، احکام شرعی کی برخلاف ورزی، امام کی وجہ سے تقلیل جماعت واقع ہونا، مسجد سے متعلق کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی اسباب عزل میں سے ہیں۔	۴۳۹	محراب وسط مسجد میں نہ ہو تو صف پوری مسجد میں لگائی جائے اور امام محراب چھوڑ کر وسط مسجد میں کھڑا ہو۔
۵۸۶	امام کو عذر شرعی کے بغیر امامت سے خارج کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔	۵۹۵	جماعت اولیٰ امام و جماعت متعینہ کا حق ہے۔
۵۸۶	تنخواہ دار امام نو کر ضرور ہے لیکن خدمت گار نہیں مخدوم ہے۔	۵۹۵	امام راتب کے علاوہ کچھ لوگوں نے اگر پہلے ہی جماعت کر لی، اگر بے ضرورت شرعی کیا غلط کیا اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں، امام راتب کو اعادہ جماعت کا حق ہے۔
۵۸۷	امام مسائل شرعیہ سے واقف ہو تو اوقات صوم و صلوٰۃ میں اس کی اتباع لازم ہے البتہ خود امام پر کثیر جماعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔	۵۹۶	عشاء اور ظہر میں دوبارہ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں پچھلی نفل ہوگی۔
			امامت

۴۲۰	گاؤں میں قیام جمعہ جائز نہیں۔	۵۹۶	کسی امام کی بکراہت اقتداء کرنے سے اقتداء صحیح ہوگی اور نماز میں فرق نہیں آتا ہے۔
۴۲۰	شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جاسکتا ہے، جو کسی وجہ سے معذور ہوں انہیں ایک جگہ جمع ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔	۵۹۷	جس امام کو وجہ شرعی کی بنیاد پر لوگ ناپسند کریں اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔
۴۲۰	بضرورت قدیم جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور پرانی مسجد کی آبادی بھی بقدر مقتدرت ضروری ہے۔	۶۰۸	بدعتی، رافضی، جمہی، قدری، مشبہ اور قرآن کو مخلوق ماننے والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔
	جنازہ	۶۰۸	جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچی ہو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور جس کی حد کفر کو نہ پہنچے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
۶۱۸	رافضیوں کے جنازہ کی نماز نہ پڑھونہ ان کے ساتھ پڑھو۔	۵۶۷	متولی پر امامت ضروری نہیں۔
	زکوٰۃ	۵۶۷	مفصول افضل کی امامت کر سکتا ہے۔
۲۵۳	ثلث مال کا خیر میں صرف کرنا بقیہ دو ثلث سے زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا جب کہ اس کے پاس حاجات اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے۔	۵۸۱	اہل محلہ اور بانی میں سے جس کے مقرر کردہ امام افضل ہوں وہی رکھے جائیں، مساوات کی صورت میں بانی کے مقرر کردہ رائج ہیں۔
۴۸۷	لا علمی میں مالدار کو زکوٰۃ دے دی ادا ہوگئی کہ حکم ظاہر پر ہے۔	۵۸۱	مؤذن اور امام تنخواہ دار ہیں تو تنخواہ دینے والے کو حق ترجیح ہے۔
	اعتکاف	۵۸۱	فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ کوئی شخص امامت کا اہل تو ہے مگر جماعت میں اس سے افضل لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے لوگ اس کی امامت مکروہ سمجھتے ہوں تو اس کو امامت کے لئے بڑھانا نہ چاہئے۔
۲۸۴	معتکف کو مسجد میں اس صورت میں وضو کرنے کی رخصت ہے کہ کوئی بوند مستعمل پانی کی مسجد میں نہ گرے۔		جمعہ
۳۱۳	بشرط معتکف کو مسجد میں بیع و شراء اور اکل و شرب جائز ہے۔	۲۸۷	کثیر بارش ترک جمعہ کے لئے عذر ہے۔
۳۱۳	تجارت کے لئے بیع و شراء معتکف کو بھی ناجائز ہے۔	۳۶۱	قیام جمعہ کی شرائط کا بیان۔

۹۱	عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔	۴۳۸	مسجد کی موقوفہ دکانوں کی چھت مصلیوں نے شامل مسجد کر لی تو وہ چھت بھی مسجد ہو گئی، مختلف ان دکانوں کی چھت پر جاسکتا ہے۔
۹۱	جو عرف میں معروف ہو وہ مشروط شرعی کی طرح ہوتا ہے۔		نکاح
۹۱	عرف ظاہر پر عمل واجب ہے۔	۳۶۰	فاسق نکاح پڑھائے تو نکاح درست ہے لیکن فاسق سے نکاح پڑھوانا منع ہے۔
۹۲	مدار عرف پر ہے۔		طلاق
۹۶	دینے والا دیتے وقت جو جہت متعین کر دے وہی متعین ہے۔	۶۲۶	اس گمان پر کہ عورت کو طلاق ہو گئی طلاق کا اقرار کیا طلاق نہ پڑے گی۔
۹۶	معطیٰ نے دیتے وقت کچھ نہ کہا تو اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، جبکہ ظاہر اور عرف کے خلاف نہ ہو۔		مہر
۹۹	لڑکوں نے باپ کو روپیہ دیا، اگر صراحۃً ثابت ہو کہ بطور قرض دیا تھا روپیہ واپس لیں گے۔	۱۱۳	جہاد مہر میں دے کر بعد موت واپسی کی شرط لگانا شرط فاسد ہے، اور ایسی جہاد کے اوپر بیوی کی ملک فاسد ہے۔
۹۹	صراحت نہ ہو اور معمول یہ رہا کہ بطور امداد بے قصد واپسی دیتے رہے ہوں تو یقینہ ورشہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔		رضاعت
۱۳۹	عام اور معتبر شرطوں کا اختیار شرع نے واقف کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے۔	۵۹۴	رضاعت بغیر شہادت عادلہ کے ثابت نہیں ہوتی۔
۱۴۳	عقد فاسد حرام ہے۔		نفقہ
۱۶۱	ملک بدل کر وقف ہو سکتی ہے لیکن وقف بدل کر ملک نہیں ہو سکتی۔	۵۱۳	راجہ اور نواب جن عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتے ہیں انہیں جو کچھ دیتے ہیں بطور اجرت زنا نہیں بلکہ بطور نفقہ ماہوار، اس لئے ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
۱۶۲	وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے۔		فوائد اصولیہ
		۹۰	اباحت بعد موت بیع باطل ہو جاتی ہے۔

۳۸۳	مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اس کا استحقاق اور۔	۲۲۶	متولی وقف امین وقف ہے۔
۳۸۳	مساجد جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزه ہیں۔	۲۲۷	احکام شرعیہ کے خلاف نہ کثرت رائے دیکھی جاسکتی ہے نہ اتفاق رائے۔
۳۸۴	ضرورت اکراہ شرعی سے جواز شییٰ فی نفسہ نہیں ہوتا بلکہ مکروہ سے رفع اثم ہوتا ہے۔	۲۲۹	ہر مباح بنیت محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے۔
۳۹۰	عرف و شرع کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے۔	۲۵۷	اعادہ وصف کرنے والا احداث اصل کرینوالے کی مثل نہیں۔
۳۹۲	ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ ہے۔	۲۸۶	الضرورات تبيح المحظورات۔
۳۹۴	ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے۔	۳۳۴	شرط باطلہ سے مسجد باطل نہ ہوگی، شرطیں ہی باطل قرار دی جائیں گی۔
۴۶۱	حلال و حرام کے بارے میں صاحب مال کا قول بلا دلیل معتبر ہے۔	۳۳۴	مسجد بنا کر شرط لگائی میں اسے بیچ سکوں گا، مسجد ہو گئی شرط باطل۔
۴۸۶	زمانہ حدوث کا نہ معلوم قدامت کی دلیل ہے۔	۳۳۴	مسجد بنا کر شرط لگائی کہ صرف فلاں قوم کے لئے، مسجد سب کے لئے ہوگی تخصیص باطل ہے۔
۵۲۷	کسی جائیداد کا وقف اشارۃ النص سے ثابت ہو سکتا ہے جبکہ عبارت النص اس کے خلاف نہ ہو۔	۳۷۳	مصالحت رفع نزاع کا نام ہے نہ کہ ابقائے نزاع کا۔
۵۲۸	وقف کسی شرط پر معلق کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔	۳۷۳	اصل بناء و منشاء نزاع کو مہمل و معطل اور دور آئندہ کی امید موہوم پر محمول کرنا ابقائے نزاع ہے نہ کہ رفع و قطع نزاع۔
۵۲۹	کسی کلام کو مہمل قرار دینے سے بہتر ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے۔	۳۷۳	احکام اسلامیہ کے خلاف پر مصالحت روا نہیں۔
۵۹۲	معروف شرعاً مشروط کی طرح ہے۔	۳۸۱	کم من شئ مثبت ضمنًا ولا مثبت قصدًا۔
	افقاء و رسم المفتی	۳۸۲	صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔
۲۶۷	آلات مسجد کے بارے میں امام محمد اور تائید مسجد کے بارے میں امام ابویوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔	۳۸۲	جانور بالا جماع مکلف نہیں۔

۳۲۳	اختلاف کی بنیاد پر بننے والی دو مسجدوں کے بارے میں سوال اور دلی و بریلی کے فتاویٰ۔	۱۰۶	تصدق میں اصلار جوع نہیں۔
۳۲۹	فریقین کے بیان سننا قاضی پر لازم ہے نہ کہ مفتی پر۔	۱۰۷	شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے۔
۳۲۹	مفتی بہر صورت سوال کا جواب دیتا ہے، واقعہ سے بحث اس کے فرائض سے نہیں۔	۱۱۴	وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہو سکتا۔
۳۲۹	سوال ظاہر البطلان ہو تو مفتی اس کا جواب نہ دے یا سوال کی غلطی ظاہر کرے۔	۱۲۱	اگر عقد و نقد دونوں حرام پر جمع نہ ہوں تو ملک صحیح اور حلال ہوگی۔
۳۳۰	جوانے زمانہ والوں کی معرفت نہ رکھے جا بل ہے۔	۱۲۶	چندہ چندہ دہندگان کی ملک پر ہوتا ہے۔
۳۴۱	منصب افتاء کی ذمہ داری یہ ہے کہ بر تقدیر صدق مستفی صورت مستفسرہ کے مطابق جواب دے دیا جائے۔	۱۲۶	حقوق غیر متجری میں تمام شریک علی وجہ الکمال مالک ہوتے ہیں۔
۳۴۱	اظہار حق کے سلسلہ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مراسم قدیم کو حفظ حرمت اسلام اور رفع غلط فہمی عوام پر غالب نہ آنے دے۔	۱۲۸	مسئلہ شرعی میں قلت و کثرت رائے کا اعتبار نہیں۔
۳۸۳	مسئلہ ممر فی المسجد کو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے قرار دینا صریح جہل اور ظلم عظیم ہے۔	۱۲۸	انتظامی امور جن میں شرع کی طرف سے کوئی تحدید نہ ہو کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں علم و جہالت کا بھی لحاظ نہ ہوگا بلکہ تجربہ کاری کا اعتبار ہوتا ہے۔
۴۰۱	سوال میں ذکر کی ہوئی ایک خرابی پر تنبیہ۔	۱۲۸	وقف کی صحت کے لئے واقف کا جلداد موقوفہ کا مالک ہونا ضروری ہے۔
۴۰۲	ایک مجمل سوال پر تنبیہ۔	۱۳۰	مالداروں کے لئے ہوٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
۴۷۰	مولوی عبدالکافی صاحب الہ آبادی کا ایک فتویٰ۔	۱۳۰	کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا۔
فوائد فقہیہ		۱۳۷	مسجد کا متولی تعمیر مسجد وغیرہ امور میں قاضی پر مقدم ہے۔
۹۰	قرض، ہبہ اور اباحت کا فرق۔	۱۴۳	مدت بقاء مجہول ہے۔
۱۰۲	دوسرے کی زمین میں بنے ہوئے مکان کی قیمت لگانے کا طریقہ۔	۱۴۳	تعیین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے۔

۱۸۱	خلو عین نہیں بلکہ وصف ہے۔	۱۵۰	الوقف لایوقف۔
۱۸۱	سکئی اور خلو کا فرق۔	۱۵۰	الوقف لایملک
۱۸۶	معنی خلو میں مختلف علماء کی تصریحات اور مصنف کی تحقیق۔	۱۵۵	استطاعت کا معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصل ہے۔
۱۸۸	ابن بلال اور ان پر رد کرنے والوں کے کلام میں مصنف کی تطبیق۔	۱۵۵	متولی امین ہوتا ہے۔
۱۹۵	احناف کے یہاں وقف کا نگران امین ہی ہونا چاہئے ناظر امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر ظاہر اس کی تکذیب نہ کرے۔	۱۵۷	اوقاف میں شرط واقف نص شارع کی طرح ہے۔
۲۰۳	بعض صورتوں میں عدم علم عذر ہے۔	۱۵۷	قبرستان کے درخت لگانے والے کی ملک ہیں۔
۲۱۶	وقف سے رجوع ناممکن ہے۔	۱۵۸	لفظ ارسادات کی تحقیق۔
۲۲۷	کتاتیں ذوات القیم ہیں ذوات الامثال نہیں۔	۱۵۹	مسجد کی زمین میں کوئی تعمیر حسب شرائط واقف جائز ہے۔
۲۲۷	چھاپے اور کاغذ کی وحدت مستلزم مشیت نہیں۔	۱۶۰	ارصادات اور عطا یا کافرق۔
۲۲۹	ان الولایۃ مشروطہ بالنظر ولا نظر فی الضرر۔	۱۶۲	خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔
۲۵۱	صحت موروث میں کسی وارث کا کوئی حق موروث کے مال سے متعلق نہیں ہوتا۔	۱۶۸	وقف کا ثبوت تعامل سے بھی ہوتا ہے۔
۲۶۱	مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں یا آلات یا اوقاف یا زوالد۔	۱۶۸	زر چندہ چندہ دہندوں کی ملکیت پر رہتا ہے۔
۲۶۷	چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔	۱۷۱	لفظ واسطہ کے معانی مختلفہ۔
۲۶۸	وقف کی تبدیلی میں بے شمار خرابیاں ہیں۔	۱۷۳	جس نے یہ سمجھ کر کہ اس کا دینا مجھ پر واجب ہے، کوئی چیز دی، بعد کو کھلا کہ واجب نہ تھی تو لوٹا سکتا ہے۔
۲۶۸	استبدال وقف کا موجب یا تو شرط استبدال ہے یا ضرورت استبدال۔	۱۷۶	معاملہ خلو بے اصل و باطل ہے۔
۲۷۰	بحالت شرط استبدال، تبدیلی وقف کا جواز چند شرطوں سے مشروط ہے۔	۱۷۹	خلو کی تعریف۔
۲۷۰	تبدیل وقف کی شرائط سبب کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفت شرط اور مظنہ مخالفت نفع وقف سے بچے۔	۱۸۰	دوامی پٹہ کی ایک صحیح صورت۔

۳۸۴	ضرورت کی بحث۔	۲۷۱	استبدال تین وجہوں پر ہے۔
۳۹۳	ملک کا اطلاق دو ^۲ معنی پر آتا ہے اول ^۱ اختصاص مانع، دوم ^۲ قدرت تصرف شرعی۔	۲۷۲	قاضی بہشت صاحب علم و عمل کو کہتے ہیں۔
۳۹۴	متولی کو مالک او قاف بمعنی قادر تصرف شرعی کہہ سکتے ہیں۔	۲۷۸	زوائد سے مراد کیا چیزیں ہیں۔
۳۹۴	متولی کو مالک او قاف بمعنی قادر تصرف شرعی کہہ سکتے ہیں۔	۲۸۴	صحن مسجد بھی مسجد ہے۔
۳۹۴	قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں۔	۳۰۱	مصالح مسجد توابع مسجد ہیں۔
۳۹۴	اصطلاح مذکور کا پتہ شرع مطہر میں بھی ہے۔	۳۰۵	مطلقاً حقوق عبد کا تعلق مانع مسجدیت نہیں۔
۳۹۸	مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔	۳۰۶	مقبرہ کے لئے بھی حقوق عبد سے فارغ ہونا شرط ہے۔
۴۴۷	مسجد کا شش جہات میں جمیع حقوق عباد سے خالی ہونا ضروری ہے۔	۳۲۰	ایسی مسجد کو کسی قسم کے ذاتی تصرف میں لانا حرام ہے۔
۴۶۵	نزول کی زمین اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملک ہے۔	۳۲۰	وقف کا ثبوت شہرت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
۴۷۳	تعاصل قدیم کی تحقیق۔	۳۲۲	حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا ہے۔
۴۷۳	غیبت کی تعریف اور احکام۔	۳۲۳	فنائے مسجد تابع مسجد ہے۔
۴۷۵	سب مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب ہے۔	۳۵۲	فنائے مسجد کی حرمت مسجد کی طرح ہے۔
۴۸۶	جس وقف کے شرائط تحریری نہ ہوں تو تعاصل قدیم پر عملدرآمد ہوگا۔	۳۵۲	مسجد کو راستہ بنانے کا جزئیہ اور اس کا صحیح مطلب
۴۸۶	وقف میں تعاصل قدیم کی حد وقت اور زمانہ سے نہیں ہے۔	۳۷۲	قبضہ زمین کی بحث۔
۴۸۷	او قاف کے مصارف عمومی میں مالدار اور غریب سب برابر ہیں جیسے افطار یا وضو کا پانی۔	۳۷۶	فقاہت کے کیا معنی ہیں۔
۴۹۰	وقف کا ثبوت شہرت کی بناء پر ہوتا ہے۔	۳۸۰	مسئلہ مرنی المسجد کی تحقیق جلیل۔
۴۹۴	جہاں وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں قدیم عملدرآمد کا اعتبار ہے، اور قدیم عملدرآمد کی حد کا بیان۔	۳۸۳	مسئلہ مرنی المسجد صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے۔
۴۹۵	مسجد کی تفصیل بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے اور بعض مسائل میں خارج مسجد۔	۳۸۳	من، الی، فی، علی کا ترجمہ جان لینا فقاہت نہیں، فقاہت چیزے دیگر است۔

۵۰۸	قبر کی چھت حق میت ہے۔	۵۰۸	وعدہ میں ان شاء اللہ کا لفظ حلف کے اثر کو باطل کرتا ہے۔	۶۲۰
۵۰۹	مسجد اور متعلقات مسجد خالص اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔	۵۰۹	نذر و فتوح	
۵۳۷	ناجائز معاہدہ خود ہی باطل ہے۔	۵۳۷	نذر و فتوح جو جس کو دے اسی کی ہے۔ سجادہ نشین نے نذر و فتوح بالانصیف دینے کا وعدہ کیا اور اس کا ایفاء اس پر واجب نہیں ہے۔	۵۷۵
۵۴۱	آباد وقف کے بدلنے کی چار صورتوں کا بیان۔	۵۴۱	سجادہ نشین نے اپنا قائم مقام اور متولی کسی کو کیا اسے جو نذر و فتوح اسی کے لئے ملی وہ اس کی ہے، اور جو بحیثیت سجادگی ملی وہ اصلی سجادہ نشین کی ہوگی۔	۵۷۶
۵۷۱	چٹائی اور تیل کا مصالح مسجد میں شمار ہے۔	۵۷۱	بیوع	
۵۸۸	نا توانی اور بیماری رفع صحت وقف نہیں۔	۵۸۸	مہر میں جائداد دینا بہیہ بالعوض ہے اور یہ بیع ہے۔	۱۱۳
۵۸۹	کند ذہن کے تصرفات نافذ ہیں۔	۵۸۹	بیع شروط فاسدہ سے فاسد و حرام ہو جاتی ہے۔	۱۱۳
۵۹۶	ہماری مسجد میں اضافت ملک مراد نہیں ہے۔	۵۹۶	بیع فاسد کو فتح کرنا بائع اور مشتری دونوں پر فرض ہے۔	۱۱۳
۶۰۷	مسجد کی زمین اصل مسجد ہے۔	۶۰۷	بیع فاسد کو فتح نہ کرنا گناہ ہے۔	۱۱۳
۶۰۷	جس نے زمین دی وہ مسجد کا واقف ہوا اور جس نے عمارت بنائی وہ تعمیر کا۔	۶۰۷	عقد فاسد سے خریدی ہوئی جائداد پر قبضہ کے بعد مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے۔	۱۱۳
۶۰۷	تعمیر کرنے والا بھی وقف میں شریک ہے۔	۶۰۷	موقوفہ جائداد کی آمدنی سے جو زمین خریدی گئی وہ وقف کا حکم نہیں رکھتی۔ اس کی بیع و شراء جائز ہے۔ مگر اس کی بیع قابل اطمینان ذرائع سے ہونی چاہئے۔	۱۱۷
۶۲۶	غلط خیالی کی بناء پر جو لفظ کہے جائیں وہ کچھ اثر نہیں رکھتے	۶۲۶	نقد میں مال حرام دیا تو بائع کو اس کا لینا حرام لیکن جائداد ملک مشتری ہوگی۔	۱۲۲
	یمین		ہبہ بالعوض بیع ہے۔	۱۲۶
۹۹	یمین علی فعل الغیر میں قسم علم پر کھائی جاتی ہے۔	۹۹	جتنے لوگوں کے نام بیع ہو لی بیع کے سب مالک ہو گئے اگرچہ قیمت ایک شخص نے ادا کی ہو۔	۱۲۶

۲۷۸	زوائد کی بیع کا شرعی حکم۔	۱۶۵	وقف کی بیع و رہن جائز نہیں۔
۲۷۹	وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی بڑھانے کے لئے خریدے انکے بیع کا بشرط مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے۔	۱۶۸	نفاذ شرائط علی مشتری کا حکم۔
۲۹۸	حرام مال میں بھی جب تک عقد و نقد دونوں حرام مال پر جمع نہ ہوں خریدی ہوئی چیز میں حرمت سرایت نہ کرے گی۔	۱۷۰	موافق نفاذ علی مشتری۔
۳۶۲	عقد و نقد حرام پر جمع ہوں تو بیع حرام ہوگا ورنہ نہیں۔	۱۷۰	بیع میں مشتری کی طرف سے صراحت یا دلالت اضافت ضروری ہے۔
۳۸۳	اینٹوں کا جو ڈھیر ڈھائی ہزار ماں کر نیلام ہوا شمار کے بعد زائد ٹکلیں تو مالک کو دی جائیں۔	۱۷۰	اضافہ الی مشتری کی صحیح اور غلط صورتیں۔
۳۸۳	جو اہلک قرق کر کے نیلام کرائیں ان کے مسجد کی طرف سے خریدنا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔	۲۵۸	حاکم اسلام وہ نہ ہو تو متولی مسجد اور اہل محلہ مسجد سے نکلی ہوئی چھتر مناسب دام پر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔
۳۸۷	جس خریداری میں خبث ہو نا بعینہ معلوم نہ ہو اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔	۲۶۱	اجزاء مسجد یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیع کا حکم شرعی۔
۳۸۹	جو سامان مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اس کے بیچنے کی اجازت ہے اور اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے۔	۲۶۵	آلات مسجد یعنی مسجد کے اسباب جیسے بوریا مصلیٰ، فرش قدیل اور جاڑوں میں بچھائی جانے والی گھاس وغیرہ کو فروخت کرنے کا شرعی حکم۔
۳۹۳	ادھار کے دام کچھ زائد رکھیں اس میں کچھ حرج نہیں۔	۲۶۶	مسجد کے تابوت اور چارپائی کی بیع کا حکم۔
۳۹۵	مسجد کی زمین میں جو درخت ہوں ان کو مناسب قیمت پر خرید کر اپنے تصرف میں لایا جاسکتا ہے۔	۲۶۷	اوقاف مسجد کی بیع کب جائز ہے۔
۵۰۲	جو زمین وقف کی آمدنی سے خریدی گئی وہ وقف کے حکم میں نہیں ہے بوقت ضرورت اس کی بیع جائز ہے۔	۲۷۱	جو وقف ویران و خراب ہو جائے تو قاضی شرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خدا ترس کو بلا شرط و وقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیچ کر دوسری جگہ ادا اسی غرض سے اس کے قائم قائم کر دینے کی اجازت ہے بچند شروط۔
		۲۷۷	اشجار موقوفہ کی بیع کا حکم۔

۵۷۰	متولی قرض کے طور پر بھی مال وقف اپنے صرف میں لاسکتا نہ دوسرے کو قرض دے سکتا ہے۔	۵۱۲	حرام مال میں جب تک عقد و نقد جمع نہ ہوں مبیع حرام نہیں ہوتا۔
۵۷۰	ایک وقف کا مال دوسرے میں بطور قرض بھی صرف نہیں کیا جاسکتا۔		مدایات
۵۷۱	متولی وقف قرض امر ضروری لابدی کے لئے قاضی کی اجازت سے لے سکتا ہے بشرطیکہ قرض کے سوا چارہ کار نہ ہو۔	۹۲	زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس کو خرچ کر یا اپنی حاجت میں اٹھایا جہاد کر تو قرض قرار دیا جائے گا۔
	ہبہ	۹۲	جس عاریۃ کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا، قرض قرار دیا جائے گا۔
۹۲	عورت نے شوہر کو دیا کہ کپڑا بنا کر پہن، تو ہبہ قرار دیا جائے گا۔	۱۰۰	مکان میں تعمیر مزید سب شرکاء کی رائے سے ہوئی تو اپنا حصہ نکال کر بقیہ شرکاء سے باقی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔
۹۲	طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے ہبہ قرار دیا جائے گا۔	۱۰۷	مشترکہ دکان کے شریک نگران نے دکان پر قرض بتایا اگر کسی نے نقد روپیہ لیا تھا تو خاص نگران ذمہ دار ہوں گے اور مال ہی بطور قرض مول لیا اور ادانہ ہو تو سب شرکاء ذمہ دار ہوں گے۔
۹۳	اگر زمین معد الاستعمال نہ ہو تو گورنمنٹ نے جس کو دیا وہی مستحق ہے کہ یہ ہبہ ہے جب کہ شرکاء میں کوئی یتیم نہ ہو۔	۱۱۳	مسئلہ الظفر بخلاف جس الحق۔
۱۰۰	ایک شریک نے اپنے مال سے بقیہ شرکاء کے لئے مشترکہ ملک میں کچھ بنایا اگر یہ ہبہ ہو تو ناجائز ہے کہ یہ ہبہ مشاع ہے۔	۱۱۳	جائداد پر قرض ہونے کے دو معنی۔
۱۰۵	ہبہ بلا قبضہ باطل ہوتا ہے۔	۱۹۱	قرضدار نے قرض دینے والے کو رہنے کیلئے گھر دیا تو اس کی اجرت مثل واجب ہے۔
۱۰۶	بھائیوں نے مرحوم بھائی کی بیوی کو کچھ دیا تو یہ بطور مواسات و غنغوری ہے، اور واپس نہ ہوگا، اور استحقاق شوہر کے بدلہ کے طور پر ہو تو جو حق سے زائد دیا واپس لے سکتا ہے۔	۲۱۷	قرض خواہ اس آمدنی پر جو وقف سے متولی کو ملتی ہے ڈگری جاری کر سکتا ہے، جائداد موقوفہ پر نہیں۔
		۲۳۳	روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک پر دین ہوتا ہے۔

۱۵۴	میراث میں فقر و غنا کا لحاظ نہیں ہوتا۔	۱۲۱	جو جائیداد آشنائوں نے زانیہ عورتوں کو ہبہ کی ہبہ باطل اور جائیداد آشنائوں کی ملکیت پر باقی ہے۔
۱۶۱	محاصل وقف میں اجراء وراثت تصرف بیجا ہے۔	۱۶۴	مشاع کا ہبہ بلا تقسیم ناجائز ہے۔
۱۶۸	کتب خانہ جو دارالقضاء پر وقف ہو اس میں کسی قاضی کی وراثت نہیں چل سکتی۔	۲۱۸	اشعار صحیحہ حمد و نعت جو ممنوعات سے پاک ہوں انہیں سن کر انعام و اکرام دینا جائز ہے۔
۲۰۷	وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔	۲۴۴	وکیل قبض الدین اور ہبہ باطلہ کی ایک صورت۔
۲۵۱	جو بلاوجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دیتا ہے۔	۲۴۵	معدوم کئے لئے ہبہ باطل ہے۔
۲۵۱	بہنوں کا مالدار ہونا انہیں میراث سے محروم کرنے کی وجہ شرعی نہیں۔	۲۴۵	ہبہ بے قبضہ تام مفید ملک نہیں۔
۴۷۵	جس زمین کے موروثی ہونے کا ثبوت گواہان عادل سے ہو وہ ترکہ قرار دی جائے گی۔	۲۴۶	قبضہ سے پہلے موبہ ہلاک ہو جائے تو ہبہ باطل ہوتا ہے۔
۵۰۰	میراث کا ایک سوال۔	۲۴۶	تسلیم سے پہلے واہب مر جائے تو بھی ہبہ باطل ہے۔
۵۰۰	ترکہ میں قبل تقسیم کسی ایک وارث نے مسجد قائم کی تو مسجد صحیح ہوگی یا نہیں، اس سے متعلق احکام۔	۲۹۶	کافر نے اپنی زمین مسلمانوں کو ہبہ کی اور انہوں نے مسجد بنالی تو جائز ہے اور خود مسجد بنوادی تو وہ مسجد ہوئی ہی نہیں۔
۵۴۸	تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کو اس میں حق پہنچے۔	۵۷۵	جائیداد موقوفہ کا ہبہ باطل ہے۔
۵۸۳	واقف کی تولیت میں وراثت نہیں چلتی، بھائی اور بیٹے میں جو اہل ہو اسی کو متولی کیا جائے۔	۵۷۵	حق تولیت قابل ہبہ نہیں، واقف نے متولی کو اختیار نہ دیا ہو تو وہ کسی کو اپنے بدلہ متولی نہیں کر سکتا۔
	وصیت		میراث
۲۳۰	وقف کی وصیت کا نفاذ بعد موت ہوگا، زندگی میں حسب منشاء تصرفات کا اختیار ہے۔	۱۰۵	لڑکیاں مکان قدیم سے ترکہ پدیری پائیں گی۔
		۱۵۴	اقرب رشتہ دار البعد کو محبوب کرتا ہے۔

۲۰۸	اجیر خاص کا کام پر حاضر رہنا ضروری ہے، غیر حاضری کے دن کی اجرت کا حقدار نہیں قلیل رخصت جو اس صیغہ میں مروج ہو وہ عادیہ معاف ہے۔	۶۰۱	تولیت کے بارے میں وراثت جاری نہیں ہوتی متولی مال نے جس کے بارے میں وصیت کی وہ متولی ہو گیا۔
۲۰۹	صیغہ تعلیم میں جمعہ، کہیں منگل اور جمعہ اور رمضان المبارک کی تعطیل جائز ہے۔		وقف
۲۰۹	خدمت گار کو رمضان کی تعطیل نہ ملے گی۔	۱۰۵	قیم پر حساب واجب ہے، اس کا تحریر میں رکھنا واجب نہیں۔
۲۰۹	مدرس کو حج فرض کی ادائیگی کی رخصت نہیں۔		اجارہ
۲۰۹	صیغہ تعلیم میں بضرورت تین مہینہ کی غیر حاضری معاف ہے لیکن بلا تنخواہ۔	۱۰۵	شرکاء کی یہ قرار داد کہ ایک شریک مال بیچے حساب لکھے اور اکنی روپیہ دستوری لے، ناجائز و حرام ہے۔
۲۰۹	انتظام مسجد کا مہتمم سال میں ایک آدھ ہفتہ کی رخصت تو پاسکتا ہے طویل رخصت کے لئے عرضی دینا ہوگا۔	۱۰۸	شریک کو مال مشترک میں تصرف کے لئے اجیر کرنا جائز نہیں۔
۲۱۶	متولی کا وظیفہ اجیر مثل کے موافق دیا جائے گا عدم کفایت کی صورت میں فاضلات سے اضافہ کیا جاسکتا ہے۔	۱۳۳	کسی مملوک کا بھی دائمی اجارہ ہو یہ جائز نہیں۔
۲۲۹	شرح سود کے حساب سے کرایہ مقرر کیا تو یہ معاملہ گندہ ہے، کرایہ جائز ہوگا۔	۱۳۳	جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔
۲۲۹	وقف سے متولی کو بضرورت سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ اور ضرورت ہو تو سپاہی کی تنخواہ بھی ملے گی۔	۱۳۳	تعیین مدت کے بغیر اجارہ جائز نہیں۔
۲۲۹	مقدار تنخواہ وغیرہ کا تعین عرف پر ہے۔	۱۳۴	واقف نے اجازت نہ دی اور وقف کو ضرورت نہ ہو تو زمین موقوف کو تین سال سے زیادہ کے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔
۲۴۱	وقف کے کرایہ دار نے عذر صحیح سے، درمیان مدت میں مکان چھوڑ دیا، تو باقیماندہ کا کرایہ چھوڑا جاسکتا ہے۔	۱۷۵	مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کے لئے اجارہ پر لی گئی دکان یا مکان میں اپنے مال سے اضافہ کیا اس معاملہ کے شرعی احکام۔
۳۴۳	نیابت امامت سے متعلق ایک تفصیلی سوال۔	۱۹۷	دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے حرام ہے۔
		۱۹۷	اعیان کے اٹلاف کا اجارہ باطل ہے۔

۳۳۴	امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے اصل وظائف کا مالک امام ہوگا، غائب کو اتنا ہی ملے گا جتنا باہم تراضی سے مقرر ہوا ہو۔	۴۵۷	غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ لینے سے واپس لی جائے گی اور جس متولی نے ایسی تنخواہ دی اسے بھی معزول کیا جائے۔
۳۳۵	امام نے اپنے نائب کے لئے کوئی مدت متعین نہ کی تو اجارہ فاسد ہے۔	۵۰۳	مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا، اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔
۳۳۶	اجارہ فاسدہ کا منسوخ کرنا فریقین پر واجب ہے وہ نہ کریں تو حاکم منسوخ کر دے۔	۵۱۱	اجارہ کے لئے بیع کی ایسی طرح ایجاب و قبول اور قاضی طرفین ضروری ہے۔
۳۳۶	اجارہ میں طریقہ رائج الوقف کے لحاظ سے اجارہ صرف پہلے مہینہ کے لئے ہوتا ہے۔	۵۶۷	وقف کی آمدنی اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے، ہاں متولی معروف طریقہ ہجرت مثل لے سکتا ہے۔
۴۱۹	امام کو جو روٹیاں دی گئیں اس کے حکم کی تفصیل۔	۵۷۰	وقف کی آمدنی سے ملازمین کو پیشگی تنخواہ دینا روا نہیں، ہاں قدیم سے ایسا تعامل ہو تو حرج نہیں۔
۴۱۹	استاد طالب علم سے روٹی منگانے کے لئے کب جبر کر سکتا ہے اور کب نہیں۔	۵۹۸	وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مد نظر ہونا چاہئے، جو زیادہ دے اسی کو دیا جائے۔
۴۳۸	جس نے مسجد کی دیوار پر شہتیر رکھا ہٹا دیں اور جتنے دن رکھا اس کا کرایہ وصول کریں۔	۵۹۸	جو متولی اس کے خلاف کرے قابل عزل ہے ہاں زائد والے کو دینے میں باطن وقف کا نقصان ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔
۴۵۱	مسجد کی جتنی کرایہ پر دینا حرام ہے۔	۶۱۹	اوقاف کے اجارہ کا بیان۔
۴۵۱	لیپ، فرش، دری وغیرہ اگر مسجد کی آمدنی کے لئے کرایہ پر دینے کے لئے خریدے گئے ان کا کرایہ پر دینا جائز ہے، اور خاص مسجد کی ضرورت کے لئے خریدے گئے تو کرایہ پر دینا حرام ہے۔	۶۲۰	دیہات کا ٹھیکہ جیسا ہندوستان میں رائج ہے۔ حرام ہے اس کو رد کرنا ضروری ہے۔
۴۵۲	مجبوری کی صورت مجبوری دور ہونے تک خاص مسجد کے صرفہ کے سامان کرایہ پر دئے جاسکتے ہیں۔	۶۲۲	اجارہ منافع پر ہے عین کے استہلاک پر نہیں۔
۴۵۷	جو امام لائق امامت نہ رہ گیا ہو معزول کر دیا جائے۔	۶۲۲	مسجد پر موقوفہ زمین کو مسجد ہونے سے قبل مسجد کی ضروریات کے واسطے اجارہ پر دیا جاسکتا ہے وقف کا اجارہ زیادہ سے زیادہ تین سال تک ہوگا۔

۱۱۵	جائداد مرہونہ کا وقف اس صورت میں صحیح ہے کہ راہن کے پاس مال قابل ادائے قرض موجود ہو۔		وکالت
	عاریت	۱۰۷	شرکت ملک میں ہر شریک کو تصرف کی اجازت ہو تو اپنے حصہ میں اسیل اور شریک کے حصہ میں وکیل ہوگا۔
۲۲۷	ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریتاً دینا جائز نہیں۔	۱۰۹	وکالت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی۔
	غصب	۱۰۹	وکیل بالشراء قرض کے طور پر خرید کر سکتا ہے۔
۱۰۱	کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنایا تو مکان والا اس سے معاملہ بھی کر سکتا ہے اور وہ مکان اپنی زمین سے اکھڑوا بھی سکتا ہے اور زمین بیکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مکان کی قیمت لگا کر اس پر قبضہ بھی کر سکتا ہے۔	۱۱۰	وکیل تجارت کو موافق معمول تجارت قرضوں بیچنے کا اختیار ہے۔
۴۰۸	مسجد کی زمین غصب کرنا ظلم شدید اور گناہ کبیرہ ہے۔	۱۱۰	وکیل بالشراء روپیہ قرض نہیں لے سکتا۔
۴۰۹	جو کسی کی بالشت بھر زمین دبائے گا قیمت کے دن ساتوں طبق توڑ کر اتنا حصہ زمین اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔	۱۶۸	وکیل نے موکل کے پیسے سے چیز اپنے لئے خریدی تو زر کا وکیل ضامن ہے۔
۴۶۱	مصارف مسجد سے کچھ بچا کر اپنے صرفہ میں لایا تو اس کے کفارہ کی تدبیر۔	۵۶۲	وکالت کا پیشہ جس میں سودی ڈگریاں دلوانا پڑے خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنا پڑے فسق ہے۔
۵۱۲	مال معصوم کا بلاوجہ لینا حرام ہے، حربی کا مال اس کی رضا سے لینے میں کوئی حرج نہیں۔		کفالہ
۵۳۳	قبریں اگر غصباً بنی ہوں تو زمین کا مالک چاہے تو زمین خالی کر کے تعمیر کرے یا انتظار کرے تا آنکہ میت بالکل راکھ ہو جائے تب اس پر تعمیر کرے۔	۱۱۴	جائداد کا قرضہ میں مکفول کرنا جائز نہیں لیکن ایسی جائداد کا وقف صحیح ہے۔
۵۶۹	مسجد کی رقم ہضم کرنے والا غاصب ہے۔		رہن

۱۵۵	حرام امور میں مال وقف کو صرف کرنے والے متولی پر تاوان لازم ہوگا۔		شہادت
۱۵۵	ہر امین تعدی کے سبب سے ضامن ہوتا ہے۔	۴۲۳	خبر کے رد کے شرعی اسباب اور آدمی کے مردود الشاہدہ ہونے کی صورتیں۔
۱۵۷	مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرضہ ادا نہیں کیا جاسکتا اور جوادا کرے تاوان دے مسجد سے نہیں لے سکتا۔	۴۷۵	وقف کا ثبوت شہرت سے ہوتا ہے اور اس کی گواہی بھی شہرت کی بناء پر دی جاسکتی ہے۔
۱۹۶	وقف سے جو منافع اٹھائے اس کو تاوان دینا ہوگا۔	۵۸۲	جس گواہی کو لوگ جھوٹا سمجھیں اس میں کئی احتمال ہیں۔
۲۲۷	سامان وقف میں کچھ تلف ہو جائے تو متولی اور ملازموں پر تاوان نہیں اتلاف پر تاوان ہے۔		دعویٰ
۲۳۵	واقف نے مسجد میں کنگرے نہیں بنوائے تھے متولی نے مال وقف سے بنوائے، تاوان دے۔	۴۷۵	جو لا معلوم الحبث زمین کسی وقف کے خادموں کے قبضہ میں عہد قدیم سے ہو بلا ثبوت شرعی اس کی ملک کا دعویٰ یا جدید تصرف جائز نہیں۔
۲۳۵	گیاس کی روشنی ہے تو برقی قلم لگانا منع ہے، لگائیں تو تاوان دینا ہوگا۔	۵۸۸	بدحواسی کا دعویٰ شاہدان شرعی کے بغیر نامقبول ہے۔
۴۶۹	حجرہ مسجد پر اپنی دیوار بنانا حرام ہے اور جو نقصان پہنچا اس کا تاوان دینا ہوگا۔	۵۹۴	مقام بیان میں منہ پھیر لینا انکار ہے۔
۴۶۹	مسجد کی آمدنی دوسرے امور میں صرف کرنا حرام ہے اور جس نے صرف کیا اس سے تاوان لیا جائے۔		شرکت
۵۷۰	متولی کے قبضہ سے مال چوری ہو گیا، متولی کی بے احتیاطی کو دخل نہ ہو تو کوئی تاوان نہیں۔	۵۷۱	شریک مال مشترک سے اپنے حق بھر صرف کر سکتا ہے۔
۵۷۱	مسجد کی رقم جو اپنے صرفہ میں لایا، یا مجبوری کے بغیر رشوت میں دیا، اس کا تاوان دینے والے پر لازم ہے۔		ضمان

۱۲۲	عقائد و کلام		جنازہ پر ڈالنے کے لئے چادر وقف کر سکتے ہیں
۱۲۲	وہابیہ، روافض، غیر مقلدین اور نیچری ضالین ہیں۔	۱۱۶	جنازہ پر بقصد زینت بیش قیمت چادر ڈالنا مکروہ ہے۔
۱۲۳	دیوبندیوں کے اقوال کفر پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین سمجھنا کفر ہے۔	۱۶۲	وقف خاص میں ہر متولی خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے۔
۱۲۴	حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔	۲۲۷	خان متولی کو معزول کر دینا لازم ہے۔
۱۲۷	گناہ کو اچھا جاننا کفر ہے۔	۳۱۵	کسی منصب والے کو بلا عذر شرعی معزول کرنا جائز نہیں۔
۱۳۴	اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہیں۔	۶۰۹	چندہ دہندگان کو پیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنے کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔
۱۳۴	زندگی بھر طاعت و عبادت کرنے والا بھی کسی کفر کے صدور سے کافر ہو سکتا ہے۔	۶۰۹	چندہ دہندگان نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے۔
۱۳۴	اہل قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والے نہیں کیونکہ روافض ایسے ہی ہیں لیکن کافر نہیں۔	۶۱۰	صبی و مجنون کا حصہ واپس کرنا ہوگا۔
۱۳۴	فاسق کی اہانت شرعاً واجب ہے اور کافر کی تعظیم کفر ہے۔ اور ایسوں کو مسلمانوں پر افسری دینا حرام ہے۔	۶۱۰	اگر چندہ دہندگان معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کے لئے وصول کیا گیا، وہ نہ بن پڑے تو فقراء کو دیں۔
۱۳۶	حظر و اباحت		قبرستان کی بیچ ناجائز ہے۔
۱۳۶	تعزیرہ داری ناجائز ہے۔	۱۲۱	قبروں کو ہموار کر کے ان پر چلنا بھی حرام ہے
۱۳۷	زنا اور غنا میں حاصل کیا ہوا روپیہ مثل غصب حرام مطلق ہے۔	۱۲۱	مسجد کے روپوں اور اس کی زمین و عمارت میں ناجائز تصرف کے بارے میں سوال اور اس کا شرعی حکم۔
۱۴۲	ناچنے گانے والوں کو اجرت کے علاوہ "بیل" کے طور پر جو دیا جاتا ہے وہ حرام نہیں۔	۱۲۲	وقف مطلق غیر مشروط التبدیل کی بیچ، اس کو دوسری جگہ سے بدلنا، اسے دائمی اجارہ پر دینا یا چالیس سال کے پٹہ پر دینا جائز نہیں۔

۱۶۲	وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔	۱۳۴	وقفی پیڑ کاٹنے کی اجازت نہیں۔
۱۶۳	مصاحف کثیر تعداد میں مساجد میں جمع ہو گئے بیکار ضائع ہونے کا خطرہ ہے، بھیجنے والا اسے لے کر جو چاہے کرے اگر وقف نہ کیا ہو، وقف کیا ہو تو دوسری مساجد وغیرہ میں تقسیم کر سکتے ہیں۔	۱۳۶	مسجد، مقبرہ، پل، حوض اور سقاہیہ سے حسب شرط وقف بانی اور غیر بانی سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
۱۶۵	موقوفہ نکیہ میں دوسری تعمیر ناجائز ہے۔	۱۳۶	جو عمارتیں زائروں کے لئے ہیں ان میں کسی کو دوا می قیام درست نہیں۔
۲۰۵	وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ یا دوسری مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔	۱۳۶	مجاوروں کو درگاہ کی عمارتوں میں قیام کا بالکل حق نہیں کہ وہ مسافروں زائروں کیلئے بنائی گئیں۔
۲۰۵	ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ یا مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی۔	۱۵۰	نکیہ موقوفہ میں ذاتی مکان بنانا، مسجد بنانا، اس کا بیچنا جائز نہیں۔
۲۱۵	مال وقف سے حاجت مند متولی دستور کے موافق کھا سکتا ہے۔	۱۵۰	وقفی قبرستان میں مدرسہ، مسجد یا کچھ اور علاوہ قبر کے بنانا جائز نہیں۔
۲۲۶	مال وقف سے مذہبی تقریبات کی شیرینی غیر حاضر کو بھیجنے کی شرط ہو یا معمول قدیم ہو تو جائز و روا ہے۔	۱۵۵	تعزیر و مزامیر معصیت ہیں۔
۲۲۶	یہی حال دعوت وغیرہ کا ہے۔	۱۵۵	معصیت میں مال وقف کا صرف حرام ہے۔
۲۲۹	پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ جائز نہیں ہے۔	۱۵۵	مال وقف پر تعدی حرام ہے۔
۲۳۲	آدمی اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے۔	۱۵۷	مسجد پر جو جائداد وقف ہے اگر واقف نے اس کی آمدنی سے بنائے مدرسہ مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔
۲۳۲	مسجد کے قریب پانچنانہ بنانا جس سے مسجد میں بو پہنچے حرام ہے۔	۱۵۷	جائداد موقوفہ کو کوئی ظالم لینا چاہے تو مسلمان ہر جائز کوشش سے اس کا دفاع کریں۔
۲۳۳	کچا بیاز یا کچا لہسن کھا کر مسجد میں جانا ناجائز ہے۔	۱۶۱	جائداد وقف میں تصرف بے جا ظلم اور باطل ہے۔
۲۳۳	مسجد خالی ہو تب بھی اس میں بدبودا داخل کرنا ناجائز۔		

۲۶۵	رہا کے جانور بہت زیادہ ہو جائیں اور ان کا خرچہ بڑھ جائے تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کر کے قیمت کو جانوروں کے چارہ اور رہا کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔	۲۳۵	مصلیوں کو اذان کی آواز بے منارہ پہنچ جاتی ہے تو مال مسجد سے منارہ بنانا درست نہیں۔
۲۸۴	مسجد کے فرش پر وضو حرام ہے۔	۲۳۵	مسجد مستحکم ہو تو اس کو توڑ کر نئی بنانا جائز نہیں۔
۲۸۴	غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں وضو کرے اس طرح کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔	۲۳۹	بجلی کے پتھوں کی ہو اطبعاً مضر ہو تو اپنے گھر میں بھی لگانا نہ چاہئے۔
۲۸۶	غیر معتکف شدید بارش میں بھجوری اس طرح وضو کر سکتا ہے کہ مینہ کا پانی سب کو بہا لے جائے۔	۲۳۹	مسجد میں ایسے چیز لگانا جس سے مصلیوں کا دل بے منع ہے۔
۲۸۸	غیر معتکف کو مسجد میں اخراج رت مکروہ ہے۔	۲۳۹	مسجد میں نجس چیز لے جانا حرام ہے۔
۲۸۸	طالب علم مسجد میں اس طرح کتاب دیکھ سکتا ہے کہ نمازیوں کو حرج نہ ہو۔	۲۳۹	برقی روشنی اور پتھوں سے حادثات کا ظن غالب ہو تو ان کا استعمال منع ہے۔
۲۸۸	اگر رت میں بدلو ہو تو ایسے شخص کا ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں۔	۲۳۹	طبعا جس چیز کا مضر ہونا ثابت ہو اس کا استعمال حرام ہے۔
۲۸۸	مسجد کو بدلو سے بچانا واجب ہے۔	۲۵۳	نیاز بزرگان دین اور میلاد کے لئے وقف جائز ہے۔
۲۸۹	متولی مسجد کی واجبی تعمیر میں محلہ والوں کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔	۲۵۸	مسجد کا سامان خریدنے والے کو چاہئے کہ کسی قسم کی بے حرمتی کی جگہ اس کو نہ ڈالے۔
۲۹۵	مسجد بنانے کی نیت سے ہندو نے مسلمانوں کو روپیہ دیا مسلمانوں نے اس روپیہ سے مسجد بنا دی مسجد ہو گئی۔	۲۶۳	مسجد منہدم ہو جائے اور اس کے اجزاء ضرورت مسجد سے زائد ہوں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی کے اذن سے فروخت کرنا اور قیمت کو محفوظ رکھنا جائز ہے۔
۲۹۵	کافر نے پرانی مسجد کی مرمت کرا دی مسجد ہی رہے گی، البتہ مسلمانوں کو کافر کی ایسی مدد قبول نہ کرنی چاہئے۔	۲۶۳	تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر پہلے سے مضبوط تر بنانا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔
۲۹۷	مخلوط مال کسی کو میراث سے پہنچا جس میں حلال حرام کی تمیز نہیں، تو وارث پر کوئی مطالبہ نہیں، ایسے مال سے مسجد بنائی مسجد ہو گئی۔		

۳۰۸	مسجد میں کھڑکی رکھنا بھی حرام ہے۔	۲۹۹	مسجد میں دروں کے طاق عدد کا مسلمانوں میں رواج ہے حتی الامکان اس روش کے خلاف نہ کیا جائے، بمجبوری جفت رکھنے میں بھی حرج نہیں۔
۳۰۹	دوسرے کا کبوتر پکڑنا حرام اور ایسا کرنے والا فاسق ہے۔	۳۰۰	اگر یہ یقین معلوم ہو کہ نئی مسجد کی تعمیر سے پرانی مسجد ویران ہوگی تو نئی کی تعمیر نہ کی جائے۔
۳۰۹	خالی کبوتر اڑانا جس میں چھت پر چڑھتے ہیں دوسروں کا مالی جسمانی ضرر ہو حرام ہے۔	۳۰۰	آباد مسجد کی اینٹ دوسری میں لگانا حرام ہے۔
۳۰۹	ایسے شخص کو منع کیا جائیگا اور نہ مانے تو اس کا کبوتر ذبح کر دیا جائیگا۔	۳۰۰	مسجد کے احاطہ اور اس کے صحن میں دکان بنانا جائز نہیں حجرہ بنا سکتے ہیں جبکہ اس سے مسجد میں کسی طرح کی تنگی نہ پڑے۔
۳۰۹	مطلقاً کبوتر بازی جس میں مفاسد بالانہ ہوں لیکن عبث و بے فائدہ اور حرام ہے، اور پرندوں پر ظلم ہے۔	۳۰۱	دروازہ قدیم مسجد کی چھت پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا ہے بے اہل محلہ کی اجازت کے جائز نہیں۔
۳۱۰	کبوتر بازوں کو نصیحت و ہدایت۔	۳۰۲	آباد قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔
۳۱۰	مسجد میں کبوتر بازی اشد حرام ہے۔	۳۰۳	جس قبرستان میں دفن کرنا بند ہو وہاں قبر سے باہر ستون قائم کر کے بلندی پر چھت پاٹ کر چھت کو شامل مسجد کرنے میں حرج نہیں۔
۳۱۲	مباح باتیں بھی مسجد میں بلا ضرورت حرام ہیں۔	۳۰۶	نہر خاص کو پاٹ کر اس کی چھت پر مسجد بنانا جائز ہے۔
۳۱۳	مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو لانا، بیع و شراء، جھگڑے اور آواز بلند کرنا منع ہے۔	۳۰۶	غیر کی ایسی زمین پر جس پر اس غیر کو حق مزاحمت نہ رہا، مسجد بنائی تو فتویٰ اسی پر ہے کہ وہ عمارت مسجد ہو گئی۔
۳۱۳	مسجد میں آواز سے گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔	۳۰۸	مسجد کی دیوار میں اپنی عمارت کے لئے کڑی ڈالنا حرام ہے۔
۳۱۷	دارالاسلام میں بنی ہوئی مسجد کی آبادی بھی جب متعذر ہو جائے اور تغلب کفار کا خطرہ ہو تو اسباب تعمیر اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔	۳۰۸	مسجد کی دیوار سے ملا کر بلا استحقاق پر نالہ مگرنا حرام ہے۔

۳۱۹	جس زمین کو مسجد سے متعلق وقف کیا اس میں باغ و پھل ہوں تو انہیں بیچ کر مسجد کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔	۳۱۷	ناپاک تیل سے چراغ جلانا مسجد میں جائز نہیں۔
۳۲۲	فنائے مسجد میں اپنا ذاتی مکان بنانا بھی حرام ہے۔	۳۲۷	مسجد کی چھت پر و طی کرنا جائز نہیں۔
۳۲۳	مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی حرام ہے۔	۳۲۷	مسجد کی چھت پر پیشاب و پاخانہ کرنا ناجائز ہے۔
۳۳۰	نیت کا علم اللہ کو ہے، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔	۳۲۷	مسجد میں کافر کا جانا بے ادبی ہے۔
۳۳۱	مریض نے اپنی بیماری الٹی سمجھ کر دو اماں کی طبیب کو غلطی جاننے کے بعد الٹی دوا دینا حرام ہے۔	۳۵۰	بلا شرط واقف وقف کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنا ناجائز ہے۔
۳۳۱	جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجد ضرا کے حکم میں ہے۔	۳۵۲	جنب، حائض، اور نساء کو مسجد سے گزرنے کی بالکل اجازت نہیں۔
۳۳۱	جو مسجد فساد کے لئے بنائی گئی مسجد ضرا کے حکم میں ہے۔	۳۵۲	مسجد سے گھوڑے یا بیل گاڑی کو گزارنا منع ہے۔
۳۳۳	جس مسجد کی آبادی ناممکن ہو اس کے اسباب دوسری مسجد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔	۳۵۲	مسجد کو شارع عام بنانے کی اجازت نہیں۔
۳۳۴	مسجد کی دیوار پر خود ربانی کو بھی کڑیاں رکھنا حرام ہے۔	۳۵۴	مسجد میں مصارف خیر کے لئے چندہ وصول کر سکتے ہیں جبکہ آداب مسجد کی مخالفت نہ ہو۔
۳۳۵	مسجد قائم ہونے کے بعد مسجد کی چھت پر امام کے لئے بھی حجرہ بنانا جائز نہیں۔	۳۵۵	بے ضرورت مسجد کی تعمیر جدید عبث و لغو ہے۔
۳۳۵	مسجد کی دیوار پر کرایہ دے کر بھی کڑی رکھنا جائز نہیں۔	۳۵۵	تضییع مال ناجائز ہے۔
۳۳۶	مسجد میں درخت لگانا جائز نہیں الا یہ کہ زمین نمناک ہو تو رطوبت ختم کرنے کے لئے درخت لگا سکتے ہیں۔	۳۵۵	عبث حرام ہے۔
۳۳۶	درخت پہلے موجود ہوں مسجد بعد میں بنائی یہ جائز ہے۔	۳۵۵	توسیع اور بوسیدگی کی حالت میں تعمیر جدید کی اجازت ہے۔
۳۳۷	اسپرٹ مسجد میں لے جانا منع ہے۔	۳۶۰	تفریق بین المسلمین کی نیت سے جدید مسجد تعمیر کرنے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور مسجد مسجد ضرا کے حکم میں ہے۔
		۳۶۰	فساق مرتکب کبیرہ کا ذبیحہ جائز ہے، ان سے ابتداءً سلام ناجائز، زجر و تنبیہ کی نیت سے ان سے ترک راہ و رسم بہتر ہے۔

۳۸۸	مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔	۳۶۰	ظن و تخمین سے کسی مسجد کے ضرر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جس مسجد کا مسجد ضرار ہو نا یقیناً ثابت ہو اس کو ڈھایا جاسکتا ہے۔
۳۹۰	لبض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجدوں کی حرمتیں پامال کرنا حلال نہیں۔	۳۶۱	کسی کے مقابلہ میں بھی شریک پیدا کرنا جائز نہیں۔
۳۹۰	بھائی کا زکام کھونے کے لئے باپ کو قتل کر دینا عقلمندی اور روانہ نہیں۔	۳۶۲	فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کی توہین کیلئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔
۴۰۲	مسجد تنگ ہو تو درگاہ کی زمین جبراً مسجد میں شامل کرنا ناجائز ہے۔	۳۶۲	مخالف شرع حکم کو بلا جبر واکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کرنا یا اس میں دشواری ڈالنا اور آئندہ کے لئے بھی اسے نظیر بنادینا روا نہیں۔
۴۰۴	مسجد میں بالغ طلبہ کا پڑھنا اس شرط پر جائز ہے کہ اوقات نماز میں جگہ نہ گھیریں اور ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔	۳۶۱	حقیقتاً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔
۴۰۶	مسجد کا کنواں مشترک بنانا کہ اس میں مشرکین بھی پانی لے سکیں منع ہے۔	۳۶۱	مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا تمام ائمہ کے اجماع سے حرام اور مناقض ارشاد خداوندی ہے۔
۴۰۶	مسجد کو باقی اور آباد رکھنا ضروری ہے، مسجد کسی دوسرے کام میں صرف نہیں کی جاسکتی۔	۳۸۲	جنابت و حیض کی حالت میں مسجد میں جانا بیت اللہ کی بے حرمتی ہے۔
۴۰۷	مسجد کا ملکہ ناقابل استعمال ہو تو اسے مسلمان کے ہاتھ بیچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے اور وہ رقم مسجد کی مرمت میں صرف کی جائے۔	۳۸۲	کتے، خنزیر بلکہ نا سمجھ بچے اور مجنوں کو مسجد میں چلتا دیکھ کر خاموش بیٹھے رہنا مسلمان کو روا نہیں۔
۴۱۱	پورے قصبہ کی مساجد کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کا حکم۔	۳۸۲	احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو مسجد سے نہ روکنا خلاف حکم حدیث ہے۔
۴۱۱	سینوں کی بنائی مسجد کو رفع فساد کے لئے غیر مقلدوں کو دینا حرام ہے۔	۳۸۲	مساجد کو یقینی بے حرمتی کے لئے پیش کرنا شنیع و خبیث ہے۔

۴۳۱	مسجد میں مٹی کا تیل جلانا مسجد کی بے حرمتی اور حرام ہے۔	۴۱۸	مسجد میں اپنے لئے سوال منع ہے اور کسی دوسرے ضرورت مند یا قومی ضرورت کے لئے نہ صرف جائز بلکہ سنت رسول ہے۔
۴۳۱	دستور اور عرف کے موافق مال وقف سے مسجد میں روشنی کی جائے۔	۴۱۸	بغیر امتیاز ہر شخص کو مسجد میں وعظ کی اجازت دینا منع ہے اور روکنا واجب ہے۔
۴۳۱	محراب اور دیوارِ قبلہ میں نقش و نگار مال وقف سے مکروہ ہے۔	۴۲۰	مسجد کو برباد کر کے ایک جامع مسجد بنانا حرام ہے۔
۴۳۲	متکلف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔	۴۲۰	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا منع ہے۔
۴۳۲	مسجد میں نا سمجھ بچوں کو لے جانے کی ممانعت ہے۔	۴۲۱	مصلحت شرعی ہو تو اپنا عالم ہونا ظاہر کیا جاسکتا ہے اور خود ستائی کے لئے ہو تو حرام ہے۔
۴۳۲	جو شخص اجرت لے کر طلبہ کو پڑھائے اس کو مسجد میں تعلیم دینا سخت ناجائز ہے۔	۴۲۲	کسی مسجد کی شرعی شہادتوں سے مقبرہ ہونا ثابت ہو جائے تو مسجد کی عمارت منہدم کر دی جائے۔
۴۳۵	مسجد کی تعمیر کے لئے بانی کا شریف النسب ہونا ضروری نہیں۔	۴۲۷	بعینہ حرام مال کو مسجد کی ضروریات مثلاً وضو خانہ و سقاہ کے لئے بھی لینا حرام ہے خاص جس مال کے لئے معلوم نہ ہو کہ حرام ہے اس کو لینے میں مضائقہ نہیں۔
۴۳۷	جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ و فساد اٹھتا ہو اس کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے۔	۴۳۰	امام مسجد کا مقتدیوں سے کج خلقی سے پیش آنا ناجائز ہے گناہ ہے۔
۴۳۷	بلا وجہ شرعی مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے روکنا فساد و حرام ہے۔	۴۳۰	امام مسجد جو نہ خود اذان دے نہ دوسروں کو اذان دینے دے فاسق ہے۔
۴۴۰	کسی مسجد کے شہید ہونے کا خطرہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی طاقت نہ ہو تو غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں۔	۴۳۰	جو امام مسجد کی صفائی سے دوسروں کو روکے اور خود بھی نہ کرے مسجد کا بد خواہ ہے۔
۴۴۲	بلا ضرورت مسجد کو توڑنا اور اس کو بدلتا حرام ہے۔	۴۳۱	مسجد میں درخت لگانا ممنوع، اور دوسروں کے بوئے ہوئے ہوں تو ان کو اس کی اجازت کے بغیر گھر لے جانا جائز نہیں۔
		۴۳۱	مسجد کی اشیاء پر مالکانہ قبضہ حرام ہے۔

۴۸۲	مسجد کے وضو خانہ کو دکان بنانا حرام ہے،	۴۴۲	مسجد کی لکڑی اپنی ضرورت میں نہیں لائی جاسکتی
۴۸۳	وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں۔	۴۴۳	مسجد کے احاطہ کے درخت اگر مسجد پر وقف ہوں تو ان کے پھل بے قیمت کھانا حرام ہے، اور دوسرے کے ہوں تو اس کی اجازت درکار ہے، یہ بھی اجازت ہے کہ اس غرض سے بوئے کہ جو اسمیں رہے وہ کھائے۔
۴۸۷	جس وقف میں افطاری کے لئے مد مقرر ہو اگر افطار کے وقت بے روزہ دار بھی شریک ہوں متولیوں پر کچھ الزام نہیں۔	۴۵۱	جو سامان کسی خاص مسجد کے لئے خریدایا گیا ہے کسی دوسرے کا اپنے مصرف میں لانا حرام ہے۔
۴۸۷	بازاری عورت روزہ کشائی یا مسجد میں چٹائی وغیرہ کے لئے کچھ بھیجے تو اس کا شرعی حکم۔	۴۵۳	مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے۔
۴۸۸	بازاری عورت کے عطیات سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔	۴۵۸	نابالغ بچوں کی تعلیم کے لئے مسجد میں جانے کا حکم۔
۴۸۹	مسجد کے بیکار اسباب خرید کر بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے جائیں۔	۴۶۳	عام کنوؤں میں غیر مسلم کاروبار عدم استحقاق کی شرط کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔
۴۹۱	مسجد میں سوال حرام ہے، اور مختلف کے علاوہ دوسرے کا عقد و معاملہ اور مباح بات چیت بھی حرام ہے۔	۴۶۷	اسلامی کام میں غیر مسلم کا عطیہ نہ لینا چاہئے۔
۴۹۵	مسجد کا بیکار پیال اور چٹائی جو پھینک دی جائے اس کو اٹھا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔	۴۶۷	خزانہ والی ملک کا ذاتی سرمایہ نہیں ہوتا۔
۴۹۸	قبلہ کی دیوار میں حد نظر سے اوپر کوئی کتبہ یا نقش و نگار منع نہیں ہے۔	۴۷۳	بہتان کی اشاعت فاحشہ اور حرام ہے۔
۵۰۰	ریکاری حرام ہے اور بلا وجہ کسی پر ریکاری کا الزام لگانا بھی حرام ہے۔	۴۷۷	حکم شرعی نافذ کرنے کے لئے عوام سے مشورہ لینا ضروری نہیں۔
۵۰۳	پرانا درخت جو مسجد میں ہو کانا ضروری نہیں۔	۴۷۸	بلا عذر شرعی کسی عہدہ دار کو اس کے عہدہ سے معزول کرنا جائز نہیں۔
۵۰۶	مسجدوں میں کافروں اور مرتدوں کا مال نہ لیا جائے۔	۴۸۲	مسجد کے کسی حصہ کو دکان یا تہ خانہ بنانا جائز نہیں۔

۵۳۷	قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز ہے اس کے کاٹنے کا حکم نہیں، سوکھ جائے تو کاٹ سکتے ہیں۔	۵۰۶	مرتبہ رافضی نے مسجد بنائی مگر گیا تو اس کا عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔
۵۳۷	قبرستان میں جانور چرانا جائز نہیں۔	۵۰۷	مسجدوں کو بچوں اور پانگلوں سے دور رکھو۔
۵۴۰	مسلمانوں کی قبر کھودنا شدید جرم ہے۔	۵۰۸	قبرستان میں نیاراستہ نکالنا حرام ہے۔
۵۴۰	جان بوجھ کر ظالم کی مدد کرنا اسلام کی رسی گلے سے نکالنا ہے۔	۵۱۴	عاشق معشوق مسلمان ہوں تو آپس میں ایک دوسرے کو جو دیں رشوت ہے۔
۵۴۵	مسجد کو غیر معمولی آراستہ کرنے کی ممانعت ہے۔	۵۱۸	کتاہیں جامع مسجد کے لئے وقف کیں تو کسی دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف ان کا انتقال جائز نہیں۔
۵۵۸	سود کا مرتکب اگرچہ ایک بار ہی ہو فاسق ہے۔	۵۲۰	رافضی کو وقف مسلمان کا متولی بنانا حرام ہے۔
۵۵۸	بلاعذر صحیح شرعی تارک جماعت فاسق ہے۔	۵۲۰	کافر سامان دے تو اس کا بعینہ مسجد میں لگانا منع ہے۔
۵۵۹	بلاعذر صحیح شرعی تین سال تک زکوٰۃ نہ دے تو فاسق ہے۔	۵۲۰	کافر اس طور پر رقم دے کہ مسلمان پر احسان رکھے تو لینا جائز نہیں ہے نیاز مندانہ دے تو لے لیں۔
۵۵۹	مسلسل تین سال تک عشرہ ادا کرے تو فاسق ہے۔	۵۲۱	مسجد کو منہدم کر کے دوسری جگہ اس کے ملبہ سے مسجد بنانا حرام ہے۔
۵۶۰	شطنج جو مفضی ترک جماعت ہو بالاتفاق حرام ہے۔	۵۲۱	دو مسجدیں ملی ہوئی ہیں تو ان کے بیچ کی دیوار ہٹا کر ایک کرنا جائز ہے۔
۵۶۰	تاش، گنجفہ، چوسر بلا شرط ناجائز و ممنوع ہے۔	۵۲۲	مسجد کے کنوئیں سے مشرکین کو پانی بھرنے سے منع کرنا چاہئے۔
۵۶۵	غیر مسلم سے دینی کاموں میں مدد نہ لی جائے۔	۵۲۹	وعدے کا ایفاء واجب نہیں۔
۵۶۷	جس متولی کی خیانت ثابت ہو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔	۵۳۱	جزائی، ابرص، گندہ دہن، جس کے لباس میں بدبو ہو، بدزبان، فتنہ پرور جیسے وہابی غیر مقلد، رافضی کو مسجد سے روکا جائے گا۔
۵۶۸	جس نے مفضول کو افضل کا حکم بنایا اس نے اللہ و رسول سے خیانت کی۔	۵۳۲	مقبرہ میں کسی بھی سنی مسلمان کو دفن ہونے سے روکا نہیں جائے گا۔
۵۶۸	قبر پر استنجا حرام، اگال یا ہانڈی کا دھوون ڈالنا توہین، اور بلا ضرورت شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے۔	۵۳۳	عام متقاہر میں تعمیر و تصرف کی اجازت نہیں۔

۱۲۲	۵۷۹	اپنے صرفہ سے متولی کا عام مسلمانوں کو برف پلانا معیوب نہیں۔	مال حرام کے مصرف خیر میں لانے کا حیلہ۔
	۵۷۹	برف کا پانی پینے کے لئے مسجد میں مجمع نہ ہو۔	ٹھیکہ داری کو حدود شرع میں کرنے کی تدبیریں۔
	۵۷۹	مسجد میں شور و غل ناجائز ہے اور غیر معتکف کو کھانا پینا ناجائز ہے۔	سیر
۱۲۱	۵۹۴	طالب تولیت کو متولی نہ کیا جائے۔	اسلام کی شرکت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔
۱۳۱	۶۰۰	فاسق کی تعظیم سے خدا کا عرش کا پتلا ہے اور غیر مسلموں کو مسجد میں احترام کے ساتھ لے جانا اس سے برا ہے۔	مسلمان وقف کر کے مرتد ہو جائے تو وقف باطل ہو جاتا ہے۔
۲۲۰	۶۱۱	متولی بنانا تو بڑی بات ہے مرتدین سے دینی کاموں میں مدد لینا بھی حرام ہے۔	جو کہے کہ عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں یا کہے کہ خدا اوپر ہے یہاں آئے تو اس کو ہم درست کر دیں گے، مرتد ہے، اس کے احکام مرتدین کے ہیں۔
۳۸۱	۶۱۱	کافر کو مسلمانوں کے عظیم کام میں دخیل اور راز دار بنانا حرام ہے۔	کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے
۳۸۳	۶۱۴	عشر وصول کرنے والا آزاد اور مسلمان ہونا چاہئے۔	اسلامی سلطنت میں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں۔
۴۰۳	۶۱۴	چنگی کے محرر اور چوکی کے پولیس کا درجہ بھی غیروں کو نہ دیا جائے۔	اس زمانہ کے روافض مرتد ہیں ان کی بنوائی مسجد، مسجد نہ ہوگی۔
۴۰۴	۶۱۴	یہودی کو مسلمانوں کے اعمال پر مقدم کرنا حرام ہے۔	مرتد کی بنوائی ہوئی مسجد کو سنی نے خرید کر مسجد کر دیا تو اس کے مسجد ہونے، نہ ہونے کی صورتوں کا بیان۔
۴۰۴	۶۲۰	وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔	مرتد کے حالت اسلام کا کسب، اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور زمانہ ارتداد کا کسب فی ہے۔
۴۶۶		حیل	مرتد کا مال اس کے مرنے کے بعد فی مسلمین ہے۔
۴۶۶	۱۱۸	حرام کی کمائی کے مصارف خیر میں صرف کرنے کا طریقہ۔	کافر غیر ذمی، غیر مستامن کا مال نقص عہد کے بغیر حاصل ہو تو مسلمان کے لئے حلال ہے مسجد کو انہدام کے بعد کافر بنائے مسجد ہی رہے گی۔

۶۱۵	ذمی کافر کا حکم اکثر معاملات میں مسلمانوں جیسا ہے۔	۴۶۶	مرتد کا وقف موقوف رہتا ہے، مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جاتا ہے، مرتد مر جائے تو فے ہو کر صحیح ہو جاتا ہے۔
۶۱۵	حربی سے مطلقاً قطع تعلق کا حکم ہے مرتد ان سب میں اخبث ہے۔	۵۰۳	تبرائی کا وقف جائز نہیں، اس کے مرنے کے بعد مسلمان اس میں جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں۔
۶۱۵	مرتد کو بادشاہ اسلام غور فکر کے لئے جیل میں تین دن کی مہلت دے گا۔	۵۲۳	روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں۔
۶۱۶	صرف ذمی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی ولایت صحیح ہے۔	۵۲۳	مرتدوں کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔
۶۱۸	مرتدین کے احکام۔	۵۲۳	ارتداد کے بعد تمام علاقے ختم ہو جاتے ہیں۔
	ترغیب و ترہیب	۵۲۴	کفری عقائد کی تائید کفر ہے۔
۱۱۶	تین عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔	۵۸۵	تقدیر کا منکر رافضی معتزلی ہے اور محبوبان خدا سے توسل کا منکر نجدی و بابی، ایسے شخص کو سنی حنفی مسلمانوں کے مدرسہ کا مہتمم نہیں رکھا جاسکتا۔
۲۱۵	حرص و آز کی مذمت اور قناعت کے فضائل۔	۵۸۷	جو کہے میں مسائل شرعیہ نہیں جانتا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔
۲۲۰	اسراف کی مذمت۔	۶۰۹	جو رافضی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دے کافر ہے۔
۲۳۲	صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا۔	۶۰۹	اگر حضرت علی کو صرف افضل مانے تو گمراہ ہے کافر نہیں۔
۲۸۹	ویرانی مسجد کے خواستگار کے لئے وعید شدید۔	۶۰۹	رافضی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں تو ہم انہیں کافر کہیں گے۔
۳۱۰	بے گناہ بے زبان جانور پر ظلم آدمیوں کی ضرر رسانی سے شدید تر ہے۔	۶۰۹	رافضیوں کا قول کہ آواگون ہوتا ہے، اور امام غائب خروج کریں گے، کفر ہے۔
۳۱۰	دنیا گزشتہی ہے ایک دن انصاف کا آنے والا ہے۔		

۳۹۰	مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا جنک وابتدال ہے۔	۳۱۰	ثواب و عذاب اور جنت و جہنم مکلفین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔
۳۹۸	سبیل نجات۔	۳۱۱	مسجد میں بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے جانور گھاس کو۔
۳۹۸	گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔	۳۱۲	مسجد میں دنیا کی بات کرنے والوں کے منہ سے بدبو نکلتی ہے۔
۳۹۸	جیسا گناہ ویسی ہی توبہ چاہئے۔	۳۱۵	بئیر بازی بکوتر بازی سے بھی زیادہ سخت قبیح اور شنیع ہے، مسلمانوں پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے، عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے افعال شنیعہ سے روکیں۔
۳۹۹	مسجد کی بے حرمتی میں مدہانت کرنیوالوں کیلئے وعید شدید۔	۳۱۵	جو لوگ گناہ میں شریک نہ ہوں مگر گناہ کرنے والوں کو باوصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی مآخوذ و گرفتار ہیں۔
۳۹۹	مسجد کے بے حرمتی پر مصالحت کرنیوالوں کو نصیحت۔	۳۲۲	سچے دل سے توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔
۴۰۰	ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق مساجد کو بے حرمتی سے بچا کر دنیا میں سرخرو اور آخرت میں مثاب ہوں۔	۳۳۱	اتفاق و اتحاد کی ہدایت۔
۴۲۵	پختہ مسجد بنانے کا ثواب۔	۳۵۰	اعدام مسجد میں وعید شدید۔
۴۳۱	جو منتظم مسجد کی چٹائی کو ٹھری میں بند کر دے اور اپنی چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے نہ دے ظالم ہے۔	۳۵۵	قیل و قال، کثرت سوال اور اضاعت مال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔
۴۳۷	مال وقف پر اپنا قبضہ جمانے والا، نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے روکنے والا موزی اور قابل اخراج ہے۔	۳۵۵	فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔
۵۰۸	چنگاری پر پیر رکھنا قبر روندے سے آسان ہے۔	۳۶۷	فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔
	حدود و تعزیر	۳۷۱	ہر مسلمان لایسما اہل علم کو انکشاف حق کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔
۱۶۳	ہندوستان میں خلاف شرع حرکتوں کی بڑی تعزیر یہ ہے کہ مسلمان ایسے شخصوں سے مقاطعہ کریں۔	۳۸۶	حرام شرعی کو حسب دلخواہ نہایت مسرت خیز، موجب اطمینان و دلجمعی مسلماناں قرار دینا اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہنا اشد ظلم ہے۔

۴۱۳	نئی مسجد تعمیر کرنے سے بہتر پرانی مسجد آباد کرنا ہے۔	۲۲۶	ہر متولی و منتظم خیانت ظاہر ہونے کے بعد معزول کیا جاسکتا ہے۔
۴۲۶	ایک حدیث شریف کا مضمون کہ قیامت کے دن مسجد کی ساری زمین جنت میں داخل کی جائے گی۔	۴۰۹	مسجد پر قبضہ کرنے والے ربلو خوار فساد سے قطع تعلق کا حکم ہے۔
۴۶۳	مسجد اور مدرسہ میں افضل مسجد کی تعمیر ہے، علم دین کی تعلیم البتہ فرض ہے۔	۴۱۹	طالب علم کی شرعی حد تعزیر۔
۴۶۳	مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ ہے۔	۵۰۳	کنوئیں پر کھینچی ہوئی دیوار کو اپنا آلہ تناسل بنانا کفر نہیں بیہودگی ہے۔
۴۶۸	امور خیر کے لئے چندہ کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔	۵۴۳	ہندوستان میں تعزیر کی صورت صرف مقاطعہ ہے۔
۶۲۷	کہاں وقف افضل ہے اور کہاں تصدق افضل ہے، اس امر کی تفصیل۔	۶۱۸	رافضیوں کو متولی بنانے والے تعزیر کے مستحق ہیں۔
	مناظرہ		فضائل و مناقب
۳۷۲	جواب استفسار اول پر نظر۔	۲۰۲	اعلیٰ حضرت کے معاصر علمائے اہلسنت کے القاب۔
۳۷۴	مولوی صاحب کے اغماض نے اصل معاملہ میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔	۲۱۸	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصیدہ نعتیہ سن کر روئے مبارک عطا فرمائی۔
۳۷۶	روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے مخالف مذہب جمہور نہیں۔	۲۸۹	علماء نے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔
۳۷۷	مولوی صاحب نے جو مصالحت مسجد کے بارے میں کی ہے کوئی ہندو اس کو سوالہ کے بارے میں قبول نہیں کر سکتا، اور نہ ہی خود مولوی صاحب اس کو اپنے مکان سکونت کے بارے میں گوارا کریں گے۔	۲۸۹	تعمیر مسجد کے فضائل قرآن و حدیث سے۔
۳۷۸	مولوی صاحب کے مصالحت کا حاصل۔	۲۹۹	طاق عدد اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔
		۳۰۰	مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے۔

۳۷۴	جرم بغاوت کو تمام دنیوی سلطنتیں سنگین ترین بلکہ ناقابل معافی قرار دیتی ہیں۔	۳۸۰	جواب استفسار دوم پر نظر۔
	تاریخ و تذکرہ	۳۸۰	"فیصلہ کانپور پر ایک نظر" کا ردِ بلیغ۔
۲۹۱	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجدوں میں مینار اور کنگرے نہیں تھے بعد میں قلوب عوام میں عظمت ڈالنے کے لئے علماء اور عوام مسلمان نے اس کو مستحسن سمجھا۔	۳۸۰	عالم مصالح کی تدبیر اول نا منظور و شنیع ہونے کا بیان۔
۳۱۰	ایک عورت بلی کو قید کرنے کی وجہ سے جہنم میں گئی۔	۳۸۱	ایک صحیح مسئلہ کو موقع سے متعلق سمجھنے میں مولوی صاحب سے بکثرت خطائیں ہوئیں۔
۳۲۵	مسجد نبوی کی تاریخ۔	۳۸۲	تجوید دوم کی شنائیں۔
۵۱۲	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ سے تصرف مسلمین پر شرط بدل کر مال لیا۔	۳۸۷	ایک عذر گناہ بدتر اگر گناہ کا رد۔
۵۸۵	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔	۳۸۹	متعلق جواب استفسار سوم۔
۵۹۵	موقع تہدید میں ہماری مسجد کہنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔	۳۹۱	متعلق جواب استفسار چہام۔
۶۱۱	روافض کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی۔	۳۹۳	متعلق جواب استفسار پنجم۔
۶۱۲	امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کو کاتب بنانے سے منع کیا۔	۳۹۵	متعلق جواب استفسار ششم۔
	اسماء الرجال	۳۹۵	مولوی صاحب کی مصالحت سے لازم آیا کہ مسجد، مسجد تو درکنار سرے سے وقف ہی نہ ٹھہرایا۔
۳۵۶	اشاہ نظائر کے مصنف امام ابراہیم نہیں ہیں۔	۳۹۵	متعلق جواب استفسار ہفتم۔
	تصوف و طریقت	۳۹۵	الزام کی تین صورتیں۔
۵۹۲	سجادگی میں معروف یہی ہے کہ وہ سجادہ نشین ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو۔	۳۹۶	اس امر کے روشن ثبوت کہ مصالحت مذکورہ کی کاروائی ایک شخصی کاروائی ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔
			سیاست

۲۹۴	آج کل یہ طرز تعمیر مسجد کی حفاظت اور اس کے امتیاز کا بھی ذریعہ ہے۔	۵۹۳	شیخ بے سجادہ نشین مقرر کئے مرگیا، بعد میں لوگوں نے کسی کو اس کا گدی نشین کر دیا۔ یہ جائز نہیں۔
۳۳۱	چند فتوؤں کی اصلاح۔		جرح و تعدیل
۳۳۷	مسجد میں درخت لگانے کی مختلف صورتوں کا حکم۔	۴۲۶	فضیلت مسجد سے متعلق دو حدیثوں کے مؤول اور معلل ہونے کا بیان۔
۳۴۰	خانہ، حجر، حاوی، درخت کی عبارتوں کا صحیح محمل۔	۴۲۶	مسجد کے ارد گرد کی زمین کا داخل جنت ہونا ثابت نہیں۔
۳۵۶	اشباہ نظائر کی طرف منسوب ایک غلط عبارت کی تصحیح۔		امانت
۳۵۷	اشباہ کی دوسری عبارت کی تشریح۔	۴۸۹	امانت کا اپنے صرفہ میں لانا حرام ہے، توبہ استغفار لازم اور تاوان واجب ہے۔
۳۷۲	چھت اور زمین دو مترادف الفاظ نہیں ہیں۔		متفرقات
۴۱۱	مسئلہ کی تفہیم کے لئے ایک دلنشین مثال۔	۱۹۲	شامی پر تنقید۔
۴۴۶	امام نسفی اور صاحب بیان القرآن کے اقوال میں تطبیق۔	۲۳۳	جس سے انسان ایذا پاتا ہے اس چیز سے ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں۔
۴۵۳	مسجد میں درخت لگایا گیا تو کب مسجد کا ہوگا اور کب لگانے والے کا، اور مسجد میں لگے ہوئے درخت کے اکھاڑنے اور نہ اکھاڑنے کی تفصیل۔	۲۶۳	مصنف علیہ الرحمۃ کی نہایت شاندار تحقیق کہ امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے۔
۴۶۲	مشترک روپیہ مسجد لگانے کا مسئلہ۔	۲۶۳	امام ابو یوسف کی روایت کا حاصل۔
۴۷۴	ایک لا معلوم الحجۃ زمین کے متعلق استفتاء۔	۲۷۴	مصنف علیہ الرحمۃ کا شامی پر ایک حاشیہ۔
۴۷۸	اس شرط پر کسی کی ممبری کے لئے کوشش کرنا کہ مسجد میں دو ہزار روپیہ دے، معاملہ کی تصحیح کی مختلف صورتیں اور مصنف کی ژرف نگاہی۔	۲۸۸	جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے فرشتے بھی اس سے ایذا پاتے ہیں۔ (حدیث)

۵۹۲	سجادہ نشینی خلافت خاصہ ہے، اور سجادہ نشین کے فرائض میں اجرائے سلسلہ تولیت اور جملہ نظم و نسق عزل و نصب اور صاحب سجادہ کی نیابت مطلقہ داخل ہے۔	۵۱۹	واقف ناظر کو معزول کر کے خود متولی بنے اس مسئلہ میں صاحبین کے اختلاف اور قول مفتی بہ کی تحریر۔
۶۱۶	شامی کی عبارت کا مطلب۔	۵۵۵	نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن کی توضیح۔



بسم الله الرحمن الرحيم

کتاب الشریکۃ

(احکام شرکت کا بیان)

مسئلہ ۱: ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں دستور ہے کہ پاٹ سن کی ڈھیر علیحدہ علیحدہ پانی میں بھگوتے ہیں، امسال کنوار کے مہینہ میں بہت سخت طوفان اور بارش کے سبب سے سب کے ڈھیر کو اکٹھا کر ڈالا، بعدہ اکثر نے نہیں لیا بعض نے اس مال کو قبض کیا اور انتظام دے کر طیار کیا اب قبض کرنے والے بعض ان اکثر کو کہتے ہیں تمہارا جتنا ہولے لو، وہ لوگ کہتے ہیں جب ہمارا مال کا کوئی شناخت نہیں ہم نہیں لیتے، اب قبض کرنے والے لوگ خود خرچ کریں یا فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیں اور قبض کرنے والے پر حلال ہو تو فقراء اور غنا ہونے میں برابر ہے یا تفاوت ہے؟

الجواب:

جب وہ لوگ نہیں لیتے تو قابضین صرف اپنا حصہ لے لیں باقی فقراء پر تصدق کر دیں، ان میں اگر کوئی فقیر ہے تو اسے بھی دے سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ

از کوہِ نبی تال

مسئلہ ۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمود بیگ و عبدالغفور بیگ دو بھائیوں کی دکان کوہِ نبی تال پر تھی، دونوں نے مال و اسباب دکان اپنے باپ کے ترکہ سے پایا اور دونوں یکجا کارکن رہے اور یکجا ان کا

خورد و نوش تھا، کوئی غیریت کسی بات میں نہ تھی، محمود بیگ مع اپنی والدہ ولایتی بیگم کے آمدنی دکان سے چھ سو روپے حج کو گیا اور سب سامان دکان عبدالغفور بیگ کے سپرد کر گیا، بعد ان کی واپسی کے پھر عبدالغفور بیگ اسی آمدنی سے تین سو روپے کر لے کر حج کو گیا اور اپنی زوجہ امراؤ بیگم اور ایک لڑکا یکساہ عبدالشکور اپنی والدہ اور بھائی کے پاس چھوڑ گیا، راستہ میں مقام احمد آباد میں اس کی طبیعت بگڑی، کل اسباب اسٹیشن پولیس میں داخل کر کے محمود بیگ کو تار دیا، وہ فوراً روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ عبدالغفور بیگ نے انتقال کیا، وہ روپیہ اور اسباب جو اسٹیشن میں تھا محمود بیگ واپس لایا، اس صورت میں اس روپے کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ صرف محمود بیگ کو ملے گا یا وارثان عبدالغفور بیگ بھی اس سے حصہ پائیں گے اور کیونکر پائیں گے؟ بینو اتوجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

جبکہ وہ تین سو روپیہ اسی دکان مشترک کی آمدنی تھا جس کے دونوں بھائی بحصہ مساوی مالک تھے تو وہ روپیہ بھی نصف نصف ان دونوں کی ملک تھا، سائل مظہر کہ روپیہ عبدالغفور بیگ اپنے بھائی کی اجازت سے لے گیا تھا اب یہ اجازت قرض تھی خواہ بہ خواہ اباحت، بہر حال کل یا بعض جس قدر باقی تھا جسے محمود بیگ احمد آباد سے لے آیا اس کے مقدار نصف میں محمود بیگ کا حق ہے اور نصف عبدالغفور بیگ کا کہ بر تقدیر عدم موانع و وارث آخر و تقدیم مایقدم جو بیس سهام ہو کر اس کے وارثوں پر یوں تقسیم ہوگا:

امراؤ بیگم _____ ۳ ولایتی بیگم _____ ۴ عبدالشکور _____ ۱۷

بحالت قرض تو ظاہر کہ نصف مضمون تھا تو ملے کا مطالبہ محمود بیگ کا ترکہ عبدالغفور پر رہا خواہ اسی روپے سے ادا کریں یا اس کے غیر سے "لان الديون تقضی بامثالها" (کیونکہ قرض اپنی مثل سے ادا کیا جاتا ہے۔ ت) اور بحالت اباحت بھی ظاہر کہ اباحت بعد موت باطل ہو جاتی ہے،

لأنها ليست تملیكا حتى تجرى فیها الارث بل تحلیل تصرف للمباح له. فإذا مات او مات المبیح بطلت امانی الثانی فلا تنتقل الملك كما علل به فی الخیریه و امانی الاول فلعدم الملك لینتقل كما اشرنا الیه۔	کیونکہ یہ تملیک نہیں ہے تاکہ اس میں وراثت جاری ہو، بلکہ اس کے لئے ایک مباح چیز میں تصرف کو حلال قرار دینا ہے، تو جب وہ یا مباح کرنے والا فوت ہو جائے گا تو باطل ہوگی، لیکن ثانی میں تو ملکیت کے انتقال کی وجہ سے جیسا کہ فتاویٰ خیر یہ میں اس کو وجہ بتایا ہے مگر پہلی میں ملکیت نہیں تاکہ منتقل کیا جائے جیسا کہ ہم نے اس کا اشارہ دیا ہے۔ (ت)

اور بحالت ہبہ تین سو میں سے ڈیڑھ سو کا ہبہ قابل قسمت میں ہبہ مشاع ہے کمانص علیہ علیہ وافی غیر ما کتاب (جیسا کہ اس پر ہمارے علماء نے متعدد کتب میں نص فرمائی ہے۔ ت) اور ایسا ہبہ مذہب صحیح پر محض بے اثر کہ بعض قبض بھی مورث ملک نہیں ہوتا جب تک جدا کر کے واہب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہو کما حققہ فی الخیریۃ والعقود الدیریۃ ورد المحتار وغیرہا (جیسا کہ خیر یہ، عقود در یہ اور رد المحتار وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) تو وہ ڈیڑھ سو بدستور ملک محمود بیگ پر رہے، ان دونوں صورتوں میں بعینہ انہیں روپوں کا نصف محمود بیگ کو ملنا چاہئے، غرض باقی کی نصف مقدار میں ہر طرح محمود بیگ کا استحقاق ثابت، ہاں جس قدر عبدالغفور بیگ صرف کر چکا تھا اس کا نصف بھی محمود بیگ کو ملے یا نہیں، یہ محل نظر ہے، اگر ثابت ہو کہ وہ روپے اس نے قرضاً یا ہبہ دئے تھے تو بیشک ملنا چاہئے "لضمان القرض و بطلان الهبة فانقلبت مضمونة بالاستهلاك" (قرض کے ضمان اور ہبہ کے بطلان کے سبب لہذا ہلاک کرنے پر ضمان ہوگا۔ ت) اور اگر اباحہ دئے تھے یعنی بحر الینا منظور نہ تھا نہ ان ڈیڑھ سو کا عبدالغفور بیگ کو مالک کیا تھا بلکہ جیسے بحالت اتحاد و یکتی ایک مال دوسرے کے خرچ میں آجاتا ہے اور اس کا معاوضہ مقصود نہیں ہوتا یوں دئے تھے تو جو صرف ہو گئے ہو گئے، ان کا بدل محمود بیگ کو نہیں مل سکتا "لان الاباحۃ تصح فی المشاع ولا تضمن" (کیونکہ اباحت حصص والی چیز میں صحیح ہوتی ہے اور اسی پر ضمان نہیں آتا ہے۔ ت) اور بیشک عرف ناس پر لحاظ سے یہاں ظاہر یہی صورت ہے اور ظاہر پر عمل واجب جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو، کہ عرف اعظم دلائل شرعیہ سے ہے۔ خیر یہ میں ہے:

ان کان العرف قاضیا بانهم يدفعونه علی وجه البدل یلزم الوفاء به، وان کان العرف بخلاف ذلك بان كانوا ینظرون فی ذلك الی اعطاء البدل فلا رجوع فیہ بعد الهلاك والاستهلاك والاصل فیہ ان المعروف عرفا کالمشروط شرعا^۱ اھملخصاً۔ اگر عرف بتائے کہ لوگ اس کو بدلہ کے طور پر دیتے ہیں تو پھر بدلہ پورا کرنا لازم ہے اور اگر عرف اس کے خلاف ہو کہ لوگ اس میں عوض کے منتظر نہیں ہوتے تو پھر ہلاک کرنے ہلاک ہو جانے پر رجوع نہیں کیا جائے گا، اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ عرف میں مشہور معاملہ شرعاً مشروط کی طرح ہوتا ہے اھملخصاً (ت)	ان کان العرف قاضیا بانهم يدفعونه علی وجه البدل یلزم الوفاء به، وان کان العرف بخلاف ذلك بان كانوا ینظرون فی ذلك الی اعطاء البدل فلا رجوع فیہ بعد الهلاك والاستهلاك والاصل فیہ ان المعروف عرفا کالمشروط شرعا^۱ اھملخصاً۔

ظہیر یہ میں امام فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول:

عرف پر اعتماد ہوگا اگر موجود ہو تو یہ قابل استدلال وجہ بن سکے گا جیسا کہ بہت دفعہ ہم ذکر کر چکے ہیں (ت)	التعویل علی العرف حتی یوجد وجه یستدل به علی غیر ما قلنا^۲۔

^۱ الفتاویٰ الخیریۃ کتاب الهبة دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

^۲ فتاویٰ ظہیریۃ

ولہذا بالآئکہ اگر زید عمرو کو کچھ روپے دے کہ خرچ کرے، یا اپنی حاجتوں میں اٹھا، یا ان سے راہِ خدا میں جہاد کر، تو قرض ٹھہرتا ہے اگر شوہر عورت کو دے کہ کپڑے بنا کر میرے پاس پہن بہہ ٹھہرے گا، یونہی طالب علم کو لکڑیاں وغیرہ دیں کہ اپنی کتابوں میں صرف کیجئے بہہ قرار پائے گا کہ یہاں عرف قاضی تملیک ہے۔ عقود الدریہ میں ہے:

دفع الیہ دراهم فقال له انفقها ففعل فهو قرض كما لو قال اصرها الى حوائجك ¹ ۔	ایک نے دوسرے کو کچھ دراهم دئے کہ خرچ کرو تو اس سے لے کر خرچ کر لئے تو یہ قرض قرار پائے گا جیسے کوئی یوں کہے کہ یہ اپنی ضروریات میں صرف کرو (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال لاخر خذ هذا المال واغز في سبيل الله عزو علافه قرض كذا في الظهيرية ² ۔	اگر یوں کہا یہ مال لو اور فی سبیل اللہ جہاد کرو، تو یہ قرض شمار ہوگا، ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اعطى لزوجته دنائير لتتخذ بها ثيابا وتلبسها عنده فدفعتهما معاملة فهي لها قنية ³ ۔	خاوند نے بیوی کو کچھ دینار دئے کہ وہ کپڑا لے کر گھر میں لباس کے طور پہنے تو بیوی نے وہ دینار آگے معاملہ کے طور پر کسی کو دے دئے تو بیوی کو اختیار ہے، قنیہ (ت)

ہندیہ میں ہے:

قال لمتفقہ اصرف هذه الخشبة الى كتبك فهو هبة والصرف الى الكتب مشورة كذا في القنية ⁴ ۔	کسی نے طالب علم کو کہا کہ یہ لکڑی لے جا کر اپنی کتب کے لئے استعمال کرو، تو یہ بہہ ہوگا، اور کتب کے لئے استعمال صرف مشورہ ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے (ت)

اسی طرح اگر کسی کو مثلاً قاب پلاؤ یا اور کوئی عاریت کا نام کر کے دیا تو قرض ٹھہرے گا "لان عاریة مالا ينتفع به الا بالاستهلاك قرض" (کیونکہ ایسی چیز کو عاریۃ دینا جس کو صرف کر کے ہی نفع لیا جاسکتا ہے تو وہ قرض ہوتا ہے۔ ت) اور ان میں باہم دوستی و اتحاد ہے تو اباحت "لمكان العرف" (باحث ہے کیونکہ یہی عرف ہے۔ ت) در مختار

¹ العقود الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب الهبۃ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۹۱/۲

² الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الهبۃ الباب الاول نوائی کتب خانہ پشاور ۳۷۵

³ ردالمحتار کتاب الهبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۹/۴

⁴ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الهبۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۶/۴

لو اعاره قصعة ثريد فقرض ولو بينهما مبسطة فاباحة¹ -
اگر خرید کا پیالہ عاریۃً دیا تو قرض ہوگا اور لین دین والوں میں
بے تکلفی ہو تو یہ امانت ہے (ت)

مسئلہ ۳: ازراست رام پور بلا سپور دروازہ مرسلہ شہزادہ میاں معرفت مولوی سید خواجہ احمد صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اراضی تعدادی (۳۰ لکھ اعلیٰ) پختہ کے چند اشخاص بذریعہ میراث بطور اشتراک مالک تھے اور اسی طرح چند روز تک مالک رہے، منجملہ اراضی مذکورہ کے (۱۲ لکھ اعلیٰ) پختہ اراضی پر منجانب سرکار قبضہ ۱۳۰۸ھ میں ہو گیا، یہ مقبوضہ اراضی سرکار وہ ہے کہ جس میں اشخاص مذکورہ بالا کے مورث نے بازار پینٹہ لگایا تھا، بعد ازاں اراضی مذکورہ مع اس اراضی پینٹہ والے کے ۱۳۱۲ھ فصلی میں باہم تقسیم ہو گئی اور عملدآمد سرکار میں بھی اس تقسیم کا ہو گیا اور حصص ہر ایک کے مشخص اور ممتاز ہو گئے۔ مثلاً زید کے حصے میں یہ اراضی مقبوضہ سرکاری پینٹہ والی مع کچھ دیگر اراضی کے (جملہ لکھ ۴) پختہ آئی اور سب شرکاء رضامند اس تقسیم ہو گئے اور زید نے اور ایک بیگہ اراضی دیگر شرکاء سے منجملہ ۶ بیگہ پختہ کے خرید بھی لی بعد ان معاملات کے زید نے سرکار میں چارہ جوئی کی اور چاہا کہ سرکار اپنا قبضہ اراضی پینٹہ مذکور پر سے اٹھالے، سرکار نے قبضہ تو نہیں اٹھایا لیکن معاوضہ میں بجائے قبضہ اٹھانے کے دیگر اراضی دے دینے کا حکم دے دیا، اور سرکار کے قبضہ کو اس اراضی پر اٹھارہ^۸ سال ہوئے سترہ^۹ سال کے منافع کے بابت اندازہ ظاہر کر کے صرف مبلغ (۱۵ لکھ نقد ۸) دے دینے کا بھی حکم صادر فرمادیا۔ اب دیگر شرکاء زید جو اسکے سابق میں شریک تھے وہ چاہتے ہیں کہ اس زر نقد سرکار کے عطیہ میں سے ہم کو بھی ملنا چاہیے، جس حاکم کے قبضہ میں وہ روپیہ ہے ان کی رائے ہے کہ روپیہ مذکورہ سترہ سال پر

¹ درمختار کتاب العاریة مطبع مجتہائی دہلی ۱۲/ ۱۵۶

بانا جائے۔ جب سے کہ تقسیم ہو گئی ہے یعنی ۱۳۱۲ھ لغایت ۱۳۲۵ھ فصلی، تو زید کو تنہا جائے، اور جتنے زمانہ تک اراضی مشترکہ یعنی از ابتداء لغایت ۱۳۱۳ھ بلحاظ حصص شرکاء روپیہ تقسیم کیا جاوے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اراضی سینڈ والی اب سرکار میں خالص حق و ملک زید کی قرار پائی ہے اور زید ہی نے کوشش کر کے معاوضہ کا حکم کرایا، اور سرکار سے روپیہ بھی تنہا زید ہی کو دے دینے کا حکم ہوا، ایسی صورت میں کیا زمانہ اشتراک کا عذر کر کے دیگر شرکاء بھی رقم مذکورہ میں سے لینے کے مستحق ہیں یا کیا؟ امید کہ جواب صاف صاف بلاؤ و رعایت تحریر فرمایا جائے، بینوا تو جروا۔

الجواب:

حق کے سوا کسی کی رو رعایت خادمان شرع کا کام نہیں، اگر وہاں کچھ فتویٰ نویس اسکے عادی سمجھے ہوں تو سب کو ان پر قیاس نہ کیا جائے، وہ زمین اگر سب شرکاء کی طرف سے معدلاً استعلا تھی اور ریاست کو اس کا علم تھا کما فی الدر عن الخیر الرملی (جیسا کہ در مختار میں خیر الدین رملی سے منقول ہے۔ ت) یا اس کا ایسا ہونا عام طور پر معروف تھا کما فی رد المحتار ویؤیدہ مسألة الخان والحمام فی الاشباہ والدر (جیسا کہ رد المحتار میں ہے جس کی تائید خانوت اور حمام والا مسئلہ کر رہا ہے جو اشباہ اور در مختار میں مذکور ہے۔ ت) تو بلاشبہ یہ معاوضہ تازمانہ شرکت حسب حصص سب شرکاء کا ہے،

لان الاعداد قائم مقام الايجاب والاخذ مقام القبول فكانوا كلهم عاقدین فوجب الاجر لهم جميعاً۔	کیونکہ تیار کرنا ایجاب اور لینا قبول کے قائم مقام ہوتا ہے، تو یہ تمام لوگ عقد کرنے والے قرار پائینگے تو سب کے لئے معاوضہ واجب ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے یہ صورت کہ متصرف زید تھا اور وہ سب شرکاء کا کارکن، اور اس نے سب کے لئے اعداد کیا،

فانه اذن منهم جميعاً بحکم الاذن ولو فی ضمن العموم۔	کیونکہ وہ ان سب کی طرف سے اجازت ہوگی اگرچہ اذن عموم کے ضمن میں پایا گیا۔ (ت)

اور اگر اعداد سب کی طرف سے نہ تھا زید نے تنہا اپنے لئے کیا اور اس حالت میں ریاست نے اسے لیا اور اب یہ معاوضہ دیا تو اس کا مالک تنہا زید ہے،

لانه هو العاقد والمنافع لا تتقوم الا بالعقد فلا تكون الاله كماً فی الهندية والخيرية والعقد الدرية۔	کیونکہ وہ اکیلا ہی عاقد ہے جبکہ منافع صرف عقد سے قیمتی بنتے ہیں لہذا یہ صرف اسی کے لئے ہونگے جیسا کہ ہندیہ، خیریہ اور در میں ہے (ت)

مگر تازمانہ شرکت بقدر حصص شرکاء زید کے لئے ملک خبیث ہے لتصرف فی ملک غیرہ (غیر کی ملکیت میں تصرف کی وجہ سے) اس پر لازم ہے کہ اس قدر تصدق کرے یا شرکا کو دے اور یہی اولیٰ ہے کما فی الخیریة

وغیرہا) جیسا کہ خیر یہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ان کے لئے طیب ہوگا لانہ نماء ملکھم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ت) اور اگر معدلاً استقلال نہ تھی تو کسی شریک کے لئے کوئی معاوضہ ریاست کے ذمے نہ آیا لعدم الاجارۃ صراحة ولادلالة (اس لئے کہ اجارہ نہ صراحۃً ہے نہ دلالتاً۔ ت) جو کچھ زیادہ محض ہبہ و عطیہ ہے جسے دیا تھا اسی کا کام ہے اور تمام و کمال اس کے لئے طیب و حلال ہے،

لانہ لیس عوضاً من مشترك حتی یحتمل اشتراك الشركاء فیہ۔ یہ	مشترکہ چیز کا معاوضہ نہیں تاکہ اس میں شرکاء حضرات کی شرکت کا احتمال ہو۔ (ت)

مگر یہ کہ شرکاء میں کوئی یتیم ہو تو البتہ اس کے حصے کے قابل بعد اخذ ریاست تا انتہائے شرکت جتنے دنوں وہ نابالغ رہا ہو اس قدر کا حصہ اس یتیم کو دینا واجب ہے،

لانہ منافع ماله کمنافع الوقف مضمونة بالاستهلاك بلا شرط الاعداد کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر۔	کیونکہ یتیم کے مال کے منافع وقف کے منافع کی طرح ہلاک کرنے پر مضمون ہو جاتے ہیں اگرچہ یہ شرط نہ کی گئی ہو جیسا کہ در مختار وغیرہ مشہور کتب میں ہے (ت)

یہ استثناء صورت ثانیہ میں بھی جاری ہوگا اور قدر حصہ یتیم میں زید تصدق کا اختیار نہ رکھے گا بلکہ یتیم ہی کو دینا واجب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۴: از بنارس مسجد چوک کہنہ مرسلہ محمد سلیمان و محمد صاحبان ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ خالد کے پانچ پسر، زید، بکر، حامد، جعفر اور تین دختر ہیں، خالد نے مکان مسکونہ بنوایا۔ زید، بکر، عمرو جنگی شادی ہو گئی تھی اور بالغ تھے کچھ روپے سے اس کی تعمیر میں خالد کے شریک ہوئے۔ چند سال بعد خالد نے اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ، مکانات و اسباب دکانداری وغیرہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام ہبہ کیا اور یہ مکان مسکونہ بھی اس ہبہ نامہ میں درج ہوا، ہبہ نامہ کی تحریر کے بعد تین سال تک خالد زندہ رہا مگر جائیداد منقولہ و غیر منقولہ پر جس کو وہ ہندہ کے نام ہبہ کر چکا تھا خود قابض رہا۔ خالد کی حیات میں زید، بکر، عمرو، حامد واسطے خورد و نوش کے فی کس پانچ روپے دیتا تھا اور سبھوں کا کھانا یکجائی پکتا۔ جعفر صغیر سن تھا اسی وجہ سے شریک نہ تھا، ہر پسر اپنی اپنی آمدنی علیحدہ اپنے پاس رکھتا تھا اور امور خانگی میں خود خرچ کرتا تھا، صرف کھانا یکجائی تھا، بعد انتقال خالد ہندہ کے زمانہ میں بھی خورد و نوش کا ایسا ہی انتظام رہا، اور دکان بلا فہرست اسباب عمر کے سپرد ہوئی اس شرط پر کہ وہ ایک آنہ ان فی روپیہ دستوری لے لیا کرے جب مال فروخت ہو، اور وہ حساب کتاب بھی لکھتا رہے۔

تھوڑے دنوں تک عمر نے حساب کتاب لکھا مگر پھر خود ہی بند کر دیا۔ بعد وفات خالد ہندہ کے حیات میں

مکان مسکونہ میں تعمیر مزید کی ضرورت ہوئی اور حامد نے کام شروع ہونے میں روپیہ دیا، روپے کی کمی عمر و پوری کرتا تھا جن کے تعلق دکان تھی اور اپنی انگریزی پہری بھی پہرتا تھا مگر آمدنی دونوں کی یکجا رکھتا تھا اس اثناء میں خاص اپنا روپیہ لگا کر زید نے اپنے لئے بنگلہ اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا جو اب تک قائم ہے ہندہ کے انتقال کے بعد حامد نے ایک بنگلہ اپنے واسطے اس مکان مسکونہ میں اپنے روپے سے بنوایا، اور یہ اس روپے کے علاوہ ہے جو کہ حامد نے تعمیر مزید کے شروع کرنے میں دیا تھا، دیگر یہ کہ زید کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کو دو آنہ فی یوم اب تک دکان سے جو عمر و کے متعلق ہے ملتا ہے۔ اور عمر و کا بیان ہے کہ دکان کے ذمہ قرض بھی ہے مگر خالد و ہندہ نے کوئی قرضہ نہیں لیا تھا اب وارثان خالد و ہندہ میں نزاع درپیش ہے مکان مسکونہ کس طور پر تقسیم ہوگا؟ (۱) آیا زید و بکر و عمر و کا روپیہ جو حیات خالد و ہندہ میں لگا ہے مجرا ہوگا یا نہیں؟

(۲) حامد کا روپیہ اور زید کا بنگلہ جس کا وقوع بعد انتقال خالد مگر ہندہ کی حیات میں ہوا ہے مجرا ہوگا یا نہیں؟

(۳) حامد کا بنگلہ جو بعد وفات خالد و ہندہ کے تعمیر ہوا مجرا ہوگا یا نہیں؟

(۴) دختر کو مکان مسکونہ میں کس قدر حصہ پہنچ سکتا ہے صرف اس قدر مکان میں جو خالد کے انتقال کے وقت تھائی تعمیر سے لے کر؟

(۵) عمر و کی دکان کا حساب نہ لکھنے پر کوئی الزام اس پر آسکتا ہے یا نہیں؟

(۶) زید کے بیوہ کو دو آنہ ۲ فی یوم جو دکان سے ملتا ہے واپس ہوگا یا نہیں؟

(۷) عمر و کو جو قرضہ دکان مجرا ہوگا یا نہیں؟ فقط بینوا تو جروا۔

الجواب:

جواب سوال اول: ان مسائل میں اصل کلی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح ہو کہ یہ دینا فلاں وجہ پر ہے مثلاً بیہ یا قرض یا ادائی دین ہے جب تو آپ ہی وہی وجہ متعین ہوگی اور اگر یہ کچھ ظاہر نہ کیا جائے تو دینے والے کا قول معتبر ہے کہ وہ اپنی نیت سے خوب آگاہ ہے اگر اپنی نفع نیت بتائے گا مثلاً کہے میں نے قرضاً دیا قرض میں دیا بیہ مقصود نہ تھا تو اس کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور جو اس کے خلاف کامدعی ہو وہ محتاج اقامت بینہ ہوگا مگر جبکہ قرائن و دلائل عرف سے اس کا یہ قول خلاف ظاہر ہو تو نہ مانیں گے اور اسی کو اقامت بینہ کی تکلیف دیں گے بکثرت مسائل اسی اصل پر متفرع ہیں، مداینات العقود الدریۃ میں بزاز یہ سے ہے:

القول قول الرافع لانه اعلم بجهة الدفع ^۱	دینے والے کی بات معتبر ہوگی کیونکہ دینے کی وجہ کو وہ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

^۱ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب المداینات القول قول الرافع الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۴۴

فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح میں ہے:

دفع الی غیرہ دراهم فانفقها وقال صاحب الدراهم اقترضتکھا وقال القابض لابل وهبتنی کان القول قول صاحب الدراهم ^۱ ۔	ایک نے دوسرے کو کچھ درہم دے تو اس نے لے کر خرچ کر لئے، درہم دینے والے نے کہا میں نے تجھے قرض دے تھے اور لینے والا کہتا ہے نہیں بلکہ تو نے مجھے ہبہ دیا ہے، تو دینے والے کی بات معتبر ہوگی (ت)

جامع الفصولین فصل رابع وثلثین میں ہے:

صدق الدافع بیہینہ لانہ مملک ^۲ ۔	دینے والے کی بات قسم کے ساتھ مصدقہ قرار پائے گی کیونکہ وہ دینے والا ہے (ت)

وہیں ہے:

دفع الی ابنہ مالاً فاراد اخذہ صدق انہ دفعہ قرضاً لانہ مملک ^۳ ۔	بیٹے کو کچھ مال دیا اب واپس لینا چاہتا ہے تو قرض کے طور پر دینا مانا جائے گا کیونکہ وہ دینے والا ہے (ت)

وہیں ہے:

یصدق المملک لانہ اعرف فقول العالم اولی بان یقبل من قول الجاہل الا فیما یکذب عرفاً ^۴ ۔	مالک بنانے والے کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے تو جاننے والے کی بات کو ماننا اولیٰ ہے بجائے اس کے کہ جاہل کی بات مانی جائے آئیہ کہ عرف اس کو جھوٹا قرار دے (ت)

ہدایہ میں ہے:

(من بعث الی امرأته شیئاً فقلقت ہوہدیۃ وقال الزوج ہو من المهر فالقول قوله) لانہ هو المملک فکان اعرف بجهة التملیک کیف وان الظاہر انہ	جس نے بیوی کو کوئی چیز بھیجی تو بیوی نے کہا یہ ہدیہ ہے اور خاوند نے کہا یہ مہر میں شمار ہے، تو خاوند کی بات معتبر ہے کیونکہ وہ مالک بنانے والا ہے تو وہی تملیک کی وجہ کو بہتر جانتا ہے اس کے خلاف کیسے

^۱ فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر نوکثور لکھنؤ ۱/ ۱۸۸

^۲ جامع الفصولین فصل ۳۴ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۲۱۷

^۳ جامع الفصولین فصل ۳۴ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۲۱۷

^۴ جامع الفصولین فصل ۳۴ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۲۱۷

یسعی فی اسقاط الواجب (الی فی الطعام الذی یؤکل) فان القول قولها او المراد منه ما یكون مهياً للاکل لانه یتعارف هدیة ^۱ الخ۔	ہو سکتا ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ خاوند اپنے ذمہ واجب کی ادائیگی میں کوشاں ہے ہاں کھائی جانے والی چیز میں یہ بات ظاہر نہیں کیونکہ اس میں بیوی کی بات معتبر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز کھانے کے لئے مہیا کی گئی ہو کیونکہ عرفاً ایسی چیز ہدیہ قرار پاتی ہے الخ (ت)

فتح القدر میں ہے:

والذی یجب اعتباره فی دیارنا ان جمیعہ ماذکر من الحنطة واللوز والدقیق والسكر والشاة الحیة وبأقیہا یكون القول فیہا قول المرأة لان المتعارف فی ذلك كله ارساله هدیة فالظاهر مع المرأة لامعه ولا یكون القول له الا فی نحو الثیاب والجاریة ^۲ ۔	ہمارے دیار میں گندم، بادام، آٹا، شکر، زندہ بکری، اس کا گوشت وغیرہ مذکورہ تمام اشیاء میں بیوی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ عرف میں ان تمام چیزوں کو ہدیہ کے طور پر ارسال کیا جاتا ہے اس لئے ظاہر عورت کی تائید کرتا ہے نہ کہ مرد کی، خاوند کی بات صرف کپڑوں اور لونڈی وغیرہ جیسی چیزوں میں معتبر ہوتی ہے (ت)

نہر الفائق میں ہے:

وینبغی ان لا یقبل قوله ایضاً فی الثیاب المحبولة مع السكر ونحوه للعرف ^۳	مناسب ہے کہ خاوند کی بات شکر وغیرہ کے ساتھ ارسال کئے گئے کپڑوں میں معتبر نہ ہو کیونکہ عرف یہی ہے (ت)

حاشیہ ابی السعود الازہری علی الکفر میں ہے:

ینبغی ان یكون القول لها فی غیر النقود للعرف المستمر ^۴ ۔	مناسب ہے کہ نقود کے غیر میں بیوی کی بات معتبر ہو کیونکہ عرف میں یہی جاری ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

كذا ما یعطیہا من ذلك او من دراهم	یونہی شب زفاف کی صبح کو جو درہم یا دینار دئے جاتے ہیں

^۱ الهدایة کتاب النکاح باب المهر المكتبة العربیة کراچی ۱۲/ ۳۱۷^۲ فتح القدر باب المهر مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۵۶/ ۳^۳ ردالمحتار بحوالہ نہر الفائق کتاب النکاح باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۳۶۴^۴ فتح المعین علی شرح الكنز لملامسکین کتاب النکاح باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/ ۷۰

اودنا نیر صبیحة لیلة العرس ویسی فی العرف صبیحة فان کل ذلک تعرف فی زمانها کونہ ہدیۃ ^۱ ۔	ان کو عرف میں صبح کہا جاتا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں یہ ہدیہ ہونے پر عرف بن چکا ہے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر صراحۃً ثابت ہے کہ زید و عمرو بکر نے یہ روپیہ اپنے باپ کو قرضاً دیا تھا تو ضرور واپس ہوگا، یا صراحۃً ثابت ہو کہ بطور حسن سلوک و خدمت پدر ہبیۃً دیا تھا تو ہر گز واپس نہیں ہو سکتا لتحقق موانع عدیدۃ للرجوع (رجوع کرنے میں متعدد موانع پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) یا ان کے یہاں معمول قدیم رہا ہو کہ جب کبھی ایسے صرف کی باپ کو ضرورت ہوئی ہے بیٹے اس کے شریک ہوئے ہیں اور وہ شرکت ہمیشہ بے قصد واپسی رہی ہے تو قول بقیہ کا معتبر ہوگا کہ یہ دینا بھی اسی طرح تھا قرض نہ تھا دینے والے اگر مدعی ہوں کہ اس بار ہم نے قرضاً دیا تھا تو از انجا کہ ان کا وہ عرف باہمی اس دعوے کے خلاف ہے بار ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

قد قال العلامة فی الاسرار امر رجلاً بان یعمل لہ عمل کذا ولم یناطق شیئاً فی الاجر وعدمہ ان کان العامل من قبل من یعمل لہ او للناس مثل هذا العمل بغير اجر کان متبرعاً ^۲ ۔	علامہ نے اسرار میں فرمایا ایک شخص نے دوسرے کو کوئی کام کرنے کو کہا اور اس پر انہوں نے معاوضہ ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر نہ کیا تو اگر کام کرنے والا قبل ازیں اس شخص کا کام بغير اجرت کرتا رہتا ہے یا دوسرے لوگوں کا کام بلا اجرت کرتا رہتا ہے تو مفت شمار ہوگا۔ (ت)

اور اگر سب کچھ نہ ہو تو عمرو بکر خود اور زید کے وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ یہ دینا بطور ہبیہ نہ تھا مگر عمرو بکر کہ زندہ ہیں قطعی قسم کھائیں گے اور وارثان زید اپنے علم پر یعنی واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے مورث زید نے یہ روپیہ اپنے باپ خالد کو ہبیۃً دیا تھا،

کما عرف من الحکم فی الیمین علی فعل الغیر فانہا انما تكون علی العلم لامع البتات۔	جیسا کہ کسی دوسرے شخص کے کام کرنے کے متعلق قسم میں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حکم علم پر مبنی ہوتا ہے مطلقاً قطعی نہیں ہوتا۔ (ت)

^۱ رد المحتار کتاب النکاح باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۳

^۲ الفتاویٰ الخیریۃ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۳۳

جامع الفصولین میں ہے:

الوارث یصدق ان الاب اعطاه بجهة الدين لقيامه مقام مورثه فیصدق فی جهة التملیک ^۱ ۔	وارث کی یہ بات تسلیم کر لی جائے گی کہ والد نے فلان کو چیز بطور قرض دی تھی کیونکہ وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہو جاتا ہے اس لئے تملیک کی وجہ میں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

اس صورت میں اگر بقیہ ورثہ خالد مدعی ہبہ ہوں گواہ دیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

کا مطالبہ مطلقاً کر سکتا ہے کہ اگر یہ دینا قرضاً تھا جب تو ظاہر، اور اگر بطور ہبہ ہی تھا تاہم دو طرح کا شیوع رکھتا ہے:
اولاً: چند شخصوں کو روپے ہبہ کرنا۔

ثانیاً: اپنے حصے کے ماوراکا ہبہ کرنا کہ اگر بالفرض سب شرکاء نہیں ایک ہی شریک کو باقیوں کے لئے ہبہ کرنا ہوتا جب بھی اپنا حصہ سے ہبہ جدا رہنے کے باعث محتمل قسمت میں مشاع تھا اور اس قسم کا شیوع صدقہ میں بھی جائز نہیں اگرچہ قسم اول یعنی چند شخصوں پر تصدق جائز ہے بخلاف ہبہ کہ اس میں دونوں قسم کا مشاع مفسد و مبطل ہے جبکہ وہ شیء صالح تقسیم ہو۔ درمختار میں ہے:

تصدق بعشرة دراهم او هبها للفقيرین صح لان الهبة للفقير صدقة والصدقة يراد بها وجه الله تعالى وهو واحد فلا شیوع لالغنیین لان الصدقة علی الغنی هبة فلا تصح للشیوع ای لا تملك حتی لو قسمها وسلمها صح ^۲ ۔	دو فقیروں کو دس درہم بطور صدقہ یا ہبہ اکٹھے دے دئے تو صحیح ہے کیونکہ فقیر کو ہبہ بھی صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے اور وہ واحد ہے اس لئے اس میں شیوع یعنی قابل تقسیم ہونا نہ پایا گیا، لیکن یہ صورت دو غنی حضرات کو صدقہ کرنے میں صحیح نہیں کیونکہ غنی کے لئے صدقہ بھی ہبہ ہوتا ہے جب کہ ہبہ میں شیوع درست نہیں یعنی دونوں غنیوں میں سے کوئی بھی غیر منقسم کا تقسیم اور قبضہ سے قبل مالک نہ بنے گا (ت)

تنبیہ میں ہے:

الصدقة كالهبة لا تصح غیر مقبوضة	صدقہ ہبہ کی طرح ہے لہذا بغیر قبضہ اور غیر منقسم کو

^۱ جامع الفصولین فصل ۳۴ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۲۱۷

^۲ درمختار باب الهبة مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/ ۱۶۱

ولافی مشاع یقسم ^۱	تقسیم کے بغیر درست نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فَانْ قَلْتَ قَدَمَ اِنْ الصَّدَقَةَ لِفَقِيرٍ جَائِزَةٌ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِقَوْلِهِ وَصَحَّ تَصَدُّقُ عَشْرَةِ لِفَقِيرٍ قَلْتَ الْمَرَادُ هُنَا مِنَ الْمَشَاعِ اِنْ يَهْبُ بَعْضُهُ لَوَاحِدٍ فَقَطْ عَهْ فَحِينَئِذٍ هُوَ مَشَاعٌ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ بِخِلَافِ الْفَقِيرِينَ فَانَّهُ لَا شَيْعُ كَمَا تَقْدُمُ بَحْرُ ^۲ اهـ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ	اگر تیرا اعتراض ہو کہ قبل ازیں کہا ہے کہ دو فقیروں کو تقسیم سے قبل قابل تقسیم چیز کا صدقہ جائز ہے، میں کہتا ہوں کہ یہاں۔۔۔۔۔ کے معاملہ میں مشاع سے مراد یہ ہے کہ فقط اس کا کچھ ایک کو دیا ہو تو یہ مشاع (غیر منقسم جو قابل تقسیم تھا) ہوا، بخلاف فقیروں کے کیونکہ ان میں شیوع نہ پایا گیا، جیسا کہ پہلے گزرا، بحر، اهـ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

جواب سوال سوم وبقیہ دوم: زید و حامد نے زمین مکان مشترک میں جو بنگلے اپنے لئے اپنے روپے سے بنائے وہ خاص انہیں کے ہیں دیگر شرکاء کا ان میں کوئی حق نہیں، اگر باقی شرکاء اب قائم رہنا نہیں چاہتے تو مکان وزمین موروث مشترک تقسیم کریں، اگر بنگلے کی کل زمین بنگلے ہی کے حصہ میں آکر پڑی جب تو نزاع ہی قطع ہوئی اور اگر وہ کل زمین یا اس کا بعض کسی دوسرے شریک کے حصے میں پڑے تو یا باہمی رضامندی سے زمین والا اپنی زمین بنگلے والے کے ہاتھ بیع کر دے یا بنگلے والا اپنا بنگلہ کل یا بعض زمین والے کے ہاتھ اور کسی طرح تراضی نہ ہو تو زمین والے کو اختیار ہوگا کہ بنگلہ کل یا بعض جس قدر اس کی زمین میں واقع ہوا اکھڑوا دے اور اس کے سبب اگر زمین کو کچھ نقصان قلیل پہنچے اس کا تاوان بنگلے والے سے لے لے اور اگر نقصان سخت کثیر پہنچے کہ زمین کو خراب و بیکار کر دے تو اسے اختیار ہے کہ اس قدر عمارت بنگلہ جو اس کی زمین میں ہے اپنی ملک ٹھہرا لے اگرچہ صاحب بنگلہ راضی نہ ہو اور اسے،

عہ: قوله فقط ناظر الى بعضه لالى واحد حتى لو وهب بعضه فقط لجماعة لم تجز ايضا ولو وهب كله لغيره واحد جاز في الصدقة كما لا يخفى ۱۲ منہ (م)

تو، فقط، کا تعلق لفظ "بعض" سے ہے نہ کہ "واحد" سے، حتی کہ بعض حصہ اگر پوری جماعت کو بھی دیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر سارا متعدد کو دے دیا تو صدقہ میں جائز ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲ منہ (ت)

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار باب الهبة فصل في مسائل متفرقة مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۱۶۵

^۲ ردالمحتار باب الهبة فصل في مسائل متفرقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۲۲

اس تعمیر کی وہ قیمت دے دے جو روزِ واپسی زمین ایسی عمارت کا اس حال میں نرخ ہو جبکہ اسکے گرا دینے کا حکم ہو لیا ہو، اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر یہ عمارت گرا دی جائے تو جس قدر عملہ ٹوٹ پھوٹ کر بعد گرانے کے نکلے اس کا بھار روزِ واپسی کیا ہوگا اور گروانے میں کیا مزدوری جائے گی یہ مزدور اس عملہ کے بھار سے گھٹا کر جو بچے وہ اس دن اس عمارت کی قیمت ہے جس کے گرانے کا حکم ہو لیا۔ درمختار کتاب القسمة میں ہے:

بنی احد الشریکین بغیر اذن الاخر (و کذا لو باذنه لنفسه لانه مستعیر لحصة الآخر وللبيعير الرجوع متى شاء رملی علی الاشباہ اھ ش) فی عقار مشترك بينهما فطلب شريكه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فی نصيب الباني فيها ونعتب والاهدم البناء (اور ضاه بدفع قیمة ط عن الهندية) وحكم الغرس كذلك بزازية^۱ اھ مزید امان الشامی۔	مشرکہ جگہ پر ایک شریک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر تعمیر کی دوسرے نے وہاں سے عمارت ہٹانے کا مطالبہ کیا تو زمین کو تقسیم کیا جائے، اگر عمارت بنانے والے کے حصہ میں وہ عمارت آئی تو بہتر ورنہ عمارت کو گرایا جائے گا (اس پر علامہ شامی نے یہ اضافہ فرمایا یونہی شریک کی اجازت سے اپنی ذات کے لئے بنائی تو حکم یہی ہے کیونکہ اس نے گویا وہ زمین عاریۃ عمارت کے لئے اپنے شریک سے حاصل کی اور عاریتاً دینے والے کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے واپس لے لے اھ رملی علی الاشباہ اور طحاوی میں ہندیہ سے یوں ہے، یا شریک کو قیمت دے کر راضی کر لے) _____ اور پودے لگانے کا حکم بھی یہی ہے، بزازیہ، اھ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اقول: وفي فتاویٰ قارئ الهدایة وان وقع البناء فی نصيب الشريك قلع وضمن ما نقصت الارض بذلك اھ وقد تقدم فی کتاب الغصب متناً ان من بنی او غرس فی ارض غیره امر بالقلع وللمالك ان یضمن له قیمة بناء او غرس امر بقلعه ان نقصت الارض به	میں کہتا ہوں اور فتاویٰ قارئ الہدایہ میں ہے اور اگر عمارت شریک کے حصہ میں بنائی تو ہٹائے اور بنانے والے سے زمین کے نقصان کا ضمان لے اھ، متن کے کتاب الغصب میں پہلے گزر چکا ہے کہ جس نے عمارت یا پودے غیر کی زمین میں لگائے تو اسے ہٹانے کا حکم دیا جائے گا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر عمارت گرانے یا پودے اکھاڑنے سے زمین کا جو نقصان ہوا ہو تو اس کا

^۱ درمختار کتاب القسمة مطبع مجتہبی، دہلی ۲/ ۲۲۱، ردالمحتار کتاب القسمة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷۰

والظاهر جريان التفصيل هنا كذلك تأمل^۱ اه
 اقول: وكذلك تقدم في كتاب العارية متنا وشرحا
 حيث قال لواعار ارضا للبناء والغرس صح وله ان
 يرجع متى شاء ويكلفه قلعهما الا اذا كان فيه مضرة
 بالارض فيتركان بالقيمة مقلوعين لئلا تتلف ارضه
 اه^۲ وهذا اعني بناء احد الشريكين لا يخلو عن احد
 هما اذ لو بني بغير اذن شريكه كان غاصبا او به لنفسه
 كان مستعيرا فلا شك في جريان الحكم المذكور
 فيها هنا ثم ما ذكره قاري الهداية محله ما اذا كان
 النقصان قليلا غير بالغ حد افساد الارض والتملك
 محمول على النقصان الفاحش كما يفيد تعلييل الدر
 بقوله لئلا تتلف ارضه وقد نقل المحشي عن السائحاني
 عن المقدسي في الغصب تحت قول الدر من بني
 او غرس في ارض غير بغير اذنه امر بالقلع

ضمان لے اور ظاہر ہے کہ یہاں وہی تفصیل ہوگی، غور کرواھ
 اقول: (میں کہتا ہوں) اور یونہی متن اور شرح کی کتاب
 العاریۃ میں گزرا ہے جہاں فرمایا کہ اگر زمین عمارت یا پودے
 لگانے کے لئے عاریۃ دی تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ
 جب چاہے واپس لے لے اور بنانے والے کو ہٹانے پر مجبور
 کرے، ہاں اگر عمارت گرانے اور پودے اکھاڑنے سے زمین
 کو نقصان ہو تو دونوں چیزوں کو ان کی اکھاڑی ہوئی صورت کی
 قیمت کے بدلے بحال رکھا جائے تاکہ مالک کی زمین تلف نہ
 ہو، اور شریکین میں سے ایک کا تعمیر کرنا دو حال سے خالی
 نہیں کہ بغیر اجازت تعمیر کرے گا تو غاصب ہوگا یا اجازت سے
 اپنی ذات کے لئے تعمیر کرے گا تو عاریۃ حاصل کرنے والا قرار
 پائے گا تو بلا شک دونوں صورتوں میں وہاں مذکور حکم ہی
 جاری ہوگا، پھر قاری الہدایہ نے جو ذکر فرمایا تو اس کا محل وہ
 صورت ہے جب اکھاڑنے میں نقصان کم ہو جس سے زمین
 میں فساد پیدا نہ ہو، اور قیمت دے کر مالک بننے کی صورت وہ
 ہے جب زمین کا نقصان زیادہ ہو جیسا کہ در مختار کا یہ علت بیان
 کرنا "تاکہ زمین تلف نہ ہو" سے بطور فائدہ معلوم ہو رہا ہے،
 اور غصب کے باب میں محشی نے سائحانی اس نے مقدسی سے
 در مختار کے قول "جس نے غیر کی زمین میں بغیر اجازت
 عمارت بنائی یا پودے لگائے تو اسے وہاں سے اکھاڑنے

^۱ ردالمحتار کتاب القسمة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷۰

^۲ درمختار کتاب العاریۃ مطبع مہتابی دہلی ۱۵۶/۲

اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ اکھاڑے ہوئے مکان یا درختوں کی قیمت کا ضامن بن جائے اگر زمین کو نقصان کا خطرہ ہو یعنی اگر نقصان ہو تو اکھاڑنے کا استحقاق ہوگا اھ محشی کی عبارت یہ ہے یعنی ایسا فحش نقصان جو زمین کے فساد کا باعث ہو، لیکن اگر نقصان قلیل ہو تو مالک اپنی زمین واپس لے اور درخت وغیرہ اکھاڑ دے اور نقصان کا ضمان لے اھ تو اس بیان سے مذکورہ عبارت میں موافقت ہو گئی، مقصود واضح ہو گیا اور اوہام ختم ہو گئے اور بزرگی نعمت کے مالک کے لئے ہے۔ (ت)	والرد وللمالك ان يضمن له قيمة بناء او شجر امر بقلعه ای مستحق القلع ان نقصت الارض به ^۱ اھ مانصہ ای نقصاناً فاحشاً بحيث يفسدها اما لو نقصها قليلا فيأخذارضه ويقلع الاشجار ويضمن النقصان ^۲ اھ فبذا التوفيق يتضح المرام وتزول الاوهام والجدله ولي الانعام۔

نیز شامی میں ہے:

یعنی مکان یا درخت جن کو اکھاڑنے کا حق ہے ان اکھاڑے ہوئے کی قیمت سے اکھاڑنے کی مزدوری برابر منہا کر کے بقیہ قیمت دی جائے، مثلاً اگر اکھاڑے ہوئے کی قیمت دس درہم ہو اور مزدوری ایک درہم ہو تو نو درہم قیمت دے گا (ملخصاً)۔ (ت)	ای قیمة بناء او شجر امر بقلعه اقل من قيمته مقلوعاً مقدار اجرة القلع فان كانت قیمة المقلوع عشرة واجرة القلع دراهم بقیة تسعة ^۳ (ملخصاً)

خیر یہ میں ہے:

اگر مکان کا کچھ حصہ اپنی زمین اور کچھ حصہ دوسرے کی زمین میں ہو تو اپنی زمین والا حصہ اس کی صوابدید پر ہے، اور جو حصہ دوسرے کی زمین پر واقع ہے تو دوسرے کو حق ہے کہ وہ اسے گرانے پر مجبور کرے (ت)	ان وقع بعضه في حصته وبعضه في حصة الآخر فما وقع في حصته فأمره اليه وما وقع في حصة الآخر فله ان يكلفه قلعه ^۴۔

^۱ درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/۲۰۷

^۲ ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۴

^۳ ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۴

^۴ الفتاویٰ الخیریہ کتاب القسمة دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۱

یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ مکان صالح تقسیم، اور شرکاء تقسیم پر راضی ہوں ورنہ اگر بقیہ شرکاء اس عمارت کو رکھنا نہ چاہیں تو ڈھادینے سے چارہ نہیں۔ خیر یہ میں ہے:

لا یخفیٰ انہ اذا لم یسکن القسمة اولم یرضیاً بہا تعین الہدم ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	یہ مخفی نہیں کہ جب زمین قابل تقسیم نہ ہو یا فریقین تقسیم پر راضی نہ ہوں تو گرائے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

جواب سوال چہارم: دختریں مکان قدیم سے کہ وقت مرگ خالد موجود تھا ترکہ پدری پائیں گی کہ بہہ جو خالد نے ہندہ کے نام کیا تھا بوجہ قبضہ نہ دینے کے موت خالد سے باطل ہو گیا اور ترکہ ترکہ خالد ہی ٹھہرا اور اس میں سے جو حصہ ہندہ نے پایا اور نیز تعمیر مزید سے کہ زمانہ ہندہ میں سب شرکاء کے لئے ہوئی جس قدر حق ہندہ تھا ان دونوں میں سے ترکہ مادری لیں گی اور اگر زید کے ورثہ میں بہنوں کا کوئی حجب مثلاً بیٹا یا پوتا نہیں تو جب کچھ زید کو ترکہ پدری و ہر دو ترکہ مادری سے پہنچا اور اس کا اپنا خاص بنگلہ ان تینوں میں سے میراث برادری کی مستحق ہوں گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال پنجم: حساب دکان لکھنا عمر و پر واجب نہ تھا اگر نہ لکھا اس پر کوئی الزام نہ ہوا،

فی العقود الدریۃ عن البحر الرائق من تصرفات القیم یجوز الاخذ علی نفس الكتابة ولا یجوز الاخذ علی نفس المحاسبة لان الحساب واجب علیہ ^۲ اھ فافادان الكتابة لاتجب علیہ حتی جائزہ اخذ الاجرة علیہا فعلم ان الامین فی معاملۃ لایجب علیہ كتابة حسابه وان کان نفس الحساب واجبا علیہ۔	عقود در یہ میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قیمتی تصرفات میں لکھائی پر معاوضہ لینا جائز ہے اور محض حساب پر معاوضہ لینا جائز نہیں کیونکہ حساب اس پر واجب ہے، اھ، اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ وہاں لکھائی واجب نہ ہوگی جہاں اجرت لینا جائز ہوگا تو اس سے معلوم ہوا کسی معاملہ منتظم پر حساب کی لکھائی واجب نہیں اگرچہ نفس حساب اس پر واجب ہے۔ (ت)

بلکہ یہ قرار داد ہی کہ عمر و بقیہ شرکاء میں ہو کہ عمر و مال بیچے حساب لکھے اور انہی روپیہ دستوری لے محض ناجائز و حرام ہے کما لا یخفی علی الفقیہ (جیسا کہ فقہ جاننے والے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ الفتاویٰ الخیریہ کتاب القسمة دار المعرفۃ بیروت ۱۶۰/۲

^۲ العقود الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار، افغانستان ۱/۲۱۵

جواب سوال ششم: خاص ہندہ کے لئے اس کے بیوہ ہونے پر شریکوں کا یہ یومیہ مقرر کرنا ظاہر بہ نیت ثواب، بطور مواسات بیوہ برادر ہے اگر ایسا ہی ہے تو ہر گز واپس نہیں ہو سکتا کہ وہ اس حال میں تصدق ہے اور تصدق میں اصلاً رجوع نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب	اس میں رجوع نہیں اگرچہ غنی پر کیا ہو کیونکہ اس سے مقصود ثواب ہے معاوضہ نہیں ہے (ت)

اور اگر دکان میں جو اس کا استحقاق بذریعہ ترکہ شوہر ہی ہے اسے حق میں سمجھ کر دیتے ہیں تو اگر اس کا حق اسی قدر یا اس سے زائد ہے جب بھی رجوع کے لئے کوئی معنی نہیں، اور اگر ظاہر ہو کہ حق سے زائد پہنچا تو البتہ بقدر زیادت واپس لیا جائے گا،

فی شركة العقود الدرية سئل فيما اذا كان لكل من زيد وعمر و عقار جار في مبلکہ بمفرده فتوافقا على ان ما يحصل من ربيع العقارين بينهما نصفين واستمر على ذلك تسع سنوات. والحال ان ربيع عقار زيد اكثر ويريد زيد مطالبة عمر وبالقدر الزائد الذي دفعه لعمر وبناء على انه واجب عليه بسبب الشركة المزبورة فهل يسوغ لزيد ذلك (الجواب) الشركة المزبورة غير معتبرة فحيث كان ربيع عقار زيد اكثر تبين ان مادفعه لعمر ومن ذلك بناء على ظن انه واجب عليه ومن دفع شيئا ليس بواجب عليه فله استرداده الا اذا دفعه على وجه الهبة واستهبله القابض كما في شرح النظم الوهباني وغيره من المعتبرات ² - والله تعالى اعلم -	عقود دوریہ کی کتاب الشرح میں ہے کہ زید اور عمرو ہر ایک انفرادی طور پر اپنی زمین کا مالک ہے تو دونوں نے با اتفاق طے کیا کہ دونوں زمینوں سے جو پیداوار حاصل ہو وہ دونوں میں نصف نصف ہوگی اسی معاہدہ پر نو سال معاملہ چلتا رہا حالانکہ زید کی زمین زیادہ تھی اب زید اپنے زائد حصہ کا عمر سے مطالبہ کرنا چاہتا ہے اس مبنی پر کہ عمر کو ادا شدہ حصہ معاہدہ مذکورہ کی وجہ سے واجب تھا تو کیا زید کو اس زائد ادا شدہ کو واپس لینے کا اختیار ہے؟ (الجواب) مذکورہ شراکت معتبر نہیں تو جب زید کی زمین کا رقبہ زیادہ ہے تو پیداوار کا زیادہ ہونا واضح ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے عمر کو جو زائد مقدار دی وہ اس خیال سے دی کہ اس کی ادائیگی واجب تھی جبکہ کوئی شخص غیر واجب چیز کو ادا کرے تو اس کی واپسی مطالبہ کا حق ہوتا ہے، ہاں اگر ہبہ کے طور پر دیا اور قابض نے اس کو ہلاک کر دیا ہو تو واپسی کا حق نہیں جیسا کہ

¹ درمختار کتاب الہبہ فصل فی مسائل متفرقة مطبع مکتبائی دہلی ۱۶۶/۲

² العقود الدرية تنقيح الفتاوى الحامدية، کتاب الشركة، ارگ بازار قندھار افغانستان ۹۱/۱

النظم الوہبانی کی شرح وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

جواب سوال ہفتم: یہ قرضہ کہ عمرو دکان کے ذمے بتاتا ہے اگر یوں ہے کہ اس نے حسب عادت تجارت کچھ مال قرضوں مول لیا اور ہنوز زرخشن ادا نہ کیا یا دکان میں خسارہ واقع ہونے کے سبب ادا نہ ہو سکا تو یہ قرض سب شرکاء کے ذمے حصہ رسد ہوگا اور عمرو کا قول اس بارے میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر یوں ہے کہ عمرو نے سرمایہ دکان بڑھانے کے لئے کچھ روپیہ قرض لے کر اور مال خرید اتویہ قرض خاص ذمہ عمرو ہوگا باقی کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

تحقیق مسئلہ: یہ ہے کہ یہ طریقہ جو اکثر ورثاء میں معمول ہوتا ہے کہ مورث مر گیا اس کے اموال دیہات دکانات یوں ہی شرکت پر بلا تقسیم رہتے ہیں اور منجملہ ورثہ بعض وارث باقیوں کے اجازت و رضامندی سے ان میں تصرف کرتے ہیں شرکت عقد نہیں شرکت ملک ہی ہے،

کما حققه في العقود الدرية، وقال في ردالمحتار هي شركة ملك كما حررته في تنقيح الحامدية ثم رأيت التصريح به بعينه في فتاوى الحانوتي ¹ ۔	جیسا کہ عقود الدریۃ میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں فرمایا یہ شرکت ملک ہے جیسا کہ میں نے تنقیح الحامدیہ میں اس کو واضح کیا ہے اور پھر میں نے فتاویٰ حانوتی میں اس کی تصریح دیکھی (ت)

اور شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصہ سے اجنبی ہوتا ہے،

کما صرحوا به قاطبة، وفي الدر المختار كل من شركاء الملك اجنبي في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة ² ۔	جیسا کہ اس کا جواب مکمل طور پر گزرا، اور در مختار میں ہے کہ شرکت ملک کے تمام فریق دوسرے کے مال سے اجنبی ہوتے ہیں کیونکہ یہ شرکت وکالت کو متضمن نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر یہاں کہ تصرف باجائز و رضائے باقی شرکاء ہے یہ تصرف کرنے والا اپنے حصہ میں اخیل اور باقیوں کی طرف سے وکیل ہوتا ہے،

قال في ردالمحتار يقع كثير في الفلاحين ونحوهم ان احدهم يموت فتقوم اولاده على تركته بلاقسمة	ردالمحتار میں فرمایا: کاشتکار لوگوں میں جیسے یہ معاملہ عام ہے کہ جب ان شرکاء میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی اولاد تقسیم کے بغیر ہی اپنے والد کے ترکہ

¹ ردالمحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۸

² در مختار کتاب الشركة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۰

پر قائم مقام بن جاتی ہے اور کھیتی باڑی اور خرید و فروخت اور لین دین جیسے امور سرانجام دیتی رہتی ہے اور کبھی ان میں سے بڑا وہ خود ہی ضروری امور کا متولی بن جاتا ہے اور چھوٹے اس کے کہنے پر عمل کرتے رہتے ہیں جبکہ یہ تمام کارروائی بطور اجازت اور تفویض ہوتی ہے الخ، تو اس میں وکالت کے معنی پائے جانے میں شک نہیں ہے (ت)	ويعملون فيها من حرث وزراعة وشراء واستدانة و نحو ذلك وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بامرہ وكل ذلك على وجه الاطلاق والتفويض^۱ الخ فلا شك في تحقق معنى التوكيل۔

خصوصاً صورت مستفسرہ میں تو صراحۃً بقیہ شرکاء کی طرف سے عمرو کو تفویض دکان و اجازت اعمال تجارت ہوئی یہ معنی وکالت ہیں اور اس میں یہ شرط قرار پانا کہ جو مال بکے عمرو اکتی روپیہ دستور لے اگرچہ شرط فاسد ہے کہ شریک کو مال مشترک میں تصرف کرنے کے لئے اجیر کرنا اصلًا جائز نہیں،

اس پر ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر یہ بحث کہ کیا وہ باطل ہے یا فاسد ہے، تو میں نے اس کو ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں ذکر کیا ہے، در مختار میں فرمایا کہ اگر ایک شریک مشترک سامان کو اٹھانے کے لئے اجیر بنا تو اس کو اجرت نہ ملے گی کیونکہ جو کچھ اس نے اٹھایا اس میں شریک کے ساتھ اس کا اپنا حصہ بھی تھا لہذا اس اشتراک کی بنا پر وہ اجرت کا مستحق نہ ہوا اھ۔ اور امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا کہ امام کرخی نے کہا کہ امام محمد نے فرمایا کہ شریکین میں سے اگر ایک مشترک چیز کے کسی عمل میں اجیر بنا تو یہ جائز نہیں اگر اس نے ایسا کیا تو کوئی اجرت نہ پائے گا، اور ایسی مشترک چیز جو عمل نہ بنے اس کو اگر شریک اجرت پر لیتا ہے تو جائز ہے، اور شمس الائمہ بیہقی	وهذا باجماع من ائمتنا خلافاً لامام الشافعي رضي الله تعالى عنهم ثم هل هو باطل ام فاسد ذكرناه فيما علقناه على ردالمحتار، قال في الدرالمختار لو استأجره لحمل طعام مشترك بينهما فلا اجر له لا يعمل شيئاً لشريكه الا ويقع بعضه لنفسه فلا يستحق الاجر² اھ وقال الامام الاتقاني في غاية البيان قال الكرخی قال محمد وكل شئى استأجر احدهما من صاحبه مبايكون عملاً فانه لا يجوز وان عمله فلا اجر له وكل شئى ليس يكون عملاً استأجره احدهما من صاحبه فهو جائز وقال شمس الائمة البيهقي

^۱ ردالمحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

^۲ درمختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطبع مجتبائی، دہلی ۱۷۹/۲

فی الکفایۃ والاصل ان فی کل موضع لایستحق الاجر الا بایقاع عمل فی العین المشترك لایجوز لانه لا یمکن کما فی نقل الطعام المشترك بنفسه او احبته او غلامه وکل ما یمستحق بدون ایقاع عمل فی المشترك یموز فانه تجب الاجرة بوضع العین فی الدار والسفینۃ والرحی لا بایقاع عمل اه^۱	نے کفایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ ایسا مقام جہاں صرف عمل کرنے پر ہی اجرت کا مستحق بنے تو وہاں کسی شریک کا اجیر بننا جائز نہیں کیونکہ مشترکہ چیز میں یہ ممکن نہیں جیسا کہ مشترکہ طعام کو خود شریک یا اس کا قریبی یا اس کا غلام منتقل کرنے کا اجیر بنے تو ناجائز ہے، اور ایسا مقام جہاں مشترکہ چیز میں بغیر عمل اجرت کا مستحق بنے وہاں جائز ہے کیونکہ عین چیز کو گھر میں یا کشتی یا چکی کے مکان میں کرایہ پر رکھ چھوڑنے پر اجرت واجب ہوتی ہے، عمل پر واجب نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر وکالت شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی، برازیہ میں ہے:

الوكالة لاتبطل بالشروط الفاسدة ای شرط کان^۲۔	وکالت فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتی جو بھی شرط ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

ما یصح ولا یبطل بالشروط الفاسدة الوكالة الخ^۳۔	جو چیز صحیح قرار پائے اور فاسد شرطوں سے فاسد نہ ہو وہ وکالت ہے (ت)

تو وہ شرط ہی فاسد و باطل قرار پائی اور وکالت عمرو صحیح و تام رہی، عالمگیریہ میں ہے:

ولو قال اشتور جاریۃ بالف درهم لك علی شرائك درهم فحینئذ یمصیر وکیلا ویکون الوکیل اجر مثله ولایزاد علی درهم^۴۔	اگر کہا کہ ہزار درہم سے لونڈی خرید لاؤ اور خریداری پر تجھے ایک درہم دوں گا تو ایسی صورت میں وہ شخص وکیل قرار پائے گا اور وکیل عمل پر اجرت مثل کا مستحق ہوگا جو ایک درہم سے زائد نہ ہوگی (ت)

اور وکیل بالشراء قرضوں خرید سکتا ہے،

کما نصوا علیہ فی غیر ما مسئلة و۔	جیسا کہ بہت سے مسائل میں فقہاء کرام نے نص

^۱ غایۃ البیان للاتقانی

^۲ الفتاویٰ البزازیۃ علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوكالة الفصل الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۶۱/۵

^۳ در مختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/۵۳ و ۵۴

^۴ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوكالة الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۶۶/۳

فی الخانیة الوکیل بالشراء اذا اشتري بالنسيئة فمات الوکیل حل علیه الثمن ويبقى الاجل فی حق الموکل ^۱ ۔	فرمائی ہے، اور خانیہ میں ہے کہ خریداری کے وکیل نے اگر ادھار خرید کی ہو تو وکیل کے فوت ہونے کی صورت میں موکل پر رقم کی ادائیگی آئے گی اور مدت ادھار اس کے حق میں منتقل ہو جائے گی۔ (ت)

بلکہ وکیل تجارت کو موافق معمول تجارت قرضوں بیچنے کا بھی اختیار،

فی الدرالمختار صح بالنسيئة ان التوکیل بالبيع للتجارة وان كان للحاجة لايجوز ^۲ ۔	در مختار میں ہے اگر تجارت کے طور پر ادھار فروخت کرے تو جائز ہے اگر اپنی حاجت کی وجہ سے ادھار کیا تو ناجائز ہے (ت)

مگر وکیل کو روپیہ قرض لینے کا اختیار نہیں، نہ قرض لینے پر توکیل روا، اگر لے گا خود وکیل ہی پر قرض ہوگا،

فی جامع الفصولین التوکیل بالاقراض جائز لابالاستقراض ^۳ الخ۔ وفی رد المحتار قالوا انما لم یصح التوکیل بالاستقراض لانه توکیل بالتکدی وهو لا یصح الخ ^۴ ۔	جامع الفصولین میں ہے قرض دینے کے لئے وکیل بنانا جائز ہے اور قرض حاصل کرنے کے لئے وکیل بنانا جائز نہیں الخ (ت) اور رد المحتار میں ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا: قرض لینے کے لئے وکیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ یہ حاجتمندی پر توکیل ہے جو کہ صحیح نہیں ہے الخ (ت)

ہاں اگر صورت یہ ہوتی کہ بقیہ شرکاء عمرو سے کہتے ہم سب شریکوں کے لئے اتنا روپیہ قرض لے کر سرمایہ تجارت بڑھاؤ اور عمرو قرض دینے والے سے کہتا کہ ہم شرکاء کو قرض دے، تو البتہ وہ قرض سب پر ہوتا اور اگر کہتا کہ مجھے ہم سب شرکاء کے لئے قرض دے تو اب بھی خاص عمرو ہی پر ہوتا،

الرسالة بالاستقراض تجوز ولو اخرج وکیل الاستقراض كلامه مخرج الرسالة يقع القرض للامر ولو مخرج الولاية	قرض لینے کے لئے قاصد بنانا جائز ہے اور اگر قرض لینے کے لئے بنائے وکیل نے قاصد ہونے کا اظہار کرتے ہوئے قرض لیا تو یہ قرض وکیل بنانے پر ہوگا

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوکالة نوکسور لکھنؤ ۳/ ۵۷۶

^۲ در مختار کتاب الشهادات باب الوکالة بالبيع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۷

^۳ جامع الفصولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدة الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۷۷

^۴ رد المحتار فصل فی الشركة الفاسدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۳

اور اگر وکیل نے وکالت کا اظہار کرتے ہوئے کہ قرض لیا کہ اپنی طرف منسوب کیا تو قرض وکیل کے ذمہ آئے گا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)	بأن اضافة الى نفسه يقع للوكيل¹ - واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔



¹ جامع الفصولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدة اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲/۷۷



کتاب الوقف

(احکام وقف کا بیان)

مسئلہ ۱۱: از مقام کول مانک چوک مسئلہ زوجہ عبدالرشید خاں ۲۲ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کسی تائبہ کو کچھ جائداد پاک بعوض دین مہر کے ملی ہے یہ اس کے تئیں وقف کیا جاہتی ہے اور متولی خود اپنی حیات میں آپ ہونا چاہتی ہے اور بعد کو دوسرے کو کیا چاہتی ہے، آیا یہ وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟ مگر اس جائداد میں ایک قیدیہ لگی ہے کہ حین حیات اس نے پائی ہے بعد کو جس سے ملی ہے اسی پر عود کرے گی تو اس صورت سے وقف دوائی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور دوائی نہ کر کے تو حین حیات اپنی وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور حین حیات وقف کر کے کسی دوسرے کو متولی کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

جائداد مہر میں دینا ہبہ بالعوض ہے اور ہبہ بالعوض ابتداءً وانتهاءً ہر طرح بیع ہے، اور بعد وفات شرط واپسی شرط فاسد ہے، اور بیع شرط فاسدہ سے فاسد و حرام ہو جاتی ہے، اس کا فسخ کرنا بائع و مشتری دونوں پر فرض ہوتا ہے، اور ان میں کسی کے مرنے سے یہ حکم فسخ زائل نہیں ہوتا، اگر نہ فسخ کریں تو کنہگار رہتے ہیں اور عقد فاسد سے جو جائداد خریدی جائے مشتری اگرچہ بعد قبضہ اس کا مالک ہو جاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس کا ازالہ واجب ہوتا ہے، علماء کو اختلاف ہے کہ اسی حالت پر اگر مشتری اسے وقف کر دے تو وقف صحیح و لازم ہو جائے گا صرف واقف کے ذمہ اس عقد فاسد کو فسخ نہ کرنے کا گناہ رہے گا جو بے توبہ نہ جائے گا یا وقف ہی مسلم نہ ہوگا بلکہ توڑ دیا جائے گا اور وہ شئی بائع یا اس کے ورثہ دی جائے گی جب تک واقف نے اس میں تعمیر وغیرہ

زیادت سے حق فسخ کو زائل نہ کر دیا ہو۔ در مختار و رد المحتار و منح الغفار وغیرہ میں قول اول اختیار کیا اور اصح اور ظاہر الروایۃ قول ثانی ہے،

کہا حقنا کل ذلک فیما علقنا علی رد المحتار من اول کتاب الوقف فراجعہ فأنه مهم۔	جیسا کہ رد المحتار کی کتاب الوقف کے ابتداء میں حاشیہ پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے، لہذا اسے دیکھا جائے کیونکہ ضروری بحث ہے (ت)

بہر حال اس وقف میں عورت کے لئے خیر نہیں بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ عقد یعنی معاوضہ مہر میں جائداد کا لینا فسخ کرے اور از سرنو وارثان شوہر سے مہر کا مطالبہ کرے، اگر ادا کر دیں فبہا ورنہ اس جائداد سے وصول کرے، اور اگر سمجھے کہ یوں نہ ملے گا اور مقدار مہر قیمت جائداد سے زائد یا مساوی ہوں تو مذہب مفتی بہ بطور خود اس جائداد کو اپنے مہر میں لے لے۔

وہی مسئلۃ الظفر بخلاف جنس الحق وقد حققہا فی رد المحتار وان الفتوی الان علی جواز الاخذ۔	یہ کسی کے پاس اپنے حق پر خلاف جنس کے ذریعہ کامیابی کی بحث ہے، اس کی تحقیق رد المحتار میں کی ہے اور موجودہ دور میں جبراً لے لینے کے جواز پر فتویٰ ہے (ت)

یوں مالک ہو کر وقف تام ابدی کرے وقف کسی وقت خاص تک مقید نہیں ہو سکتا لان من شرطہ التابید (کیونکہ اس کی شرائط میں سے دائمی قرار دینا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از ماربرہ مطہرہ مرسلہ حضور میاں صاحب قبلہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

زید اپنی جائداد مقبوضہ مملوکہ کو وقف کیا چاہتا ہے مگر جائداد پر قرضہ ہے تو بغیر ادائے قرضہ وقف ہو سکتی ہے یا نہیں، اور اگر وقف میں یہ قید لگا دیں کہ وقف بالفعل صحیح ہو جائے اور نفاذ اس کا بعد ادائے قرض کے سمجھا جائے تو صحیح ہو جائے یا بعد ادائے قرضہ ہی صحیح ہوگا؟

الجواب:

عرف عوام میں جائداد پر قرضہ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ جائداد رہن ہو مرتہن کے قبضہ میں دے دی گئی ہو، دوسرے جسے وہ مکفول و مستغرق کہتے ہیں کہ جائداد قبضہ مالک ہی میں رہے مگر وہ دائن کو لکھ دے کہ یہ تیرے دین میں مکفول ہے تا ادائے دین کہیں بیع ہبہ وغیرہ انتقالات نہ کئے جائیں گے، یہ صورت ثانیہ تو شرعاً محض باطل و بے اثر ہے کہ مال کو کسی کے حق میں اس کے استیفا کے لئے محبوس کر دینا رہن ہے اور رہن بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا، قال تعالیٰ: "فَرِهْنٌ مَّقْبُوضَةٌ" ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو گروی قبضہ میں دیا ہوا۔ ت) اگر

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

یہی صورت ہے جب تو وقف بلاشبہ صحیح و تام نافذ ہے اگرچہ قرضہ ادا نہ کرے نہ آئندہ ادائے قرض کے لئے اس کے پاس کچھ مال بچے اگرچہ اس نے وقف میں یہ نیت بھی رکھی ہو کہ دائن کا دین مارا جائے اگرچہ وہ اس نیت فاسدہ سے سخت گنہگار ہوگا مگر وقف میں کچھ خلل نہیں کہ جب وہ جائداد رہن نہیں تو قرض اس کی ذات پر ہے نہ کہ جائداد پر۔ جائداد میں اس کے تصرفات مالکانہ بلامانع نافذ ہیں، اور اگر صورت اولیٰ ہے یعنی جائداد قبضہ مرتہن میں سپرد کردی تو اب دو صورتیں ہیں، اگر اس کے پاس اور مال قابل ادائے قرض موجود ہے تو اب بھی وقف قبل ادائے قرض صحیح و تام نافذ ہے حاکم اس پر جبر کرے گا کہ اپنے دوسرے مال سے قرض ادا کرے مگر وقف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور اگر مال نہیں تو اس صورت میں البتہ وہ وقف برقرار نہ رہے گا حاکم اسے باطل کر کے جائداد قرض میں بیع کر دے گا، یونہی اگر مدیون مذکور مر جائے تو انہیں دونوں صورتوں پر لحاظ ہوگا اور جائداد موجود ہے تو اس سے ادائے قرض کریں گے اور وقف صحیح رہے گا ورنہ توڑ دیا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

اسعاف وغیرہ میں ہے مرہون چیز کو قبضہ دے دینے کے بعد اگر وقف کیا جائے تو صحیح ہے جبکہ اس کو رہن کے بدلے قرض کو ادا کرنے کے لئے قاضی مجبور کریگا بشرطیکہ مالدار ہو ورنہ تنگ دست ہونے کی صورت میں قاضی وقف کو باطل کر کے اس کے ذمہ قرض کی ادائیگی میں فروخت کر دے گا، اور یونہی اگر مرہون کو وقف کرنے پر فوت ہو جائے تو اگر قرض کی ادائیگی کے لئے مال ترکہ چھوڑا ہو تو وقف معینہ جہت پر برقرار رہے گا ورنہ فروخت کر دیا جائے گا وقف باطل قرار پائیگا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اس کے برخلاف مقروض شخص کا وقف کردہ بہر صورت صحیح ہے بشرطیکہ وہ تندرست ہو اگرچہ وہ ادائیگی میں تاخیر کے لئے ایسا کرے کیونکہ یہ کارروائی اس کی اپنی ملکیت میں ہوئی ہے جیسا کہ انفع الوسائل میں ذخیرہ سے منقول ہے، فتح القدیر میں کہا ہے کہ مقروض کا یہ وقف لازم ہوگا قرض خواہ حضرات اس کو باطل نہیں کر سکیں گے اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی الاسعاف وغیرہ لو وقف المرہون بعد تسلیمہ صح و اجبرہ القاضی علی دفع ما علیہ ان کان موسراً و ان کان معسراً ابطال الوقف و باعہ فیما علیہ اھ و کذا لومات فان عن وفاء عاد الی الجهة والابیع و بطل الوقف کما فی الفتح بخلاف وقف مدیون صحیح فانه یصح ولو قصد به المباطلة لانه صادف مبلکہ کما فی انفع الوسائل عن الذخیرۃ قال فی الفتح وهو لازم لا ینقضہ ارباب الدیون^۱ اھ ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فی وقف الراہن الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۵

مسئلہ ۱۳: از قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد محلہ چچ پور مرسلہ حافظ یار محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک زمانہ گزرا کہ زید نے ایک عالیشان پختہ مسجد چوک کے بیچ میں تیار کرائی اور گرد اسکے چو طرفہ دکانیں بنوائیں اور دکانوں کے محاصل کو ہمیشہ اپنے ذاتی تصرف میں رکھا، بعد انتقال زید کی یہ دکانیں بھی مثل اور جائیداد کے ارثا اس کے اولاد کو ملیں اور ایک مدت تک یہ سلسلہ قبضے کا اس کے خاندان میں جاری رہا یعنی دکانوں کی آمدنی اور کرایہ سے خاندان زید کی اوقات بسر ہوتی رہی اور مسجد کے متعلق وہ آمدنی نہ تھی بعد ایک مدت دراز کے ان دکانوں کا وارث یعنی خالد نے بسبب افلاس کے ان دکانوں کو عمر و بکر کے ہاتھ فروخت کر ڈالا اب عمر و بکر چاہتے ہیں کہ ان دکانوں کو واسطے اجرائے مدرسہ اسلامی کے مسلمانوں کے نام وقف کر دیں کہ دینی مدرسہ جاری ہو اور مسجد کی ترمیم و تفتا ہو رہی، دریافت طلب یہ امر ہے کہ وقف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے اور ان دکانوں کا وقف مسجد ہو نا ثابت نہیں بلکہ ملک (میراث زید ہو نا ثابت ہے تو عمر و بکر کے وارث شرعی سے بروجہ شرعی مشتری ہوئے اگر وہ مسجد و مدرسہ دینیہ اسلام کے نام انہیں وقف کریں گے جس میں تعلیم دین متین مطابق مذہب اہل سنت و جماعت ہو اور اس کے مدرسین و اراکین و ہابیہ یا روافض یا غیر مقلد نیچری و غیر ہم ضالین نہ ہوں) تو ان کے لئے اجر عظیم و صدقہ جاریہ ہے سالہا سال گزر گئے ہوں قبر میں ان کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں ان کو بعونہ تابقائے مسجد و مدرسہ و جائیداد برابر ثواب پہنچتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب انسان فوت ہو جائے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین وجہ سے جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ یا نافع علم یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور بخاری نے ادب مفرد میں، اور ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس باب میں کثیر احادیث مشہورہ ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلث صدقة جاریة او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوله^۱۔ رواہ مسلم فی صحیحہ و البخاری فی الادب المفرد و ابو داؤد و الترمذی و النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فی الباب احادیث کثیرۃ شہیرۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

^۱ صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق للانسان من الثواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۱/۲

مسئلہ ۱۴: مسئلہ احمد حسن طالب علم بنگالی بروز دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے برائے منفعت عوام ایک تالاب بنوایا اور اسے وقف کر دیا اور اس کے زمانہ حیات میں لوگ عام طور سے تاریخ معینہ پر شکار کرتے اور ہمیشہ غسل وغیرہ کرتے جیسا کہ تمام تالابوں سے نفع حاصل کیا کرتے ہیں بعد اس کی موت کے بھی عرصہ تک یہی طریقہ جاری رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک غیر شخص نے جو اس کے خاندان سے بھی نہیں ہے اپنے زمیندار کے بند و بست میں اپنی جانب منسوب کر لیا اب اس نے اپنے واسطے اس تالاب کو مخصوص کر لیا اب دوسرا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تو اس بارے میں کیا حکم ہے، آیا اس کا قبضہ صحیح ہے یا نہیں اور کیا ہونا چاہئے؟

الجواب:

اگر حالت یہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو اس کا قبضہ باطل ہے، شکار کرنا کوئی قربت نہیں نہ تفریح کا نہانا، تو اس تالاب کے وقف ہونے میں کلام ہے، خلاف حوض مساجد کے وضع کے لئے وقف ہے، نظامِ ہوا و باران بانی کی ملک ہے جیسا وہ ہونا چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵: مسئلہ حاجی سیٹھ محمد اعظم صاحب ازرا اندیر متصل سورت مہتمم مدرسہ برابولی ۱۶ شعبان ۱۳۳۲ھ

جناب مولانا صاحب! آپ نے جو جواب روانہ فرمایا بندہ کو بتاریخ ۲۵ مئی بروز جمعرات کو ملا بہت خوب ہے مگر دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد کی آمد سے جو ملکیت خرید کی گئی ہو وہ بھی در وقف گئی جائے کہ نہیں اور جب وہ وقف گئی جائے اس کے بیع کرنے کو حاکم کی منظوری کی ضرورت ہے کہ نہیں کیونکہ جو خریدنے والا ہو وہ کیا جانتا ہے کہ یہ وقف شدہ ملکیت کی آمد سے خرید کر کے وقف کی ہوئی ہے لہذا جو حاکم کی منظوری ہو تو کسی طور کا خوف نہ رہے نہ خریدنے والے کو نہ بیچنے والے کو، اور نہ غبن و تلف کا کوئی اندیشہ باقی رہے اور بعد میں کوئی مہتمم کو کسی طرح کا کوئی الزام نہ دے سکے اور نہ کوئی رائے لے تو بالکل خراب ہوتا ہے وہ تو مسجد کے روپوں سے مدرسہ کھولنا جواز بتاتے ہیں اور دبانے کے خیال سے ان کو یعنی اہل دول کے رائے بموجب فتویٰ دیتے ہیں۔

الجواب المملووظ:

متولی نے زر وقف سے جو زمین یا جائداد وقف کے لئے خریدی وہ وقف نہیں ہو جاتی اس کی بیع جائز ہے کتابوں میں جزیہ کی تصریح ہے ہاں بیع کے لئے ایسا ذریعہ اطمینان ضرور ہے جس میں کسی کے تغلب کا احتمال نہ رہے قاضی شرع تو یہاں کوئی نہیں اہل محلہ و عالم و پندار و مسلمانان متدین کی دینداری سے یہ کام ہو، درمختار میں ہے:

اشتری المتولی بمال الوقف دار الوقف لا تلحق بالمنازل	متولی نے وقف مال سے کوئی مکان وقف طور پر خرید اتویہ
الموقوفو	مکان وقف شدہ جائداد شمار نہ ہوگا صحیح قول میں

یجوز بیعہا فی الاصح^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶: بحضور عظیم البرکت اعلیٰ حضرت مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج غریب اللہ صاحب تشریف لائے ہیں فرماتے ہیں کہ مسماۃ سہی طوائف جس کی عمر اس وقت تخمیناً ۵۰ برس کی ہے ۱۶ برس ہوئے میاں ناصر صاحب کی مرید ہو کر تائب ہوئی، کرایہ دکانات سے گزر کرتی ہے، خواہش اس کی یہ ہے کہ جائداد میں چالیس روپیہ ماہانہ کے وقف کرنا چاہتی ہے اور حج کو جانا چاہتی ہے، جس جائداد کا تاحیات خود اور بعد کو مدرسہ مالک ہے اس میں حضور کیا فرماتے ہیں؟
کمترین قادر علی محرر مدرسہ ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

الجواب:

وہ جائداد اگر اس کی اس حرام کمائی کی ہے تو اس کا طریقہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی محتاج پر تصدق کرے اور وہ محتاج بعد قبضہ اپنی طرف سے یوں وقف کرے کہ تاحیات سہی اس سے مستفید ہو اس کے بعد مدرسہ اور اس کے لئے دفع اعتراض مخالفین کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے وہ ایک بہہ نامہ اس محتاج کے نام تصدیق کرائے جس کا یہ مضمون ہو کہ یہ جائداد وجہ حرام سے ہے اور اب میں نے توبہ کی ہے اور شرع مطہر اس کے تصدق کا حکم فرماتی ہے لہذا میں نے فلاں کو بطور تصدق اس کا مالک مستقل کیا اور پورا قبضہ اسے دے دیا، اسکے بعد وہ محتاج وقف نامہ تصدیق کرائے کہ از انجا کہ مسماۃ فلاں نے امتثال حکم شرع کے لئے یہ جائداد بطور تصدق میری ملک کر دی اور میں نے قبضہ کر لیا اور اب یہ مال شرعاً طیب ہو گیا، میں چاہتا ہوں کہ اسے کار خیر میں صرف کر کے ثواب حاصل کروں اور مسماۃ کو بھی فائدہ پہنچاؤں لہذا میں نے اسے تاحیات مسماۃ اس پر اور اس کے بعد مسجد مدرسہ پر وقف صحیح شرعی کی، باقی عبارتیں کاغذ میں حسب دستور ہوں۔

مسئلہ ۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو اپنی کل جائداد جس پر بار کفالت بھی تھا باظہار بار کفالت وقف عند اللہ کی اور وقف نامہ تحریر کر کے اس میں متولی اپنی زوجہ کو لکھایا بعدہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء کو ایک تتمہ متعلق وقف نامہ مذکور بخیاں اس کے کہ زمینداری جو وقف نامہ میں وقف تھی اس کی نمبر داری کے لئے خواستگار دوسرا شریک ہو کیونکہ عورت بموجب قانون انگریزی بمقابلہ مرد کے نمبر دار نہیں ہو سکتی ہے تتمہ مذکور لکھا اور اس میں عبارت حسب ذیل درج کی:

چونکہ میں نے بذریعہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو اس کل جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ دس بارہ روپیہ کو وقف کر کے تکمیل دستاویز مذکور کے بذریعہ تحریر و رجسٹری کے کرا دی ہے اس دستاویز میں سہو کامل

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۳۸۹

سے کسی سبب یہ بات لکھنے سے باقی رہ گئی ہے کہ تمام جائداد مندرجہ وقف نامہ متذکرہ بالا کی بابت میں شرائط کی پابندی اسمیں درج ہے اس کا عمل درآمد اور پابندی شرائط میرے مرنے کے بعد عمل پذیر ہوگی جب تک میں مقرر بقید حیات زندہ ہوں اس وقت تک میں مقرر مالکانہ قابض اور متصرف رہوں گا مع تتمہ دستاویز وقف نامہ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کی بابت لکھ دیا کہ سند ہو، بعد وہ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کو ایک تتمہ دوسرا اور لکھا اور اس میں حسب ذیل عبارت تحریر کی کہ تتمہ دستاویز مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء جو بابت دستاویز مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کے لکھا یا تھا اس تتمہ دستاویز کے سطر ج کے آخر میں لفظ مقرر کے بعد بوجہ سہو کتابت کے عبارت ذیل تحریر ہونے سے رہ گئی ہے وہ عبارت ذیل مذکور تتمہ دستاویز یعنی دستاویز تتمہ مذکور مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء مذکور کا جزو متصور ہو کر پڑھی جاوے:

"واقف منظم بشرائط مندرجہ وقف نامہ بحیثیت متولی ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء"

لہذا یہ تتمہ بطور دستاویز تتمہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء متصور ہو، اس کے بعد پسر واقف نے کل جائداد واقف پر ۱۹۱۹ء میں قبضہ متولی سابق کو دے دیا۔ اب اسوال یہ ہے کہ وقف نامہ جائز ہے یا نہیں اور وقف اگر جائز ہے تو وہ ۱۹۱۹ء کے تتمہ سے مانا جائے گا یا ۱۹۱۷ء کے وقف نامہ سے اور تتموں سے تو کوئی اثر وقف پر نہیں پڑتا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ درمیان امور کے بابت واقف بحیثیت متولی مانا جائے گا یا مالک کی حیثیت اس کی ہوگی تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقف کردے اور متولی کو قبضہ نہ دے اور خود ہی واقف اپنا قبضہ رکھے تو اس حالت میں کیا وقف ناجائز ہے یا جائز؟

الجواب:

وقف صحیح ہو گیا اور پہلا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف کا عمل درآمد اس کے مرنے کے بعد ہوگی زندگی بھر وہ مالکانہ قابض رہے مردود ہے وقف صحیح ہو جانے کے بعد اس میں کسی تبدیلی کا اصل اختیار نہیں اور دوسرا تتمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف نامہ میں جسے متولی کیا تھا اس کی جگہ خود متولی رہنا چاہتا ہے یہ اس کے اختیار کی بات ہے اسے معزول کر کے آپ متولی ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

للووقف عزل الناظر مطلقاً بیهیفتی ^۱ ۔	مطلقاً واقف کو یہ جائز ہے کہ وہ نگران کو معزول کر دے، اسی پر فتویٰ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای سواکان بجنحة اولاً وسواکان	یعنی نگران کا جرم ہو یا نہ ہو اور معزولی کی شرط

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

شرط له العزل اولاً^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہو یا نہ ہو برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۸: از مقام چندوسی ضلع مراد آباد محلہ سنجل دروازہ مسئولہ عبد اللہ لوہار

کہ میفرماید علمائے دین دریں مسئلہ، زید نے ایک منزل دکان واقع چندوسی پر گنہ بلاری میں ۱۹۰۴ء میں فی سبیل اللہ وقف کی، اور یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ تحریر کر دیا ہے، اس کے دو ماہ بعد ایک وصیت نامہ زید نے اور تحریر کر دیا کہ میرا ارداہ بیت اللہ شریف جانے کا ہے۔ اگر میں زندہ واپس آگیا تو میں مالک ہوں اور بعد انتقال میرے کے میری عورت مسماۃ عدیہ اور میرا پوتا علی حسین مالک ہے۔ زید کا انتقال بیت اللہ شریف جاتے وقت راستہ میں ہو گیا اور اس کے بعد پوتا علی حسین بھی مر گیا تو اس کی بیوی عدیہ باقی رہی اس نے یہ جائداد کفالت کردی، کفالت کے ایک سال بعد عدیہ عورت کا بھی انتقال ہو گیا تو اس کے پوتے علی حسین کے والد امر نے یہ جائداد بیع کردی اور اس کا روپیہ اسی نے صرف کر لیا اور چودھری محلہ ہے انہوں نے بیع نامہ پر دستخط کردئے اور اس کے بعد خریدار نے اسکو تعمیر کر لیا، خریدار کو وقت بیع اور وقت تعمیر کے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ جائداد فی سبیل اللہ وقف ہے، اہل محلہ کو جب معلوم ہوا کہ اس میں کا ایک شخص کہ جس کی وقف نامہ پر گواہی نہیں ملا اور اسی نے کہا کہ تو کو شش کر کے عدالت سے اس کی نقول حاصل کرینگے تو معلوم ہوگا اور مالک خریدار کا یہ بیان ہے کہ میرا روپیہ بیع و تعمیر کا دلویا جائے تو میں قبضہ چھوڑ دوں گا، اور اب امر جس نے فروخت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مالک تھا فروخت کر دیا۔ اب ہماری شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

جب وہ دکان وقف ہو چکی تھی تو اس کی نسبت زید کو وصیت کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا، نہ عورت کو کفول کرنے کا نہ عمرو کو اس کے بیچنے کا، یہ سب باطل محض، مشتری پر فرض ہے کہ اسے فوراً چھوڑ دے اپنا روپیہ عمرو سے لے لے، روپے نہ ملنے تک قبضہ رکھے کا مشتری کو کوئی اختیار نہیں، ایک منٹ کے لئے قابض رہنا اس پر حرام ہے اس نے جدید کر لی ہے تو اسے اکھیڑ لے، اور اگر مسلمان اسے عمل کی قیمت ادا کرے، عملہ وقف کے لئے کر لیں تو بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹: از ریلی موضع بلیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص موضع بلیا میں امام باڑے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا مکان ہے، اور اس میں بیل باندھنے لگا، اور زمیندار خود کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنا

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۲

تیوہار کرو، لیکن ان لوگوں نے زمیندار کو ۷۵ روپیہ دے کر اس کو اپنے بس میں کر لیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم دینداری کے شریک نہیں۔ ان کا کیا انتظام کیا جائے؟

الجواب:

امام باڑہ وقف نہیں ہو سکتا وہ جس نے بنایا اسی کی ملک ہے اسے اختیار ہے اس میں جو چاہے کرے، وہ نہ رہا تو اس کے وارثوں کی ملک ہے انہیں اختیار ہے، اور تعزیر داری کو اگر کسی نے دینداری کہا اور اس نے اس کی شرکت سے انکار کیا تو کچھ بیجانہ کیا کہ تعزیر داری ناجائز ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ یہی اس سوال سے ظاہر ہے اور وہ معنی کہ میں اسلام کے شریک نہیں مسلمان ہر گز مراد نہ لے گا، ہاں اگر ثابت ہو جائے کہ کسی کلمہ گو نے اسلام کی شرکت سے انکار کیا تو ضرور کافر ہو جائے گا مگر یہ معنی یہاں سے مفہوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰: مسئلہ عزیز الحسن قادری رضوی از قصبہ پھچھوند ضلع اٹاواہ محلہ اونچاٹیلہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ہندہ سنی حنفی پابند صوم و صلوة جو پندرہ بیس برس ہوئے کہ اپنے مادری پیشہ کسب سے توبہ کر چکی، اپنی مقبوضہ کل جائداد و املاک جو اس کی ماں اور نانی کی متروکہ اور ان کو ان کے آشناؤں کی ہبہ کی ہوئی ہے مدرسہ دینیہ کی تعلیم میں یا اسکے یتیم و مفلس طلبہ کی خورد و نوش کی صرف میں لانے کی غرض سے وقف کرنا چاہتی ہے، پس سوال حضرات مفتیان شرع شریف سے یہ ہے کہ منتظمین مدرسہ کو یہ جائداد اپنے قبضہ میں لا کر اس کے محاصل کو ہندہ کی خواہش کے موافق صرف میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جو روپیہ بعوض زنا و غنا حاصل کیا مثل غضب حرام مطلق ہے کہ کسی طرح اس کی ملک نہیں ہو سکتا ہے وہ جائدادیں جو آشناؤں نے زانیات کو ہبہ کیں وہ ہبہ بھی محض باطل ہے وہ اصل دینے والوں کی ملک پر ہیں ان کی ملک میں نہیں آ سکتیں، قنیہ دور مختار میں ہے:

مایدفعہ المتعاشقان فہو رشوة ^۱ ۔	عشق بازی کرنیوالے ایک دوسرے کو جو دیں وہ رشوت ہے (ت)

ہاں جو جائداد زانیہ نے خریدی ہو اور اس کے شراء میں عقد و نقد دونوں زہر حرام پر جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً روپیہ پیشگی دے کر کہا کہ اس روپے کے عوض جائداد دے دے بالغ نے اس کے عوض بیع کر دی یہ تو حرام پر عقد ہوا، اور وہی روپیہ زہر ثمن میں دیا گیا یہ حرام کا نقد ہوا دونوں جمع ہو گئے اس صورت میں بھی وہ جائداد ان کی ملک نہ ہوگی ہاں اگر زہر حرام پر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے ہوں مثلاً جائداد خریدی اس وقت ثمن کی تعیین خاص مال حرام سے نہ تھی نہ وہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ القنیۃ کتاب الہبۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات ۴/ ۳۰۳

دکھایا گیا نہ پیشگی دیا گیا مطلق روپے کے بدلے خریدی تو یہ جائیداد اس خریدنے والے کی ملک صحیح و حلال ہو جائے گی اب زر ثمن اس حرام مال سے ادا کیا گیا تو یہ گناہ ہوا اور بائع کو اس کا لینا حرام تھا مگر جائیداد اس کی ملک میں آگئی، اسی طرح جو کچھ ان کو اجرت و رشوت کے علاوہ ناچ گانے میں بطور انعام دیا جاتا ہے جسے "نیل" کہتے ہیں وہ ان پر حرام نہیں کما نص علیہ فی الھندیہ (جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) غرض جن صورتوں میں جائیداد اس کی ملک ہے اسے وقف کر سکتی ہے مسمان مدرسہ اسے لے سکتے ہیں اور جس صورت میں جائیداد اس کی ملک نہیں وہ اسے وقف نہیں کر سکتی نہ اس کے وقف کئے وقف ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جائیداد کسی فقیر محتاج مسلمان کو ہبہ کر کے قبضہ کرا دے اگرچہ اپنے کسی عزیز قریب مثل ماں بہن وغیرہ کو، اور وہ وقف کر دے یا یہ اس سے خرید کر اگرچہ ایک پیسے کو یا اس سے اپنے نام ہبہ کر کے قبضہ میں کر کے خود وقف کر دے اب یہ وقف صحیح ہوگا اور مدرسہ میں اس کا صرف حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از گنیہ ضلع بجنور متصل مسجد کھجور والی، مکان حکیم مبارک حسین صاحب مرسلہ صوفی حاجی محمد ابراہیم صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے اوپر جو چادر نئی ڈالی جاتی ہے اگر پرانی ڈالی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر کل برادری کے مردوں کے اوپر ایک ہی چادر بنا کر ڈالتے رہا کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس کی قیمت مردہ کے گھر سے یعنی قلیل قیمت لے کر مقبرہ قبرستان یا مدرسہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟ اور چادر مذکور اونی یا سوتی بیش قیمت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

نئی ہو یا پرانی یکساں ہے، ہاں مسکین پر تصدق کی نیت ہو تو نئی اولیٰ، اور اگر ایک ہی چادر معین رکھیں کہ ہر جنازے پر وہی ڈالی جائے پھر رکھ چھوڑی جائے اس میں بھی حرج نہیں بلکہ اس کے لئے کپڑا وقف کر سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

صح وقف قدر وجنازۃ وثیابہا ^۱	ہنڈیا، جنازہ اور اس کے کپڑے کا وقف صحیح ہے۔ (ت)
طحاوی ورد المختار میں ہے:	
جنازۃ بالکسر النعش وثیابہا ما یغشی بہ البیت وھو فی النعش ^۲	جنازہ کسرہ کے ساتھ چارپائی اور اس کے کپڑے جن سے میت کو ڈھانپا جائے۔ (ت)

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

^۲ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۵

اور بیش قیمت بنظر زینت مکروہ ہے کہ میت محل تزئین نہیں اور خالص بہ نیت تصدق میں حرج نہیں کجلال الہدی (جیسا کہ ہدی (قربانی) کے جانور کے جھل۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲: مسئلہ آفتاب الدین از مدرسہ منظر الاسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو زمیندار اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کرے تو یہ وقف ہماری شریعت میں معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد میں نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مسجد کے لئے ہندو کا وقف باطل ہے لائنہ لیس قربۃ فی دینہ الباطل (کیونکہ اس کے باطل دین میں کوئی قربت نہیں۔ ت) اگر یونہی مسجد بنالیں گے اسمیں نماز ہو جائے گی اور جمعہ بھی ہو جائے گا اگر شہر یا فناء شہر میں ہو اذلا یشتروا لہا المسجد (کیونکہ نمازوں کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ت) مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳: از موضع ڈیلاہی ڈاک خانہ لہریا سرائے ضلع در بھنگہ مرسلہ محمد عبدالجلیل خاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی کچھ زمین مملوکہ کو وقف کرنا چاہتا ہے اس زمین کی آمدنی دو قسم کی ہے کچھ نقدی تحصیل ہے اور زیادہ حصہ آمدنی کا بذریعہ ٹاڑ و کھجور ہے یعنی جس قدر ٹاڑ و کھجور اس زمین میں ہیں سال بسال رعایا کے ساتھ بندوبست کئے جاتے ہیں رعایا مدت معینہ تک فائدہ اس سے اٹھاتے ہیں اور اس مدت تک کے لئے مالک نے جو کچھ زر مقرر کیا ہے اس کو ادا کرتے ہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زمین مذکورہ موصوفہ بصفہ مسطورہ کو زید وقف شرعاً کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

زمین وقف کر سکتا ہے کہ اسمیں کوئی معصیت نہیں اور ٹاڑ و کھجور ٹاڑی اور سیندھی نکالنے کے لئے اجارہ پر دیں حرام اور باطل ہے، وہ نہ بعد وقف جائز ہو نہ اب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴: ۲۸۵ از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر کوئی قطعہ کسی خاص شخص یا قوم کی پرورش کے لئے وقف خاص ہو لیکن اس میں کچھ آمدنی ہو اور اس پر صدہا برس سے عام اہل اسلام اپنی مردے دفن کرتے ہوں جن کو ہزار ہا قبور و بکثرت خطیرہ و مقبرہ و متعدد مساجد و چاہات موجود ہوں اور ہنوز یہ عمل جاری ہو تو وہ اراضی وقف عام مانی جائیگی یا نہیں؟

(۲) کیا اراضی موقوفہ مذکور کے کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسلمان کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ و خطیرہ

بنانے سے روک دے۔

(۳) اگر منجملہ تین متولیوں کے جو کسی موقوفہ قبرستان کے ہوں دو مرد متولی زید کو مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دیں اور وہ اس پر عمل کر کے مردہ دفن کرادے اور مسجد و چاہ بھی تعمیر کرا دی مگر تیسری عورت متولیہ اس پر رضامند نہ ہو تو کیا دو مرد متولیوں کی اجازت کافی مانی جائے گی؟

(۴) کیا تیسری متولیہ کو جو اجازت میں شامل نہیں ہے شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقبرہ و مسجد و چاہ تعمیر شدہ کو تڑوادے۔

(۵) کیا موقوفہ قبرستان میں کوئی شخص بہ اجازت متولیوں کے منجملہ تین کے مردہ دفن کرنے و مسجد و چاہ تعمیر کرنے کے لئے کوئی خاص حصہ مخصوص کر سکتا ہے اور تیسری متولیہ جو اجازت میں شامل نہیں ہے وہ مخصوص کرنے کی مانع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ صدہا سال سے عام مسلمان بلا تکلیف اس زمین میں مساجد و چاہ و قبور بناتے آئے ہیں تو وہ ضرور وقف عام ہے، کس دلیل سے کہا جاتا ہے کہ کسی قوم خاص پر وقف تھا، ایسی حالت میں کسی متولی کو اختیار نہیں کہ سنی مسلمان کو اس میں دفن کرنے یا مسجد یا کُنواں بنانے سے روکے خواہ یہ روکنے والا مرد ہو یا عورت ہو، اور اگر دلیل شرعی سے ثابت ہو کہ حقیقۃً وہ زمین کسی قوم خاص پر وقف ہے اور عام لوگوں نے صدہا سال سے اس میں ظالمانہ و غاصبانہ تصرفات کر رکھے ہیں جس کی امید ہر گز کسی طرح نہیں تو البتہ ہر متولی اس میں خلاف اغراض وقف تصرف کرنے سے ہر شخص کو روک سکتا ہے اگرچہ یہ متولی عورت ہو اگر دس مرد متولی اس کی اجازت دے چکے ہوں کہ خلاف اغراض وقف اجازت باطل ہے اور اجازت دینے والا خائن ہے جسے معزول کرنا لازم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ تا ۳۴: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ مرسلہ سید احمد علی صاحب مہتمم مدرسہ نظامیہ عربیہ اسلامیہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ خالد نے ایک مدرسہ عربیہ دینیہ قائم کیا چندہ سے۔ اور شہر کے لوگوں سے خالد کا چندہ بھی زائد ہے اور نقل بیع نامہ جو ہمسک ہذا ہے اس میں خالد نے علاوہ اپنے چھ نام دیگر برائے قائمی مدرسہ درج کرائے یعنی خالد، مولوی شمس الدین صاحب، چڑوہ رحیم بخش صاحب، حاجی محمد فاضل صاحب، رسالدار حسن خاں صاحب، مہاوت موتی خاں صاحب، الہ بخش صاحب، منجملہ ان کے رسالدار حسن خاں صاحب اور حاجی محمد فاضل صاحب مرچکے، محمد فاضل صاحب کا جزوی روپیہ تھا

اور رسالدار حسن خاں صاحب اور مہاتوت موتی خاں صاحب کا چندہ کچھ نہیں صرف احتیاطاً نام درج بطور اطمینان کر دئے گئے کہ کوئی مدرسہ کو ذاتی ملکیت نہ بنالیں۔ الہ بخش جی کا بھی تھوڑا روپیہ تھا وہ اور رحیم بخش جی اور فاضل جی کا تعلیم میں صرف ہو گیا زمین جو برائے مدرسہ خریدی گئی وہ سب باہر کے چندہ آوردہ خالد اور خالد کے ذاتی چندہ سے خریدی گئی، جو عمارت مدرسہ اس وقت موجود ہے وہ باہر کے چندہ آوردہ خالد اور احباب خالد سے تعمیر ہوئی ہے تو خالد کا حق دوسروں کے مقابلہ میں اس مدرسہ پر کس قدر ہے فتویٰ عطا ہو۔

(۲) صورت مسطورہ بالا میں واقف کل کون ہوا اور اگر وقف مشترکہ مانا جاوے تو واقف اعظم کون ہوا صاف حکم فرمایا جائے، خالد حدیث شریف الدال علی الخیر کفاعلہ^۱ (نیکی بتانے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔ ت) سے بھی فائدہ پائے گا یا نہیں؟

(۳) ایسے چندہ مسطورہ بالا سے جو ہر سال آمد ہو کر تعمیر اور تعلیم میں صرف ہوتا رہا کیا وقف ہو سکتا ہے کل آمد سالانہ ہو وہ صرف ہو جائے یعنی مدرسہ وقف مانا جائے گا یا کیا۔

(۴) اگر خالد وقف بھی کرنا چاہے تو وقف مانا جائے یا کوئی صورت عارض ہوگی حالانکہ خالد نے چندہ شہر اور باہر سے خدا واسطے مانگ کر لایا اور لگایا اور اپنا وقت سفر اور حضر بلا معاوضہ صرف کیا خالد جو کہ اول سے بانی اور متولی مدرسہ ہے بلا وجہ شرعیہ گروہ جہال جنہوں نے چندہ دیا یا نہ دیا ہوا لگ کر سکتے ہیں ذاتی عداوت سے۔

(۵) سواد اعظم میں گروہ جہال مانے جائیں گے یا پڑھ لکھے پابند اسلام؟

نقل بیعنامہ

تحریر از طرف پٹھان حسن خاں و حاجی محمد خان پسران خواجہ خاں سکنتہ شہر بنام جملہ انجمن والان مسٹی رحیم بخش جی چڑوہ رنگریز، مولوی سید شمس الدین جی، مہاتوت موتی خاں جی، الہ بخش جی، رسالدار حسن خاں جی، قاضی احمد علی، حاجی محمد فاضل جی شہر والوں کے روپیہ (ال سالہ للہ ۱۶۳۱) اودے پوری دینا جس کے بدلہ میرے باپو نیکی جگہ نیم سیم سمیت مع چبوترہ و جملہ حقوق بخشش کر دئے اور قابض و متصرف بھی کرادیا روپیہ اس طرح پر لئے (ال معہ معہ ۱۰۷) تو پٹھان عمر خاں نیاز محمد خان کورہن کے آپ نے چکائے و تحریرات رہن آپ نے لے لی اور مبلغ (مال مہ معہ ۲۷۵) چوڑی گر محمد علی کو بابت دعویٰ دیوانی کے آپ چکانا کم دو یا زیادہ اور مبلغ (مال لہ ۲۸۹) ہم نے نقد آپ سے وصول کر لئے غرضکہ (ال سال للہ ۱۶۳۱) کل بھر پائے فیس نقشہ و رجسٹری وغیرہ سب آپ کے ذمہ ہے اس جگہ

^۱ جامع الترمذی باب ما جاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۹۱/۲

بابت ہمارے بھائی گرایہ وغیرہ کوئی دعوٰی جھگڑا کریں گے نہیں، اگر کریں گے تو ان کا من میں مناؤں گا لہذا یہ تحریر بیعنامہ سنداً لکھ دی کہ وقت ضرورت کام دے۔ دستخط حسن خاں وحاجی محمد خاں مع گواہان مکرریہ کہ زمین زیادہ قیمت کی تھی مگر مسطورہ بالا روپیہ میں آپ کو فروخت کر کے بخشش کر دی کہ پھر کوئی دعویدار نہ ہو سکے (سمہ ۱۹۶۳) بکرمی کے بیساکھ بدی ۷،

الجواب:

ہبہ بالعوض بیع ہے بیع جتنے اشخاص کے نام ہوئی سب مالک ہوئے اگرچہ روپیہ ایک ہی دیتا وہ اوروں کے حصے کا زر ثمن ادا کر دینے میں متبرع ہے جبکہ ان سے واپسی قرار نہ پائی ہو جیسا یہاں ہے ہم نے اپنے فتاویٰ کتاب الوقف میں ثابت کیا ہے کہ زر چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور محصل کا ان کے اذن عرفی سے غلط کر لینا اسے مالک نہ کر دے گا اور جبکہ انہوں نے مدرسہ بنانے کے لئے خالد کو چندہ دیا تو اسے شرائ زمین و تعمیر کا ماذون کیا اور ان کا روپیہ ان کے اذن سے اس نے شرائ و تعمیر میں صرف کیا تو وہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں، اور جبکہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انقاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصا وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالتاً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں، ذخیرہ و خانہ و عالمگیریہ میں ہے:

رجل له ساحة لابناء فيها امر قوم ان يصلوا فيها بجماعة فان امرهم بالصلوة فيها ابدانصابان قال صلوا فيها ابدان امرهم بالصلوة مطلقاً ونوى الا بد صارت الساحة مسجدا وان وقت بالشهر والسنة لاتصير مسجداً ¹	ایک شخص نے اپنے خالی میدان میں لوگوں کو باجماعت نماز پڑھنے کی صراحت ابدی اجازت دی یا مطلقاً کہہ دیا کہ اس میں نماز پڑھو اور نیت ابدی کر لی تو وہ میدان مسجد قرار پائے گا اور اگر مہینے یا سال کے لئے نماز پڑھنے کو کہا تو وہ مسجد نہ قرار پائے گا۔ (ت)

تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین و عمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہو کر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی اور حق کہ واقف کو وقف پر ہوتا ہے سب کو بروجہ کمال یکساں حاصل ہو اس میں کمی بیشی چندہ پر لحاظ نہ ہو گا کہ یہ حق متجزی نہیں اور حق غیر متجزی ہر شریک کے لئے کالملاً حاصل ہوتا ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

¹ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۵/۲

جو چیز پوری جماعت کے نام ہو تو وہ ان سب میں مشترک ہوگی ماسوائے چند مسائل کے، جن میں سے ایک نکاح دینے کی ولایت جو تمام اولیاء کو نابالغ لڑکے اور لڑکی پر حاصل ہے اور یہ ہر ایک کو مستقل حاصل ہے (آگے یہاں تک فرمایا) اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حق غیر متمیزی ہو تو یہ ہر ایک کو مستقل ہوگا، تو مشترک غلام سے خدمت لینا ہر ایک کو مستقل حق ہے کیونکہ یہ بھی غیر متمیزی ہے (ت)	مأثبت بجماعة فهو بينهم على سبيل الاشتراك الا في مسائل الاولى ولاية الانكاح للصغير والصغيرة ثابتة للاولياء على سبيل الكمال لكل (الى ان قال) والضابط ان الحق اذا كان مبالا يتجزى فانه يثبت لكل على الكمال فالاستخدام في المملوك مبالا يتجزى¹۔

خالد بشرط حسن نیت وقبول حضرت عزت الدال الخیر کفاعله² (نیکی بتانے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔ ت) کا فائدہ
روز جزائے پائے گا خالد اب اسے جدید وقف کر کے واقف کل نہیں بن سکتا وقف دوبارہ وقف نہیں ہو سکتا نہ خالد مالک کل
ہے اور وقف کی شرط ملک ہے، خالد کو مدرسہ سے جدا کرنے کی اگر کوئی وجہ شرعی نہ ہو تو جہاں ہوں یا علماء بلا وجہ محض
نفسانیت سے جو کریں سموع نہیں ہو سکتا جبکہ خود حاکم قاضی کو کسی صاحب وظیفہ تک کا بے گناہ معزول کرنا نہیں پہنچتا۔
بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

بغیر جرم نگران کی معزولی کی عدم صحت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ وقف کا کوئی نگران با وظیفہ ہو تو بھی بغیر جرم اور نااہلیت کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا (ت)	استفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغیر جنحة وعدم اهلية³۔

اور اگر وجہ شرعی ہو تو بلاشبہ معزول کیا جائے گا اگرچہ خاص اپنی تنہا ملک سے وقف کیا ہوتا۔ رد مختار میں ہے:

لازمی طور پر معزول کیا جائے، بزازیہ۔ اگرچہ واقف ہی کیوں نہ ہو، درر۔ تو غیر بطریق اولیٰ جب وہ ناقابل اعتماد نااہل، یا اس کا فسق ظاہر ہو چکا ہو مثلاً شرابی ہو نا وغیرہ فتح۔ (ت)	ينزع وجوباً، بزازیة، لو الواقف، درر، فغیره بالاولی غیر مامون او عاجز او ظہر بہ فسق کشر ب الخمر و نحوہ، فتح⁴۔

¹ الاشباہ والنظائر کتاب النکاح ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۵-۲۴

² جامع الترمذی باب ما جاء ان الدال علی الخیر کفاعله امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۲/ ۹۱

³ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/ ۲۲

⁴ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۸۳

سوا د اعظم اہلسنت ہیں فرعیات میں حکم شرع کے خلاف کثرت و قلت جماعت پر نظر نہیں امور انتظامی جن میں شرع مطہر کی جانب سے کوئی تحدید نہ ہو ان میں کثرت رائے کا لحاظ ہوتا ہے اس میں ہر ذی رائے مسلمان سنی کی رائے ملحوظ ہوگی اگرچہ عالم نہ ہو کہ معاملہ شرعیات سے نہیں بلکہ بارہا تجربہ کار کم علموں کی رائے کسی انتظامی امر میں نا تجربہ کار ذی علم کی رائے سے صائب تر ہو سکتی ہے انتم اعلم بامور دنیا کم^۱ (تم اپنے دنیاوی امور کو بہتر جانتے ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴: مسئلہ مولوی ظہور حسین صاحب ساکن بریلی محلہ کنگھی ٹولہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی حیات میں ایک جزو زمینداري معہ ایک قطعہ مکان موسوم امام باڑہ بغرض امور مذہبی بشرائط ذیل بنام خدائے برتر وقف کر کے وقف نامہ مصدقہ رجسٹری لکھ دیا اور قبضہ دخل جزو کا وکلا اٹھا کر خدا کی ملک میں دے دیا اور کوئی تعلق اپنا کسی قسم کا نہ رکھا اور دو متولی مقرر کر کے عمل درآمد باضابطہ کر دیا یا اغراض وقف کے شرائط مجوزہ ہندہ واقفہ یہ ہیں:

اول یہ کہ جو منافع خالص رہے اس میں سے محفل میلاد شریف حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و نذر و نیاز و غیرہ سید الشہداء امام حسن و امام حسین علیہما السلام و فاتحہ برسی اموات و مرمت شکست و ریخت امام باڑہ باہتمام متولیان ہو۔

دوسرے یہ کہ اگر متولیان مذکور بلا کسی کو متولی یا قائم مقام اپنا کئے فوت ہو جائیں تو اولاد ذکور لائق متولیان ہندہ سے متولی ہوگی کوئی شخص مستحق تولیت کا نہ ہوگا بلکہ یہ سلسلہ خاندانی تاقیام زمانہ نسلاً قائم رہے گا کوئی کمیٹی و انجمن موقوفہ میں دست انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ محاصل اس وقف کا بنا بر اجراء کار خیر و نذر و نیاز رکھا گیا ہے تاکہ نام میراد نیا و آخرت میں ہمیشہ کور ہے اور ثواب ملتا رہے۔ ایسا وقف اور یہ اصراف او قاف شرعی یعنی بموجب شرع محمدی کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ وہ جائیداد اور یہ مکان اس وقف کرنے کے وقت ہندہ کی ملک تھی اور اب اس نے مصارف خیر مذکورہ کے لئے وقف کر دیئے وقف جائز و صحیح و لازم ہو گیا اور مصارف مذکورہ شرعاً جائز ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

ووقف المشاع جائز ^۲ قال فی الدرر	غیر منقسم جائداد کا وقف جائز ہے، درر میں ہے کہ

^۱ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب امتثال ما قالہ شرعاً الخ قدیمی مکتب خانہ کراچی ۲/۲۶۳

^۲ الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۶۱۸

وبہ یفتی ^۱ ۔	اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

اور وقت وقف اس کا مالک ہونا ضروری ہے، شامی ج ۳ ص ۵۵۵ میں ہے:

شرطہ شرط سائر التبرعات افاد ان الواقف لابدان یکون مالکالہ وقت الوقف ملکاتاً ^۲ ۔	اس کی شرط وہی ہے جو تمام تبرعات کی شرط ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ واقف کا بوقت وقف کامل مالک ہونا ضروری ہے (ت)

وقف کے لئے کتابت ضروری نہیں زبانی الفاظ کافی ہیں، خیر یہ میں ہے:

اما اشتراط كونه يكتب في حجة ويقيّد في سجلات فليس بلازم شرعاً ومخالف للموضوع الشرعي فان اللفظ بانفراده كاف في صحة ذلك شرعاً والزيادة لا يحتاج اليها ^۳ اهملتقطاً	یہ کہ جہت وقف لکھی جائے اور دفتری کتب میں لکھائی تو یہ شرط شرعاً لازم نہیں بلکہ شرعی طریقہ کے مخالف ہے کیونکہ صرف لفظی طور پر کہہ دینا کافی ہے اور اس سے زائد شرعاً کوئی ضروری نہیں اھ (ت)

اور ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کر دینا بھی صحیح ہے اور وہ اس کا متولی رہے گا جب تک کہ اس کی خیانت یا عجز یا فسق ظاہر نہ ہو
ورنہ اس سے ولایت لے لی جائے گی اگر متولی خود واقف ہی ہو، درمختار صفحہ ۵۹۳ میں ہے:

وينزع وجوباً لو كان المتولى غير مأمون او عاجزاً وظهر به فسق وان شرط عدم نزع او ان لا ينزعه قاض ولا سلطان لمخالفته لحكم الشرعي فيبطل كالوصي ^۴ اھ ملخصاً ومختصراً۔	اور متولی غیر معتمد علیہ ہو، یا نالائق ہو، یا اس کا فسق ظاہر ہو چکا ہو تو اس کو معزول کرنا ضروری ہے اگرچہ معزول نہ کرنے کی شرط کی ہو، یا یہ کہ قاضی اور سلطان بھی نہ معزول کرے گا، تو شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ شرط باطل ہے جیسا کہ وصی کے متعلق حکم ہے۔ اھ ملخصاً مختصراً (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

^۱ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الوقف مطبعہ احمد کامل الکائنہ ۲/ ۱۳۴

^۲ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۹

^۳ فتاویٰ خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۱۶

^۴ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

مسئلہ ۳۵: ازسورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسیہ مرسلہ حضرت سید علی بن زید بن حسن عیدروس سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے اوقاف جو ثواب کی نیت سے بترغیب حکم رب العالمین وقف کئے جاتے ہیں وہ اوقاف کل کے کل مذہبی ہیں یا مذہب کے غیر یا بعض مذہبی اور غیر مذہبی؟ بینوا تو جروا۔
الجواب:

اوقاف جائزہ مطلقاً اگرچہ بے نیت ثواب کئے جائیں اگرچہ وقف کرنیوالے مسلمان بھی نہ ہوں خواہ ہمارے مذہبی تعلیم اعمال، عبادات کے لئے ہوں یا غریبوں کی مدد، تعلیم، طبی امداد وغیرہ کے لئے علی العموم سب مذہبی ہیں اور ان میں دست اندازی مذہبی دست اندازی، نیت و عدم نیت یا اسلام و کفر و اقف سے یہ فرق پڑتا ہے کہ واقف اگر مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے کرے (جیسا کہ عام اوقاف میں مسلمانوں کی یہی نیت ہوتی ہے) تو وہ اس کے لئے قربت و عمل صالح و باعث ثواب و قرب رب الارباب بلکہ اطلاق عام میں عبادت الہی ہے اور ایسا نہ ہو تو واقف کو ثواب نہ ملے گا مگر وقف فی نفسہ ضرور ہمارا دینی مذہبی کام ہی رہے گا و لہذا اس میں دو شرطیں مطلقاً لازم ہیں:

ایک یہ کہ وہ کام جس کے لئے یہ وقف ابتداءً ہوا یا آخر میں اس کے لئے قرار پائے گا واقف کے نزدیک کارِ ثواب ہو وہ اس ثواب کی نیت کرے یا نہ کرے یہ اس کا فعل ہے کام مذہبی حیثیت سے ثواب کا ہونا چاہئے، جیسے غرباء کی امداد اگرچہ دوا وغیرہ سے ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ کام خود ہمارے مذہب اسلام کی رو سے کارِ ثواب ہو اگرچہ وقف کرنے والا مسلمان نہ ہو۔

(۱) اسی لئے اگر اغنیاء کے چائے پانی کے لئے ہو ٹل بنا کر وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ کوئی ثواب کا کام نہیں۔

(۲) کافر نے مسجد کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ اس کے خیال میں کارِ ثواب نہیں۔

(۳) کافر نے ایک مندر یا شوالے کے لئے وقف کیا وقف نہ ہوگا کہ یہ واقع میں کارِ ثواب نہیں۔

(۴) کافر نے ایک شوالے پر وقف کیا اس شرط پر کہ جب تک یہ باقی ہے وقف کی آمدنی اس میں خرچ ہو اور جب شوالہ ٹوٹ کر ویران ہو جائے تو اس کے بعد یہ آمدنی محتاجوں پر صرف ہوا کرے وقف صحیح ہو جائے گا کہ اس کا آخر ایک ایسے کام کے لئے رکھا جو کارِ ثواب ہے یعنی امداد مساکین، اور آج ہی سے اس کی ساری آمدنی

امداد مساکین میں صرف ہوگی شوالہ کو ایک پیسہ نہ دیا جائے گا، اور اس قسم کے بکثرت مسائل کتب معتدہ میں مذکور ہیں، تو ثابت ہوا کہ وقف جائز کیسا ہی ہو کسی نے کیا ہو کسی طرح کیا ہو مطلقاً ہم مسلمانوں کا دینی مذہب ہی ہے، کام دو ہی قسم ہیں: دینی یا دنیوی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی کام میں ان دونوں شرطوں سے کوئی شرط نہیں، نہ یہی ضرور کہ فاعل کے نزدیک وہ کارِ ثواب ہو، نہ یہی لازم کہ مذہب اسلام نے اسے کارِ ثواب مانا ہو اور وقف میں مطلقاً یہ دونوں شرطیں لازم ہیں، تو ظاہر ہوا کہ وہ ہر گز دنیوی کام نہیں بلکہ خاص دینی و مذہبی ہے، اور یہی ہمیں ثابت کرنا تھا، اور اس پر ایک صریح دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمان اگر کیسا ہی وقف کسی غرض کا کرے اور پھر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو فوراً اس کا ہر وقف باطل ہو جاتا ہے وہ اس کے وارثوں پر مالکانہ تقسیم کر دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اگر مرتد ہو کر پھر اسلام لے آئے وقف عود نہ کرے گا جب تک بعد اسلام پھر از سر نو وقف نہ کرے اور یہ حکم عام ہے جس میں کسی وقف کی تخصیص نہیں تو کوئی وقف اگر ایسا بھی ہوتا جو مذہبی نہ ہو تو مذہب بدل جانے سے وہ کیوں باطل ہو جاتا تو معلوم ہوا کہ وقف کیسا ہی ہو مطلقاً مذہبی ہے، اب ان تمام مسائل پر عبارات کتب ملاحظہ کیجئے، ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ جلد دوم ص ۴۲۳:

العتق والوقف والاضحیۃ ایضاً عبادات ^۱ ۔	وقف، عتق اور قربانی بھی عبادات ہیں۔ (ت)
ہدایہ مع فتح القدر مطبع مصر جلد پنجم ص ۵۷:	
الوقف ازالة الملك الى الله تعالى على وجه القرية ^۲ ۔	اپنی ملکیت کو عبادت کے طور پر زائل کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کو وقف کہتے ہیں (ت)

فتح القدر جلد مذکور ص ۵۷؛

محاسن الوقف ظاہرۃ لہافیہ من ادامۃ العمل الصالح	وقف کے محاسن ظاہر ہیں کہ اس میں نیک عمل کا دوام ہے
کہانی الحديث المعروف اذا مات ابن آدم انقطع	جیسا کہ معروف حدیث میں ہے کہ انسان کے فوت ہونے پر اس کے عمل تین کے ماسوا سب منقطع ہو جاتے ہیں، ان میں
عمله الا من ثلث صدقة جاریۃ ^۳ ، الحديث۔	ایک صدقہ جاریہ ہے، الحدیث (ت)

در مختار مع شامی مطبع استنبول جلد سوم ص ۵۵۴:

^۱ ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵۸

^۲ الهدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۲۳۳

^۳ فتح القدر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۱۶

سببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببرا الاحباب وفي الآخرة بالثواب یعنی بالنیة من اهلها لانه مباح بدلیل صحتہ من الکافر ^۱ ۔	دنیا میں احباب سے بھلائی اور آخرت میں ثواب کیلئے نفس کو خوش کرنا اس کا سبب ہے یعنی ثواب کی نیت اہل نیت سے، ورنہ مباح ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ وقف کرنا کافر کو بھی جائز ہے (ت)

ایضاً صفحہ ۴۵۶ :

شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاته ^۲ ۔	شرط یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں قربت ہو۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری مطبع احمدی جلد سوم ص ۱۱۴ :

بیان شرائط وقف منها ان یکون قربۃ فی ذاته وعند المتصرف ^۳ ۔	وقف کے شرائط کا بیان ایک شرط یہ ہے کہ فی نفسہ قربت ہو اور تصرف کرنے والے کے ہاں بھی قربت ہو (ت)

ردالمحتار جلد سوم ص ۵۵۲ :

فی النهر عن المحيط لو وقف علی الاغنیاء و حدھم لم یجز لانه لیس بقربۃ امالو جعل آخره للفقراء فانه یکون قربۃ فی الجبلۃ ^۴ ۔	نہر میں محیط سے منقول ہے اگر صرف اغنیاء کے لئے وقف ہو تو صحیح نہیں کیونکہ یہ قربت نہیں، اگر آخر میں فقراء کے لئے کردیا تو فی الجملہ قربت ہو جائے گا۔ (ت)

فتاویٰ ہندیہ جلد سوم ص ۱۱۵ :

لو جعل ذمی دارۃ مسجد للمسلمین ثم مات یصیر میراثا لورثتہ و هذا قول الكل کذا فی جواهر الاخلاطی ولو جعل ذمی دارۃ بیعة او کنیسة او بیت نار فی صحتہ ثم مات یصیر میراثا	اگر ذمی نے اپنے گھر کو مسلمانوں کے لئے مسجد بنایا پھر فوت ہو گیا تو وہ اس کے وارثوں کے لئے میراث ہوگی اور یہ سب کا قول ہے یونہی جو اہر اخلاطی میں ہے، اور اگر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ، یا آتشکدہ اپنی تندرستی میں بنادیا پھر فوت ہوا تو میراث قرار پائے گا۔

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۷^۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۷^۳ فتاویٰ ہندیہ الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/۳۵۳^۴ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵۷

یوں خصاف نے اپنے وقف اور امام محمد نے زیادات میں بیان کیا، محیط میں ایسے ہی ہے (ملقط) (ت)	هكذا ذكر الخصاف في وقفه وهكذا ذكر محمد من الزيادات كذا في المحيط ¹ (ملخصاً)۔

فتح القدير جلد پنجم ص ۳۸ و رد المحتار جلد سوم ص ۵۵۷ :

لو وقف الذمی علی بیعة مثلاً فاذا خربت یکون للفقراء کان للفقراء ابتداءً ولولم يجعل اخره للفقراء کان میراثاً عنه نص علیه الخصاف فی وقفه ولم یحک خلافاً ² ۔	اگر ذمی نے بیعہ (یہودی عبادت گاہ) کے لئے وقف کیا مثلاً خرابہ ہو جانے پر فقراء کے لئے کہا تو وہ ابتداء سے فقراء کے لئے ہوگا، اور اگر آخر میں (خرابہ کے وقت) فقراء کے لئے نہ کہتا تو پھر وراثت کے لئے میراث بن جاتا، اس کو خصاف نے اپنے اوقاف میں بیان کیا اور اس میں خلاف قول ذکر نہ کیا۔ (ت)

عالمگیری جلد سوم ص ۱۱۴ و اسعاف ص ۱۱۹ :

لو قال تجری غلتها علی بیعة كذا فان خربت هذه البيعة كانت الغلة للفقراء والمساكين فانه تجری غلتها علی الفقراء والمساكين ولا ينفق علی البيعة شیء كذا فی المحيط ³ ۔	اگر ذمی نے کہا کہ اس زمین کی آمدن فلاں بیعہ پر وقف ہے اور جب یہ بیعہ خرابہ بن جائے تو زمین کی آمدن فقراء و مساکین کے لئے جاری رہے گی، تو یہ آمدن شروع سے ہی فقراء و مساکین پر صرف ہوگی اور بیعہ پر کچھ بھی صرف نہ ہوگا، محیط میں یوں ہی ہے (ت)

رد مختار صفحہ ۵۵۷ : ارتد المسلم بطل وقفه⁴ (وقف کنندہ مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کا وقف باطل ہو جائیگا۔ ت) رد المحتار صفحہ مذکورہ :

و یصیر میراثاً سواء قتل علی ردتہ او مات او عادالی الاسلام الا ان اعاد الوقف بعد عودہ الی الاسلام ⁵ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اور وہ وقف میراث قرار پائے گا خواہ ارتداد پر قتل ہو جائے یا طبعی موت مر جائے، یا دوبارہ مسلمان ہو جائے، مگر دوبارہ اسلام کی صورت میں اس وقف کو دوبارہ وقف کرے تو وقف رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۳/۲

² رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۱/۳

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۳/۲

⁴ رد مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۷۷/۱

⁵ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۰/۳

مسئلہ ۳۶: از بنارس کچی باغ مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب خلف منشی لعل محمد تاجر پارچہ بنارس ۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

ماقول العلماء ورثۃ الانبیاء جزاکم اللہ تعالیٰ یوم الجزاء اس مسئلہ میں کہ یہاں رواج ہے کہ ماہ ربیع الاول میں لوگوں سے محض بغرض ایصال ثواب روح پر فتوح حضرت نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چندہ لیا جاتا ہے لوگ حسب استطاعت دیتے ہیں اس کا کھانا وغیرہ پکا کر مساکین و فقراء کو کھلایا جاتا ہے، اب اس چندہ سے کچھ روپیہ کھانے وغیرہ کے پخت سے فاضل بچ گیا تو افسران و مہتممین کی صلاح ہوتی ہے کہ اس روپے فاضل سے دیگ آجانا چاہئے کیونکہ ہر سال ۱۲ تاریخ ربیع الاول کو ضرورت پڑتی ہے اور بڑی تردد سے ملتی ہے کبھی مستعار کبھی کرائے پر، اور اس روپے سے آجائے گی تو ہمیشہ کے واسطے آرام ہوگا، معذاریہ رائے بھی ہے کہ جس کو ضرورت دیگ کی پڑے گی اس کو کرائے پر دی جائے گی اور وہ کرایہ کی آمدنی مدرسہ میں طالب علم کی حاجتوں میں صرف کی جائے لیکن افسران مختلف ہیں جواز و عدم جواز میں، لہذا علماء سے مستفسر ہیں کہ اس طرح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے انہیں کی طرف رجوع لازم ہے وہ دیگ وغیرہ جس امر کی اجازت دیں وہی کیا جائے، ان میں جو نہ رہے اس کے عاقل بالغ وارثوں کی طرف رجوع کی جائے اگر ان میں کوئی مجنون یا نابالغ ہے تو باقیوں کی اجازت صرف اپنے حصص کے قدر میں معتبر ہوگی صبی و مجنون کا حصہ خواہی خواہی واپس دینا ہوگا، اور اگر وارث بھی نہ معلوم ہوں تو جس کام کے لئے چندہ دہندوں نے دیا تھا اسی میں صرف کریں، وہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء پر تصدق کر دیں، غرض بے اجازت مالکان دیگ لینے کی اجازت نہیں، درمختار میں ہے:

ان لم یکن بیت المال معبودا او منتظما فعلى المسلمين تكفينه فان لم یقدر واسألوا الناس له ثوبا فان فضل شیئ رد للمتصدق ان علم والا کفن به مثله والا تصدق به مجتبئ^۱۔	اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا کوئی منتظم نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو کفن پہنائیں اور اگر کوئی قادر نہ ہو تو لوگوں سے چندہ لیا جائے اور کفن کے چندہ سے کچھ بچ جائے تو یہ چندہ لینے والا معلوم ہو تو اسے لوٹا دیا جائے ورنہ اس سے ایسے ہی کسی فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی فقیر کو صدقہ کر دیا جائے، مجتبئ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

(قوله والا کفن به مثله) هذا المیزکرہ	ما تن کا قول کہ اسی جیسے فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ

^۱ درمختار باب صلوة الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱/۱

عبارت مجتبیٰ میں مذکور نہیں بلکہ یہ زائد بحر میں تجنیس اور واقعات قلت کے حوالے سے مذکور ہے میں کہتا ہوں اور صاحب ہدایہ کی کتاب مختارات النوازل میں ہے کہ فقیر فوت ہوا تو لوگوں نے چندہ جمع کر کے اس کو کفن دیا اور چندہ بچ گیا اگر اس زائد چندہ والا شخص معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے ورنہ اس کو کسی دوسرے فقیر کے کفن میں خرچ کیا جائے یا پھر صدقہ کر دیا جائے (ت)	فی المجتبیٰ بل زاده علیہ فی البحر عن التجنیس و الواقعات قلت و فی مختارات النوازل لصاحب الهدایة فقیر مات فجمع من الناس الدراهم و کفنوه و فضل شیعی ان عرف صاحبه یرد علیہ و الا یصرف الی کفن فقیر آخر او یتصدق به¹۔

اسی طرح اور کتب میں ہے:

قلت (میں کہتا ہوں) ردالمحتار میں مختارات کی عبارت نقل کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ کسی فقیر کو کفن پہنانے یا صدقہ کرنے میں ترتیب مذکور نہیں ہے جیسا کہ شرح میں ہے، اقول: (میں کہتا ہوں) لیکن خانیہ پھر ہندیہ میں ہے کہ اگر زائد چندے والا معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو پھر کسی اور محتاج کو کفن دیا جائے، اور اگر کسی کفن میں صرف کرنا مقدور نہ ہو تو پھر فقراء پر صدقہ کیا جائے اھ، تو یہ عبارت ترتیب کے لئے نص ہے، اس میں شک نہیں کہ اس ترتیب کو اپنانے سے یقیناً عہدہ برآ ہو سکتا ہے، پھر یہ اگرچہ وقف نہیں تو اس کے مشابہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ چندہ دینے والے مالک کی غرض کو پورا کرنا زیادہ محکم ہے اس لئے ہم نے اس ترتیب کو قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قلت و اشار فی ردالمحتار بنقل عبارت المختارات الی انه لم یذكر الترتیب بین التکفین و التصدق علی ما فی الشرح اقول: لکن فی الخانیة ثم الهندیة ان عرف صاحب الفضل رده علیہ وان لم یعرف کفن به محتاجاً آخر وان لم یقدر علی صرفه الی الکفن یتصدق به علی الفقراء²۔ فہذا نص فی الترتیب و لاشک ان باختیارہ یخرج عن العہدة بیقین ثم هذا وان لم یکن وقفاً فله شبه به و لاشک ان مراعاة غرض المالك املك و احکم فلذا عولنا علیہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ ردالمحتار باب صلوة الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸/۱

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوة الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶/۱

مسئلہ ۳۷: ازربلی محلہ بہاری پور مسئلہ محمد علی جان خاں صاحب ۸ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسٹی کرامت علی و نیاز علی واقع تکیہ ملوکپور کے خادم تھے جنہوں نے کچھ اراضی مسٹی قادر بخش کے پاس بمیعا دتیس سال کے بیچ بالوفاء کردی جو بعد انقضاء میعاد مذکورہ بالا کے شیخ مذکور کے قبضہ میں اس بیعنامہ کے ذریعہ سے آگئی، چنانچہ شیخ مذکور کی قبر اور ان کے بزرگان کی قبریں بھی اسی میں، بعدہ تخمیناً عرصہ سینتالیس سال کا ہوا کہ از جانب سرکار انگریزی تکیہ ہذا میں مردوں کے دفن کرنے کی ممانعت ہو گئی اب وہ اراضی بیکار پڑی ہے اور اس کی صفائی کا کچھ انتظام نہ تھا اس واسطے جملہ مسلمانان محلہ نے شیخ یاد علی و ارث قادر بخش سے اس اراضی کا بیعنامہ مسجد کے نام جو اس کے محاذ میں واقع ہے صرف سڑک انگریزی درمیان میں واقع ہے لکھا لیا اور بعد لکھانے بیعنامہ کے باجارت سرکار انگریزی اس اراضی کو پختہ منڈیروں سے محدود کر کے اس کے اوپر کرایہ دار کو بٹھا دیا اور اس سے جو کرایہ حاصل ہوا اس کو مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کیا اور وقت محدود کرنے اراضی کے اس کو ہموار کر دیا تھا اب اس کے محاصل کا مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جو و۔

الجواب:

اگر وہ زمین ان تکیہ داروں کی ملک نہ تھی بلکہ قبرستان عام مسلمین کی وقتی زمین تھی تو وہ بیعیں سب ناجائز ہوئیں اور بذریعہ بیع یہ صورت جو اسے متعلق مسجد کر لینے کی ہے یہ بھی ناجائز ہوئی اس میں جو قبور تھیں انہیں منہدم و ہموار کر کے ان پر چلنا پھرنا سب ناجائز، البتہ جو زمین اس میں قبور سے جدا تھی وہ از انجا کہ اب وہاں دفن ممکن نہ رہا ملک اصل واقف کی طرف عود کر گئی اس کے ورثہ کو اختیار ہے ان کی اجازت سے اس قدر کو متعلق مسجد کر سکتے ہیں اور واقف نہ معلوم ہو یا ورثہ کا پتا نہیں تو مسلمانوں کا یہ فعل باتثناء مواضع قبور ممنوع نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۳۸ تا ۴۱: مسئلہ حافظ قاضی تن خاں عرف میزان اللہ شاہ اشرفی امام و مدرس مسجد مولوی ٹولہ شہر کہنہ ۵ شوال ۱۳۳۳ھ

ایک شخص کے پاس دو سو روپے امانت مسجد کا تھا کہ جس کو بلا اجازت متولی اس نے عدالت سے وصولی کر لیا تھا اور بوجہ اس کے سربر آوردہ ہونے کے متولی نے طلب اس سے نہیں کی اور جب طلب کیا تو جواب دیا کہ جس کام میں میری رائے ہوگی صرف کردوں گا، چنانچہ اب اس شخص نے متصل اسی مسجد کے حجرہ کے اراضی افتادہ میں اپنا ذاتی ایک چبوترہ تعمیر کر لیا اور یہ خیال کہ اس چبوترہ کی آڑ دیوار حجرہ سے ہے اور اس چبوترہ کے آگے بھی اراضی افتادہ ہے جس میں تین پر نالہ مسجد کے قدیم سے جاری ہیں اس اراضی کی بھی آڑ مسجد سے ہو جاوے پس ایک پاکھا فصیل مسجد پر بنانے کا ارادہ کیا چونکہ وہ تعمیر بلا ضرورت دیوار مسجد پر تھی لہذا یہ ظاہر کیا کہ مرمت مسجد کرائی جاوے،

چنانچہ اسی مرمت میں یہ تجویز خود کیا کہ پیش حجرہ ٹین ڈالا جاوے جس کے واسطے پاکھوں کی ضرورت ہے چنانچہ دونوں طرف حجروں کے فصیل پر پاکھے بنوائے گئے اور ان کو بغرض حفاظت اراضی افتادہ بند کرنا چاہتا کہ کوئی وضو فصیل پر نہ کر سکے جس کے مسلمان خارج ہوئے مگر کچھ نہ مانا ایک بہت اونچی جگہ پر کسی قدر ان پاکھوں کو کھولا اور ٹین پیش ہر دو حجرہ ڈلوادیا اور دوسو روپیہ اس تعمیر میں صرف کردے۔ مسلمانوں کی رائے تھی کہ اور کچھ چندہ فراہم کر کے ایک مکان تعمیر ہو جاتا کہ جس کی آمدنی خرچ و صرف مسجد کو کافی ہوتی یہ رقم دوسو پچاس کی تھی جس میں اب صرف پچاس روپیہ انہیں کی تحویل میں باقی رہے ہیں لہذا تعمیر مکان اب دشوار ہو گئی،

(۱) ایسی حالت میں یہ روپیہ بجا صرف ہوا یا بے جا؟

(۲) اور مواخذہ دار اس کا عند اللہ وہ رہا یا نہیں؟

(۳) اور متولی مسجد سے رسید اس روپے کی طلب کرتا ہے تو رسید دینا چاہئے یا نہیں جبکہ بلا مشورہ و رائے یہ روپیہ صرف ہوا مرمت مسجد میں، اگر صرف بہ انتظام ہوتا تو (صہ ۱) سے زائد نہ صرف ہوتا، اب ڈیڑھ سو روپیہ صرف دونوں طرف کے پاکھے اور ٹین اور فضولیات میں صرف ہو گیا جس کی اس وقت مسجد کو کوئی ضرورت نہ تھی اور ۸ سال تک یہ روپیہ اس نے اپنے قبضہ میں رکھا،

(۴) اور دونوں جانب کے در فصیل کھلوا دینے چاہئیں یا نہیں کیونکہ ہوا بالکل مسدود ہے اور آرام نمازیوں اور وضو کا جاتا رہا، جو حکم شرع ہو وہ کیا جاوے۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

(۱) شخص مذکور کے یہ تصرفات محض ناجائز و باطل ہیں۔

(۲) روپے کا تاوان اس پر لازم ہے۔

(۳) متولی مسجد کو حرام ہے کہ اسے رسید دے۔

(۴) دونوں طرف کے در بدستور کھول دئے جائیں کہ ہوا اور وضو کا آرام ہو،

در مختار، بحر الرائق، الاشباہ والنظائر وغیرہا میں تصریح ہے کہ متولی قاضی پر مقدم ہے اگرچہ متولی اسی قاضی کا بنایا ہوا ہو تو اجنبی کا کیا مقام ہے تو مال کا ضیاع اور مفادات پر پابندی کا کیا سوال ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی الدر المختار والبحر الرائق والاشباہ والنظائر وغیر
ہا التصریح بأن المتولی مقدم علی القاضی وان کان
منصوبہ فکیف بالاجنبی فکیف فی اضاعة المال وسد
المرافق^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۳۵

مسئلہ ۴۲: کریم الدین واقف نے بحیثیت متولی کام نہیں کیا بلکہ مالکانہ جب سے وقف کیا جس کو عرصہ پندرہ سال کا ہوا کرتے رہے سیر اس میں کی (مہ معہ ۱) بیگہ زمین خود کاشت میں رکھی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور کبھی اس کا لگان درج نہیں ہوا، اخراجات جو لکھے ہیں چند نشان میں کبھی نہیں کی متولی بدلنے کی کہیں شرط نہیں، جس صورت میں خود واقف جو متولی ہوا وہ حسب شرائط کار بند نہ ہوا پھر وقف کب ہوا، مکرر یہ کہ اس نے اندراج وقف کا اخذات پٹواری میں نہیں کرایا یہ ایک شرط اس نے اپنے ذمے لازم رکھی تھی۔

الجواب:

وقف میں کریم الدین کے لفظ صاف و بے تقید مطلق ہیں کہ وقف دائمی کیا میں نے اور خود اپنے آپ کو متولی کیا وقف صحیح و تام و لازم ہو گیا جس کی تبدیل ناممکن ہے بعد کو اگر اس نے قبضہ مالکانہ کیا ہو اور جتنی باتیں سائل نے ظاہر کیں سب سچ ہوں بلکہ بالفرض اس نے صراحۃً دعوٰی دائر کر دیا ہو کہ میں مالک ہوں یہ وقف نہیں ہے جب بھی وقف کو آج نہیں پہنچ سکتی بلکہ خود اس کی خیانت ظاہر ہوتی اور واجب ہوتا کہ وقف اس سے نکال کر دوسرے کے سپرد کیا جائے نہ یہ کہ اس سے وقف باطل ہو جائے یہ نری جہالت و ضلالت ہے۔ در مختار میں ہے:

ینزع وجوباً، بزازیة، لو الواقف، درر، فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون ^۱ ۔	جبراً معزول کرنا واجب ہے، بزازیہ، اگرچہ واقف ہی ہو، درر۔ تو غیر شخص جو قابل اعتماد نہ ہو اس کو بطریق اولیٰ معزول کیا جائے گا۔ (ت)

شرائط کی پابندی اس پر لازم تھی کہ اگر نہ کی گنہگار ہو انہ کہ وقف ہی جاتا رہا وقف کے بعد واقف صرف ایک متولی کی حیثیت میں رہتا ہے نہ کہ مالک یا ابطال وقف پر قادر۔ کیا متولی اگر خلاف شرائط کرے تو شیئی وقف سے نکل جائے گی، ایسا خیال نرے احق بے ادراک کا خیال ہے، در بارہ متولی واقف کو ایسی صورت میں ضرور تبدیل کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ وقت وقف یا وقف نامہ میں بدلنے کی کوئی شرط نہ کی ہو۔ بحر الرائق میں ہے:

التولية من الواقف خارجة عن حکم سائر الشرائط لان له فيها التغيير والتبديل كلما بداله من غير شرط ^۲ ۔	متولی بنانا واقف کی تمام شرائط سے الگ معاملہ ہے کیونکہ واقف جب چاہے بغیر شرط بیان کئے بھی متولی کو تبدیل کر سکتا ہے۔ (ت)

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۱/ ۳۸۳

^۲ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۳۱

تو بعد کو جو اقرار نامہ اس نے دربارہ تولیت لکھا اسی پر عمل درآمد واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۴۵۶۴۳: از بہار شریف ضلع پٹنہ ڈاکخانہ سوہ سرائے محلہ مغل کواں مکان شیخ بہادر مہتو مرسلہ مولوی امیر حسن صاحب
۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے وفات سے تیرہ برس پہلے اپنی جائداد کو وقف کر کے
بشادت معززین شہر ایک وثیقہ لکھوا کر حاکم وقت کی کچہری میں باضابطہ تعمیل کرا دیا، بعد تیرہ سال کے مرض موت میں
دوسرا وثیقہ مخالف شروط و وثیقہ اول لکھوایا اور دو چار پہر کے بعد قضا کر گئی چونکہ ہندہ سنیہ حنفیہ تھی لہذا فقہ حنفیہ کی معتبرہ
و مشہور کتابوں سے قول مفتی بہ و صحیح کے ساتھ میرے سوالات مفصلہ ذیل کا جواب مرحمت ہو:

(۱) وثیقہ اول کی ترمیم و شروط بدلنے کا ہندہ کا اختیار تھا یا نہیں؟

(۲) مرض موت کے وقف کا کیا حکم ہے؟

(۳) وثیقہ ثانی صحیح ہے یا باطل؟ بینوا تو جروا المستفتی عبد اللہ

الجواب:

عامہ^۱ شرائط معتبرہ^۲ کا اختیار شرع مطہر نے واقف کو صرف انشاء وقف کے وقت دیا ہے مثلاً جسے چاہے اس کا
مصرف بنائے جسے چاہے اس سے جدار کھے، جسے جتنا چاہے دینا بتائے، جس وقت یا حالت یا صفت کے ساتھ چاہے مقید کر
دے، جو ترتیب چاہے مقرر کرے، جب تک اس انشاء میں ہے مختار ہے، وقف تمام ہوتے ہی وہ تمام شروط مثل وقف لازم
ہو جاتی ہیں کہ جس طرح وقف سے پھر نے یا اس کے بدلنے کا اسے اختیار نہیں رہتا یونہی ان میں سے کسی شرط سے رجوع یا
اس کی تبدیل یا اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا ہاں اگر انشاء ہی کے وقت شرط لگادی تھی کہ مجھے ان تمام شروط یا خاص فلاں شرط
میں تبدیل کا اختیار ہوگا تو جس شرط کے لئے بالتصریح یہ شرط کر لی تھی

"عامہ" کا لفظ اس لئے کہا کیونکہ تولیت کا معاملہ اس حکم سے خارج
ہے لہذا واقف کو جب چاہے متولی میں تبدیلی کا حق ہے اگرچہ اس
کی شرط نہ لگائی ہو جیسا کہ بحر میں ہے اور متعدد بار ہمارے فتاویٰ
میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

معتبر شرائط سے کہا، کیونکہ باطل شرط ہو تو مطلقاً باطل ہے وقف
کرتے وقت لگائی گئی ہو یا بعد میں لگائی گئی ہو ۱۲ منہ (ت)

عہ۱: انما قال عامة لان التولية خارجة عن هذا
الحکم فله التغيير فيها كما شاء ولو لم يشتر شيئا كما في
البحر وقد تقدم في فتاؤنا غير مرة ۱۲ منہ (م)

عہ۲: قيد بالمعتبرة لان الشرط الباطل باطل مطلقاً
لا تقبل حين الانشاء ولا بعده ۱۲ منہ۔

اسی کو بدل سکے گا پھر اسے بھی ایک ہی بار بدل سکتا ہے، جب تبدیل ہوئی اب دوبارہ تغیر کا اختیار نہ ہوگا کہ اسی قدر شرط کا مفاد تھا، وہ پورا ہو گیا اب دوبارہ تبدیل شرط شے زائد ہے لہذا مقبول نہ ہوگی البتہ اگر کسی شرط پر انشائے وقف میں یہ شرط لگادی کہ میں اسے جب کبھی چاہوں ہر بار بدل سکوں گا تو اس شرط کی نسبت اختیار مستمر رہے گا کہ اب اس کا استمرار ہی مقتضائے شرط ہے غرض واقف خود اس کا قطعی پابند ہوتا ہے جو ان شرائط میں وقف کرتے وقت زبان یا قلم سے نکال چکا اس سے باہر ان میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا، امام طرابلسی اسعاف میں فرماتے ہیں:

لايجوز له ان يفعل الا ما شرط وقت العقد ¹ ۔	یعنی واقف کو اسی قدر کرنے کی اجازت ہے جتنا وقف کرتے وقت شرط کر چکا تھا۔

اسی میں ہے:

لو شرط في وقفه ان يزيّد في وظيفة من يري زيادته او ينقص من وظيفة من يري نقصانه او يدخل معهم من يري ادخاله او يخرج من يري اخراجه جاز، ثم اذا فعل ذلك ليس له ان يغيره لان شرطه وقع على فعل يراه فاذا راه مضاه فقد انتهى ما راه ² ۔	یعنی اگر واقف نے وقف میں شرط کر لی کہ میری رائے میں جس کا وظیفہ بڑھانا مناسب ہوگا بڑھا دوں گا یا جس کا کم کرنا مناسب ہوگا کر دوں گا جسے داخل کرنا آئے گا داخل کروں گا جسے خارج کر دینا منظور ہوگا خارج کر دوں گا تو یہ شرط جائز ہے پھر جب ایک بار کر چکا اب اسے نہیں بدل سکتا کہ شرط جتنی تھی ختم ہو چکی۔

علامہ سید احمد حموی غمر العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں:

الوقف اذ الزم لزم ما في ضمنه من الشروط ³ ۔	وقف جہاں لازم ہو ساتھ ہی اس کے ضمن میں جتنی شرطیں ہیں سب لازم ہو جاتی ہیں۔

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

وقف ضیعة في صحته على الفقراء واخرجها من يده الى المتولى ثم قال لوصيه عند الموت اعط من غلتها لفلان كذا و لفلان كذا	یعنی ایک جائداد اپنی صحت میں فقیروں پر وقف کر کے متولی کو سپرد کر دی پھر مرتے وقت وصی سے کہا اس کی آمدنی سے اتنا فلاں کو دینا اتنا فلاں کو تو اس کا

¹ رد المحتار بحوالہ الاسعاف کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۱

² رد المحتار بحوالہ الاسعاف کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۱

³ غمر العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۹

یہ کہنا باطل ہے کہ وقف ابتداءً فقراء کے لئے ہو چکا تو ان کا حق مٹانے کا اختیار نہیں رکھتا مگر یہ کہ وقف ہی میں شرط کر لی ہو کہ اس کی آمدنی سے جسے چاہوں گا دوں۔	فجعلہ لا ولئک باطل لانہا صارت للفقراء اولاً فلا یملک ابطال حقہم الا اذا شرط فی الوقف ان یصرف غلتہا الی من شاء ^۱ ۔

در مختار میں ہے:

یعنی تبدیل وقف کی شرط جائز ہے پھر جب ایک بار تبدیل کر چکا دوبارہ نہیں کر سکتا کہ یہ اجازت تو اس شرط لگانے سے حاصل ہوئی تھی اور شرط پہلی میں پائی گئی نہ کہ دوسری میں اھ مختصر۔	جائز شرط الاستبدال بہ ثم لا یستبدلہا بثنائیۃ لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ اھ ^۲ مختصر۔

رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے:

یعنی ہاں اگر ہمیشہ اختیار تبدیل کی شرط کر لی تو ہمیشہ مختار رہے گا۔	الا ان یدکر عبارة تفیدلہ ذلک دائماً ^۳ ۔

اس قدر سے سوال اول و سوم کا جواب واضح ہو گیا کہ شروط لازمہ کی ترمیم کا ہندہ کو کوئی اختیار نہ تھا اور دوسرا وثیقہ جہاں تک ان کی تبدیل کرتا ہو محض لغو و مہمل کہ وقف اس کی ملک سے خارج ہو چکا اور شرائط لازمہ لازم ہو لیں اب ان کے متعلق نیا وثیقہ ایسا ہے جیسا ایک اجنبی راہ چلتا کچھ لکھ جائے۔ سوال دوم کو اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں اور اس کا جواب یہ کہ مرض الموت میں وقف مثل وصیت بے اجازت ورثہ صرف ثلث مال میں نافذ ہوتا ہے کما فی التنبییر وغیرہ عامۃ کتب المذہب (جیسا کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب المذہب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶/۴۸۴: از بدایوں مرسلہ جناب نبی بخش صاحب مہتمم مدرسہ محمدیہ ۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائیداد مسجد و مدرسہ دینی پر وقف ہے آیا متولی کو اختیار ہے کہ اس کا کوئی جز بیع کر دے یا کسی کی حاجت و کار کے لیے وہ جائیداد یا جزو جائیداد اسے دے دے کہ وہ اپنے تصرف میں لائے اور اس کے عوض اس سے دوسری جائیداد ویسی ہی یا اس سے بہتر بدل لے یا اس جائیداد کا کوئی ہمیشہ کے لئے کسی کو اجارہ دے دے یا چالیس سال کا پٹہ لکھ دے حالانکہ وقف آباد ہے

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف نوکسور لکھنؤ ۴/ ۱۵۱

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۳/۱

^۳ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

اور اسے حاجت نہیں، نہ واقف نے وقف نامہ میں اس کی اجازت دی بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ ضرورت اتفاقیہ تعمیر در صورت وقوع خرابی مسجد و مدرسہ اختیار اجارہ دینے جز و جلد ادکا چند روز عارضی تا ادائے قرضہ ہوگا۔ بینوا تو جروا۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ وہ جلد اد جسے لوگ اپنی ضرورت کے لئے مانگتے ہیں باغ ہے وہ اس کے پیڑ کاٹ کر عمارت بنانا چاہتے ہیں فقط۔

الجواب:

یہ چاروں صورتیں حرام قطعی ہیں متولی خواہ غیر کسی کو اصلاً ان کا اختیار نہیں متولی اگر ان میں سے کوئی صورت کرے گا تو خانہ ہوگا اور واجب ہوگا کہ فوراً نکال دیا جائے اور وقف اس کے قبضہ سے نکال کر کسی متدین خدا ترس کو حسب شرائط واقفہ سپرد کیا جائے دوسرے جو اس باغ کو لے کر اس کے پیڑ کاٹ کر کوئی عمارت بنائیں گے وقف کے غاصب ہوں گے، فرض ہوگا کہ فوراً وقف ان کے قبضہ ظالمانہ سے خلاص کیا جائے اور ان کی عمارت مسمار کر دی جائے اور ان سے پیڑوں کا تناوان بستی تمام بلا رعایت وصول کر لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق ^۱ ۔	عالم کو دخل کا حق نہیں۔ (ت)

پہلی صورت کی حرمت تو ظاہر، ہر شخص جانتا ہے کہ:

الوقف لا یملک لا بیاع ولا یورث	وقف ملکیت نہیں بن سکتا، نہ فروخت ہو اور نہ وراثت بن سکتا ہے۔ (ت)

دوسری صورت یوں حرام ہے کہ واقف نے استبدال کی اجازت نہ دی بلکہ صراحۃً لکھ دیا کہ کسی متولی خواہ مہتمم خواہ اصحاب انجمن اسلامیہ کو اختیار انتقال دائمی جلد اد کا نہ ہوگا اور وقف جب تک کچھ بھی انتفاع کے قابل رہے حاکم اسلام کو بھی اسکی تبدیل حرام و باطل و مردود محض ہے، درمختار میں ہے:

شرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ و کون البدل عقاراً والمستبدل قاضی الجنتۃ المفسر بذی العلم والعمل ^۲ ۔	بحر میں شرط ہے کہ وہ وقف کلیۃً انتفاع کے قابل نہ رہے اور اس کا بدل زمین ہو اور بدلنے والا قاضی محکمانہ ہو جس کا مطلب ہے کہ عالم باعمل ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

^۱ جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما ذکر فی احياء الموات امین کمپنی دہلی ۱۶۶/۱

^۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۳/۱

يجوز للقاضي بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية وان لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به الخ ¹	قاضی کو تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ وقف کلیۃً ناقابل انتفاع ہو جائے اور وقف کو آباد کرنے کے لئے آمدن بھی نہ ہو الخ (ت)

اور بدلے کی چیز کا اس سے بہتر ہونا وجہ جواز نہیں ہو سکتا۔ فتح القدیر میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف على مكان دون زيادة اخرى و لانه لا موجب لتجوية لان الموجب في الاول الشرط وفي الثاني الضرورة ولا ضرورة في هذا اذ لا تجب الزيادة فيه بل تبقيه كما كان ²	وقف کو اپنی اصلی حالت میں بحال رکھنا ضروری ہے اس میں کوئی زیادتی نہ کی جائے کیونکہ اس کے جواز کا کوئی موجب نہیں ہے موجب اول میں شرط ہے اور ثانی میں ضرورت ہے جبکہ یہاں کوئی ضروری نہیں، اس لئے اس میں زیادتی ضروری نہیں بلکہ جیسے تھا ویسے باقی رکھے۔ (ت)

شرح الاشباہ للمحقق البیہری میں یہ کلام فتح سے نقل کر کے فرمایا:

مأقوله هذا المحقق هو الحق والصواب ³	جو اس محقق نے فرمایا وہ حق و صواب ہے (ت)

تیسری صورت کی حرمت یہ کہ ہمیشہ کے لئے اجارہ میں دینا کسی مملوک شے کا بھی جائز نہیں، نہ کہ وقف ظاہر ہے کہ ہمیشگی کسی شے کو نہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ جب تک باقی ہے اور مدت بقا مجہول ہے اور جہالت مدت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے اور عقد فاسد حرام ہے، لہذا علماء نے تصریح فرمائی کہ جب تک مدت معین نہ کی جائے اجارہ جائز نہیں کہ تعین مدت سے مقدار منفعت معلوم ہوتی ہے، پر ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے کہنا نہ کوئی تعین مدت ہے نہ اس سے مقدار منفعت معلوم ہو سکے۔ ہدایہ میں ہے:

المنافع تارة تصير معلومة بالمدة كاستيجار الدور للسكنى والارضين للزراعة فيصح العقد على مدة معلومة	کبھی منافع کا تعین مدت کے تعین سے ہوتا ہے جیسے مکانات اور زرعی زمینوں کا اجارہ، تو معینہ مدت جو بھی ہو اس کے مطابق عقد اجارہ جائز ہے کیونکہ مدت معلوم ہو جانے سے منافع معلوم

¹ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

² فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۵/ ۴۳۰

³ شرح الاشباہ للعلامة البیہری

ای مدۃ كانت لان المدة اذ كانت معلومة كان قدر المنفعة فيها معلوماً اذ كانت المنفعة لا تتفاوت ¹ ۔	ہو جاتے ہیں جب منافع میں تفاوت نہ ہو (ت)

عنا یہ میں ہے:

الظن عدم البقاء الى تلك المدة والظن مثل اليقين في حق الاحكام فصارت الاجارة مؤبدة معنى والتأبید يبطلها ² ۔	اس مدت تک باقی نہ رہنے کا ظن ہے جبکہ احکام ظن مثل یقین ہے تو معنایہ اجارہ دائمی ہوگا اور دائمی اجارہ عقد کو باطل کردیتا ہے (ت)

چوتھی یوں حرام ہے کہ جب نہ واقف نے اجازت دی ہو نہ وقف کی اپنی کوئی ضرورت و مجبوری ہو تو زمین موقوف کو تین برس
سے زیادہ پر اجارہ دینا جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

في الاوقاف لاتجوز الاجارة الطويلة كي لا يدعى المستاجر ملكها وهي ما زاد على ثلث سنين هو المختار ³ ۔	اوقاف کا طویل اجارہ جائز نہیں تاکہ مستاجر کو دعویٰ ملکیت کے لئے گنجائش پیدا نہ ہو، اور طویل مدت تین سال سے زائد کا نام ہے اور یہی مختار ہے (ت)

در مختار میں ہے:

فلو اجرها المتولى اكثر لم تصح الاجارة وتفسخ في كل المدة لان العقد اذا فسد في بعضه فسد في كله فتاویٰ قاری الہدایہ ⁴ ۔	اگر متولی نے وقتی چیز کو زیادہ مدت کیلئے اجارہ پر دیا تو صحیح نہیں، اور یوں تمام مدت میں اسے فسخ قرار دیا جائے گا کیونکہ جب عقد کا بعض حصہ فاسد ہوا تو تمام مدت فسخ ہو جائیگا، فتاویٰ الہدایہ (ت)

پھر یہ حکم تو اجارہ کے تھے اور وہ جس کے لئے اس باغ کو طلب کر رہے ہیں اجارہ نہیں انارہ ہوگا یعنی وقف کا غارت کرنا، وقتی بیڑ
کاٹ ڈالنے کی اجازت کیونکہ ہوگی تو یہ اجارہ تین برس درکنار ایک گھڑی کے لئے حلال نہیں ہو سکتا۔

¹ الہدایہ کتاب الاجارات مطب یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۹۱

² العناية مع فتح القدیر کتاب الاجارات مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۸/ ۸

³ الہدایہ کتاب الاجارات مطب یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۹۱

⁴ در مختار کتاب الاجارات مطب مہتابی دہلی ۲/ ۱۶۷

مسئلہ ۴۹:

از ریاست رامپور مرسلہ حاجی محمد علی خاں صاحب حج

۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

زید کی طرف سے وکیل نے جو خدام درگاہ غریب نواز سے ہے کمیٹی درگاہ شریف سے اجازت حاصل کر کے زید کے لئے احاطہ درگاہ معلیٰ میں مسجد شاہجہانی کے جانب جنوب ایک حجرہ مع دو دالان کے اپنے صرف سے تیار کرائے بعد تیاری زید نے اس تعمیر پر قبضہ کرنے یا اس کے مصارف وکیل کو ادا کرنے سے قطعی انکار کیا اس پر عمرو نے وہ لاگت تعمیر دے کر حجرہ اور ہر دو دالان پر قبضہ کر لیا اور ایک حجرہ اور زمین وکیل خادم درگاہ کی معرفت اپنے ذاتی مصارف سے تیار کروا کر کل لاگت خادم موصوف کو باخذ رسید دے دیا اور بعد تیاری ان دو حجروں اور ہر دو دالان کو اس نیت سے وقف کر دیا کہ جب کبھی بہ زمانہ عرس شریف یا غیر اوقات میں عمرو یا اس کی اولاد یا متعلقین یا احباب حاضر آستانہ ہوا کریں تو ان میں قیام کیا کریں باقی زمانہ اور اوقات میں زائران صادر وارد، یا فقراء میں سے جو چاہے مقیم ہو کر شرف سعادت حاصل کیا کریں چنانچہ عمرو نے اپنی تعمیر کا کندہ تاریخی پتھر برپیشانی حجرہ میں نصب کر دیا اور سالہا سال یوم تعمیر سے اب تک عمرو اور اس کے متعلقین وغیرہ زمانہ عرس شریف وغیرہ میں وہاں قیام کیا کرتے ہیں اگر کوئی فقیر وغیرہ ان میں رہتا ہے تو ان کے آنے پر وہ فوراً خالی کر دیتا ہے اب وہی خادم درگاہ عمرو کے ان حجروں میں مقیم ہونے کے مانع ہیں اس عذر پر کہ یہ مال وقف ہے عمرو کی ملکیت نہیں، فقیر جو ان حجروں میں رہتے ہیں ان سے یہ حجرے خالی نہیں ہو سکتے، عمرو یا اس کے متعلقین یہاں ٹھہرنے کے مجاز نہیں ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ عمرو کا ایسا وقف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور عمرو یا اس کے متعلقین بصورت متذکرہ بالا ان حجروں میں مقیم ہو سکتے ہیں یا نہیں اور منع کرنے والے کو خواہ وہ خادم درگاہ شریف میں سے ہو یا اور کوئی فقیر یا دیگر شخص جس نے حجروں میں سکونت اختیار کی ہو اس کو حق ممانعت ہے یا نہیں اور شخص مانع ان حجروں میں متصرف اور قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اور وہ اس کے متعلق معاملات میں دخیل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

زمین احاطہ درگاہ معلیٰ عامہ زائرین واردین صادرین کے لئے وقف یا رصاد کا وقف بہر حال محکوم باحکام الوقف ہے کماحقہ المحقق الشامی فی رد المحتار (جیسا کہ محقق شامی نے رد المحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) عمرو نے جو حجرہ اپنے زر خاص سے تعمیر کرایا اور جو حجرہ ودالان وکیل سے خریدے اور ان کو اسی مقصد کے لئے وقف کیا یہ وقف صحیح ہو ادا مبالغہ اس عمارت سے بے تعلق ہو گیا، نہ اس کو ان معاملات میں مداخلت کا کوئی حق خاص رہا،

فی الدار المختار بنی علی ارض ثم وقف البناء قصداً	در مختار میں ہے کہ کسی نے زمین پر عمارت بنائی پھر صرف
بدونہا ان الارض	عمارت بغیر ارضی وقف کردی اگر یہ زمین

مملوکہ لایصح وان موقوفۃ علی ماعین البناء له جاز تبعاً لاجماعاً وان الارض لجهة اخرى فمختلف فيه والصحيح الصحة كما في المنظومة المبيضة ¹	مملوکہ ہے تو وقف صحیح نہیں، اگر زمین عمارت کے مقاصد کے لئے وقف ہو تو عمارت بھی تبعاً وقف ہو جائیگی اور اگر زمین کسی اور مقصد کیلئے وقف ہو تو پھر مختلف فیہ ہے اور صحیح یہی ہے کہ درست ہے جیسا کہ آئندہ منظوم میں ہے۔ (ت)

عمر و اور اس کے متعلقین بھی ضرور ایام حاضری بارگاہ عالی میں ان میں مقیم ہو سکتے ہیں کوئی شخص ان کو بلا وجہ شرعی اس سے منع نہیں کر سکتا کہ یہ از قبیل مسجد و مقبرہ و رباط و قطرہ و حوض و سقایہ ہے جن سے غنی و فقیر و واقف و غیر واقف سب حسب شرط وقف متمتع ہو سکتے ہیں۔ ہندیہ میں ہے:

لا فرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشياء بین الغنی والفقیر حتی جاز لكل النزول فی الخان والرباط والشرب من السقایة والدفن فی المقبرة کذا فی التبیین ²	ان چیزوں سے انتفاع میں امیر غریب کا کوئی فرق نہیں، لہذا سرائے و رباط، سقایہ (سبیل)، تدفین (مقبرہ میں ہر ایک کو مساوی حق ہے۔

اسی میں ہے:

ولا باس بان يشرب (ای البانی) من البئر والحوض ویسقی دابته وبعيره ویتوضاً منه كما فی الظهیریة ³	بطور وقف تعمیر کرنیوالے کو کنویں، حوض سے پانی پینے، اپنے جانوروں کو پلانے، وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

ہاں ان کو مسکن و موطن دوام بنانے کا نہ عمر و کو اختیار ہے نہ کسی فقیر و غیرہ کو کہ یہ زمین و عمارت دونوں کے مقصد کے خلاف ہے اور خدام درگاہ کو تو ان میں اقامت چند روزہ کی بھی صحیح نہیں کہ وہ باہر سے حاضر ہونے والوں کے لئے بنے ہیں نہ کہ مجاوروں کے لئے۔ ہندیہ میں ہے:

قال الخصاف فی وقفه اذا جعل داره	امام خصاف نے وقف کے بیان میں فرمایا

¹ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۴/۱

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۶۶/۲

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۶۵/۲

سکنی للحاج فلیس للمجاورین ان یسکنوها کذا فی الظہیریۃ ^۱ ۔	جب کسی نے اپنا گھر حجاج کی رہائش کیلئے وقف کیا تو اس میں مجاورین کو رہائش کا حق نہیں، ظہیریہ میں یونہی ہے (ت)

سوالاتِ سائل کا جواب تو ہو گیا مگر یہاں ایک ضروری امر غور طلب باقی رہا جس سے اگرچہ سائل نے تصریحاً سوال نہ کیا مگر بیان صورت میں اس سے تعرض موجود اور اس کی حاجت ضرور ہے وہ یہ کہ جس طرح غیر عمر و کو ممانعت عمر و متعلقین عمر و کا اختیار نہیں اس طرح آیا عمر و کو بھی دوسرے کے ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں جبکہ وہ دوسرا نہ بطور سکونت بلکہ حسب شرط معلوم ایام موسم خواہ ان کے غیر میں پہلے سے مقیم ہو اور اب عمر و یا اس کے متعلقین آجائیں تو آیا بد عوی عمارت اس سے خالی کرا سکتے ہیں یا نہیں، ظاہراً اس کا جواب نفی ہے، عمرو نے اگر یہ شرط وقف میں نہ لگائی ہو جب تو ظاہر، مجرد نیت نہ مفید شرط ہے نہ اس کا دعویٰ مسلم۔ در مختار میں ہے:

لو قال عنیت ذلک لم یصدق تأتار خانۃ فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیرہ ^۲ ۔	اگر کہے میں نے یہ نیت کی تھی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی تا تار خانہ، جب وقف میں یہ معاملہ ہے تو غیر وقف میں کیسے تصدیق نہ ہوگی اھ (ت)

اور اگر شرط لگائی ہو اور شرط واقف واجب الاتباع ہے اور اس کے خلاف تصرف ناجائز، اور جب تاحیات صرف اپنے نفس پر وقف جائز ہے تو اوقاتِ خاصہ میں اپنی تقدیم کی شرط بدرجہ اولیٰ، مگر یہ سب اس صورت میں ہوتا کہ زمین بھی ملک عمر و ہوتی، یہاں کہ زمین اول سے عام پر وقف ہے اسے کسی وقت اپنے نفس کے لئے اسے خاص کر لینے کا اختیار نہیں عمارت اس نے وقف کی اسے اپنے لئے خاص کر سکتا اگر یہ خصوص عمارت ہی تک محدود رہتا مگر ایسا نہیں بلکہ زمین بھی ان اوقات میں اس کے لئے محصور اور عام اہل حق سے ممنوع و مجبور رہے گی بلکہ زمین ہی قیام میں اصل ہے اور عمارت تابع۔ اور زمین پر اس کو اپنی تقدیم و ترجیح کا کوئی حق نہیں، نہ دو لگانہ کسی وقت خاص کے لئے، مثلاً موقف عرفات میں کوئی شخص ایک حجرہ بنائے کہ جس سال یہ حج کو جائے دوسرا وہاں و قوف نہ کر سکے اس کی ہر گز اجازت نہیں ہو سکتی۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار پھر علامہ اتقانی غایۃ البیان شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

المسجد الحرام لایجوز لاحد ان یبنتی فیہ بناء ولا ان یحتجر فیہ موضعاً	مسجد حرام میں کسی کو اپنے لئے تعمیر کی اجازت ہے نہ ہی اپنے لئے جگہ مخصوص کرنے کا حق ہے، اور یہی حکم ان تمام

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/۲۶۷

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

كذلك حكم جميع المواضع التي لا يقع لاحد فيها ملك وجميع الناس فيها سواء الاترى ان عرفات لو اراد رجل ان يبنى في المكان الذي يقف فيه الناس بناء لم يكن له ذلك وكذلك منى لو اراد ان يبنى فيها دارا كان من ذلك ممنوعا، وكذلك جاء الاثر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وحدث باسناده الى عائشة رضى الله تعالى عنها قال قلت يا رسول الله الانتخذ لك بنى شيئا تستظل فيه فقال يا عائشة انها مناخ لمن سبق فهذا حكم المواضع التي فيها الناس سواء ولا ملك لاحد عليها¹	مواضع کا ہے جن میں کسی کو ملکیت کا حق نہیں اور ان میں تمام لوگ مساوی حق رکھتے ہیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ عرفات میں کوئی شخص مکان بنانا چاہے جو کہ لوگوں کے ٹھہرنے کے لئے ہے تو اس کو یہ حق نہیں ہے، اور یونہی منی میں کوئی مکان حویلی بنانا چاہے تو ممنوع ہے، یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماثور ہے جس کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے منی میں کوئی سایہ دار جگہ بنادیں، تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! منی تمام لوگوں کے لئے ڈیرہ ہے جو بھی پہلے وہاں اتر جائے تو یہ ان مواضع کا حکم ہے جس میں تمام لوگوں کو برابر حق ہے اور کسی کی ملکیت نہیں ہے (ت)

تو یہ شرط خلافِ شرع ہوئی اور واقف کی جو شرط مخالف شرع مطہر ہونا مقبول و نامعتبر ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع²	جب شرع کے مخالف نہ ہو تو وقف کی شرائط معتبر ہیں (ت)

اور یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسی زمینیں اس کے لئے ہیں جس کا قبضہ پہلے ہو جائے اور یہاں عمرو کا قبضہ سابق ہے کہ اس کی عمارت موجود ہے جیسے کوئی شخص مسجد میں آیا ایک جگہ بیٹھا پھر وضو کے لئے گیا اور اپنا کپڑا وہاں چھوڑ گیا دوسرا شخص اس کپڑے کو ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے کہ کپڑے والے کا قبضہ سابق ہو لیا ہے، یہاں اس کا محل نہیں، جب عمارت وقف ہو چکی عمارت کا ہونا اس کا قبضہ سابقہ نہیں ٹھہر سکتا کہ نفس عمارت میں بھی یہ اور سب مسلمان برابر ہو گئے معہذا ایسا قبضہ تھوڑی دیر کے لئے مسلم ہوتا ہے جیسا کپڑا رکھ کر وضو کو جانے میں، نہ یہ کہ مسجد میں اپنی کوئی چیز رکھ دیجئے اور وہ جگہ ہمیشہ آپ کے لئے مخصوص ہو جائے کہ جب آئیے دوسروں پر تقدیم پائیے، یہ ہر گز نہ جائز نہ مقبول۔

¹ شرح معانی الآثار کتاب البيوع باب بيع ارض مكة الخ (مجمع سید کنبی کراچی ۲/۲۴۶)

² ردالمحتار کتاب الوقف مطلب شرائط الوقف معتبرة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۱

در مختار، مسجد میں ممنوعات کے بیان میں ہے کہ اپنے لئے جگہ کو مخصوص کرنا اور وہاں سے کسی کو ہٹانا اگرچہ مدرس ہو منع ہے۔ (ت)	فی الدر المختار فی مایمنع فی المسجد تخصیص مکان لنفسه و لیس له ازعاج غیره منه و لومدرس ^۱ ۔

ردالمحتار میں ہے:

فقہیہ میں ہے کہ مسجد میں کسی کی مخصوص جگہ جہاں وہ روزانہ بیٹھتا ہو وہاں کوئی دوسرا شخص مشغول ہو جائے، تو امام اوزاعی نے فرمایا اگر وہ اس کو وہاں سے ہٹانا چاہے تو جائز ہے اور اس کو ایسا کرنے کا حق نہیں ہے ہمارے نزدیک اھ یعنی کیونکہ مسجد کسی کی ملکیت نہیں بحر میں نہایہ سے منقول، قلت (میں کہتا ہوں) اس بیان کو اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب پہلا شخص وہاں پر فوراً واپس آئیگی نیت سے نہ اٹھا ہو جیسا کہ کوئی وضو کے لئے مثلاً اٹھے خصوصاً جب وہاں اپنا کپڑا رکھ جائے یہ اس لئے کہ وہ پہلے قبضہ کر چکا ہے، غور کرو۔ اور امام سرخسی کی سیر کبیر میں ہے اور ایسے ہی ہر وہ مقام جس میں تمام مسلمان مساوی حق رکھتے ہوں، جیسا کہ سراؤں میں ٹھہرنا، نماز کے لئے مساجد میں بیٹھنا اور منیٰ اور عرفات میں حج کے لئے اتارنا، حتیٰ کہ اگر کسی نے ایک جگہ وہاں خیمہ لگایا اور دوسرا شخص وہاں پہلے ٹھہر گیا تو پہلے کو یہ حق نہیں کہ اسے وہاں سے منتقل کرے الخ (ت)	فی القنیۃ له فی المسجد موضع معین یواظب علیہ وقد شغله غیره قال الاوزاعی له ان یزعجه و لیس له ذلك عندنا اھ ای لان المسجد لیس ملکاً لاحد بحر عن النہایۃ قلت و ینبغی تقیید بما اذا لم یقم عنہ علی نیۃ العود بلا مہلۃ کما لو قام للوضوء مثلاً ولا سیما اذا وضع فیہ ثوبہ لتحقق سبق یدہ تأمل وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی و کذا کل مایکون المسلمون فیہ سواء کالنزول فی الرباطات والجلوس فی المساجد للصلوۃ، والنزول بمنیٰ او عرفات للحج حتی لو ضرب فسطاطہ فی مکان کان ینزل فیہ غیره فهو احق و لیس للأخران یحولہ ^۲ ۔

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ جس نے سبقت کی اور عمرو کے لئے اپنی حاجت جائزہ کے وقت خالی نہیں کرتا اس پر یہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا کہ حق غیر میں تصرف کر رہا ہے یعنی عام حق تو زمین میں تھا اور یہ حجروں دالانوں میں ٹھہر کر عمارت کو بھی اپنے تصرف میں لایا اور وہ عمارت اصل مالک نے اس کے لئے جائز کی تھی جو خود اس کی حاجت کے سوا دوسرے وقت میں آئے اس کا جواب وہی ہے کہ عمارت اس کی ملک نہ رہی اور

^۱ در مختار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

^۲ ردالمحتار کتاب الصلوۃ مطلب فیہن سبقت یدہ الی مباح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۵

وہ شرط کہ اس نے کی تھی خلاف شرع ہو کر نامعتبر ہوئی تو اب جس کا ہاتھ سبقت کرے وہی مقدم ہے ہذا مآظہری والعلم بالحق عند ربی (مجھے یہ معلوم ہوا جبکہ حقیقی علم میرے رب کو ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ جناب محمد ظفر اللہ صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال وقف مسجد پر حجن کے نام سے موسوم ہے شرعاً کسی کا دعوٰی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا کوئی شخص یا چند شخص مل کر اپنے آپ کو ولی قرار دیتے ہوں تو وہ مالک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
الجواب:

مال وقف پر دعوٰی ملک تو کسی کو نہیں ہو سکتا، ہاں دعوٰی تصرف متولی کو ہے، اگر متولی نہ ہو تو اہل محلہ کو اختیار ہے، اگر انہوں نے اس شخص یا اشخاص کو متولی کر دیا ہے تو اس کو اختیار مل سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱: از مقام خاص مرزا پور محلہ چیت گنج مرسلہ حکیم احمد علی صاحب یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
ایک قطعہ زمین سرکاری جو کہ جنازہ مسلمانان کے لئے وقف ہے اس میں باجارت تکیہ دار کے ایک مکان ایک دوسرے فقیر نے بنایا اور اسی میں بود و باش اختیار کرنے کے بعد چندے اس مکان کو براہ خدا وقف کر دیا وہ وقف شدہ مکان بقیمت مبلغ بیس روپیہ کو وارث تکیہ نے خرید کیا مکان وقف شدہ کاروپہ ایک مسجد جو کہ مکان سے علیحدہ اسی زمین میں تعمیر کی گئی ہے وہ روپیہ اسی مسجد میں خرچ کیا گیا اب وہ مکان تکیہ دار کے قبضہ میں ہے پھر دوبارہ وہی فقیر جس نے مکان تعمیر کیا تھا خریدنا چاہتا ہے شرع شریف سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ تکیہ وقف ہے جیسا کہ سائل بیان کرتا ہے تو نہ اس میں اس فقیر کو اپنا مکان سکونت بنانے کی اجازت تھی نہ اسمیں مسجد بنانا جائز ہے لان الوقف لایوقف (کیونکہ وقف شدہ دوبارہ وقف نہیں ہوتا) نہ اس مکان کی زمین کا بیچنا صحیح تھا، نہ اب اس کے یا کسی اور کے ہاتھ بیچ ہو سکتی ہے لان الوقف لایملک (کیونکہ وقف کسی کا مملوک نہیں ہو سکتا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲ تا ۵۳: بتاریخ یکم صفر روز پنجشنبہ ۱۳۳۲ھ

(۱) قبرستان میں مدرسہ یا کوئی مکان یا مسجد بنانا جائز یا نہ؟

(۲) ایک بزرگ نے ایک جگہ چند بزرگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہاں ایک چبوترہ بطور مسجد بنایا اور ایک مدت تک وہاں نماز پڑھی گئی اب ایک عرصہ سے وہ جگہ خراب پڑی ہے، وقف کی یا نہیں کی اس کا کچھ حال معلوم نہیں،

اب وہ جگہ کسی کو دے دی جائے کہ مکان بنائے یا مسجد بنادی جائے۔

الجواب:

(۱) قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور۔ اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وہ جو چاہے بنا سکتا ہے۔

(۲) اگر تصریح یا دلالت کسی طرح وقف کرنا ثابت نہیں تو وہ زمین مالک یا اس کے ورثہ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴: از ضلع سینٹاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی ابو محمد یوسف حسن صاحب طالب علم مدرسہ مذکور ۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے جواب میں کہ زید نے اپنی اور اپنے شریک دار کے کہ جس کی جانب سے وہ کارکن اور خود بھی حصہ دار تھا اپنے مقبوضہ مواضع معافی کی نسبت انگریزی ہونے پر محکمہ بندوبست میں درخواست دی کہ ہمارے مواضع حسب عمل درآمد قدیم اب بھی معاف رہیں اور اس میں حسب ذیل الفاظ سے اقرار کیا:
یہ مواضع صدہا سال سے واسطے مصارف عرس سید شاہ فلان واقع مقام فلان و مصارف واردین و صادرین و غربا و مساکین و مجالس محرم سلاطین ماضیہ نے بطور وقف مقرر و معاف و مرفوع القلم کیا ہے۔ دوسرے مقام پر اپنی درخواست میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں امیدوار ہوں کہ دیہات، معافی بدستور بصیغہ وقف معاف و مرفوع القلم رہیں، اور اسی مقدمہ میں اجلاس پر حاکم کے رو برو سوال حاکم بدیں الفاظ جواب تحریر کر دیا۔

سوال حاکم: تمہاری معافی بعد نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ کے کس سبب سے ضبط ہوئی؟

جواب: یہ معافی وقف اس واسطے ضبط نہیں ہوئی اور اسی مقدمہ تحقیقات معافی میں ایک حساب داخل کیا جس میں عبارت مسلم وقف حسب ذیل ہے، اس میں مصارف میرے اور میرے عزیزوں کے مناط قوت ان کا بھی یہی ہے اور یہ سب لوگ خدمت گزار درگاہ ہیں اور یہ معافی وقف ہے اس کارروائی پر حاکم ضلع نے مصارف کی تحقیقات کر کے سفارش معافی کی کردی اور اس سفارش پر حاکم اعلیٰ صاحب کمشنر نے یہ الفاظ تحریر کئے قابض اور ان کے موروثان سب مشہور لوگ ہیں اور مزار پیشتر بہت مشہور تھا یہ مجھ کو مذہبی وقف معلوم ہوتا ہے قبضہ سالہا سال سے ہے، مسجد و امام باڑہ و خانقاہ و مسافر خانہ سب بمقام فلاں ہے اس کو سرکار سے سند معافی عطا ہوئی جس میں لفظ وقف کا نہیں تحریر ہے اور سند مطبوعہ حسب نمونہ مقررہ ہے اور تمام ایسی معافیات میں اسی طور کے اسناد اس نواح میں سرکار نے دئے ہیں، اس کے بعد بندوبست پختہ میں

حسب قاعدہ مقررہ سرکار دعویٰ حقیقت اعلیٰ مواضع مذکور کا زید ہی نے دائر کیا اور اس درخواست میں بر بنائے قبضہ سابقہ ڈگری چاہی مگر اس مقدمہ کے بیان میں بعد درخواست مذکور مالک کا لفظ استعمال کیا اور ڈگری میں بھی لفظ مالکانہ تحریر ہو گیا اس کے بعد بمقدمہ حصہ داری و تعیین حصہ ہر شریک دار میں پھر یہ ظاہر کیا کہ یہ جائیداد واسطے مصارف درگاہ ہے کسی حصہ دار کو اختیار انتقال کسی قسم کا نہیں بعد مصارف عرس و فواج و اردین و صادرین کے جو بچتا ہے بحصہ مساوی تقسیم ہو جاتا ہے اور آئندہ ہم لوگوں نے اقرار کنندگان کے ورثہ پر اسی طور پر ہمارے حصہ سے تقسیم ہوتا رہے گا بعدہ واجب العرض میں بھی جو بعد کارروائی حصہ داری کے مرتب ہوئی اس میں یہ تحریر کر دیا کہ یہ موضع وقف ہے، ان حالات پر ازروئے شرع شریف اس جائیداد پر اطلاق وقف کا ہوگا یا نہیں؟ اور زید کے وارثوں کو اختیار انتقال اس جائیداد سے ہے یا نہیں، واضح رہے، مقدمہ تعیین حصہ داری و دیگر کاغذات سرکاری میں کل حصہ داران شریک دار آمدنی نے اس کو وقف تسلیم کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ کسی کو اختیار انتقال حاصل نہیں ہے صرف درمیانی کارروائی ڈگری حقیقت اعلیٰ میں لفظ مالک کا استعمال ہوا ہے اس سے قبل و بعد کی کل کارروائیوں میں اقرار عدم اختیار انتقال وقف کا سب کی جانب سے ہے اور یہ خاندان اولاد حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنے کو منسوب کرتا ہے اور ایسے ہی بعض ملفوظات خاندانی و شجرہ جات خاندانی سے مانا گیا ہے اس خاندان کے لوگ بلا لحاظ مستطیع و غیر مستطیع حسب قرار داد بند و بست جو باتفاق خود تعیین حصص کر چکے ہیں اس اعتبار سے مستحق گزارہ ہیں یا مورث اعلیٰ کی نسل پر ازروئے فرائض از سر نو تعیین گزارہ کا حق رکھتے ہیں اگر مستطیع کو استحقاق گزارہ بوجہ اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی وقت بحالت نہ رہنے استطاعت کے پھر کسی سبب سے گزارہ پاسکتے ہیں اور استطاعت کا معیار کیا ہے اور کسی اولاد پر بالخصوص سادات کے کسی خاندان پر جو وقف ہو اس میں جب لوگ مستطیع ہوتے جائیں گے وہ خارج از گزارہ ہوتے جائیں گے اور پھر جب غیر مستطیع ہو جائینگے داخل ہوتے جائیں گے، اور اس کا سلسلہ کس طور سے جاری رہے گا تعیین گزارہ کی نسبت کیا ہوا کرے گا۔ امید کہ جملہ امور کا جواب ازروئے فقہ حنفیہ مرحمت فرمایا جائے اور یہ اراضی عشری ہیں اور عشران پر واجب ہے یا نہیں، اور فی الحال یہ مواضع کاشت کاروں کے پاس نقدی جمع سر ہیں، جن مصارف کا ذکر اوپر تحریر کیا گیا ہے جیسے فواج و اعراس و میلاد شریف و محرم و خرچ و اردین و صادرین تو جہاں تک مجالس و اعراس و فواج کو ذکر و تذکرہ قرآن خوانی و تقسیم طعام وغیرہ سے تعلق ہے وہ تو ظاہر ہی ہے صرف تعزیر داری کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے ایک رواجی مقامی طریقہ ہے تو اس قدر مصرف ناجائز کے شمول سے نفس و وقف پر کیا اثر ہے اور یہ فعل قابل ترک ہے، اسی طور سے اعراس میں ایک صورت بعض وقت سماع کی ہے جو سب طریقہ موسیقی و راگ و مزامیر نزد احناف حرام ہیں اور یہی سواد اعظم ہے البتہ محض قصیدہ خوانی یا نعت خوش الحانی سے سننا اور سنانے والے کو کچھ دینا جیسا کہ حضور انور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک حضرت حسان کو مرحمت فرمائی تھی اس کی بابت

کیا حکم ہے یہ بھی قابل ترک ایسے اوقاف سے ہے یا نہیں؟

الجواب:

ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیع و انتقال کا کوئی حق ہو کیا حقیقہ فی ردالمحتار بمالامزید علیہ (جیسا کہ اس کی تحقیق ردالمحتار میں کی ہے جس پر مزید اضافہ نہیں ہو سکتا۔) سند معانی میں لفظ وقف نہ ہونا کچھ مضر نہیں، نہ کسی مقدمہ میں اپنے آپ کو مالک تعبیر کرنا یا گورنمنٹی ڈگری میں لفظ مالکانہ لکھا جانا کچھ اثر رکھتا ہے کہ متولی کی طرف نسبت ملک بوجہ ملک تصرف و اختیار شائع ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لو ادعی المحدث ل نفسه ثم ادعی انه وقف الصحيح في الجواب ان كانت دعوى الوقفية بسبب التولية يحتمل التوفيق لان في العادة يضاف اليه باعتبار ولاية التصرف والخصومة ¹	اگر حدود اربعہ کو اپنے لئے قرار دیا پھر یہ دعوٰی کیا کہ وقف ہے، تو جواب صحیح یہ ہے اگر وقف ہونے کا دعویٰ تولیت کی وجہ سے ہو تو دونوں باتوں میں موافقت ممکن ہے کیونکہ وقف کو متولی متصرف اور فریق بحث ہونے کے اعتبار سے عادتاً اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔ (ت)

موقوف علیہ کا فقیر یا غیر ہاشمی ہونا ضرور نہیں اغنیاء و سادات بھی اوقاف عامہ، رفہ عام میں داخل ہو سکتے ہیں جیسے مسجد، مقبرہ، حوض، کنواں، سقاہ، سرائے پل وغیرہا، اور وہ ہر وقت میں بشرط واقف مثل استثناء فی المصروف بھی شامل ہو سکتے ہیں جس طرح خود اپنا نفس اور اپنی اولاد، بالجلہ وقف کا قربت موبد کے لئے ہونا ضرور ہے مگر تمام آمدنی قربت ہی کے لئے معین ہونا ضرور نہیں استثناء بعض علی الدوام و استثناء کل الی زمان منقطع دونوں کی گنجائش ہے اور اس کا اختیار واقف کو ہے جیسی شرط کرے گا اتباع کی جائے گی تحت قول در مختار والتصدق بالمنفعة ولو فی الجملة² (منفعت کو صدقہ قرار دینا اگرچہ کسی طرح ہو۔) ردالمحتار میں ہے فرمایا:

فیدخل فیہ الوقف علی نفسه ثم علی الفقراء وكذا الوقف علی الاغنیاء ثم الفقراء لبأ فی النهر عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدهم لم یجوز لانه لیس بقربة، اما لو جعل اخره للفقراء فانه یكون	اس میں اپنی ذات کے لئے وقف اور بعد میں فقراء کیلئے داخل ہوگا، اسی طرح اغنیاء کیلئے پھر فقراء کیلئے وقف کی صورت بھی داخل رہے گی جیسا کہ نہر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر صرف اغنیاء کے لئے وقف ہو تو ناجائز ہوگا کیونکہ یہ قربت نہیں ہے لیکن اگر آخر میں فقراء

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۱

² درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

قربة فی الجملة ^۱ اھ	کیلئے وقف کیا تو جائز ہو جائیگا کیونکہ یہ قربت ہے اگرچہ فی الجملة ہے اھ (ت)

اسی میں ہے:

اذ جعل اوله على معينين صار كانه استثنى ذلك من الدفع الى الفقراء كما صرحوا به (الی ان قال) فعلم انه صدقة ابتداءً ولا يخرج منه عن ذلك اشتراط صرفه لمعين ^۲ ۔	جب اولاً دو معین شخصوں کے لئے کیا تو گویا یہ فقراء کو دینے سے استثناء ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے (ان کا یہ بیان یہاں تک ہے کہ فرمایا) تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ابتداءً صدقہ ہے، تو معین کے لئے صرف کرنے کی شرط اس کو اس سے خارج نہ کرے گی (ت)

اسی میں فتاویٰ امام قاضی خاں سے ہے:

لو قال ارضى صدقة موقوفة على من يحدث لى من الولد وليس له ولد يصح لان قوله صدقة موقوفة وقف على الفقراء وذكر الولد الحادث للاستثناء كانه قال الا ان حدث لى ولد فغلتها له مابقي ^۳ ۔	اگر یوں کہا میری زمین بعد میں پیدا ہونے والے میرے بچے کیلئے صدقہ ہے جبکہ اسکی اولاد نہ ہو تو وقف صحیح ہوگا کیونکہ وقف شدہ صدقہ کہنے سے فقراء کیلئے وقف ہو گیا اور بیٹے کے ذکر سے اس میں استثناء ہو گیا، گویا یوں کہا یہ صدقہ ہے مگر اگر میرا بچہ پیدا ہو تو اس کی موجودگی تک اس کے لئے وقف کرتا ہوں۔ (ت)

سلطان واقف کی شرط اگر معلوم ہے کہ بعد مصارف خیر مذکورہ جو بچے اولاد شیخ فلاں تقسیم کر لیں تو ان کے فقراء و اغنیاء سب اسے بخصہ مساوی لیں گے اور اگر شرط کردی ہے کہ مابقی نسل شیخ پر حسب فرائض تقسیم ہو تو حسب فرائض ہی تقسیم ہوگی اقرب البعد کو محبوب کرے گا اور لحاظ فقر و غنمانہ ہوگا اور اگر شرط یہ کی کہ باقیماندہ خاندان شیخ کے فقراء پر تقسیم ہو تو اب ان کے اغنیاء کو کچھ نہ ملے گا اور جو غنی فقیر ہو جائے اب سے وہ بھی مستحق ہوگا سنین ماضیہ کا حصہ نہ طلب کرے گا اور جو فقیر غنی ہو جائے اب سے وہ مستحق نہ رہے گا اور سالہائے گزشتہ کا لیا ہوا واپس نہ دے گا لان العبرة بالحال دون الماضی والاستقبال (کیونکہ اعتبار حال کا ہے ماضی یا مستقبل کا نہیں۔ ت) اور اگر

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۸۷-۳۵۷

^۳ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۴

شرائط اصل واقف پر اطلاع نہ ہو تو عمل درآمد قدیم پر نظر ہوگی زید نے جو واجب العرض میں لکھا، یا اگر اس کے مطابق ہے فہما ور نہ اس پر اصلاً لحاظ نہ ہوگا اور قدیم پر عمل رہے گا۔ لانہ لیس بواقف والالیہ تغیر (کیونکہ وہ نہ واقف ہے نہ اس کو تبدیلی کا حق ہے۔ ت) فتاویٰ خیرہ میں ہے:

جب ماضی میں اس کا حال معلوم ہے کہ منتظم اس میں کیا کرتے رہے اور کہاں خرچ کرتے ہیں تو اسی حال کو وقف کی بنیاد قرار دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ منتظم یہ عمل واقف کی شرط کے مطابق کرتے رہے ہیں مسلمانوں کے متعلق یہی گمان کیا جاسکتا ہے تو اسی عمل کو جاری رکھا جائے گا، انفع الوسائل میں ذکر ہے کہ ذخیرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام سے ایک مشہور وقف جس کے مصارف اور مقدار کے متعلق اشتباہ ہے، کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ گزشتہ زمانہ کا حال معلوم کیا جائے گا کہ اس کے منتظم کیسے عمل کرتے رہے ہیں۔ (ت)	اذا علم حاله فيما سبق من الزمان من ان قوامه كيف يعملون فيه والى من يصرفونه، فيبنى على ذلك، لان الظاهر انهم كانوا يفعلون ذلك على موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال المسلمين فيعمل على ذلك، وفي انفع الوسائل ذكر في الذخيرة قال سئل شيخ الاسلام عن وقف مشهور اشتبهت مصارفه وقد رما يصرف الى مستحقه قال ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان من ان قوامه كيف يعملون¹ -

استطاعت کی معیار ملک نصاب زائد از حاجت اصلیہ ہے تعزیر و مزامیر دونوں معصیت ہیں اور معصیت میں مال وقف کا صرف دواہر احرام ہے بلکہ تین حراموں کا مجموعہ، ایک وہ معصیت دوسرے مال وقف پر تعدی تیسرے مستحق کی محرومی مگر ان مور حادثہ سے نفس وقف پر کوئی ضرر نہیں، جو متولی ان میں صرف کرے گا اس قدر کا تاوان اس پر لازم ہوگا لانہ امین وکل امین بالتعدی ضمین (کیونکہ وہ امین ہے اور ہر امین ناجائز تصرف پر ضامن بنتا ہے۔ ت) بلکہ اگر خود سلطان واقف منجملہ مصارف مذکورہ تصریحاً تعزیر و مزامیر کو بھی ایک مصرف مقرر کرتا کہ وقف پر جب بھی ضرر نہ تھا یہ مصرف باطل رد و ساقط کر کے وہ حصہ بھی مصارف خیر ہی کی طرف مصروف ہوتا، فتح القدیر پھر رد المحتار میں ہے:

اگر ذمی نے مثلاً بیعہ (یہودی عبادت گاہ) کیلئے وقف کیا اور کہا جب یہ خرابہ ہو جائے تو یہ فقراء کیلئے ہی	لو وقف الذمی علی بیعة فاذا خربت یكون للفقراء کان للفقراء

¹ فتاویٰ خیرہ کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۱

ابتداء ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ہوگا تو ابتداء ہی یہ فقراء کے لئے وقف قرار پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶۵۵: از قصبہ گوپامو ضلع ہردوئی اورہ محلہ قنوجی مسئلہ یاور حسین صاحب یوم سہ شنبہ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ کیافر ماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی نواب ناظر حسین خاں صاحب رئیس قصبہ گوپامو نے تقریباً دس بارہ سال سے ایک مسجد کے متعلق جو کہ ان کے مکان کے قریب محلہ قنوجی میں واقع ہے، یہ انتظام کیا کہ زیر مسجد کی دکانیں جن کو مسجد کے منتظموں نے رہن بھی کر لیا تھا اور جو رہن سے بچی ہوئی تھیں وہ بالکل مسمار ہو گئی تھیں، غرض کہ وہ دکانات مسجد مذکور جو کہ ایک دینی مدرسہ عربی کو بحیثیت وقف شامل تھیں ان کو تک رہن کر لیا اور مسمار شدہ کی تعمیر کرا دی، ایک مدرسہ اسلامیہ کی آمدنی سے جس کے وہ صدر انجمن ہے سب ادا کر دیا دکانوں کو تعمیر کرایا پھر رفتہ رفتہ انہیں دکانوں کو آمدنی سے وہ کل روپیہ بھی ادا کر دیا جب انجمن کاروپہ ادا ہو گیا تو ان دکانوں کو مع تحویل باقی کے اپنے چھوٹے بھائی کو جو کہ اسی مسجد میں طلبہ کو عربی پڑھاتے ہیں بطور انتظام جائداد وقف کے حوالہ کر دیا حتیٰ کہ اس آمدنی سے وقتاً فوقتاً مسجد کی درستی ہوتی رہتی ہے، اور اسی احاطہ مسجد میں بیرونی طلبہ کے لئے حجرے بھی حسب ضرورت تیار ہوتے رہے، سال گزشتہ میں ایک مولوی صاحب کو باہر سے عربی تعلیم کے لئے بلایا گیا تھا ان کی نصف تنخواہ چندہ سے اور نصف اسی آمدنی مسجد سے سال بھر تک دی جایا کی، نیز اب تک چونکہ درس وتدريس کے لئے سوائے مسجد کے اور کوئی جگہ نہ تھی، اور جو کتابیں طلباء کو حسب دستور دی جاتی ہیں ان کے رکھنے کے لئے بھی مکان کی ضرورت ہوئی تو ایک مکان جانب مسجد میں اس سال بھی تعمیر کرایا گیا جو ان شاء اللہ مختصر مدرسہ و کتب خانہ دونوں کا کام دے گا علاوہ ان دکان کے کچھ خانہائے رعایا خالی کرا کے اس کی زمین مسجد کو وقف کر دی اور دو ایک دکانیں جدید بھی بنوا دیں ایک دکان منشی بقاء اللہ صاحب وکیل سرانے میران نے بھی وقف کیا،

(۱) اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ علاوہ نیت کے عملدرآمد حسب مذکورہ بالا رہا ہے تو آیا اس آمدنی سے مسجد اور طلباء کے لئے حجرے نیز مدرس کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً جائز ہو گا یا نہیں؟

(۲) یہ کہ انہیں نواب صاحب موصوف نے جو اپنی ذاتی دکان اور تین خانہائے رعایا کو صحن بازار مسجد کی ضرورت سے برابر کرا کے نیز گرد و پیش کے اپنی افتادہ زمین کو اسی مد میں مدت سے وقف کر دیا ہے چنانچہ گھاس، بھوسہ، لکڑی، کنڈ اور دیگر پلہ داروں سے جو اس زمین کا محصول آتا ہے وہ بھی برابر مسجد میں ایک بننے کے ذریعہ سے یکمشت جمع ہوتا رہتا ہے اور جو مدت مذکور میں صرف ہوتا ہے اسکے متعلق (ایک ہندو رئیس جس کا نام لالہ بشمبر ناتھ

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۱

ہے اور وہ گوپامو سے قریب ایک موضع تھروان میں رہتے ہیں) کا یہ بیان سنا جاتا ہے کہ چنگی قبضہ میں ہمارے ہے لہذا یہ متفرق آمدنی ہماری ہے اس کو ہم لیں گے حالانکہ وہ اس بازار میں کسی جزاء اراضی کے بھی مالک نہیں ہیں اور چنگی ان کی ہونا قاعدہ کے بھی بالکل خلاف ہے کیونکہ چنگی حق گورنمنٹ ہے، کاغذات سرکاری میں بھی چنگی کا کوئی وجود نہیں، دوسرے مالک زمین یعنی واقف کی طرف سے یہ زمین دراصل مسجد کی ہے، ایسی حالت میں آیا ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم دے درے قلمے، سخے غرض ہر مدافعانہ حیثیت سے ان کی اس ناجائز دست برد سے اگر وہ کریں اس کو بچائیں یا نہیں؟ نیز اس معاملہ جو شدائد ہمیں درپیش ہوں گے بصیغہ حفظ جائداد و وقف عند اللہ ہیں اس کا اجر ملے گا یا نہیں؟ اور اگر مسلمان کثرت رائے سے اس کی کل یا جزاء آمدنی بطور فیصلہ باہمی کے لالہ صاحب کو دینا منظور کریں تو آیا ان کا یہ فعل شرعاً صحیح اور قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر تبدیل جائز نہیں، مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض ادا نہیں کیا جاسکتا جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے مسجد کے مال سے نہیں لے سکتا مسجد پر جو جائداد واقف نے وقف کی اگر اس سے بنائے مدرسہ و مصارف مدرسہ کی اجازت دی تھی تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

(۲) صورت مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے، قال تعالیٰ:

ان کو مشقت اور مشکل نہ پہنچے گی (الی قولہ تعالیٰ) مگر ان کے لئے نیک عمل لکھے جائیں گے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔	"لَا يُصِيبُكُمُ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخَصَةٌ" (الی قولہ تعالیٰ) "إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ" ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷: از ضلع گیا، موضع پردہ چک، ڈاکخانہ شمشیر نگر، مسئلہ ابو البرکات یوم شنبہ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ عام قبرستان میں اگر کسی نے درخت لگائے تو اسکی ملک ہے یا نہیں؟ دوسروں کو بدولن اجازت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریح کرے کہ بھی دے کے میں نے

^۱ القرآن الکریم ۹/۱۲۰

ان کو قبرستان پر وقف کیا جب بھی وقف نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے، اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو ان میں تصرف جائز نہیں، اور اس کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے بلکہ اگر ان کے سبب مقابر پر زمین تنگ کر دے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کر دے والمسئلة فی الہندیۃ وغیرہا (فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ ت) وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸: از ضلع سینا پور قصبہ لہر پور مدرسہ اسلامیہ قاضی ابو محمد یوسف حسین صاحب۔ بروز چہار شنبہ ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ وقف والے استفتاء میں ایک لفظ "ارصادات" کا تحریر ہے جس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے، اگر آپ کو معلوم ہوں تحریر فرمائے، غیاث میں "رصد" کے معنی نگاہ رکھنا نکلے اور لفظ "ارصادات" نہیں نکلا، "رصد" کی اگر جمع "ارصادات" لئے جائیں تو بھی اس موقع پر کام نہیں دیتے شاید لفظ تحریرات سلطانی میں کسی قسم کی تحریر کا نام ہو جیسے "سجل" یا "فرمان" وغیرہ اگر ایسا ہے تو یہ تحریر فرمائیے کہ یہ لفظ کس قسم کے اسناد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اصل موقع اس لفظ کا شاید آپ کے خیال میں نہ باقی ہو اس لئے میں ابتداءً مضمون استفتاء کا نقل کئے دیتا ہوں، ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ ان کے بیع و انتقال کا کسی کو حق ہو۔

الجواب:

مولانا کریم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "ارصاد" کے معنی نگہداشتن ہی ہیں یعنی محفوظ کر دینا، سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لئے وقف کرتے ہیں انہیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ و ممنوع التملیک کر دیا ان کا حکم بعینہ مثل وقف ہے،

وانہما سمیت ارصادات لان الوقف شرطہ المملک والسلاطین لایملکون مافی ولایتہم ان المملک الا للہ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ان کو ارصادات اس لئے کہتے ہیں کہ وقف کی شرط ہے کہ پہلے کسی کی ملک میں ہو جبکہ سلاطین اپنی ولایت کے مالک نہیں ہوتے، ملک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹: ۶۰۵: از کانپور محلہ کمنیا بازار متصل مدرسہ فیض عام مسئلہ شمس الدین محمود عرف میاں ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنے چند قطعّات زمین وقف کئے اپنی ملکیت و متروکہ سے چھوڑے سند وقف میں یہ تحریر ہے کہ خرچ مساکین ومسافرین ومسجد کے واسطے یہ وقف کیا جاتا ہے پس مورثان متوفی جو متولی جائداد موقوفہ بھی ہیں،

(۱) اگر منجملہ قطعّات زمین متذکرہ صدر کے کوئی جزو خراب و بیکار پڑا ہو اور اس سے کسی قسم کی آمدنی بھی نہ ہو

مسجد میں شامل کر دیں۔

(۲) یا کسی جز قطعاً مذکور بالا میں کچھ عمارت اس غرض سے تعمیر کر دیں کہ اس کی آمدنی واسطے اخراجات مسجد کے کام آئے یا کسی خاص کام متعلق مسجد کے مشاغل فروش و فروش وغیرہ متعلقہ و مملوکہ مسجد کے رکھنے یا پیش امام و مؤذن وغیرہ کسی خادم مسجد کی سکونت کے بکار ہو تو جائز ہے یا نہیں اور متولی پر کوئی مواخذہ شرعی تو نہ ہوگا؟

الجواب:

اگر مسجد تنگ ہو جماعت کی دقت ہوتی ہے جگہ کی حاجت ہے تو یہ زمین مسجد میں شامل کر دی جائے ورنہ نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف ہے نہ کہ مسجد کر لینے کے لئے۔ عالمگیری میں ہے:

لايجوز تغيير الوقف عن هيأته ^۱	وقف کی ہیئت کو بدلنا جائز نہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

في الفتح ضاق المسجد وبجنبه ارض وقف عليه او حانوت جاز ان يوخذ ويدخل فيه ^۲	فتح میں ہے کہ مسجد تنگ ہو جائے حالانکہ اس کے پہلو میں وقف شدہ زمین یا دکان ہے جو اسی مسجد کے نام وقف ہے تو اس کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے (ت)

صورت ثانیہ حسب پابندی شرائط واقف جائز ہے مثلاً اس کی آمدنی مسجد میں صرف کرنے کے لئے وقف کی ہو تو اس غرض کے لئے اس میں عمارت بنانی جائز اور سکونت امام وغیرہ کے لئے ناجائز لان شرط الواقف كنص الشارع (کیونکہ واقف کی شرط، شارع کی نص کی طرح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱: از خیر آباد ضلع سیتاپور اودھ محلہ میاں سرائے درگاہ حضرت حاجی حافظ سید محمد علی صاحب ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ کیافر ماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند موضعات کو شاہان دہلی نے واسطے مصارف امور مذہبی و مدد معاش ایک خاندان کے معاف کیا تا زمان سلطنت انگلشیہ موافق نیت عطا کنندہ اس پر عملدرآمد رہا عہد سلطنت انگلشیہ زمانہ بندوبست اول میں اس معافی کی نسبت تحقیقات ہو کر معافی قدیم ثابت ہوئی اس تحقیقات میں ورثا معافی دار اول نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ مواضع قدیم سے وقف ہے لیکن اب بھی وقف نامہ یا ایسی تحریر یا حکم شاہان دہلی عطا کنندہ کی معافی کا کہ جس سے واقف کا نام یا مضمون وقف اس سے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۹۹۰ھ

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۴ھ

ثابت ہو سکے پیش نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ثبوت تحریری زبانی پیش ہوا اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مواضع شاہان دہلی نے بغرض مذکور بالا معافی عطا کئے تھے، اسی بنیاد پر جو سند سرکار انگلشیہ سے عطا ہوئی وہ معافی مشروط کی عطا ہوئی، اور منجملہ شرائط سند عطاء سرکار انگلشیہ ایک یہ بھی شرط ہے کہ در صورت عدم پابندی شرائط سند یہ معافی ضبط کر لی جائیگی اور مواضع مذکورہ کے متعلق سرکار انگلشیہ سے ڈگری حق اعلیٰ بمقابلہ سرکار بحق معافی داران صادر ہو چکی ہے اور سرکار، انگلشیہ اپنے حقوق مثل رقم سوائی و فیس سرکارہ و شفا خانہ وغیرہ مثل دیگر زمینداران کے سالانہ معافی دار سے لیتی ہے اس کے بعد سے تاحال ورنہ معافی داران شرائط مندرجہ عطیہ سرکار انگلشیہ پابند رہ کر بطور مناسب اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کر کے بقیہ محاصل کو اپنے مدد معاش میں صرف کرتے رہے بند و بست اول سے اس خاندان معافی داران میں حصص قائم ہوئے اور برابر وراثت جاری رہے اور ہر معافی دار کا نام کھیوٹ و کاغذات میں بطور مالک درج ہوتا رہا اب تھوڑا عرصہ ہوا کہ شرکاء معافی میں سے چند شرکاء نے حسب ذیل انقلاب کئے ایک معافی دار نے منجملہ اپنے حصہ کے ایک جزء کا وقف نامہ بنام اللہ میاں رجسٹری شدہ تحریر کیا ایک حصہ دار نے اپنا حصہ اپنے حقیقی بھائی کے نام ہبہ کر دیا، ایک نے وقف علی الاولاد کیا، اس کے بعد واقف علی الاولاد نے عدالت مجاز میں ایک دغوی دائر کیا کہ ہبہ مواضع موقوفہ میں ان میں کارروائی منتقلات جائز نہیں ہے اور اپنے عرضی دغوی میں اپنے انتقال وقف علی الاولاد کو پوشیدہ رکھا اور ہر دو انتقالات کو ظاہر کیا اور عدم جواز کی حجت کی لہذا استصواب ہے کہ مواضع عطیہ شاہی و سرکار انگلشیہ وقف سمجھے جائیں گے یا از قبیل عطیات و معاقبات و ارسادات وغیرہ متصور ہوں گے اور کارروائی انتقالات متذکرہ بالا باطل و کالعدم سمجھی جائیں گی یا جائز متصور ہو کر آئندہ کے لئے ایسی کارروائیاں جائز رہیں گی اور اس بیان معافی داران سے جو بند و بست میں نسبت وقف ہونے جلد ادکے ہوا ہے جلد اد مذکورہ وقف ہو گئے یا ان کا بیان بمقابلہ نیت عطا کنندہ کے باطل و بیچ ہے اور ہبہ جلد اد بصورت عطیہ و معافی و ارسادات کے قائم رہیں گے اور عطیہ و ارسادات کے کیا معنی ہیں اور ان پر کیا کیا احکام جاری ہو سکتے ہیں اور کیا کیا احکام جاری نہیں ہو سکتے ہیں فقط،

الجواب:

ارصادات و عطایا سلاطین میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو مواضع سلاطین اپنی رعیت میں سے کسی کو جاگیر بخش دیں اسے اس کا مالک کر دیں وہ عطا ہے عربی میں اسے اقطاع کہتے ہیں اور ہماری زبان میں معافی و جاگیر اور جو مواضع سلاطین اسلام مصارف خیر کے لئے تعین کر دیں وہ ارسادات ہیں ان کا حکم بعینہ حکم وقف ہے اور بعد مصارف خیر جو کچھ بچے اس میں سے کسی قوم یا کسی شیخ کی اولاد یا کسی مزار کے خدام کی مدد معاش کرنا منافی وقف و ارسادات نہیں، نہ اوقاف قدیمہ کے لئے واقف کا نام معلوم ہونا ضرور، نہ کوئی سند پیش کرنا لازم، ورنہ لاکھوں وقف خصوصاً مساجد باطل ہو جائیں، خود سائل کا بیان ہے کہ مواضع سلاطین دہلی نے مصارف امور مذہبی اور ایک خاندان کی مدد معاش کے لئے

معاف کئے اور یہ کہ تا زمان سلطنت انگلشیہ موافق نیت عطا کنندہ اس پر عملدرآمد رہا اور یہ کہ اس کے بعد سے تاحال ورثاء معافی داران اغراض معافی میں محاصل مواضع میں سے خرچ کر کے بقیہ محاصل کو اپنی مدد معاش میں صرف کرتے رہے، یہ شان وقف ہی کی ہوتی ہے، اور اگر کسی خاص شخص کو جاگیر دینی ہوتی ہے تو مصارف خیر کی قید نہ لگائی جاتی، نہ یہ کہ ان سے جو بچے وہ مدد معاش میں صرف ہو، نہ اس کے موافق قدیم سے اب تک عملدرآمد رہتا ہے تو ضرور یہ مواضع وقف ہی ہیں اور بندوبست حال میں اسمائے متولیان بخانہ ملکیت رکھنا وقف ثابت کو زائل نہ کرے گا اور یہ انتقالات جو ان بعض متولیوں نے کئے اگر اس سے مقصود وہ محاصل ہیں جو بعد مصارف خیر ان کے حصہ میں آئیں جب تو ظاہر ہے کہ اس سے اصل وقف پر کوئی حملہ نہ ہوا اگرچہ محاصل کا وقف یا قبل وصول ہبہ کرنا باطل ہے، اور اگر ان سے نفس رقبہ جائیداد کا انتقال مقصود تھا تو غایت یہ کہ ان کا ظلم باطل و مردود تھا، اس سے وقف پر کیوں حرف آنے لگا، گورنمنٹ کا رقوم سوائی وغیرہ لینا بھی منافی وقف نہیں، یوں ہی بندوبست اول سے اجرائے وراثت اگر محاصل میں ہے کیا بیجا ہے اور رقبہ میں ہے تو متولیوں کا ظلم ہے بلکہ بیان سائل کہ اب تک بعد مصارف خیر جو بچتا ہے تقسیم کرتے ہیں رقبہ میں اجرائے وراثت کی خود نفی کر رہا ہے، اور نہ بھی سہی تو ان کے مورثوں کا سب سے پہلا بیان کہ یہ جائیداد وقف ہے، ان کے ان تصرفات کے ابطال کو کافی ہے، جائیداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی اور ان کے اس بیان اول میں نیت عطا کنندہ کا کچھ خلاف نہیں بلکہ عین موافقت ہے جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا بالجملہ شک نہیں کہ مواضع مذکورہ وقف ہیں اور ان میں کسی کو تصرفات ماکانہ یا انتقالات کا کچھ حق نہیں

"وَأَتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَعَالَى إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ" ^۱ (اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲: از ضلع بجنور موضع چاند پور مسئولہ محمد قطب الدین ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

مخدوم مکرم و معظم دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آبادی قصبہ چاند پور میں موازی ۶ بسوائے یعنی (للعہ مہ) گز کل اراضی نمبری خسرہ ۲۴۸۲ واقع محلہ کوئلہ موقوفہ تھی اس پر ایک دکان بنی ہوئی تھی اس کی آمدنی صرف مسجد میں آتی تھی چنانچہ بندوبست دہم یعنی ۱۸۶۷ء یا ۱۲۷۷ھ میں دکان مذکورہ بخانہ مالک زمین و مالک مکان (موقوفہ) تحریر ہے اس کے کیفیت میں (دکان تصرف مسجد) تحریر ہے اس کے منتظم مولوی مجتبیٰ حسن صاحب دیوبندی ساکن چاند پور تھے دکان منہدم ہو گئی اس پر ایک سہ دری بنائی گئی جو قیام مسافران اور درس گاہ کے کام آتی رہی اور مہتمم بدستور مولوی صاحب موصوف رہے اب اس سال سے مولوی صاحب مذکور نے اس کے اوپر ایک بالاخانہ تعمیر کر لیا اس کو زنانہ مکان کر لیا بیچ کا سابقہ حصہ یعنی سہ دری اپنی نشست گاہ خاص بنالی، اللہ اللہ خیر صلا۔

مولوی صاحب کہتے ہیں ہم مکان کے مالک ہیں ہمارا تعمیر کردہ ہے تہادی بارہ سال عارضی ہے وغیرہ وغیرہ اور سب چیزیں خدا کی ملکیت میں اور ہم اس کے بندے ہیں، رضامندی سے وہ چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتے، مجبوراً عدالتانہ کارروائی کرنا ہوگی چونکہ مولوی صاحب موصوف اور ان کے بھائی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب سب مولوی ہیں (مولوی عالم فاضل ہیں) سب لوگ ان کا ادب کرتے ہیں بچتے ہیں کوئی دغوی کرنے یا مدعی بننے پر رضامند نہیں ہوتا، یہاں ہم صرف دو آدمی حق کی حمایت کر سکتے ہیں، البتہ واقعات کے بابت شہادت دے سکتے ہیں، اگر ان کو مدعی بنالیا جائے تو گواہ کون رہے سوائے اس کے نالاش ہونے پر لوگوں سے توقع ہو سکتی ہے، بالفعل یہ خیال ہے کہ مولوی پر ہاتھ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے، حتیٰ کہ مولوی عبدالواسع صاحب و میر سجاد حسین صاحب و کلا بجنور وکیل بننے سے گریز کرتے ہیں اس خط المہال میں آپ پر نظر دوڑتی ہے اور گزارش کیا جاتا ہے کہ ہم کو کیا کارروائی کرنا چاہئے اور اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اگر آپ کا نام نامی بھی زمرہ مدعیان میں شامل کر دیا جائے تو نامناسب تو نہیں ہے؟ یا کسی اور شخص کا لکھا جائے؟ جیسی رائے عالی ہو کیا جائے، جواب بواپسی ڈاک مرحمت ہو، فقط۔

الجواب:

بحمد اللہ تعالیٰ میں حکم شرعی جانتا ہوں اور وہی بتا سکتا ہوں قانون سے نہ مجھے واقفیت نہ اس کا مشورہ دے سکتا ہوں، وقف میں تصرف ماکانہ حرام ہے اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چہ جائے دیگر۔ درمختار میں ہے:

وینزع وجوباً ولو الواقف، درر، فغیرہ اولیٰ لو غیر مأمون، بزازیہ ^۱	لازمًا معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہی ہو، درر۔ تو بطریق اولیٰ غیر کو اگر وہ معتمد علیہ نہیں، بزازیہ۔ (ت)

اور وقف کا مدعی ہر مسلمان ہو سکتا ہے او جو مدعی ہو وہی شاہد ہو سکتا ہے لانه لا یحتاج الی الدعوی (کیونکہ دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ ت) وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وقف کو ظلم سے نجات دلائیں۔ دیوبندی عالم دین نہیں ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین سمجھنا خود کفر ہے، علمائے حرمین شریفین نے انہیں لوگوں کے لئے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر ^۲	جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے تو وہ کافر ہوا۔ (ت)

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/۳۸۳

^۲ حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

اور بالفرض کوئی عالم بھی ہو تو اس کا ادب اس کا مقتضی نہیں ہو سکتا ہے کہ وقف اس کے دستبر دظالمانہ میں چھوڑ دیا جائے اگرچہ عالم ہے مگر وقف پر ظالم ہے اور اس کی تخلیص فرض۔ یہ بہت اچھا عذر ہے کہ سب ملک خدا ہے اور ہم اس کے بندہ، کیا ایسا کہنے والا اپنے املاک اور اپنے اہل میں بھی ان کے لئے یہی گمان کرے گا کہ یہ سب ملک خدا ہیں اور وہ خدا کے بندے، یہ خاصہ ابا حنیہ کا مذہب ہے، فقیر کچھری کی لیاقت نہیں رکھتا اس سے معاف فرمایا جائے اور ہزاروں مسلمان مدعی ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳: مسئلہ مردمان عامہ موضع باجری تحصیل کسرواڑ ضلع انبالہ بتوسط الہ بخش درزی ساکن باجری ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ نے اپنی تمام اشیاء جس میں منجملہ دیگر اشیاء کے ایک سکنی مکان بھی ہے مسجد کے نام پر خدا کے واسطے وقف کر دیا اور سند کے لئے ایک کاغذ پر چند معزز برادران رشتہ کے دستخط کروا کر ایک کاغذ بنالیا اور یہ کام کر کے وہ عورت ایک دوسرے موضع میں اپنی لڑکی کے گھر پر جا رہی اور اس کے چلے جانے کے بعد میں اس عورت کے قریبی رشتہ والوں نے اس وقف شدہ مکان کی بابت فساد شروع کر دیا کہ ہم یہ مکان مسجد کے نام نہیں دیں گے حالانکہ بیوہ کے کوئی اولاد ذکور میں سے صاحب حق نہیں ہے اور وہ اپنے مال و جائیداد کی بلا اشتراک غیرے خاندان کے مرنے کے بعد خود مختار مالک تھی، لہذا اب دریافت امر خاص یہ ہے کہ آیا کوئی شخص بیوہ کی مرضی کے خلاف کچھ کاروائی کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس صورت سے؟ ورنہ ایسے بددیانت اشخاص کی کیا شرعی تعزیر ہے؟ فقط

الجواب:

جو شے اللہ عزوجل کے لئے وقف ہو گئی اس میں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا، یہاں سوال سے ظاہر یہ ہے کہ عورت نے اپنی حالت صحت میں یہ وقف کیا تو اب کسی رشتہ دار کا اس میں مزاحمت کرنا محض ظلم و ناسموع ہے اور یہاں کوئی کسی کو تعزیر نہیں دے سکتا، بڑی تعزیر یہ ہے کہ جس سے بات واقع ہو مسلمان اسے چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴: از شہر حیت پور ملک کاٹھیاوار چھوٹی چوک مسئلہ حاجی امداد احمد حامد متولی جمعہ مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کا طریقہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے یا فوت ہوتا ہے تو اس کی جانب سے اس کے عزیز ایک یا چند قرآن پاک مسجد میں بھیجتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ پڑھیں تاکہ ہم کو ثواب ملے، اب چونکہ جامع مسجد میں وہ بکثرت جمع ہو گئے اور بیکار رکھے ہیں جن کا انجام سوائے گلنے اور بوسیدہ ہونے کے کچھ نہیں ہے کیونکہ پڑھنے والے چند اور قرآن بکثرت جمع، تو ان کو ہدیہ کر کے وہ پیسہ مسجد کے صرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں، مسجد سے ملحق ایک مدرسہ قرآن ہے اور نیز شہر میں بھی قرآن کے مدرسے ہیں ان میں

ان قرآنوں کو متولی بھیج سکتا ہے یا نہیں نیز اگر اس شہر کے مدارس سے بچہ رہیں تو دوسرے شہر کے مدارس میں بھیجے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس بھیجنے سے مصحف شریف اس مسجد پر وقف کرنا مقصود نہیں ہوتا جب تو بھیجنے والوں کو اختیار ہے وہ مصاحف ان کی ملک میں باقی ہیں جو وہ چاہیں کریں اور اگر مسجد پر وقف مقصود ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں اسے دوسری مسجد بھیج سکتے ہیں یا نہیں، جب حالت وہ ہو جو سوال مذکور میں ہے اور تقسیم کی ضرورت سمجھی جائے تو قول جواز پر عمل کر کے دوسری مساجد و مدارس پر تقسیم کر سکتے ہیں اس شہر کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں مگر انہیں ہدیہ کر کے، ان کی قیمت مسجد میں نہیں صرف کر سکتے۔ درمختار میں ہے:

وقف مصحفاً علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یكون محصوراً علی هذا المسجد ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مسجد کے نام قرآن کا وقف جائز ہے وہاں اس کی تلاوت کی جائے لیکن وہ اس مسجد کے لئے پابند نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۵: مسئلہ عبد اللہ لوہار مقام چندوسی ضلع مراد آباد محلہ سنبھل دروازہ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ چرمی فرماید علمائے دین دریں مسئلہ، ایک باغ (انگہ) کے دو بھائی مسلمان خواجہ بخش و عظیم مالک تھے اور دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی، عظیم بخش نے ایک بھتیجا لے لیا تھا مسٹی حسین، اور اس نے نصف باغ کا داخل خارج کاغذات سرکاری میں کرا دیا عرصہ تیس سال کا ہوا اور اب تک اسی کے نام داخل خارج چلا آتا ہے اب دوسرے بھائی خواجہ بخش نے بھی باغ بیت اللہ شریف کے جاتے وقت فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا جبکہ عظیم بخش کا انتقال ہو گیا تھا ایسی صورت میں حصہ بھتیجا حسین کو پہنچ سکتا ہے یا بھائی مالک ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ نصف باغ بلا تقسیم عظیم بخش نے بھتیجے کے نام ہبہ کر دیا تھا اور عظیم بخش نے اپنے انتقال کے بعد بھائی کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا تو وہ ہبہ جو بھتیجے کے نام تھا عظیم بخش کی موت سے باطل ہو گیا۔ درمختار موانع رجوع میں ہے:

البیم موت احد المتعاقدين بعد التسليم فلو قبله بطل ^۲ ۔	قبضہ دے دینے کے بعد عاقدین میں سے کسی کا فوت ہو جانا، تو اگر قبضہ دینے سے پہلے فوت ہو تو عقد باطل ہوگا۔ (ت)

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/۸۱-۳۸۰

^۲ درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع عن الہبۃ مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/۱۶۱

تو کل باغ کا مالک خواجہ بخش ہوا جب اس نے وقف کر دیا وقف ہو گیا اب نہ اس کا ہے نہ بھتیجے کا، خالص ملک الہی ہے عزوجل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶: از علی گڑھ محلہ دہلی دروازہ تکیہ بخشی کریم اللہ صاحب مسئلہ عبد الکریم و عبد العزیز وغیرہ ۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں عالمان دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تکیہ اور کچھ اراضی باڑہ کے نام سے کہ جو قدیم الایام سے واسطے فاتحہ حضرت فیض اللہ شاہ صاحب اور حضرت بانام شاہ صاحب کے وقف چلی آتی ہے اور اس کے متولی اور متصرف ہمارے اجداد سے تھے اور اس کی آمدنی سے فاتحہ اور عرس ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اس میں پہلے یہ تصرف ہوا کہ اس زمین میں کچھ دکانیں بنوادیں گئیں اور پھر تکیہ کی زمین سے کچھ حصہ اشخاص کے ہاتھ بیع کر دیا گیا اور باڑہ کی زمین میں ایک گنج آباد کر کے اس کو رہن کر دیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع اور رہن اس اراضی موقوفہ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ تصرف کیا حکم رکھتا ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔ بینوا تو جو را (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

وقف کے رہن و بیع ناجائز ہیں، در مختار میں ہے:

فَاذَاتْمَ وَلِزْمَ لَا يَمْلِكُ وَلَا يَمْلِكُ وَلَا يِعَارُ وَلَا يِرْهَنُ ^۱ ۔	جب وقف تام اور لازم ہو جائے تو کوئی نہ اس کا مالک بنے نہ کسی کو مالک بن سکے، نہ عاریۃً دیا جائے اور نہ رہن رکھا جاسکے (گات)

دکانیں اگر تکیہ میں بنائی گئیں تو قطعاً ناجائز ہیں اور باڑے میں متولی نے منفعت وقف کے لئے بنوائیں اور ان میں کوئی مخالفت شرط و واقف و تغیر میں نہ وقف نہ تھی تو حرج نہیں ورنہ وہ بھی ناجائز ہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر و الفتاویٰ الہندیۃ وغیرہما (جیسا کہ اس پر فتح القدیر اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہما میں تصریح کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷: مرسلہ چودھری رشید الدین صاحب اشرف صاحب تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ از بیار ضلع بارہ بنکی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قاضی امیر اشرف صاحب مرحوم نے وفات پائی ان کے کاغذات سے ایک تحریر برآمد ہوئی جس کی نقل مطابق اصل شامل استفتاء ہذا ہے جو ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے مگر جا بجا اس کے حواشی وغیرہ پر عبارت ان کے قلم کی لکھی ہوئی ہے آیا اس تحریر پر عملدرآمد شرعاً

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ وقف سمجھا جائے گا یا وصیت؟ اور اس کی پابندی ہر دو طریق سے کسی طریق پر وراثت کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

یہ نہ وقف ہے نہ وصیت، نہ کوئی شے، نہ اسکی پابندی اصلاً کسی طرح وارث خواہ غیر پر کچھ لازم، یہ ایک وقفنامہ نامکمل کا خاکہ ہے جو نہ قلم مورث سے ہے نہ دستاویزوں کے عنوان معروف (میں کہ فلاں بن فلاں الخ) سے اس کی ابتدا، نہ اس پر کوئی شہادت، ایسا کاغذ ایک ردی پرچے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، خصوصاً اس کا ختم اس پر ہے کہ لہذا وقفنامہ ہذا کو تکمیل و رجسٹری کرائے دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے، فقط۔ زیادہ سے زیادہ یہ گمان ہو سکتا ہے کہ مورث نے وقف کا قصد کیا اور کسی شخص سے اس کا مسودہ کرایا اور اس میں خود ترمیم کی پھر، رائے نہ ہوئی اور اسے موقوف رکھا لہذا تکمیل نہ کی، نہ رجسٹری کرائی۔ یہ اگر ہو بھی تو اس قدر سے کچھ نہیں ہوتا کہ ایک ارادہ تھا جو ہو کر رہ گیا، یہ بھی بفرض تسلیم ہے ورنہ ثابت اس قدر بھی نہیں کہ یہ کاغذ مورث نے لکھوایا یا مورث کی رائے سے لکھا گیا، حواشی پر قلم مورث سے کچھ لکھا معلوم ہونا کوئی دلیل نہیں خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، بہر حال وہ ایک مہمل کاغذ ہے جس کا کچھ اثر نہیں، اشیاء والنظائر میں ہے:

لا یعتد علی الخط ولا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین ^۱ ۔	خط پر اعتماد نہ کیا جائے اور وقف نامہ جو گزشتہ قاضی حضرات کے اس پر خطوط لکھے ہوئے ہیں ان پر عمل نہ کیا جائے گا۔ (ت)

عقود الدرر یہ میں ہے:

کتاب الوقف انما ہو کاغذ بہ خط وهو لا یعتد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا ^۲ ۔	وقف کی کتاب، وہ ایک کاغذ ہے اس پر خط ہے جو قابل اعتماد نہیں اور نہ اس پر عمل جائز ہے جیسا کہ ہمارے اکثر علماء نے اس پر تصریح کی ہے (ت)

رد المحتار میں ہے:

اذا کان مصدر امعوناً فکان لفظ اذا اعترف ان الخط خطہ بخلاف ما اذا	جب ابتداء میں عنوان قائم کیا گیا ہو تو پھر زبانی گفتگو کی طرح ہو گا جب یہ اعتراف بھی ہو کہ یہ میرا خط ہے

^۱ الاشیاء والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۳۸/۱

^۲ العقود الدرر فی تنقیح الحامدیہ: کتاب الوقف ۱۱۰/۱ و کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار ۲۰/۲

لم یکن مصدرا معنونا وهذا ذكره في الاخرس وذكر في الكفاية آخر الكتاب عن الشامي ان الصحيح مثل الاخرس فاذا كان مستبيناً مرسوماً وثبت ذلك بأقراره او ببينة فهو كالخطاب اه والمعنون لحاضر اذا كتب على وجه الصكوك يقول فلان الفلاني^۱ الخ اه ملتقطاً والله تعالى اعلم۔	بخلاف اس کے کہ وہ عنوان سے شروع نہ کیا ہو، اس کو انہوں نے گوئگے کے متعلق ذکر کیا ہے، اور کفایہ میں کتاب الوقف کے آخر میں علامہ شامی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ صحیح بھی گوئگے کی طرح ہے کہ جب اس کی تحریر واضح ہو اور معنون لکھی گئی ہو اور اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو تو وہ خطاب کی طرح ہے اھ، معنون کسی مخاطب کے نام ہو اور چیک کی لکھائی ہو اور یوں لکھے فلاں جو فلاں ہے، الخ اھ ملتقطاً، والله سبحانه وتعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۶۸: از بمبئی مرسلہ قاضی شریف عبداللطیف صاحب قاضی بمبئی ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

بسم الله الرحمن الرحيم حامداً ومصلياً

ماقولکم ایہا العلماء الکرام (اے علمائے کرام! آپ کا کیا فرمان ہے کہ۔ت) قاضی شریف عبداللطیف صاحب مرحوم
مغفور ۱۸۵۰ء میں بمقام شولاپور منجانب حکومت مفتی مقرر کئے گئے ۱۸۵۶ء میں بمقام رتناگری اسی عہدہ پر منتقل ہو گئے اسی
عرصہ میں محکمہ افتاء کے لئے کتابوں کا ذخیرہ جماعت المسلمین کی جانب سے مہیا کر دیا گیا من بعد ۱۸۶۳ء میں گورنمنٹ نے
عہدہ مفتی موقوف کر کے صاحب موصوف کی پنشن مقرر کر دی جو ان کے حین حیات تک جاری رہی ۱۸۶۶ء میں بمبئی کے
جماعت المسلمین کے اہل حل وعقد و رؤسا نے بالاتفاق ان ذات ستودہ صفات کو عہدہ قضا سپرد کیا، کتب خانہ محکمہ افتاء رتناگری
بھی وہاں کے اکابر و اصاغر المسلمین کی اجازت سے بمبئی منتقل ہو گیا بلکہ یہاں کے بزرگان اسلام نے اس کی مزید تکمیل فرمائی، آج
تک وہ کتب خانہ عطیہ قوم دار القضا کے متعلق سمجھا جاتا ہے اس صورت سے کہ جو شخص مسند قضا پر متمکن ہوتا ہے اس کے
قبض و تصرف اور نگرانی میں بطور امانت رہتا ہے، قاضی کو اس میں کسی قسم کی کمی کرنے یا کسی کتاب کے فروخت کرنے کا
اختیار نہیں ہے، البتہ حسب ضرورت قومی پیسہ سے یا محکمہ قضا کی آمد سے اضافہ کر سکتے بلکہ کرتے رہتے ہیں، قاضی شریف
عبداللطیف مرحوم و مغفور کے رحلت فرمانے کے بعد ان کا تمام ترکہ ورثہ میں تقسیم ہوا مگر کتب خانہ منجملہ عطایائے قوم
مخصوص برائے مسند قضا نا قابل التقسیم قرار دیا گیا قاضی صاحب مرحوم کے بعد ان کے چھوٹے صاحبزادے جناب شریف محمد
صالح صاحب حسب استرضائے ارباب حل وعقد جماعت المسلمین بمبئی قضا پر متمکن ہوئے اور کتب خانہ ان کی نگرانی میں
رہا، ۱۳۳۶ھ میں انہوں نے بھی رحلت

^۱ رد المحتار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۳

فرمائی اور بجائے ان کے جناب شریف عبداللطیف صاحب (ان کے فرزند اکبر) کے سپرد محکمہ قضا اور اس کے متعلق کتب خانہ کیا گیا، پس دریافت طلب صرف یہ امر ہے کہ یہ کتب خانہ جو دارالقضا کے متعلق ہے اور عطیہ قوم وہ بھی مثل دیگر مال متروکہ کے ورثہ میں تقسیم ہوگا یا حسب دستور سابق محفوظ و مامون ان قاضی صاحب کے پاس رہے گا جو فی الحال خدمت قضا انجام دے رہے ہیں۔

الجواب:

جبکہ وہ کتابیں جماعت مسلمین محکمہ افتاء یا دارالقضا کے لئے جمع کیں قاضی کو ان کا مالک نہ کیا جیسا کہ تعامل مذکور سوال سے واضح ہے تو ورثہ قاضی کے ان میں کوئی حق وراثت نہیں اگر جماعت نے وقف کیں تو ظاہر اور نہ کیں تو ملک جماعت ہیں یا نفاذ شرائط علی مشتری کی صورت میں ملک مشتری اور وہ زر جماعت کا ضامن ہے بہر حال ملک قاضی نہیں، غیر قاضی نے جو کتابیں جماعت کے لئے خریدیں ان میں نفاذ علی مشتری کی صورت یہاں نادر ہے ہم نے اپنے فتاویٰ کتاب الوقف میں مبین کیا ہے کہ زر چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور ان کی اجازت سے صرف ہوتا ہے خریداری کتب اگر اہل جماعت نے خود نہ کی تو معہود یہ ہے کہ دوسرا ان کے امر سے کرتا ہے ثمن ان کے روپے سے ادا کیا جاتا ہے جو انہوں نے خریداری کے لئے پہلے دے دیا بعد خریداری ادا کیا اس صورت میں اس مشتری کے مالک کتب ہونے کے لئے یہ درکار کہ:

اولاً: جماعت نے اسے کسی کتاب معین مشخص کے شرائط کا وکیل نہ کیا ہو، یعنی کسی جلد خاص کی نسبت کہ بعینہ یہ جلد خرید دے (یہ کہنا کہ ہدایہ یا فلاں مطبع کی ہدایہ یا فلاں دکان سے مصری چھاپے کی ہدایہ یہ شے معین کے لئے توکیل نہیں جبکہ اس دکان پر مصری طبع کے متعدد نسخے ہدایہ ہوں) کہ اس صورت میں وہ غیبت جماعت میں اسے اپنے لئے خرید ہی نہیں سکتا،

حيث لم يكن مخالفاً دفعاً للغرر درمختار ^۱ ، وبين المخالفة في البحر، ولان فيه عزل نفسه فلا يملكه على ما قيل الا بحضور من الموكل ^۲ ردالمحتار عن الباقاني عن الهداية۔	جب مخالف نہ ہو، تاکہ دھوکا کا احتمال نہ ہو، درمختار، اور مخالفت کو بحر میں بیان کیا، اور اس لئے کہ اس میں اپنے آپ کو معزول ہونا ہے جس کا وہ اپنے موکل کی حاضری کے بغیر مالک نہیں، ردالمحتار نے باقانی سے بحوالہ ہدایہ نقل کیا۔

تاجی: عقد ایجاب میں جماعت کی طرف مضاف نہ ہو مثلاً اس نے بائع سے کہا یہ کتاب میں نے تجھ سے جماعت

^۱ درمختار باب الوكالة بالبيع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۵

^۲ ردالمحتار باب الوكالة بالبيع والشراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۴

کی طرف سے خریدی اس نے کہا میں نے بیچی یا اس نے کہا میں نے یہ کتاب جماعت کے ہاتھ بیع کی اس نے کہا میں نے خریدی کہ اس صورت میں نفس عقد جماعت ہی کے لئے ہوگا اور مشتری پر نافذ نہیں ہو سکتا۔

علی ماحققنا صورة بتفصيلها في كتاب البيوع من فتاوانا في تحرير حافل كامل سميناه "عطية النبي في الاشتراء للاجنبي" بما لا يوجد في غيره وبالله التوفيق۔	جو ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب البيوع میں اس کی تفصیلی صورتوں کی تحقیق کی ہے وہ جامع کا مکمل تحریر ہے ہم نے اس کا نام "عطية النبي في الاشتراء للاجنبي" رکھا ہے، یہ تحقیق اس کے غیر میں نہیں ملے گی، اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ (ت)

حاشیہ: عقد کو مال جماعت کی طرف بھی مضاف نہ کرے فقط جماعت کا روپیہ دکھا کر کہا اس روپے کی فلاں فلاں کتاب تجھ سے خریدی۔
 راجعاً: خریداری میں جماعت کے لئے خریدنے کی نیت نہ کرے ورنہ وہ دیانۃً علی الاطلاق جماعت ہی کے لئے ہے۔
 خامساً: قیمت میں مال جماعت نہ دے ورنہ وہ جماعت ہی کے لئے ٹھہریں گی اگرچہ اپنے لئے خریداری کی نیت بتائے،

وتفصيله ذلك في البحر والخصناه في جد المتار بقولي وبالجملة اذا كان وكيلاً بشاء شبي لا بعينه فالإضافة قاضية فإن لم توجد فالنية فإن لم توجد فللعقد عند محمد ان سلم الأمر ايضاً عدم النية وان قابل بل نوي لي حكم النفق كمالاً لو تخالف فيها وعند ابى يوسف يحكم النقد في الوجهين وهو الراجح قدمه قاضيه خان وأخر دليله في الهداية فتحصل ان الحكم للإضافة فإن لم توجد فللنية فإن لم توجد اوتكاذباً فيها فللنقد¹، والله تعالى اعلم۔	اس کی تفصیل بحر میں ہے، ہم نے جد المتار میں اپنے اس قول کے ساتھ اس کی تلخیص کی ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی غیر معین چیز کی خریداری کا وکیل ہو تو وہاں نسبت فیصل بنے گی اگر نسبت نہ ہو تو پھر نیت پر فیصلہ ہوگا اگر نیت بھی نہ ہو تو پھر خریدار کی نیت معتبر ہے جب امر تسلیم کر لے کہ میرے لئے نیت نہ تھی اور اگر کہے خریدار وکیل نے میرے لئے نیت کر کے خریدا ہے تو صرف ایسی صورت میں امام محمد کے ہاں مروج سکے پر فیصلہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں صورتوں میں سکے کو فیصل قرار دیا جائے گا اور یہی رائج ہے، قاضی خاں نے اسے پہلے ذکر کیا اور ہدایہ میں اسکی دلیل کو بعد میں ذکر فرمایا۔ تو حاصل یہ ہوا کہ اضافت پر حکم ہوگا ورنہ نیت پر، اگر نیت نہ ہو یا

¹ جد المتار حاشیہ رد المحتار

دونوں اختلاف کریں تو پھر نقد پر فیصلہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

یہاں اگرچہ نفاذ علی مشتری سے تین مانع اول کثیر الوقوع نہیں مگر خامس ہی غالب ہے اور کتابیں لاکر سپرد جماعت یا داخل کتب خانہ افتاء و قضاء کرنا راجح پر شاہد۔ یونہی وہ کتابیں کہ قاضی نے قومی پیسے یا آمدنی دار القضاء سے خریدیں یہاں بھی ظاہر عبارت سوال یہ ہے کہ قاضی نے اپنے مال سے نہ خریدیں اگرچہ اس کی تنخواہ بھی اسی پیسے یا آمدنی سے ہوتی ہو مگر عبارت اس سے ساکت ہے کہ قاضی کا شرائ بھی بامر جماعت تھا یا بطور خود۔ اگر صورت اولیٰ ہے کہ قاضی نے اس مال سے کتابیں بامر جماعت خرید کر داخل کتب خانہ مذکورہ کیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ وقف یا ملک جماعت ہوئیں کہ اب قاضی وہ مشتری ہے جس میں وجہ راجح و خامس مانع تملک ہیں، اور اگر صورت ثانیہ ہے تو اب مانع نفاذ صرف وقت ایجاب بیع میں اضافت بجماعت ہونا ہے و بس۔ اگر یہ اضافت نہ ہو تو ایجاب میں مشتری کی طرف اضافت صراحۃً دلالت سے چارہ نہیں ورنہ بیع ہی نہ ہوگی، تجنیس ناصری و تاتار خانہ و ہندیہ میں ہے:

اگر کہا میں یہ غلام ہزار درم میں فروخت کرتا ہوں تو خریدیگا تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے خریدنا تو بیع تام ہو جائے گی۔ لیکن اگر یوں کہا میں یہ غلام ہزار درم میں فروخت کرتا ہوں تو دوسرے نے کہا میں نے خریدنا، اور اس پر کوئی زائد بات نہ کی تو بیع نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں خریدنے کی نسبت اس غلام کی طرف نہ ہوئی اھا قول: (میں کہتا ہوں) یہ اس صورت میں ہے کہ جب پہلے اس غلام کے متعلق سودے کا ذکر نہ ہو، ورنہ یہی نسبت کافی ہے جو دلالت موجود ہے جیسا کہ یہاں بھی ایجاب یعنی "تو خریدی" میں نسبت مذکور نہیں اس میں صرف دلالت نسبت ہے، اور یہ یعنی بھاؤ لگانا نسبت کے لئے کافی ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ سے تجنیس میں پھر فتح میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو کہا میں نے یہ ہزار میں فروخت کیا

لو قال من فروختم ایں بندہ ہزار درم تو خریدی فقال مجیباً
لہ خریدم تم البیع، اما لو قال من فروختم ایں بندہ راہز
ارد درم فقال المشتري خریدم ولم یزد علی هذا لایکون
بیعاً لعدم الاضافة^۱ اھا قول: ای اذا لم تجر بینہما
المساومة والا کفی بہا دلالة کقولہ ہہنا تو خریدی
فانہ ایضاً لیس باضافة فی الایجاب انما فیہ دلالة
علیہا وذلک اعنی الاکتفاء بدلالة الاستیام کما فی
تجنیس الامام صاحب الہدایۃ ثم الفتح لو قال
لاخر بعد ماجری بینہما مقدمات البیع بعث هذا
بالف ولم یقل

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۳

منك وقال الآخر اشتریت صح ولزم اه ^۱ ۔	اور "تجھ سے" نہ کہا، اور دوسرے نے کہا میں نے خریدا، جبکہ دونوں میں پہلے بیع کے مقدمات (بھاؤ وغیرہ) ہو چکے ہوں تو بیع صحیح اور لازم ہو جائے گی (ت)

اور جب ایجاب میں مشتری غیر مامور کی طرف اضافت ہے اگرچہ اسی قدر کہ اول قول اسی نے کیا تو بیع اسی کے حق میں نافذ ہو گئی لان الشراء متى وجد نفاذاً على المشتري نفذ (کیونکہ جب خریداری شئی پر نافذ کرتے پائی جائے تو وہ مشتری پر نافذ ہو جاتی ہے۔ ت) عام ازیں کہ قبول میں بھی اسی مشتری کی طرف اضافت ہو مثلاً بائع کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یا یہ کہے میں نے اپنے لئے خریدیں یا پہلے یہ کہے پھر وہ خواہ قبول میں کسی طرف اضافت نہ ہو، مثلاً بائع کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں یہ کہے میں نے لیں یا قبول کیں، یا کہے میں نے اپنے لئے خریدیں وہ کہے میں نے دیں یا بیچیں خواہ قبول میں جماعت کی طرف اضافت محتملہ قابل تاویل ہو جو عقد کو جماعت کے حق میں متعین نہ کر دے کہ اس صورت میں بوجہ اختلاف ایجاب و قبول بیع ہی باطل ہوگی جیسے وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیں یہ کہے میں نے جماعت کی طرف سے قبول کیں، خانیہ میں ہے:

لو قال الفضولي اشتریت هذا الفلان بكذا او قال البائع بعت منك الصحيح انه باطل ^۲ ۔	اگر فضولی نے کہا یہ میں نے فلاں کے لئے خریدا، اور بائع نے کہا میں نے تجھے فروخت کیا، تو صحیح یہ ہے کہ بیع باطل ہوگی۔ (ت)

بلکہ صورت یہ ہو کہ مثلاً وہ کہے میں نے تیرے ہاتھ بیچیں، یہ اس نے ایجاب کیا، اب یہ قبول میں کہے میں نے جماعت کے واسطے خریدیں کہ واسطہ لحاظ و خاطر و تمتع بہت معانی کو محتمل ہے۔ عنایہ و فتح میں ہے:

ان قال اشتریت منك هذا العین لاجل فلان فقال بعت او قال البائع بعت منك هذا العین لاجل فلان فقال اشتریت لایتوقف علی اجازة فلان لانه وجد نفاذاً على المشتري حیث اضیف الیه ظاهراً فلا حاجة الی الایقاف علی رضا الغیر وقوله لاجل فلان یحتمل لاجل رضا وشفاعته وغیر ذلک ^۳ ۔	اگر فضولی کہے میں نے تجھ سے یہ چیز فلاں کے لئے خریدی اور بائع نے کہا میں نے فروخت کی، یا یوں کہ مالک کہے میں نے یہ چیز تجھے فلاں کے لئے فروخت کی تو یہ جواب میں کہے میں نے خریدی، تو بیع موقوف نہ ہوگی، کیونکہ جب صراحۃً خریدار پر بیع کا نفاذ کیا جا رہا ہے تو اب اس کی اجازت اور رضا پر موقوف رکھنے کی ضرورت نہیں، اور بیع میں، فلاں کے لئے، کو فلاں کو سفارش پر محمول کیا جائیگا۔ (ت)

^۱فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۵۹/۵

^۲فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الموقوف نوکسور لکھنؤ ۳۵۱/۲

^۳العنایۃ مع فتح القدیر کتاب البیوع فصل فی بیع الفضولی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹۱/۶، فتح القدیر کتاب البیوع فصل فی بیع الفضولی

مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹۰/۶

اس مسئلہ کی تحقیق بازغ و تنقیح بالغ ہمارے اسی رسالہ "عطیۃ النبی فی الشراء للاجنبی ۱۳۳۶ھ" میں ہے اس تقدیر پر قاضی کے دل میں وقت شراء جماعت کے لئے خریدنے کی نیت ہونی یا قیمت مال جماعت سے ادا کرنی کچھ مانع نفاذ علی مشتری نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے:

لو اشتري لغيره نفذ عليه اذا لم يصفه الى غيره ^۱ ۔	اگر غیر کے لئے خریدی تو اس پر نافذ ہو جائیگی جب بائع نے فروخت کرنے کی غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان و خزانہ المفتین و وجیز امام کردری میں ہے:

يقول المالك بعت هذا منك بكذا فقال الفضولي قبلت واشتريت ونوى الشراء لفلان فان الشراء ينفذ عليه ولا يتوقف ^۲ ۔	مالک کہے میں نے تجھے یہ چیز فلاں رقم پر فروخت کی اور جواب میں فضولی کہے میں نے قبول کی یا خریدی اور نیت فلاں غیر شخص کے لئے خریداری کی کی، تو یہ خریداری اس فلاں کیلئے نافذ ہو جائیگی اور موقوف نہ ہوگی (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

لا يلزم من الشراء من مال الاب ان يكون المبيع للاب ^۳ ۔	والد کے مال سے خریداری ہو تو یہ لازم نہیں کہ خریدی ہوئی چیز والد کی ہوگی (ت)

اس صورت میں اگر کتب خانہ وقف ہے تو قاضی کا کتاب خرید کر اس میں داخل کر دینا وقف کرنا ہی سمجھا جائیگا کہ اس کے لئے دلالت کافی ہے تصریحاً زبان سے لفظ وقف کہنا ضرور نہیں جس طرح لوگ مسجد میں لوٹے چٹائیاں رکھ جاتے ہیں اور اگر وقف نہیں اور یہ کتابیں قاضی نے خرید کر جماعت کو دے دیں تو اب ملک جماعت ہو گئیں کہ یہ دینا نہ عاریۃ تھا، نہ بالمعاوضہ، تو بہہ قرار پائے گا اور بعد قبضہ مفید ملک ہوگا،

قال في ردالمحتار نفذ على المشتري فان دفع المشتري اليه واخذ الثمن كان بيعاً بالتعاطى بينهما ^۴ وكتبت عليه اقول: يعني اذا	ردالمحتار میں فرمایا خریدار پر بیع نافذ ہو جائے گی تو اگر خریدار نے اس کو دے کر قیمت وصول کر لی تو یہ دونوں میں بیع بالتعاطی (عملی لین دین) ہوگی اھا قول: (میں)

^۱ در مختار کتاب البيوع فصل في الفضولي مطبع مجتبائی، دہلی ۳۱/۲

^۲ فتاویٰ قاضی خان کتاب البيوع فصل في البيع الموقوف نوکسور لکھنؤ ۳۵۱/۲

^۳ فتاویٰ خیرہ کتاب البيوع دار المعرفۃ بیروت ۲۱۹/۱

^۴ ردالمحتار کتاب البيوع فصل في الفضولي دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷/۳

كان الدفع على جهة البيع كما قيد به في الهداية والدر المختار من الوكالة اما اذا دفع اليه مجانا يكون هبة كمن اشترى ثوبا وقطعه قبيصا لتليذه وسلمه اليه مبلكه التليذ كما سيأتى في الهبة¹۔	کہتا ہوں) یہ جب ہے کہ دینا بیع کے طور پر ہو جیسا کہ اس قید کا ذکر، ہدایہ اور در مختار کے وکالت کے باب میں ہے، لیکن اگر یہ دستی دینا بطور مفت ہو تو ہمہ قرار پائے گا جیسا کہ کوئی کپڑا خرید کر شاگرد کے لئے قمیص بنائے اور پھر شاگرد کے ہاتھ سوپ دے تو شاگرد مالک ہو جائیگا جیسا کہ ہبہ کے باب میں آئے گا۔ (ت)

اقول: مگر یہ اس وقت ہے کہ قاضی جانے کہ یہ شراء مجھ پر نافذ اور کتاب کا مالک میں ہو اہوں ورنہ غلط فہمی کی حالت میں اس کا اپنی ملک سے اخراج کا قصد متحقق نہیں ہو سکتا کہ اپنے آپ کو مالک ہی نہ سمجھتا تھا،

ولا عبرة بالظن البين خطؤه² اشباه ومن رفع شيئا ظانا انه عليه ثم بان انه لم يكن عليه يستوده كما افاده في الخيرية والعقود الدرية۔	گمان کا غلط ہونا واضح ہو تو اس کا اعتبار نہیں، اشباہ، اور کسی نے کوئی چیز اس گمان سے دی کہ اس کے ذمہ ادائیگی ضرور تھی، پھر معلوم ہوا کہ ایسا نہیں تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جیسا کہ خیر یہ اور عقود در یہ نے یہ فائدہ بیان کیا۔ (ت)

قتیہ و ہندیہ میں ہے:

ينبغي ان يحفظ هذا فقد ابتلى به العامة والخاصة يستعينون بالناس في الاحتطاب والاحتشاش فيثبت الملك للاعوان فيها ولا يعلم الكل بها فينفقونها قبل الاستيهاب بطريقه او الاذن فيجب عليهم مثلها او قيمتها وهم لا يشعرون⁴ اه وعدم الاذن فيما ذكر وان كان لنافيه	اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہئے، لوگ عام و خاص اس میں مبتلا ہیں کہ لوگوں سے لکڑی اور گھاس وغیرہ کاٹنے میں مدد لیتے ہیں حالانکہ مدد کرنے والوں کی ان چیزوں میں ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور لوگوں کو علم نہ ہونے کی بنا پر وہ مددگار کی ان چیزوں کا ہبہ اور اجازت حاصل کئے بغیر صرف کر لیتے ہیں تو ان پر ان چیزوں یا ان کی قیمت کا واپس کرنا لازم ہوتا ہے حالانکہ ان کو اس کا علم تک نہیں ہوتا تھا، متذکرہ صورت میں اجازت نہ ہونا، اگرچہ ہمیں اس میں

¹ جد المبتار حاشیة رد المحتار

² الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱۹۳/۱

³ العقود الدرية کتاب الشركة ۱۹، و کتاب المداينات ۲/۳۴۹

⁴ فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاجارة، الباب السادس، نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۳۵۱

کلام بیناۃ فی رسالتنا "عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ۳۳۳ھ" لکنہ لایجدی ہینا لان الاذن یطلق التصرف ویسقط الضمان لکن لایسقط ملک المالك وفيه الكلام هنا۔	کلام ہے جس کو ہم نے اپنے رسالہ "عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی" میں بیان کیا ہے لیکن یہاں اس کا فائدہ نہیں، کیونکہ اجازت تصرف کو جائز اور ضمان کو ساقط کرتا ہے لیکن مالک کی ملکیت کو ختم نہیں کرتی جبکہ یہاں کلام اسی میں ہے (ت)

اسی طرح اگر قاضی نے جماعت کو نہ دیں بلکہ کتب خانہ غیر وقفی میں آپ داخل کر دیں اگرچہ اپنی ملک بھی جانتا ہو جب بھی اس کی ملک سے خارج نہ ہوں گی پرائے مال میں اپنا مال رکھ دینا ملک زائل نہیں کرتا، بالجملہ صرف یہ دو صورتیں ایسی نکلیں گی جن میں بعض کتب خریدہ قاضی ملک قاضی میں رہیں مگر از انجا کہ ثمن دوسرے کے مال سے دیا ہے اس کا تاوان ذمہ قاضی رہا جن کتابوں کی نسبت یہ صورت ثابت ہو وارثان قاضی انہیں لیں اور جو قیمت ان کی قاضی نے قومی پیسے یا دارالقضا کی آمد سے ادا کی وہ واپس دیں ہذا مآظہری والعلم بالحق عند ربی (مجھے یہ معلوم ہوا ہے جبکہ حقیقی علم میرے رب کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

جواہر العلول تبیین الخلو (مسئلہ خلو کی وضاحت کے لئے بلندی کی گردش)

مسئلہ ۷۳ تا ۷۹: از قصبہ لاہر پور ضلع سینٹا پور بنگان سید شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ وجد الحسن صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اوقاف میں کسی شخص کو کچھ اراضی بطور خلو جس کا ذکر شامی ج ۴ کتاب البیوع بحث خلو الحوانیت میں ہے زر پیشگی لے کر اس شرط پر دینا کہ وہ اجر مثل سال بسال اپنے زر پیشگی میں محسوب کرتا رہے جائز ہے یا ناجائز، اور واضح رہے کہ اس حصہ اراضی موقوفہ کالگان سالانہ جس موقوف علیہ کے واسطے مخصوص ہے اس نے اپنی ضرورت کے واسطے زر پیشگی لیا ہے اور اسی نے زر پیشگی لینے والے سے معاملت خلو کی ہے اور اس موقوف علیہ کو اس حصہ موقوفہ پر حق متولیانہ بھی حاصل ہے۔

(۲) صاحب خلو کو یعنی جس کو ایسی اراضی دی گئی ہو اراضی کالگان یعنی اجر مثل ادا کر کے جو منافع اس اجر مثل سے زائد ہو، لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر صاحب خلو خود اپنی کاشت کر کے یا اپنی کوشش سے اجر مثل کی آمدنی سے زائد آمدنی اراضی مذکور کے

اپنے مقابضت خلو کے زمانہ میں بڑھادے تو اس اضافہ کا صاحب خلو مستحق ہے یا نہیں؟

(۴) نمبر ۲ و نمبر ۳ کی صورت بظاہر رہن دغلی کی سی ہے اور رہن دغلی کا منافع سود ہے، پس خلو اور رہن دغلی میں کیا فرق ہوا اور جواز خلو کی کیا صورت ہے اور نفس خلو کون سا معاملہ ہے اور اس کی کیا تعریف ہے؟

(۵) ایک وقف قدیمہ مشہورہ خاندانی میں اہل خاندان موقوف علیہم و متولیان نے ضرورت مصارف ضروریہ وقفی پر آمدنی وقف موجود نہ ہونے کی حالت میں اور مہاجنان سے بوجہ وقف قرضہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر اوقات یہ کیا کہ بعض حصص اراضیات وقف کو زر پیشگی لے کر زر مذکور دینے والے کے قبضہ میں دے دی اور دستاویز ٹھیکہ نامہ لکھ دی کہ اس قدر سالانہ لگان اس اراضی کا ٹھیکہ دار اپنے زر پیشگی میں مجر اور بعد وصول کل زر پیشگی مذکور ایک حصہ میعاد پر وہ اراضی صاحب خلو سے واپس ہو کر متولیان و موقوف علیہم کے قبضہ میں آگئی، اس کارروائی سے منکرین وقف عدم وقف کا استدلال کرتے ہیں، یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں اور معاملت ٹھیکہ داری مذکور معاملت خلو سے سمجھی جائے گی یا اس کے علاوہ ناجائز سمجھی جائے گی اور ان واقعات اور ارتکاب سے وقف کا عدم ہو جائے گا یا باقی رہے گا اور ایسے فعل کا مرتکب قابل تولیت رہے گا یا نہیں، اگر کسی کے مورث نے یہ فعل کیا ہو تو اس کا وارث تولیت پائے گا یا نہیں؟

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ الذی لا خلو لشیع من کرمہ، والصلوٰۃ والسلام علی من وقف علی الکون موائد کرمہ و علی آلہ واصحابہ المتولین اجراء حکمہ و حکمہ۔

اولاً: خلو خود باطل و بے اصل ہے، مذہب حنفی بلکہ نو سو برس تک مذاہب اربعہ میں کہیں اس کا پتا نہیں، دسویں صدی میں ایک عالم مالکی المذہب امام ناصر الدین لقانی قدس سرہ نے اسے جائز کیا، اسی صدی کے نصف آخر میں صاحب اشباہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے برخلاف مذہب اعتبار عرف خاص پر مبنی قرار دیا، اسی صدی اور اس کے بعد کے محققین مثل شیخ الاسلام علی مقدسی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد آفندی زیرک زاوہ و علامہ خیر الملتہ والدین رملی و علامہ سید احمد حموی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے رد فرمادیا۔ حاشیہ الرملی علی الاشباہ میں ہے:

قوله ویصیر الخلو فی الحانوت حقاله الخاقول :	اس کا قول کہ اور دکانوں میں خلو اس کا حق بن جاتا ہے الخ
والفتویٰ علی خلاف ذلک، مقدسی ^۱ ۔	اقول: (میں کہتا ہوں) فتویٰ اس کے خلاف ہے، مقدسی۔ (ت)

^۱ نزہۃ النواظر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ ادرارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۴/۲

اسی میں ہے:

قد علمت ان الصحيح خلافه بقوله ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ¹ ۔	تو معلوم کر چکا ہے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اس کے قول سے کہ عرف خاص کا اعتبار نہ ہو نامذہب ہے (ت)

شرح الاشباہ لزیمرک زادہ میں ہے:

العرف لا يجوز ما كان محظوراً في الشرع وأما بيع الخلو إذا لم يكن ملاصقاً بالحنوت فجائز شرعاً فإنه حق للمالكه وما وضعه في الحنوت بالاجارة مشروع لكن الحنوت اذا كان ملكاً يملك صاحبها خراجاً منه اذا انقضى مدته المعروف وان لم تكن له مدة معلومة تكون الاجارة فاسدة وكذا اذا كان الحنوت وقفاً قد نص الفقهاء على انه لا تجوز الاجارة فيه فوق ثلاث سنين كما في الوقاية فلا اعتبار للعرف سواء كان خاصاً او عاماً حين وجد النص في الشرع على خلافه وقد مر منّا تحقيقه فتذكر ² ۔	عرف جب شرعاً ممنوع ہو تو معتبر نہیں، لیکن خلو کی بیع اگر دکانوں سے متعلق نہ ہو تو شرعاً جائز ہے کیونکہ یہ خلو مالک کا حق ہے لیکن یہ دکانوں کے اجارہ میں مشروع ہے مگر دکان اگر کسی کی ملکیت ہو تو معینہ مدت ختم ہو جانے پر مالک ہی آمدن کا حقدار ہوگا اور اگر مدت معین نہ ہو تو یہ اجارہ فاسد ہوگا اور یونہی اگر دکان وقف ہو تو بھی وہ اجارہ فاسد ہوگا کیونکہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ وقف کا اجارہ تین سال سے زائد جائز نہیں جیسا کہ وقایہ میں ہے، لہذا جب کوئی عرف شرعی نص کے خلاف ہو خواہ عرف عام ہو یا خاص، تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، اس میں ہماری تحقیق گزر چکی ہے، اسے یاد کرو۔ (ت)

اس میں اس سے ایک ورق قبل ہے:

انما يعتبر العرف والعادة فيما لم يرد نص الشرع على خلافه وسينقل في السطر الثالث بعدها ان الوديعة والعين المؤجرة غير مضمونتين بحال فلا يعتبر فيه العرف بعد النص على خلافه من الفقهاء ³ اه	وہی عرف اور عادت معتبر ہے جس کے خلاف شرعی نص نہ ہو، اس کے بعد تیسری سطر میں نقل کریں گے کہ امانت اور کرایہ پردی ہوئی عین چیز کسی حال میں مضمون نہیں ہوتی لہذا اس کے ضمان پر عرف ہو تو اس کے خلاف فقہاء کی نص ہونے کی وجہ سے یہ عرف معتبر نہیں ہوگا،

¹ نزہۃ النواظر علی الاشباہ والنظائر مع الاشباہ اذیة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی (۲/۱۵)

² شرح الاشباہ لزیمرک زادہ

³ شرح الاشباہ لزیمرک زادہ

وہذا ما اشار الیہ بقوله وقد مر منّا تحقیقہ۔	یہ وہ عبارت ہے جس کے متعلق انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "اور ہماری تحقیق اس میں گزری ہے۔ (ت)

غز العیون میں ہے:

(قوله على اعتبارہ) (ای العرف الخاص) ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض اسواق القاهرة من خلو الحوانیت لازماً ویصیر الخلو حقاً لہ قیل علیہ کیف ینبغی ان یفتی بہ مع کونہ مخالفاً لقواعد الشرع الشریفة انتہی وقال شیخنا (یرید العلامة الشرنبلائی رحمہما اللہ تعالیٰ فی رسالتہ "مفیدۃ الحسنی" بعد نقل کلام المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ قوله ینبغی الخ مبالاً ینبغی فانہ لامبالۃ بین ما اعتبر من المسائل المبینة على العرف الخاص وبين الخلو لان اعتبار العرف الخاص على ما قیل بہ فی جمیع تلك المسائل ضررها التزم بہ فاعلها مختار النفسه او مقتصر في استیفاء شرط یمنع عنه الضرر. واما الوقف فناظرہ لا یملک اتلافہ ولا تعطیلہ وقد ثبت ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص¹۔	"قوله على اعتبارہ" یعنی عرف خاص کے اعتبار پر، یہ فتویٰ مناسب ہوگا کہ قاہرہ کے بازاروں میں جو دکانوں کا خلو ہے وہ لا زم ہو اور خلو اس کا حق بن جائے، اس پر اعتراض ہے کہ یہ فتویٰ کیسے مناسب ہوگا جبکہ یہ شرع شریف کے قواعد کے خلاف ہے اھ، اور ہمارے شیخ (ان سے مراد علامہ شرنبلائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں) نے اپنے رسالہ مفیدۃ الحسنیٰ میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا "قوله ینبغی" مناسب ہے الخ، یہ غیر مناسب ہے کیونکہ عرف خاص میں معتبر مسائل جو بیان ہوئے ان میں اور خلو میں کوئی مماثلت نہیں ہے کیونکہ عرف خاص والے تمام مسائل میں یہ اعتبار ہے کہ ان میں ضرر والی چیز کو خود فاعل نے اپنے لئے پسند کیا ہے یا ضرر سے مانع شرط کو پورا کرنے میں اقتصار کیا ہے لیکن وقف کا ناظم تو اس میں کسی چیز کے تلف یا معطل کرنے کا مالک نہیں ہے اور جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہ کرنا مذہب ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قد اشتہر نسبة مسألة الخلو الى مذهب	مسئلہ خلو کی نسبت عالم مدینہ حضرت مالک بن انس

¹ غمر العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱۳۵

عالم المدینة مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والحال ان ليس فيها نص عنه ولا عن احد من اصحابه. حتى قال البدر العراقي (مالکی) انه لم يقع في كلام الفقهاء التعرض بمسئلة الخلو فيما اعلم وانما فيها فتيا للعلامة ناصر الدين اللقاني بناها على العرف ^۱ الخ۔	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مشہور ہے حالانکہ ان کی اور ان کے کسی شاگرد کی اس میں تصریح نہیں، ہے، بدر العراقي مالکی نے فرمایا ہے کہ میرے علم کے مطابق خلو کا مسئلہ فقہاء کے کلام میں مذکور نہیں، اس میں صرف علامہ ناصر الدین لقانی کا فتویٰ ہے جس کو انہوں نے عرف پر مبنی قرار دیا ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

للعلامة الشرنبلالی رسالة ردفيها على الاشباہ بان الخلو لم يقل به الامتأخر من المالكية (حتى افقي بصحة وقفه ولزم منه ان اوقاف المسلمين صارت للكافرين بسبب وقف خلوها على كنائسهم وبان عدم اخراج صاحب الحانوت لصاحب الخولي لزم منه حصر الحر المكلف عن مبلکہ و اتلاف ماله. بل لايجوز هذا في الوقف وفي منع الناظر من اخراجه تفويت نفع الوقف وتعطيل مآشرطه الواقف اه ملخصا قلت وما ذكره حق خصوصا في زماننا هذا ^۲ ۔	علامہ شرنبلالی کا ایک رسالہ ہے جس میں الاشباہ کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ خلو کا قول ایک مالکی متاخر عالم کے سوا کسی نے نہیں کیا اس نے یہ فتویٰ تک دے دیا کہ اس کا وقف صحیح ہے حالانکہ اس فتویٰ سے لازم آتا ہے کہ مسلمانوں کے وقف کافروں کو منتقل ہو جائیں اس سبب سے کہ وہ خلو کو اپنے گرجوں کے لئے وقف کر دینگے اور دکان کا مالک جب خلو والے کو اپنی دکان سے بیدخل نہ کر سکے گا تو لازم آئے گا کہ آزاد مکلف شخص اپنی ملکیت سے ممنوع ہو جائے اور اس کا مال تلف ہو کر رہ جائے، بلکہ یہ سب کچھ وقف میں جائز نہیں ہے اور وقف کے نگران کو خلو والے کی بے دخلی سے منع کرنا وقف کے منافع کو ضائع کرنا اور واقف کی لگائی ہوئی شرط کو معطل کرنا ہے اھ ملخصاً، اقول: (میں کہتا ہوں) انہوں نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں۔ (ت)

ہاجیا: صورت سوال کو خلو سے بھی کچھ علاقہ نہیں۔ خلو اس تحقیق و تنقیح پر جو بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے اپنی تعلیقات ردالمحتار میں کی یہ ہے کہ مکان یا دکان یا زمین کا مستاجر اپنا اجارہ ہمیشہ باقی رکھنے کو اس میں اپنے

^۱ غمز العيون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفنون الاول ادارة القرآن کراچی ۱۳۷۱

^۲ ردالمحتار کتاب البيوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶/۴

مال سے نہ اپنے لئے بلکہ اسی شئی مستاجر سے الحاق اور اس کی حیثیت بڑھاتے اس کے فوائد کی تکمیل کے واسطے کچھ زیادت کرے خواہ متصل باتصال قرار، یا بے اس کے جیسے عمارت یا کنواں یا روشنی کا سامان یا پانی کے ٹل، و امثال ذلک، یا خود نہ کرے مؤاجر کو اس کے روپے دے دے جو اجرت کے علاوہ ہوں اس مال کے مقابل جو اسے بقائے اجارہ کا حق ملتا ہے اس کا نام خلو ہے۔ رسالہ تحریر العبارة للعلاء الشامی میں ہے:

قال العلامة الشلامی فی رسالته "تحریر العبارة فیمن هو احق بالاجارة" (تنبیہ) قد یتثبت حق القرار بغیر البناء والغرس بان تكون الارض معطلة فیستاجرها من المتکلم علیها لیصلحها للزراعة ویحرثها ویکسبها وهو المسی بمشد المسكة فلا تنزع من یدہ مادام یدفع ما علیها من القسم المتعارف کالعشر ونحوه واذامات عن ابن توجه لابنه فیقوم مقامه فیها، وقد رأیت بخط شیخ مشائخنا خاتمة الفقهاء الشیخ ابراهیم السائحانی الغزی المسكة عبارة من استحقاق الحراثة فی ارض الغیر وذكر فی الحامدية انها لا تورث وانما توجه للابن القادر علیها دون البنات اه^۱، ثم افاض فی بیان الكردار والسكنی والجدك وانها اعیان قائمة فی الارض الی ان قال وهذا غیر	علامہ شامی نے اپنے رسالہ "تحریر العبارة فیمن هو احق بالاجارة" میں فرمایا (تنبیہ) کبھی تعمیر اور پودے لگائے بغیر حق استقرار ثابت ہوتا ہے مثلاً یوں کہ کوئی زمین خالی پڑی ہو تو کسی خواہشمند کو اجارہ پر دی جائے تاکہ وہ اس کو زراعت کے لئے تیار کرے اور اس کو کاشت کر کے آباد کرے جس کو مشد المسکہ کہا جاتا ہے تو یہ زمین اس کاشتکار سے اس وقت تک واپس نہ لی جائے گی جب تک وہ اس کا متعارف محصول مثلاً عشر وغیرہ دیتا رہے اور اگر وہ کاشت کار کوئی بیٹا چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ کاشتکاری کا حق اس کو منتقل ہو جائے گا اور وہ بیٹا اپنے باپ کے قائم مقام قرار پائے گا، میں نے اپنے شیخ المشائخ خاتمہ الفقهاء الشیخ ابراهیم السائحانی الغزی کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ "مسکہ" غیر کی زمین میں کاشتکاری کے استحقاق کا نام ہے، اور حامدیہ میں ذکر کیا ہے کہ اس استحقاق میں وراثت نافذ نہ ہوگی بلکہ صرف کاشتکاری پر قادر بیٹے کو یہ حق منتقل ہوگا اور بیٹی کو استحقاق نہ ہوگا، اھ، پھر انہوں نے کرایہ داری، سکنی اور جدک کی وضاحت میں فرمایا کہ یہ زمین میں باقی رہنے والے امور ہیں، آگے

^۱ تحریر العبارة فیمن هو احق بالاجارة رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۳-۱۵۲

الخلو الذی ذکرہ فی الاشباہ فأنہ بمنزلة مشد
المسکة البار وهو وصف لاعین قائمة فلا يجوز بيعه
ولایورث وانما ينتقل الی الولد بطریق الاحقیة
کہامر وما ذکرہ فی الاشباہ من جواز بیع الخلو ردوہ
علیہ، وقد الف فی ردة العلامة الشرنبلالی رسالة
خاصة^۱ اہ کلام الشامی ملتقطاً۔

یہاں تک فرمایا کہ یہ امور اس خلو کا غیر ہیں جس کا ذکر الاشباہ
میں کیا ہے کیونکہ یہ مشد المسکہ کی طرح ہے جس کا بیان پہلے
گزر رہا ہے اور وہ خلو ایک وصف ہے جو باقی رہنے والی عین چیز
نہیں ہے تو مشد المسکہ کی بیع ناجائز ہے اور وہ قابل وراثت نہیں
ہے اور صرف وہ بیٹے کو حقدار ہونے کی وجہ سے منتقل ہوتا
ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور الاشباہ میں خلو کی بیع کا جو جواز
مذکور ہوا فقہاء کرام نے اس کو رد کیا ہے اور علامہ شرنبلالی
نے ایک خاص رسالہ اس کے رد میں تالیف کیا ہے۔ علامہ
شامی کا کلام ملتقطاً ختم ہوا۔

اقول: ومن الدلیل القاطع علی کون الخلو معنی
لا عیناً انہ لما استدلل محمد بن ہلال الحنفی علی
جواز الخلو بمافی جامع الفصولین وغیرہ عن الذخیرة
والکبری والخانیة والخلاصة وواقعات الضریری
اشتری سکنی وقف فقال المتولی ما اذنت له بالسکنی
فامرہ بالرفع فلو اشتراه بشرط القرار فله الرجوع
علی بائعہ والا فلا يرجع علیہ بشئہ ولا بنقصانہ^۲ اھ
رموہ عن قوس واحدة انہ لم یفہم معنی السکنی
لان المراد بہا عین مرکبة

اقول: (میں کہتا ہوں) خلو کے ایک معنوی چیز ہونے اور عین
شیئی نہ ہونے پر قاطع دلیل یہ ہے کہ جامع الفصولین وغیرہ
میں ذخیرہ، کبری، خانیہ، خلاصہ اور واقعات الضریری سے
منقول ہے اس بیان سے، کہ کسی نے وقف سکنی خرید اتو
متولی نے کہا کہ میں اس سکنی کی اجازت نہیں دیتا اور وہاں
سے سکنی ختم کرنے کا اس نے حکم دیا تو اگر اس خریدار نے وہ
سکنی برقرار رہنے کی شرط پر خرید اتھا تو (متولی کے اس اقدام
پر) وہ فروخت کرنے والے پر اپنے نقصان میں رجوع
کر سکتا ہے ورنہ وہ اپنی لاگت اور نقصان میں بائع پر رجوع
نہیں کر سکتا اھ، جب محمد بن ہلال حنفی نے خلو کے جواز پر
استدلال کیا، تو سب نے

^۱ تحریر العبارة فیمن ہوا حق بالاجارة رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیدمی لاہور ص ۱۵۵

^۲ جامع الفصولین الفصل السادس عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲۲۱-۲۲۲، نزہۃ النواظر الاشباہ والنظائر مع الاشباہ ادارة القرآن کراچی ۲

ایک ہی انداز سے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد بن ہلال کو سکنی معنی سمجھ نہیں آیا، کیونکہ سکنی سے مراد دکان میں لگائی ہوئی عین موجود چیز ہے اور وہ خلوکا مغایر ہے، تو خلاصہ میں یوں ہے کہ ایک شخص کی دکان میں مرکب سکنی حانوت ہوا، جیسا کہ ردالمحتار میں علامہ شرنبلالی سے نقل کرتے ہوئے کہا، انہوں نے پھر متعدد کتب سے نقل کیا کہ سکنی، دکان میں قائم رہنے والی ایک موجود عین چیز ہوتی ہے۔

قلت (میں کہتا ہوں) انہوں نے اس کو عقود دریہ میں اور اپنے مذکورہ رسالہ میں تجنیس سے نقل کیا، پھر استدلال کرنے والے کی نفس عبارت بھی واضح طور اس کا اعلان کر رہی ہے جیسا کہ اسکو سید حموی نے واضح کیا حالانکہ وضاحت کی ضرورت نہ تھی، جہاں انہوں نے عمادی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گھریا دکان کا سکنی کا دعویٰ کرے اس کی حدود کو بیان کرے تو اس کا یہ دعویٰ درست نہ ہوگا کیونکہ سکنی ایک منتقل ہونے والی چیز ہے اسلئے اس کی حد بندی نہیں ہو سکتی، رشید الدین نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ اگرچہ سکنی منتقل ہونے والی چیز ہے لیکن جب وہ کسی خطہ زمین سے بختہ اتصال کرے تو پھر اسکی تعریف زمین کی تعریف کی طرح ہوگی کیونکہ سکنی عمارت کے ساتھ استقرار والی ترکیب حاصل

فی الحانوت وہی غیر الخلو ففی الخلاصة اشتوی سکنی حانوت فی حانوت رجل مرکباً^۱ الخ کما فی رد المحتار عن العلامة الشرنبلالی قال ثم نقل عن عدة کتب ما یدل علی ان السکنی عین قائمة فی الحانوت^۲۔

قلت وقد نقله فی العقود الدریة وفی رسالته المذكورة عن التجنیس ثم نفس العبارة المستدل بها من ادیة بذاك اعلیٰ نداء کما اوضحه السید الحموی مع غناه عن الايضاح اذ قال بعد نقل کلام العمادی اذا ادعی سکنی دار او حانوت وبین حدوده لایصح لان السکنی نقلیاً فلا یحدد و ذکر رشید الدین فی فتاواه وان کان السکنی نقلی لکن لما اتصل بالارض اتصال تلبید کان تعریفه ببابه تعریف الارض لان السکنی مرکب فی البناء ترکیب قرار فالتحق بما لا یمکن نقله اصلاً

^۱ ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶

^۲ ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶

مأنصه فظهر لك بهذا ان السكني هو ما يكون مركباً في الحانوت متصلاً به فهو اسم عين لا اسم معنى كما فهمه البعض وليس في كلامهم ما يفيد ما توهمه هذا البعض، الا ترى تمام العبارة الذي نص فيها على حقيقة السكني انه شيء مركب يرفع فهل يستفاد من هذا المعنى المعبر عنه بالخلو ايظن ان الخلو يرفع ثم يرد على بآئعه ويقال لو اشتراه بشرط القرار يرجع على بآئعه بثمانه ويرد عليه والا فلا يرجع عليه بثمانه ولا نقصانه الحاصل بالقلع من الدكان، سبخنك هذا بهتان عظيم¹ اه كلام الحموي فتبين ان الخلو وصف معنوي لا عين تعلق او ترفع وتنقل۔

اقول: لكن في حاشية السيدين العلامةين ط وش على الدر عن حواشي الاشباة للعلامة السيد ابی السعود رحمهم الله ان الخلو

کر لیتا ہے تو اس کا شمار بھی ان چیزوں میں ہو جاتا ہے جو بالکل قابل انتقال نہیں ہوتیں، اس کی عبارت ختم ہوئی، تو اس بیان سے آپ پر واضح ہو گیا کہ سکنی کا دکان کے ساتھ ترکیبی اتصال ہوتا ہے لہذا وہ ایک موجود عین چیز ہے نہ کوئی معنوی وصف ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے جبکہ اس کے اس خیال کے لئے کسی کا کلام مفید نہیں ہے، سکنی کی حقیقت بیان کرنے والے کی پوری عبارت آپ دیکھ نہیں رہے کہ انہوں نے کہا ہے سکنی ایک ایسی چیز ہے جو مرکب ہوتی ہے جسے ختم کیا جاسکتا ہے کیا اس سے یہ خلو کا معنی سمجھا جاسکتا ہے جس سے یہ گمان کیا جاسکے کہ خلو کو ختم کیا جائے پھر وہ بائع پر واپس لوٹا دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر خلو کو استقرار کی شرط پر خریدا ہو تو بائع سے رجوع کر کے رقم واپس لی جائے اور خلو کو واپس کر دے ورنہ رقم واپس نہ لے اور دکان کو اکھاڑنے سے جو نقصان ہوا وہ واپس نہ لے، سبخنك الله! یہ تو بہتان عظیم ہے، حموی کا کلام ختم ہوا، تو واضح ہو گیا کہ خلو ایک معنوی وصف ہے اور سکنی کی طرح باقی رہنے والی مستقل چیز نہیں جس کو اکھاڑا یا ہٹایا یا ختم کیا جاسکے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) لیکن علامہ طحطاوی اور علامہ شامی دونوں قابل احترام حضرات نے در پر اپنے حواشی میں علامہ سید ابوسعود (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، کہ، خلو کا اطلاق متصل

¹ غز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱/۳۷-۱۳۶

استقراری عین چیز اور غیر استقراری دونوں پر ہوتا ہے اور متصل استقراری سے مراد وہ چیز ہے جو عمارت میں باقی رکھنے کیلئے لگائی ہو اور متصل غیر استقراری سے مراد مثلاً لکڑی جیسی کوئی چیز جس کو دکان میں لگا کر حجام کے سامان رکھنے کیلئے خانے بنائے جائیں یہ بھی اتصال ہے لیکن یہ علی وجہ الاستقرار نہیں ہوگا اور یوں ہی قراری اور غیر قراری کا مصداق وہ منفعت بھی بنتی ہے جو دراہم کے عوض حاصل کی جاتی ہے اھ، اور علامہ طحطاوی نے اس سے قبل علامہ ابو سعود سے یہ زائد نقل کیا ہے کہ واضح رہے کہ خلو کا اطلاق کسی عین چیز کے ساتھ متصل ہونے والی چیز پر ہوتا ہے جیسے عمارت کسی کرایہ کی زمین پر ہو، اور کسی منفعت کو دراہم کے بدلے حاصل کرنے کی قدرت پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے، اور مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ سلطان غوری نے جب جملوں کی دکانیں تعمیر کرائیں تو انہوں نے وہاں تجارت کو خلو کے طور پر سکنی دیا اور ہر دکان کا کچھ بدل مقرر کر کے ان سے وصول کیا، سلطان غوری کا یہ واقعہ صریح ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جو تجارت حضرات سے وصول کردہ کا بدل ہے، تو یہ علامہ الاجوری کے اس بیان کی طرف راجع ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جس کا دراہم دینے والا دراہم کے بدلے مالک بنتا ہے اور اس بناء پر خلو، استقراری اتصال والی عین چیز سے خاص نہیں ہے بلکہ اس پر اور غیر استقراری پر بھی

یصدق بالعين المتصل اتصال قرار وبغیرہ والمراد بالمتصل اتصال قرار مآوضع لالیفصل كالبناء، وبالمتصل لاعلى وجه القرار كالخشب الذى يركب بالحنوت لوضع عدة الحلاق مثلاً فان الاتصال وجد لكن لاعلى وجه القرار وكذا يصدق ان بمجرد المنفعة المقلبة بالدراهم اه^۱ وزاد ط عنه قبل هذا اعلم ان الخلو يصدق بما اتصل بالعين قرار اتصال كالبناء بالارض المحتكرة ويصدق بالدراهم التى تدفع بمقلبة التمكن من استيفاء المنفعة اذ ما ذكره المصنف يعنى صاحب الاشباہ من ان السلطان الغورى لما بنى حوانيت الجملون اسكنها التجار بالخلو وجعل لكل حانوت قدرا اخذه منهم الخ صریح فی ان الخلو فی حادثۃ السلطان الغورى عبارة عن المنفعة المقلبة للقدرا المأخوذ من التجار فيرجع الى ما ذكره العلامة الاجورى من ان الخلو اسم لما يبيلكه دافع الدراهم من المنفعة التى دفع الدراهم بمقلبتها وعلى هذا فلا يكون الخلو خاصاً بالمتصل بالعين اتصال قرار بل

^۱ رد المحتار کتاب البيوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۷

صادق آتا ہے الخ، تو یہ بیان اس بات کو مفید ہے کہ خلو، قائم رہنے والی عین چیز مثلاً عمارت اور عمارت پر لگی ہوئی لکڑی دونوں کا نام ہے، الا یہ کہ ہم سید ازہری کے متعلق یہ کہیں کہ انہوں نے خلو کا صدق متصل عین پر نہیں کیا بلکہ عین چیز کے عوض پر کیا ہے، یہ یوں کہ خلو والا شخص وقف کو کچھ دراہم دے کر کہے کہ ان سے وقف میں وقف کے اضافہ کے لئے کچھ تعمیر کرے اور اس کے عوض اس کے لئے اجارہ کی منفعت کو باقی رکھنا ہوگا تو خلو اس معنی کا نام ہوگا خاص عین چیز کا نام نہ ہوگا، ہاں اس معنی پر اس کا صدق عین چیز کے سبب سے ہوا، خلو کی جو تفسیر علامہ اجہوری نے کی اس کو اسی تفسیر پر محمول کیا جائیگا تو منفعت سے مراد وہاں یہی اجارہ کے حق کی بقاء کا مطالبہ ہے جیسا کہ علامہ ابو سعود نے اپنے قول " دراہم، منعت کو پورا کرنے کی قدرت کے مقابلہ میں دئے جائیں " سے افادہ فرمایا، علامہ اجہوری کی تفسیر میں منفعت سے یہی تمکن مراد ہے، لیکن سید حموی نے غز میں ایک مالکی متاخر فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے علامہ اجہوری کے مذکور کلام پر علامہ نور الدین کے حاشیہ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا اجہوری کے کلام سے ظاہر ہے کہ منفعت عمارت ہو کہ وقف کی عمارت کا کوئی حصہ خراب ہو رہا ہو تو اسے وقف کا ناظم کسی ایسے شخص کو کرایہ پر دے دے جو اس کی تعمیر کر کے خرچہ

یصدق بہ وبغیرہ^۱ الخ فهذا يفيد ان من الخلو مأهو عين قائمة كالبناء والخشب المركب الا ان نقول السيد الازهرى لم يقل الخلو يصدق على العين المتصل وانما قال يصدق بالعين وذلك ان يدفع صاحب الخلو دراهم للواقف مثلاً ليبني في الوقف و يكون له بأزائه منفعة استبقاء الاجارة فالخلو هو هذا المعنى لا العين، نعم صدقه بسبب العين وبهذا يفسر ما فسر به الاجهوري الخلو فالمنفعة هي حق الاستبقاء كما افاده السيد ابو السعود بقوله تدفع بمقابلة التمكن من استيفاء المنفعة فهذا التمكن هو المراد بالمنفعة في تفسير الاجهوري لكن نقل السيد الحموي في الغز عن فاضل متأخر مالكي انه قال بعد نقل كلام العلامة نور الدين على الاجهوري المذکور ظاهراً سواء كانت تلك المنفعة عبارة كان يكون في الوقف اما كن آئلة الى الخراب فيكرهها ناظر الوقف لمن يعمرها، ويكون ماصرفه

^۱ حاشیة الطحاوی علی الدر المختار کتاب البیوع دار المعرفة بیروت ۱۰/۳

کے بدلے اپنے لئے خلو بنالے اور زائد عمارت میں وہ حصہ دار بن جائے یا وہ منفعت غیر عمارت ہو مثلاً چراغ کے لئے کوئی خانہ اور اس کے لوازمات بنالے جو عمارت سے متعلق ہوں نہ کہ خاص وہ عمارت، یہ عام معنی اس شخص کے برخلاف ہے جو خلو کو صرف منفعت سے مختص کرتا ہے، یہ اس لئے کہ خلو دراہم کا بدل ہے خواہ وہ عمارت ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ مذکورہ کلام اس بات میں صریح نص ہے کہ خلو صرف عمارت کا نام ہے، اس کی وہ تاویل جو ہم نے سید ازہری کے کلام میں کی ہے ممکن نہیں کہ وہ وقف کا اضافہ ہو، ذاتی ملکیت نہ ہو، یہ تاویل کیونکر ممکن ہوگی جبکہ وہ یہ بات علامہ اجہوری کی اس کلام کی تفسیر میں کہہ رہے ہیں جس میں اس نے کہا ہے کہ خلو اس منفعت کا نام ہے جس کا وہ دراہم کے عوض میں مالک بنتا ہے الخ الا یہ کہ ہم "من المنفعة" کے "من" کو تعلیل کے لئے قرار دیں اور منفعت سے مراد وہ منفعت ہو جو وقف کے حق میں ہو، تو خلو عمارت اور غیر عمارت دونوں پر منقسم ہو جائے تو اجارہ کی بقا کے حق کا وہ مالک اس منفعت کے عوض ہوگا جس کو اس نے وقف میں شامل کیا ہے، لیکن اجہوری کا یہ قول کہ "دراہم منفعت کے مقابل ہیں" رد ہو جائیگا کیونکہ اس کے دراہم اجارہ کے دوام کے

خلوالہ ویصیر شریکا للواقف بہما زادته عبارتہ اوکانت المنفعة غیر عمارۃ کوقید مصباح مثلاً ولوازمہ لاختصاص العمارۃ خلافاً لمن خص المنفعة بہا دون غیرہا اذ المعتبر انہا ہو عود الدراہم لمنفعة فی الوقف عمارۃ کانت او غیرہا^۱۔

اقول: فہذا نص فی ان نفس العمارۃ خلو ولا یسکن تاویلہ بہما ذکرنا فی کلام السید الازہری ان المراد ان یعمرہا للوقف لانفسہ کیف وانہ فسر بہ المنفعة الواقعة فی تفسیر العلامة الاجہوری وهو یقول اسم لما یبیلکہ دافع الدراہم من المنفعة^۲ الخ الا ان یجعل من ہذہ للتعلیل والمنفعة المنفعة الاثملۃ الی الوقف وتنقسم الی عمارۃ وغیرہا فیکون ما یبیلکہ هو التمكن من استبقاء الاجارة لاجل تلك المنفعة التي اوصلها الی الوقف لکن یکدر قول الاجہوری فی مقابلتہا فان دفعہ الدراہم انہا ہو بمقابلۃ ذلک التمكن

^۱ غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۳۷

^۲ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۱۰/ ۳

مقابل ہیں نہ کہ وقف کے لئے منافع کے مقابل ہو گئے وقف کے منافع تو صرف وقف کے لئے ہیں، دراہم دینے والے کے لئے دراہم کا بدل نہیں تو اس عبارت کا کوئی مخلص نہیں سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ مالکی حضرات کا آخری کلام ہے تو ان کے ہاں خلو، عین اور معنی دونوں کو شامل ہے اور ہمارے ہاں خلو صرف معنی کا نام ہے اور عین چیز کا ہمارے ہاں کوئی اور نام ہے مثلاً اسے سکئی کہا جائے گا اس حقیقت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خود اس مالکی فاضل نے اس کے بعد کہا اس خلو کا اجارہ لازمہ ہونے میں نزاع نہیں (یعنی مالکیوں کے ہاں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب واقف نے کوئی تعمیر وقف میں کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس لوگ آکر دراہم پیش کریں اور کہیں کہ ہم اس حصہ میں اپنے اپنے لئے مخصوص خطہ تعمیر کریں گے تو جب واقف ان سے دراہم اس شرط پر قبول کر لے گا تو گویا اس نے یہ حصہ ان لوگوں کو معاوضہ پر فروخت کر دیا اور گویا اس نے ہر ایک کا مخصوص خطہ وقف سے مستثنیٰ کر دیا اور نتیجتاً اس نے ہر ایک پر ماہانہ شرح سے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا تو اسکے بعد اب واقف کو اس حصہ میں کسی تصرف کا حق نہ رہا ماسوائے اس کے کہ وہ فقط مقررہ وظیفہ وصول کرتا رہے اور اب وہ حصہ کسی دوسرے کو دینے کا مجاز نہ ہو گا گویا کہ خلو والا ہر شخص اس حصہ میں واقف کے ساتھ شریک قرار پائے گا،

لا بدل تلك المنفعة الاثلة الى الوقف وانما هي حاصلة للوقف لاله بتلك الدراهم فلا مخلص الا ان يقال ان هذا كلام متأخر من المالكية فيكون الخلو عندهم شاملا للعین والمعنی وعندنا ليس الا المعنی والعین تسبی باسم آخر كالسكنی كيف وقد قال هذا المالکی بعده اما كونه اجارة لازمة فهذا النزاع فيه (ای عند ہم) ووجهه ان الواقف لما يريد ان يبني محلا للوقف فيأتي له اناس يدفعون له دراهم على ان يكون لكل شخص محل من تلك المواضع التي يريد الواقف بناءها فاذا قبل منهم تلك الدراهم فكانه باعهم تلك الحصة بمادفعوه له وكانه لم يقف جزء من تلك الحصة التي لكل، وغايته انه وظف عليهم كل شهر كذا فليس للواقف فيه بعد ذلك تصرف الا بقبض الحصة الموظفة فقط وليس له ان يوجهه لغيره وكان رب الخلوصا شريكاً للواقف في تلك الحصة¹

¹ غمز العيون البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الاول ادارة القرآن كراچی ۱/ ۳۸، ۱۳

فقد جعل الخلو عقاراً و جزء من تلك الارض مبيعاً من هؤلاء مستثنى من الوقف، ولذا قال وفائدة الخلو انه كالمالك فتجری علیہ احكامه من بيع واجارة وهبة ورهن ووفاء دين وارث ووقف^۱ الخ۔

اقول: ثم في كلام ذلك الفاضل المالكى خدشة اخرى فانه جعل العمارۃ خلوا وقال في بيانه يكون ماصرفه خلوا له وانما المصروف الدراهم هذا وبقي ما سلفناه عن أفندی زیرك زاده من بيع الخلو اذالم يكن ملاصقاً بالحنوت وان وضعه في الحانوت بالاجارة مشروع۔

اقول: احسن ما يعتذر عنه انه اطلق عليه اسم الخلو تجوز اوان الخلو يطلق عليهما وان ماکان منه عیناً مملوكة لصاحب الخلو فلا كلام في جواز بيعه بل ووقفه ان تعورف وكانت الارض موقوفة او محتكرة والذی حدث وانکره المحققون هو الخلو بمعنى المعنى والله

تویوں اس فاضل نے خلو کو مکانیت سے تعبیر کیا اور وقف شدہ زمین کا ایک حصہ ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کر کے وقف سے خارج قرار دیا اور اس لئے اس نے کہا کہ خلو کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ مملوکہ جگہ کی طرح ہوگا اور اس میں ملکیت کے احکام، بیع، اجارہ، ہبہ، رہن، قرض میں منہا کرنا، وراثت اور وقف جاری ہوں گے الخ،

اقول: (میں کہتا ہوں) اس مالکی فاضل کے کلام میں ایک اور خرابی ہے کہ یہاں اس نے عمارت کو خلو کہا ہے جبکہ پہلے وہ اپنے بیان میں کہہ چکا ہے کہ مال صرف کیا ہے وہ خلو ہوگا، حالانکہ جو صرف کیا ہے وہ دراہم ہیں عمارت نہیں ہے، یہ قابل توجہ ہے۔ زیرک زاده آفندی سے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اس میں ایک امر باقی ہے کہ انہوں نے کہا ہے جب خلو دکان سے ملصق نہ ہو اور ویسے کرایہ کی دکان میں رکھا ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ان کی طرف سے بہترین تاویل یہ ہوگی کہ انہوں نے اس علیحدہ چیز کو مجازاً خلو کہا ہے یا یہ کہ خلو کا اطلاق دونوں صورتوں پر کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلو والے کی کوئی مملوک عین چیز ہو تو اس کے فروخت کرنے بلکہ عرف میں وقف کی صورت ہو تو وقف کرنے کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے جبکہ زمین وقف یا کرایہ کی رہے گی وہ چیز جو نئی ہے اور محققین نے اس کا انکار کیا ہے وہ

^۱ غز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱۳۸

خلو معنوی ہے، اس تاویل سے ابن ہلال اور اس کا رد کرنے والوں کے کلاموں میں موافقت ہو جائیگی کہ ابن ہلال کی گفتگو قائم رہنے والی عین چیز کے متعلق ہے اور اب اس پر سکنتی کے طور پر تفریع بلا شک درست ہوگی اور کوئی اعتراض نہ رہے گا، ورنہ مقررین کا کلام خلو کے معروف معنی کے متعلق ہے لہذا کوئی مخالفت نہ رہی بشرطیکہ ابن ہلال کی اپنے رسالہ میں گفتگو اس تاویل کا ساتھ دے، حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ علام الغیوب کے ہاں ہے، پھر عقود الدریہ تنقیح کرنے والے علامہ کا یہ قول عجیب ہے کہ خلو قدیم دخل اور قبضے کا نام ہے اھ اقول: (میں کہتا ہوں) سببھن اللہ کچھ زمانہ سے محض قابض ہونے جس کو نصاریٰ کے قانون میں موروثی حق کہتے ہیں جو کہ ایک نئی بدعت ہے، سے کیسے حق ثابت ہو سکتا ہے اس حق کے ثبوت اور اس کے بیج کے جواز کی بات کوئی کیسے کر سکتا ہے جبکہ خودیہ صاحب تنقیح اس بیان سے تھوڑا پہلے کہہ چکے ہیں، وہ یہ عبارت ہے کہ، لیکن قنیه میں جو یہ کہا ہے کہ سلطانی زمین پر تیس سالہ قبضہ سے حق القرار اور ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور اگر قابض اس زمین کے حق قرار کو فروخت کرنا چاہے تو جائز ہے جبکہ ہبہ کرنے میں اختلاف ہے، اور اگر قابض خود اس حق سے دستبردار ہو جائے تو قدیمی حق (حق القرار) ساقط ہو جائے گا، حاوی الزاہدی، اھ، تو اس حق سے اعیان قیمتی مراد ہیں

تعالیٰ اعلم وبہ یحصل التوفیق بین کلامی ابن ہلال والرایین علیہ بان کلامہ فی العین القائبة ولا شک ان الاستشهاد علیہ بفرع السکنی صحیح اذن لایرد علیہ شیئی مباد کروا و کلامہم فی المعنی المعروف فلا خلف ان ساعدہ کلام ابن ہلال فی رسالتہ والعلم بالحق عند علام الغیوب، ثم من العجب قول العلامة المنقح فی العقود الدریة الخلو عبارة عن القديمة ووضع الید^۱ اھ اقول: سببھن اللہ مجرد کونہ واضح یدہ منذ زمان وهو المعبر عنه فی المبتدعات قانون النصاری بحق موروثی کیف یصیر حقاً کیف یسوغ ان یقول به وبجواز بیعہ احد وقد قدم المنقح نفسه قبیل هذا مانصه، واما ما فی القنیة یثبت حق القرار فی ثلاثین سنة فی الارض السلطانیة والملك وفي الوقف فی ثلاث سنین ولو باع حق قرارہ فیہا جاز، وفي الهبة اختلاف، ولو ترکھا بالاخیار تسقط قد میتہ، حاوی الزاہدی اھ فالمراد به الاعیان

^۱ العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة باب مشد المسکة ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۱۸

نہ کہ صرف معنوی امر ہے کیونکہ تو معلوم کرچکا ہے کہ امر معنوی کی بیع جائز نہیں ہے اس پر ہزار یہ کا قول، کہ کردار یعنی عمارت جس کو خوارزم میں حق القرار کہتے ہیں میں شفعہ کا حق نہیں ہے، کیونکہ یہ حق منتقل ہونے والی چیز ہے اھ، اس کے اس بیان کے باوجود اب تم ان سے صریح طور پر اس بیان کا انکار سن رہے ہو، پس وہی ذات پاک ہے جو بھولتی نہیں ہے، یہ قابل غور ہے۔ ردالمحتار میں فرمایا: خلو والا جو دراہم واقف کو دیتا ہے اور واقف بطور امداد ان دراہم کو وقف کی تعمیر پر خرچ کرتا ہے اس کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ زمین میں مٹی ڈالنے کے مشابہ ہے جس کے ذریعہ اس کو حق استقرار حاصل ہو جاتا ہے تو جب تک مثلی اجرت دیتا رہے گا اس کے قبضہ کو ختم نہیں کیا جائے گا، اسی کی مثل ہے جب وقف دکان بوسیدہ ہو جائے تو وقف کے نگران کی اجازت سے کوئی شخص اس کو اپنے مال سے مرمت کر لے تو مروج کرایہ ادا کرنے کی شرط پر استقرار حق ہو جائے، لیکن دکان وغیرہ پر محض قبضہ ہونا کہ چند سالوں سے کرایہ دار ہے اور دراہم دینے کی مذکورہ صورت نہ ہو تو استقرار حق معتبر نہ ہوگا (آگے یہاں تک فرمایا) متولی یا مالک کو دئے گئے دراہم کے عوض خلو کے لزوم کا فتویٰ دینے والوں میں علامہ محقق عبدالرحمن آفندی عمادی صاحب ہدیہ ابن عماد ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ دکان کامالک خلو والے کا

المتقومة لامجرد الامر المعنوی لما علمت من عدم صحة بيعه ويدل على ذلك قوله في البزازية ولاشفعة في الكردار ای البناء ویسی بخوارزم حق القرار لانه نقلی اھ^۱ ثم ستمسح الآن نصه الصریح على انكاره فسیبخن من لایسی هذا، وقال فی ردالمحتار قد یقال ان الدراهم التي دفعها صاحب الخلو للواقف واستعان (ای الواقف) بها على بناء الوقف شبهة بكس الارض بالترا ب فیصیرله حق القرار فلا یخرج من یدہ اذا كان یدفع اجر المثل ومثله ما لو كان یرم دکان الوقف ویقوم بلوازمها من ماله باذن الناظر، اما مجرد وضع الید على الدکان ونحوها وكونه یستاجرھا عدة سنین بدون شیء مما ذکر فهو غیر معتبر (الی ان قال) ومن افقی بلزوم الخلو الذی یكون بمقابلة دراهم یدفعها للمتولی او المالك العلامة المحقق عبد الرحمن افندی العمادی صاحب هدیة ابن العماد وقال فلا یملك صاحب الحانوت

^۱ العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة باب مشد المسکة ارگ بازار قندهار افغانستان ۲/ ۲۱۸

قبضہ ختم نہ کر سکے گا اور نہ کسی اور کو کرایہ پر دے سکے گا جب تک خرچ شدہ رقم اس کو واپس نہ کر دے، تو اس خلو کے جواز کا ضرورت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے گا، یہ قیاس ہوگا اس بیع وفا پر جس کو متاخرین نے سود سے بچنے کے لئے متعارف کرایا ہے الخ قلت (میں کہتا ہوں) یہ جواز بھی ہمارے مذکور بیان کہ جب تک مروج کرایہ دیتا رہے گا، کی قید سے مقید ہے، ورنہ یہ سکنتی ان دراہم کے مقابلہ میں قرار پائے گا جو اس نے مالک کو دئے ہیں جو کہ عین سود ہے جیسا کہ فقہاء نے فرمایا کہ کسی نے قرض دینے والے کو رہائش کے لئے مکان دیا یا سواری کے لئے گدھا دیا تھا کہ جب تک قرض واپس نہ ہو اس کے استعمال میں رہے، تو اس صورت میں قرض دینے والے پر مکان یا گدھے کا مروج کرایہ ادا کرنا لازم ہوگا (ورنہ سود ہوگا) علاوہ ازیں متولی نے جو دراہم وصول کئے وہ ان کو ذاتی مفاد میں صرف کرے گا تو خلو والے پر اگر مروج کرایہ لازم نہ کیا جائے تو مستحقین وقف کا حق ضائع ہوگا، ہاں اگر متولی وصول کردہ دراہم کو وقف کی عمارت میں خرچ کرے جہاں وقف عمارت میں خرچ کرنے کی ضرورت واضح ہو، اور اس مرمت شدہ عمارت کو مروج کرایہ بیع شدہ رقم، دینے والا کوئی نہیں تو ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ متولی کو رقم دینے والا اس میں ضرورت کے پیش نظر بغیر کرایہ رہائش کر سکتا ہے، ایسی صورت کو ہمارے زمانہ میں "مرصد" کہا جاتا ہے

اخراجہ ولا جارتھا لغیرہ مالک یدفع له المبلغ المرقوم فیفتی بجواز ذلك للضرورة قیاساً علی بیع الوفاء الذی تعارفه المتأخرون احتیالاً علی الربا الخ قلت وهو مقید ایضاً بما قلنا بما اذا كان یدفع اجر المثل والا كانت سکناء بمقابلة مآدفعه من الدراهم عین الربا كما قالوا فیسین دفع للمقرض دار الیسکنها او حمار الیرکبه الی ان یستوفی قرضه انه یلزمه اجرة مثل الدار او الحمار علی ان مایأخذہ المتولی من الدراهم ینتفع به لنفسه فلو لم یلزم صاحب الخلو اجرة المثل للمستحقین یلزم ضیاع حقهم اللهم الا ان یکون مآقبضه المتولی صرفه فی عبارة الوقف حیث تعین ذلك طریقاً الی عبارتہ ولم یوجد من یستأجر بأجرة المثل مع دفع ذلك المبلغ اللازم للعبارة فحینئذ قد یقال بجواز سکناء بدون اجرة المثل للضرورة ومثل ذلك یسی فی زماننا مرصداً كما قد مناه فی الوقف والله سبحانه وتعالی اعلم^۱ اھ

^۱ رد المحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۶/۳

اقول: قد قدم الكلام على الوقف وانه لا بد ان يدفع
اجر المثل فعوده اليه ثانياً وقوله وهو مقيد ايضاً بما
قلنا ان اراد به مسألة الواقف كما حط عليه آخر كلامه
كان تكرار اوله لم يكن محل لايضاد وان اراد به مسألة
المالك لان كلام العبادي كان فيهما فلاحامل على
ايجاب اجر المثل الا ان يكون مال اليتيم بل لو
نقص من اجر المثل في الوقف لم يجز من جهة
النقص لالانه عين الربا لان تلك الدراهم لاتدفع
قرضاً بل اعانة للوقف والصرف في مأيول نفعه اليه و
لا تسترد ابد الا ان يخرجها الناظر فح يستردها كما
ذكر المحقق العبادي وعن هذا كانت كبيع الوفاء
فالدرهم فيه ليست قرضاً عند مجوزيه والا كان
الانتفاع به عين الربا كما هو المتعمد فيه اما الدفع
ليصرفه المتولى الى نفسه فحاش لله ليس من الخلو
في شيعي بل عين رشوة وليس لاحد من المسلمين

جیسا کہ ہم نے وقف کے بیان میں اس کو بیان کر دیا ہے،
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم اقول: (میں کہتا ہوں) رد
المختار میں انہوں نے پہلے وقف کی بحث میں کلام کیا اور فرمایا
کہ مثلی اجرت اور کرایہ ضروری ہے، پھر ان کا دوبارہ اس کو
بیان کرنا اور یہ کہنا کہ عمادی کا یہ بیان بھی ہمارے سابقہ قول
کے ساتھ مقید ہے، اگر اس سے وقف کا مسئلہ مراد ہے جیسا
کہ انہوں نے اس پر بات ختم کی ہے، تو یہ تکرار ہے، اور عمادی
کی مخالفت کا محل نہ ہوا اگرچہ ذاتی ملکیت کا مسئلہ مراد ہو کیونکہ
عمادی کا کلام دونوں صورتوں کے بیان میں ہے بہر حال مثلی
اجرت کے بیان کی ضرورت نہیں، ہاں اگر وہ ملکیت کسی یتیم
کی ہو تو مثلی اور مروج اجرت ضروری ہوگی بلکہ وقف والی
صورت میں تو مروج کرایہ سے کم بھی ہو تو کمی کی وجہ سے
ناجائز ہوگا نہ کہ سود ہونے کی وجہ سے، کیونکہ یہ دی گئی رقم
بطور قرض نہیں بلکہ وقف کے لئے اعانت کے طور پر دی گئی
ہے جس کے منافع بالآخر وقف کی طرف راجع ہیں اور یہ رقم
بید غلی کے بغیر ناقابل واپسی ہے صرف بے دخلی پر واپس
ہوگی جیسا کہ علامہ عمادی نے ذکر کیا، اسی وجہ سے یہ صورت
بیع الوفاء کی مانند قرار پاتی ہے کیونکہ اس کے مجوزین حضرات کے
ہاں وہ دراہم بطور قرض نہیں ہیں، ورنہ تو مکان دکان سے انتفاع
عین سود ہے جیسا کہ یہی معتمد علیہ بات ہے، لیکن یہ صورت کہ
وقف کا متولی اپنی ذات کے لئے دراہم کو صرف کرے، اس غرض
سے دینا تو ہر گز خلو نہیں بلکہ یہ تو رشوت ہے جس کے جواز کے
متعلق کوئی بھی مسلمان قول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس

ان يقول بجواز مثله فضلا عن لزومه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	رشت کو لازم قرار دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

پھر اگر خلو وقف میں ہو تو شرط ہے کہ یہ عقد خود واقف یا متولی کرے دوسرے کو اختیار نہیں، نیز لازم کہ وہ روپیہ خاص وقف کی منفعت صحیحہ میں صرف ہونہ کہ واقف یا متولی یا کسی اور کے کام میں، نیز ضروری کہ وقف کو اس امداد کی حاجت ہو اگر وقف خود اپنی منفعت کو پورا کر سکتا ہے تو خلو باطل ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

الموقوف عليه الغلة او السكنى لا يملك الاجارة الا بتولية او اذن قاض لان حقه في الغلة لافي العين ¹ ۔	کسی کے لئے غلہ یا سکنتی وقف ہو تو وہ زمین کو اجارہ پر دینے کا مالک صرف تولیت یا قاضی کی اجازت سے ہو سکتا ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس کا حق صرف غلہ ہے عین چیز یعنی زمین نہیں ہے۔ (ت)

غز العیون میں ہے:

شروط صحة الخلو ان يكون مابذل من الدراهم عائدا على جهة الوقف بان ينتفع بها فيه فما يفعل الان من اخذ الناظر الدراهم من ذى الخلو ويصرفها في مصالح نفسه هو فهذا الخلو غير صحيح ويرجع الدافع بدرأهه على الناظر وان لا يكون للوقف ريع يعبر منه فان كان ينبغي لعبارة ومصاريفه فلا يصح فيه حينئذ خلو. فلو وقع كان باطلا وللمستأجر الرجوع على الناظر بما دفعه من الدراهم. وان يثبت ذلك الصرف على منافع	خلو کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ دراہم کے خرچ کرنے سے وقف کو فائدہ ہو کہ ان کا نفع وقف میں شامل ہو، اور آج کل جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ وقف کا نگران خلو والے سے دراہم لے کر اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرتا ہے تو یہ باطل ہے لہذا دراہم دینے والے کو حق ہے کہ وہ نگران سے واپس وصول کرے اگرچہ وقف کی اتنی آمدن نہ ہو جس سے اس کی تعمیر ہو سکے اور اگر اتنی آمدن ہو جس سے وقف کی عمارت وغیرہ مصارف پورے ہو سکتے ہوں تو اب اس میں خلو صحیح نہ ہوگا اگر خلو کیا تو باطل ہوگا اور مستاجر کو دئے ہوئے اپنے دراہم واپس لینے کا حق ہوگا، اور اگر واقعی دراہم کے فوائد وقف کے لئے ہوں تو بھی محض نگران کی تصدیق ثبوت

¹ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۷

اور موقعہ پر عمارت کے وجود کے بغیر قابل تقسیم نہیں ہے جبکہ منافع کا تعلق عمارت سے ہو، کیونکہ جب وقف کے منافع قابل مشاہدہ ہوں تو مصرف کے متعلق محض نگران کا قول قابل قبول نہیں ہوتا، اس کو غمراہیوں نے اس مالکی فاضل سے ثابت بلکہ معتمد قرار دیتے ہوئے نقل کیا جہاں انہوں نے کہا کہ بعض مالکی فضلاء نے اس بحث کو اپنے مستقل رسالہ میں جو تحریر کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی مضبوط راستہ کی راہنمائی فرمانے والا ہے۔ ہم نے اس بحث کو اسلئے طول دیا کہ لوگوں میں خلو رواج کثیر ہے اور بہت سے قاضی حضرات کو اس کی ضرورت درپیش ہے اور اس پر بہت سے احکام مبنی ہیں خصوصاً وہم پرست قاضیوں کے لئے جن کو فہم و شعور نہیں ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کا یہ ذکر کرنا کہ نگران کی تصدیق کافی نہیں ہے یہ وہاں درست ہے جہاں نگران مفسد اور چور ہو یا ظاہر حال نگران کو جھوٹا قرار دے مثلاً یہ کہ وہ عمارت پر صرف کرنے کا دعویٰ کرتا ہو حالانکہ موقعہ پر عمارت کا وجود ہی نہیں ہے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ مالکی حضرات کا موقف ہو، لیکن ہمارے ہاں جب تک ظاہر حال نگران کو نہ جھٹلائے اس وقت تک نگران کو امین قرار دیا جائیگا اور اس کی بات ہی معتبر ہوگی، درمختار میں فرمایا ہے کہ اگر متولی ادا کرنے کا دعویٰ کرتا ہو تو اس کی بات قابل تسلیم

الوقف بالوجه الشرعی فلو صدقہ الناظر علی التصرف من غیر ثبوت ولا ظهور عبارة ان كانت هی المنفعة فلا عبرة بهذا التصدیق لان الناظر لا یقبل قوله فی مصرف الوقف حیث کان لذلك الوقف شاہد^۱ انقله عن ذلك الفاضل المالکی مقرا بل معتدا حیث قال هذا خلاصة ما حرره بعض فضلاء المالکیة فی تألیف مستقل فی ذلك والله الهادی الی قوام المسالك وانما اطنبنا الكلام فی هذا المقام لكثرة دوران الخلو بین الانام واحتیاج كثير من القضاة الیهما وابتناء كثير من الاحكام علیهما خصوصاً قضاة الا وهام الذین لیس لهم شعور ولا الهام^۲،

اقول: ما ذکر من عدم تصدیق الناظر مسلم ان کان مسرقاً مفسداً او کذبہ الظاهر کأن یدعی صرفها الی العبارة ولا عبارة والا فلعله عند المالکیة اما عندنا فالناظر امین والقول قول الامین ما لم یکذبہ الظاهر قال فی الدر المختار لو ادعی المتولی الدفع قبل قوله الخ^۳ وفی رد المحتار عن الاسعاف وعن شرح الملتقی عن شروط

^۱ غمز العیون البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱/ ۳۹-۱۳۸

^۲ غمز العیون البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الاول ادارة القرآن کراچی ۱/ ۳۹-۱۳۸

^۳ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۲

الظهيرية وعن البحر عن وقف الناصحي اذا اجر الواقف او قبيبه او وصيه او امينه ثم قال قبضت الغلة فضاغت او فرقتها على الموقوف عليهم وانكروا فالقول له مع يمينه¹ اه وفيه عن الحامدية عن بيري زاده عن احكام الاوصياء، القول في الامانة قول الامين مع يمينه الا ان يدعي امرا يكذبه الظاهر فحينئذ تزول الامانة وتظهر الخيانة فلا يصدق² اه وفيه عنها عن المفتي ابى السعود انه ان كان مفسدا مبذرا لا يقبل قوله بصرف مال الوقف بيمينه³ اه بل استظهر السيد الحموي نفسه في امانات الغبز قبول قوله ولو بعد عزله مستندا بسائل، منها ان الوصي لو ادعى بعد موت اليتيم انه انفق عليه كذا يقبل

ہوگی الخ اور ردالمحتار میں اسعاف اور شرح ملتقی سے ظہیر یہ کی شروط اور بحر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ناصحی کے وقف کے حوالہ سے کہا ہے کہ جب واقف یا ناظم یا وصی یا امین نے وقف زمین کرایہ پردی اور پھر کہا میں نے غلہ (اجرت) وصول کر لی ہے جو ضائع ہو گئی یا موقوف علیہ لوگوں میں تقسیم کر دی ہے وہ لوگ انکار کریں تو قسم لے کر متولی وغیرہ کی بات تسلیم کر لی جائیگی اھ، اور اسی ردالمحتار میں حامدیہ سے بیری زاده کے حوالہ سے منقول ہے کہ وصی حضرات کے احکام کی بحث میں فرمایا کہ دیانت کے معاملہ میں قسم کے ساتھ ناظم کی بات تسلیم کر لی جائے گی مساوائے ایسے معاملہ کے جس میں ظاہراً جھوٹ کامدعی ہو تو ایسی صورت میں اس کی دیانت ختم اور خیانت واضح ہونے کی بناء پر تصدیق نہ کی جائے گی اھ اسی میں حامدیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے مفتی ابوسعود سے نقل کیا ہے کہ اگر متولی وغیرہ مفسد اور فضول خرچ ہو تو وقف کے مال کو صرف کرنے کے متعلق اس کی قسم کے باوجود بات قبول نہ کی جائیگی اھ، بلکہ سید حموی نے ظاہر قرار دیتے ہوئے غزنی امانات کی بحث میں فرمایا کہ اس کی بات قبول ہوگی اگرچہ اس کے معزول ہونے کے بعد اس کا قول ہو۔ اس بات کو حموی نے کئی مسائل سے ثابت کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے

¹ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۵

² ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۵

³ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۵

قوله وعلوه بانہ اسندہ الی حالة منافية للضمان^۱ اھ فكانہ سكت لھنما معتمد اظھورہ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کہ وصی شخص یتیم کی موت کے بعد دعویٰ کرے کہ میں نے یتیم پر اتنا مال صرف کیا ہے تو اس کی بات قبول کی جائے گی، اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ وصی کا یہ بیان ایسی حالت کی طرف منسوب ہے جو ضمان کے منافی ہے، اس پر ان کا سکوت ظاہر پر اعتماد کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ظاہر ہے کہ زرمذکور فی السؤال نہ ضرورت وقف کے لئے لیا گیا نہ وقف میں صرف ہوا بلکہ ایک شخص کی اپنی ذاتی غرض میں اگرچہ وہ متولی بھی ہے نہ وہ روپیہ حق استبقائے اجارہ کے بدلے ہے، نہ اجرت مثل اس سے جدا ہے بلکہ اسی میں محسوب ہوا کرے گا تو کسی طرح خلوص سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا بلکہ یقیناً وہ ایک قرض ہے کہ اس موقوف علیہ نے لیا اور اس کے بدلے وقف کو رہن کیا اور منافع حرام کو مقرض پر مباح کر دیا وقف کارہن خود ہی باطل ہے، تنویر الابصار میں ہے:

فأذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن^۲۔	جب وقف لازم وتمام ہو جائے تو وہ کسی کا مملوک نہ کسی کو تملیک نہ عاریہ اور نہ ہی بطور رہن دیا جاسکتا ہے۔ (ت)

نہ کہ رہن دہلی کہ ملک کا بھی حرام ہے، تو یہ عقد حرام در حرام، ظلم در ظلم، ظلمات بر ظلمات ہے، واجب الرد ہے گیرندہ پر جب تک نہ چھوڑے وقف کے لئے اجر مثل تو خود ہی لازم ہوگا فان منافع الوقف مضمونہ مطلقاً (کیونکہ وقف کے منافع مطلقاً قابل ضمان ہوتے ہیں۔ ت) اور جو کچھ اس سے زائد حاصل کرے گا وہ بھی اسے حلال نہیں وقف کر دے یا تصدق کرے، اور اول اولیٰ ہے کما فی الخیریۃ والعقود الدریۃ وغیرہما (جیسا کہ خیر یہ اور عقود الدریۃ وغیرہ میں ہے۔ ت) یہاں تک چار سوالوں کا جواب شافی ہو گیا اور پنجم کا بھی کہ اس معاملہ کو خلوص سے علاقہ نہیں اگرچہ روپیہ ضروریات وقف ہی کے لئے لیا اور انہیں میں صرف کیا کہ یہ روپیہ بمقابلہ استبقائے اجارہ علاوہ اجر مثل نہیں بلکہ اتنا زراجر پیشگی لیا ہے وقتاً فوقتاً اجرت میں محسوب ہوگا اس سے عدم وقف خواہ اب انعدام وقف پر استدلال صریح جہل و ضلال، وقف ثابت کسی کی ناجائز کارروائی سے نہ غیر ثابت ہو سکتا ہے نہ زائل ورنہ ابطال اوقاف ظالموں کے اختیار میں ہو جائے جب چاہیں کوئی ناجائز کام کر دیں اور وقف باطل و زائل ہو جائے۔ ہاں تفتیش طلب اس کارروائی کا جواز و عدم جواز ہے اس میں مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ

^۱ غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الامانات ادارة القرآن کراچی ۱۳/ ۳

^۲ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبع مہتابی دہلی ۱/ ۳۷۹

دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے کہ زمین مزارعوں کے اجارہ میں رہے اور تو فیہ ٹھیکے میں دی جائے بلاشبہ حرام و مردود و باطل ہے کما حقہ لہذا لا مزید علیہ فی کتاب الاجارۃ من فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اس کی آخری تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب الاجارہ میں کر دی ہے۔ ت) فتاویٰ خیر یہ لنفع البریہ میں ہے:

قریۃ وقف آجر المتکلم علیہا ثلثاً لرجل سنة بمال لیتناول ما یتحصل من الثلث المذكور من الغلال صیفیہا وشتویہا هذه الاجارة باطلۃ غیر منعقدۃ لہا صرح بہ علماءنا قاطبۃ من ان الاجرة اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا لاتنقذ ولا تنفید شیئاً من احکام الاجارة فلیس للمستأجر ان یتناول شیئاً من الغلال بل ذلک للوقف یصرف فی وجوہه المعینۃ^۱۔ (ملقطاً)	وقف گاؤں ہو اور موقوف علیہ شخص گاؤں کے تہائی حصہ کی آمدنی کو ایک سال کے لئے کسی مال کے بدلے اجارہ پر دے دے تاکہ اجارہ پر لینے والا شخص اس مال کے بدلے موسم گرما اور سرما کی آمدن کا تہائی حصہ حاصل کر لیا کرے تو یہ اجارہ باطل ہوگا اور منعقد ہی نہ ہوگا کیونکہ تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اجارہ جو عین چیز کو قصداً تلف کرنے پر ہو وہ منعقد نہ ہوگا اور اجارہ کے احکام کے لئے مفید نہ ہوگا، اس لئے مذکورہ صورت میں اجارہ پر لینے والے کو اس آمدن کو لینے کا حق نہ ہوگا بلکہ یہ تمام آمدن وقف کے معینہ مصارف پر خرچ ہوگی۔ (ملقطاً)۔ (ت)

اسی میں ہے:

الاجارة اذا وقعت علی اتلاف الاعیان قصدا کانت باطلۃ فلا یملک المستأجر ما وجد من تلك الاعیان بل ہی علی ما کانت علیہ قبل الاجارة فتؤخذ من یدہ اذا تناولها ویضمنہا بالاستهلاك لان الباطل لا یؤثر شیئاً فیحرم علیہ التصرف فیہا لعدم مملکہ وذلک کاستئجار بقرة لیشر ب	جب اعیان کو تلف کرنے پر قصداً اجارہ کیا جائے تو باطل ہوگا لہذا اجارہ پر لینے والے کو ان اعیان کو حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا بلکہ یہ اعیان یعنی غلہ وغیرہ وہیں خرچ ہوگا جہاں وہ اجارہ سے قبل خرچ ہوتے تھے اس لئے مستاجر (اجارہ لینے والے) کے قبضہ سے واپس لے لئے جائیں گے اگر اس نے وصول کر کے خرچ کر لئے اس سے ضمان وصول کیا جائے گا کیونکہ باطل معاملہ کوئی اثر نہیں رکھتا لہذا ان میں اس کا

^۱ فتاویٰ خیر یہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۱۷/۲

لبنہا وبستان لیاکل ثمرته ومثله استتجار مافی ید المزارعین لاکل خراجہ ^۱ ۔	تصرف حرام ہوگا اس لئے کہ وہ اس چیز کا مالک نہ تھا، اس کی مثال جیسے کہ گائے و بھینس کو دودھ کے لئے اجارہ پر لے اور مثلاً باغ کو پھل کھانے کیلئے اور وقف کے مزارعین کے زیر قبضہ زمین کو غلہ کرنے کے لئے اجارہ پر لے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الاتزام والمقاطعة علی ما یتحصل من قرية الوقف من خراج ببال معلوم من احد النقدین یدفعه الملتزم ویكون له ما یتحصل منها قليلا کان او کثیرا لاتجوز اذلا وجه لها شرعا لكونها لاتتصور شرعا ان تكون بیعا اذ بعض المقاطع علیہ معدوم وبعضه مجهول ولان تكون اجارة لانها بیع المنافع والواقع علیه فی المقاطعة المشروحة اعیان لا منافع فھی باطلة بالاجماع ^۲ (ملتقط)۔	کسی گاؤں کی آمدنی (حصہ بٹائی) حاصل کرنے کے لئے مقررہ نقد مال پر اجارہ کا فیصلہ اور التزام کرنا کہ جو قلیل یا کثیر حصہ بٹائی گاؤں سے حاصل ہو اس کو مستاجر حاصل کرے گا، تو یہ جائز نہیں، کیونکہ شرعاً اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں، بیع اس لئے متصور نہیں ہو سکتی کہ معقود علیہ ابھی معدوم ہے اور کچھ حصہ مجہول ہے، اور اجارہ اس لئے متصور نہیں ہو سکتا کہ اجارہ منافع کی بیع کا نام ہے جبکہ ذکرہ صورت میں منافع کی بجائے اعیان (غلہ) پر سودا ہوا ہے، لہذا یہ بالاجماع باطل ہے۔ (ملتقط)۔ (ت)

اسی میں ہے:

اذا استأجر القرى والمزارع لتناول خراج المقاسمة او خراج الوظيفة فالاجارة باطلة باجماع علمائنا ^۳ (ملتقط)	جب گاؤں یا زراعت جن پر سرکاری وظیفہ یا حصہ بٹائی حاصل ہوتا ہے کو اجارہ پر لینا تاکہ ان سے حاصل وظیفہ یا حصہ کو بدلے میں وصول کیا کرے تو ہمارے علماء کے ہاں بالاجماع یہ اجارہ باطل ہے۔ (ملتقط) (ت)

^۱ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفۃ بیروت ۱۱۹ / ۲

^۲ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفۃ بیروت ۱۲۶ / ۲

^۳ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفۃ بیروت ۱۲۷ / ۲

اسی میں ہے:

قرية ضمنها من له ولايتها لرجل بمال معلوم ليكون له خراجها فالتضمين باطل اذ لا يصح اجارة لوقوعه على اتلاف الاعيان قصدا ولا بيعا لانه معدوم ¹ (ملقط)	کوئی شخص مقررہ مال کے بدلے گاؤں کی آمدن کو کسی شخص کیلئے حاصل کرے تاکہ آمدن اس کے لئے ہو جائے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ اجارہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ یہ سودا منافع پر نہیں بلکہ اعیان (غلہ) کے تلف کرنے پر قصداً ہوا ہے اور بیع بھی نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز پر سودا ہے (ملقط)۔ (ت)

اسی میں ہے:

یتامری آجر المتحصل من تيمارة لآخر ببلغ معلوم لاتصح وعلى كل منها رد ما تناوله ²	کھجور کے باغ والا اپنے باغ سے حاصل ہونیوالے پھل کو مقررہ نقد پر کسی دوسرے کو اجارہ پر دے دے تو صحیح نہیں ہے اور دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو واپس کر دیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

قد اتفقت علماءنا على ان الاجارة اذا وقعت على تناول الاعيان او اتلافها فهي باطلة فاجارة القرى لتناول الخراج مقاسمة كان او وظيفة باطل وقد افيتت بذلك مرارا ³ (ملقط)	ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اجارہ اعیان چیزوں کے حصول یا ان کے تلف کرنے پر کیا جائے تو باطل ہوگا لہذا وظیفہ یا حصہ بٹائی والا گاؤں اجارہ پر اس لئے دینا کہ مستاجر اس کا وظیفہ اور حصہ عوض میں وصول کر لیا کرے تو یہ باطل ہے جبکہ میں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے (ملقط)۔ (ت)

اسی میں ہے:

المقرر في كلام مشايخنا باجمعهم ان الاجارة على استهلاك الاعيان باطلة	ہمارے مشائخ نے بالاتفاق یہ طے کیا ہے کہ اعیان چیزوں کو بطور ہلاکت قبضہ میں لینے پر اجارہ باطل ہے اور

¹ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۲۷² فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۲۸³ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۲۹

عین چیز کو نفع قرار دینا متصور نہیں ہو سکتا، تو جہاں زمین کا اجارہ زراعت وغیرہ سے انتفاع کے لئے نہ ہو بلکہ اس سے حاصل ہونے والے خراج اور وظیفہ مقررہ کو حاصل کرنے کے لئے ہو تو یہ بالاجماع باطل ہے (ملقطاً) (ت)	وجعل العين منفعة غير متصور فالاجارة حيث لم يقع على الانتفاع بالارض بالزرع ونحوه بل على اخذ الخراج والدراهم المضروبة فهو باطل باجماع ائمتنا¹ (ملقطاً)

اسی کی کتاب الوقف میں ہے:

فقہاء اسلام میں کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ سرکاری اوقاف کے وظائف کو حاصل کرنے کی ذمہ داری مقررہ نقد کے عوض حاصل کر لے کیونکہ آپ اسے جس معنی میں اعتبار کریں غلط ہوگا، اگر آپ بیع فرض کریں تو یہ مجہول یا معدوم چیز کی بیع قرار پائے گی اور اگر اجارہ فرض کریں تو یہ معدوم آئندہ پائے جانے والے اعیان کو حاصل کرنے پر اجارہ ہوگا جبکہ یہ موجودہ اعیان میں بھی جائز نہیں تو معدوم میں کیسے جائز ہوگا، اور اگر آئندہ موجود ہونے اور مہیا ہونے والی چیز کا ہبہ فرض کرو تو یہ وقف چیز کا ہبہ قرار پائے گا جبکہ وقف چیز کا ہبہ معاوضہ کے طور پر بھی جائز نہیں، اقول: (میں کہتا ہوں) انہوں نے خاص وقف کے متعلق بات کی ہے کیونکہ سوال یہی تھا اس لئے انہوں نے وقف سے متعلق دلیل ذکر کی ہے ورنہ تو معدوم چیز کا ہبہ معلوم البطلان ہے اگرچہ ذاتی ملکیت ہو، خیر یہ میں ہبہ کی بحث میں فرمایا کہ مذکورہ بحث میں معلوم ہوا کہ گاؤں کے بعد میں حاصل ہو نیوالے محصول کا ہبہ بطریق اولیٰ صحیح نہیں کیونکہ ابھی خود مالک کو ان پر قبضہ نہیں ہے تو وہ آگے کسی کو کیا قبضہ دے گا (ت)	لا قائل من فقهاء الاسلام بصحة الالتزام في اوقاف الانام لانك مهما اعتبرتہ كان باطلا، وكيف ما قومته كان مائلا فان قدرته بيعاً فهو بيع المعدوم او المجهول، وان قدرته اجارة فهي واقعة على استهلاك الاعيان المعدومة الاتية فيبايول، وهي في الموجودة لاتجوز فكيف يستأجر منها ما سييجوز وان اعتبرتہ واهبالها سيصرف ومتهبالها سيقبض فالهبة في مال الوقف لاتجوز ولو بعوض² اقول: خص الكلام بالوقف لان السؤال عنه فاستدل بدليل يخصصه والا فهبة المعدوم بطلانه معلوم ولو في الملك، قال في الخيرية من الهبة وبهذا علم عدم صحة هبة ما سيتحصل من محصول القريتين بالاولى لان الواهب نفسه لم يقبضه بعد فكيف يبطله³ اهـ -

¹ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۳۵

² فتاویٰ خیریہ کتاب الوقف دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۸۵

³ فتاویٰ خیریہ کتاب الهبة دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۱۱

فتاویٰ علامہ تاجی بعلی تلمیذ صاحب در مختار میں ہے:

یہ وہ صورت ہے جبکہ اعیان کو بطور ملکیت ہلاک کرنے پر اجارہ قصداً وارد نہ ہوا، اور اگر ایسا ہو کہ کسی گاؤں کی زمین مزارعین کے پاس ہو تو ان سے مقررہ محاصل وصول کرنے پر اجارہ کیا کہ مستاجر وصول کر لیا کرے تو یہ باطل ہے جیسا کہ ہمارے تمام علماء نے تصریح کی ہے۔ (ت)	هذا اذا لم تكن الاجارة واردة على استهلاك الاعيان قصدا، اما اذا كانت كذلك بان كانت اراضى القرية في ایدی مزارعين وانما استأجرها المستأجر المرقوم ليأخذ ما يخصها من خراج فهي باطلة كما صرح بذلك علماءنا قاطبة ¹ ۔

عقود الدریہ میں ہے:

ہمارے شیخ خیر الدین کے اجارات کی بابت فتاویٰ پر غور کرو انہوں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مقاطعہ اور التزام (ذمہ داری اور فیصلہ) کے عنوان سے جو اجارے کئے جاتے ہیں وہ باطل ہیں (ت)	وانظر ما فی فتاویٰ الشیخ خیر الدین من الاجارات فقد افتی مراراً بطلان هذه الاجارة المسماة بالمقاطعة والالتزام ² ۔

رد المحتار کتاب السیر میں قبیل فصل جزیہ ہے:

ہمارے زمانہ میں مستاجر حضرات خراج اور وظیفہ وصول کرنے کے لئے جو اجارہ طے کرتے ہیں وہ مزارعت کیلئے نہیں ہے اس لئے وہ باطل ہیں جس کا نام انہوں نے التزام بنا رکھا ہے (ت)	الواقع فی زماننا ان المستاجر يستأجرها لاجل اخذ خراجها للزراعة ویسمى ذلك التزاماً وهو غیر صحیح ³ ۔

تو یہ کارروائی قطعاً اجماعاً حرام و باطل واقع ہوئی جس کے مورث نے یہ فعل کیا اس کے وارث پر تو کوئی الزام نہیں آتا، نہ وہ اس وجہ سے قابلیت تولیت سے عاری ہو جبکہ فی نفسہ ورعایت شرائط واقف لائق تولیت ہو،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)	قال تعالیٰ "لا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" ⁴ ۔

¹ العقود الدریة بحوالہ فتاویٰ علامہ التاجی البعلی کتاب الاجارة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۲۱/۲

² العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة کتاب الاجارة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۲۱/۲

³ رد المحتار کتاب الجہاد باب العشر والخراج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۶/۳

⁴ القرآن الکریم ۱۶۴/۲۰

محل نظر خود وہ متولی ہیں جو اس حرام کے مرتکب ہوئے یہاں ضرور فقیران و قائل کا اظہار کرے جو ۳۴ برس سے آج تک کسی تحریر میں ذکر نہ کئے یہ مسئلہ کہ دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام قطعی ہے جو کچھ محاصل ہو سب مالک قریہ کا ہے اگر گاؤں مملوک ہو یا وقف کا، اگر موقوف ہو ٹھیکیدار کو اس میں سے ایک حصہ لینا حرام ہے اور جس سال نشست کم ہو تو ٹھیکیدار کو جتنا وصول ہوا اسی قدر مالک یا متولی کو لینا حلال ہے پوری رقم قرار یافتہ لینا حرام ہے مثلاً ہزار روپے سال کو ٹھیکہ تھا اور بارہ سو تحصیل ہوئے تو یہ دو سو ٹھیکے دار کو حرام ہیں مالک یا واقف کا حق ہیں اور آٹھ سو ملے تو مالک و واقف کو اسی قدر حلال، دو سو زیادہ حرام ہیں، با وصف کمال وضاحت اس دار الفتن ہندوستان میں ایسا خفی مسئلہ ہے جس سے یہاں کے اکابر علماء غافل محض، اور خود اس میں اور اس کی تحلیل میں مبتلا ہیں چودھویں صدی کے علماء میں باعتبار حمایت دین و نصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الشد، مولوی قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیریشہ سنت رحمہم اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی مدرسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامی سنت ماحی بدعت، اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقبول و مقبول ہے اور وہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ، ایسے فاضل جلیل کے پاس ۱۳۰۲ھ میں جب فقیر کا فتویٰ اس ٹھیکے کی حرمت میں گیا جس میں اس وجہ سے کہ فقیر اس وقت اپنے دیہات میں تھا اور سوا خیر یہ وردالمختار کے کوئی کتاب ساتھ نہ لے گیا تھا فقط فتاویٰ خیر یہ کی بعض عبارات تھیں، حضرت موصوف نے بعد تامل بسیار اس پر صرف اس مضمون سے تصدیق تحریر فرمائی کہ نظر حاضر میں ان عبارات سے عدم جواز ہی معلوم ہوتا ہے، جب فقیر شہر کو واپس آیا مفصل فتویٰ عبارات کثیرہ کتب عدیدہ پر مشتمل لکھ کر بھیجا، اب حضرت نے پورے وثوق سے تسلیم کیا اور یہ فرما بھیجا کہ اس کے جواز کے حیلہ سے اطلاع دو یہی حال اور علمائے اطراف کا ہے بعد سماع دلائل ووضوح تحریم یہی فرماتے پایا کہ حیلہ جواز نکالو یعنی عادتیں مستحکم ہو گئیں خود بھی ابتلا ہو چکا اور اس میں آرام بھی ہے لہذا حیلہ جواز کی تلاش ضرور ہوئی۔ مبارک ہیں وہ بندے کہ حکم پر مطلع ہو کر حق کی طرف رجوع لائیں اور اذانیان زمان کی طرح اپنے اور اپنے آباء و اساتذہ کی عادت کو شرع مطہر کے روکے لئے حجت نہ بنائیں۔ ردالمحتار کتاب الاجارہ میں ہے:

لوگوں میں جب یہ بات کی جاتی ہے تو اس کی بات کو لوگ غلط قول قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ مصیبت قدیم سے چلی آرہی ہے، چنانچہ علامہ قتالی زادہ نے ذکر کیا ہے	اذا تكلم احد بين الناس بذلك يعدون كلامه منكرا امن القول وهذه بلبية قديمة، فقد ذكر العلامة قتالی زادہ

ان المسألة كثيرة الوقوع في البلد ان واذا طلب رفع اجارتها يتظلم المستأجرون ويزعمون انه ظلم وهم ظالمون، وبعض الصدور والا كابريعا ونونهم ويزعمون ان هذا تحريك فتنة على الناس وان الصواب ابقاء الامور على ما هي عليه وان شر الامور محدثا تها ولا يعلمون ان الشر في اغضاء العين عن الشرع وان احياء السنة عند فساد الامة من افضل الجهاد واجزل القرب¹ - (ملتقطاً)	کہ بہت سے علاقوں میں یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور جب ایسے اجارہ کو ختم کرنے کی بات کی جاتی ہے تو مستاجر حضرات اپنے آپ کو مظلوم قرار دیتے ہیں اور اس کارروائی کو ظلم کہتے ہیں حالانکہ وہ خود ظالم ہیں، اور بعض معتبر حضرات اور اکابرین ان کی مدد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یہ کارروائی فتنہ کو ہوا دینا ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ امور کو اپنی اصلی حالت پر رکھا جائے اور نئی بدعات کو شر قرار دیا جائے، وہ لوگ نہیں جانتے کہ شرع سے چشم پوشی میں شر ہے اور امت کے فساد کے وقت کسی سنت کو زندہ کرنا بہترین جہاد اور بڑی عبادت ہے۔ (ت)

ردالمحتار وعقود الدرر یہ میں ہے: وهذا علم في ورق² (یہ ایک ورق میں عظیم علم ہے۔ ت) تحریر العبارة للعلامة الشامي میں ہے:

فعلم بهذا ان هذه علة قديمة ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم³۔	تو معلوم ہوا کہ یہ پرانی بیماری ہے، لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔ (ت)

ایسا غامض مسئلہ کہ یہاں کے فحول علماء پر مخفی ہو اور عوام کی دوڑ انہیں تک ہے اگر عوام قبل اطلاع حکم اس میں مبتلا ہوں تو یہ نہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے قصداً ارتکاب حرام یا وقف کی بدخواہی کی جس سے قابل تولیت نہ رہیں، واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ غفور رحیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۵۴:۷۵۴: مرسلہ محمد ابرہیم کنکشیہ ہائی اسکول ضلع فرید پور رجب ۱۳۳۲ھ

- (۱) اگر کسی ہندو نے چند جگہ مسلمان کو فقط نماز جمعہ کے واسطے وقف کردئے کہ تم لوگ اس میں قربانی مت کرنا۔ اگر قربانی کے واسطے اجازت بھی دیوے تو ہندو کی وقف کردہ زمین میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) اگر ہندو کی وقف کردہ زمین میں ۲۰ یا ۲۵ برس تک نماز جمعہ پڑھی، بعد میں معلوم کیا، تو

¹ ردالمحتار کتاب الاجارة باب ما يجوز من الاجارة دار احياء التراث العربي بيروت ۵/ ۲۰

² ردالمحتار کتاب الاجارة باب ما يجوز من الاجارة دار احياء التراث العربي بيروت ۵/ ۲۰

³ تحریر العبارة فيمن هو احق بالاجارة رساله من رسائل ابن عابدين سبيل اكيڈمی لاہور ص ۱۵۷

اس مسجد کو دوسری جگہ مسلمان کے لئے جا کر بنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مسجد کے لئے ہندو کا وقف ناممکن نامقبول ہے، وہ مسجد نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہ مسجد ہی نہیں، مسلمان دوسری جگہ اپنی مسجد بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



مصارف وقف (وقف کے مصارف کا بیان)

مسئلہ ۷۶: از احمد آباد گجرات محلہ کالوپور پنچ پولی دھنکوٹ مرسلہ شیخ محمد زین الحق عرف چٹھو میاں ۲۳ محرم ۱۲۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید کے پاس ایک رقم زر نقد وقف یا اللہ کسی کارِ خیر کے لئے موجود ہے مثلاً مسجد کی تعمیر وغیرہ مصارف کی یا کسی بزرگ کے روضہ یا مقبرہ یا عرس وغیرہ کی آمدنی اس کے مصارف پورے طور سے ہو کر اضافہ جمع رہتی ہے، یا مسجد یا مدرسہ یا یتیم خانہ تعمیر کرنے کو وہ چندہ جمع کیا گیا ہے اور اس کا خرچ پورے طور سے تمام ہو کر باقی رقم اضافہ رہی ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کا پیسہ نقد یا ملک مانند مکان و زمین وغیرہ کے ایک کارِ خیر کے لئے فراہم ہوا ہے یا کیا گیا ہے اس کو دوسرے کارِ خیر میں اللہ یعنی مسجد کا چندہ کیا ہوا یا اس کی آمدنی میں سے بچتا رہا ہو مقبرہ یا مدرسہ یا یتیم خانہ کے کام میں یا مقبرہ و مدرسہ و یتیم خانہ کا پیسہ مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں یا نہیں وہ از روئے شرع شریف مع حوالہ کتب مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاصہ بیان فرما کے اپنی مہر و دستخط فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

وقف جس غرض کے لئے ہے اس کی آمدنی اگرچہ اس کے صرف سے فاضل ہو دوسری غرض میں صرف کرنی حرام ہے وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی درکنار دوسری مسجد میں بھی صرف نہیں ہو سکتی، نہ ایک

مدرسہ کی آمدنی مسجد یا دوسرے مدرسہ میں۔ درمختار میں ہے:

اتحاد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه. جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر اليه لانهما حينئذ كشيئ واحد وان اختلف احدهما بان بنى رجلا من مسجدين او رجل مسجدا او مدرسة ووقف عليهما او قافلا لاي جوزه ذلك¹۔	جب واقف ایک ہو اور جہت وقف بھی ایک ہو اور آمدن کی تقسیم بعض موقوف علیہ حضرات پر کم پڑ جائے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے فاضل وقف سے ان پر خرچ کر دے کیونکہ یہ دونوں وقف ایک جیسے ہیں، اور اگر واقف یا جہت وقف دونوں کی مختلف ہو مثلاً دو حضرات نے علیحدہ علیحدہ مسجد بنائی یا ایک نے مسجد اور دوسرے نے مدرسہ بنایا اور ہر ایک نے ان کے لئے علیحدہ وقف مقرر کئے تو پھر ایک کی آمدن سے دوسرے کے مصارف کے لئے خرچ کرنا جائز نہیں۔ (ت)

چندہ کا جو روپیہ کام ختم ہو کر بچے لازم ہے کہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے یا وہ جس کام کے لئے اب اجازت دیں اس میں صرف ہو، بے ان کی اجازت کے صرف کرنا حرام ہے، ہاں جب ان کا پتہ نہ چل سکے تو اب یہ چاہئے کہ جس طرح کے کام کے لئے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اٹھائیں، مثلاً تعمیر مسجد کا چندہ تھا مسجد تعمیر ہو چکی تو باقی بھی کسی مسجد کی تعمیر میں اٹھائیں، غیر کام مثلاً تعمیر مدرسہ میں صرف نہ کریں، اور اگر اس طرح کا دوسرا کام نہ پائیں تو وہ باقی روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیں۔ درمختار میں ہے:

ان فضل شئ رد للمصدق ان علم والا كفن به مثله والا تصدق به²	اگر چندہ سے کچھ بچ جائے تو دینے والا اگر معلوم ہو تو اسے واپس کیا جائے گا ورنہ اس جیسے فقیر کے کفن پر صرف کیا جائے یا صدقہ کر دیا جائے (ت)

اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں و عالمگیری وغیرہا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۷: مسئلہ ظہور حسین ساکن بریلی محلہ کٹلے نالہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک وقف نامہ غیر مستقل آمدنی کا بنام خدائے برتر لکھا اور وقف نامہ مذکور میں نسلاً بعد نسل تولیت کا تذکرہ نسبت وراثت متولیان کے اور کسی

¹ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

² درمختار باب صلوة الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

کمٹی یا انجمن کا دست انداز نہ ہونا تحریر ہے آمدنی مذکور بہ تعین تعداد واسطے نذر و نیاز و کار خیر جاریہ کی مقرر کردی مگر جلداد موقوفہ کی آمدنی اخراجات معینہ واقف سے زائد ہو تو وہ زائد آمدنی کیا ہوگی اور وقف پر کیا اثر ہوگا اور اس پر وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

وقف پر وراثت جاری نہیں ہو سکتی زائد آمدنی امانۃ جمع رہے گی جیسے زیادت ممکن ہے اور برسوں میں کمی بھی محتمل ہے وہ کمی اس سرمایہ جمع شدہ سے وقتاً فوقتاً پوری کی جائے گی، متولیان و ورثہ بحال تولیت اگر صالح تولیت رہے تو بہتر، ورنہ بحال جرم و خیانت و عدم لیاقت ضرور مسلمانوں کو دست اندازی پہنچے گی اور واقفہ کی اس شرط پر کچھ نظر نہ کی جائے گی نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار (در مختار وغیرہ معتمد کتب میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) در مختار جلد ۳ صفحہ ۵۵۲ پر ہے:

فیلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى ابن الكمال وابن الشحنة ¹ ۔	تو وہ لازم ہو جائے گا اب اس کا ابطال یا وراثت بنانا جائز نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، ابن کمال وابن شحنة۔ (ت)

وعليه الفتوى کے تحت میں علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای علی قولہما بلزومہ قال فی الفتح والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومہ لان الاحادیث والاثار متظافرة علی ذلك واستمر عمل الصحابة والتابعين ومن بعدهم علی ذلك فلذا ترجح علی خلاف قوله اه ² ملخصاً۔	یعنی صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے لزوم والے قول پر فتویٰ ہے، فتح میں فرمایا حق یہی ہے کہ عام علماء کے لازم ہو جانے والے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ احادیث و آثار اس پر وارد ہیں، اور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کا اس پر عمل چلا آ رہا ہے اس لئے امام صاحب کے قول کے خلاف کو یہاں ترجیح ہے، اھ ملخصاً (ت)

اشاہ والنظار ص ۱۹۲ میں ہے:

وسئل ابو بكر عن رجل وقف دارا علی مسجد علی ان مافضل من عمارته	ابو بکر سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے مسجد کے نام ایک حویلی وقف کی اور قرار دیا کہ اس حویلی کی

¹ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

² رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۸

فهو للفقراء فاجتمعت الغلة والمسجد لايحتاج الى العبارة هل تصرف الى الفقراء قال لا تصرف الى الفقراء وان اجتمعت غلة كثيرة لانه يجوز ان يحدث للمسجد حدث والدار بحال لا تغل¹۔	آمدن اگر مسجد کے تعمیری اخراجات سے زائد ہو تو فقراء پر خرچ کی جائے گی، اب آمدن جمع ہو گئی اور مسجد کی عمارت کو ضرورت نہیں تو کیا وہ جمع شدہ آمدن فقراء پر صرف کردی جائے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ فقراء پر خرچ نہیں ہوگی اگرچہ کثیر آمدن جمع ہو چکی ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں مسجد کی عمارت میں ضرورت پیش آئے اور حویلی کی آمدن باقی نہ رہے۔ (ت)

در مختار ص ۵۹۴ میں فرمایا:

وينزع وجوباً ولو كان المتولى غير مأمون او عاجز او ظهريه فسق وان شرط عدم نزعه وان لا ينزعه قاضى ولا سلطان لمخالفته لحكم الشرع فيبطل كالموصى² اھ ملخصاً ومختصراً۔	لازمی علیحدہ کر دیا جائے اگر متولی قابل اعتماد نہ ہو یا عاجز ہو یا اس میں فسق واضح ہو جائے اگرچہ واقف نے معزول نہ کرنے کی شرط لگا رکھی ہو اور یہ کہ قاضی اور سلطان بھی معزول نہ کر سکے گا کیونکہ ایسی شرط شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل قرار پائے گی جیسا کہ وصیت کرنیوالے کی ایسی شرائط باطل ہو جاتی ہیں اھ ملخصاً ومختصراً۔ (ت)

مسئلہ ۷۸: از پبلی بھیت مرسلہ مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مسجد میں عرصہ پانچ سال سے واسطے حفاظت مسجد اور کل انتظام مسجد کے مقرر ہے اور مسجد کے وقف مال سے وظیفہ پاتا ہے اگر یہ شخص ایک سال یا کم و بیش کی رخصت لے کر اپنے مکان کو چلا جائے تو اس مدت میں وظیفہ لینے کا مستحق ہے یا نہیں، اگر بعلت بیماری جاوے تو بھی مستحق ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

اصل کلی شرعی یہ ہے کہ اجیر خاص پر حاضر رہنا اور اپنے نفس کو کار مقرر کے لئے سپرد کرنا لازم ہے جس دن غیر حاضر ہوگا اگرچہ مرض سے اگرچہ اور کسی ضرورت سے اس دن کے اجر کا مستحق نہیں مگر معمولی قلیل تعطیل جس قدر اس صینہ میں معروف و مروج ہو عادتاً معاف رکھی گئی ہے اور یہ امر باختلاف حاجت مختلف ہوتا ہے درس تدریس کی حاجت

¹ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۱۸

² در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

روزانہ نہیں بلکہ طلبہ بلا تعطیل ہمیشہ پڑھے جائیں تو قلب اس محنت کا متحمل نہ ہو لہذا ہفتہ میں ایک دن یعنی جمعہ اور کہیں دو دن منگل جمعہ تعطیل ٹھہری، اور رمضان المبارک میں مطالعہ کرنا سبق پڑھنا یاد کرنا دشوار ہے،

وقد قال سيدنا عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه ان القلب اذا اكره عى ¹ -	اور ہمارے آقا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جبر کی صورت میں دل بیٹنا نہیں رہتا۔ (ت)

لہذا اسی صیغہ میں رمضان مبارک کی چھٹی بھی معمول ہوئی۔ بخلاف خد متکاری کہ اس کی حاجت روزانہ ہے اگر خد متکار رمضان مبارک کا عذر کر کے گھریٹھ رہے ہر گز ایک حہ تنخواہ کا مستحق نہیں انتظام و حفاظت مسجد بھی اسی قبیل سے ہے جس کی حاجت روزانہ ہے تو اس میں اتنی رخصت بھی نہیں ہو سکتی جتنی صیغہ تعلیم و تعلم میں ہے ولہذا ہمارے ائمہ نے تصریح فرمائی کہ متولی کو اگر فاج و غیرہ عارض ہو تو جتنے دن اس کے باعث اہتمام مسجد سے معذور رہے گاجرت نہ پائے گا بلکہ صیغہ تعلیم میں بھی تصریح فرمائی کہ مدرس معمول کے علاوہ غیر حاضری پر تنخواہ کا مستحق نہیں اگرچہ وہ غیر حاضری حج فرض ادا کرنے کے لئے ہو یونہی تصریح فرمائی کہ طالب علم جو وظیفہ پاتا ہو اگرچہ بضرورت حج فرض یا صلہ رحم اسے سفر کی اجازت ہے یا شہر کے آس پاس دیہات میں کہ مدت سفر سے کم ہوں بضرورت طلب معاش دو ہفتہ یا زیادہ انتہا تین مہینے تک غیر حاضری کی رخصت ہے مگر اس رخصت کے یہ معنی کہ ان ضرورتوں کے سبب اتنی غیر حاضری کے باعث اس کا نام نہ کاٹا جائیگا معزول نہ کیا جائیگا نہ کہ ایام سفر یا دو ہفتہ خواہ زیادہ کی غیر حاضری بلا سفر پر وظیفہ بھی پائے وظیفہ ان سب صورتوں میں اصلاً نہ مل سکے گا اور اگر تین مہینے سے زیادہ غیر حاضر رہا اگرچہ حوالی شہر میں اگرچہ بضرورت و ناچار معزول بھی کر دیا جائے گا جب صیغہ تعلیم میں یہ احکام ہیں تو صیغہ خدمت و حفاظت و اہتمام و انتظام مسجد میں کسی غیر حاضری کی تنخواہ کیونکر پاسکتا ہے، ہاں غایت درجہ حرج مرض کو سال میں ایک ہفتہ کی اجازت ہو سکتی ہے یا زیادہ چاہے تو اپنا عوض یعنی نائب دے جائے بغیر اس کے نہ غیر حاضری کی اجازت نہ مستمان وقف کو روا کہ اسے ایسی طویل رخصت دیں اگر دی تو تنخواہ حلال نہیں نہ اسے لینا جائز، نہ ان کو دینے کا اختیار اگر دیں گے تو یہ خود مال وقف میں خائن ہوں گے اور اس کے ساتھ یہ بھی معزول کئے جائیں گے، اس بیان سے جواب سوال واضح ہو گیا، اب مطالب مذکورہ پر علماء سنئے، درمختار میں ہے:

نظم ابن الشحنة الغيبة المسقطه للمعلوم المقتضية للعزل ومنه ² وما ليس بدمنه ان لم يزد على ثلاث شهور فهو يعفى ويغفر	ابن شحنہ نے اپنی نظم میں مقررہ وظیفہ کو ساقط اور استحقاق معزولیت والی غیر حاضری کو بیان فرمایا ہے، ضروری عذر کی وجہ سے غیر حاضری اگر تین ماہ سے زائد نہ ہو تو معاف ہوگی، اور علماء کا اتفاق ہے کہ گزشتہ

وقد اطبقوا لایأخذ السهم مطلقاً لما قد مضى و الحکم فی الشرع یسفر قلت وهذا کله فی سکان المدرسة وفي غیر فرض الحج وصلة الرحم، اما فیہما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوهبانية للشرنبلالی^۱۔	غیر حاضری کا وظیفہ مطلقاً نہ لے گا اور شرع میں حکم واضح ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تمام بیان مدرسہ کے رہائشیوں کے لئے ہے اور فرض حج اور صلہ رحمی کے عذر کے علاوہ کے لئے ہے اگر دو مذکور عذر ہوں معزولی اور وظیفہ کا مستحق نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله نظم ابن الشحنة، حاصل مافی شرحه تبعاً للبرازية انه لا یسقط معلومه ولا یعزل اذا کان فی المصر مشغلاً بعلم شرعی او خرج لغير سفر واقام دون خمسة عشر يوماً بلا عذر علی احد قولین (ای والقول الاخر انه یسقط معلومه اذا خرج لرستاق بلا عذر ولو اقل من اسبوعین) او خمسة عشر فاکثر لعذر شرعی کطلب المعاش ولم یزد علی ثلاثة اشهر وانه یسقط ولا یعزل لو سافر لحج ونحوه او خرج لرستاق لغير عذر مالم یزد علی ثلاثة اشهر وانه یسقط و یعزل لو خرج واقام اکثر من ثلاثة اشهر ولو لعذر قال الخیر الرملى وكل هذا اذا لم ینصب نائباً عنه والا	قوله ابن شحنه کی نظم، اس کی شرح کا حاصل یہ ہے جو برازیہ کی اتباع میں بیان کیا کہ اگر غیر حاضر ہونے والا شہر میں ہی شرعی علم یا حد سفر سے کم مسافت کے لئے شہر سے باہر گیا اور بلا عذر پندرہ دن سے زیادہ باہر قیام کیا تو ایک قول کے مطابق معزول نہ کیا جائے گا اور نہ ہی مقررہ وظیفہ ساقط ہوگا یعنی دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ بلا عذر شہر سے متعلقہ سراؤں میں پندرہ دن سے کم غائب رہا ہو، یا کسی شرعی عذر کی بناء پر مثلاً طلب معاش کے لئے پندرہ دن سے زائد اور تین ماہ سے کم غائب رہا ہو، تو وظیفہ ساقط ہوگا اور معزول نہ ہوگا یونہی اگر فرض حج کیلئے سفر پر رہا ہو یا بغیر عذر تین ماہ سے زائد شہری سراؤں میں غائب رہا ہو، اور اگر شہر سے باہر تین ماہ سے زائد اگرچہ عذر کی بناء پر غائب ہو کر وہاں مقیم رہا ہو تو وظیفہ ساقط اور معزول بھی ہوگا، اور خیر رملی نے فرمایا یہ تمام صورتیں تب ہوں گی جب وہ اپنا نائب مقرر نہ کر گیا ہو ورنہ

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۸

اس کا وظیفہ کوئی دوسرا وصول نہیں کر سکتا اھ، اور قنیہ کے امامت کے باب میں ہے کہ اگر امام نے ہفتہ بھر امامت کا ترک سرائوں میں رہائش پذیر اپنے اقرباء کی زیارت یا کسی مصیبت کی بناء پر یا آرام کرنے کے لئے کیا تو کوئی حرج نہیں شرعاً اور عادتاً یہ معاف ہے، اور اشباہ میں قنیہ کی مذکورہ عبارت ذکر کر کے فرمایا کہ ہفتہ کی مقدار میں چشم پوشی سے کام لیا جائے، اور زیادہ ظاہر وہ قول ہے جو منیۃ المصلیٰ کی شرح حلبی کے آخر میں مذکور ہے کہ ہفتہ بھر پورے ایک سال میں مراد ہے، خصاف نے ذکر فرمایا کہ اگر منتظم کو فالج یا کوئی مرض لاحق ہو گیا تو اس میں گفتگو اور لین دین کرنا ممکن ہو تو وہ اپنے اجر کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں، اس پر طرطوسی نے فرمایا کہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ مدرس وغیرہ کو جب کوئی عذر مثلاً مرض یا فرض حج پیش آئے جس کی وجہ سے وہ فرض منصبی ادا نہ کر سکے تو مقررہ وظیفہ کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ معاملہ فرض منصبی کی ادائیگی پر طے ہوا ہے اگر یہ پایا گیا تو وظیفہ کا استحقاق ہوگا ورنہ نہیں، فقہ یہی ہے اھ، یہ بیان ہفتہ تک کی چشم پوشی کے مذکور حکم کے منافی نہیں ہے کیونکہ قلیل معاف ہوتا ہے جیسا کہ عادت میں مقررہ تعطیلات میں چشم پوشی ہوتی ہے اھ ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فلیس لغیرہ اخذ وظیفته اھ وفي القنیة من باب الامامة امام یتروک الامامة لزیادة اقربائه فی الرساتیق اسبوعاً ونحوه اول مصیبة اول استراحة لا یأس به ومثله عفو فی العادة والشرع. وقد ذکر فی الاشباہ عبارة القنیة هذه وحملها علی انه یسامح اسبوعاً والظاهر ما فی آخر شرح منیة المصلی للحلبی ان الظاهر ان المراد فی کل سنة ذکر الخصاف انه لو اصاب القیم فالج ونحوه فان امکنه الکلام والاخذ والاعطاء فله اخذ الاجر. والا فلا قال الطرطوسی ومقتضاہ ان المدرس ونحوه اذا صابه عذر من مرض او حج بحیث لا یمکنه المباشرة لا یمتنع المعلوم لانه ادار الحکم فی المعلوم علی نفس المباشرة فان وجدت استحق المعلوم والا فلا وهذا هو الفقه اھ. ولاینافی ما مر من المسامحة باسبوع ونحوه لان القلیل مغتفر کما سوج بالبطالة المعتادة^۱ اھ ملخصاً. واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ راہ المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۷-۸۷-۸۸

مسئلہ ۷۹: ازسورت عیدروس منزل خانقاہ عیدروسہ مرسلہ حضرت سید علی بن زین بن حسن عیدروس سجادہ نشین خانقاہ مذکور ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ زید محض اس خیال سے کہ متولیان وقف کا مال غفلت وبے پرواہی سے خوردبرد کر جاتے ہیں گورنمنٹ کے سامنے بغیر مشورہ قرآن و حدیث کے اپنی ذاتی رائے پیش کرتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ کرائے جائیں اور حساب کی جانچ پڑتال کی جائے حالانکہ گورنمنٹ نے ایڈوکیٹ جنرل کو اوقاف کے لئے محض اس غرض کے واسطے مقرر کیا ہوا ہے کہ اگر متولی کے متعلق کسی شخص کو اس قسم کی کوئی خرابی معلوم ہو تو وہ ایڈوکیٹ جنرل کو اس کی اطلاع دے کر اس کی منظوری سے متولی پر دعوٰی کر سکتا ہے باوجود اس قاعدہ کے وہ یہ چاہتا ہے کہ اوقاف رجسٹرڈ ہوں اور محکمہ کے کثیر اخراجات مثل رجسٹرڈ کرانے کی فیس اور کلرکوں وغیرہ کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ جس قدر اخراجات ہوں وہ تمام اوقاف سے دئے جائیں حالانکہ واقف کی ان کے لئے وصیت نہیں کیا زید کا یہ بل ازروئے شریعت حقہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جو (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب:

زید کا وہ بل محض جائز و باطل ہے، وہ نئے خرچ کہ زید نے بے حکم شرع وبے شرط واقف اپنے دل سے ایجاد کر کے کسی وقف پر ڈلوانے چاہے ہرگز وقف پر نہ پڑیں گے، نہ کوئی وقف ان کا ذمہ دار ہوگا، زید تو زید حاکم و قاضی کو بھی وقف میں ایسے ایجاد کا شرعاً اختیار نہیں۔ عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۱۹۲:

جب وقف میں نئے مصارف ثابت کئے جائیں تو ان کی تقرری پر عمل نہ کیا جائے گا کیونکہ قاضی کو شرعی جواز کے بغیر نئے امور نافذ کرنے کا اختیار نہیں تو متولی کیسے کر سکتا ہے، ذخیرہ، ولوالجیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی نے واقف کی شرط کے بغیر مسجد کے لئے فرش کی صفائی کرنے والا مقرر کر دیا تو قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے اور اس مقرر شدہ کو بھی مقررہ وظیفہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ (ت)	اذا ثبت الاحداث لا يعمل بتقريره لان القاضي ليس له الاحداث بدون مسوغ شرعي فكيف المتولى وقد صرح في الذخيرة والولوالجبية وغيرهما بان القاضي اذا قرر فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم يحل للقاضي ذلك ولم يحل للفراش تناول المعلوم^۱

ایضاً ص ۱۸۸ (ص ۱۸۸ پر بھی ہے۔ ت):

قاضی اور اس کے عملہ کا وقف مال کو لینا ایسا ہی ہے	واخذ القاضي واعوانه المال كاخذ

^۱ العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية كتاب الوقف ارگ بازار قندهار افغانستان ۲۲۰/۱

اللصوص ^۱	جیسے چوروں کا لینا ہے۔ (ت)

بحر الرائق مطبع مصر جلد پنجم ص ۲۶۰:

فی البزازیہ المتولی لو امیاً فاستأجر الكاتب لحسابه لایجوز له اعطاء الاجرة من مال الوقف ^۲ ۔	بزاز یہ میں ہے کہ متولی اگر تعلیم والا نہ ہو اور حسابات کیلئے وہ کسی کو اجرت پر رکھ لے تو متولی کو اس کی اجرت وقف مال سے دینا جائز نہیں ہے۔ (ت)

ایضاً ص ۲۳۵:

فان قلت فی تقرير الفراش مصلحة قلت يمكن خدمة المسجد بدون تقريره بان يستأجر المتولی فراشاً له والممنوع تقريره فی وظيفة تكون حقاً له ولذا صرح قاضیخان بان للمتولی ان يستأجر خادماً للمسجد بأجرة المثل واستفید منه عدم صحة تقرير القاضی فی بقية الوظائف بغير شرط الواقف كشهادة ومباشرة وطلب بالاولی وحرمة المراتب بالاولاواقف بالاولی ^۳ ۔	اگر تیرا سوال ہو کہ مسجد کے لئے صفائی والے میں وقف کی اصلاح ہے تو میں کہوں گا کہ مسجد کی خدمت مستقل تقرری کے بغیر بھی ممکن ہے کہ متولی اجرت پر کسی سے کرائے، مستقل وظیفہ پر تقرری ممنوع ہے، اور اسی لئے قاضی خاں نے تصریح کی ہے کہ متولی مسجد کیلئے مروجہ اجرت پر کسی خادم سے کام لے سکتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ قاضی وقف کے بقایا وظائف میں مستقل تقرری واقف کی شرط کے بغیر نہیں کر سکتا، مثلاً شہادت اور اس کی ادائیگی اور اس کا طلب کرنا بطریق اولیٰ اور اوقاف کے حسابات کو مرتب کرنا بطریق اولیٰ (مستقل تقرری ممنوع ہوگی۔ (ت)

ایضاً ص ۲۲۳:

فقد علمت ان مشروعیة المحاسبات للنظار انما هی لیعرف القاضی الخائن من الامین لا لاختذ شیئ من النظار للقاضی واتباعه والواقع بالقاهرة فی زماننا الثانی وقد شاهدنا	تو معلوم کر چکا کہ نگران حضرات سے حساب یہ صرف اس لئے مشروع ہے کہ قاضی کو معلوم ہو سکے کہ کون خائن ہے یا امین ہے، اس لئے نہیں کہ قاضی اور اس کے عملہ کے لئے نگرانوں سے کچھ وصولی کی جائے جبکہ

^۱ العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة کتاب الوقف ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۱۵

^۲ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/ ۲۳۱

^۳ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/ ۲۲۷

فیہا من الفساد للاوقاف کثیرا بحیث تقدم کلفة المحاسبة على العمارۃ والمستحقین وکل ذلک من علامات الساعة^۱۔	قاہرہ میں اس وقت دوسری صورت مروج ہے وار اس سلسلہ میں ہم نے اوقاف میں بہت سے فسادات کا مشاہدہ کیا ہے جہاں پر محاسبہ کے اخراجات کو اوقاف کی عمارت اور اس کے مستحقین پر تقدم حاصل ہوتا ہے جبکہ یہ تمام امور علامات قیامت سے ہیں (ت)

پھر زمانے کے حالات صد ہا سال دگرگوں ہو رہی ہے، دیانت امانت اور روپے کے معاملے میں حلال کی پروا نادر رہ گئی ہے، ابھی اسی عبارت بحر الرائق میں سن چکے کہ وہ اپنے زمانہ میں جسے چار سو برس ہونے آئے قاہرہ کے اوقاف کا کیا حال بتاتے ہیں کہ اہلکاروں کے حساب فہمیوں ہی نے وقف کے وقف تباہ کر دئے ابھی تو متولی تھا ہے اور اسے حساب کا خوف لگا ہے اور ہر مسلمان کو اس کی شکایت کا حق پہنچتا ہے اور تغلب کرے تو اس کے ہاتھ میں اپنی برات کی کوئی دستاویز نہیں، اور جب اوقاف رجسٹرڈ کرائے گئے اور حساب فہمی پر اہلکار مقرر ہوئے اور حساب رجسٹروں پر چڑھائے گئے متولیوں کو شکایت و مطالبہ سے تو اطمینان ہو گیا کہ ان کا جمع خرچ پاس ہو لیا مگر ان میں جو خائن ہیں ان کا خیانت سے باز آنا معلوم، بلکہ وہ اپنی اغراض فاسدہ کیلئے حساب فہموں کو بھی راضی کرنا چاہیں گے اور انہیں بہت ایسے مل بھی سکیں گے اس وقت وقف میں ایک کی جگہ دس حصے ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کا صاف وہی نتیجہ ہے جو بحر میں فرمایا کہ شاہدنا فیہا من الفساد للاوقاف کثیرا^۲ (ہم نے قاہرہ میں اوقاف کا کثیر فساد دیکھا ہے۔ ت) اور ان کا وہ اعتراض تو ضرور لازم ہے کہ وہ خلاف شرع فیسیں قاہرہ میں خواہی نخواہی لی گئیں، وقف کی عمارت اور اس کے مستحقوں کا حق پورا ہو یا نہ ہو، نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۰: از سہسوان مسئولہ مولوی فضل احمد بدایونی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

اگر جائیداد موقوفہ سے رجوع شرعاً ناجائز ہو تو ایسے میں توسیع خرچ کی کر سکتا ہے مثلاً پندرہ روپے ماہوار یاد دس روپے ماہوار متولی کو ملتا ہے بوجہ تنگی عیال اطفال گزر مشکل ہے، نو کری چاکری کی قوت یا ہمت نہیں اور کام آپ ہی کرتا ہے اگر اپنے خرچ توسیع کرے جائز ہے یا نہیں؟

^۱ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۲۳۳

^۲ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۲۳۳

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا قَلِيًّا كُلُّهُ بِالنَّمْرِ وَفٍ ط" ۱	جو حاجت مند ہے وہ موافق دستور کھائے۔

اور فرماتا ہے:

"وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط" ۲	خدا خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رب متخوض فیما شاءت نفسه من مال الله ورسوله لیس له يوم القيامة الا النار ^۳ - رواه احمد والترمذی وقال حسن صحيح عن خولة بنت قيس والبيهقي في الشعب عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهم - بہت وہ کہ اللہ و رسول کے مال میں اپنی خواہش نفس کے مطابق دھنتے ہیں ان کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ (اس کو احمد نے اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو خولہ بنت قیس سے صحیح اور حسن قرار دیا ہے اور بیہقی نے اس کو اپنی شعب میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لو كان لابن آدم واد من ذهب لابتغى اليه ثانياً ولو كان له واديان لابتغى اليهما ثالثاً ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب ويتوب الله على من تاب ^۴ - رواه اگر ابن آدم کے لئے ایک جنگل بھر سونا ہو تو دوسرا جنگل اور مانگے اور دو جنگل ہوں تو تیسرا اور چاہے، اور ابن آدم کا پیٹ نہیں بھرتی مگر خاک اور تائب کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے (اس کو

^۱ القرآن الکریم ۶/۴^۲ القرآن الکریم ۲۲۰/۲^۳ جامع الترمذی ابواب الزهد باب ما جاء ان الغنى غنى النفس امين کبیری وعلی ۲/۲۰^۴ الترغیب والترہیب بحوالہ البزاز الترغیب فی الاقتصاد حدیث ۳ مصطفی البابی مصر ۲/۵۴۲، صحیح البخاری باب ما يتق من فتنة

المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۵۳، مسند احمد بن حنبل حدیث ابی واقد الیشی دار الفکر بیروت ۵/۲۱۹

احمد والشیخان عن ابن عباس والترمذی عن انس والبخاری عن ابن الزبیر وابن ماجة عن ابی ہریرۃ و احمد عن ابی واقد والبخاری فی التاریخ والبزار عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	شیخین نے ابن عباس اور ترمذی نے انس سے اور بخاری نے ابن زبیر سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے اور احمد نے ابو واقد سے اور بخاری نے تاریخ میں اور بزار نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وقف سے رجوع ناممکن، پھر جو ماہوار مقرر ہوا اگر اس کے صدق سعی و حسن خدمت کے لحاظ سے بقدر اجر مثل کے نہیں تو ضرور اجر مثل کی تکمیل کردی جائے گی، اور اگر واقعی اجر مثل بھی اس کے واجبی صرف کو کفایت نہ کرے تو وقف کی فاضلات سے تاحد کفایت ماہوار میں اضافہ بھی ممکن، مگر نہ یوں کہ بطور خود کہ خود ہی مدعی اور خود ہی حاکم ہونا ٹھیک نہیں، بلکہ وہاں کے افقہ اہل بلد عالم سنی دیندار کی طرف رجوع کرے یا متعدد معزز متدین ذی رائے مسلمانان شہر کے سپرد کردے وہ بعد تحقیقات کامل اجر مثل تک حکم دیں یا بشرط صدق حاجت وعدم کفایت تا قدر کفایت اضافہ کریں، اس تقدیر پر ان کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ جب واقف خود ہی متولی ہو اور خود ہی وقت وقف یہ ماہوار تجویز کیا تو اب کون سی بات حادث ہوئی کہ وہ ماہوار ناکافی ہو گیا، ردالمحتار میں ہے:

الناظر بشرط الواقف فله ما عينه له الواقف ولو اكثر من اجر المثل كما في البحر ولوعين له اقل فللقاضي ان يكمل له اجر المثل بطلبه كما بحثه في انفع الوسائل، ويأتي قريباً ما يؤيده، وهذا مقيد لقوله الاتي ليس للمتولي اخذ زيادة على ما قرره الواقف اصلاً ¹ ۔	نگران کو واقف کی شرط کے مطابق مقررہ وظیفہ ملے گا اگرچہ یہ مروج سے زائد ہو، اور اگر واقف کا مقرر کردہ مروج سے کم ہو تو اس کے مطالبہ پر مروج تک مکمل کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ اس کو انفع الوسائل نے بحث کے طور پر ذکر کیا ہے، اور اس کی مزید تائید عنقریب آئے گی اور یہ اس کے آئندہ قول کے "متولی کو مقررہ پر زیادتی کا ہرگز اختیار نہیں ہے" سے مقید ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تجاوز الزيادة من القاضي على معلوم	جب امام کے لئے مقررہ وظیفہ کفایت نہ کرے تو

¹ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۷

الامام اذا كان لا يكتفي به ^۱ ۔	قاضی کو زائد کرنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاهر انه يلحق به كل من في قطعه ضرر اذا كان المعين لا يكتفيه كالناظر والمؤذن ومدرس المدرسة والبواب ونحوهم اذا لم يعملوا بدون الزيادة، يبيده مافی البزاية اذا كان الامام والمؤذن لا يستقر لقله المرسوم للحاكم الدين ان يصرف اليه من فاضل وقف المصالح والعمارة باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة لواحد الواقف والجهة ^۲ ۔ والله تعالى اعلم۔	ظاہر ہے کہ جس کو معزول کرنے میں نقصان ہو کہ مقررہ اس کو کفایت نہ کرتا ہو تو اس کے معاملہ کو بھی اس سے لاحق کیا جائے گا، مثلاً نگران، مؤذن، مدرس، چوکیدار وغیرہ حضرات جب یہ لوگ وظیفہ زائد کئے بغیر کام نہ کریں، اس کی تائید بزاز یہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ جب امام اور مؤذن وظیفہ کی قلت کی وجہ سے استقرا نہ کریں تو حاکم دین کو محلہ کے اہل لوگوں کے مشورہ سے وقف کے مصالح اور عمارت سے فاضل آمدنی میں سے ان کے لئے صرف کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ فاضل آمدنی والے اوقاف کا واقف اور ان کی جہت ایک ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۱: از رام پور محلہ چاہ شور، محمود الظفر خان عرف چھمن خان ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد بایں الفاظ وقف کی کہ تاحیات اپنی آمدنی جائداد موقوفہ کی اپنے
مصارف میں لاتا رہوں، بعد میرے اولاد اپنی ضروریات میں صرف کرتی رہے، جب میرے اولاد میں سے کوئی شخص باقی نہ
رہے تو علمائے صالحین محل مشرور میں صرف کرتے رہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمر و دائن زید مدیون کی اس آمدنی
پر جو تاحیات اس کو جائداد موقوفہ سے اپنے مصارف میں لارہا ہے اجراء ڈگری چاہتا ہے تو وہ شرعاً کراسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

ہاں جائداد پر نہیں کر سکتا آمدنی جو زید کو ملتی ہے اس پر کر سکتا ہے کہ جائداد وقف ہے اور آمدنی زید کی ملک۔ ردالمحتار میں ہے:

الموقوف عليه يملك المنافع بلا بدل ^۳ ۔ والله تعالى اعلم۔	موقوف علیہ حضرات وقف کے منافع کے بلا عوض مالک ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۱

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۱۸

^۳ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۹

مسئلہ ۸۳: از ضلع سیتاپور، لاپور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ ابو محمد یوسف متعلم مدرسہ اسلامیہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ سہ شنبہ والا جناب مستطاب علیہ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ لازال شمس افضالکم تسلیم مسنون کریم مشون معظم مقرون گزارش ہے بصدر والا نامہ فیض شامہ عزت افزائی ہوئی، جواب استفتاء بیحد تسکین بخش صادر ہو گیا، اللہ تعالیٰ جناب والا کی بزرگ ذات کو ہمیشہ سلامت رکھے اور اس فیض عام سے مسلمانان عالم کو فیضیاب فرماتا رہے آمین بحرۃ النبی والہ الامجاد، جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم مغفور کی خبر رحلت دریافت ہو کر بہت رنج ہوا، صرف ایک بات اور دریافت طلب ہے جو گزارش کی جاتی ہے ازراہ شفقت بزرگانہ اسکے جواب سے بھی مطلع کیا جاؤں، بجواب استفتاء مزامیر پر صرف ناجائز فرمایا بہت درست و بجار شاد ہے عین حکم شریعت ہے صرف اس قدر عرض ہے کہ صرف کسی قوال سے کوئی قصیدہ یا غزل نعتیہ یا توحید وغیرہ یا سلام وغیرہ سن کر عین حالت سماع میں یا بوقت رخصت حسب شدائد قوانین سابق اوقات اوقاف سے بطور زاد راہ قلیل یا کثیر دینا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مشائخ علیہم الرحمۃ کی مجالس عرس میں بزرگوں کا دستور ہے، درانحالیکہ وہ مزامیر سے خالی ہوں اور اس پر حضور انور حیات رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل سے سند لینا جو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے کہ حضور نے حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قصیدہ سن کر ردائے مبارک عنایت فرمائی تھی ٹھیک ہے یا نہیں؟ امید وار ہوں کہ اسی عریضہ پر یہ جواب بھی مرحمت ہو جائے، عین ذرہ نوازی ہوگی فقط۔

الجواب:

قوال اگر نہ امر دہونہ عورت، اور اشعار صحیحہ حمد و نعت و منقبت بلا مزامیر خوش الحانی سے پڑھے یا خاص مجمع صالحین میں ان کے ساتھ تغنی کرے بالجملة نہ کسی فتنہ پر فی الحال اشتمال نہ آئندہ اس کا صحیح احتمال، تو صحیح یہ ہے کہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر لینا دینا بھی روا اور واقعہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے قصیدہ نعتیہ استماع فرما کر ردائے مبارک عطا فرمائی اس پر استناد صحیح ہے، اور جبکہ شدائد قدیم میں اس صورت جائزہ پر دینا چلا آیا ہے تو اب بھی دیا جائے گا بلکہ وہ صادرین و واردین میں داخل ہے، اور قلیل و کثیر بھی معبود قدیم پر دائر رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

مسئولہ بدر الدین صاحب

مسئلہ ۸۴ تا ۸۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ جامع مسجد بمبئی کے احاطہ میں ایک دفتر خانہ ہے اور جس کے انتظام کے متعلق گیارہ اشخاص کو کئی جماعت المسلمین بمبئی کی جانب سے مشاور مقرر ہیں

ان میں سے اکثرین کی رائے سے یہ قرار داد طے ہوئی ہے کہ دفتر خانہ مذکور میں ٹیلیفون لیا جائے باوجودیکہ نہ مسجد کے ساتھ کوئی تجارتی تعلقات ہیں اور نہ کوئی دوسرے اسباب ٹیلیفون کے، بلکہ اس سے فقط تضييع مال وقف ہے، پس ایسے ٹیلیفون کا لینا مال وقف سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسرا اسی کے ساتھ یہ قرار داد بھی طے ہوئی کہ دفتر خانہ مذکور میں جہاں مجلس منتظمہ مشاورین منعقد ہوتی ہے وہاں ایک برقی پنکھا اپنے آرام و تعیش کے واسطے لیا جائے، آیا ایسا خرچ مال وقف میں سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ دفتر خانہ مذکور میں باوجودیکہ گیس کی روشنی موجود ہے اس کو رد کر کے اس کی جگہ برقی روشنی کے خرچ کا مال وقف کو زیر بار کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اطلاع یہ بھی گزارش ہے کہ مجلس منتظمہ کے اجلاس علی الدوام زمانہ قدیم سے دن کے وقف طے ہوتے ہیں اور اگر احیائاً رات کو ضرورت پڑی تو گیس کی روشنی موجود ہے برقی روشنی کی بالکل ضرورت نہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ ایسے مشاورین جو مال وقف سے ایسے فضول اور اسراف بیجا کریں ان کے متعلق شریعت غرا کا کیا حکم ہے؟

پس ان مسائل مذکورہ کے جوابات کتب شرعیہ سے مدلل بیان فرمائیں جزا کمہ اللہ خیرا، بینوا تو جروا۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ مانعین متولیوں سے ایک نے کہا کہ اس باب میں یعنی مال اوقاف سے ان کاموں میں صرف کرنے سے علماء سے رائے لینا شرعاً ضرور ہے، پس متولیان مجوزین سے ایک نے کہا کہ یہاں شریعت کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور دوسرے نے کہا میں تو عالموں کے منہ میں پیشاب کرتا ہوں، اس وقت اس سے کہا گیا کہ یہ کیا کلمہ کہتا ہے، خدا سے ڈر۔ تو اس نے کہا کہ خدا تو اوپر ہے اور ہم زمین پر، اگر خدا یہاں آئے تو ہم اس کو درست کر دیں گے۔ پس ایسے کلمات ناشائستہ کہنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ مفصل و مدلل مع سند ہائے کتب شرعیہ بیان فرمائیں۔ جزا کمہ اللہ۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلیفون اور برقی پنکھا اور برقی روشنی مال وقف پر بار ڈالنا محض حرام ہے، فتح القدیر میں ہے:

امرنا بالبقاء الوقف علی ماکان ^۱	ہمیں حکم ہے کہ وقف کو گزشتہ حال پر قائم رکھیں۔ (ت)

^۱فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۵/۴۴۰

یہ وہاں فرمایا ہے کہ جہاں منافع وقف کے لئے مصارف مشروط پر زیادت کی جائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش و ترفع یہ حرام در حرام ہے، مال وقف حکم مال یتیم میں ہے اور رب عزوجل فرماتا ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا" ^۱	جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ (ت)

یہ اسراف ہے اور اللہ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" ^۲ (اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۚ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا" ^۳	بیشک مال بچاڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

یہ ان کو فرمایا جو اپنا مال بچاڑائیں نہ کہ وقف کا۔ ایسے مشاوروں کو معزول کرنا واجب ہے، در مختار میں ہے:

يَنْعَىٰ وَجُوبًا وَلَوْ أَوَاقِفُ دَرْدَرٍ فَغَيْرُهُ بِالْأُولَىٰ غَيْرُ مَأْمُونٍ ^۴	لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، در در۔ تو دوسرے اگر قابل اعتماد نہ ہوں تو وہ بطریق اولیٰ معزول ہوں گے۔ (ت)

یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجہ اولیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایسے اقوال ملعونہ بکنے والا کافر مرتد ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر اس سے میل جول حرام ہے، وقف مسلمانوں میں اسے دخل دینا حرام ہے، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، اس کا جنازہ اٹھانا حرام ہے، جنازہ کے ساتھ جانا حرام ہے، اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے، اسکی قبر پر کھڑا ہونا حرام ہے، اسے کسی قسم کا ایصال ثواب کرنا کفر ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان میں سے فوت ہوئی والے پر نماز جنازہ ہر گز نہ پڑھو اور نہ آپ ان کی قبر پر قیام فرمائیں (ت)
"وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ" ^۵	

^۱ القرآن الکریم ۴/۱۰

^۲ القرآن الکریم ۶/۱۳۱

^۳ القرآن الکریم ۷/۲۷

^۴ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

^۵ القرآن الکریم ۹/۸۳

جو اسے اب بھی مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔
شفائے امام قاضی عیاض و نزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و در مختار و غیر ہا کتب کثیرہ میں ہے:

من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر ^۱ ۔ نسأل اللہ العفو و العافیة و لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ "رَأٰی لَا تُنْفِرُ قُلُوبُنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰی نَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَاحِمَةً ۙ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" ۝۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے (ت) ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کرنے کی درخواست کرتے ہیں، لاحول ولا قوۃ ولا باللہ العلی العظیم۔ (ت) اے ہمارے رب! ہدایت فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے فضل سے ہمیں رحمت عطا کر، بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱۴۸۸: مرسلہ حکیم محمد حیات خاں صاحب آگرہ کوچہ حکیمان حیات منزل ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر اوقاف بشمول مسجد جامع وغیرہ آگرہ میں ایک انجمن کے
ماتحت و وزیر نگرانی ہیں جس کے پانچ ممبر ہیں منجملہ ان پانچوں کے ایک ممبر صاحب انجمن ہلال احمر آگرہ کے بھی سکرٹری
ہو گئے ہیں، تھوڑا عرصہ ہوا کہ کچھ ترک قسطنطنیہ سے بغرض اظہار شکر یہ مسلمانان آگرہ میں تشریف لائے اور بابائے ان ممبر
صاحب کے جو ہلال احمر کے سکرٹری ہیں بلا دریافت دیگر ممبران کمیٹی ایک جلسہ مسجد جامع آگرہ میں منعقد ہوا اس جلسہ کے
متعلق جملہ انتظامات ممبر صاحب موصوف نے ملازمان مسجد سے کرائے اور جو کچھ روشنی میں خرچ ہوا وہ انجمن اوقاف متذکرہ
صدر سے دلویا اور یہ کہا کہ چونکہ مسجد جامع مسلمان آگرہ کی ہے اور یہ جلسہ مسلمانان آگرہ کا تھا اگر مسجد میں روشنی زائد نہ ہوتی
تو باعث بدنامی مسلمانان تھا اس کارروائی پر دو ممبر معترض ہوئے تو ایک چوتھے ممبر صاحب نے وہ جو روشنی میں خرچ کی گئی تھی
اپنے پاس سے ادا کر دی اور یہ کہا کہ میں رفع نزاع کئے دیتا ہوں پس امور قابل استفسار یہ ہیں:

- (۱) آیا اول ممبر صاحب کا یہ فعل کہ ملازمان وقف سے انجمن ہلال احمر کا کام لیں درست تھا؟
- (۲) آیا ایسے ملازم جو ذی استعداد علم دین سے بہرور کہے جاتے ہیں اور انہوں نے خود نیز اپنے ماتحت ملازموں سے بلا ایماء
انجمن اوقاف متذکرہ بالا کرائے ان ملازموں کا یہ فعل جائز تھا؟

^۱ در مختار باب البرتد مطبع مجتہدانی دہلی ۱/ ۳۵۶

^۲ القرآن الکریم ۸/ ۳

(۳) جو صرف آمدنی وقف سے روشنی کا دلویا گیا وہ جائز تھا؟

(۴) اگر دیگر ممبر نے اس خرچہ کو ادا کر دیا تو آمدنی وقف میں شامل کر لئے جانے میں کوئی امر مانع شریعت تو نہیں ہے؟

الجواب:

شرائط اوقاف پر نظر کی جائے اگر معاملہ مذکورہ ان کے تحت میں داخل ہوتا ہو تو حرج نہیں ورنہ اس ممبر کو ایسا کرنا جائز نہ تھا، کام کرنیوالوں نے اگر کار اوقاف کا حرج کر کے کام کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے، ممبر جس نے معاوضہ دے دیا اپنی حسن نیت پر اجر پائے گا اور اس معاوضہ کو قبول کر لینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲: از سہرام ضلع گیامر سلسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر سجادہ نشینان و متولیان و مہجران و ملازمان وقف آمدنی ہائے جائداد وقف کو اپنی ہی ملک اور اس کی زیادہ تر آمدنی کو بھی اپنے ہی مصارف میں صرف کرنا درست و حق سمجھتے ہیں در انحالیکہ وقف جائداد منقولہ و غیر منقولہ کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ مذہبی ثواب کے کاموں میں صرف ہونا چاہئے جیسا کہ کلکتہ، مدراس، بمبئی، الہ آباد کی کونسلوں میں بھی تسلیم کیا ہے، پس ان کا ایسا سمجھنا و کرنا برخلاف شرع کرنا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مذکورین کے لئے کوئی وعید بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو عوام مسلمین کو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب:

وقف میں اتباع شرط و اقف لازم ہے،

فقد قال علماءنا ان شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به ^۱ ۔	ہمارے علماء نے فرمایا کہ واقف کی شرط پر عمل شارع کی نص پر عمل کی طرح ضروری ہے۔ (ت)

اگر واقف نے یہی شرط کر دی ہے کہ اکثر حصہ اس کا سجادہ نشینوں متولیوں کے صرف میں آئے تو ان کا ایسا کرنا بجائے اور ان پر کچھ الزام نہیں، اور اگر شرائط و اقف کے خلاف وہ براہ تعدی مال وقف کو ظلماً اپنے مصارف میں لاتے ہیں تو ظالم ہیں غاصب ہیں واجب الاخراج ہیں، لازم ہے کہ وقف ان کے ہاتھ سے نکال لیا جائے۔ در مختار میں ہے:

ينزع وجوباً، بزازية، ولو الواقف، در، فغيره بالاولى لو غير مأمون ^۲ ۔	لازمی طور پر معزول ہوگا، بزازیہ۔ اگرچہ واقف ہو، در۔ تو غیر بطریق اولیٰ اگر وہ ناقابل اعتماد ہو (ت)

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الثاني كتاب الوقف ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۱/ ۳۰۵

^۲ در مختار كتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی ۱/ ۳۸۳

مال وقف مثل مال یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا، "إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا" ^۱۔ اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں ان سے میل جول چھوڑ دیں، ان کے پاس بیٹھنا روانہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ "وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الدِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۵۹۳: از بہرائچ سید واژہ بدولتکدہ حاجی احمد اللہ شاہ صاحب مرسلہ نواب علی مورخہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

کسی مقام پر ایک بزرگ کا مزار ہے اور اس کے متعلق وقف کی معقول آمدنی ہے خادمان وقف کی بد نظمی سے عدالت نے اس وقف کو خادموں کے ہاتھ سے نکال کر ایک کمیٹی کے سپرد کیا جو وقف کمیٹی کے نام سے موسوم ہے، عدالت نے اس کمیٹی کے ممبران کے لئے جو اس میں شریک ہوں سنی المذہب ہونا ضروری رکھا ہے اور عدالت نے اس وقف کی نگرانی کے لئے قواعد وقف بھی مرتب کئے اور ان قواعد میں اخراجات کے مدد قائم کئے اور یہ شرط کر دی کہ بجز ان مدد کے جو قواعد میں درج ہیں کسی دوسرے مدد غیر مندرجہ قواعد میں یہ رقم نہ صرف کی جائے۔

(۱) ان اخراجات کے مدد میں ایک مدخیرات کی بھی ہے جن کے الفاظ وقف قواعد میں یہ ہیں دو خیراتی (الاولس) یعنی وظائف و خیرات و تقسیم کھانا کپڑا بغرض پرورش غربا، اگر ایسے خیراتی (الاولس) یعنی وظائف سے ان مساجد میں مؤذنون کو تنخواہ دینا جن کا کوئی تعلق اس وقف سے نہیں ہے یا ایسے ہی دوسرے مصارف مثلاً مدارس اردو انگریزی یا کسی انجمن کے اس مدرسہ کو جس کا کوئی تعلق وقف سے نہیں ہے ان کے مدرسین کو تنخواہ دینا شرعاً جائز ہے؟

(۲) اگر ممبران کمیٹی آمدنی وقف سے ایک مد کی رقم کسی دوسرے مد مندرجہ یا غیر مندرجہ مدد میں صرف

^۱ القرآن الکریم ۱۰/۴

^۲ القرآن الکریم ۶/۶۸

کریں اس وقت مسلمانوں کو ان سے باز پرس کا حق ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگ اس رقم صرف شدہ کے ادا کرنے پر شرع شریف سے مجبور ہیں یا نہیں؟

(۳) ایسے ممبران جو ہر کارروائی وقف کمیٹی کو عام مسلمانوں سے پوشیدہ کریں یا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کریں یا اپنی خود رائی سے اس وقف کارروپیہ کسی بیجا طور پر صرف کریں تو ایسے لوگوں کا اس وقف کا ممبر رہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مسلمانوں کو اوقاف کی جانچ کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۴) اگر وقف کمیٹی کے اکثر ممبران صدر انجمن وقف کے ہمنیال ہوں اور بوجہ اپنی کثرت رائے کے احکام شرعیہ و نیز قواعد وقف کمیٹی کے خلاف عملدرآمد کریں یا کرتے ہوں اور اسی کمیٹی کا ایک ممبر زید جو ان کا ہمنیال نہیں ہے محض اپنی ذاتی معلومات و واقفیت و اطمینان کے لئے متعلق وقف کاغذات وقف کو دیکھنا چاہے اور اس کی اصلاح کرنا چاہے اس وقت وہ ممبران جو ہمنیال صدر انجمن ہیں زید کو اس کے ارادہ سے باز رکھیں یا جس کاغذ کو وہ دیکھنا چاہتا ہے اس کو ان کاغذات کے دیکھنے کی اجازت نہ دیں یا اس کو اس کے فرض منصبی ادا کرنے سے باز رکھیں تو ان کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۵) قواعد وقف مرتبہ عدالت نے کمیٹی وقف کو اختیار دیا ہے کہ کمیٹی حسب ضرورت دوسرے قواعد علاوہ قواعد مرتبہ عدالت مرتب کرے۔ قواعد وقف مرتبہ عدالت میں کسی ممبر کمیٹی کو جانچ پڑتال کاغذات عام نگرانی کی ممانعت نہیں ہے ایسی صورت میں کیا ممبران وقف و صدر وقف کو یہ اختیار شرعاً حاصل ہے کہ وہ جدید قواعد وقف ایسے مرتب کر لے کہ جس سے زید مذکور کاغذات وقف دیکھنے سے مجبور ہو جائے یا یہ کہ ممبران جو ہمنیال صدر انجمن ہیں اپنی کثرت رائے سے یہ قاعدہ پاس کر دیں کہ کوئی ممبر وقف کمیٹی بغیر اجازت صدر انجمن وقف کوئی کاغذ نہیں دیکھ سکتا ان کی یہ کارروائی شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۶) سامان روشنی، فرش فروش، خیمہ و قنات و دیگر فرنیچ مثلاً شامیانہ و میز و کرسی وغیرہ جو وقف کی ملک ہیں اہالیان شہر کو ان کی مشروع وغیر مشروع جلسوں میں دینا یا کسی رئیس کی رہائش کے سامان اسی وقف سے دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۷) مذہبی تقریبات میں جو شیرینی بغرض تقسیم آتی ہے وہ اس محفل کے حاضرین کے لئے مخصوص ہے یا مسلم اور غیر مسلم جو اس تقریب میں شریک نہیں ہے ان کے گھروں میں وہ شیرینی بطور تبرک بھیجنا یا اہالیان شہر کی اس اوقاف کے روپیہ سے دعوت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۸) اگر کوئی شے یا کتاب جو وقف کی ملک ہے کسی ملازم وقف یا ممبر وقف کمیٹی سے یا کسی غیر شخص سے

تلف ہو جائے تو اس وقت اس کا معاوضہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور معاوضہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۹) اگر ممبران وقف کمیٹی یا صدر انجمن وقف کمیٹی ملک وقف شدہ سے کوئی چیز کسی انجمن یا کسی مسجد میں جو غیر متعلق اوقاف ہے ہمیشہ کے لئے دے دیں تو ان کا یہ فعل شرعاً جائزہ یا نہیں؟ (بحوالہ کتب فقہ)

(۱۰) اگر جدید قواعد وقف مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس وقت احکام شرعیہ کا لحاظ کر کے قواعد وقف مرتب ہو سکتے ہیں یا ممبران وقف کمیٹی کی کثرت رائے پر، شرع شریف کس کے حق میں فیصلہ کرتی ہے؟ (بحوالہ کتب فقہ)

الجواب

(۱) وقف میں شرائط واقف کا اتباع واجب ہے، اشباہ والنظائر میں ہے:

شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به ^۱	واجب العمل ہونے میں واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہے (ت)

اگر ان مواقع میں صرف کرنا شرط واقف سے جدا ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو یہ صرف محض ناجائز ہے اور اگر واقف نے ہی ان مواقع میں صرف کی اجازت دی ہے جو ان میں مصرف خیر ہو اس میں صرف کرنا جائز ہے اور اگر شرائط واقف معلوم نہ ہوں تو متولیوں کے عملدرآمد قدیم نظر ہوگی کما فی الخیرۃ وغیرہا (جیسا کہ خیر یہ وغیرہ میں ہے۔ ت)

(۲) اس کا وہی جواب ہے جو اوپر گزرا جہاں انہوں نے صرف کیا اگر وہ موافق شرط واقف یا اس کے معلوم نہ ہونے کی حالت میں موافق عملدرآمد قدیم متولیان ہے تو وہ صرف جائز ہوا اور ان سے مطالبہ و باز پرس کی کوئی وجہ نہیں ورنہ ناجائز ہوا اور ضرور باز پرس ہے اور ان پر لازم ہوگا کہ اس کا تناوان وقف کے لئے ادا کریں۔

(۳) اگر روپیہ بیجا صرف کریں تو ضرور ان کا معزول کرنا واجب ہے، درمختار میں ہے:

ینزع وجوباً ولو الواقف، بزازیہ، فغیرہ بالاولیٰ، درر،	لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، بزازیہ تو غیر کو بطریق اولیٰ، درر، اگر وہ قابل اعتماد نہ ہو۔ (ت)

لو غیر مأمون^۲۔

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارة القرآن کراچی ۱/ ۳۰۵

^۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی ۱/ ۳۸۳

اور متولیوں کا وقف کی کارروائی پوشیدہ کرنا کوئی جرم نہیں، نہ ہر شخص ان سے حساب کا مطالبہ کر سکتا ہے جب تک خیانت ظاہر نہ ہو کہ وہ منجانب امین ہیں اور امین پر اعتراض نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم، یونہی جن کی تولیت بشرط واقف نہ ہو، نہ شرط واقف کے خلاف ہو، اور عام مسلمانوں نے ان کو متولی کیا ہو یا ان کی تولیت پر راضی ہوئے ہوں۔

(۴) ان کا یہ فعل شرعاً جائز نہیں اور ان پر صریح الزام ہے جبکہ وہ دربارہ وقف مخالفت شرع کریں اور دوسرے کو اس کی جانچ سے بھی باز رکھیں۔ حدیث میں ہے:

من استوعى الذئب فقد ظلم۔ ¹	جس نے بھیڑیے کو راعی بنایا تو اس نے ظلم کیا (ت)

(۵) یہ کارروائی محض ناجائز ہے کہ اس سے دفع ظلم کا سد باب مقصود ہے۔ متعلق وقف نئے قوانین احداث کرنے کا کسی کو اختیار نہیں جبکہ وہ شرع مطہر یا شرط واقف کے خلاف ہو نہ کہ ایسی صورت کہ مخالفت احکام شرعیہ کی جائے اور اس کی ممانعت کا دروازہ بند کرنے کو یہ قوانین وضع ہوں ایسا قانون اگر خود شرط واقف میں ہوتا مردود ہوتا وہ ہرگز نہ مانا جاتا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً واقف نے کسی کو متولی مقرر کیا اور یہ شرط لگادی کہ اسے کوئی معزول نہ کر سکے اور جو اسے معزول کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہو اور حالت یہ ہو کہ متولی شرعاً رکھنے کے قابل نہیں تو فوراً نکال دیا جائے گا اور واقف کی ایک نہ سنی جائے گی اور اس کی وہ لعنت اسی پر واپس جائیگی کما فی الدر المختار۔

(۶) حرام ہے، یہاں تک کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کو عاریۃً بھی دینا جائز نہیں کما فی العلمگیریۃ عن القنیۃ (جیسا کہ قنیۃ سے عالمگیریہ میں ہے۔ ت) نہ کہ زید و عمرو کو نہ کہ نامشروع جلسوں کو۔ یہ سراسر وقف پر ظلم ہے جو ایسا کریں وقف سے ان کا اخراج واجب ہے، کما مر عن الوجیز والدر والدر (جیسا کہ وجیز، درر اور در سے گزرا۔ ت)

(۷) غیر مسلم کو مال وقف سے بھیجنا تو کسی طرح جائز نہیں کہ وقف کار خیر کے لئے ہوتا ہے اور غیر مسلم کو دینا کچھ ثواب نہیں کما فی البحر ائق وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ ت)، رہا غیر حاضرین مسلمانوں کے گھروں پر بھیجنا، اس میں وہی شرط واقف یا عملدرآمد قدیم کا لحاظ ہوگا بعض مسلمانوں کی دعوت اگر کسی مصلحت وقف کے لیے ہے تو جائز ہے جبکہ شرط واقف یا عملدرآمد کے موافق ہو یا کسی ضرورت خاصہ کے لئے ہو کما ذکر واللوصی فی مال الیتیم (جیسا کہ علماء نے یتیم کے مال میں وصی کیلئے

فرمایا۔ (۸) اور اگر بعض مہتمم اپنی بارات میں کسی کو کھلانا چاہیں جو ان صورتوں سے جدا ہو تو کھانا بھی حرام ہے اور کھلانا بھی حرام اور کھلانے والوں پر اس کا تاوان واجب۔

(۸) متولی وقف امین وقف ہے جبکہ اس طرح کا متولی ہو جو اوپر مذکور ہوا اگر اس سے اتفاقیہ طور پر بے اپنے تقصیر و بے احتیاطی کے وقف کی کتاب یا کوئی مال تلف ہو جائے اس کا معاوضہ نہیں، اور اگر قصداً تلف کر دے یا اگر اپنی بے احتیاطی سے ضائع کرے تو ضرور معاوضہ ہے، یہی حکم ملازمان وقف کا ہے جبکہ وہ تصرف جو اس نے کتاب میں کیا اس کی ملازمت میں داخل، اور اسے جائز تھا، ورنہ اگر وقف کے کسی اور صیغہ کا ملازم ہے کتب خانہ پر اس کو اختیار نہیں، اور اس نے مثلاً کتب کسی کو عاریۃً دے دی اور ضائع ہو گئی تو ضرور اس پر معاوضہ ہے، غیر شخص نے اگر وہ تصرف کیا تو منجانب وقف جس کی اسے اجازت تھی اور بے اس کی تقصیر کے کتاب ضائع ہو گئی مثلاً کتب خانہ وقف میں جا کر کتابیں دیکھنے کی اجازت ہو اور عام طور پر معمول ہو کہ کتابیں دیکھ کر اسی مکان میں رکھ آتے ہیں یا فلاں ملازم کو سپرد کر دیتے ہیں اور یہ اس قاعدہ کو بجالایا اور کتاب گم ہو گئی تو اس پر بھی معاوضہ نہیں، ورنہ اگر وہ تصرف کیا جس کی اسے اجازت نہ تھی یا تھی مگر اس کی تقصیر و بے احتیاطی سے کتاب گئی تو ضرور تاوان دے گا، اور بہر حال معاوضہ اس کتاب کی قیمت یعنی بازار کے بھاء سے جو اس کے دام ہوں، کتاب کو علماء نے قیمتی ٹھہرایا ہے نہ مثلی مگر اس وقت تک چھاپے نہ تھے، اور کہہ سکتے ہیں کہ اگر اسی چھاپے کی ہو یعنی اسی بار کی چھپی ہو اور کاغذ بھی ایک ہو اور جلد نہ بندھی ہو تو عجب نہیں کہ مثلی ہو سکے، یعنی کتاب کے معاوضہ میں ایسی ہی کتاب دینی آئے مگر تحقیق یہ ہے کہ چھاپے اور کاغذ کی وحدت بھی مستلزم مثلث نہیں، ایک کاپی ایک پتھر پر جمی ہوئی اس کے ہزار کاغذ اٹھائے جاتے ہیں، کوئی ہلکا ہے کوئی بھرا ہوا، کوئی بہا ہوا ہے کوئی صاف ہے، تو بات وہی ہے جو علماء نے فرمائی کہ کتاب قیمتی ہے۔

(۹) حرام ہے، اور وہ چیز وہاں سے لی جائے گی اور نہ مل سکے تو ان سے تاوان لیا جائے گا ہم بحوالہ عالمگیری کہہ آئے کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد کو عاریۃً دینا بھی ناجائز، نہ کہ غیر جگہ دے ڈالنا، جو ایسا کرے واجب العزل ہے۔

(۱۰) وقف کے لئے قوانین کے وضع کرنے کا حال اوپر گزرا کہ خلاف شرط واقف ہر گز جائز نہیں، اور جہاں جواز ہو وہاں قطعاً احکام شرعیہ ہی کا لحاظ فرض ہوگا، ان کے خلاف جس کسی کا بھی کہنا ہو مردود ہوگا، یہاں نہ کثرت رائے دیکھی جاتی ہے نہ اتفاق رائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ" ^۱ (حکم صرف

^۱ القرآن الکریم ۱۲/۳۰

اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ت) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا طاعة لاحد في معصية الله تعالى ^۱	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ (ت)

واقف جس کے لئے تصریح ہے کہ دربارہ وقف اس کی شرط مثل نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام واجب العمل ہے اس کا تو یہ حال ہے کہ اگر خلاف شرع شرط کرے مردود ہے ہر گز نہ مانی جائے گی، پھر زید و عمرو و کمیٹی کیا چیز ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مأبال اقوام يشترطون شروطا ليست في كتاب الله فهوردون ان كانت مائة شرط شرط الله احق واوثق ^۲ والله تعالى اعلم۔	ایسی قوموں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں (جائز) نہیں، اور جو کتاب اللہ کے خلاف شرطیں لگائے تو وہ مردود ہوگی اگرچہ ایسی سو شرطیں ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی (مقبول) شرطیں ہی حق ہیں اور ثقہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۰۳: از شہر بمبئی کا میکراسٹریٹ چھاج محلہ مرسلہ بدرالدین عبداللہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) شہر بمبئی کی جامع مسجد کے اکثر متولیوں نے یہ رائے قائم کی کہ ایک کرایہ کی زمین لے کر اس پر ایک مکان وقف کے سرمایہ سے بنایا جائے، جس مکان کی لاگت ایک لاکھ چودہ ہزار روپیہ تک ہو اس حالت میں کہ شہر میں سیکڑوں مکانات دوامی بیعنامہ پر مل سکتے ہیں وقف کی اس قدر بڑی رقم ایک کرایہ کی زمین پر صرف کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا زمین کے مالک نے کرایہ زمین کی یہ صورت قائم کی ہے کہ زمین مذکور کی ایک خاص رقم قرار دی جائے اور قیمت پر سالانہ فیصدی للہ ۸ روپیہ کے حساب سے جو سود ہے اس حساب سے زمین مذکور کا ماہواری کرایہ قرار دیا جائے، آیا کرایہ کا یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چونکہ فی الحال بوجہ جنگ مزدوری لکڑی اور دیگر عمارتی اشیاء کی قیمت تین گنی بلکہ چار گنی ہو گئی ایسے وقت میں وقف مسجد کے سرمایہ کو کرایہ کی زمین پر عمارت بنانے میں صرف کرنا اور تیار شدہ عمارتیں جو کثرت سے

^۱ المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

^۲ صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۷۷۳، صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان ان الولاہ من

اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۴۹۳

ملتی ہیں انہیں نہ خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ یہ عمارت زر مسجد سے کیوں بنائی جاتی ہے اور وہ غرض اغراض وقف مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اگر ان اغراض سے خارج ہے تو نہ خریدنا جائز نہ کرایہ پر لینا، اور اگر داخل ہے تو اس غرض کا حصول خاص اس زمین سے تعلق رکھتا ہے جسے متولی کرایہ پر لے کر عمارت بنانا چاہتے ہیں یا اور مکانوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر اور مکانوں سے بھی حاصل ہے اور وہ مول مل سکتے ہیں اور جدید عمارت بنانے اور کثیر کرایہ دینے سے خریداری میں نفع ہے تو متولیوں کو ہرگز جائز نہیں کہ یہ صورت کرایہ اختیار کر کے وقف کو نقصان پہنچائیں،

فَأَنَّ الْوَلَايَةَ مَشْرُوعَةٌ بِالْأَنْظَرِ وَلَا أَنْظَرُ فِي الضَّرَرِ۔	ولایت مشروطہ بشفقت ہے اور ضرر میں شفقت نہیں ہے۔ (ت)

سود ملحوظ کر کے مقدار کرایہ معین کرنا ایک ناپاک بات اور گندہ لحاظ ہے لیکن اگر معین ہو جائے تو اس کرایہ میں حرج نہیں، مثلاً ہزار روپیہ کی قیمت ہے تو وہ نجس حساب لگا کر پونے چار روپیہ مہینہ کرایہ قرار دیا تو وہ نجاست اس لحاظ ہی میں رہی کرایہ میں نہ آئی، یہ ایسا ہوا کہ ابتداء کہتا کہ یہ زمین اتنی مدت کو پونے چار روپیہ کرایہ پر کردی، تیسری بات کا جواب مضمون بالا میں آگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: از سہسوان ضلع بدایوں قاضی محلہ مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

حضور نے تنخواہ ماہوار متولی وقف کو اجیر مثل کافتوی لکھا ہے، لہذا عرض ہے کہ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سہسوان کی زمین موقوفہ سہسوان سے تین کوس ہے متولی کو سواری و خوراک مع سپاہی فصل ہنگام تحصیل وقت سے ملے گی، نذر، بھیٹ روپیہ، پٹہ و قبولیت بھی حسب رواج ہنگام ماہوار اس کی تنخواہ کاروپیہ مناسب ہے کاشتکاروں سے وصول کر کے مدرسہ پر صرف کرنا، مدرسوں کو ماہوار دینا، تعمیر و مرمت وغیرہ میں خرچ کرنا مالگذاری گورنمنٹی ادا کرنا اس کا کام ہے اتنے کام کی کتنی اجرت ہوگی۔

الجواب:

وقف سے سواری اور ایام کارگزاری کی تنخواہ ملے گی اور ضرورت ہو تو ان ایام میں سپاہی کی تنخواہ بھی، تنخواہ کا تعین کام کی کمی بیشی اور ہر جگہ کے عرف پر ہے، پٹہ اور قبولیت کا نذرانہ اور اس قسم کے زائد اور بے اصل رقوم کہ رائج ہو رہی ہیں شرعاً باطل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۷: از شہر بریلی محلہ فراشی مسئلہ مولوی عبدالعزیز قدرت اللہ خاں صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ کسی نے دو یا تین مسجدوں کے واسطے نام بنام الگ الگ روپیہ وصیت نامہ سے وقف کیا کہ فلاں مسجد کو اتنا اور فلاں کو اتنا ماہوار دیا جائے، اب خود اس نے ایک مسجد کے نام کاروپیہ دوسری مسجد میں لگا دیا اور اس دوسری مسجد کے نام کاروپیہ بھی اسی دوسری مسجد میں لگا دیا، دونوں مسجدوں کے نام ماہوار وقف کیا ہے، سوال یہ ہے کہ دوسری مسجد کے ماہوار میں سے پہلی مسجد کاروپیہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور آئندہ بھی ایک مسجد کا ماہوار دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو اس کو ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ یہ بھی واضح ہو کہ ہر ایک مسجد کے واسطے خاص خاص دکانوں کا کرایہ وقف ہے واقعہ زندہ ہے اور وصیت نامہ اسی کے قبضہ میں ہے جو رجسٹری شدہ ہے۔

الجواب:

جب وقف کی وصیت کی ہے تو اس کا نفاذ بعد موت واقف ہوگا، زندگی میں اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳۶۱۰۸: از فیض آباد چوک مسجد شاہ ٹاٹ مرسلہ حافظ عبدالرحمن صاحب پیش امام ۱۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

حضرات علمائے کرام سوالات ذیل میں از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں:

(۱) مسجد کے متعلق مسجد کی ضرورت سے پاخانہ بنا ہوا تھا اور وہی استنج خانہ بھی تھا، مسجد کے متعلق ایک تھوڑا سا صحن مسجد کے دکن جانب تھا جس کا حلقہ پختہ دیوار سے تھا اور اسی حلقہ کے گوشہ میں مسجد کا استنج خانہ تھا جس میں نمازیان مسجد اور مسافران طہارت اور رفع حاجت کرتے تھے۔ زید نے ایک مدرسہ بنانا چاہا جس کے واسطے عمرو نے اپنی ملک سے مدرسہ کے لئے مسجد کے خلف سے ملی ہوئی زمین دی تھی، زید کو وہ حلقہ جو مسجد کے متعلق تھا اور پاخانہ دونوں وہ بھی زید نے کھود ڈالا اور تخمیناً دو گز زمین چوڑائی میں اور جتنی دور پاخانہ تھا اور اسی سیدھ اتنی ہی زمین پر چوڑائی میں ۵ خواہ ۶ گز تک لمبائی میں سب بغیر عام مسلمانوں کی اجازت کے غصب کر کے اپنا مدرسہ بڑھا کر بنالیا اور تخمیناً تین ہزار اینٹ اسی حلقہ کی جو کھود ڈالی تھی وہ بھی مدرسہ میں لگائی، عام مسلمانوں نے سکوت کیا بوجہ اس کے کہ چند مسلمان، مخمیل زید کے اس کے شریک رہے۔ مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے یہ سب بنوایا تھا کچھ دخل نہ دیا۔ کیا شرعاً زید کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کا پاخانہ توڑ ڈالے اور معہ پاخانہ کی زمین کے بغیر اجازت عام مسلمانوں کے غصب کر کے مدرسہ بنالے، اینٹ پاخانہ اور حلقہ کی مدرسہ میں لگالے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی حالت میں جبکہ وہ پاخانہ اور استنجا خانہ نمازیان مسجد اور مسافران مسجد کے لئے تھا جس کے کھود ڈالنے سے نمازیوں کو برابر تکلیف رہی اور ہے، زید کا پاخانہ کھود ڈالنا اور مسجد کی ضروریات کا خیال نہ کرنا اور ایسی زمین کو مدرسہ میں داخل کرنا یہ سب شرعاً جائز ہے یا نہیں اور زید اس سے گنہگار ہوا یا نہیں؟

(۳) زید نے مسجد کی پشت پر کا پختہ پشتہ ایک ٹلٹ جو حفاظت دیوار مسجد کے لئے بنایا جاتا ہے کھود ڈالا اور پاخانہ غسل خانہ اور اس کے بدر رو (نالی) کا حوض سب مسجد کے پشت دیوار سے بالکل ملا ہوا بلکہ ایک گز مٹی نکال کر بنایا جس سے مسجد میں بو بھی آئے گی، دیوار پشت مسجد میں نونا (شور) بھی لگے گا مسجد کی بیحرمتی بھی ہے کہ پشت مسجد پر پاخانہ بنا ہے، آیا یہ سب فعل زید کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شرع دیوار مسجد میں اجازت دیتی ہے کہ مسجد کا پشتہ وزمین پاخانہ کی ضرورت کو کھود ڈالا جائے کہ پاخانہ کی جگہ کچھ کم تھی یا پاخانہ بن نہ سکتا۔ مسجد کی پشت پر سے مہتر آوے گا حوض کا پانی جو بالکل نجاست غلیظہ ہے جس سے مسجد دیوار پر ضرور چھینٹ پڑے گی۔

(۴) زید نے یہ سب کچھ کیا خود اور چند مسلمانوں کی مدد سے، مگر مسلمانان شہر جس میں ہر قسم کے لوگ ہیں زید کی ان تمام باتوں کے خلاف یہ سب زمین مسجد پاخانہ اور وہ زمین جو اس کے متصل مسجد کے متعلق ہے اور اس کی اینٹ سب اپنے تحت تصرف میں لانا بھی سخت خلاف اور رنجیدہ ہیں اس کو جائز نہیں سمجھتے لہذا شرعاً ہم سب مسلمانوں کو سکوت کرنا چاہئے یا کہ دخل دینا چاہئے اور یہ سب زمین علیحدہ کر لینا چاہئے؟ امید کہ تقفی بخش جواب ہم غریب مسلمانوں کو مرحمت ہووے مع دلیل کے کیونکہ زید بھی مولوی ہے بغیر دلیل کے وہ ہم لوگوں کی کیوں مانے گا۔

(۵) کیا زمین متعلقہ مسجد یا استنجا خانہ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی اجازت سے شرعاً منہدم ہو سکتا ہے ایسی حالت میں جبکہ وہ مسجد کے کام میں نہ آئے بلکہ دوسرے کام میں آئے وہ اجازت کے مجاز ہیں۔

(۶) مسجد میں پاخانہ یا پیشاب خانہ بنانے میں کچھ پورپ پچھم میں فرق ہے یا نہیں؟ اور مسجد سے کتنے فاصلہ پر پیشاب خانہ بنانا چاہئے اس کی کوئی حد شرعاً جو ہو حکم فرمایا جائے اور نجاست کے پانی سے مسجد کی دیوار میں اگر اثر پہنچے تو شرعاً کچھ حرج ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۲) یہ فعل زید کا حرام قطعی ہے، ایک وقف جس غرض کے لئے وقف کیا گیا ہے اسی پر رکھا جائے اس میں تو تغیر نہ ہو مگر بیت بدل دی جائے مثلاً دکان کو رباط کر دیں یا رباط کو دکان، یہ حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لاتجوز تغیر الوقف عن ہیئته^۱ وقف جلداد کی ہیئت کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

نہ کہ سرے سے موقوف علیہ بدل دیا جائے، متعلق مسجد کو مدرسہ میں شامل کر لیا جائے یہ حرام ہے اور سخت حرام ہے۔
(۳) یہ بھی زید کا ویسا ہی تصرف ہے، حرام و ناجائز ہے۔ مسجد کا پشتہ کھودنا حرام، اور اسے ماورائے مسجد دوسرے کام خصوصاً ایسے ناپاک کام میں صرف کرنا صریح ظلم و غصب و بیحرمتی مسجد ہے۔
صحیح حدیث کا ارشاد ہے کہ جو ایک بالشت زمین غصب کرے گا زمین کے ساتوں طبقوں تک اتنا حصہ توڑ کر روز قیامت اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا^۲۔

(۴) مسلمانوں کو زید کی ایسی بیجا دست برد و ظلم پر سکوت حرام ہے اور چارہ جوئی فرض۔ لازم ہے کہ بذریعہ حکومت مسجد کی وہ پہلی زمین اور پشتہ کی زمین سب اس کے قبضہ سے نکلوائی جائے اور پہلے جس حالت پر تھی اسی حالت پر جبراً اس سے کرائی جائے اور جتنی اینٹیں اس نے تصرف میں کر لی ہیں وہ متمیز ہوں تو واپس لی جائیں ورنہ ان کی قیمت لی جائے اور جتنے دنوں یہ استیجا خانہ و پشتہ وغیرہ کی زمین اس کے قبضہ میں رہی یا تا انفصال رہے اس سب کا کرایہ اس سے مسجد کے لئے لیا جائے کما قد نصوا علیہ قاطبۃ فی الکتب المعتمدۃ (جیسا کہ تمام معتبر کتب میں اس پر نص موجود ہے۔ ت)
(۵) مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی جل و علا کی ملک خاص ہے اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں کسی تصرف کا اختیار نہیں۔

(۶) مسجد کو بوسے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتیٰ کہ حدیث میں ارشاد ہوا: وان یسرفیہ بلحم نیع^۳۔ یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں، حالانکہ کچے گوشت کی بوبہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بوبہتے وہاں تک ممانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا: ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو۔ صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

^۱ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۲۹۰

^۲ صحیح البخاری باب ماجاء فی سبع ارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴

^۳ سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہوگے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ایمان سے نکل جاؤ گے (اور ابوداؤد کی روایت میں ہے تم کافر ہو جاؤ گے۔ ت)	لوصلیتکم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف لتركتم سنة نبیکم ولوترکتتم سنة نبیکم لضللتکم ^۱ وفی روایة ابی داؤد لکفرتم ^۲ ۔

بائیں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہوا:

جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچا پیاز یا کچا لہسن وہ من اکل من هذه الشجرة الخبيثة فلا یقر بن مصلانا ^۳ ۔	ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔

اور فرمایا: فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنوا آدم^۴۔ یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے تو اس میں کسی بو کا داخل کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۳/۱۱۴: از بمبئی کالمیکرات اسٹریٹ المعروف چھاج محلہ مرسلہ بدر الدین عبداللہ صاحب مشاور جامع مسجد کمیٹی، ۱۶ جرب ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے شرع متین زادہم اللہ تعالیٰ شرفاً و تظہیماً ان صور مسئلہ میں جو کہ ذیل حسب نمبر مندرج ہیں:

اول: یہ کہ شہر بمبئی میں ایک مسجد عظیم الشان رفیع البنیان جامع مسجد ہے اور اس کی بنا وسط شہر میں ایسی جگہ واقع ہے جس کے چو طرف کوئی مکان نہیں ہے اور اس میں ہوا بکثرت آتی کیونکہ سب اطراف اس کے فارغ ہیں بلکہ بعض اوقات بسبب کثرت ہوا مصلی درپچمائے مسجد کو بند کرتے ہیں، اس مسجد کی بنیاد پہلے ہی سے نہایت عمدہ و شاندار تھی مگر قبل از چند سال حضرات مشاورین نے اپنی رائے سے اس میں کسی قدر تبدل و تغیر کیا اور تخمیناً اس ترمیم و تبدل میں تخمیناً تین لاکھ روپیہ سے زیادہ صرف مال وقف سے کیا گیا اس

^۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل صلوٰۃ والجماعة و بیان التشدید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲

^۲ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

^۳ صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹

^۴ صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹

مسجد کی روشنی کے لئے قبل از چند سال بصر ف مبلغ دس بارہ ہزار روپیہ ہانڈیاں و جھومر بلوری وغیرہ اسباب روشنی کا خرید کر کے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر مشاورین قدیم نے انتظام کیا تھا بعد از چند سال مشاورین جدید نے اس انتظام کو ناقابل و غیر کفایت سمجھ کر تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ صرف مال وقف سے گیس کی روشنی کی تجویز کی اور طبقہ زیریں اور بالا پر گیس کے ٹل وغیرہ سقف و جدار مسجد میں نصب کئے گئے تھے اور چند سال تک یہ گیس یعنی دخان کی روشنی کا مسجد میں انتظام رہا، مگر جبکہ مسجد بطریق بیان بالاتر میم و تغیر کرنے میں آئی اس وقت یہ سب گیس کی روشنی کے ٹل وغیرہ جو کہ سقف و جدار میں نصب کیے گئے تھے ضائع و خراب و برباد ہوئے پھر تجدیداً حضرات مشاورین نے بکثرت رائے مشاورین نئے سرے سے گیس کی روشنی کا انتظام کیا اور طبقہ زیریں میں سقف و جدار میں ٹل نصب کئے اس امر کو ایک سال کا عرصہ منقضي نہیں ہوا ہے کہ مشاورین مذکور چاہتے ہیں کہ مسجد میں برقی روشنی اور برقی پنکھوں کا انتظام و اہتمام بصر ف مال مسجد کیا جائے پس جملہ احوال سوال مذکور پر غور فرما کر بیان فرمادیں کہ یہ جو وقتاً فوقتاً در بارہ روشنی اخراجات کثیرہ کئے گئے ہیں یہ مال وقف میں تصرف بیجا و نازیبا ہے شرع میں یا نہیں؟ بیان فرمائیں۔

جانی: یہ کہ جب مسجد ایسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف کوئی مکان نہیں ہے اور مسجد مذکور کے دیواروں میں دریچے کلاں بکثرت بنائے گئے ہیں اور ہر وقت ہوا وہاں موجود و متوج ہے بلکہ بعض وقت حسب بیان سوال اول کھڑکیاں بسبب کثرت ہوا کے بند کی جاتی ہیں، پس ایسی صورت میں مال وقف سے برقی پنکھے مسجد میں نصب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ تجرباً یہ امر ظاہر ہے کہ جب برقی پنکھا چلایا جاتا ہے اس وقت اس سے ایک آواز آتی ہے جو ضرور نخل نماز و مبطل خشوع و خضوع، بناءً علیہ اس طرح کے پنکھے بلا ضرورت بصر ف مال مسجد بنانا شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

(۴) یہ امر بتحقیق تمام ثبوت کو پہنچا ہے کہ پنکھا چلانے کے ڈبے میں جو گریس ڈالا جاتا ہے وہ اشیاء ناپاک و نجس سے مخلوط ہے اس صورت خاص میں بھی ان پنکھوں کے مسجد میں لگانے کا بصر ف مال وقف شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) یہ کہ ماہرین فن الیکٹری سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی ہے کہ بہ نسبت گیس کی روشنی کے الیکٹری کی روشنی و برقی پنکھوں میں زیادہ تر خوف آتشزدگی ہے، چنانچہ الیکٹری سے اس قسم کی آتشزدگی کے واقعات بہت ہو چکے ہیں جس سے بہت لوگ واقف ہیں، پس صورت مذکور میں ایسی خوفناک وحشت آمیز چیز کا نصب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۶) یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بقول اطباء روشنی برقی مضر بصارت ہے اور برقی پنکھوں کی ہوا

بھی نقصان رسان صحت ہے، چنانچہ اس قبیل کا ایک مضمون اخبار طبیب مورخہ یکن جون سہ رواں مطبوع ہے جو اخبار کہ بسر پرستی جناب حاذق الملک مولوی حکیم اجمل خاں صاحب بہادر رئیس اعظم دہلی نکلا کرتا ہے، پس ایسی مضرت رساں صحت کا مسجد میں آویزاں کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) یہ تصرفات محض ظلم و اسراف و تضييع مال اوقاف ہیں علماء نے ایک چراغ وقف کے صبح تک روشن رکھنے کو ناجائز بتایا جب تک واقف سے نصاً یا عرفاً اس کی اجازت ثابت نہ ہو نہ کہ بار بار یہ ہزار ہا روپوں کا صرف بیکار، متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہو سکتی، اگر بلا مسوغ شرعی اس میں مال وقف صرف کرینگے وہ صرف ان کی ذات پر پڑے گا اور جتنا مال مسجد اس میں خرچ کیا اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا، واقف نے اگر مسجد میں کنگرے نہ بنائے تھے اور متولی مال وقف سے بنائے گا گنہگار ہوگا اور تاوان دے گا، نمازیوں کو اگر بے منارہ کے اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو متولی مال مسجد سے منارہ نہیں بنا سکتا، بنائے گا تو اس پر تاوان آئے گا، واقف نے فراش مسجد کا کوئی وظیفہ نہ رکھا تھا، متولی تو متولی حاکم کو حلال نہیں کہ اس میں فراش کا وظیفہ حادث کرے، نہ فراش کو وہ وظیفہ لینا حلال۔ بنائے مسجد بسکہ عمدہ و محکم تھی تو متولیوں کو اس کا شہید کرنا اور نقشہ بدلنا اور اس میں مسجد کے تین لاکھ روپے اڑا دینا اور اس کے سبب بیس ہزار کے ٹل برباد کرنا اور پھر گیاس کی روشنی میں بیس ہزار اور اڑانا، اور اب اسے بھی تباہ کر کے برقی روشنی کی کوشش کرنا اور اس میں مال مسجد برباد کرنا، یہ تمام افعال حرام تھے اور ہیں، متولیوں پر ان لاکھوں روپوں کا تاوان لازم ہے کہ اپنی گرہ سے ادا کریں، اور واجب ہے کہ ایسے مسرف متولی معزول کئے جائیں اور ان کی جگہ مسلمان متدین ہو شیار کار گزار خدا ترس و یاندار مقرر کئے جائیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

لووقف علی دهن السراج للمسجد لایجوز وضعه جَمِيعَ اللَّيْلِ بَلْ بِقَدَرِ حَاجَةِ الْمُصَلِّينَ وَيَجُوزُ إِلَى ثُلُثِ الَّيْلِ وَنُصْفِهِ إِذَا احتَاجَ إِلَيْهِ لِلْمُصَلَّوَةِ فِيهِ كَذَا فِي السَّراجِ الْوَهَّاجِ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتْرَكَ فِيهِ كُلَّ اللَّيْلِ إِلَّا فِي مَوَاضِعِ جَرَتْ الْعَادَةُ فِيهِ بِذَلِكَ كَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	اگر مسجد کے چراغ کے تیل کے لئے کوئی وقف کیا تو تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہ ہوگا بلکہ صرف نمازیوں کی ضرورت کے مطابق اور تہائی رات تک، اگر ضرورت ہو تو نصف رات تک روشن رکھا جائے، تاکہ نمازی عبادت کر سکیں، یونہی السراج الوہاج میں ہے۔ اور تمام رات چراغ روشن رکھنا جائز نہیں، ہاں ایسے مقامات جہاں ایسی عادت جاری چلی آ رہی ہے، جیسا کہ مسجد بیت المقدس اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ہے، یا واقف نے تمام

اور شرط الواقف ترکہ فیہ کل اللیل کما جرت بہ العادة فی زماننا کذا فی البحر الرائق ^۱ ۔	رات روشن رکھنے کی شرط لگا رکھی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں یہ عادت بن چکی ہے، بحر الرائق میں یوں نہیں ہے (ت)

فتاویٰ قاضیوں میں ہے:

لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفاً من ذلك ولو فعل یكون ضامناً ^۲ ۔	منتظم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ مسجد کی عمارت پر وقف مال سے کوئی بالا خانہ بنائے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔ (ت)

خزانة المفتین میں ہے:

یحوز ان یبنی منارة من غلة وقف المسجد ان احتاج الیہا لیکون اسع للجیران وان کانوا یسمعون الاذان بدون المنارة فلا ^۳ ۔	ارد گرد کے لوگوں کو آواز پہنچانے کے لئے مسجد کے وقف کی آمدنی سے مینار بنانا جائز ہے بشرط ضرورت، اور اگر منارہ کے بغیر اذان کی آواز لوگ سن لیتے ہوں تو پھر جائز نہیں (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

القاضی لیس له الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی وقد صرح فی الذخیرۃ والولوالجیۃ وغیرہما بان القاضی اذا قرر فراشا للمسجد بغیر شرط الواقف لم یحل للقاضی ذلك ولم یحل للفراش تناول المعلوم قال فی البحر فان قلت فی تقریر الفراش مصلحة قلت یمکن خدمة المسجد بدون تقریر بان یمتاز المتولی فراشا	قاضی کو وقف میں نئی عمارت بنانا ضرورت شرعی کے بغیر جائز نہیں تو متولی کیسے کر سکتا ہے جبکہ ذخیرہ اور ولوالجیہ وغیرہما میں تصریح ہے کہ اگر قاضی نے واقف کی شرط کے بغیر مسجد کے لئے صفائی والا مقرر کیا تو اسے جائز نہیں اور اس صفائی والے کو مقرر وظیفہ لینا جائز نہیں ہے اور بحر میں فرمایا اگر تیرا اعتراض ہو کہ صفائی والے کی تقرری میں اصلاح کی صورت ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اس تقرری کے بغیر بھی مسجد کی

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۹

^۲ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف باب جعل دارۃ مسجدًا نوکسور لکھنؤ ۴/ ۷۱۲

^۳ خزانة المفتین کتاب الوقف قلمی نسخہ ۱/ ۲۱۴

لہ والممنوع تقریرہ فی وظیفۃ تكون حقالہ ^۱ ۔	خدمت ممکن ہے کہ متولی کسی کو اجرت دے کر کرائے جبکہ مستقل تقرری جس پر وظیفہ مقرر ہو منع ہے۔ (ت)

ہندیہ پھر طحاوی پھر شامی میں ہے:

مسجد مبنی اراد رجل ان ينقضه ويبنيه ثانياً احكم من البناء الاول ليس له ذلك لانه لا ولاية له. مضمرات. الا ان يخاف ان ينهدم. تاتارخانية. وتأويله ان لم يكن الباني من اهل تلك المحلة اما اهلها فلهم ان يهدوا ويجدوا بنائه لكن من مالهم لا من مال المسجد الا بامر القاضي ^۲ ۔	تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر کوئی شخص نئی مضبوط عمارت بنانا چاہے تو اسے یہ اختیارات نہیں کیونکہ اس کو یہ ولایت حاصل نہیں ہے، مضمرات۔ مگر اس صورت میں جب عمارت منہدم ہونے کا خطرہ ہو، تاتارخانیہ۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ تعمیر کرنے والا محلہ دار نہ ہو، اگر وہاں کا محلہ دار ہو تو محلے والوں کو اختیار ہے گرا کر دوبارہ تعمیر کریں لیکن اپنے مال سے، نہ کہ مسجد کے مال سے، ہاں اگر قاضی کی اجازت ہو تو مسجد کا مال خرچ کر سکتے ہیں۔ (ت)

خلاصہ و تنویر الابصار میں ہے:

لاباس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب بباله لا من مال الوقف وضمن متوليه لو فعل ^۳ ۔	جس اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار محراب کو چھوڑ کر کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی ذاتی مال سے کرے، وقف کے مال سے جائز نہیں، اگر متولی نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا۔ (ت)

بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے:

امامن مال الوقف فلا شك انه لا يجوز للمتولى فعله مطلقاً لعدم الفائدة فيه ^۴ ۔	لیکن وقف مال سے ایسا کرنا بلاشبہ متولی کو مطلقاً جائز نہیں کیونکہ اس میں وقف کا کوئی فائدہ نہیں ہے (ت)

^۱ العقود الدرية فی تنقیح الفتاویٰ الحامدية كتاب الوقف الباب الثاني ارگ بازار قندهار افغانستان ۲۲۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ كتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۷

^۳ درمختار كتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

^۴ رد المحتار كتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۳

در مختار میں ہے:

الاذاکان الواقف فعل مثله لقولهم انه يعبر الوقف کماکان ^۱ ۔	ہاں اگر واقف ایسا کرتا رہا ہو تو پھر وقف مال سے جائز ہے کیونکہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ متولی اسی طرح تعمیر کرے جس طرح پہلے تھی (ت)

فتح القدیر پھر شرح علامہ بیری پھر ابن عابدین میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة ولا موجب لتجوية لان الموجب الشرط والضرورة ولا ضرورة في هذا اذ لاتجب الزيادة بل تبقيه كماکان ^۲ ۔	وقف کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا واجب ہے کوئی زیادتی نہ کی جائے کیونکہ اس کے جواز کا کوئی موجب نہیں ہے کیونکہ موجب صرف وقف کی شرط یا ضرورت ہے اور اس میں کسی زیادتی کی ضرورت نہیں بلکہ جیسے تھا ویسے باقی رکھے۔ (ت)

(۲) اوگا ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے، مدخل الی الشریعہ میں ہے:

قد منع علماء نارحمهم الله تعالى المراءح، اذ ان اتخاذها في المسجد بدعة ^۳ ۔	ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرشی پنکھا مسجد میں لگانا جائز کہا ہے کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا بدعت ہے۔ (ت)

تاجیاء: جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مال وقف سے۔ قال اللہ تعالیٰ:

"وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" ۴۔	اسراف نہ کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

وقال صلى الله تعالى عليه وسلم:

ان الله تعالى کره لكم ثلاثا	اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہدی دہلی ۱۱/ ۹۳

^۲ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۱۵/ ۴۴۰

^۳ المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع التي الخ دار الکتب العربی بیروت ۲/ ۲۲۲

^۴ القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

قیل وقال وكثرة السؤال واضاعة الحال ¹ ۔	فرمایا ہے قیل وقال، بغیر ضرورت سوالات کی کثرت اور مال کا ضیاع۔ (ت)

۱؎: یہ وقف میں صرف جدید کا احداث ہے جس کی اجازت متولی کو نہیں ہو سکتی کما بینا۔
 راجعاً: جب طباً اس پتکھے کی ہوا مضر صحت ہو تو اس کا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اس کے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہو گا نہ کہ مسجد میں نہ کہ مال وقف سے، کما یأتی۔

(۳) بیشک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

کرہ وقت حضور طعام تأقت نفسه اليه و كذا كل ما يشغل باله عن افعالها ويخل بخشوعها كائن ما كان ² ۔	نفس کی خواہش ہو تو کھانے کے وقت نماز مکروہ ہے اور یونہی ہر وہ چیز جس سے نماز میں دل مصروف رہے اور خشوع میں خلل انداز ہو، جو بھی ہو۔ (ت)

نیز شرح تنویر میں ہے: ولذا تكراه في طاحون³ (اسی لئے چکی خانہ میں نماز مکروہ ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے:

لعل وجهه شغل البال بصوتها ⁴ ۔	ہو سکتا ہے اس کی وجہ چکی کی آواز سے دل کی مشغولیت ہو (ت)

(۴) اس صورت میں وہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے اگرچہ پہلی چار وجہ نہ بھی ہوتیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

کرہ ادخال نجاسة فيه فلا يجوز الاستصباح بدھن نجس فيه ⁵ ۔	مسجد میں نجاست کا داخل کرنا منع ہے اس لئے ناپاک تیل سے مسجد میں چراغ روشن کرنا جائز نہیں۔ (ت)

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث المغيرة بن شعبة دار الفكر بیروت ۲/۲۴۶

² در مختار کتاب الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۲

³ در مختار کتاب الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۲

⁴ رد المحتار کتاب الصلوة دار حیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۵

⁵ در مختار شرح تنویر الابصار باب ما یفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

(۵) یہ بھی کافی وجہ اس روشنی اور پکھ کی ممانعت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مر احدکم فی مسجدنا اوفی سوقنا ومعه نبل فلیسک علی نصالها بکفه لایعقر مسلماً ^۱ ۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جب تم ہماری مساجد و بازار سے گزرو تو اپنے نیزوں کے پھالوں کو قابو رکھو اگر پاس نیزے ہوں تاکہ کسی مسلمان کو نہ لگے۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا نتم فاطفؤ السراج فان الفارة تأخذ الفتيلة فتحرق اهل البيت ^۲ ۔ رواہ احمد والطبرانی والحاکم بسند صحیح عن عبد اللہ بن سرجس والحديث فی الصحيحین من وجہ۔	جب سونے کا ارادہ ہو تو چراغ کو بجھا دو، ممکن ہے کہ چوبہا چراغ کے فتیلہ کو کھینچ کر گھر والوں کو جلا دے، اس کو احمد، طبرانی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور صحیحین میں یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے۔ (ت)

(۶) جب از روئے طب ان کا مضر ہو نا ثابت ہو تو یہ ایک اعلیٰ وجہ عدم جواز ہے کہ اس میں مسلمانوں کو ضرر رسانی ہے، اور یہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا ضرر ولا ضرار ^۳ ۔ رواہ احمد و ابن ماجہ عن ابن عباس وابن ماجہ عن عبد اللہ بن سرجس والحديث فی الصحيحین من وجہ۔	ضرر رسانی ناجائز ہے۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں مسلمانوں کی بدخواہی ہوئی اور یہ خلاف دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین النصیحة لله ولکتابہ ولرسوله	بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ، اسکی کتاب، اس کے

^۱ صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمل السلاح فلیس منّا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۴۷/۲، مسند

احمد بن حنبل حدیث ابو موسی الاشعری دار الفکر بیروت ۳۹۷/۴

^۲ مسند احمد بن حنبل عبد اللہ بن سرجس دار الفکر بیروت ۸۲/۵

^۳ مسند احمد بن حنبل اخبار عبادۃ بن الصامت دار الفکر بیروت ۳۲۷/۵

ولائۃ المسلمین وعامتهم ^۱ ۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تیمم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنه، واللہ تعالیٰ اعلم۔	رسول اور مسلمانوں کے ائمہ اور عوام الناس کے لئے خلوص کا نام ہے۔ اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی نے تیمم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱۲۰: از بہاولپور ریاست سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ و سکرٹری اوقاف ۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ پنجشنبہ
حضور ایک کمیٹی ریاست بہاولپور میں منتظم آمدنی و خرچ اوقاف مساجد کی ہے اس کو دو مسئلہ کی اس وقت ضرورت ہے اس پر
شرعی فتوے سے روشنی فرما کر بار احسان فرمائیں:
اول: مسجد کی جائیداد وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے مصارف میں خرچ ہو سکتی ہے یا نہ؟
دوم: اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کو کرایہ پر لے اور درمیان سال میں بوجہ بیماری وغیرہ چھوڑ دے تو کیا
ممبران اوقاف باقیماندہ کرایہ چھوڑ سکتے ہیں؟ فقط۔

الجواب:

(۱) ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسری میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں
بھیجنے کی اجازت نہیں۔

(۲) اگر اس نے عذر صحیح شرعی سے چھوڑا تو باقیماندہ کرایہ چھوڑا جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲: از انجمن اسلامیہ بریلی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یتیم خانہ اسلامیہ بریلی میں وہ یتیم جن کی عمر ۱۶ سال ۲ ماہ کی
ہے ان کی یہ دریافت طلب ہے کہ اس عمر والوں کو بموجب شرع شریف کے پرورش کرنے اور روٹی کپڑا دینے کا بار یتیم خانہ
کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟ ان لڑکوں کی حالت یہ ہے کہ سر دست یہ اس قابل نہیں ہوئے کہ یتیم خانہ سے نکلے، ہی وہ خود اپنے
قوت بازو سے معاش حاصل کر سکیں، اور اندیشہ ہے کہ ان لوگوں کو اگر اس طرح چھوڑ دیا جائے گا تو یہ آوارہ گردی اور بد اطواری
میں مبتلا ہو جائیں گے، اور امید ہے کہ چھ سات ماہ کو شش کر کے ان کو اس قابل کر دیا جائے گا کہ وہ کوئی پیشہ یا صنعت سیکھ کر
اپنی معاش وجہ حلال سے پیدا کر سکیں گے اور اس عرصہ میں ان کے واسطے کوئی صورت معاش حاصل کرنے کی پیدا کر دی جائے گی،

^۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب ان الدین النصیحة قدیمی مکتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴

پس اس صورت میں اگر ان لڑکوں کو اس عرصہ تک جب تک کہ وہ معاش پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں یتیم خانہ میں رکھا جائے اور ان کے ضروری مصارف خوردنوش کا تکفل یتیم خانہ سے کیا جائے تو عند الشرع یہ مصارف اسلامی چندہ کی امانت سے جو یتیموں ہی کے واسطے وصول کیا گیا ہے جائز ہوں گے یا ناجائز؟ اور اس روپیہ کے اس مدت میں صرف کرنے کا مواخذہ عند الشرع مستہان یتیم خانہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

زر چندہ شرعاً ملک چندہ دہندہ پر باقی رہتا ہے کما حققناه فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قدیم سے معمول یتیم خانہ رہا ہو کہ جو یتیم حد یتیم شرعی سے نکل کر بالغ ہو جائیں اور وہ بھی اپنے لئے رزق حلال کسب کرنے کے قابل ہونے تک ان کو یتیم خانہ میں رکھا جاتا اور زر چندہ سے ان کا خرچ کیا جاتا ہو، چندہ دہندگان اس پر آگاہ ہوا کئے اور اس پر راضی رہا کئے تو اب بھی جائز ہے لان المعروف کالمشروط والاجازة دلالة کالاذن الصریح (کیونکہ معروف چیز مشروط چیز کی طرح ہوتی ہے اور دلالة اجازت بھی صریح اجازت کی طرح ہے۔ ت) اور اگر پہلے سے یہ معہود اور معروف نہ رہا اور اب تمام چندہ دہندوں سے اجازت لینی ممکن ہو تو اجازت لے کر کر سکتے ہیں،

کیونکہ مال ان کا ہے اس لئے ان کی اجازت سے خرچ کیا جائے اور یہ راہ نیکی کے خلاف نہیں ہے حتیٰ کہ واپس لینا مکروہ ہے بلکہ اس میں نیکی کے لئے رغبت ہے اور یتیموں کو اس اجتماعیت میں شرکت کی رغبت ہو سکتی ہے (ت)	لان المال لهم فيصرف بأذنهم وليس هذا خلاف سبيل البر حتى يكره لهم الرجوع عنه بل ربما يؤيده ويرغب اليتامى في دخول هذه الجمعية۔

اور اگر سب سے اجازت نہ لے کر تو آئندہ مہینے کے چندے میں بقدر کفایت چند اشخاص سے اجازت لے لی جائے کہ تمہارا یہ چندہ جس حالت کے انقضاء تک اس کام میں صرف ہوگا جو اجازت دیں ان کا چندہ باقی زر چندہ سے جدا رکھ کر خاص اس کام میں صرف کریں یہاں تک کہ پورا ہو اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جس قدر پر اجازت پائی اس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہوگا اور اس کا مواخذہ مستہان پر رہیگا اور جن جن کا وہ چندہ تھا ان سب کا تاوان ان پر لازم آئے گا لانہم تعدوا علی اموالہم والمتعدی غاصب والغصب مضمون (کیونکہ انہوں نے دوسرے کے مال پر تعدی کی ہے اور تعدی غصب ہے اور غاصب سے ضمان لیا جاتا ہے۔ ت) اور اگر وہ یتیم حالت یتیم سے یتیم خانہ میں تھے اور بعد ظہور بلوغ یا

پندرہ سال کی عمر پوری ہونے کے یتیم خانہ سے ان پر صرف کیا گیا اور اجازت مذکورہ نصایا عرفاً ثابت نہ تھی تو سال بھر سے زائد یہ مواخذہ ذمہ مستمان لازم اور تاوان ادا کرنا واجب ہو چکا صرف آئندہ سے سوال کیوں واللہ الہادی بردار ان اسلام کو احکام اسلام سے اطلاع دینی خیر خواہی ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہر مسلمان کا حق ہے والدین النصیح لکل مسلم^۱ (دین تمام مسلمانوں کیلئے خلوص اور بھلائی کا نام ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳: از اکبر آباد جامع مسجد مسئلہ جناب مولوی محمد رمضان صاحب ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

حضرت مولانا بالفضل والمعرفۃ اولانا مجدد مائتہ حاضرہ دام مجد کم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک استفتا رسال خدمت اقدس ہے، امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد سرفراز فرمایا جاوے، یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے اور میری نظر سے ابھی کوئی نظیر ایسی نہیں گزری جس سے تشفی بخش جواب دیا جاسکتا، خیال ہوتا ہے کہ زید وکیل بالقبض ہے مگر سارا باب وکالت کا دیکھ ڈالا یہ صورت ایسی انوکھی ہے کہ صاف جواب نہیں ملتا، لہذا تصدیقہ وہ خدمت اقدس عالیہ ہو یا زیادہ والتسلیم بہزار تقنیم، عاجز محمد رمضان غنی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کیا گیا عمرو نے پانچ سو روپے کا ایک چک دیا جو نوٹ نہیں تھا بلکہ کتاب کا ورق تھا جس کے ذریعہ سے بینک سے روپیہ وصول کیا جاسکتا ہے کہ بینک سے روپیہ وصول کر کے اس رقم میں شامل کر لی جائے وہ چندہ زید کے پاس جمع ہوا جو اس مسجد کے متولیوں میں سے ایک متولی تھا اس نے چک کا روپیہ وصول نہیں کیا خواہ غفلت سے خواہ اس چک میں بینک کی جانب سے کوئی اعتراض ہو ازاں بعد زید کا انتقال ہو گیا اور ورثائے زید نے بھی روپیہ وصول نہیں کیا ازاں بعد عمرو کا بھی انتقال ہو گیا باقی متولیان مسجد مذکورہ نے ورثائے زید پر اس جمع شدہ چندہ کی نالاش کر کے ڈگری بھی حاصل کر لی ورثائے زید سے اس چک کا روپیہ وصول کرنا کہ ان کے مورث کی غفلت یا بینک کے کسی اعتراض کی وجہ سے وصول نہیں ہوا تھا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نادرست؟ یہ ملحوظ رہے کہ وہ چک اب کسی کام کا نہیں رہا، بینو اب الکتتاب توجروا عند اللہ احسن ثواب (کتاب سے بیان کرو اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پاؤ۔ فقط۔

^۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۵/۱

صورتِ مسئلہ میں متولیانِ مسجد کی وہ نالاش محض باطل تھی اور ڈگری سراسر خلافِ شرع ہوئی، وہ روپیہ مسجد میں لینا نہ احرام ہے، اور اگر لے لیا ہے تو رٹائے زید کو واپس دینا فرض ہے، ظاہر ہے کہ روپیہ جو کوئی شخص بنک میں جمع کرتا ہے وہ بنک پر دین ہوتا ہے، عمرو نے جو وہ روپیہ تعمیرِ مسجد کو دیا اگر مسجد موجود تھی اور اس کی تعمیر کو دیا تو یہ مسجد کے لئے ہیہ ہوا، عالمگیریہ میں ہے:

اسی طرح خزانہ المفتین وغیرہا میں ہے اس تقدیر پر یہ ہبۃ الدین عمن غیر من علیہ الدین مع تسلیطہ علی القبض (غیر مدیون کو قبضہ پر اختیار دے کر دین کا ہبہ کیا گیا ہے۔ ت) ہوا، متولیان مسجد مویوب لہ کے نائب اور عمر و کی طرف سے وکیل بقبض الدین ہوئے اور اگر هنوز مسجد موجود نہ تھی بلکہ بنانا چاہتے تھے اسکے چندہ میں دیا تو ہبہ نہیں ٹھہرا سکتے کہ معدوم کے لئے ہبہ ممکن نہیں متولی صرف وکیل بالقبض ہوئے، دونوں صورتوں میں جب تک قبضہ نہ ہوا روپیہ ملک عمرو پر تھا، صورت ثانیہ میں تو ظاہر ہے کہ سرے سے ہبہ ہی نہ ہوا تو ملک مالک سے خروج کیا معنی،

عالمگیری میں ذخیرہ سے ہے:

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فصل ثانی نورانی مکت خانہ شاہور ۲/ ۴۶۰

فی بناء المسجد فانفق من تلك الدراهم في حاجته ثم رد بدلها في نفقة المسجد لایسعه ان یفعل ذلك فان فعل فان عرف صاحب ذلك المال رد علیه اوسأله تجدید الاذن فیہ^۱ الخ۔	جمع کیا اور ان دراہم کو اس نے اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ کر لیا پھر اس کے بدلے مسجد کی ضرورت میں اپنا مال خرچ کیا تو ایسا کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے اگر کر لیا تو چندہ دینے والوں کو چندہ واپس کرے یا ان سے نئی اجازت طلب کرے اگر چندہ دینے والوں کا علم ہو۔ (ت)

اور صورت اولیٰ میں اس لئے کہ ہبہ بے قبضہ تمام و مفید ملک موہوب لہ نہیں ہوتا، ابھی واقعات حسامیہ و ہندیہ سے ہبہ مسجد میں گزرا کہ یتیم بالقبض (قبضہ ہو جانے سے ہبہ تام ہو جاتا ہے۔ ت) اسعاف پھر بحر الرائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

لوان قومابنوا مسجدا وفضل من خشبہم شیعی قالوا یصرف الفاضل فی بنائہ ولا یصرف الی الدھن والحصیر هذا اذا سلموا الی المتولی لبینی بہ المسجد والا یكون الفاضل لہم یصنعون بہ ما شاءوا^۲۔	اگر قوم نے مل کر مسجد تعمیر کی اور کچھ تعمیراتی سامان لکڑی وغیرہ بیچ جائے تو فقہاء نے فرمایا کہ بچے ہوئے کو اسی عمارت میں خرچ کرے اور اس کو دوسرے مصارف مثلاً مسجد کی چٹائی اور تیل وغیرہ میں نہ خرچ کرے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ قوم نے متولی کو یہ کہہ کر سونپا ہو کہ اس کو تعمیر میں خرچ کر دو، ورنہ فالتو سامان ان دینے والوں کی ملکیت رہے گا وہ جہاں چاہیں صرف کریں۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

لا یصح تملیکۃ ای الدین من غیر من ہو علیہ الا اذا سلطہ علی قبضہ فیکون وکیلا قابضاً للموکل ثم لنفسه^۳۔	اس کی یعنی قرض کی مقروض کے غیر کو تملیک جائز نہیں تاوقتیکہ اس غیر کو قرض کی وصولی پر مقرر نہ کر دے تاکہ یہ اس مالک کی طرف سے وصولی کا وکیل بن کر پھر اپنے لئے وصولی کا مالک بن جائے (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنہا نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۰/۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد فصل ثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۲/۲

^۳ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین فائده نمبر ۵ اداره القرآن کراچی ۲۱۳/۲

جامع الفصولین میں ہے:

قرض کا ہبہ غیر مقروض کو صرف اسی صورت میں جائز ہوگا جب وہ اس کو اپنی طرف سے قبضہ کیلئے مقرر کرے، تو یوں قبضہ کر لینے کے بعد ہبہ قرار پائے گا اور پھر اس کا قبضہ ہو جانے پر صحیح ہو جائے گا (ملتقطاً) (ت)	هبة الدين من ليس عليه لم تجز الا اذا سلطه على قبضه فيصير كانه وهبه حين قبضه ولا يصح الا بقبضه¹ (ملتقطاً)۔

یہاں اگر موت عمرو سے پہلے چک بیکار ہوگا تو ہبہ بوجہ ہلاک موہوب قبل القبض باطل ہو گیا اور اگر موت عمرو کے بعد بیکار ہوا تو بوجہ موت واہب قبل تسلیم کما فی الدر المختار وعامة الاسفار (جیسا کہ در مختار اور عام کتب میں ہے۔ ت) بہر حال مسجد کے لئے ملک اصلانہ ہوئی تو متولیان مسجد کو اس کا مطالبہ کس بناء پر پہنچ سکتا تھا، نہ کسی طرح ان کی ڈگری ہو سکتی تھی نہ ہرگز انہیں اس کا لینا حلال، نہ مسجد میں خرچ کرنا حلال، معذرا غفلت اگر جرم ہے تو نہ صرف زید بلکہ سب متولیوں کا کہ جب عمرو نے وہ چک مسجد کو دیا تھا ہر متولی کو مسجد کے لئے اس کا حاصل کرنا تھا فقط زید کے پاس جمع کر دینے سے کیا باقی سب تولیت مسجد سے خارج ہو گئے اگر خارج ہو گئے تو انہوں نے دعوٰی کس بنا پر کیا اور اگر خارج نہ ہوئے تو انہوں نے کیوں نہ وصول کیا یا کرایا، کیوں مال ضائع ہونے دیا، جرم ہے تو سبھی پر ہے، بلکہ اگر چک بعد موت زید بیکار ہوا تو تنہا باقیوں پر الزام ہے کہ ورثاء متولی متولی نہیں، ان متولیوں نے کیوں تلف ہونے دیا، علاوہ بریں اگر یہ جرم تھا تو اتنا کہ ایک مال جو مسجد کی ملک ہو جاتا وصول نہ کیا نہ یہ کہ ایک مال جو مسجد کی ملک تھا تلف کر دیا تو یہاں تملک سے امتناع ہے نہ کہ مملوک کا ضیاع، تو ضمان کیا معنی، اور جب ضمان نہیں تو زید ہی کے مال پر مطالبہ نہ آیا تو ورثاء سے مطالبہ کیا،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)	قال الله تعالى "لا تَزِمُوا زِرَارًا وَذُرَارًا أُخْرَى" ²۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بوجہ غفلت چک بیکار ہوا ہو، اور اگر بنک والوں نے اس میں کوئی نقص نکال کر روپیہ نہ دیا جب تو ظاہر ہے کہ زید بے قصور ہے بالجملہ دعوٰی بہر حال باطل و بے معنی ہے، واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔

¹ جامع الفصولین الفصل الرابع والثلاثون فی الاحکامات ہبة الدين اسلامي کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۶

² القرآن الکریم ۶/ ۱۲۳

مسئلہ ۱۲۴: مسئلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ بطور چندہ کانپور کے بیوگان و یتیمان وغیرہ کے واسطے جمع کیا ہو، اور
اب بعد فیصلہ کانپور وہ روپیہ اکثر مردمان کی رائے سے تعمیر مسجد میں لگا دیا جائے تو اس کے بابت کیا حکم ہے؟

الجواب:

چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہو جب اسکے بعد بچے تو وہ انہیں کی ملک ہے جنہوں نے چندہ دیا ہے، کما حقناہ فی فتاوانا (جیسا کہ
ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ ت) ان کو حصہ رصدا واپس دیا جائے یا جس کام میں وہ کہیں صرف کیا جائے، اور
اگر دینے والوں کا پتانہ چل سکے کہ ان کی کوئی فہرست نہ بنائی تھی نہ یاد ہے کہ کس کس نے دیا اور کتنا کتنا دیا تو وہ مثل مال لفظ
ہے اسے مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از شہر مرسلہ جناب حافظ میاں صاحب ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ یوم دو شنبہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک ملک اور ایک باغ واسطے نیاز حضور جناب امام
حسین علیہ السلام اور فاتحہ پیران عظام اور مرمت شکست ریخت زیارت بغرض بقائے نشان و نیز خیرات خالصا للہ وقف کی، آیا
یہ وقف مذہب اہل سنت و جماعت میں جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب بادل لیل مشرح فرمائے، بینوا تو جو را۔

الجواب:

خیرات خالصا للہ کے لئے وقف جائز و صحیح ہے یونہی نیاز و فاتحہ حضرت امام و اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے، جبکہ
اسے مصرف خیر میں صرف کرنا ہو۔ رہی مرمت زیارت، اگر اس مراد وہ مکان ہے کہ مسافرین، زائرین، حاضرین عرس کے
آرام کو بنایا گیا تو وہ مثل سرائے و مسافر خانہ قربت ہے اور اس کی مرمت مثل عمارت، تو اس پر بھی وقف جائز و صحیح ہے۔

فی الدرالمختار الوقف علی ثلثة اوجه اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط و خان و مقابر و سقایات و قناطر و نحو ذلک کمساجد و طواحین و طست لاحتیاج الكل لذلك الخ ^۱	در مختار میں ہے کہ وقف تین طرح ہوتا ہے: فقراء کے لئے یا پہلے اغنیاء اور پھر فقراء کے لئے یا دونوں کے لئے مساوی، جیسے سرائے، تکیہ، قبرستان، سبیلیں اور خیمے وغیرہ۔ مثلاً مساجد، چکیاں اور برتن کیونکہ یہ تمام لوگوں کی ضروریات ہیں (ت)

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۶

اور اگر مراد عام قبر کی مرمت ہے تو وہ قربت نہیں اور وقف کے لئے قربت ہونا شرط ہے،

در مختار میں ہے کہ وقف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ذاتی طور پر نیکی ہونا واضح طور پر معلوم ہو الخ۔ (ت)	فی الدر المختار شرطه ان يكون قربة في ذاته ملوماً منجزاً ^۱ الخ۔

فتاویٰ قاضی و فتاویٰ سراجیہ و تنویر الابصار وغیرہا میں ہے:

قبر کی لپائی کی وصیت کی تو باطل ہے اھ مختصراً (ت)	اوصی بان یطین قبر فھى باطلۃ ^۲ اھ مختصراً

ردالمحتار میں ہے:

وصیت، صلہ رحمی ہو یا پھر نیکی ہو، اور یہ دونوں میں سے نہیں ہے، لہذا باطل ہے (ت)	الوصیة اماصلة او قربة وليست هذه واحدة منهما فبطلت ^۳ ۔

ہاں قبور اولیاء کرام کے حفظ و نگہداشت کو جبکہ ان کی تعظیم و تکریم کے تحفظ اور توہین و پامالی سے بچانے اور مسلمانوں کے وہاں حاضر ہو کر فیض ثواب و تبرکات پانے کے لئے ہو قربت کہنا اقرب بفقہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یہ پہچان سے قریب تر ہے تاکہ ان کو اذیت سے بچایا جائے۔ (ت)	"ذَلِكَ اَدْنَىٰ اَنْ يُعْرِفَنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ" ^۴ ۔

در مختار میں ہے:

قبروں کی لپائی مکروہ نہیں ہے، مختار قول میں بعض نے کہا مکروہ ہے۔ مزدوی نے فرمایا اگر کتابت کے لئے ضرورت ہو تاکہ قبر کے آثار ختم نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے (ت)	تطيين القبور لا يكره في المختار وقيل يكره وقال البزدوي لو احتج لكتابة كيلا يذهب الاثر ولا يستهين لالباس به ^۵ ۔

عقود الدرر میں ہے:

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی ۱۵/۷۷۷

^۲ در مختار کتاب الوصایا باب الوصیة للاقارب مطبع مجتبائی، دہلی ۱۲/۳۳۰

^۳ ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۴۱

^۴ القرآن الکریم ۳۳/۵۹

^۵ در مختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی، دہلی ۱۲/۲۵۲

ان كان القصد بذلك التعظيم في عين العامة حتى لا يحتقر واصحاب هذا القبر الذي وضعت عليه الثياب ولجلب الخشوع والادب لقلوب الزائرين الغافلين كما ذكرنا من حضور روحانيتهم المباركة عند قبورهم فهو امر جائز الخ¹۔	اگر مقصد یہ ہو کہ اس سے لوگوں کی نظروں میں تعظیم ہوگی اور قبر والے کی تحقیر سے حفاظت ہوگی تو اس کی قبر پر کپڑا ڈالنا اور غافل لوگوں کو وہاں خشوع کی طرف اور ادب کی طرف راغب کرنا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ قبروں پر اصحاب قبور کی روحیں حاضر ہوتی ہیں، اس لئے ہو تو یہ جائز ہے الخ (ت)

اور شک نہیں کہ ہر مباح بہ نیت محمودہ محمود و قربت ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوى²۔	اعمال نیت کے ساتھ ہیں، ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے (ت)

اس صورت میں اس مرمت کے لئے تنہا بھی وقف صحیح ہو سکتا ہے لیکن یہاں جبکہ صرف مرمت قبر پر وقف نہیں بلکہ اس میں مصارف قبر صراحۃً مذکور ہیں تو ایک مصرف جائز اگرچہ خود قربت نہیں، ان میں شامل کرنا وقف کو ناجائز نہیں کر سکتا غایت یہ کہ گویا اتنا روپیہ جس قدر کی حاجت کبھی مرمت قبر کے لئے واقع ہو مصارف خیر سے ایک مصرف جائز کے لئے مستثنیٰ ہو اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

اذ جعل اوله على معنيين صار كأنه استثنى ذلك من الدفع الى الفقراء كما صرح حواہ³۔	جب وقف کرتے ہوئے دو چیزوں کو ذکر کیا گیا تو گویا یہ فقراء کو دینے سے مستثنیٰ ہوگا جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

فتاویٰ قاضی خان ردالمحتار میں ہے:

لو قال ارضى صدقة موقوفة على من يحدث لي من الولد وليس له ولد يصح لان قوله صدقة موقوفة	اگر کسی نے یوں کہا کہ میری یہ زمین آئندہ پیدا ہونیوالے میرے بچے کے لئے صدقہ ہے فی الحال اگرچہ بچہ نہ ہو تو بھی یہ صحیح ہے کیونکہ اس کا صدقہ کہنا اس کو

¹ العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية مسائل وفوائد شتى من الحظرو والاباحة ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۵۷/۲

² صحيح البخارى باب كيف كان بدء الوحي قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

³ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۷/۳

وقف علی الفقراء و ذکر الولد الحادث للاستثناء ^۱ ۔	فقراء کے لئے وقف قرار دے گا اور آئندہ ہونیوالے بچے کا ذکر فقراء کے مصرف سے مستثنیٰ ہوگا۔ (ت)

بالجملہ صورت مذکورہ میں وہ وقف ضرور صحیح و جائز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقف علی الاولاد وقف علی النفس جائز ہیں یا نہیں؟ اور ان کے کیا معنی ہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

شرع مطہر میں وقف علی الاولاد و وقف علی النفس سب جائز ہے یعنی اپنی جائدادیوں وقف کرے کہ تاحیات کلیۃً خود اس سے متمتع رہوں تمام آمدنی اپنے مصارف ذاتی پر صرف کروں میرے بعد میری اولاد و اولاد اولاد اس سے بدیں تفصیل یا حصہ مساوی (جس طرح چاہے کہے) متمتع ہوتی رہے جب نسل میں کوئی نہ رہے تو فلاں مدرسہ یا مسجد یا فقراء یا کار خیر کے لئے ہو جس طرح کہے گا اسی طرح پابندی ہوگی اور جائداد بیع و ہبہ وغیرہ انتقال کے اصلاً قابل نہ رہے گی تولیت کا بھی اختیار ہے کہ اپنی حیات تک چاہے اپنے ہی نام رکھے یا اپنی اولاد کے نام اور بعد کو بھی جس طرح کی جائز شرطیں چاہے تولیت میں لگائے سب کی پابندی اسی طرح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: از بنارس محلہ پتر کٹھ مکان بوائن مرحومہ مرسلہ محمد مغل صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی ایک موضع میں ۴۰ حقیقت زمیندار ہے جس سے انتفاع تخمیناً مبلغ ۱۳۰ روپیہ ماہوار کا ہے اور یہ اراضی ہندہ کو اپنے شوہر مرحوم سے دین مہر میں ملی ہے چونکہ ہندہ لا ولد ہے اس وجہ سے اپنی جائداد مذکورہ اس طور سے وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتی ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے خود متولی رہ کر اس کی آمدنی سے بطریق مناسب خیرات کرتی رہے گی بعد اس کے مرنے کے چار شخص دیندار متدین جنکو کہ وہ نامزد کرے گی وہ لوگ متولی ہوں گے اور اس آمدنی سے ایصال ثواب جس طریقہ سے وقف نامہ میں لکھے گی کرتے رہیں گے، ہندہ کی تین حقیقی بہنیں ہیں سوائے ان کے کوئی عزیز قریب نہیں ہے اور یہ ہر سہ بہنیں صاحب اولاد ہیں اور ان کی ماہوار آمدنی ہندہ کے آمدنی سے زیادہ غرضکہ ہر سہ بہنیں محتاج نہیں ہیں، اکثر اشخاص یہ کہتے ہیں کہ یہ وقف از روئے شرع شریف

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی الوقف علی الاولاد نوکثور لکھنؤ ۱۴/ ۳۱

ناقص و ناجائز ہوگا اس وجہ سے کہ حقیقی بہنیں موجود ہیں اور ہندہ پر حق العباد کا مواخذہ رہے گا اور اس کو اجر و ثواب اس کا نہ ہوگا بلکہ گنہگار ہوگی کہ وہ حق تلفی کرتی ہے، چونکہ ہندہ جائداد مند کورہ بالا ثواب و صدقہ جاریہ کے غرض سے وقف کرتی ہے پس اس صورت میں یہ وقف جائز ہوگا یا کہ ناجائز؟ اور ہندہ وقف کرنے سے ثواب پائے گی یا حق العباد کی حق تلفی سے گنہگار ہوگی؟ امید کہ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔ بینواتوجروا۔

اسے اپنی صحت میں وقف کا اختیار ہے جس طرح وقف کرے گی کل یا بعض وقف ہو جائے گی مگر نیت اگر یہ ہے کہ بہنوں کو ترکہ سے محروم کرے تو یہ اگرچہ حق العبد میں گرفتار نہیں کہ صحت مورث میں کسی وارث کا کوئی حق اس کے مال سے متعلق نہیں ہوتا مگر ایسی نیت ضرور مذموم و سخت شنیعہ ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة ^۱	جو بلا وجہ شرعی اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کا حصہ قطع کر دے۔ (ت)

بہنوں کا مالدار ہونا کوئی وجہ شرعی ان کے محروم کرنے کی نہیں۔ راہ یہ ہے کہ یا تو وارثوں سے رضامندی لے وہ سچے دل سے اجازت دے دیں کہ تم اپنی جائداد مصارف خیر کے لئے وقف کرو یا وقف الہی کرے کہ وقف کا بھی ثواب پائے اور وارث بھی محروم نہ ہوں یعنی یوں وقف کرے کہ یہ جائداد میں نے اپنی زندگی بھر اپنے نفس پر وقف کی اور اپنے بعد اپنے ورثہ پر اور جب وہ اور اس کا وارث کوئی نہ رہے تو فلاں فلاں مصارف خیر پر اس میں یہ بھی جائز ہوگا کہ جائداد میں سے جتنا چاہے اپنی حیات اور اپنے وارثوں کے حیات میں بھی مصارف خیر کے لئے معین کر دے اتنا ان میں صرف ہوگا باقی اپنی زندگی بھر یہ لے گی اور اس کے بعد اس کے وارث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

از مدرسہ نعمانیہ دہلی مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی

مسئلہ ۱۲۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے مکان کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے کہ اس میں وراثت جاری نہ ہو، منشاء زید یہ ہے کہ مکان آبائی اسی طرح قائم رہے حصہ بخیرہ ہو کر خراب نہ ہو کہ ورثہ اپنے اپنے حصے بیچ کر دیں گے، اولاد زید اس میں رہا کرے اولاد اناث کو اگر ضرورت ہو یعنی

^۱ سنن ابن ماجہ باب الحیف فی الوصیۃ ادارۃ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا ص ۱۹۸

ان کی سسرال سے کسی ناچاقی کی وجہ سے یہاں آنا ہو تو وہ بھی رہے اور خرید و فروخت ہیہ وغیرہ کا کسی کو اختیار نہ رہے البتہ شکست و ریخت یا تعمیر جدید یا تعمیر مکانیت مناسب کا ہمیشہ اختیار ہے زید کی ایک ہمیشہ بھی سہیم ہے وہ اس وجہ سے کہ اس کے لڑکے شاید ناراض ہوں تحریر نہیں دیتی زبانی خاص لوگوں کے روبرو اپنا معاف کرنا بیان کرتی ہے، اس صورت میں زید کا وقف کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

زید کو ایسے وقف کا اختیار ہے اور یہ وقف صحیح ہے اولاد نرینہ کے سامنے ہمیشہ کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وقف پر کہ غیر مرض موت میں کیا جائے کسی وارث کو حق اعتراض نہیں، نہ حصہ معاف کرنے کی ضرورت، نہ کسی تحریر دینے کی۔ وہ یہ مضمون لکھ دے کہ میں نے اپنا مکان محدود و محدود چنیں و چناں اپنی زندگی بھر اپنے نفس پھر اپنی اولاد پھر فقراء مسکین اہل سنت و جماعت پر بایں شروط وقف صحیح شرعی لازم کیا۔

(۱) اپنی حیات بھر خود اس میں رہوں گا۔

(۲) میرے بعد میری اولاد نرینہ و اولاد نرینہ و اولاد نرینہ تا بقائے نسل اس میں رہیں۔

(۳) اولاد اولاد اولاد میں جو اناں ہوں جب تک شادی نہ ہو یا جو بیوہ ہو جائے اور وہاں ٹھکانہ نہ رہے یا بوجہ ناچاقی وہاں نہ رہ سکے وہ بھی تا بقائے ضرورت اس میں سکونت رکھے گی۔

(۴) جب نسل میں اولاد ذکر نہ رہیں اولاد اناں کو حق ہوگا۔

(۵) جب وہ بھی نہ رہیں مکان کرائے پر دیا جایا کرے گا اور کرایہ فقراء مسکین اہل سنت و جماعت مطابق عقائد علمائے حریم شریفین پر صرف ہوا کرے گا۔

(۶) شکست ریخت کا صرف میری زندگی میں میرے ذمہ پھر اولاد ساکنین پھر کرایہ مکان سے ہوا کرے گا۔

(۷) کسی وقت کسی کو اس کی بیع و ہیہ و انتقال وغیرہ کا اختیار نہ ہوگا، اور یہ جو مناسب ہوں شرائط لکھ کر وقف نامہ مکمل کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹ تا ۱۳۰: از آگرہ کڑہ مسئولہ محمد نواب حسین کارخانہ دار کامدانی ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) زید اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے اور ایک ثلث آمدنی جائداد کا کار خیر میں دینا منظور ہے بعد منہائی دیگر اخراجات ضروری مرمت وغیرہ میں جو رقم باقی رہے اس میں سے ایک ثلث کار خیر میں صرف کرنا یا کل آمدنی میں سے۔

(۲) جو رقم ثلث آمدنی کارِ خیر کے واسطے نکالی جائے اس میں سے نیازِ بزرگانِ دین کی و محفل میلاد شریف میں خرچ کرنا و کسی مدرسہ وغیرہ میں دینا مقصود ہے یہ جائز ہوگا اس حالت میں جداگانہ زکوٰۃ کی تو ضرورت نہ رہے گی۔

الجواب:

(۱) یہ اسکی زبان پر ہے اگر وقف میں یہ شرط لگائے گا کہ کل آمدنی بلا اخراج خرچ کا ثلث تو یہی واجب ہوگا اور منافع خالص کا ثلث کہے گا تو خرچ نکال کر جو بچا اس کی تہائی اور اگر مطلق کہے گا تو حسب عرف منافع خالص کا ثلث سمجھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کارِ خیر میں جو کام متعین کر دے گا مثلاً مسجد یا مدرسہ یا مساکین وہ ثلث اس میں صرف ہو سکے گا اور اگر نیازِ بزرگانِ دین و محفل میلاد شریف بھی اسی میں شامل کرے گا تو یہ بھی ہو سکے گا یہ ثلث کارِ خیر میں صرف کر دینا بقیہ دو ثلث پر سے زکوٰۃ ساقط نہ کر دے گا جبکہ اس کے پاس حاجاتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب بچے اور سال گزرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔





باب المسجد

(احکام مسجد کا بیان)

مسئلہ ۱۳۱: میمن محمد عبداللہ ابو بکر سوداگر زورنگل بازار انتصار گنج ریاست حیدر آباد دکن ۱۲ شوال ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ پر عرصہ تیس سال سے اذان و نماز باجماعت و جمعہ ہوا کرتی ہے، اس پر محراب و منبر بھی ہے، زید کہتا ہے کہ محض چبوترہ پر نماز و غیرہ قائم ہونے سے حرمت مسجد نہیں ہوتی کیونکہ اس پر نہ چھت ہے نہ منارہ جو لوازمات مسجد ہیں، بکر کہتا ہے یہ لوازمات مسجد نہیں اذان و نماز پنجگانہ باجماعت و جمعہ کا قیام کافی ہے، اب از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زید کا قول محض باطل و خلاف شرع ہے مسجد کے لئے چھت، منارہ، دیواریں کوئی چیز لازم نہیں، اس میں تو منبر محراب موجود ہے، یہ بھی نہ ہوتا تو بھی مسجدیت میں خلل نہیں۔ مسجد صرف اس زمین کا نام ہے جو نماز کیلئے وقف ہو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہو جائے گی، مسجد کا احترام اس کے لئے فرض ہو جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

رجل له ساحة لا بناء فيها امر قوما ان يصلوا فيها بجماعة ابدوا امرهم بالصلوة مطلقاً ونوى	کسی شخص کی خالی زمین ہے جس میں عمارت نہیں اس نے لوگوں کو کہا کہ اس میں ہمیشہ نماز باجماعت پڑھا کرو، یا یوں کہا کہ اس میں نماز پڑھو، اور نیت

الابد صارت الساحة مسجد اكدافي الذخيرة وهكذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ^۱ (ملخصاً)	بہشتگی کی کی تھی تو دونوں صورتوں میں وہ خالی زمین مسجد ہو گئی جیسا کہ ذخیرہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے (ت)

جبکہ اس چوترہ کا کوئی مالک ومدعی نہیں اور اس میں مدتوں سے نماز باجماعت ہوتی ہے، جمعہ ہوتا ہے، منبر ہے، محراب ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو مسجد نہ سمجھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۲: از شملہ مسجد قطب خاناماں کوہ شملہ خورد مرسلہ عالم خاں ممبر و سکریٹری مسجد مذکورہ ملازم کو ٹھی آرناڈیل ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک شخص قطب خاناماں نے تین مسجدیں مقام کوہ شملہ تین بازاروں میں بنوائی تھیں، بازار کلاں و بازار بابو گنج و بازار چھوٹا شملہ، خاناماں مرحوم نے خاص اپنی سعی و کوشش سے انگریز سے زمین بھی لی اور بنیاد بھی مسجد کی خود ہی ڈالی، اور اپنے زر خاص سے مسجد کو بنوایا، اور تیار ہونے پر بھی خاناماں مغفور نے اپنی حین حیات مسجد کی خدمت و خبر گیری کی اور مسجد کے ہمیشہ خرچ کے لئے کچھ جائداد بھی مسجد کے متعلق کی جو مسجد کے خرچ کو کافی ہے، اب بعد گزر جانے خاناماں مرحوم کے بے انتظامی متولیان و منتظمان وقت کے سبب مسجد کے شہید ہو جانے پر اور پیشہ کے چند لوگوں نے چندہ جمعہ کر کے مسجد مذکور کو تعمیر کرایا اور انتظام دست بدست دیگر اراں رہا، سواب حق زیادہ مسجد پر پہلے بنانے والے اور اسکے گروہ کا ہے یا بعد کے بنانے والوں کا اور اس کے گروہ کا؟ اور نام روشن ہونا مسجد پہ اور مسجد کی تمام چیزوں پہ کس کا ہونا چاہئے یا کسی کا بھی نہیں؟ او مسجد مذکور قطب خاناماں کے نام سے پکاری جاتی ہے، بعد گزر جانے خاناماں مذکور کے انتظام مسجد دست بدست دیگر اراں رہا جو کہ منتظم یا متولی مانے جاتے رہے ہیں، بایں صورت ایک شخص بابو پندرہ بیس سال سے متولی یا منتظم قرار دیا ہوا تھا اور انتظام مسجد و آمدنی و خرچ سب اسی کے سپرد تھا سوا کے انتظام و تولیت سے مسجد کو سراسر نقصان ہوا، یہاں تک کہ مسجد مقروض بھی ہوئی اگرچہ اب نہیں ہے، لیکن مسجد پر خستگی اب بھی ظاہر ہے اور نمازیوں کو تکلیف سامان نماز سے ہمیشہ پہنچتی رہی، لہذا متولی ہذا کو معزول کر کے بجائے اس کے چند اشخاص معقول ممبر مقرر کر کے جو ایک پیشہ اور اسی بازار کے تھے، انتظام مسجد و آمدنی و خرچ ان کے متعلق کیا گیا، اب آئندہ انتظام دستور سابق کے موافق ہونا چاہئے جو متولی معزول کے وقف میں تھا اور اسی روش پہ چلنا چاہئے یا نئے طریق سے جو مسجد کی آسودگی و نمازیوں کے آرام کی صورت ہو، جو کتابیں کہ اب انتظام مسجد کے حساب و کتاب کے واسطے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۵۵

نئی تیار ہوئی ہیں ان پر نام قطب خانساں کا لکھا گیا ہے، گروہ دوم کہتا ہے کہ ان پہ قطب خانساں کا نام لکھنا شرک و بدعت ہے چونکہ پہلے نہ تھا اب کیوں لکھا گیا؟ گروہ خانساں کہتا ہے کہ کتابوں پہ نام کا ہونا شرک و بدعت نہیں ہے، پہلے کا دستور قاعدہ جب لیں جو قواعد و طریق سابق سے مسجد کو آسودگی اور نمازیوں کو آرام پہنچا ہو، مسجد کی آمدنی کا روپیہ خانساں کے گروہ کے پاس رہنا چاہئے یا گروہ دوم کے پاس؟ اور زرمذ کو زیادہ مالدار کے پاس رہے یا تھوڑے مالدار کے پاس؟

الجواب:

مسجد قیامت تک اصل بانی کے نام سے رہے گی اگرچہ اس کی شکست ریخت یا شہید ہو جانے کے بعد دوبارہ تعمیر اور لوگ کریں، ثواب ان کے لئے بھی ہے مگر اصل بنا بانی وقف کے واسطے خاص ہے،

فان اصل المسجد الارض والعمارة وصف ولا يكون من اعداد الوصف كمن احدث الاصل۔	کیونکہ اصل مسجد تو زمین ہے اور عمارت وصف ہے چنانچہ جس نے وصف کا اعادہ کیا وہ موجد اصل کی مانند نہیں ہو سکتا۔ (ت)

کتابوں پر خانساں کا نام لکھا جانا نامناسب نہیں بلکہ بہتر ہے اور اسے شرک و بدعت کہنا بدعت ہے۔ اسعاف پھر رد المحتار میں ہے:

من قصد الواقف نسبة الوقف اليه وذلك فيما ذكرنا ¹ ۔	واقف کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کی طرف منسوب رہے، اور یہ ہماری مذکورہ صورت میں ہی ہو سکتا ہے (ت)

متولی مسجد بھی جب تک خانساں کی اولاد یا کنبہ والوں میں کوئی شخص اس کا اہل پایا جائے اور لوگوں میں سے نہ کیا جائے گا، در مختار میں ہے:

مادام احد يصلح التولية من اقارب الواقف لايجعل المتولى من الاجانب لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف اليهم ² ۔	جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی متولی وقف بنانے کی اہلیت رکھتا ہو بیگانوں میں سے کسی کو متولی نہ بنایا جائے کیونکہ واقف کا قریبی رشتہ دار وقف کا زیادہ خیال رکھنے والا ہوگا اس لئے کہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کے خاندان کی طرف منسوب رہے (ت)

¹ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۱

² در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۹

مسجد کا روپیہ اسی متولی کے اختیار میں رہے گا اسکے لئے دیانتداری کا گزار ہونا شرط ہے مالدار ہونا ضرور نہیں، مالداروں کی سپردگی میں جبکہ مسجد کی بے انتظامی اور نمازیوں کو تکلیف رہی تو اس انتظام کا بدلنا اور ہوشیار دیانت دار پرہیزگار مسلمانوں کی نگرانی میں دینا فرض تھا، درمختار میں ہے:

یمنع وجوباً بزازية، لو الواقف درر، فغیره بالاولی غیر مأمون او عاجزاً او ظہر بہ فسق کشر بخبر ونحوہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	وقف متولی کی تولیت سے نکال لینا واجب ہے (بزازیہ) اگرچہ خود واقف ہی متولی ہو (درر) جبکہ وہ غیر امین یا عاجز ہو یا اس کا فسق جیسے شراب نوشی وغیرہ ظاہر ہو جائے [جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو] غیر واقف سے اس صورت میں وقف کا واپس لے لینا بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳: ازرام پور پریلاتالاب مسجد شاہ درگاہی صاحب مرسلہ مولوی عبدالقادر صاحب بنگالی ۵ صفر ۱۳۲۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ ایک مسجد چھپر کی تھی اب ایک شخص نے اسکو توڑ کر اپنے پاس سے روپیہ دے کے اسی جگہ میں ٹین کر دیا، اب توڑا ہوا چھپر فروخت کرنا برائے خرچ مسجد کے یا بیٹھک خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر بیٹھک خانہ درست ہے تو ازروئے شرع شریف کے کس صورت پر جائز ہوگا فقط، بینواتوجروا۔

الجواب:

حاکم اسلام اور جہاں وہ نہ ہو تو متولی مسجد و اہل محلہ کو جائز ہے کہ وہ چھپر کہ اب حاجت مسجد سے فارغ ہے کسی مسلمان کے ہاتھ مناسب داموں بیچ ڈالیں اور خریدنے والا مسلمان اسے اپنے مکان نشست یا باورچی خانے یا ایسے ہی کسی مکان پر جہاں بے تعظیمی نہ ہو ڈال سکتا ہے، پاخانہ وغیرہ مواضع بیحرمتی پر نہ ڈالنا چاہئے کہ علمائے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے۔ جواہر الاخلاطی و فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

حشیش المسجد اذا کان له قيمة فلاھل المسجدان یبیعہ وان رفعوا الی	مسجد کی گھاس کی اگر کوئی قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دیں۔ اگر حاکم کے پاس

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل پراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

الحاکم فہو احب ثم یبیعہ بامرہ ہو المختار ^۱ ۔	اس کا مرفعہ کریں تو یہ زیادہ پسندیدہ ہے پھر اس کے اذن سے فروخت کریں، یہی مختار ہے (ت)

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

قد ذکرنا ان الصحيح من الجواب ان بیعہم بغیر امر القاضی لا یصح ان یکون فی موضع لا قاضی ہناک ^۲ ۔	ہم ذکر کر چکے کہ حکم صحیح یہ ہے کہ بغیر امر قاضی کے ان لوگوں کا مسجد کی گھاس کو فروخت کرنا صحیح نہیں سوائے اس جگہ کے جہاں قاضی نہ ہو۔ (ت)

در مختار میں قبیل باب المیاء ہے:

حشیش المسجد وکناستہ لایلتقی فی موضع یخل بالتعظیم ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مسجد کی گھاس اور کوڑا کرکٹ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں اس کی بیچر متی ہوتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۹

^۲ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات نوکسور لکھنؤ ۳/ ۲۶

^۳ در مختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴



رسالہ

التحریر الجیدی حق المسجد
(مسجد کے حق میں عمدہ تحریر)

بسم الله الرحمن الرحيم ط

مسئلہ ۱۳۴: بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۱۵ ہجری قدسیہ۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

مسجد کی چیزیں اس کے اجزاء ہیں، یا آلات یا اوقاف یا زوائد، یعنی زمین و عمارت قائمہ کی بیچ تو کسی حال ممکن نہیں مگر جب مسجد معاذ اللہ ویران مطلق ہو جائے اور اس کی آبادی کی کوئی شکل نہ رہے تو ایک روایت میں باذن قاضی شرع حاکم اسلام اس کا عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، مواضع ضرورت میں اس روایت پر عمل جائز ہے۔

فی الدر المختار لو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجد عند الامام	در مختار میں ہے اگر مسجد کا گرد و پیش ویران ہو گیا اور مسجد کی ضرورت نہیں رہی تب بھی امام اعظم ابو حنیفہ

والثانی ابدأ وبہ یفتی وعن الثانی ینقل الی مسجد
آخر بأذن القاضی^۱، وفي رد المحتار قوله وعن الثانی الخ
جزم به فی الاسعاف حیث قال ولو خرب المسجد وما
حوله وتفرق الناس عنه لایعود الی ملک الواقف عند
ابی یوسف فیباع نقضه بأذن القاضی ویصرف ثمنه
الی بعض المساجد^۲ اهوفیه ایضاً الشیخ الامام امین
الدین بن عبد العال والشیخ الامام احمد بن
یونس الشبلی والشیخ زین بن نجیم والشیخ محمد
عبد الوفائی فمنهم من افقی بنقل بناء المسجد
ومنهم من افقی بنقله ونقل ماله الی مسجد آخر،
والذی ینبغی متابعة المشائخ المذكورین فی جواز
النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افقی به
الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بهما قدوة ولا
سیبافی زماننا فان المسجد اذا لم ینقل

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک وہ ہمیشہ تا
قیامت مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور امام
ابو یوسف کی ایک روایت یہ ہے کہ قاضی کی اجازت سے اسے
دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دیا جائیگا۔ رد المحتار میں ہے کہ
ما تن کا قول "وعن الثانی الخ" اسعاف میں اسی پر جزم کرتے
ہوئے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا گرد و پیش ویران ہو جائے اور
لوگ وہاں سے نقل مکانی کر جائیں، تو امام ابو یوسف کے
دیکھ کر وہ واقف کی ملک میں نہیں لوٹے گی چنانچہ قاضی کی
اجازت سے اس کا ملکہ فروخت کر کے ثمن کسی دوسری مسجد
میں صرف کیا جائے گا اسی میں یہ بھی جیسے شیخ امام امین
الدین بن عبد العال، شیخ امام احمد بن یونس شبلی، شیخ زین بن
نجیم اور شیخ محمد الوفائی ان بزرگوں میں سے بعض نے مسجد کی
عمارت اور بعض نے عمارت اور اس کے مال کو دوسری مسجد
کی طرف منتقل کرنے کا فتویٰ دیا، اور جو بات مناسب ہے وہ
یہی ہے کہ مسجد و حوض میں فرق کئے بغیر جواز نقل میں
مشائخ مذکورہ کی اتباع کی جائے جیسا کہ امام ابو شجاع اور امام
حلوانی نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور ان دونوں اماموں کا مقتدا
ہونا کافی ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں، کیونکہ اگر مسجد کو
منتقل نہ کیا جائے

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبوعہ مجتہائی دہلی ۱/ ۳۷۹

^۲ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

تو چور اور جبری قبضہ کرنے والے لوگ اسباب مسجد لے لیں گے جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے **اھ التقاط قلت** (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کی یہاں پر ایک نہایت شاندار تحقیق ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے جیسا کہ اس کا فائدہ درر اور در نے دیا ہے، بخلاف اس کے جو علامہ شامی نے سمجھا اور مواضع ضرورت میں اس پر فتویٰ دیا جتا ہے جیسا کہ علامہ شامی اور ان کے پیش روائم نے اس کی تقریر فرمائی ان میں سے بعض کا نام علامہ شامی نے ذکر کیا اور بعض کا نام ذکر نہیں کیا، اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ مسجد کے ملبہ کی طرح اس کی میدان کو بھی نقل کرنا جائز ہے، اور علامہ شامی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ان میں سے بعض نے مسجد کو نقل کرنے اور اس کے مال کو نقل کرنے کا فتویٰ دیا ہے اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ در کا یہ قول "اس مسجد کو دوسری مسجد کی طرف نقل کیا جائے گا" اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ کہ در کے غیر کے کلام میں ملبہ، مال اور عمارت کا ذکر بطور قید نہیں اور یہ کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ وقفیت کے باقی رہنے کے باوجود مسجدیت کا زوال ہے لہذا بانی یا اس کے وارثوں کی طرف ملک عود نہیں کرے گی اور اس کا نقل کرنا اور تبدیل کرنا جائز ہے اور احوال کی حقیقتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (ت)

یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کہا ہو مشاہد ^۱ **اھ ملتقطاً قلت** وللعبد الضعیف ههنا تحقیق شریف حقق فيه بتوفیق الله تعالى ان الرواية النادرة عن الثانی مفرعة على قوله البفتی به کہا افاده فی الدرر والدر خلافاً لما فهمه العلامة الشامی رحمة الله تعالى عليه وانه یفتی بها فی مواضع الضرورة کہا قررہ الشامی ومن سبقه ممن سى ومن لم یسم وانه یجوز نقل الساحة ایضاً کہا نقل النقص وهو ما مر من قوله منهم من افتی بنقله ونقل ماله وان قول الدر "ینقل الی مسجد آخر" ^۲ محمول علی ظاہرہ وان ذکر النقص والمال والبناء فی کلام غیرہ غیر قید وان حاصل تلك الرواية زوال المسجدية مع بقاء الوقفية فلا یعود الی ملک البانی او ورثته ویجوز النقل والاستبدال والله تعالیٰ اعلم بحقائق الاحوال۔

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۲

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

ہاں اگر معاذ اللہ مسجد کی کچھ بنا منہدم ہو جانے یا اس میں ضعف آ جانے کے سبب خود منہدم کر کے از سر نو تجدید عمارت کریں اب جو اینٹوں کڑیوں تختوں کے ٹکڑے حاجت مسجد سے زائد بچیں کہ عمارت مسجد کے کام نہ آئیں اور دوسرے وقت حاجت عمارت کے لئے اٹھا رکھنے میں ضائع ہونے کا خوف ہو تو ان دو شرطوں سے ان کی بیع میں مضائقہ نہیں مگر اذن قاضی درکار ہے اور اس کی قیمت جو کچھ ہو وہ محفوظ رکھی جائے کہ عمارت ہی کے کام آئے،

شامی میں ط سے بحوالہ ہندیہ مذکور ہے کہ تعمیر شدہ مسجد کو گرا کر اگر کوئی شخص پہلے سے مضبوط تر بنانا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ اس کو ولایت حاصل نہیں، مضمرات۔ مگر اس وقت ایسا کرنا جائز ہے جب یہ ڈر ہو کہ اگر وہ نہیں گرایگا تو از خود گرجائے گی، تاتار خانہ۔ تاویل اس کی یہ ہے کہ جب نئی مسجد بنانے والا اس محلہ کا باشندہ نہ ہو لیکن اہل محلہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ پرانی مسجد کو گرا کر اس کو نئے سرے سے تعمیر کریں، اس میں چٹائیاں بچھائیں اور قد بلیں لٹکائیں لیکن یہ سب کچھ وہ اپنے مال سے کریں مسجد کے مال سے بلا اجازت قاضی وہ ایسا نہیں کر سکتے، خلاصہ۔ اور عقود الدریہ میں بحر سے بحوالہ عمدۃ الفتاویٰ منقول ہے کہ گرانے سے قبل وقف کی عمارت کو فروخت کرنا جائز نہیں اھ ہندیہ میں سراجیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر

فی ش عن ط عن الہندیۃ مسجد مبنی اراد رجل ان ینقضہ ویبنیہ احکم۔ لیس لہ ذلک لانہ لا ولایۃ لہ۔ مضمرات، الا ان یخاف ان ینہدم ان لم یہدم تاتار خانۃ، وتاویلہ ان لم یکن البانی من اہل تلک المحلۃ واما اہلہا فلہم ان یہدموہ ویجدوا بناءً ویفرشوا الحصیر ویعلقو القنادیل لکن من مالہم لا من مال المسجد الا بامر القاضی خلاصۃ^۱ اھ
وفی العقود الدریۃ عن البحر عن عمدۃ الفتاویٰ لا یجوز بیع بناء الوقف قبل ہدمہ^۲ وفی الہندیۃ عن السراجیۃ لو باعوا غلۃ المسجد ونقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لا یجوز اھ^۳ وفی الدر صرف الحاکم والمتولی نقضہ او ثمنہ ان تعذر

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۰

^۲ العقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ کتاب الوقف حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵

^۳ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۳

اعادة عينه الى عمارته ان احتاج والا حفظه ليحتاج. الا اذا خاف ضياعه فيبيعه وييسك ثمنه ليحتاج ¹ ۔	لوگوں نے قاضی کی اجازت کے بغیر مسجد کا غلہ یا اس کا ملبہ فروخت کر دیا تو واضح قول کے مطابق یہ جائز نہیں اھ۔

در مختار میں ہے حاکم یا متولی وقف کے ملبہ یا اس کی قیمت کو صرف کرے اگر وقف کا اعادہ بعینہ اس کی عمارت کی طرف متعذر ہو اگر حاجت ہو مرمت کی، ورنہ قضائے حاجت کے لئے محفوظ رکھے، مگر جب اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو اس کو فروخت کر کے ثمن وقف حاجت کے لئے رکھ چھوڑے۔ (ت)

آلات: یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریا، مصلیٰ، فرش، قدیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیرہ ذلک، اگر سالم و قابل انتفاع ہیں اور مسجد کو ان کی طرف حاجت ہے تو ان کے بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہو گئی یا معاذ اللہ بوجہ ویرانی مسجد ان کی حاجت نہ رہی، تو اگر مال مسجد سے ہیں تو متولی، اور متولی نہ ہو تو اہل محلہ متدین امین باذن قاضی بیچ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دئے تھے تو مذہب مفتی یہ پر اس کی ملک کی طرف عود کرے گی جو وہ چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو اور اس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو ان کا حکم مثل لقطہ ہے، کسی فقیر کو دے دیں، خواہ باذن قاضی کسی مسجد میں صرف کر دیں،

في الهندية عن الذخيرة رباط كشرت دوابه وعظمت مؤنها هل للقيم ان يبيع شيئا منها وينفق ثمنها في علفها او مرممة الرباط، فهذا على وجهين ان بلغ سن البعض الى حد لا يصلح لها ربطت له، فله ذلك وما لافلا ² الخ وفي الخانية جنازة او نعش	ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ایک رباط کے جانور بہت زیادہ ہو گئے اور ان کا خرچہ بہت بڑھ گیا تو کیا متولی ان میں سے بعض کو فروخت کر کے ان کی قیمت جانوروں کے چارہ اور رباط کی مرمت پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں، اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، اگر بعض جانوروں کی عمریں اس قدر زیادہ ہو چکی ہیں کہ وہ اس مقصد کی صلاحیت نہیں رکھتے جس کے لئے ان کو رباط میں باندھا گیا ہے تو متولی انہیں فروخت کر سکتا ہے ورنہ

¹ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۲

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۴۷۰

نہیں الخ۔ خانہ میں ہے مسجد کا تابوت اور مسجد کی چارپائی جو کہ خراب ہو چکی ہو پس اہل مسجد نے اسے فروخت کر دیا تو مشائخ فرماتے ہیں کہ قاضی کے حکم سے بیع کا ہونا اولیٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بلا اذن قاضی ان کی بیع درست نہیں ہوگی اھ اسی میں ہے کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد میں چٹائی بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی اور اس چٹائی کی ضرورت نہ رہی تو وہ چٹائی بچھانے والے کی ہوگی اگر وہ زندہ ہے ورنہ اس کے وارثوں کی ہوگی، اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہو جائے تو بچھانے والے کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے نئی چٹائی خرید لے۔ اسی طرح حکم ہے اگر کسی نے مسجد کے لئے گھاس یا قندیل خرید اپھر اس کی ضرورت نہ رہی ہو، اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان چیزوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت کو مسجد کی ضروریات پر صرف کیا جائے گا اور اگر اس مسجد کو ضرورت نہ ہو تو دوسری مسجد کی طرف منتقل کیا جائے گا، اور فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے، اور اگر اہل مسجد نے مسجد کی پرانی گھاس یا پرانا تابوت یا پرانی چارپائی فروخت کر دی جبکہ یہ چیزیں مسجد کو دینے والا غائب ہے تو قاضی کی اجازت کے بغیر یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے اھ ہندیہ میں ہے	للمسجد فسد فباعه اهل المسجد قالوا الاولى ان يكون البيع بامر القاضي والصحيح ان بيعهم لا يصح بغير امر القاضي¹ اھ وفيها بسط من ماله حصيرا في المسجد فخرّب المسجد ووقع الاستغناء عنه فان ذلك يكون له ان كان حيا ولو ارثه ان كان ميتا وان بلى ذلك كان له ان يبيع ويشترى بثمنها حصيرا آخر، وكذا لو اشترى حشيشا او قنديلا للمسجد فوقع الاستغناء عنه، وعند ابى يوسف يباع ويصرف ثمنه الى حوائج المسجد فان استغنى عنه هذا المسجد يحول الى المسجد الآخر، والفتوى على قول محمد، ولو ان اهل المسجد باعوا حشيش المسجد او جنازة او نعشا صار خلقا ومن فعل ذلك غائب، لا يجوز الاباذن القاضي هو الصحيح² اھ في الهنديه

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ اول ۱۶، دوم ۱۳، فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ اول ۱۶، دوم ۱۳، فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور

ذکر ابو الیث فی نوازله حصیر المسجد اذا صار خلقاً واستغنی اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان كان الطارح حیا فهو له وان كان میتاً ولم یدع له وارث ارجو ان لا یأس بان یدفع اهل المسجد الی فقیر او ینتفعوا به فی شراء حصیر آخر للمسجد والمختار انه لا یجوز لهم ان یفعلوا ذلك بغیر امر القاضی کذا فی محیط السرخسی^۱ اه فی ردالمحتار عن البحر الفتوی علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تأبید المسجد^۲۔	کہ ابولیت نے اپنی نوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کی چٹائی جب پرانی ہو گئی اور اہل مسجد کو اس کی ضرورت نہ رہی جبکہ اس کو ایک شخص نے ڈلوایا تھا وہ اس کی ہوگی اگر وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو میں امید کرتا ہوں کہ اس بات میں حرج نہیں کہ اہل مسجد وہ چٹائی کسی فقیر کو دے دیں یا اس کو بیچ کر مسجد کے لئے دوسری چٹائی خریدنے میں اس سے نفع اٹھائیں، اور مختار یہ ہے کہ قاضی کی اجازت کے بغیر انہیں ایسا کرنا جائز نہیں، محیط سرخسی میں یونہی ہے اھ، ردالمحتار میں بحوالہ بحر ہے کہ آلات مسجد کے بارے میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے اور تابید مسجد کے بارے میں فتویٰ امام ابویوسف کے قول پر ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا (ت)

اوقاف: جبکہ عامر و آباد نہ ہوں ان کی بیع اصلاً جائز نہیں مگر بنا چاری کہ ظالم نے زبردستی ان پر قبضہ کر لیا اور اس سے رہائی کی سبیل نہیں مگر وہ قیمت دینے پر راضی ہے تو بمجبوری ثمن لے کر ان کے عوض اور خرید کر ان کے قائم مقام کر دیں یا جبکہ واقف نے اصل وقف میں استبدال شرط کر لیا ہو تو جائز ہے کہ انہیں بیچ کر تبدیل کر لیں،

فی الدر عن الاشباہ لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع^۳ فی ردالمحتار، الاولى لو شرطه الواقف، الثانية اذا غصبه غاصب واجری	در مختار بحوالہ اشباہ مذکور ہے کہ چار صورتوں کے علاوہ آباد وقف کو تبدیل کرنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے (ان چار صورتوں میں سے) پہلی صورت یہ ہے کہ خود واقف نے تبدیل کرنے کی شرط لگائی ہو،

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۸

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

^۳ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۴

دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اسے غصب کر کے اس پر پانی جاری کر دیا یہاں تک کہ وہ وقف دریا بن جائے تو اس صورت میں غاصب قیمت کا تاوان دے گا اور متولی اس قیمت کے بدلے دوسری زمین خریدے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ غاصب انکاری ہے اور گواہ نہیں ہیں یعنی غاصب وقف زمین کی قیمت دینے پر آمادہ ہے تو متولی کو اختیار ہے کہ اس سے قیمت وصول کر لے تاکہ اس کے بدلے دوسری زمین خرید لے چوتھی صورت یہ ہے کوئی شخص وقف زمین میں ایسی زمین کے بدلے رغبت رکھتا ہے جو غلہ کے اعتبار سے زمین وقف سے اکثر اور محل وقوع کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت ہو تو امام ابو یوسف کے قول پر تبدیل کر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ فتاویٰ قاری الہدایہ میں ہے، صاحب نہر نے اپنی کتاب اجابۃ السائل میں فرمایا قاری الہدایہ کا کہنا کہ عمل امام ابو یوسف کے قول پر ہے صدر الشریعہ کے اس قول کے مخالف ہے کہ ہم اس پر فتویٰ نہیں دیتے تحقیق ہم نے وقف کی تبدیلی میں بے شمار (خرابیاں) دیکھی ہیں کیونکہ ظالم قاضیوں نے اس کو مسلمانوں کے اوقاف باطل کرنے کا حیلہ بنالیا ہے، اسی لئے اسعاف میں فرمایا کہ قاضی متبدل سے مراد قاضی بہشت ہے جس کی تفسیر اہل علم و عمل کے ساتھ کی جاتی ہے اھ میری عمر کی قسم یہ صورت تو کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر ہے اور میں نہیں خیال کرتا ہوں اس کو

عليه الماء حتى صار بحرا، فيضمن القبية ويشترى المتولى بها ارضا بدلا، الثالثة ان يجحده الغاصب ولا بينة اى واراد دفع القبية فللمتولى اخذها ليشترى بها بدلا، الرابعة ان يرغب انسان فيه ببذل اكثر غلة واكثر صقعا فيجوز على قول ابى يوسف وعليه الفتوى كما فى فتاوى قارئ الهداية، قال صاحب النهر فى كتابه اجابة السائل قول قارئ الهداية، "والعمل على قول ابى يوسف" معارض بما قاله صدر الشريعة "نحن لانفتى به"، وقد شاهدنا فى الاستبدال ما لا يعد ويحصى، فان ظلمة القضاة جعلوه حيلة لابطال اوقاف المسلمين وعلى تقديره فقد قال فى الاسعاف المراد بالقاضى هو قاضى الجنة المفسر بذى العلم والعمل اه ولعمري ان هذا اعز من الكبريت الاحمر، وما اراه الالفظا يذكرا فلا حرى فيه السد خوف من مجاوزة الحد

مگر محض لفظ جس کا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ حد سے تجاوز کرنے کے خوف کے پیش نظر زیادہ مناسب اس میں ممانعت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر انسان سے پوچھنے والا ہے اہ علامہ بیرری نے اس کو نقل کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اور فتح القدیر میں ہے کہ استبدال کا موجب یا تو شرط استبدال ہے یا ضرورت استبدال جبکہ یہاں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وقف پر زیادتی واجب نہیں بلکہ ہم اس کو پہلی حالت پر باقی رکھیں گے اہ میں کہتا ہوں جو کچھ اس محقق نے کہا وہی حق اور درست ہے اہ کلام البیری۔ یہ وہ ہے جس کو علامہ قتالی نے تحریر کیا ہے اہ مختصر اردالمختار، اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی کے قول کہ "غاصب نے زمین وقف پر پانی بہایا یہاں تک کہ وہ دریا بن گئی" پریوں حاشیہ لکھا کہ میں کہتا ہوں اس صورت میں وہ آباد نہ رہی حالانکہ کلام تو آباد زمین میں ہو رہی ہے، اور عنقریب چوتھی صورت کے بارے میں آ رہا ہے کہ اس میں حق استبدال کا عدم جواز ہے، تو اب صرف دو صورتیں باقی ہیں بلکہ تو کہہ سکتا ہے کہ تیسری صورت بھی معنی خراب ہے اگرچہ صورتاً نہیں، لہذا تو کہہ سکتا ہے کہ آباد زمین وقف میں استبدال نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ واقف نے خود استبدال کی شرط لگا دی ہو،

واللہ سائل کل انسان اہ قال العلامة البیری بعد نقله اقول: وفي فتح القدیر الموجب الشرط او الضرورة ولا ضرورة في هذا اذ لا تجب الزيادة بل نبقیه كما كان اہ اقول: ما قاله هذا المحقق هو الحق الصواب اہ کلام البیری وهذا ما حرره العلامة القنالی¹ اہ ما فی ردالمحتار مختصراً ورايتنی کتبت علی هامش قوله واجری علیه الماء حتی صار بحراً مانصه اقول: علی هذا لم یبق عامراً وفيه کلام والصورة الرابعة سیأتی ان الحق عدم جواز الاستبدال فیها فلم یبق الا صورتان بل لك ان تقول الثالثة ایضاً خراب معنی وان لم یکن صورة فلك ان تقول ان العامر لا یستبدل الا بشرط كما هو قضیة

¹ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸۹/۳

ماحقق المحقق في الفتح حيث حصره في الشرط او ضرورة خروجه من الانتفاع به وان شئت اوضحت فقلت ان الوقف مهما امكن الانتفاع به لم يجوز استبداله الا بالشرط۔	جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور کلام محقق کا تقاضا ہے جہاں اس نے استبدال کو شرط یا انتفاع سے خارج ہونے کی ضرورت میں منحصر کیا ہے اگر تو تفصیل کا طلبگار ہے تو میں کہتا ہوں کہ جب تک وقف سے انتفاع ممکن ہو بلا شرط اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

پھر بحالت شرط استبدال بھی اس تبدیل کا جواز چند شرط سے مشروط:

اولاً: یہ تبدیل کرنے والا خود واقف ہو یا وہ جس کی تبدیل اس نے شرط کی ہو مثلاً اپنے لئے تبدیل شرط کی تو متولی وغیرہ کسی کو اختیار نہیں اور دوسرے کے لئے شرط کی تو واقف کو اختیار ہے۔

ثانیاً: جتنی بار شرط کی اس سے زائد نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھے تبدیل کا اختیار ہے تو ایک ہی بار بدل سکتا ہے اور اگر کہا جس قدر بار چاہوں تبدیل کروں تو ہمیشہ مختار ہے۔

ثالثاً: تبدیل عقار یعنی جائداد غیر منقولہ سے ہونہ روپیہ اشرفی سے۔

رابعاً: عقار میں تخصیص کردی ہے تو اس کے خلاف کا اختیار نہیں مثلاً زمین سے بدلنا شرط کیا تو مکان سے تبدیل نہیں کر سکتا اور مکان کی شرط کی زمین سے تبدیل کا اختیار نہیں رکھتا یونہی فلاں شہر یا گاؤں کی زمین یا فلاں محلہ کے مکان یا فلاں بازار کی دکان کی تخصیص کی تو معتبر رہے گی۔

خامساً: تبدیل مکان بمکان میں وہ مکان اسی محلہ کا ہو یا اس سے بہتر کا، یونہی دکان میں بازار وہی ہو یا اس سے بہتر۔

سادساً: بیع میں غبن فاحش نہ ہو۔

سابعاً: ایسے کے ہاتھ بیع نہ کرے جس کے لئے اس کی شہادت بوجہ تہمت رعایت مقبول نہ ہو جیسے باپ بیٹا۔

اقول: خلاصہ یہ کہ مخالفت شرط و مظنہ مخالفت نفع وقف سے بچے سب شرائط انہیں دو کلموں میں آگئے،

اما الاولان والرابع ففي الاولى وليس استبداله بنفسه اذا شرطه لغيره من باب الخلاف	بہر حال پہلی دونوں اور چوتھی شرط ہے تو اول میں خود واقف کا تبدیل کرنا جبکہ وہ غیر کیلئے استبدال کی شرط کر چکا ہو خلاف شرط کے قبیلہ سے نہیں،

اس دلیل کی بناء پر جس کی تصریح خانہ کے باب الوقف، فصل الشرط کے آخر میں کی گئی کہ بیشک واقف وہی ہے جس نے اس شخص (غیر) کے لئے استبدال کی شرط لگائی اور جو شرط اس نے غیر کے لئے لگائی وہ خود اس کے اپنے لئے بھی شرط ہوئی اہ لیکن باقی شرطوں میں سے دوسری اس لئے کہ نقدی عقار کی نسبت جلد ہلاک ہوتی ہے تو نقدی کے ساتھ وقف زمین کا تبادلہ گھٹیا کی طرف نزول ہوگا اور اس میں نفع کی مخالفت ہے اور ساتویں شرط میں اس مخالفت کا ظن ہے۔ (ت)	لمأصرح به في الخانية آخر فصل الشرط في الوقف ان الوقف هو الذي شرط لذلك الرجل وما شرط لغيره فهو مشروط لنفسه¹ اھ واما البواقی فی الاخری فان النقد اسرع هلاکاً من العقار فالاستبدال به نزول الى الاخص وفيه مخالفة النفع والسابع مظنتها۔

ہاں جو وقف ویران و خراب ہو جائے تو قاضی شرع حاکم اسلام عالم عادل متدین خداترس کو بلا شرط واقف بلکہ باوصف منع واقف بھی اسے بیچ کر دوسری جائیداد اسی غرض کے لیے اس کے قائم مقام کر دینے کی اجازت ہے بچند شروط، چار شرطیں تو یہی کہ اوپر گزریں یعنی اول و ثانی و رابع کے سوا اور پانچویں شرط جو ابھی بیان کی کہ قاضی قاضی بہشت ہو، نہ قاضی جہنم، سادساً: وقف کا کچھ غلہ کرایہ وغیرہ ایسا نہ ہو جس سے اس کی آبادی ہو سکے۔

سابغاً: ویرانی کامل و مطلق ہو کہ اصلاً قابل انتفاع نہ رہے جس غرض کے لئے وقف کیا کچھ کام نہ دے یا آمدنی اس قدر ناقص ہو کہ اس کے خرچ کو بھی غیر وانی ہو،

یہ وہ خلاصہ ہے جو ہم نے علماء کی کلاموں سے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اخذ کیا ہے اب ہم ان علماء کرام کا کلام ذکر کریں گے تاکہ تیرے لئے بحث کے انجام کی عظمت واضح ہو جائے، ردالمحتار میں فرمایا تو جان لے کہ استبدال تین وجہوں پر ہے، اول یہ کہ واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے یا دونوں کے لئے	هذا ما لخصناه بتوفيق الله تعالى من كلمات العلماء سنذكر كلامهم ليتضح لك جليلة المال قال في ردالمحتار اعلم ان الاستبدال على ثلاثة وجوه الاول ان يشترطه الواقف لنفسه او لغيره او لنفسه

¹ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی مسائل الشرط فی الوقف مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۳/۷۲

استبدال کی شرط لگائی ہو تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق استبدال جائز ہے۔ دوم یہ کہ واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو عام ازیں کہ عدم استبدال کی شرط لگائی ہو یا خاموشی اختیار کی ہو لیکن وقف ایسا ہو گیا کہ اب اس سے بالکل نفع نہیں اٹھایا جاسکتا بایں طور کہ اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا یا اتنا حاصل ہوتا ہے جس سے وقف کا خرچہ پورا نہیں ہوتا تو اصح قول کے مطابق اس میں بھی استبدال جائز ہے بشرطیکہ قاضی اس کا اذن دے اور وہ اس میں مصلحت سمجھے۔ سوم یہ کہ واقف نے استبدال کی شرط تو نہ کی ہو لیکن اس وقف میں کچھ نفع ہو اور اس کا بدلہ ماحول اور نفع کے اعتبار سے وقف سے بہتر ہو تو اصح و مختار قول کے مطابق اس کا استبدال جائز نہیں۔ علامہ قتالی زادہ نے یوں ہی تحریر فرمایا ہے اور یہی فتح سے ماخوذ ہے اھ۔ پھر فرمایا اور بحر میں ہے معتمدیہ ہے کہ یہ بلا شرط ہے جبکہ قاضی کے لئے اس شرط کے ساتھ استبدال جائز ہے کہ وقف کلی طور پر انتفاع سے خارج ہو جائے اور نہ ہی وقف کا ماحول اس قابل ہو کہ اس کے ذریعے وقف کو آباد کیا جاسکے اور نہ ہی یہ بیع غبن فاحش کے ساتھ ہو۔ اسعاف میں یہ شرط لگائی گئی کہ تبدیل کرنے والا قاضی بہشت یعنی صاحب علم و عمل ہو

وغیرہ۔ فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح. والثانی ان لایشرطه سواء شرط عدمه اوسکت لکن صار بحیث لاینتفع به بالکلیۃ بان لایحصل منه شیء اصلاً ولا ینفی بؤنته فهو ایضاً جائز علی الاصح اذا کان بأذن القاضی ورأیه المصلحة فیہ، والثالث ان لایشرطه ایضاً ولكن فیہ نفع فی الجملة وبدله خیر منه ریعاً ونفعاً وهذا لایجوز استبدالہ علی الاصح المختار کذا حرره العلامة قتالی زادہ وهو ماخوذ من الفتح^۱ اھ ثم قال وفي البحر، المعتمد انه بلا شرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وان لایکون هناك ریع للوقف یعبر به وان لایکون البیع بغبن فاحش وشرط فی الاسعاف ان یکون المستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷

ویجب ان یزاد آخر فی زماننا وهو ان یستبدل بعقار
لابدراهم ودنا نیر فانما قد شاهدنا النظر یا کونہا
وافاد فی البحر زیادة شرط سادس ان لایبیعه من لا
تقبل شہادتہ له ولا من له علیہ دین، حیث قال باع
من رجل له علی المستبدل دین وباع الوقف بالمدین
وینبغی ان لایجوز علی قول ابی یوسف وھلال لانھما لا
یجوز ان البیع بالعروض فالمدین اولی اھو ذکر عن
القنیة ما یفید شرطاً سابعا حیث قال مبادلة دار
الوقف بدار اخری انما یجوز اذا کانتا فی محلة واحدة
او محلة الاخری خیرا، وبالعکس لا یجوز وان کانت
المملوكة اکثر مساحة وقيمة واجرة لاحتمال خرابها
فی ادون المحدثین اھ۔ وزاد قنالی زادة ثامنا وهو ان
یکون البذل والمبدل من جنس واحد

اور ہمارے زمانے میں ایک اور شرط کا اضافہ ضروری ہے وہ
یہ وقف کا تبادلہ عقار کے ساتھ کیا جائے نہ کہ درہموں اور
دیناروں کے ساتھ، کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ متولی وقف
کے عوض دراہم و دینار لے کر کھا جاتے ہیں اور بحر نے چھٹی
شرط کے اضافے کا فائدہ دیا ہے وہ یہ کہ وقف کی زمین ایسے
شخص کے ہاتھ فروخت نہ کرے جس کے حق میں اس کی
گواہی مقبول نہیں اور نہ ہی ایسے کے ہاتھ فروخت کرے جس کا
یہ مقروض ہے۔ جہاں صاحب بحر نے فرمایا کہ وقف کو ایسے
شخص کے ہاتھ فروخت کیا جس کا تبدیل کرنے والے پر قرض تھا
اور اس نے قرض کے بدلے وقف کو بیچا تو امام ابو یوسف اور
ہلال کے نزدیک یہ بیع ناجائز ہونی چاہئے کیونکہ یہ دونوں
عروض کے عوض بیع کو ناجائز مانتے ہیں، تو دین کے عوض
بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگی اھ اور قنیہ کے حوالے سے صاحب بحر
نے جو ذکر کیا وہ ساتویں شرط کا فائدہ دیتا ہے جہاں یہ فرمایا کہ
وقف مکان کو دوسرے مکان سے تبدیل کرنا صرف اس
صورت میں جائز ہے کہ وہ دونوں مکان ایک ہی محلہ میں
واقع ہوں یا دوسرا محلہ بہتر ہو اور اس کے برعکس استبدال
ناجائز ہے اگرچہ تبدیل شدہ مکان وسعت، قیمت اور اجرت
کے اعتبار سے وقف کی بنسبت اکثر ہو کیونکہ کمتر محلہ میں
واقع ہونے کی وجہ سے اس کی خرابی کا احتمال ہے اھ، اور قنالی
زادہ نے آٹھویں شرط کا اضافہ کیا

وہ یہ کہ بدل اور مبدل دونوں ایک ہی جنس سے ہوں اس دلیل کی بنا پر جو خانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے شرط لگائی کہ وہ وقف گھر کو گھر سے بدلے گا تو اس کے بدلے میں زمین لینا اس کے لئے جائز نہیں یونہی اس کے برعکس یا یہ شرط لگائی کہ اس کے بدلے بصرہ کی زمین لے گا تو یہ مقید ہو جائے گا کہ یہ اس صورت میں ہے جب واقف نے اپنے لئے یہ شرط لگائی ہو اسی طرح یہ بدرجہ اولیٰ شرط ہو جائے گی جبکہ اس نے خاص اپنے لئے یہ شرط نہ لگائی ہو، غور کر، پھر فرمایا غلہ حاصل کرنے کے لئے زمین موقوفہ کے استبدال میں ظاہر اتحاد جنس کا شرط نہ ہونا ہے کیونکہ اس میں سبزہ، گھاس اور غلہ کی کثرت اور مرمت اور خرچہ کی قلت ملحوظ ہوتی ہے اہ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ تمام شرطیں اس صورت میں ہیں جب واقف نے اپنے لئے یا غیر کے لئے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو چنانچہ اگر واقف نے استبدال کی شرط لگائی ہے تو استبدال کے لئے وقف کا انتفاع سے خروج اور اس کے لئے قاضی کی مباشرت اور وقف کے مال کا ایسا نہ ہونا جس سے اس کو آباد کیا جاسکے کچھ بھی ضروری نہیں جیسا کہ مخفی نہیں، پس اس تحریر کو غنیمت سمجھ اہ تلخیص کلام شامی۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شامی

لما فی الخانیة لو شرط لنفسه استبدالها بدار لم یکن له استبدالها بارض وبالعکس او بارض البصرة تقید اھ فہذا فیما شرطه لنفسه فکذا یكون شرطاً فیما لم یشرطه لنفسه بالاولی تأمل ثم قال والظاهر عدم اشتراط اتحاد الجنس فی الموقوفة للاستغلال لان المنظور فیہا کثرة الربیع وقلة البرمة والمؤنة اھ ولا یخفی ان هذه الشروط فیما لم یشرط الواقف استبدالہ لنفسه او غیرہ. فلو شرطه لایلزم خروجه عن الانتفاع ولا مباشرة القاضی له ولا عدم ربیع یعمر بہ کہا لا یخفی فاعتنم هذا التحریر^۱ اھ کلام الشامی ملخصاً وراثیتی کتبت علی ہامشہ عند ذکرہ الشرط الثامن وهو اتحاد جنس البدلین

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

مأنصه اقول: الذی یظهر للعبد الضعیف انه غیر شرط الا لاتباع الشرط حتی لو شرط الاستبدال واطلق لم یتنقید بالجنس کما یفیدہ کلام الاسعاف فأذن لایکون هذا مشروطاً فی التبدیل بالشرط، ثم راجعت الخانیة فوجدت کلامها انص علی مافهمت والله الحمد حیث قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لو قال ارضی صدقه موقوفة علی ان لی ان استبدالها بأرض اخری لم یکن له ان یستبدالها بدار لانه لا یمکنک تغیر الشرط، ولو قال ان لی ان استبدالها بدار لم یکن له ان یستبدالها بأرض، ولو شرط الاستبدال ولم یذكر ارضاً ولا داراً فباع الارض الاولی کان له ان یستبدالها بجنس العقارات ما شاء من دار او ارض لاطلاق اللفظ^۱ اه

کے اس مقام پر حاشیہ لکھا جہاں علامہ شامی نے آٹھویں شرط یعنی بدلیں میں اتحاد جنس کا صراحتاً ذکر کیا (اور وہ حاشیہ یوں ہے) (قول: (میں) کہتا ہوں جو اس ضعیف بندے پر ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ غیر شرط ہے مگر اتباع شرط کے لئے یہاں تک کہ اگر واقف نے مطلقاً استبدال کی شرط لگائی تو یہ استبدال جنس کے ساتھ مقید نہ ہوگا جیسا کہ اسعاف کا کلام اس کا فائدہ دیتا ہے لہذا یہ بلا شرط تبدیل میں مشروط نہیں ہوگا پھر میں نے خانیہ کی طرف رجوع کیا تو الحمد للہ اس کے کلام کو اپنے فہمیدہ پر بہتر نص پایا جہاں امام قاضی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر واقف نے کہا میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے دوسری زمین کے ساتھ استبدال کا اختیار ہوگا تو اس کو گھر کے ساتھ استبدال کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وہ شرط میں تبدیلی کا مالک نہیں، اور اگر اس نے کہا کہ مجھے گھر کے ساتھ استبدال کا اختیار ہوگا تو وہ دوسری زمین کے ساتھ استبدال نہیں کر سکتا اور اگر اس نے استبدال کی شرط لگائی مگر اس نے زمین یا گھر کا ذکر نہیں کیا پھر پہلی زمین کو بیچ دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ وہ ثمن کے بدلے کوئی بھی غیر منقولہ جلداد لے سکتا ہے چاہے زمین ہو یا گھر کیونکہ اس نے لفظ مطلق

^۱ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی مسائل الشرط فی الوقف مطبوعہ منشی نوکسٹور لکھنؤ ۲۴/۷۲

مختصراً، فهذا بحمد الله نص صريح جلي فيما فهمت
 اماماً كتبت عليه فتبين والله الحمد ان هذا الثامن
 لا مبالغ في استبدال القاضى بلا شرط فلذا سقطته
 من شروطه وابدلته في الشرط الرابع، واسقطت من
 السابع في الاول وهو الرابع في الثاني عدم البيع
 بالدين لعلى بان الثالث مغل عنه وزدت في سابع
 الثاني ان لا يفي ريعه بمؤنة اخذ اماً ذكر في رد المحتار
 وقد نص عليه في الاسعاف والخانية وعنهما في البحر
 نفسه وزدت في الاول الشرطين الاولين لهما في الخانية
 والاسعاف والبحر، واللفظ له لو شرط الاستبدال
 لنفسه ثم اوصى به الى وصيه، لا يملك وصيه الاستبدال
 ولو وكل وكيلًا في حياته صح، ولو شرطه لكل متولى
 صح، ومبلكه كل متولى ولو شرط الاستبدال لرجل
 آخر مع نفسه، ملك الواقف الاستبدال وحده

بولا ہے اھ اختصاراً۔ یہ بحمد اللہ کھلی اور واضح نص ہے اس
 پر جو میں نے سمجھا اور جو میں نے شامی پر حاشیہ لکھا الحمد
 للہ وہ واضح ہو گیا کہ یہ جو آٹھویں شرط ہے استبدال قاضی بلا
 شرط میں اس گنجائش نہیں اسی لئے میں نے اس کو استبدال
 غیر مشروط کی شرطوں سے ساقط کر دیا اور استبدال مشروط کی
 شرطوں میں اسے اس چیز کے ساتھ بدل دیا جو میں نے شرط
 رابع میں دیکھا اور میں نے اول میں ساتویں شرط جو کہ ثانی
 میں چوتھی ہے سے دین کے بدلے بیع کے عدم جواز کو یہ جان
 کر ساقط کر دیا کہ تیسری شرط اس سے بے نیاز کر دیتی
 ہے۔ اور جو کچھ رد المحتار میں مذکور ہے اس سے اخذ کرتے
 ہوئے میں نے ثانی کی ساتویں شرط میں یہ اضافہ کیا کہ وقف
 کی آمدنی سے اس کا خرچہ پورا نہ ہوتا ہو حالانکہ اسعاف اور
 خانیہ میں اس پر نص کی گئی ہے اور خانیہ کے حوالے خود بحر
 میں مذکور ہے۔ اور اول میں پہلی دو شرطوں کا اضافہ میں
 نے اس دلیل کی بنا پر کہا جو خانیہ، اسعاف اور بحر میں ہے اور
 لفظ بحر کے ہیں کہ اگر واقف نے اپنے لئے استبدال کی شرط
 لگائی پھر کسی کے لئے اس کی وصیت کر دی تو وصی استبدال کا
 مالک نہیں ہوگا، اور اگر اپنی زندگی میں کسی کو وکیل بنایا تو
 صحیح ہے، اور اگر ہر متولی کے لئے استبدال کی شرط لگائی تو صحیح
 ہے اور ہر متولی اس کا مالک ہوگا، اور اگر واقف نے اپنے ساتھ
 دوسرے شخص کے لئے استبدال کی شرط لگائی تو واقف تنہا
 استبدال کا مالک

ولایمبلكه فلان وحده اه^۱ مختصرا وفي الدر وغيره جأز شرط الاستبدال به ثم لا يستبدل لها بثالثة لانه حكم ثبت بالشرط والشرط وجد في الاولى والثانية ^۲اه قال الشامي قال في الفتح الان يذكر عبارة تفيد له ذلك دائما^۳ اه فاعتنم هذا التحريير والحمد لله العلي الكبير۔	ہوگا جبکہ دوسرا شخص تنہا اس کامالک نہیں ہوگا اور اختصار۔ در مختار میں ہے وقف زمین کو دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط لگانا جائز ہے پھر اسکو تیسری زمین سے نہیں بدلے گا کیونکہ یہ حکم استبدال شرط کے ساتھ ثابت ہوا اور شرط صرف پہلی زمین میں پائی گئی نہ کہ دوسری میں شامی نے کہا فتح میں فرمایا ہے مگر واقف ایسی عبارت ذکر کرے جو اسکے لئے دائمی استبدال کا فائدہ دے اور اس تحریر کو غنیمت سمجھ، اور تمام تعریفیں اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں (ت)

یہ حکم ہر عقار موقوف کا ہے جیسے زمین، مکان، دکان، اسی طرح اشجار موقوفہ اگر پھل دار ہوں تو جب تک ہرے ہیں ان کا کاٹنا بچنا
ناجائز اور گر پڑنے یا سوکھ جانے کے بعد روا ہے کہ لکڑی بیچ کر مصارف وقف میں صرف کر دیں یہاں تک اگر کوئی پھل
کا درخت نصف خشک ہو گیا اور نصف قابل انتفاع ہے تو اسی نصف خشک کی بیج جائز، باقی کی ممنوع، متولی اگر سبز کو کاٹے بیچے گا
خان ہے تولیت سے خارج کیا جائے گا، ہاں وہ پیڑ کہ پھل نہیں رکھتے بلکہ وقف کا انتفاع ان سے یونہی ہے کہ انہیں بیچ کر دام کئے
جائیں ان کے سبز و خشک ہر طرح کی بیج جائز ہے،

في العقود الدرية عن البحر لرائق عن عمدة الفتاوى لا يجوز بيع الاشجار الموقوفة المثمرة قبل قلعها بخلاف غير المثمرة اه وفي الفتح سئل ابو القاسم الصفار عن شجرة وقف يبس بعضها وبقي بعضها فقال	عقود در یہ میں بحوالہ بحر عمدة الفتاوی سے منقول ہے کہ وقف شدہ پھل دار درختوں کو گر جانے سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں بخلاف ان درختوں کے جو پھل دار نہیں۔ فتح میں ہے کہ ابو القاسم صفار سے ایسے وقف شدہ درخت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس کا کچھ حصہ خشک ہو گیا اور کچھ ابھی باقی ہے

^۱ بحر الرائق کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۲۲

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

^۳ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

تو انہوں نے فرمایا کہ جو خشک ہو گیا ہے اس کا راستہ وہی ہے جو اس کے غلہ کا راستہ ہے اور جو باقی ہے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ تلخیص۔ عقود در یہ میں بحوالہ بحر، ظہیر یہ سے منقول ہے کہ وقف درخت بیج کر وقف گھر کی تعمیر کا اختیار متولی کو نہیں الخ۔ اسی میں ہے کہ ایسے متولی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے وقف باغ کے ایسے درخت کاٹ دئے جن کا پھل پکا ہوا تھا اور وہ بے کار اور خشک نہ تھے اور انہیں بغیر کسی شرعی وجہ کے فروخت کر دیا کہ اگر اس پر شرعی طریقے سے اس فعل کا ثبوت ہو جائے تو کیا وہ اس لائق ہے کہ اس کو معزول کر دیا جائے؟ جواب: ہاں، اور شیخ اسماعیل نے اسی کی مثل فتویٰ دیا ہے (ت)	مایس منها فسیبلہ سبیل غلتھا وما بقی فمتروک علی حالھا^۱ (ملخصاً) وفی العقود عن البحر عن الظہیریۃ لیس لہ ان یمیع الشجرۃ ویعبر الدار^۲ الخ وفيہا سئل فی ناظر وقف قطع اشجار بستان الوقف الیافعة الغیر الشالبة ولا الیابسة وباعها بلا وجه شرعی فهل اذا ثبت ذلك علیه بالوجه الشرعی يستحق العزل الجواب نعم وافقی الشیخ اسمعیل بمثل ذلك^۳۔

زوائد: جیسے درختوں کے پھل، زمین کا غلہ وغیرہ جن سے غرض یہ ہوتی ہے کہ انہیں بیج کر مصارف مسجد و اغراض معینہ واقف میں صرف کریں انکی بیج میں کوئی کلام نہیں مگر یہ بیج متولی کرے یا باذن قاضی شرع ہو کما قدمنا عن الہندیۃ عن السراجیۃ (جیسا کہ ہم نے پہلے ہندیہ سے بحوالہ سراجیہ ذکر کیا ہے۔ ت) ہاں جہاں جہاں ان مسائل میں اذن قاضی کی شرط مذکور ہوئی اگر قاضی شرع نہ ہو جیسے ان بلاد میں، تو بضرورت مسلمانان دین دار موتمن معتمد اس بار کو اپنے اوپر اٹھا سکتے ہیں اور اللہ حساب لینے والا ہے اور وہ مصلح و مفسد کو خوب جانتا ہے،

خانہ کی فصل المقابر والرباطات میں ہے تحقیق ہم ذکر کر چکے ہیں کہ صحیح حکم یہ ہے کہ قاضی کے حکم کے بغیر ان کی بیج درست نہیں سوائے اس جگہ کے	فی الخانیۃ من فصل المقابر والرباطات قد ذکرنا ان الصحیح من الجواب ان یمیعہم بغیر امر القاضی لا یصح

^۱ العقود الدریۃ کتاب الوقف الباب الاول مطبوعہ حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵

^۲ العقود الدریۃ کتاب الوقف الباب الثانی مطبوعہ حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۰۰

^۳ العقود الدریۃ کتاب الوقف الباب الثالث مطبوعہ حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۲۳۰

الان یکون فی موضع لا قاضی ہناک ^۱ ۔	جہاں کوئی قاضی نہ ہو۔ (ت)

اسی طرح وہ تمام اشیاء جو متولی بطور خود مسجد کے مال سے آمدنی مسجد بڑھانے کو خریدے ان کی بیع کا بشرط مصلحت وہ ہر وقت اختیار رکھتا ہے اگرچہ وہ دکان و مکانات و دیہات ہی ہوں کہ یہ خریداری اگرچہ بنظر مصلحت جائز ہوتی ہے مگر اس کے باعث وہ چیزیں وقف مسجد نہ ہو گئیں کہ ان کی بیع ناجائز ہو،

فی الخانیۃ باب الرجل یجعل دارہ مسجد المتولی اذا اشتري من غلة المسجد حانوتا او دارا او مستغلا اخر جائز لان هذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولی ان یبیع ما اشتري وباع اختلافوا فيه قال بعضهم لا یجوز هذا البیع لان هذا صار من اوقاف المسجد وقال بعضهم یجوز هذا البیع وهو الصحیح لان المشتري لم یذكر شیئا من شرائط الوقف فلا یکون ما اشتري من جملة اوقاف المسجد ^۲ اه وفي منحة الخالق ورد المحتار عن الفتح اعلم ان عدم جواز بیعه الا اذا تعذر الانتفاع به. انما هو فیما ورد علیه وقف الواقف اما فیما اشتراه المتولی من مستغلات الوقف فانه یجوز بیعه بلا هذا الشرط وهذا لان فی صیورته وقفا خلافا	خانہ کے "باب الرجل یجعل دارہ مسجد" میں ہے کہ متولی اگر مسجد کی آمدنی سے دکان، گھر یا دیگر منافع خریدے تو جائز ہے کیونکہ یہ مسجد کے مصالح میں سے ہے۔ پھر جب متولی چاہے کہ جو اس نے خریدا اس کو فروخت کرے، اور فروخت کر دے تو اس میں فقہاء نے اختلاف کیا، بعض نے کہا یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ چیز اوقاف مسجد میں سے ہو چکی ہے اور بعض نے کہا یہ بیع جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ مشتری نے شرائط وقف میں سے کچھ بیان نہیں کیا لہذا جو کچھ اس نے خریدا وہ اوقاف مسجد میں سے نہیں ہوگا۔ الخالق اور رد المحتار میں فتح کے حوالہ سے ہے۔ جان لے کہ بیشک وقف سے انتفاع کے متعذر ہوئے بغیر اس کی بیع کا عدم جواز صرف اس چیز میں ہے جس پر واقف کا وقف وارد ہوا، یہی وہ چیز جس کو متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدا تو اس میں شرط مذکور کے بغیر بھی بیع جائز ہے کیونکہ اس کے وقف ہونے میں اختلاف ہے

^۱ فتاویٰ قاضی خان کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۳/ ۲۶

^۲ فتاویٰ قاضی خان کتاب الوقف باب الرجل یجعل دارہ مسجد مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۳/ ۱۵

اور مختار یہ ہے کہ وہ وقف نہیں ہے لہذا متولی کو اختیار ہے کہ کسی مصلحت کے عارض ہونے پر جب چاہے اس کو فروخت کر سکتا ہے اھ، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (ت)	والمختار انه لا يكون وقفاً للقيم ان يبيعه متى شاء لمصلحة عرضت ^۱ اھ، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ تا ۱۳۶:

(۱) ایک مسجد کی ملکیت دیگر مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کا پیسہ مدرسہ میں خرچ کرے تو درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

دونوں صورتیں حرام ہیں مسجد جب تک آباد ہے اس کا مال نہ کسی مدرسے میں صرف ہو سکتا ہے نہ دوسری مسجد میں، یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں سو چٹائیاں یا لوٹے حاجت سے زیادہ ہوں اور دوسری مسجد میں ایک بھی نہ ہو تو جائز نہیں کہ یہاں کی ایک چٹائی یا لوٹا دوسری مسجد میں دے دیں۔ در مختار میں ہے:

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه جائز للحاكم، ان يصرف عن فاضل الوقف الاخر اليه لانهما حينئذ كشيئ واحد وان اختلف احدهما بان بنى رجلا من مسجدين اور جل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لا يجوز له ذلك ^۲ ۔	دو وقفوں کا واقف بھی ایک ہو اور ایک ہی چیز پر وقف ہوں، ان میں ایک کی آمدنی کم ہو جائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی بحث سے اس پر خرچ کرے اس لئے کہ اس حالت میں وہ دونوں گویا ایک ہی چیز ہیں، اور اگر واقف دو ہوں یا جدا جدا چیزوں پر وقف ہوں جیسے دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنایا اور ان پر جائدادیں وقف کیں تو اب حاکم کو بھی جائز نہیں کہ ایک کا مال دوسرے میں صرف کرے۔ (ت)

^۱ رد المحتار کتاب الوقف مطلب فی الوقف اذا خرب الخ دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۲، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق

کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۰/۵

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۰/۱

ردالمحتار میں ہے:

المسجد لایجوز نقل ماله الی مسجد آخر ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جائز نہیں کہ ایک مسجد کا مال دوسری مسجد کو لے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷: مسجد کی کوئی چیز ایسی ہو کہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے مگر اسے بے ادبی کی جگہ نہ لگائے۔ در مختار میں ہے:

حشیش المسجد وکناستہ لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مسجد کا گھاس کوڑا جھاڑ کر ایسی جگہ نہ ڈالیں جس سے اس کی تعظیم میں فرق آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: ایک شہر میں سب لوگوں نے اتفاق کے ساتھ ایک مکان نماز پڑھنے کے لئے بنایا اور اس کا نام عبادت گاہ رکھا گیا اور مسجد نام نہیں رکھا، اس کی وجہ یہ کہ کبھی آدمی نماز نہ پڑھے تو وہ عبادت گاہ بدعہ نہ کرے، اب اس مکان میں بیٹھ کر لوگ دنیا کی باتیں کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مکان میں جمعہ اور عیدین کی نماز بھی ہوتی ہے اور لکڑی کا منبر بھی رکھا گیا ہے اور پیش امام بھی ہے، تو اس عبادت گاہ میں فقط محراب نہیں ہے تو اس مکان کا مرتبہ مسجد کا ہوگا یا نہیں؟ اور اس میں دنیا کی باتیں کرنی درست ہیں یا نہیں؟

الجواب:

جب وہ مکان عام مسلمین کے ہمیشہ نماز پڑھنے کے لئے بنایا اسے کسی محدود مدت سے مقید نہ کیا کہ مہینے دو مہینے یا سال دو سال اس میں نماز کی اجازت دیتے ہیں اور اس میں نماز حتیٰ کہ جمعہ و عیدین تک ہوتے ہیں تو اس کے مسجد ہونے میں کیا شک ہے، اس میں دنیا کی باتیں ناجائز اور تمام احکام احکام مسجد، مسجد ہونے کے لئے زبان سے مسجد کہنا شرط نہیں، نہ محراب نہ ہونا کچھ منافی مسجدیت۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی محراب نہیں، خالی زمین نماز کے لئے وقف کی جائے وہ بھی مسجد ہو جائیگی، اگرچہ یہ نہ کہا ہو اسے مسجد کیا، اس میں محراب کہاں سے آئیگی، ذخیرہ و ہندیہ و خانہ، بحر و طحاوی میں ہے:

رجل له ساحة لابتاء فيها امر قوم ان یصلوا فيها بجماعة فهذا علی ثلاثة اوجه ان امرهم	ایک شخص کی خالی زمین بے عمارت ہے اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اس میں جماعت سے نماز پڑھیں، اس کی تین صورتیں ہیں اگر تصریح کیا کہ

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

^۲ در مختار کتاب الطہارۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۳۴

بِالصَّلَاةِ فِيهَا اَبَدًا نَصًّا بَانَ قَالُوا صَلُّوا فِيهَا اَبَدًا اوامرهم بالصَّلَاةِ مطلقاً ونوى الابصارِ الساحة مسجداً اوان وقت الامر باليوم او الشهر او السنة لا تصير مسجداً لومات يورث عنه ¹ ۔	ہمیشہ پڑھیں یا مطلق کہا اور دل میں ہمیشگی کی نیت تھی تو وہ سادہ زمین مسجد ہو گئی اور اگر ایک دن یا مہینے یا برس کی قید لگادی کہ اتنے دن اس میں نماز پڑھ لو تو مسجد نہ ہوگی، اس کے مرنے پر وارثوں کو پہنچے گی۔

در مختار میں ہے: يزول ملكه عن المسجد بالفعل وبقوله جعلته مسجداً² یعنی بانی کی ملک مسجد سے دو طرح زائل
ہوتی ہے، ایک یہ کہ زبان سے کہہ دے میں نے اسے مسجد کیا، دوسرے یہ کہ یہ نہ کہے، اور اس میں نماز کی اجازت بلا تحدید
دے اور اس میں نماز مثل مسجد ایک بار بھی ہو جائے تو اس سے بھی مسجد ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ لفظ مسجد کہنا شرط نہیں۔
بحر الرائق میں ہے:

لايحتاج في جعله مسجداً الى قوله وقتته ونحوه لان العرف جارياً لاذن في الصلوة على وجه العيوم و التخلية بكونه وقفاً على هذه الجهة فكان كالتعبير به ³ ۔	مسجد ہونے کو کچھ ضروری نہیں کہ زبان سے کہے میں نے اسے وقف کیا یا اور کوئی لفظ اس کے مثل (مثلاً مسجد کیا) اس کے کہنے کی کچھ حاجت نہیں کہ عرف جاری ہے کہ نماز کی عام اجازت دے کر زمین اپنے قبضہ سے جدا کر دینا نماز کیلئے وقف ہی کرنا ہے، تو یہ ایسا ہی ہوا جیسے زبان سے کہنا کہ اسے مسجد کیا ۱۲۔

اسی میں ہے:

بني في فنائنه في الرستاق دكاناً لاجل الصلوة يصلون فيه بجماعة كل وقت فله حكم المسجد ⁴ ۔	گاؤں میں اپنے پیش دروازہ کوئی چبوترہ نماز کیلئے بنالیا کہ لوگ پانچوں وقت اس میں جماعت کرتے ہیں اس چبوترے کے لئے مسجد کا حکم ہے ۱۲

اقول: بلکہ اگر نماز کے لئے وقف کرے اور اس کے ساتھ صراحۃً مسجد ہونے کی نفی کر دے مثلاً کہے میں نے یہ زمین نماز
مسلمین کے لئے وقف کی مگر میں اسے مسجد نہیں کرتا یا مگر کوئی اسے مسجد نہ سمجھے

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

² در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

³ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۳۹-۳۸

⁴ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۲۵۰

جب بھی مسجد ہو جائے گی اور اس کا یہ انکار باطل کہ معنی مسجد یعنی نماز کے لئے موقوف پورے ہو گئے اور مذہب صحیح پر اتنا کہتے ہی مسجد ہو گئی اب انکار مسجدیت لغو ہے کہ معنی ثابت از لفظ سے انکار یا وقف مذکور سے رجوع ہے اور وقف بعد تمامی قابل رجوع نہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بی بی کی نسبت کہے میں نے اسے چھوڑا چھوڑا مگر میں طلاق نہیں دیتا کوئی اسے مطلق نہ سمجھے۔ طلاق تو دے چکا اب انکار سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں اگر یوں کہتے کہ ہم یہ زمین وقف نہیں کرتے صرف اس طور پر نماز کی اجازت دیتے ہیں کہ زمین ہماری ملک رہے اور لوگ نماز پڑھیں، تو البتہ نہ وقف ہوتی نہ مسجد۔ یہاں یہ بھی معلوم ہے کہ زمین مذکور جسے بالاتفاق اہل شہر نے محل نماز کیا یا تو عام زمین ملک بیت المال ہو جس میں اتفاق مسلمان بجائے حکم امام ہے یا ان کی ملک ہو یا اصل مالک بھی شامل ہو یا اس کی اجازت سے ایسا ہو یا بعد وقوع اس نے اسے جائز و نافذ کر دیا ہو، ورنہ اگر اہل شہر کسی شخص کی مملوک زمین بے اس کی اجازت کے نماز کے لئے وقف کر دیں اور وہ جائز نہ کرے، ہر گز نہ وقف ہوگی نہ مسجد، اگرچہ سب اہل شہر نے بالاتفاق یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے اسے مسجد کیا۔ بحر الرائق میں ہے:

حاوی قدسی میں ہے جس نے اپنی مملوک زمین میں مسجد بنائی اس سے ثابت ہوا کہ مسجد ہونے کے لئے شرط ہے کہ بانی اس زمین کا مالک ہو، اسی لئے فتاویٰ قاضی خاں میں فرمایا کہ اگر سلطان نے لوگوں کو اجازت دی کہ شہر کی کسی زمین پر دکانیں بنائیں جو مسجد پر وقف ہوں یا حکم دیا کہ یہ زمین مسجد میں ڈال لو، علماء نے فرمایا اگر وہ شہر، زور شمشیر فتح ہوا ہے اور وہ دکانیں بنانا یا مسجد میں اس زمین کا شامل کر لینا راستہ تنگ نہ کرے نہ عام لوگوں کا اس میں نقصان ہو تو وہ حکم سلطان نافذ ہو جائے گا، اور اگر شہر صلح سے فتح ہوا تو نہیں کہ پہلی صورت میں شہر کی زمین بیت المال کی ملک ہو گئی تو اس میں سلطان کا حکم جائز ہے اور دوسری صورت میں اصلا مالکوں

فی الحاوی القدسی ومن بنی مسجدا فی ارض المملوكة له الخ فافادان من الخانیة لوان سلطانا اذن لقوم ان يجعلوا ارضا من اراضی البلدة حوانیت موقوفة علی المسجد او امرهم ان یزیدوا فی مسجدہم قالوا ان كانت البلدة فتحت عنوة وذلک لا یضر بالہارة والناس ینفذ امر السلطان فیہا وان كانت فتحت صلحا لا ینفذ امر السلطان لان فی الاول تصیر ملکا للغانمین فجاز امر السلطان فیہا وفي الثانی

تبقى على ملك ملاكها فلا ينفذ امره فيها ¹	کی ملک رہی تو سلطانی حکم اس میں نفاذ نہ پائیگا ۱۲

ردالمحتار میں ہے:

شرط الوقف التابيد والارض اذا كانت ملكا لغيرة فللمالك استردادها ²	وقف کی شرط ہیئگی ہے اور زمین جب دوسرے کی ملک ہو تو مالک اسے واپس لے سکتا ہے ۱۲

یہ بیان بغرض تکمیل احکام تھا، سوال سے ظاہر وہی پہلی صورت ہے تو اس کے مسجد ہونے میں شک نہیں اور اس کا ادب لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: غرة شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارش کے دن مسجد میں بیٹھ کر وضو کرنا اس طرح پر کہ غسلہ صحن مسجد میں گرے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مع الکراہت یا بلا کراہت؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صحن مسجد مسجد ہے کہا حققناہ فی فتاؤنا بما لامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں اس انداز سے کر دی ہے کہ اس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ت) اور مسجد میں وضو حرام۔

واستثناء موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ معناه اذکان الاعداد من الوقف قبل تمام المسجدية اما بعد فلا یسکن منه الواقف نفسه فضلا عن غیرہ کہا حققناہ فیما علی رد المحتار علقناہ واذکان ذلک کذلک لم یکن الثنیاء الا صوریا منقطعاً کہا لا یخفی۔	وضو کے لئے بنائی گئی جگہ جس میں نماز نہیں پڑھی جاتی کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ واقف نے تمام مسجدیت سے قبل وہ جگہ وضو کے لئے بنائی ہو لیکن تمام مسجدیت کے بعد تو خود واقف بھی اس پر شرعاً قادر نہیں چہ جائیکہ کوئی اور ایسا کرے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں اس کی تحقیق کی ہے اور جب صورت حال یہ ہے تو پھر یہ استثناء محض صوری و منقطع ہوگا، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

یہاں تک کہ غیر معتکف کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی برتن میں اس طرح وضو کر لے کہ ماء مستعمل برتن ہی میں گرے، ہاں صرف معتکف کو اس صورت کی رخصت دی گئی ہے بشرطیکہ کوئی بوند برتن سے باہر نہ جائے۔

¹ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۳۹

² ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۹۰

در مختار میں ہے:

یحرم فیہ (ای فی المسجد) الوضوء الا فیما اعد لذلك ^۱ ۔	مسجد میں وضو حرام ہے سوائے اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

تکرہ المضمة والوضوء فیہ الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ اوفی اثناء ^۲ ۔	مسجد میں کلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ وہاں کوئی جگہ اسی مقصد یعنی وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو یا پھر کسی برتن میں وضو کیا جائے۔ (ت)

غمر العیون میں ہے:

فی البدائع یکرہ التوضی فی المسجد لانه مستقذر طبعاً فیجب تنزیہ المسجد عنه کما یجب تنزیہه عن المخاط والبلغم ^۳ ۔	بدائع میں ہے کہ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے طبعاً گھن محسوس ہوتی ہے لہذا اس سے مسجد کو پاک رکھنا ایسے ہی واجب ہے جیسا کہ رینٹ اور بلغم سے مسجد کو پاک رکھنا (ت)

اسی میں ہے:

قوله اوفی اثناء اقول: هذا ییس علی العموم بل فی المعتکف فقط بشرط عدم تلویث المسجد ^۴ ۔	اس کا کہنا کہ یا برتن میں وضو کر لے، میں کہتا ہوں کہ یہ حکم عموم پر نہیں بلکہ صرف معتکف کے لئے ہے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد ملوث نہ ہونے پائے۔ (ت)

بحر الرائق باب الاعتکاف میں ہے:

فی البدائع وان غسل المعتکف	بدائع میں ہے کہ اگر معتکف مسجد میں اس طرح

^۱ در مختار باب ما یفسد الصلوة مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/ ۹۴

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۲۳۰

^۳ غمر العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۲۳۰

^۴ غمر العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۳۱-۲۳۰

رأسه في المسجد فلا بأس به اذا لم يلوث بالماء المستعمل فان كان بحيث يتلوث المسجد يمنع منه لان تنظيف المسجد واجب ولو توضأ في المسجد في اناء فهو على هذا التفصيل انتهى بخلاف غير المعتكف فانه يكره له التوضي في المسجد ولو في اناء ان يكون موضعاً اتخذ لذلك لا يصلي فيه^۱ اهـ	سردھوئے کہ مستعمل پانی سے مسجد ملوث نہ ہو تو حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے کیونکہ مسجد کو پاک صاف رکھنا واجب ہے اور اگر وہ مسجد میں کسی برتن میں وضو کرے تب بھی وہی تفصیل ہے جو مذکور ہوئی (انتہی) بخلاف غیر معتکف کے کہ اس کے لئے مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے سوائے اس جگہ کے جو وضو کے لئے بنائی گئی ہو جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو اھ۔

تو اگر خروج ممکن ہے مثلاً بارش خفیف ہے یا چھتری وغیرہ آلات حفاظت پاس ہیں او باہر نکلنے سے معذور نہیں تو واجب ہے کہ باہر ہی وضو کرے اور اگر عذر قوی قابل قبول ہے تو اگر کوئی برتن وغیرہ میسر ہے جس میں بلا تلویث مسجد وضو کر سکے جب بھی صحن میں وضو حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کر لے اور برتن میں اس طرح وضو کرے کہ باہر چھینٹ نہ پڑے یا جو تدبیر ممکن ہو۔ ایک سال اعتکاف میں شب کے وقت بارش شدت تمام ہو رہی تھی اور کوئی برتن اس اطمینان کا نہ تھا کہ وضو کرتے میں پانی قطرہ قطرہ سب اسی میں جائے، جاڑے کا موسم تھا فقیر نے توشک پر چادر چند تہہ کر کے رکھی اور اس پر وضو کیا کہ سب پانی چادر ہی میں رہا۔ غرض جو طریقہ تحفظ مسجد کا ممکن ہو بجالائے ورنہ بمجبوری بضرورت درمیں بیٹھ کر اس طرح وضو کرے کہ خود سائے میں رہے اور پانی تمام وکمال موقع آب و مجرائے بارش میں گرے کہ ساتھ ہی مینہ اسے بہاتا لے جائے لان من قواعد الشرع ان الضرورات تبیح المحظورات^۲ (کیونکہ شرعی قواعد میں سے ہے کہ ضرورتیں محظورات و ممنوعات کو مباح و جائز کر دیتی ہیں۔ ت)

وقد قال الله تعالى "مَجَاعِلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ"^۳ وقدر خصت الشريعة لعذر المطر في ترك الجماعة وحضور المسجد	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اور تحقیق شریعت نے بارش کی وجہ سے جماعت ترک کرنے اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی

^۱ بحر الرائق باب الاعتكاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۰۳

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸

^۳ القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

مع وجوبہما علی المعتمد کما حققناه فی رسالة لنا فی حکم الجماعة بل فی ترک الجمعة مع انها فريضة قطعية اجماعية۔	رخصت دی ہے حالانکہ مذہب معتمد پر یہ دونوں واجب ہیں، جیسا کہ ہم نے حکم جماعت سے متعلق اپنے رسالے میں اسکی تحقیق کی ہے، بلکہ جمعہ کو چھوڑنے کی بھی بسبب بارش رخصت دی گئی باوجودیکہ وہ فرض قطعی اجماعی ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لا تجب (یعنی الجماعة) علی من حال بینہ وبينہا مطر وطین وبرد شدید ^۱ ۔	اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کے لئے بارش کیچڑاو شدید سردی رکاوٹ بن جائے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشار بالحويلة الى ان المراد المطر الكثير كما قيد به فی صلوة الجمعة وكذا الطين ^۲ ۔	رکاوٹ بننے کے ذکر سے صاحب تنویر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراد شدید بارش اور سخت کیچڑ ہے، جیسا کہ نماز جمعہ میں انہوں نے یہ قید لگائی ہے (ت)

در مختار میں ہے:

شرط لا فتراضها (ای الجمعة) بلوغ وعقل وعدم مطر شديد ووحل وثلج ونحوهما ^۳ اھ ملتقطاً وذلك ان الله رؤف بالعباد، والحمد لله، والله تعالى اعلم۔	نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید بارش، کیچڑ اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے (التقاط) اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰: ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں حدث کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور معتکف کو حدث کرنا مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی طالب علم باوجود حجرہ ہونے کے مسجد میں کتب بینی کرے اور

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار باب الامامة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

^۲ ردالمحتار باب الامامة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۳

^۳ درمختار باب الجمعة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۲

حدث بھی کرے تو اب اس صورت میں مسجد میں بیٹھنا افضل ہے یا حجرہ میں؟ اور جو صاحب اس کو تسلیم نہ کریں ان کو کیا حکم ہے شریعت کا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مسجد میں حدث یعنی اخراج ریح غیر معتکف کو مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ ایسے وقت باہر ہو جائے پھر چلا آئے، طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا حرج نہ ہو، اور اخراج ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے، ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علم دین کی ہو یا ان علوم کی جو علم دین کے آلہ ہیں، اور یہ اسی نیت سے اسے پڑھتا ہو، جو شخص غیر معتکف کو اخراج ریح مسجد میں خلاف ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اسے سمجھا دیا جائے، یہ طریقہ اعتکاف کہ اوپر بیان ہوا اس کے لئے ہے جس کی ریح میں وہ بونہ ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے، بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوجہ سوئے ہضم وغیرہ عارضی طور پر یہ بات ہو جاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے۔

وان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم ^۱ ۔ قاله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: منشی عبدالصبور صاحب ۲۹ صفر مظفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسجد زید کے آباؤ اجداد کی تعمیر ہے اور اسی بناء پر زید اپنے کو متولی مسجد مذکور قرار دیتا ہے، یہ مسجد ویران رہتی تھی، متولی ضروریات واقع کا خبر گیراں نہیں ہوتا تھا، اہل محلہ نے مرمت شکست ریخت کے واسطے متولی سے کہا کچھ بندوبست نہیں کیا تو اہل محلہ نے تعمیر شروع کرادی، مسجد میں نماز و جماعت ہونے لگی، تعمیر ناتمام تھی کہ متولی نے روکا کہ جب ہم کو قدرت ہوگی خود بنوادیں گے، تعمیر ناتمام رہی، اس مسجد میں کنواں بھی نہیں، متصل شارع عام کے کنویں سے کہ ہر کس و نا کس پانی بھرتا ہے مسجد میں پانی آتا ہے، ہنود کی بے احتیاطی دیکھ کر اب اہل محلہ کا قصد ہے کہ مسجد میں ہی کنواں تعمیر ہو جائے اور ایک حجرہ بھی سکونت جاروب کش و مؤذن کے واسطے تعمیر ہو جائے مگر متولی مانع ہوتا ہے کہ اور کوئی نہ بنوائے

^۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹

جب ہم کو استطاعت ہوگی خود بنوادیں گے ایسی حالت میں تعویق تعمیر کا حق متولی کو شرعاً حاصل ہے یا نہیں اور تعمیر سابق بدون اجازت متولی جائز ہوئی یا نہیں اور ممانعت متولی باطل تھی یا صحیح؟ اب بدون اجازت اہل محلہ تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولی مذکور پابند صوم و صلوٰۃ بھی نہیں ہے اور تعمیر ضروریات میں مانع و مزاحم ہوتا ہے شرعاً متولی رہ سکتا ہے؟ یا تو لیت سے معزول ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں واقعی متولی کو بھی ہر گز حق نہ تھا کہ تعمیر مسجد سے اہل محلہ کو روکتا، نہ کہ یہ شخص جو صرف اس بنا پر کہ مسجد اس کے زرگوں کی تعمیر ہے اپنے آپ کو متولی ٹھہراتا ہے، تعمیر سابق کہ مسلمانان اہل محلہ نے بے اجازت شخص مذکور کی ضرور جائز ہوئی کہ وہ باجاء قرآن عظیم ہے۔ اللہ عزوجل کی اجازت کے بعد زید و عمرو کی اجازت و عدم اجازت کیا چیز ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

خدا کی مسجدیں وہی عمارت کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پرا رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔	"إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَ إِلَّا لِلَّهِ" ¹

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں مکان تعمیر فرمائے۔	من بنی للہ مسجد ابنی اللہ لہ بیتاً فی الجنة ² ۔

شخص مذکور کی ممانعت محض باطل و نامسموع تھی اب بھی اہل محلہ بے اس کی اجازت کے تعمیر کر سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

اہل محلہ نے مسجد گرانے اور پہلے سے مضبوط تر بنانے کا ارادہ کیا اگر دوبارہ بنانے والا اہل محلہ سے ہے تو انہیں ایسا کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، بزازیہ۔ (ت)	اراد اهل المحلة نقض المسجد وبناءه احكم من الاول ان الباني من اهل المحلة لهم ذلك والا، بزازیة ³ ۔

¹ القرآن الکریم ۱۸/۹

² مسند احمد بن حنبل مسند عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۲۰، مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد مطبع مجتبائی، دہلی ۱/۲۸

³ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی ۱/۳۷۹

فتاویٰ قاضی خاں پھر ردالمحتار میں ہے:

لیس لورثتہ منعہم من نقضہ والزیادۃ فیہ ولاہل المحلۃ تحویل باب المسجد ^۱ ۔	واقف کے ورثاء اہل محلہ کو مسجد گرا کر وسیع کرنے سے منع نہیں کر سکتے مسجد کا دروازہ تبدیل کرنے کا بھی اہل محلہ کو اختیار ہے (ت)

محیط امام سرخسی پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

رجل بنی مسجد اثم مات فاراد اهل المسجد ان ینقضوہ ویزیدوافیہ فلہم ذلک ولیس لورثۃ المیت منعہم ^۲ ۔	ایک شخص نے مسجد بنائی پھر وہ فوت ہو گیا، بعد ازاں اہل محلہ نے اس مسجد کو گرانے اور اس میں اضافہ کرنے کا ارادہ کیا تو بانی اول کے ورثاء کو منع کرنے کا اختیار نہیں (ت)

شخص مذکور ضروریات مسجد کا خبر گیراں نہیں ہوتا اور اہل محلہ کی درخواست پر بھی درستی مسجد کا کچھ بندوبست نہ کیا اور جب اہل محلہ نے تعمیر شروع کی اور مسجد میں نماز و جماعت ہونے لگی تو روکنے کو آ موجود ہوا اور وہ روکنا بھی یوں نہیں کہ آپ تعمیر کرنا شروع کرتا بلکہ نزاع دہ کہ ہم بنوادیں گے وعدہ بھی کیا، محض موبہوم کہ جب ہمیں قدرت ہوگی بنوائیں گے، تو ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ شخص مذکور آبادی و عمارت مسجد میں خلل انداز ہے اور وہ ضرور "مَنَّاہُ لِلْحَبْرِ مُعْتَدٍ اِیْمٍ" (نیکی سے بہت زیادہ منع کر نیوالا احد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہے آپ تعمیر نہ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے کہ خود اپنی قدرت سے انکار رکھتا ہے اور مسلمانوں نے جو تعمیر کی جس سے نماز و جماعت ہونے لگی اسے روکتا ہے تو صاف ویرانی مسجد کا خواستگار اور "مَنْ اَظْلَمُ مِنْ مَنْعِ مَسْجِدِ اللّٰهِ اَنْ یُّدْکَرَ فِیْہَا السُّبُحُ وَ السَّعٰی فِیْ خَرَابِہَا" (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منع کرے اور مساجد کی بربادی میں کوشاں ہو۔ ت) کی وعید شدید کا سزاوار ہے۔ شخص مذکور کو اگر متولی فرض بھی کر لیں تو اور مسلمانان محلہ کی تعمیر میں اس کی کوئی اہانت نہیں نہ ہرگز شرع مطہر میں متولی کو حق دیا گیا ہے۔

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۷

^۳ القرآن الکریم ۱۲/ ۶۸

^۴ القرآن الکریم ۱۱۳/ ۲

کہ بوعده موہومہ مقدرت آپ تعمیر کرنے کے لئے مسجد کو خراب رکھے اہل محلہ کو تعمیر سے روکے۔ فرض کیجئے اسے مقدرت کبھی نہ ہوئی تو کیا ہمیشہ مسجد ویران رکھیں یا اسے استطاعت دس برس یا دس مہینے یا دس دن ہی بعد ہوگی تو کون سی شریعت نے فرض کیا ہے کہ اس کی مقدرت کا انتظار کرو اور اتنی مدت مسجد خراب رکھو۔ جو شخص دغوی کرتا ہے کہ بسبب وعدہ اور لوگوں کو اس کے تیار کرانے کا انتظار کرنا ہوگا اگر اپنی ہوائے نفس کا حکم دیتا ہے تو مسلمانوں پر اس کا اتباع نہیں، اور اگر اسے شرع مطہرہ کا حکم ٹھہراتا ہے تو صراحتہ شریعت غرا پر افتراء کرتا ہے، شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہیں نہیں کہ ایسے مہمل وعدوں کا انتظار مسلمانوں کو کرنا ہوگا انتظار انتظار میں مسجد کو خراب رکھنا ہوگا، مسجد متولی یا اس کے بزرگوں کی ملک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ" ^۱ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔ ت) فرضی یا واقعی متولی کو کیا حق حاصل ہے کہ مسلمانوں کو اپنے وعدہ فرد کے انتظار پر مجبور کرے اور تاتریاق از عراق کے لئے مسجد کو خراب رکھے، ایسے انتظار کا فتویٰ دینا صریح جہالت و ضلالت ہے خصوصاً جبکہ مسلمان آنکھوں دیکھ چکے کہ وہ ضروریات مسجد کی خبر گیری نہیں کرتا اور باوصف درخواست اس نے کچھ پروانہ کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین ^۲	مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا (ت)

اور اگر بفرض باطل تسلیم بھی کر لیں کہ اوروں کی تعمیر میں بخیاں عوام اس کی کوئی اہانت ہے تو بیت اللہ کی اہانت و خرابی سے اس کی یہ نفسانی اہانت آسان تر ہے۔ بھلا متولی تو متولی، علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود اصل بانی مسجد اور اہل محلہ میں دربارہ امام و مؤذن نزاع ہو اور جسے اہل محلہ چاہیں وہ زیادہ مناسب ہو تو اصل بانی کے اختیار پر اہل محلہ ہی کے اختیار کو ترجیح دی جائے گی۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

ان تنازعوا فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة ان کان ما اختاره اهل المحلة اولی من الذی اختاره البانی فما اختاره اهل المحلة اولی ^۳	بانیان مسجد اور اہل محلہ کے درمیان امام و مؤذن کی تقرری میں اختلاف واقع ہو اور جس کو اہل محلہ پسند کریں وہ بانی کے پسند کردہ سے اولیٰ ہے تو اسی کو مقرر کرنا بہتر ہے (ت)

^۱ القرآن الکریم ۱۸/۷۲

^۲ مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۷۹۳

^۳ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارة القرآن کراچی ۱/۳۰۷

جب اصل واقف پر اہل محلہ کو صرف اس وجہ سے کہ ان کا پسند کردہ زیادہ مناسب ہے شرع مطہر نے ترجیح عطا فرمائی تو یہاں کہ آبادی و ویرانی کا اختلاف ہے اور شخص مذکور خود واقف بھی نہیں اور خود عمارت کرتا بھی نہیں نرے وعدہ ہی پر ٹالتا ہے اور وہ وعدہ بھی ایک غیبی بات پر موقوف کہ خدا جانے ہوئی یا نہ ہوئی کیونکہ اہل محلہ کی کارروائی کے آگے جو سراسر نافع مسجد ہے کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے، اور جب اس ترجیح اہل محلہ میں خود واقف کی اہانت نہ تھی یا فرضاً ہو تو شرع مطہر نے اصلاً اس پر لحاظ نہ فرمایا اور محض ایک نسب بات کے لئے اہل محلہ ہی کو ترجیح بخشی تو یہاں اس غیر واقف کی اہانت کیا ہوگی یا ہو تو اس پر شرع کیا لحاظ فرمائے گی ایسے یہودہ مخملات کو مدار فتویٰ قرار دینا سخت عامیانہ سفاہت ہے جس کے لئے شرع الہی میں اصلاً اصل نہیں، معذرا ظاہر ہے کہ اہل محلہ کا مقصود آبادی مسجد ہے نہ کہ اس شخص کی اہانت، ولہذا پہلے خود اسی سے درخواست کی جب اس نے کان نہ رکھا مجبورانہ خود عمارت شروع کی تو اہل محلہ کی یہ غرض ٹھہر الینی کہ شخص مذکور کو ذلت پہنچے کس قدر شدید سوئے ظن و جہالت ہے کیا وہ اس قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله لا ينظر الى صوركم واماوكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم ¹ ۔	بیٹک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (ت)

کے مستحق نہیں؟ کیا صحیح حدیث میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ² ۔	بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (ت)

کا مخالف فاسق نہیں؟ ضرور ہے۔ اور شخص مذکور جبکہ تعمیر ضروریات کا مانع و مزاحم ہے تو بدخواہی مسجد کے سبب اگر متولی بھی ہوتا اس کا معزول کرنا واجب تھا نہ کہ فقط اولاد بانی سے ہونا کہ ہر گز موجب تولیت نہیں کما لایخفی (جیسا کہ چھپا ہوا نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲: از میرٹھ کوٹھی انانش خیر نگر دروازہ مرسلہ ولایت اللہ خاں ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں مسجدوں کے اوپر مینار اور برج نہیں تھے، اب کیونکر بنائے جاتے ہیں؟

¹ صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم وخذله الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۳۱۷

² صحیح البخاری کتاب الفرائض باب تعلیم الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۹۹۵

الجواب:

واقعی زمانہ اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مساجد کے لئے برج کنگرے اور اس طرح کے منارے جن کو لوگ مینار کہتے ہیں ہر گز نہ تھے بلکہ زمانہ اقدس میں کچے ستون نہ پکی چھت، نہ پکافرش نہ گچکاری، یہ امور اصلاً نہ تھے کما فی صحیح البخاری فی ذکر مسجدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے ذکر میں ہے۔ ت) بلکہ حدیث میں ہے:

ابنوا المساجد واتخذوها جما ^۱ ۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ والبیہقی فی السنن عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	مسجدیں بناؤ اور انہیں بے کنگرہ رکھو (اسے ابوبکر بن ابی شیبہ اور بیہقی نے سنن میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے:

ابنوا مساجد کم جماوا بنوا مدامائکم مشرفة ^۲ ۔ رواہ ابن ابی شیبہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	اپنی مسجدیں منڈی بناؤ اور اپنے شہر کنگرہ دار۔ (اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ ت)

مگر تغیر زمانہ سے جبکہ قلوب عوام تعظیم باطن پر متنبہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہو گئے اس قسم کے امور علماء وعامہ مسلمین نے مستحسن رکھے، اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدر اول میں نہ تھا اور اب بہ نیت تعظیم واحترام قرآن مجید مستحب ہے۔ یونہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام،

وما راہ المسلمون حسناً فهو عند اللہ حسن ^۳ ۔	جس شئی کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہوتی ہے۔ (ت)

^۱ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ فی زینۃ المسجد وما جاء فیہا إدارة القرآن کراچی ۱/ ۳۰۹

^۲ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ فی زینۃ المسجد وما جاء فیہا إدارة القرآن کراچی ۱/ ۳۰۹، کنز العمال حدیث ۲۰۷۶۹ مؤسسة الرسالة

بیروت ۷/ ۲۵۶

^۳ مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۹

در مختار میں ہے:

قرآن مجید کو مزین کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو تعظیماً منقش کرنا جائز ہے۔ (ت)	جائز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیہ کہا فی نقش المسجد ^۱ ۔

تبیین الحقائق میں ہے:

قلعی اور سونے کے پانی سے مسجد کو منقش کرنا مکروہ نہیں۔ (ت)	لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذهب ^۲ ۔

عالمگیری میں ہے:

مسجد کو قلعی، ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی سے منقش کرنے میں حرج نہیں تاہم فقراء پر صرف کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، مضمرات اور محیط میں یونہی ہے (ت)	لاباس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب والصرف الی الفقراء افضل کذا فی السراجیۃ وعلیہ الفتویٰ کذا فی المضمرات وھکذا فی محیط ^۳ ۔

اور ان میں ایک منفعت یہ بھی کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امر دین میں ان کی امداد و اعانت ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ (ت)	"تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ" ^۴

تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی کثرت ہے، اکثر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو ممکن ہے کہ ہمسایہ کے ہنود بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دغویٰ کر دیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں۔ بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہیأت خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور اعدا سے اس کی صیانت ہے، وبالله التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

^۱ در مختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی، دہلی ۱۲/ ۲۳۵

^۲ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ المطبوعۃ الکبریٰ الامیریۃ مصر ۱/ ۱۶۸

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۳۱۹

^۴ القرآن الکریم ۲/ ۵

مسئلہ ۱۴۳: از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ قاضی ہاٹ متصل بختیار منشی کے بازار مرسلہ مولوی عبدالعلی صاحب ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی ہندو مشرک زمیندار اپنی زمین میں نماز پنجگانہ وجہ کے لئے ایک مسجد بنادے یا مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد کو درست یا پختہ کر دے یا از روئے حیلہ کے دو سو یا چار سو کسی شخص کو مسجد بنوانے کی نیت سے دے وہ شخص زردادہ سے مسجد بنادے شرعاً اس میں نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر اس نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃً کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو، مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔

کیونکہ یہ اس کی طرف سے مسلمان کو اس کے مال سے مسجد کے لئے سامان خریدنے کا اذن ہوا اور محض اتنی بات سے وہ وکیل نہ ہوا اور بالفرض توکیل مان بھی لیں تو جب جنس شراء غیر معین ہے تو شراء مسلمان کے لئے ہی واقع ہوگی اس لئے کہ جہالت فاحشہ وکالت کو باطل کر دیتی ہے۔ درمختار میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر وکالت جہالت فاحشہ کے ساتھ مجہول ہو یعنی جہالت جنس ہو جیسے دابہ کا مجہول ہونا تو وکالت باطل ہو جاتی الخ (ملخصاً) اور یہ بات معلوم ہے کہ شراء جب مشتری پر نفاذ پائے تو نافذ ہو جاتی ہے، بہر صورت وہ خریدار ہوا سامان مسلمان کا مملوک ہوا اور اس نے مسجد بنادی تو صحیح ہے۔ (ت)	لانه انما يكون اذنًا للمسلم بشراء الآلات للمسجد بماله وبمجرد هذا لا يصير وكيلا وان فرض التوكيل فحيث لم يعين جنس المشتري لا يقع الشراء الا للمسلم لان الجهالة الفاحشة تبطل الوكالة، في الدر المختار الاصل انها (اي الوكالة) ان جهلت جهالة فاحشة وهي جهالة الجنس كدابة بطلت اه^۱ (ملخصاً) ومعلوم ان الشراء متى وجد نفاذا على المشتري نفذ عليه فعلى كل كانت الآلات ملك المسلم وقد جعلها مسجداً فصح.

یونہی مسجد قدیم کی درستی و مرمت اگر کافر کرے تو اسکی مسجدیت میں نقصان نہ آئے گا لان المسجد اذا تم مسجد الا یعود غیر مسجد ابدا (کیونکہ مسجد بن جانے کے بعد کبھی بھی وہ غیر مسجد نہیں بن سکتی۔ ت)

^۱ درمختار باب الوكالة بالبیع والشراء مطبع مکتبائے دہلی ۱۰۴/۲

اسی طرح کچھ مسجد کو اگر پکی کرا دے فرش اور دیواریں پختہ بنوادے جب بھی اس کی مسجدیت میں حرج نہیں اس میں نماز درست ہے کہ یہ دیواریں اگرچہ ملک کافر رہیں گی کہ وہ مسجد کے لئے وقف کرنے کا اہل نہیں مگر دیواریں حقیقت مسجد میں داخل نہیں،

حقى لولم تكن اور فعت لم يتطرق الى المسجد خلل الاترى ان المسجد الحرام لاجدران فيه اصلا وان بناء الكعبة لو رفع كما وقع في زمن سيدنا عبد الله بن الزبير رضى الله تعالى عنهما لصحت الصلوة اليها كما نصوا عليه۔	مسجد کی دیواریں اگر بالکل نہ ہوں یا مرتفع ہو جائیں تو مسجدیت میں کوئی خلل نہیں آتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مسجد الحرام میں دیواریں نہیں ہیں اور اگر کعبۃ اللہ کی عمارت اگر مرتفع ہو جائے جیسا کہ سیدنا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوا تو تب بھی اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

یوں ہی مسالہ کہ فرش پختہ کرنے کو ڈالا چٹائی کی طرح ایک شیئی زائد ہے اور جواز نمازیوں کے اگرچہ وہ مسالہ ملک کافر پر رہے گا مگر اس پر نماز اس کے اذن سے ہے،

فكان كالصلاة في ارض الكافر باذنه بل اولی۔	تو یہ کافر کی زمین میں اس کے اذن سے نماز پڑھنے کی مانند ہوا یا اس سے بھی اولیٰ ہے۔ (ت)

ہاں ایسی چیز کا قبول کرنا مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ مسجد کو ملک کافر سے آلودہ کرنا ہے،

وقد قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انا لا نستعين بمشرك¹۔	تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مشرک سے استعانت نہیں کرتے (ت)

اور اس میں یہ بھی قباحت ہے کہ جب وہ فرش ملک کافر پر باقی ہے تو اگر کسی وقت وہ یا اس کے بعد اس کا وارث اس پر نماز سے منع کر دے تو نماز ناجائز ہو جائے گی جب تک فرش کھود کر زمین صاف نہ کر لیں۔ رہی پہلی صورت کہ مشرک اپنی زمین میں مسجد بنوادے اگر مشرک نے وہ زمین کسی مسلمان کو ہبہ کر دی اور مسلمان نے مسجد بنوائی تو جائز ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے، اور اگر بے تملیک مسلم اپنی ہی ملک رکھ کر مسجد بنوائی تو وہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوئی،

¹ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانة بالمشرکین ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵

لان الکافر لیس اهل لوقف المسجد وفي جواهر الاخلاطی جعل ذمی دارۃ مسجد المسلمین وبناکہ کما بنی المسلمون واذن لهم بالصلوة فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ^۱ وھذا قول الكل۔	کیونکہ کافر مسجد کو وقف کرنے کا اہل نہیں جواہر الاخلاطی میں ہے کہ ذمی نے اپنے گھر کو مسلمانوں کے لئے مسجد بنایا اور مسلمانوں کی طرح اس کی تعمیر کرائی پھر مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کو کہا اور انہوں نے اس میں نماز پڑھی بعد ازاں وہ ذمی مر گیا تو وہ اس کے وارثوں کو بطور میراث ملے گی، اور یہی سب کا قول ہے (ت)

اس میں نماز ایک کافر کے گھر میں نماز ہے جس پر نماز مسجد کاہر گزرتا ہے مگر جبکہ اس کے اذن سے ہے نماز درست ہے اگر منع کر دے گا تو اب اجازت نہ رہے گی اور زمین غصب میں نماز کی طرح مکروہ ہوگی للتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنیہ (ملک غیر میں بلا اذن مالک تصرف کرنے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴: از کانپور مرسلہ مولوی عبید اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر کے کسب ناجائز اختیار کر لیا اور مال میں ہزار پانسو کی تجارت بھی کرتی رہی چنانچہ اس نے اسی مال سے چند دن میں متعدد مکان وغیرہ بھی خرید کئے اور وہ مال اس کے پاس کچھ بطور حلال حاصل ہوا تھا اور کچھ بطور حرام، لیکن یہ امر کہ مال حلال کس قدر تھا اور مال حرام کس قدر، کچھ معلوم نہیں، خلاصہ یہ کہ وہ مال اس کے پاس مختلط تھا، اس کے بعد اس مال کی وارث اس کی ماں بنی، ہندہ کی ماں نے محض اپنی رائے سے ایک مسجد کی تعمیر کی، اب اس مسجد میں لوگ نماز پڑھنے سے پرہیز کرتے ہیں، پس یہ فرمایا جائے کہ ایسی مسجد کو حکم مسجد کا دیں گے یا نہیں؟ اور یہ وقف شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی ارشاد ہو کہ مال مختلط وراثتاً اگر شخص کو نہ ملا ہو جبکہ خود اس کے پاس مختلط اپنا ذاتی ہو جیسا آج زمانے میں بکثرت لوگوں کے پاس ہے اگر ایسے سے مسجد بنوائی جائے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

مال مختلط کہ مورث وجوہ مختلفہ سے جمع کر لے اور وارث کو اس کی کچھ تفصیل کا پتا نہیں چل سکے کہ کتنا حلال ہے کتنا حرام ہے، جو حرام ہے کس کس سے لیا ہے تو امر مجہول کا مطالبہ اس سے نہیں ہو سکتا ایسی ہی

^۱ جواہر الاخلاطی کتاب الوقف قلمی نسخہ ص ۱۲

جگہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ:

الحرمة لاتتعدی بیان المسئلة في الدر المختار ورد المحتار وغيرهما من الاسفار۔	حرمت متعدی نہیں ہوتی اس مسئلہ کی وضاحت در مختار اور رد المحتار وغیرہ کتب میں ہے (ت)

تو مسجد مذکور ضرور مسجد ہے اور اس کا وقف صحیح اور اس میں نماز جائز، اور اگر خود اپنا روپیہ مختلط بلکہ حرام ہو اور اس سے مسجد یوں بنائے کہ زمین و خشت وغیرہ آلات کی خریداری میں زر حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہو تو مذہب امام کرخی پر کہ اب وہی مفتی بہ ہے ان خریدی ہوئی اشیاء میں خباثت اثر نہ کرے گی۔

بل استحسن في الطريقة المحمدية الافتاء بما اوسع من هنا وهوان الخبث لايسرى في الابدال مطلقاً اذا كان ذلك فيما لايتعين في البيع كالدراهم والدنانير۔	بلکہ طریقہ محمدیہ میں تو اس سے وسیع تر صورت پر فتویٰ کو مستحسن قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ خباثت ابدال میں مطلقاً اثر نہیں کرتی جبکہ ان اشیاء میں ہو جو بیوع میں متعین نہیں ہوتیں جیسے دراهم و دنانیر۔ (ت)

حرام پر عقد کے یہ معنی کہ زر حرام دکھا کر کہے اس کے عوض فلاں شئی دے دے، اور نقد کے یہ معنی کہ پھر زر حرام ہی اس کے معاوضہ میں دے، اگر مطلقاً بغیر روپیہ دکھائے کوئی چیز خریدے اور پھر زر حرام عوض میں دیا تو یہ دینا اگرچہ اسے حرام تھا،

لانه فيه بادائه الى من كان له وان لم يبق هو ولا وارثه اولم يعرف فالتصدق وهذا عدول عنهما فلا يجوز۔	کیونکہ اس میں وہ مال حرام اس شخص کو واپس کرنے کا پابند تھا جس کا وہ ہے اگر وہ یا اس کا کوئی وارث باقی نہیں یا ان کا علم نہیں تو صدقہ کرنا لازم ہے جبکہ یہ مال حرام کسی کو معاوضے میں دینے اور اصل مالک کو واپس کرنے سے عدول ہو گا تو جائز نہیں (ت)

بلکہ بالغ کو بھی لینا حرام تھا جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ روپیہ عین حرام اور اس کے پاس بلا ملک ہے جیسے غصب و رشوت و اجرت زنا وغیرہ کا روپیہ مگر جبکہ حرام پر عقد نہ ہو فرد مطلق پر ہو خریدی ہوئی شے میں خبث نہ آیا ہو نہی اگر زر حرام دکھا کر کہا اس کے عوض فلاں شئی دے دے، جب اس نے دے دی اس نے وہ روپیہ شمن میں نہ دیا بلکہ زر حلال دیا تو اب اگرچہ عقد حرام پر ہوا مگر نقد اس کا نہ ہوا، ان دونوں صورتوں میں مذہب مفتی بہ پر ابدال یعنی خریدی ہوئی چیزیں حلال رہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہاں عام خریداریاں اسی صورت اولیٰ پر ہوتی ہیں کہ حرام پر عقد نہیں ہوتا، اور اگر بالفرض بعض آلات پر اتفاقاً ایسا ہوا ہو تو اس کا حال معلوم نہیں،

وقد قال في الاصل به ناخذ ما لم نعرف شيئاً حراماً بعينه ^۱ ۔	امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ ہم اسی کو اپناتے ہیں جب تک ہمیں کسی خاص شے کے حرام ہونے کا پتا نہ چل جائے۔ (ت)

تو ایسی مساجد کی مسجدیت اور ان میں نماز کی صحت میں شک نہیں وقد فصلنا المسألة في فتاؤنا (تحقیق ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں بیان کر دی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۳۵: از شہر کہنہ ۲۳ محرم شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹی مسجد کو مسلمانوں نے بڑھایا جو زمین اندر آتی اس میں ایک محراب ہوتی ہے کسی حساب سے پانچ در نہیں ہو سکتے، نہ تو زمین زیادہ ہے کہ دو در بن کر پانچ ہو جائیں نہ اتنا روپیہ کہ سامنے کی محرابیں توڑ کر اس زمین کو شامل کر کے تین در بنائے جائیں، اب اگر ایک در تیار ہو جائے اور سب مل کر چار در ہو جائیں تو کسی طرح کا نماز میں فتور آئے گا یا نہیں؟ شرع شریف نے کیا اجازت دی ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اتنا ضرور ہے کہ طاق عدد اللہ عزوجل کو محبوب ہے ان اللہ وتریحب الوتر^۲ (اللہ تعالیٰ وتر یعنی طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ ت) اور یہاں عام مسلمانوں میں مسجد کے در طاق ہی رکھنے کا رواج ہے وقد نص العلماء ان الخروج عن العادة شهرة ومکروه (علماء نے تصریح فرمائی کہ مسلمانوں کی عادت مستمرہ سے خروج مکروہ ہے۔ ت) تو جہاں تک ممکن ہو مخالفت عادت مسلمین سے احتراز کریں اور ناممکن ہو تو کوئی حرج نہیں اور نماز میں تو کسی طرح دروں کے طاق یا جفت ہونے سے کوئی فضیلت یا فتور اصلاً نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: مرسلہ عنایت حسین ۴ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک مسجد چھوٹی ہے اور ایک جانب اس کے قبرستان ہے دو جانب تالاب ہے اور ایک جانب راستہ ہے اور مرمت طلب ہے، ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں ایک مسجد بناؤں مگر شرط یہ ہے کہ اس مسجد سے بڑی ہو اور اس میں حجرہ وغیرہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

^۲ مسند احمد بن حنبل از مسند علی رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۳۳

اور وہیں چاہ بھی ہو اور پیش امام اور مؤذن کے واسطے بھی انتظام جائداد سے کر دیا جائے اور یہ جو مسجد ہے اسکے آس پاس بڑھانے کی گنجائش نہیں ہے اگر دوسری مسجد اس موضع میں تعمیر ہوئی تو یہ مسجد ویران ہو جائے گی اس میں کوئی نمازی نماز کے واسطے نہیں آئے گا اس وجہ سے کہ اس مسجد میں کوئی امام نہیں ہے اور نمازی بھی ایسے نہیں کہ اس میں امامت کر کے جماعت کر لیں ایسی حالت میں مسجد تعمیر کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ مسجد شہید کر کے اینٹ وغیرہ اس مسجد کی اس مسجد میں لگائیں یا کیا کریں؟

الجواب:

مسجد بنانا باعث اجر عظیم ہے جس طرح ممکن ہو کوشش کی جائے وہ مسجد بھی آباد رہے اور یہ بھی آباد ہو، ثواب لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی امام مقرر کرے اگر کسی طرح یہ ممکن ہو بلکہ اگر معلوم ہو کہ اس مسجد کا بنانا اسے ویران کر دے گا تو ہر گز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اسے شہید کرنا حرام قطعی، اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگادینا حرام قطعی۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا" ^۱ - وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ -	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے ظالم تر کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

از بدایون

مسئلہ ۱۴:

زید نے قبرستان قدیم اہل اسلام کو پاٹ کر ان قبروں کی چھت پر مسجد بنانا اور اس کو ایک مسجد قدیم کے صحن میں داخل کرنے کا قصد کیا ہے اور دروازہ قدیم مسجد کو بھی پاٹ کر اسکے نیچے دکان یا حجرہ بنانا اور چھت کو مسجد کرنا چاہتا ہے، آیا شرعاً زید کو یہ منصب ہے اور یہ سقف قبور مسجد ہو جائے گی اور مصلیٰ کو ثواب مسجد ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا عند اللہ تعالیٰ (بیان کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

دروازہ پاٹ کر اس کے نیچے دکان بنانا ہر گز جائز نہیں، عالمگیری میں ہے:

قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فناءہ ^۲۔	ناظم مسجد کو جائز نہیں کہ وہ مسجد کی حدود میں یا فناء مسجد میں دکانیں بنائے (ت)

^۱ القرآن الکریم ۱۱۳ / ۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد فصل ثانی توراتی کتب خانہ پشاور ۱۳۶۲ / ۲

اور حجرہ بنانے کی اجازت ہے جبکہ زمین مسجد سے اس میں کچھ نہ لیا جائے، نہ مسجد پر راہ وغیرہ کسی امر کی تنگی لازم آئے اور یہ تغیر دروازہ کرنے والے خود اہل محلہ ہوں یا ان کے اذن سے ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے: لاہل المحلة تحویل باب المسجد^۱ (اہل محلہ کو دروازہ مسجد کی تبدیل کا اختیار ہے۔ ت) اور اس صورت میں حجرہ کی چھت مسجد ہو جائے گی جبکہ برضائے اہل محلہ ہے۔ خلاصہ میں ہے:

ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلك المسجد و ارادوا ان یزیدوا فی المسجد شیئاً من الارض جاز الخ ^۲ ۔	ایک زمین مسجد کے لئے وقف ہوئی اور اس مسجد کے پہلو میں زمین ہے اہل محلہ نے ارادہ کیا کہ مسجد میں کچھ اضافہ اس زمین سے کریں تو جائز ہے الخ (ت)

فتاویٰ کبریٰ پھر جامع المنصنرات شرح القدوری پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

مسجد اراد اہلہ ان یجعل الرحبة مسجد او ان یحولوا الباب عن موضعه فلهم ذلك فان اختلفوا نظر ایہم اکثر وافضل فلهم ذلك ^۳ ۔ بتلخیص۔	اہل محلہ نے چاہا کہ برآمدہ کو مسجد کر دیں اور دروازہ کو اپنی جگہ سے تبدیل کر دیں تو جائز ہے اور اگر ان میں باہم اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ ان میں اکثر و افضل گروہ کی کیا رائے ہے اور انہیں کو اختیار دیا جائے گا۔ بتلخیص (ت)

اور اس کے نیچے حجرہ ہونا کچھ منافی مسجدیت سقف نہ ہوگا، قول بحر شرط کونہ مسجد ان یکون سفله و علوه مسجد^۴ (اس کے مسجد ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کے نیچے اور اوپر والا حصہ بھی مسجد ہو۔ ت) یہاں وارد ہوگا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جمیع جہات میں حقوق مالکانہ عباد سے منقطع ہو مصالح مسجد توابع مسجد ہیں، خود بحر میں تتمہ عبارت مذکور یہ ہے:

لینقطع حق العبد عنه بقوله تعالیٰ وان المسجد لله بخلاف ما اذا كان السرداب العلوی موقوفاً لمصالح المسجد کسرداب بیت المقدس هذا هو ظاهر	تاکہ حق عبد اس سے منقطع ہو جائے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بنیاد پر کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں بخلاف اس کے کہ جب تہ خانہ یا بالاخانہ مصالح مسجد کیلئے موقوف ہوں جیسا کہ بیت المقدس کا تہہ خانہ ہے

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف باب الرجل جعل داره مسجداً لو کثور کھنؤ ۱۳/۷۳

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الوقف الفصل الرابع فی المسجد مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۲/۲۲۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/۵۶۶

^۴ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۲۵۱

الروایۃ ^۱ ۔	یہی ظاہر الروایہ میں ہے (ت)

ہدایہ میں ہے:

من جعل مسجداً تحته سرداب أو فوقه بیت وجعل باب المسجد الى الطريق وعزله عن مبلکہ فله ان یبیعه وان مات یورث عنه لانه لم یخلص لله تعالیٰ لبقاء حق العبد متعلقاً به ولو کان السرداب لمصالح المسجد جائز ^۲ ۔	جس شخص نے مسجد بنائی جس کے نیچے تہ خانہ اور اوپر مکان ہے اس نے مسجد کا دروازہ راستے کی طرف بنایا اور اس کو اپنی ملک سے نکال دیا تو وہ اس کو بیچنے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مر جائے تو اس کی میراث قرار پائے گا کیونکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوا اس سبب سے حق عبد اس کے ساتھ منسلک رہا اور اگر وہ تہ خانہ مصالح مسجد کیلئے ہو تو جائز ہے۔ (ت)

ہاں اگر زید بطور خود یہ کارروائی بے رضائے اہل محلہ کرے تو وہ چھت مسجد نہ ہو جائے گی اور اس میں نماز اگرچہ جائز ہے مگر اس پر نماز مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

متولی مسجد جعل منزلاً موقوفاً علی المسجد مسجداً وصلی الناس فیہ سنین ثم ترک الناس الصلوۃ فیہ فأعید منزلاً مستغلاً جائز لانه لم یصح جعل المتولی ایاہ مسجداً کذا فی الواقعات الحسامیۃ ^۳ ۔	ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر جو کہ مسجد پر موقوف تھا کو مسجد بنادیا لوگ اس میں کئی برس نماز پڑھتے رہے، پھر لوگوں نے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا پھر وہ اپنی سابقہ حالت یعنی کرایہ پر چلنے لگا تو جائز ہے کیونکہ متولی کا اس کو مسجد کر دینا صحیح نہیں ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ میں مذکور ہے (ت)

رہا مسلمانوں کا قبرستان قدیم کہ وہ ضرور دفن موتی کے لئے موقوف ہوتا ہے، اس میں دو صورتیں ہیں اگر وہ قبرستان قابل کار ہو کہ اس میں دفن اموات کو جگہ بھی ہے اور کسی اور وجہ کے باعث اس سے استغناء بھی نہ ہو گیانہ داخل حدود شہر ہونے کے سبب اس میں دفن کی ممانعت انگریزی طور پر ہو گئی جب تو اسے پاٹ کر دفن سے روک دینا سرے سے ناجائز و حرام ہے کہ یہ ابطال غرض وقف ہے اور وہ اصلار و انہیں۔

^۱ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۱/۵

^۲ الہدایۃ کتاب الوقف المكتبة العربیۃ کراچی ۲/۲۲۴

^۳ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۶۶

عالمگیر یہ میں ہے: لایجوز تغیر الوقف^۱ (وقف میں تغیر و تبدیل جائز نہیں۔ ت) فتح القدیر میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ ^۲	وقف کو حال سابق پر برقرار رکھنا واجب ہے (ت)

اور اگر وہ قابل کار نہ رہا یا اس سے استغناء ہو گیا یا وہاں دفن کی ممانعت ہو گئی جس کے سبب اب وہ اس کام میں صرف نہیں ہو سکتا یا مسجد قدیم لب مقبرہ واقع ہے یہ بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ زمین مقبرہ نہ رکے نہ اس میں دفن موتی کرنے اور اس کی غرض سے لوگوں کے آنے جانے کی راہ رکے نہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ زمین جس میں ستون قائم کئے گئے متعلق مسجد ہو اور کارروائی اہل محلہ کی یا ان کے اذن سے ہو یا وہ زمین اس بانی سقف یا کسی دوسرے مسلمان کی ملک ہو اور مالک اسے ہر کام کے لئے وقف کر دے یا وہ زمین افتادہ بیت المال کی ہو اور اس میں اس کارروائی سے مسلمانوں کے راستے وغیرہ کو ضرر نہ ہو کہ ان حالتوں میں اس نے کوئی بیجا تصرف نہ کیا نہ وقف کو روکا نہ اس کی زمین کو کسی دوسرے کام میں صرف کیا صرف بالائی ہوا میں کہ نہ موقوف تھی نہ مملوک ایک تصرف غیر مضر نفع مسلمین کے لئے کیا۔ عالمگیر یہ میں ہے:

ذكر فی المنتقی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الطریق الواسع بنی فیہ اهل المحلة مسجدا و ذلك لایضر بالطریق فینعہم رجل فلا بأس ان یبنوا کذا فی الحاوی ^۳	منتقی میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوں منقول ہے کہ ایک وسیع راستہ میں اہل محلہ نے مسجد بنائی جس سے راستہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا ایک شخص نے انہیں اس سے منع کیا تو ان کے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، حاوی میں یونہی ہے (ت)

اسی میں خزائن المفتین سے ہے:

قوم بنوا مسجدا واحتاجوا الی مکان	لوگوں نے مسجد بنائی تو انہیں مسجد کو وسیع کرنے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۰/۲

^۲ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۴۴۰/۵

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۶/۲

ليتسع المسجد واخذوا من الطريق وادخلوه في المسجد ان كان يضر بأصحاب الطريق لايحوز ان كان لايضر بهم رجوت ان لا يكون به بأس كذا في المضمرات وهو المختار كذا في خزانة المفتين¹ -	کے لئے کچھ جگہ کی ضرورت پڑی اور انہوں نے راستہ سے کچھ جگہ لے کر مسجد میں داخل کر لی، اگر اس سے راستہ والوں کو ضرر ہو تو ناجائز ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا جیسا کہ مضمرات میں ہے اور یہی مختار ہے خزانۃ المفتین میں یونہی ہے۔ (ت)

نیز ہند یہ میں حق عام کی شے پاٹ کر مسجد اس طرح بنانے کا جس سے ان حقوق کو ضرر نہ پہنچے جزئیہ یہ ہے:

في نوادر هشام سألت محمد الحسن عن نهر قرية كثيرة الاهل لايحصى عددهم وهو نهر قنّاة او نهر وادلهم خاصة، واد قوم ان يعمر وابعض هذا النهر ويبنوا عليه مسجدا ولا يضر ذلك بالنهر ولا يتعرض لهم احد من اهل النهر، قال محمد رحمه الله تعالى يسعهم ان يبنوا ذلك المسجد للعامة او المحلة كذا في المحيط² -	ہشام نے نوادر میں کہا کہ میں نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت فرمایا کہ ایک کثیر آبادی والے قصبہ میں ایک نہر ہے جو کہ جنگل یا پہاڑ کے نالے کی صورت میں ہے اور وہ خاص انہی لوگوں کی ہے اب کچھ لوگوں کا ارادہ ہوا کہ وہ نہر کے کچھ حصہ تعمیر کر کے مسجد بنادیں، اس سے نہ تو نہر کو کوئی نقصان ہے اور نہ ہی نہر والوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ایسی مسجد بنانے کا اختیار ہے چاہے وہ مسجد اہل محلہ کے لئے بنائیں یا عام لوگوں کے لئے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ وہ وقف بھی مسجد ہو جائے گی اور اس میں نمازی کو ثواب مسجد ملے گا اور اس کے نیچے قبریں ہونا اس بنا پر کہ ہمارے علماء نے قبروں کے سطح بالائی کو حق میت لکھا ہے،

في العالمگیریة عن القنية قال علاء الترجماني يَأْثَم بوطي القبور لان سقف القبر حق البيت³ -	عالمگیریہ میں بحوالہ قنیہ مذکور ہے کہ علاء ترجمانی نے فرمایا قبور کو روندنا گناہ ہے کیونکہ قبروں کی بالائی سطح میت کا حق (ملکیت) ہے۔ (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۳۵۷

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۳۵۷

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر فی زیارة القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۳۵۱

اور مسجد کا جمیع جہات میں حقوق العباد سے منقطع ہونا لازم ہے کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) ہر گز مانع مسجدیت نہ ہوگا کہ اس حق سے مراد کسی کی ملک یا وہ حق مالکانہ ہے جس کے سبب وہ اس مسجد میں تصرف سے مانع آسکے کہ جب ایسا ہوگا تو وہ خالص لوجه اللہ نہ ہوئی، اور مسجد کا خالص لوجه اللہ ہونا ضرور ہے، ولہذا فتح القدیر میں عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں فرمایا:

المسجد خالص للہ سبباً نہ لیس لاحد فیہ حق، وهو منتف فیہا ذکر اما اذاکان السفل مسجد افان لصاحب العلو حقانی السفل حتی منع صاحبه ان ینقب فیہ کوۃ اویتد فیہ وتدا، واما اذاکان العلو مسجدا فلان ارض العلو ملک لصاحب السفل بخلاف ما اذاکان السرداب والعلو موقوفاً لصاحب المسجد فانه یجوز اذلا ملک فیہ لاحد^۱ مختصراً۔

مسجد خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس میں کسی کا حق نہیں اور یہ بات صورت مذکورہ میں منتفی ہے لیکن اگر نیچے والا حصہ مسجد ہو پھر تو اس لئے کہ بالا خانے والا نچلے حصہ میں حق رکھتا ہے یہاں تک کہ نیچے والے کو دیواروں میں سوراخ کھودنے یا میخ گاڑنے سے منع کر سکتا ہے، اور اگر اوپر والا حصہ مسجد ہو تو پھر اس لئے کہ بالا خانے کی زمین نیچے والے کی ملک ہے بخلاف اس کے اگر تہ خانہ اور بالا خانہ دونوں ہی مصلحت مسجد کے لئے وقف کردئے گئے ہوں تو صحیح ہے کیونکہ اب اس میں کسی کی ملک باقی نہیں رہا مختصراً۔ (ت)

مطلقاً حق العباد کا تعلق اگر مانع مسجدیت ہو تو کوئی مسجد مسجد نہ ہو سکے کہ ہر مسجد میں ادائے نماز و اعتکاف وغیرہ عام مسلمانوں یا خاص اس کے اہل کا بخصوصیت زائدہ حق ہے جس کے باعث وہ بحال تنگی اوروں کو اپنی مسجد محلہ میں نماز سے منع کر سکتے ہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا ضاق المسجد کان للمصلی یزعج القاعد عن موضع لیصلی فیہ وان کان مشغولاً بالذکر والدرس او قراءة القرآن والاعتکاف، وکذا الادل المحلة ان یمنعوا من لیس منهم عن الصلوۃ فیہ اذا ضاق بهم المسجد کذا فی القنیۃ^۲۔

اگر مسجد تنگ ہو تو نمازی دوسرے شخص کو جو کہ وہاں بیٹھا ہوا ہے وہاں سے ہٹا کر نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ وہ بیٹھا ہوا شخص ذکر، تلاوت یا اعتکاف میں مشغول ہو یوں ہی مسجد کی تنگی کی صورت میں اہل محلہ دوسروں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر سکتے ہیں یونہی قنیہ میں ہے۔ (ت)

^۱ فتوح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد بأحكام مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۵/ ۴۵-۴۴

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نوری کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۳۲۲

بلکہ حق میت کہ قبر و سقف قبر میں ہے اگر ان حقوق عباد سے ہو جن کا تعلق خلوص لوجہ اللہ تعالیٰ سے مانع ہو تو سرے سے مقبرہ موقوفہ ہی محال ہو جائے کہ مسجد کی طرح مقبرہ میں بھی محض خلوص و انقطاع جملہ حقوق عباد شرط ہے ولہذا بالاجماع مسجد کی طرح اس میں بھی افراز شرط ہوا۔ ہدایہ میں ہے:

وقف المشاع جائز عند ابی یوسف الا فی المسجد والمقبرة فإنه لا یتیم ایضاً عند ابی یوسف لان بقاء الشرکۃ یمنع الخلو ص للہ تعالیٰ اھ ^۱ ۔ مختصرًا۔	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وقف مشاع جائز ہے سوائے مسجد و مقبرہ کے، اور وہ بھی امام ابو یوسف کے نزدیک تام نہیں ہوتا کیونکہ شرکت اس وقف کے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے سے مانع ہے اھ مختصرًا (ت)

فتح القدیر میں ہے:

انما اتفقوا علی منع وقف المشاع مطلقاً مسجد او مقبرة لان الشیوع یمنع خلوص الحق للہ تعالیٰ ^۲ ۔	مسجد و مقبرہ میں وقف مشاع کے مطلقاً ممنوع ہونے پر تمام ائمہ متفق ہیں کیونکہ شیوع وقف کے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے سے مانع ہے (ت)

بلکہ میت تو کوئی حق مالکانہ نہیں رکھتا لان الموت ینافی الملک (کیونکہ موت ملکیت کے منافی ہے۔ ت) نہر عام کی طرح نہر خاص اہل محلہ کا جزئیہ گزر کہ اس کے اوپر پاٹ کر مسجد بنا دینا جائز ہے جبکہ ان کی نہر کو ضرر نہ پہنچے نہ وہ مانع آئیں تو اوپر مسجد ہے اور نیچے نہر بہتی ہے جس میں خاص قوم کا حق مالکانہ ہے مگر از انجا کہ ان کے حق میں کوئی تصرف نہ کیا، نہ انہیں بالائے نہر اس پٹی ہوئی عمارت میں نماز سے ممانعت پہنچتی ہے کہ ان کا حق نہر میں ہے نہ کہ ہوا میں، وہ مسجد صحیح و جائز ہو گئی بلکہ حق مالکانہ درکنار خاص زمین مسجد جس پر عمارت بنا کر مسجد کی گئی اگر ملک غیر ہو مگر اسے حق مزاحمت اصلانہ رہا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ خالی عمارت بھی مسجد ہو جائے گی۔ در مختار میں ہے:

بنی علی ارض ثم وقف البناء قصد ابد ونہا ان الارض مملوكة لا یصح وقیل صح وعلیہ الفتوی، وان موقوفہ علی	ایک شخص نے کسی زمین پر عمارت بنائی پھر بالقصد عمارت کو وقف کیا بغیر زمین کے، اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہے تو وقف صحیح نہیں، اور ایک قول

^۱ الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۱۸

^۲ ففتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۵/ ۴۲۶

مَاعِينَ الْبِنَاءِ لَهُ جَازِ تَبْعًا أَجْمَاعًا وَإِنَّ الْأَرْضَ لَجَهَةٌ آخِرُ فَمُخْتَلَفٌ فِيهِ، وَالصَّحِيحُ الصَّحَّةُ كَمَا فِي الْمَنْظُومَةِ الْمَجِيبَةِ^۱ اہ باختصار۔	میں صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اگر زمین وقف ہے اسی پر جس کے لئے عمارت معین ہوئی تو عمارت کا تبعا وقف بالاجماع جائز ہے، اور اگر زمین کسی اور جہت کے لئے وقف ہے تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی عمارت کا وقف صحیح ہے جیسا کہ منظومہ مجیبہ میں ہے اہ باختصار (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والصحيح الصحة ای اذا كانت الارض محتكرة وعن هذا قال فی انفع الوسائل انه لو بنی فی الارض الموقوفة المستأجرة مسجداً انه يجوز^۲ اھ هذا ما عندی، والله سبحانه وتعالى اعلم۔	ما تن کا قول "الصحيح الصحة" (صحیح صحت ہے) اس وقت ہے جب زمین منکثر ہو (یعنی جس کی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو) اسی بنیاد پر انفع الوسائل میں فرمایا کہ اگر کسی نے موقوفہ مستاجرہ زمین پر مسجد بنادی تو جائز ہے اہ میرے نزدیک یہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸: غرہ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کی مستی عنایت اللہ نے حجرہ مسجد کی دیوار پر ایک دیوار بنا کر مکان بنالیا ہے اور اسی
دیوار کو سانبان کر لیا ہے اور مسجد کی محراب اور دیوار سے ملا کر ایک پیل پایہ کھڑا کر کے خاص دیوار مسجد میں سوراخ کر کے ایک کڑی ڈال
کر چھت بنائی اور پر نالہ مسجد کی دیوار سے ملا ہوا رکھا جس سے مسجد کا ضرر ہے اور ایک کھڑکی بھی اسی دیوار میں جو حجرہ پر بنائی گئی ہے
واسطے آمدورفت چھت حجرہ کے رکھی، عنایت اللہ کو اس طریقہ سے مکان بنانا کیسا ہے؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

حرام حرام حرام، سخت گناہ، سخت کبیرہ، وہ شخص شرعاً اشد سزا کا مستحق۔ اس پر فرض ہے کہ حجرہ مسجد پر جو دیوار بنائی ہے ابھی ابھی
ابھی فوراً فوراً اڈھا دے سمار کر دے، اور اس میں جو کچھ نقصان حجرہ مسجد یا دیوار حجرہ مسجد کو پہنچے اسے اپنے داموں سے ویسا ہی
بنوادے جیسا پہلے بنا ہوا تھا،

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/ ۳۸۴

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۱

فأن كل ضرر ببناء يضمن بالقيمة ما خلا بناء الوقف فيومر باعادته ^۱ كما كان في الاشباه والنظائر والدر المختار۔	عمارت کے ہر ضرر کا ضمان قیمت سے ادا کیا جاتا ہے سوائے وقف کے عمارت کے کہ اس کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ وہ عمارت پہلے تھی (الاشباه والنظائر اور در مختار) (ت)

دیوار مسجد میں جو سوراخ کیا ہے وہ سوراخ اس کے ایمان میں ہو گیا اس پر فرض قطعی ہے کہ اس ناپاک کڑی کو ابھی ابھی فوراً نکال لے اور دیوار مسجد کی ویسی ہی اصلاح کر دے جیسی تھی اور اس کے سبب اس کی چھت گر پڑے اور گرنا ہی فرض ہے اور وہ ناپاک پر نالہ کہ دیوار مسجد سے ملا ہوا بلا استحقاق شرعی رکھا ہے اور اس میں مسجد کا ضرر ہے، لازم ہے کہ فوراً اسے اکھیڑ دے اور بند کر دے، اور حجرہ کی چھت پر آمد و رفت کا اسے کوئی استحقاق نہیں، یہ ناپاک دیوار تو گرانی ہی جائے گی، اگر اسے ڈھا کر خاص اپنی زمین میں کوئی دیوار اس کے متصل بنائے تو اسے اصلاً اختیار نہیں کہ حجرہ کی چھت پر آنے جانے کو اس میں کھڑکی رکھی، یہ سب اس کی طرف سے ظلم اور سخت ظلم ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق^۲ (ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ ت)

عنایت اللہ اگر ان سب احکام شرعی کو فوراً ماننے اور اپنے یہ سب ناپاک تصرفات فوراً اڈھا دے مسمار کر دے، ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی چارہ جوئی کریں، اگر اس میں کمی یا دیر کرینگے تو وہاں کے سب مسلمان جو اس پر قادر تھے اور چارہ جوئی میں دیر لگائی عذاب شدید کے سزاوار ہوں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹: از ریاست رامپور مرسلہ شاہ مفتاح الاسلام صاحب پانی پتی ۹ شوال المکرم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکوتر بازی، بیڑ بازی وغیرہ حرکات نامشروعہ مسجد میں کرنا اور کسی غیر کا بکوتر مینار یا دیوار مسجد پر بیٹھ جائے اس کے پکڑنے کے لئے اپنے بکوتر چھوڑ کر اور دانہ پانی صحن مسجد میں ڈال کر پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی بے حرمتی مسجد سے فاعل ایسے فعل کے لئے اور نیز متولی و دیگر متعلقین مسجد کے واسطے جو اس امر سے مانع نہ ہوں اور سکوت کریں یا شرکت اس میں کریں یا ان افعال سے رضامند ہوں پس ان کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی وعید ہے یا نہیں اور وہ سب گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

^۱ الاشباه والنظائر الفن الثانی ۲/ ۹۷ و رد المحتار کتاب الغصب بیروت ۵/ ۱۱۵

^۲ السنن الکبریٰ، کتاب الغصب ۱/ ۹۹ و کتاب احیاء الموات ۱/ ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۸ دار صادر بیروت

الجواب:

پر ایسا کبوتر پکڑنا حرام ہے اور اس کا فاعل فاسق و غاصب و ظالم ہے بلکہ خالی کبوتر اڑانے والا کہ اوروں کے کبوتر نہیں پکڑتا مگر اپنے کبوتر اڑانے کو ایسی بلند چھتوں پر چڑھتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کو مالی یا جسمانی ضرر پہنچتا ہے اس کے لئے بھی شرع مطہر میں حکم ہے کہ اسے نہایت سختی سے منع کیا جائے تعزیر دی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو احتساب شرعی کا عہدہ دار اس کے کبوتر ذبح کر کے اس کے سامنے پھینک دے۔ درمختار میں ہے:

کبوتر رکھنا اگرچہ اپنے برجوں میں ہوں مکروہ ہے جبکہ کبوتر باز کے لوگوں کے گھروں میں نظر کرنے یا دوسروں کے کبوتر اپنے کبوتروں میں ملانے کے سبب سے لوگوں کو ضرر پہنچے، اور اگر چھت پر چڑھ کر کبوتر اڑاتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا کنکریاں پھینکتا ہے جس سے لوگوں کے برتن اور شیشے ٹوٹ جاتے ہیں تو اسے تعزیر کی جائے، اگر باز نہ آئے تو حاکم محتسب اس کے کبوتروں کو ذبح کر دے۔ صاحب و ہبانیہ نے مطلقاً وجوب تعزیر اور کبوتر کو ذبح کر دینے کی تصریح کی ہے لوگوں کی بے پردگی کی قید کا ذکر نہیں کیا، شاید انہوں نے لوگوں کی عادت پر اعتماد کرتے ہوئے اس قید کو ترک کیا ہے۔ (ت)

یکرہ امساك الحمامات ولو فی برجھا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب، فان کان یطیرھا فوق السطح مطلعاً علی عورات المسلمین ویکسرز جاجات الناس یرمیہ تلك الحمامات عزرو ومنع اشد المنع، فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب، وصرح فی الوہبانیة بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بہا مرو لعلہ اعتمد عادتہم^۱۔

اقول: بلکہ ان کا خالی اڑانا کہ نہ کسی کی بے پردگی ہو نہ کنکریوں سے نقصان، خود کب ظلم شدید سے خالی ہے جبکہ رواج زمانہ کے طور پر ہو کہ کبوتروں کو اڑاتے ہیں اور ان کا دم بڑھانے کے لئے (جس میں اصلاً دینی یا دنیوی نفع نہیں فیصدی کا خیال کہ اگلے زمانہ میں تھا اب خواب و خیال و افسانہ ہو گیا ہے نہ ہر گز یہ ان جہال کا مقصود، نہ کبھی ان سے یہ کام کوئی لیتا ہے) محض بے فائدہ اپنے بیہودہ بے معنی شوق کے واسطے انہیں اترنے نہیں دیتے وہ تھک تھک کے نیچے گرتے یہ مار مار کر پھر اڑا دیتے ہیں صبح کا دانہ دیر تک کی محنت شاقہ پر داز سے ہضم ہو گیا بھوک سے بیتاب ہیں اور یہ غل مچا کر بانس دکھا کر آنے نہیں دیتے خالی معدے شہپر تھکے اور کسی طرح نیچے اترنے، دم لینے دانہ پانی سے اوسان ٹھکانے کرنے کا حکم نہیں۔ یہاں تک کہ گھنٹوں اور گھنٹوں سے پہروں انہیں

^۱ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مکتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

اسی عذاب شدید میں رکھتے ہیں، یہ خود کیا کم ظلم ہے اور ظلم بھی بے زبان بے گناہ جانور پر کہ آدمیوں کی ضرر رسانی سے کہیں سخت تر ہے،

کما سیأتی وکان هذا ان شاء الله تعالى ملحظ اطلاق العلامة ابن وهبان والله المستعان۔	جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور گویا کہ یہ ان شاء الله تعالى علامہ ابن وهبان کے اطلاق میں ملحوظ ہے اور الله تعالى سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے (ت)

بے درد کو پرانی مصیبت نہیں معلوم ہوتی اپنے اوپر قیاس کر کے دیکھیں اگر کسی ظالم کے پالے پڑیں کہ وہ میدان میں ایک دائرہ کھینچ کر گھنٹوں ان سے کاواٹے کو کہے یہ جب تھکیں پست ہو کر رکیں، کوڑے سے خبر لے، ان کا دم چڑھ جائے، جان تھک جائے، بھوک پیاس بیحد ستائے، مگر وہ کوڑا لئے تیار ہے کہ رکتے نہیں دیتا، اس وقت ان کو خبر ہو کہ ہم بے زبان جانور پر کیسا ظلم کرتے تھے، دنیا گزشتنی ہے، یہاں احکام شرع جاری نہ ہونے سے خوش نہ ہوں ایک دن انصاف کا آنے والا ہے جس میں شاخدار بکری سے منڈی بکری کا حساب لیا جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلف ہے تو تم مکلفین کہ تمہارے ہی لئے ثواب و عذاب جنت و جہنم تیار ہوئے ہیں کس گھمنڈ میں ہو وہاں اگر نار سقر میں کاواٹا پڑا کہ وہاں "جَزَاءُ وَفَاقًا" (پوری پوری جزا ت) ہے تو اس وقت کے لئے طاقت مہیا کر رکھو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت امرأة النار في هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأكل من خشاش الارض² فوجبت لها النار بذلك³۔ رواه البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وجملہ "فوجبت" من رواية الامام احمد عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہما۔	ایک عورت جہنم میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ خود کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو جانور کو ملتا کھاتی اس وجہ سے اس عورت کے لئے جہنم واجب ہو گئی (اس کو امام بخاری نے سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور جملہ "فوجبت") یعنی اس عورت کے لئے جہنم واجب ہو گئی (حضرت امام احمد بن حنبل نے بروایت سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر فرمایا۔)

¹ القرآن الکریم ۷۸/۲۶

² صحیح البخاری کتاب بدأ الخلق باب خیر مال المسلم غنم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۷

³ مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/۳۳۵

اور جب کبوتر بازی بیرون مسجد اپنے گھر میں بھی حرام ہے تو مسجد میں کس درجہ اشد سخت تر حرام ہوگی، بادشاہ جبار قہار کی ایک نافرمانی اپنے گھر میں بیٹھ کر کیجئے اور ایک نافرمانی خاص اس کے دربار میں کہ یہ نافرمانی کے علاوہ دربار کی توہین اور بادشاہ کو معاذ اللہ بے قدر سمجھنے پر دال ہے، اگر واقعی دل میں یہی ہو کہ مسجد کیا محل ادب ہے جس میں گناہ سے رکے جب تو خالص کفر ہے ورنہ جرم پہلے سے اضعافاً مضاعفہ ہو جانے میں شک نہیں، وہ مسجد جس میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ فتح القدیر میں ہے:

الکلام المباح فیہ مکروہ یا کل الحسنات ^۱ ۔	مسجد میں کلام مباح بھی مکروہ ہے اور نیکیوں کو کھاجاتا ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

انہ یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب ^۲ ۔	پیشک وہ نیکیوں کو یوں کھاجاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھاجاتی ہے (ت)

امام ابو عبد اللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ:

الحدیث فی المسجد یأکل الحسنات کما تأکل البهیمۃ الحشیش ^۳ ۔	مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ (ت)

غز العیون میں خزائنہ الفقہ سے ہے:

من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالیٰ عنہ عمل اربعین سنة ^۴ ۔	جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے۔

اقول: ومثله لایقال بالرائی (میں کہتا ہوں کہ اس قسم کی بات رائے اور اٹکل سے نہیں کہی جاسکتی۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیکون فی آخر الزمان قوم یکون حدیثهم فی مساجد ہم لیس للہ فیہم حاجۃ ^۵ ۔ رواہ ابن حبان	آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں (اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدنا

^۱ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۲۳۳

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المساجد ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۲۳۳

^۳ المدارک (تفسیر النسفی) سورة لقمان آية ومن الناس من يشتري دار الكتاب العربی بیروت ۳/ ۲۷۹

^۴ غز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث فی احکام المساجد ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۲۳۳

^۵ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب المواقیب حدیث ۲۱۱ المطبعة السلفیہ مدینہ منورہ ص ۹۹

فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا: (ت)

حدیث نذیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

کلام الدنیا اذا کان مباحاً صدقاً فی المساجد بلا ضرورة داعیة الی ذلک کالمعتکف فی حاجته اللازمة مکروه کراهة تحریم (ثم الحدیث وقال فی شرحه) لیس للہ تعالیٰ فیہم حاجة ای لا یرید بہم خیرا وانہم اهل الخیبة والحرمان والاهانة والخسران ¹ ۔	یعنی دنیا کی بات جبکہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلا ضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے، پھر حدیث مذکور ذکر کر کے فرمایا معنی حدیث یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کریگا اور وہ نامراد محروم و زیاں کار اور اہانت و ذلت کے سزاوار ہیں۔

اسی میں ہے:

وروی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اہله یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلتہ الملائکة وقالوا بعثنا بہلا کہم ² ۔	یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔

اسی میں ہے:

وروی ان الملائکة یشکون الی اللہ تعالیٰ من نتن فم المغتائبین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا ³ ۔	یعنی روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! جب مباح و جائز بات بلا ضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام و

¹ الحدیقة الندیة نوع ۴۰ کلام الدنیا فی المساجد بلا عذر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۷/۲۰۱۷-۳۱۲

² الحدیقة الندیة نوع ۴۰ کلام الدنیا فی المساجد بلا عذر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۷/۲۰۱۸

³ الحدیقة الندیة نوع ۴۰ کلام الدنیا فی المساجد بلا عذر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۷/۲۰۱۸

نا جائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا، مسجد میں کسی چیز کا مول لینا بیچنا خرید و فروخت کی گفتگو کرنا ناجائز ہے مگر معتکف کو اپنی ضرورت کی چیز مول لینی وہ بھی جبکہ میبج مسجد سے باہر ہی رہے مگر ایسی خفیف و نظیف و قلیل شے جس کے سبب نہ مسجد میں جگہ رکے نہ اسکے خلاف ہو اور اسی وقت اسے اپنے افطار یا سحری کے لئے درکار ہو،

استثنیٰ تہ تفقہا لانه مآذون له فی احضار ہذا قطعاً ولا یومر بالخروج للالک والشرب۔	اس چیز کا استثناء میں نے بطور تفقہ کیا ہے کیونکہ معتکف کو اس قسم کی اشیاء مسجد میں لانے کی قطعاً اجازت ہے اور اسے کھانے پینے کے لئے خروج کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اور تجارت کے لئے بیع و شرا کی معتکف کو بھی اجازت نہیں، اشیاء میں ہے:

یسمنع من البیع والشراء لغیر معتکف ویجوز له بقدر حاجتہ ان لم یحضر السلعة ^۱ ۔	مسجد میں بیع و شراء غیر معتکف کے لئے ممنوع ہے اور معتکف کو بقدر حاجت جائز ہے جبکہ سامان میبج مسجد میں نہ لایا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بشرط ان لایکون للتجارة بل یحتاجه لنفسه او عیالہ بدون احضار السلعة ^۲ ۔	بشرطیکہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو بلکہ معتکف کو اپنی ذات یا اہل و عیال کے لئے اس کی ضرورت ہو اور وہ سامان بھی مسجد میں حاضر نہ کیا گیا ہو (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم و بیعکم و خصوماتکم و رفع اصواتکم ^۳ ۔ رواہ ابن ماجہ عن مکحول عن واثلة وعبدالرزاق فی مصنفہ عن جبکہ امام عبدالرزاق	اپنی مسجد کو بچاؤ اپنے نا سمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید و فروخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے۔ اس کو ابن ماجہ نے مکحول سے اور انہوں نے واثلہ سے روایت کیا

^۱ الاشبہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲/ ۲۳۲

^۲ ردالمحتار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۵

^۳ سنن ابن ماجہ ابواب المساجد بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

مکحول عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما۔	نے اپنے مصنف میں مکحول سے اور انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا رأيتم من يبيع او يبتاع في المسجد فقولوا لا اربح الله تجارتك واذا رأيتم من ينشد ضالة في المسجد فقولوا لا رد الله عليك ¹ ۔ رواه الترمذی وقال حسن صحيح والنسائی وابن خزيمة والحاكم بسند صحيح عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه۔	جب تم کسی کو مسجد میں کچھ بیچتے یا مول لیتے دیکھو تو اس سے کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے، اور جب کسی کو دیکھو کہ اپنی کوئی گم شدہ چیز مسجد میں لوگوں سے پوچھتا ہے تو اس سے کہو اللہ تجھے تیری چیز نہ ملائے (اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حسن صحیح ہے۔ نیز امام نسائی، ابن خزيمة اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ (ت)

دوسری صحیح روایت میں ارشاد فرمایا:

قولوا لا ردھا الله عليك فان المساجد لم تبين لهذا ² ۔ رواه مسلم عنه رضي الله تعالى عنه۔	اس سے کہو اللہ تیری گمشدہ چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنی ہیں کہ ان میں آکر گمشدہ چیزوں کی تفتیش کرو (اس کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب دوسرے کا مال بخوشی برضا و رغبت دام دے کر مول لینے کی بات چیت کرنے پر یہ احکام ہیں تو پرا یا مال بلا رضا بلا اجازت غصہ پکڑ لینے کے لئے مسجد میں اپنے کو تر چھوڑنا، دانہ پانی ڈالنا، قابو چلے تو پکڑ لینا کس درجہ اشد عظیم وبالوں کا موجب ہوگا، اور بٹیر بازی کہ ان کے لڑانے سے عبارت ہے اس سے بھی سخت تر ہے کہ وہ بلا فائدہ بلا وجہ اپنے ناپاک شوق کے لئے جانوروں کو ایذا دینی ہے۔ حدیث میں ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن التحريش بين البهائم ³ ۔ رواه ابو داؤد	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا جانوروں کو باہم لڑانے سے (اسے ابو داؤد)

¹ جامع الترمذی کتاب البیوع باب النهی عن البیع فی المسجد امین کمپنی دہلی ۱۵۸

² صحیح مسلم کتاب المساجد باب عن نشد الضالة فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۰

³ جامع الترمذی کتاب الجہاد باب ما جاء فی التحريش بين البهائم امین کمپنی دہلی ۲۰۲

اور امام ترمذی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ (ت)	والترمذی وقال حسن صحيح عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما

علماء فرماتے ہیں مسلمان پر ظلم کرنے سے ذمی کافر پر جو پناہ سلطنت اسلام میں رہتا ہو ظلم کرنا سخت تر ہے اور ذمی کافر پر ظلم کرنے سے بھی جانور پر ظلم کرنا سخت تر ہے، درمختار میں ہے:

بیل پر سوار ہونا اور بوجھ لادنا اور گدھے کو ہل میں جوتا جائز ہے جبکہ مشقت و تشدد کے بغیر ہو، کیونکہ جانور پر ظلم ذمی پر ظلم ہے اور ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے زیادہ برا ہے (ت)	جَاز رَكوب الثور وتحميله والكراب على الحمير بلا جهد وضرب. اذ ظلم الدابة اشد من الذمي وظلم الذمي اشد من المسلم ¹ ۔

اس مسئلہ کی کمال تحقیق و تفصیل فقیر کے فتاویٰ جلد چہارم فـ کتاب الحظر والاباحۃ میں ملاحظہ ہو، جو لوگ ان افعال شنیعہ میں شریک ہوں وہ تو ظاہر شریک ہیں اور جو شریک نہ ہوں راضی ہوں وہ بھی شریک ہیں اور گناہ و عذاب میں حصہ دار، بلکہ اگر راضی بایں معنی ہوں کہ ان افعال کو خوب و پسندیدہ جانتے ہوں تو ان کا حکم سخت تر ہے کہ گناہ گناہ ہے اور اسے اچھا جاننا کفر۔ اور جو لوگ باوصف قدرت منع نہ کریں انسداد نہ کریں متولی مسجد ہو خواہ اہل محلہ خواہ غیر وہ سب بھی گنہگار و ماخوذ و گرفتار ہیں، اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ ایک جہاز میں کچھ لوگ سوار ہیں تنق والے چھتری پر پانی بھرتے آتے چھتری والے تکلیف پاتے، تنق والوں نے کہا ہم نیچے جہاز میں سوراخ کر لیں کہ یہیں سے پانی بھر لیا کریں کہ اوپر جانے میں چھتری والوں کو ایذا نہ ہو، اب اگر چھتری والے انہیں نہ روکیں اور سکوت کریں تو نرے وہی نہ ڈوبیں گے بلکہ یہ اور وہ سب ڈوبیں گے، اور روک دیں تو یہ اور وہ سب نجات پائیں گے۔ یہی حال گناہ کرنے والوں اور باوصف قدرت انہیں نہ روکنے والوں کا ہے² رواہ البخاری والترمذی عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما (اس کو امام بخاری و ترمذی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت) اور فرماتے ہیں

¹ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۹

² صحیح البخاری باب الشركة ۱/۳۳۹ و کتاب الشهادات ۱/۳۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی، جامع الترمذی ابواب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/۴۰

فـ: کتاب الحظر والاباحۃ مکمل بارہ جلدوں میں سے اب مطبوعہ دسویں جلد ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلا نقص بنی اسرائیل میں یہ آیا کہ ان میں ایک گناہ کرتا دوسرا اسے منع تو کرتا مگر اس کے نہ ماننے پر اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا نہ چھوڑتا، اسکے سبب اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل یکساں کر دئے اور ان سب پر لعنت اتاری^۱، رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا۔ ت) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یعنی ان پر لعنت اس لئے ہوئی کہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکتے نہ تھے بیشک یہ ان کا بہت ہی برا کام تھا۔

"كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ" ③ - 2

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق توبہ نصیب فرمائے، آمین! واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: از کھٹور ضلع سورت کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانان ہندوستان بہ تلاش معاش جنوبی افریقہ کے علاقہ ٹرنسوال میں جا کر آباد ہوئے، انہوں نے اس ملک میں مسجدیں بنائیں، اب وہاں کی گورنمنٹ نے ان پر طرح طرح کے ظلمی قانون نافذ کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے ان کا رہنا وہاں مشکل ہو گیا ہے، پس اگر یہ لوگ وہاں سے نقل مکان کریں تو دوسرے مذہب کے لوگ یقیناً مسجدوں کے مالک بن کر ان کو اپنے تصرف میں لائیں گے، لہذا اس جگہ سے اثاث مسجد کو منتقل یا فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اس سے مسجدیں بنائی جائیں تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

اگر ٹرانسوال میں کبھی سلطنت اسلامی نہ ہوئی تھی جیسا کہ یہی ظاہر ہے یا ہوئی تھی اور پھر ایسی غیر قوم کا تسلط ہو گیا جس نے شعائر اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان وغیرہما کی یکسر بندش کر دی اگرچہ بعد کو اسی قوم یا اس کے بعد کسی اور قوم نامسلمان نے اجازت بھی دے دی ہو جب تو نہ مسلمان کو اس میں وطن بنانے کی اجازت ہے نہ وہ مسجدیں مسجدیں ہوئیں کما بنی مسجدا فی بریۃ کما فی الفتاویٰ العالمگیریۃ بل اضعف و

^۱ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کینی دہلی ۱۳۰/۲، سنن ابوداؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۴۰

^۲ القرآن الکریم ۵/۷۹

ابطل) یہ تو جنگل میں مسجد بنانے والے شخص کی طرح ہوا، جیسا کہ عالمگیر یہ میں ہے بلکہ ان مساجد مزعومہ کا حکم تو اس سے بھی زیادہ ضعیف اور کمزور ہے۔ ت) اس حالت میں بلا تکلف ان مکانات کو جنہیں مسجد سمجھے ہوئے ہیں مع زمین و عملہ سب بیچ ڈالیں اور بیچ نہ سکیں تو عملہ توڑ کر جہاں چاہیں لے جائیں یہ عملہ یا قیمت بانیوں کی ملک ہیں اور اگر اس علاقہ میں پہلے سلطنت اسلام ہو چکی تھی اور بعد کی قوموں نے کبھی جملہ شعائر اسلام کی بندش نہ کی بعض ہمیشہ جاری رہے اور اب جاری ہیں تو اس صورت میں اگر مسلمانوں کو ان میں توطن و بنائے مسجد کی اجازت تھی مگر جب حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہوئی تو عملہ بیچ کر یا بعینہ دوسری جگہ لے جانے اور وہاں اس سے مسجد بنانے کی اجازت ہے،

اس مسئلہ کی تفصیل و تنقیح علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمائی اور اس سے قبل حکم مذکور کے خلاف اپنے جاری کردی ایک فتوے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	على ما فصله وانقحه العلامة الشامي رحمه الله تعالى في رد المحتار ¹ وذكر ندامته على افتائه من قبل بخلاف ذلك فليراجع اليه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، اب ج دہ ایک مسجد ہے، مسجد ب، صحن مسجد ج، نالی مسجد برائے وضو، د نالی مسجد، متعلق صحن مسجد۔ سوال یہ ہے کہ مقام ۵ پر نماز پڑھنا اس قدر ثواب رکھتا ہے جس قدر مکان پر نماز پڑھنے سے ثواب ہے کیونکہ مقام ۵ جمیع اہل محلہ کی رائے سے بڑھایا گیا ہے۔

الجواب:

جبکہ وہ زمین متعلق مسجد تھی اور جمیع اہل محلہ کے رائے سے جزو مسجد کر لی گئی تو اب وہ مسجد ہو گئی اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں۔

ہندیہ میں مضمرات سے بحوالہ کنز مذکور ہے کہ ایک مسجد والوں نے چاہا کہ برآمدہ کو مسجد بنالیں تو انہیں یہ اختیار ہے۔ اسی میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ایک زمین مسجد پر وقف ہوئی اور مسجد کے پہلو میں ایک وقف	في الهندية عن المضمرات عن الكنز مسجد اراد اهله يجعل الرحبة مسجدا لهم ذلك ² وفيها عن الخلاصة ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذلك

¹ ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فیما لو خرب المسجد او غیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۱

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۵۶

زمین خالی پڑی ہے مسجد والوں نے چاہا کہ اس خالی زمین کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کر کے مسجد میں اضافہ کر لیں تو جائز ہے، لیکن وہ یہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ انہیں ایسا کرنے کا اذن دے دے اور وقف آمدنی کے لئے گھر اور دکان کا بھی یہی حکم ہے اہ اور اس کی مثل ش میں بحر سے بحوالہ خانیہ ہے اور اس میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کوئی مسجد تنگ ہے اور اس کے پہلو میں اسی مسجد کے لئے ایک وقف زمین ہے جس پر دکان بنی ہوئی ہے تو اس کو (بغرض توسیع) مسجد میں داخل کر لینا جائز ہے اہ اور یہ بات معلوم ہے کہ جہاں قاضی نہ ہو وہاں جماعت مسلمین قاضی کی مانند ہے، اور در مختار میں ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب صرف اسی مسجد کے ساتھ مختص نہیں جو عہد رسالت میں تھی۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔	المسجد وارادوا ان یزید وافی المسجد شیئاً من الارض جاز لکن یرفعون الامر الی القاضی لیأذن لہم ومستغل الوقف کالدار والحانوت علی هذا^۱ اہ ومثله فی ش عن البحر عن الخانیة وفیہ عن الفتح ولو ضاق المسجد وبجنبہ ارض وقف علیہ حانوت جاز ان یؤخذو یدخل فیہ^۲ اہ ومعلوم ان الجماعۃ کالقاضی حیث لا قاضی وفی الدر المختار لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما کان فی زمنہ^۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از ضلع کبرے ڈاکخانہ موئڈ اسودار ان مقام نجیب نگر مسئلہ سردار مجیب رحمان تعلقہ دار ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ
عالیجناب حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب زاد فیوض حکم، پس از تسلیم مسنون نیاز مشون! گزارش مدعا یہ ہے کہ راقم نے جو مسجد جدید تعمیر کرائی اس میں ایک مختصر سا باغیچہ ہے جس میں اکثر اشجار ثمر دار ہیں اور مرچیں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ آپ کی التماس ہے کہ براہ کرم حکم شرع شریف سے معزز فرمائیے کہ ان اشیاء کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر استعمال جائز ہے تو کس طریقہ سے؟ جواب سے معزز

^۱ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۶

^۲ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۳

^۳ در مختار

کیا جاؤں۔

الجواب:

خاص مسجد میں باغیچہ ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔ اگر یوں ہے کہ جس زمین کا ایک قطعہ مسجد کیا ہے اس کے دوسرے قطعہ میں باغیچہ ہے تو اس صورت میں اگر باغیچہ مسجد پر وقف نہ کیا گیا تو وہ ملک اصل مالک پر باقی ہے اسے اختیار ہے کہ اس کے پھل جو چاہے کرے، اور اگر وہ بھی مسجد پر وقف کر دیا ہے تو اب اپنے صرف میں لانا اسے جائز نہیں بلکہ پھل بیچ کر مسجد کے صرف میں لائے۔ اور اگر واقف نے یہی کیا ہے کہ جس زمین میں باغیچہ ہے خود اسی کو مسجد کر دیا ہے یعنی باغیچہ کو وقف علی المسجد نہ کیا بلکہ خود اس کی زمین کو مسجد کر دیا تو اس کے پھل توڑ کر اپنے صرف میں لائے اور درخت کاٹ کر زمین ہموار کر کے مسجد بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ

مسئلہ منشی حاجی محمد ظہور صاحب

مسئلہ ۱۵۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اہلسنت وجماعت تابع شرع دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک مسجد لب سڑک شارع عام جس کے تین طرف راستہ اور دو دروازے شرقی و جنوبی متصل بازار ہے اس کے بانی جو تھے وہ جو ار رحمت میں ہیں اب مرمت و سفیدی و نگرانی اہل محلہ کرتے ہیں، چند عرصہ ہوا جو ایک مسماۃ نے از قول پنجابیوں اس قدر مسجد میں اور اضافہ کیا ہے یعنی ایک درجہ مع مسافر خانہ زیر و بالا و چاہ اندرون مسجد و دو غسل خانہ مسقف و سقاییہ و روکار دروازہ مسجد بلندی مینار ہائے مع کلس طلائی و از سر نو فرش و استرکاری و الماریاں و حجرہ و دکانات زیریں برائے صرف مسجد تعمیر کرائیں ملحقہ مسجد مکان ایک شخص کا ہے جس نے بعد اس نو تعمیر کے چند عرصہ کے بعد اپنے مکانات کو بلند کیا اور دیوار پاکہائے مسجد پر اپنے بالاخانہ کی دیواریں اور دروازے لگائے جس میں مینار مسجد کے آگے اور بذریعہ ایک دروازہ کے جو چھت مسجد پر ہے آمدورفت آدمیوں اور کتوں کی اکثر چھت مسجد پر رہتی ہے اور مسافر خانہ کی چھت پر اپنی کھیریل رکھ لی اور حجرہ مسجد کی چھت کو اپنے بالاخانہ کے صحن میں ڈال لیا اس شخص کو ہر چند منع کیا مگر نہ مانا، زبانی اور تحریر کے ذریعہ سے اس نے ظاہر کیا کہ یہ مسجد وقف نہیں ہے یہ مسجد دار کا حکم رکھتی ہے مثل حمام اور چاہ کے میرے مورثان کی ہے اور اب میری ہے یہ مال موقوفہ نہیں ہے میری جلداد ہے حالانکہ اس مسجد میں نمازیں باجماعت پنجگانہ اور تراویح رمضان شریف و ختم قرآن مجید و نماز جمعہ و عیدین بہ ہجوم نمازیان محلہ و دیگر مسلمانان مدام پڑھتے ہیں اور پابندی امامت و مؤذنی و قیام طلبا و مسافران کی رہتی ہے تو ایسی صورتوں میں یہ مسجد حکم وقف کا رکھتی ہے یا مکان کا جو وراثۃ پہنچ سکتا ہے مع حوالہ کتاب و صفحہ کے جواب عطا فرمایا جائے۔

الجواب:

وہ مسجد یقیناً مسجد ہے، شخص مذکور کا اسے حکم دار میں بتانا اور اپنے مورثوں کی ملک ٹھہرانا ظلم و غصب ہے اور واحد قہار کی ملک دبا بیٹھنا ہے جب وہ عام طور پر مسجد مشہور ہے، مدتوں سے پنجگانہ جماعتیں جمعے، عیدین، تراویح وغیرہا مثل عام مساجد ہوتی ہیں، کوئی حق ملک اس میں غیر خدا کے لئے ثابت نہیں تو اسے مسلمان تو مسلمان جو غیر مذہب والا بھی دیکھے گا مسجد ہی جانے گا، شخص مذکور کے باپ دادا کی دار ہونے کا اصلاً گمان بھی نہ کر سکے گا، صورت مسجد کی صفت مسجد کی، برتاؤ مسجد کا، شہرت مسجد کی، ایسے روشن ثبوتوں کے بعد بھی کسی غاصب کا دعویٰ ملکیت سن لیا جائے تو ظالم لوگ تمام جہان کی مسجدیں دبا بیٹھیں، جس کے گھر کے پاس جو مسجد ہو وہ کہہ دے کہ اس کے باپ کا دار یا دادا کا حمام ہے، آج کل دو چار آنے تک گواہیاں سستی ہو گئی ہیں، آٹھ آنے میں دو گواہ دے دے، چلے فراغت شد، اللہ واحد قہار کی مسجد انکے باپ دادا ترکہ ہو گئی، تمام ہندوستان میں وہ گنتی کی کی مسجدیں ہیں جن کے باضابطہ وقتنامے لکھے گئے ہیں اور وہ دستاویزیں محفوظ ہوں اور ان کے شاہد موجود ہوں تو یہ وہ ظالمانہ طریقہ ہے جس سے دنیا بھر کی تمام مسجدیں ظالموں غاصبوں کا گھر بن جائیں اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا، اور ظلم بھی کیسی حماقت کا جسے مسلمین تو مسلمین کوئی سمجھ وال غیر مذہب بھی قبول نہیں کر سکتا، بھلا مسجد تو مسجد ہے جس کی صورت جس کی محراب جس کے منارے وغیرہا خود دور سے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ واحد قہار کا گھر ہے۔ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ عام وقفوں کے ثبوت کو صرف شہرت کافی ہے پھر اس سے زیادہ اور شہرت کیا ہوگی کہ تمام مسلمان اسے مسجد جانتے ہیں، مسجد کہتے ہیں، اذانیں ہوتی ہیں، پنجگانہ جماعتیں ہوتی ہیں۔ جمعہ عیدین تراویح ختم کی امامتیں ہوتی ہیں۔ مسلمان اپنے مصارف سے اس کی مرمت، اس میں اضافہ، اس کی عمارت کرتے ہیں۔ ایسی حالت کا نام نہ سنایا پکا بے دین بے حیا جو ساری دنیا کی آنکھوں پر اندھیری ڈال کر خدا کا مال غصب کرنا چاہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ در مختار جلد ۳ صفحہ ۶۲۴ میں ہے:

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ حفظاً للاوقاف القدیمۃ	وقف میں شہادۃ شہرت بھی مقبول ہے تاکہ اوقاف قدیمہ
عن الاستہلاک ^۱ ۔	ہلاک ہونے سے محفوظ رہیں۔ (ت)

فتاویٰ قاضیخان جلد چہارم ص ۲۳۳ میں ہے:

^۱ در مختار کتاب الوقف فصل پراعی شرط الوقف مطبع مہتابی دہلی ۱/ ۳۸

اذا شهد الشهود ما تجوز به الشهادة بالسماع وقالوا الم نعاين ذلك ولكنه اشتهر عندنا جازت شهادتهم¹	جب گواہوں نے ان معاملات میں گواہی دی جن میں شہادت سماعت جائز ہے، اور کہا کہ ہم نے معائنہ نہیں کیا لیکن یہ ہمارے نزدیک مشہور ہے، تو ان کی گواہی جائز ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیریہ جلد سوم ص ۱۳۷ میں ہے:

وتقبل الشهادة في الوقف بالتسامع وان صرح به لان الشاهد ربما يكون سنه عشرين سنة وتاريخ الوقف مائة سنة فيتيقن القاضي ان الشاهد يشهد بالتسامع لا بالعيان فاذن لا فرق بين السكوت والافصاح اشارة ظهير الدين البرغيناني الى هذا المعنى كذا في الفصول العبادية² - ملتقطاً -	وقف میں شہادت تسمع یعنی سماعت کی گواہی مقبول ہے اگرچہ گواہ سماعت کی تصریح کر دیں کیونکہ بسا اوقات گواہ کی عمر بیس سال ہوتی ہے اور وقف سوسال سے ہوتا ہے، چنانچہ قاضی کو یقین سے علم ہوتا ہے کہ گواہ سنی ہوئی گواہی دے رہا ہے نہ کہ دیکھی ہوئی، لہذا اس صورت میں سماع سے خاموشی اور تصریح کرنے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ ظہیر الدین برغینانی نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے۔ (ت)

فتاویٰ خیریہ جلد دوم ص ۲۷ میں ہے:

في الكنز لا يشهد بمالم يعاينه الا في النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي واصل الوقف ومثله في المختار وتنوير الابصار والكل من هؤلاء اطلق فعم المتقادم وغيره الخ³ -	کنز میں ہے کہ جب تک گواہ نے معائنہ نہ کیا ہو وہ گواہی نہیں دے سکتا سوائے نسب، موت، نکاح، دخول، ولایت قاضی اور اصل وقف کے، اور مختار وتنوير الابصار میں بھی اسی کی مثل ہے اور ان سب نے مطلق رکھا قدیم وجدید کو عام ہیں۔ (ت)

¹ فتاویٰ قاضیخان کتاب الشہادات فصل فی الشاہد یشہد الخ نوکثور لکھنؤ ۳/ ۵۵۵

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب السادس فی الدعویٰ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۳۸

³ فتاویٰ خیریہ کتاب الشہادات دار الفکر بیروت ۲/ ۲۹

ہدایہ جلد دوم ص ۵۰۴ و ۵۰۵ میں ہے:

اما الوقف فالصحيح انه تقبل الشهادة بالتسامع في اصله دون شرائطه لان اصله هو الذي يشتهر ^۱ ۔	صحیح یہ ہے کہ شہادۃ تسامع اصل وقف میں جائز و مقبول ہے نہ کہ شرائط وقف میں، کیونکہ اصل وقف ہی شہرت پذیر ہوتا ہے۔ (ت)

بالجملہ شخص مذکور کا قول محض مدفوع و سخت باطل و نامسموع ہے، اس پر فرض ہے کہ مسجد کے مناروں دیواروں اور اس کی اور اس کے حجرہ وغیرہ کی چھتوں کو اپنے ظالمانہ تصرفوں سے فوراً پاک کر دے، جو کچھ عمارت مسجد کے کچے وغیرہ کسی پر بنائی ہے فوراً ڈھا دے، جتنی راہیں اس کے یا کٹوں کے آنے جانے کی مسجد یا حجرہ مسجد کی سقف پر ہیں فوراً بند کر دے، وہ نہ مانے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ باضابطہ چارہ جوئی کر کے اس کا دست تعدی مسجد سے کوتاہ کریں اور بالجبر ان ناپاک تصرفات کو مسجد سے دور کر دیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: مرسلہ حکیم سراج الحق صاحب بریلی مسجد بدرالاسلام ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ دو شنبہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ۴۵ سال سے خارج از مسجد یعنی حوالی مسجد کی اراضی میں مکان بنالیا ہے اس میں رہتا ہے اس نے چند عرصہ سے یعنی چھ ماہ سے اس مکان میں کچھ مرغیاں کے بچے واسطے اپنے کھانے کے خرید کر کے پرورش کری جب اس کو فہمائش کی گئی تو اس نے فوراً مرغیوں کو علیحدہ کر دیا اور بحضوری قلب اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی دل سے کی، علاوہ اس کے اور جو الزام کہ جھوٹے ذمہ زید کے لگائے گئے تھے ان سے زید توبہ کرتا ہے، اور کہا کہ یہ محض مجھ پر جھوٹا اتہام ہے آیا اس توبہ حضور قلب سے نزدیک خداوند عالم کے پاک ہو گیا یا نہیں؟

الجواب:

اللہ توبہ قبول کرتا ہے اگر اس نے سچے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس گناہ سے پاک ہو جائے گا مگر حوالی مسجد یعنی فنائے مسجد میں جدید مکان بطور خود بنالینا اور اس کو اپنا مسکن کر لینا اور وہیں پاخانہ پیشاب کرنا یہ بھی حرام ہے اس کی توبہ سچی جب ہے کہ اپنے ان تصرفات کو بھی زائل کرے اور مسجد کو گھر نہ بنائے حوالی مسجد کا حکم بھی مثل مسجد ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

البسجد اذا جعل حانوتا او مسكنا تسقط	یعنی مسجد کو اگر دکان یا مکان بنالیا جائے تو اس کی

^۱ الهدایۃ کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۱۳/۵۹-۱۵۸

حرمت ساقط ہوگی بے ادبی بے حرمتی ہوگی اور یہ حرام ہے اور فنائے مسجد تابع مسجد ہے تو اس کا حکم بھی مثل حکم مسجد ہے، ایسا ہی محیط امام شمس الانمہ سرخسی میں ہے۔	حرمتہ و هذا لا يجوز والفناء تبع للمسجد فيكون حکمه حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی ^۱ ۔

اور یہ خیال کہ بہت مساجد میں مکان پیش امام و مؤذن کی سکونت کو بنے ہوئے ہیں نفع نہ دے گا، علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد بن جانے سے پہلے اگر بانی مسجد ایسا کوئی مکان بنادے تو جائز ہے اور اس کے بعد اگر خود بانی مسجد آئے اور بنانا چاہے تو اجازت نہ دیں گے اگرچہ وہ یہ ظاہر کرے کہ اول ہی سے میری نیت اس کے بنانے کی تھی، درمختار میں ہے:

لو بنی فوقه بیتاً للامام لا یضر لانه من المصالح امالوتت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الوقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد۔ ^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر مسجد کے اوپر واقف نے امام کے لئے مکان بنایا تو حرج نہیں کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن جب مسجدیت تام ہو جائے پھر اس پر مکان بنانا چاہے تو اس کو منع کیا جائے گا، اگر وہ کہے کہ میں نے پہلے سے اس کا ارادہ کیا تھا تو اسکی تصدیق نہ کی جائے گی، تاتارخانیہ۔ جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے، لہذا ایسے مکان کو گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

۱۰ شعبان ۱۳۲۹ھ

از احمد آباد گھنسیا محلہ خمائشہ مرسلہ عبد الرحمن صاحب مع جماعت

مسئلہ ۱۵۵:

حضرت مولانا و مخدوم منافضل اجل عالم مولوی احمد رضا خاں صاحب! بعد آداب و تسلیمات کے آپ کی خدمت فیضدرجت میں دست بستہ ملتمس ہوں کہ یہاں احمد آباد میں اسلام رخنہ اندازہ ہو رہی ہے آپ کو اللہ عزوجل نے وارث انبیاء کیا ہے واسطے اسلام میں اتفاق رکھنے کے، بجائے اس کے اسلام میں نفسانیت کی وجہ سے نا اتفاقی از حد پھیل رہی ہے، کئی فتوؤں پر آپ کی مہر دیکھی جس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر دو جانب کی گفت و شنید نہیں سنتے، ایک ہی طرف کی بات سن کر حکم لگانا انصافی ہے، خیر یہاں ایک جھگڑا پڑا ہے، مسجد ایک مدت سے بن گئی ہے اور

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/ ۳۶۲

^۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

ایک مسجد اب بن رہی ہے، ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں مذکور دو فتوے آپ کی خدمت اقدس میں روانہ ہیں بغور ملاحظہ فرما کر جو حکم صحیح ہو روانہ کریں، آپ کی حق تحریر آنے سے ان شاء اللہ العزیز شرمٹ جائے ایسی امید ہے، والسلام۔

نقل فتوے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد میں محلہ تاجپور پانچ پیلی میں سنت جماعت چھپیوں کی جماعت میں عرصہ چند روز کا ہوا اختلاف دنیویہ کی وجہ سے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں، ایک طرف آٹھ سو گھر ہیں اور ایک طرف پچاس گھر ہیں، دونوں فرقوں نے مکان مسجد بنانے کے لئے خرید کئے، چھوٹی جماعت نے مسجد کی بنیاد ڈالنی شروع کی، ان کو بڑی جماعت کی جانب سے سمجھایا گیا کہ تمہاری مسجد کی مغرب کی جانب بڑی جماعت کا مکان ہے، ان دونوں مکانوں کو مسجد بناؤ اور بنانے میں ہم مال کی مدد میں شریک رہیں گے، انہوں نے یہ وعدہ کیا کہ ہم فی الحال مسجد بناتے ہیں اور جب مغرب کی جانب مسجد بڑی جماعت والوں کی بنے گی تو ہم بیچ کی دیوار توڑ ڈالیں گے اب بڑی جماعت کی بھی مسجد قریب تیار ہونے کے ہے، اب چھوٹی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کر دو، اب چھوٹی جماعت کے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنا ناجائز ہے۔ اب علمائے اہلسنت عم فیوضم کی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنے سے نمازیوں کو گنجائش نماز کی اچھی طرح سے ہو جائے گی اب اس صورت میں بیچ کی دیوار کو توڑ کر مسجد کو ایک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی دیوار چھوٹی جماعت والے توڑنے کا انکار کریں تو ان کی مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

ہاں اہل محلہ کو اختیار ہوتا ہے کہ نماز کے لئے دو مسجدوں کو ایک کر دیں، اس کو ناجائز کہنا محض غلط و باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

لہم ای لاهل المحلة نصب متولى وجعل المسجدین واحد وعكسه لصلاة لالدرس او ذکر فی المسجدا ^۱ ۔	اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کا متولی مقرر کریں، اور یہ بھی اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک یا ایک کو دو کر لیں نماز کے لئے نہ کہ درس و ذکر کے لئے اھ (ت)

^۱ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۹۴

مگر چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت صحیحہ شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو ان پر بھی جبر نہیں پہنچتا کہ جب ایک مسجد کو دو کر لینا جائز ہے کما تقدّم عن الدر ان لہم جعل مسجد واحد مسجدین (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا کہ ایک مسجد کو دو کرنے صرف کا اہل محلہ کو اختیار ہے۔ ت) تو دو کو دو رکھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، ہاں اگر اصلاً کوئی وجہ شرعی نہ ہو صرف ضد کے سبب تفریق جماعت کریں تو ان کی بات نہ سنی جائے گی کہ اس صورت میں وہ متعنت یعنی بے جاہٹ کرنے والے ہیں اور متعنت کا قول مسموع نہیں ہوتا،

فی الهدایۃ وغیرہا من القسمۃ الاول منتفع بہ فاعتبر طلبہ والثانی متعنت فلم یعتبر ^۱ ۔	ہدایہ وغیرہ میں قسمت کے باب میں ہے کہ اول اس سے نفع حاصل کرنے والا ہے لہذا اس کا مطالبہ معتبر ہے اور ثانی ہٹ دھرمی کرنے والا ہے اس کا مطالبہ معتبر نہیں (ت)

در مختار میں قبیل استنناع ہے:

الاصل ان من خرج کلامہ تعنتاً فالقول لصاحبہ بالاتفاق ^۲ ۔	قاعدہ یہ ہے کہ جس کا کلام تعنت یعنی ہٹ دھرمی پر مبنی ہو اس کے مخالف کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا۔ (ت)

تو حسب صواب دید اکثر اہل جماعت اس دیوار فاصل کو علیحدہ کر دیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے:

فی التتار خانۃ سئل ابو القاسم عن اهل مسجد اراد بعضہم ان یجعلوا المسجد رحبۃ والرحبۃ مسجدا او یتخذوا لہ باباً او یحولوا بابہ عن موضعه وابی بعض ذلك قال اذا اجتمع اکثرهم وافضلہم لیس للاقل منعہم ^۳ ۔	تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابو القاسم سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض اہل مسجد ایک مسجد کو صحن اور صحن کو مسجد بنانا، مسجد کا دروازہ بنانا اور سابق دروازے کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ اکثر وافضل حضرات متفق ہیں تو اقل کو اختیار نہیں کہ انہیں منع کریں (ت)

^۱ الہدایۃ کتاب القسمۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۲۱۱

^۲ در مختار کتاب البیوع باب المسلم مطبع مجتبائی، دہلی ۱۲۹۱

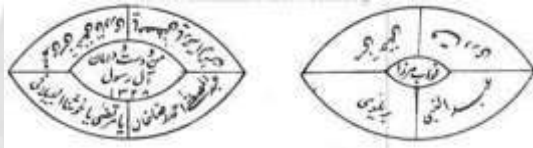
^۳ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۳

یوں ہی اگر اس دیوار و تعداد کے باعث اہل محلہ پر مسجدیں تنگی کرتی ہیں کہ ایک تو دیوار نے جگہ گھیری دوسرے دو اماموں کے باعث کمی ہوئی کہ خود امام ایک صف کامل کی جگہ لیتا ہے اس وجہ سے اہل محلہ دونوں مسجدوں میں پورے نہیں آتے اور دیوار توڑ کر ایک جماعت کر دینے سے وسعت ہو جائیگی تو اس صورت میں وہ دیوار خواہی نخواہی جدا کر دی جائیگی کہ تنگی مسجد کی ضرورت سے اس کے قریب کی زمین یا مکان یا دکان یا ملوک بلا رضامندی مالک بقیمت لینے کا اختیار حاکم کو ہے، تو مسجد کو مسجد میں ملائینا بدرجہ اولیٰ، درمختار میں ہے:

توخذ ارض ودار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرها درر و عمادیۃ ^۱	مسجد اگر تنگ ہو تو اس کے پہلو میں جو زمین، مکان یا دکان ہے وہ قیمت دے کر جبراً مسجد میں داخل کی جاسکتی ہے، دررو عمادیۃ۔ (ت)

اور بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار کرنے سے ان کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں خواہ ان کا انکار سنا جائے یا نہیں کہ آخر وہ مسجد ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم



نقل فتوائے دہلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس میں پنجگانہ نماز تین ماہ سے ہو رہی تھی متصل اس کے اور ثانی مسجد بنائی گئی اس ضد پر کہ محلہ والوں کے دو گروہ ہو جائیں اور آپس میں تفرقہ پڑ جائے اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے پس اس ثانی مسجد کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا اس میں نماز جائز ہے یا نہیں اور اسکو مسجد کی تعمیر کا حکم دیا جائے یا نہیں؟

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۲

الجواب:

صورت مسئلہ میں مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے یعنی اس میں نماز پڑھنا منع ہے اور حاکم وقت کو چاہئے کہ اس کو مسجد کی صورت میں نہ رہنے دے خواہ اس کو ہدم کرادیا جائے یا کوئی مکان دوسرا بنادے جیسا کہ تفسیر جامع البیان میں آئیہ

"وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرًا ۖ وَاللَّخ^۱ اور وہ لوگ جنہوں نے ضرر کے لئے ایک مسجد بنائی الخ۔" کی تفسیر میں لکھا ہے عبارت اس کی بلفظ یہ ہے:

جب انہوں نے مسجد کی تعمیر مکمل کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تبوک سے واپس تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ! ہم نے کمزوروں، بیماروں اور رات کی تاریکی میں نماز پڑھنے والوں کی خاطر مسجد بنائی ہے۔ ہماری التماس ہے کہ آپ اس میں برکت کے لئے دعا فرمائیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تکذیب میں یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مسجد کے گرانے کا حکم دیا لہذا لوگوں نے مسجد کو گرا کر جلا دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں کبھی بھی نماز کے لئے قیام نہ فرمائیں۔ (ت) محمد عبدالحق	فلما اتوا ببناءه اتوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حين رجع من تبوك وقال اتبنا مسجد للضعفاء واهل العلة واللبيلة البطيرة نلتبس ان تصلى فيه وتدعو بالبركة فنزلت في تكذيبهم فامر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بهدمه فهدموه واحرقوه (لاتقم فيه) في ذلك المسجد ابد للصلوة^۲۔

نقل فتوائے ایران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص محض بغرض نفسانیت اور عداوت اور ضرر مسجد مقیم (یعنی جو پہلے بنی ہوئی ہو) مسجد بنائے وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور ایسی مسجد بنائی جائے یا نہیں؟

^۱ القرآن الکریم ۹/۱۰۷

^۲ جامع البیان تحت آیت ۹/۱۰۷ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲۸۶

الجواب:

هو الله تعالى اعلمهم بالحق والصواب، بلاشبہ جو مسجد بغرض نفسانیت و عداوت کے و ضرر مسجد قدیم کے تیار کی جائے حکم مسجد ضرار رکھتی ہے اور ایسی مسجد کی بناء موجب ثواب نہیں بلکہ موجب نکال ہے، چنانچہ تفسیر مدارک و کشاف میں اس آیت کے نیچے مرقوم ہے:

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں، اور تھانگ اس شخص کی جو لڑ رہا ہے، اللہ سے اور رسول سے آگے کا اور اب قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی چاہتے تھے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ جو مسجد بھی تفاخر، ریاکاری، مشہوری یا طلب رضاء الہی کے علاوہ کسی غرض کے لئے بنائی جائے ناپاک مال سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار سے ملحق ہوگی انتہی۔ (ت)	"وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرًا وَكُفْرًا وَتَفَرُّقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَارْصَادًا لِّلَّذِينَ حَارَبَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلُقَنَّ اِنْ اَرَادْنَا اِلَّا الْخُسْفٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّهُمْ كَاذِبُونَ" ۱۔ قیل کل مسجد بنی مباہاتہ اور بآء او سبعة او لغرض سوی ابتغاء وجه اللہ او بمال غیر طیب فهو لاحق بـمسجد الضرار انتہی ۲۔

اور کشاف میں ہے:

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بہت سے شہر فتح فرمائے تو آپ نے مسلمانوں کو مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ایک شہر میں دو مسجدیں نہ بنانا تاکہ ایک سے دوسری کو ضرر نہ پہنچے، انتہی (ت)	عن عطاء لبأ فتح الله الامصار على يد عمر امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه ۳ انتہی۔

اور صاحب تفسیر احمدی نے لکھا ہے:

^۱ القرآن الکریم ۱۰۷/۹

^۲ تفسیر النسفی (المدارک) تحت ۱۰۷/۹ دار الکتب العربی بیروت ۱۳۵

^۳ الکشاف (تفسیر) تحت ۱۰۷/۹ انتشارات آفتاب تہران ایران ۲۱۳/۲

ہمارے زمانے کے متعصب مشائخ پر تعجب ہے کہ شہرت، رسم، اپنی رفعت شان اور اپنے آباء و اجداد کی اقتداء کے لئے ہر کونے میں مسجدیں بنالی ہیں اور اس آیت کریمہ اور ان لوگوں کی بدافعالی اور بدحالی کے قصے میں غور نہیں کیا انتہی (ت)	فالعجب من المشائخين المتعصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجد طلبا للاسم والرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بابائهم ولم يتأملوا في هذه الآية والقصة من شناعة حالهم وسوء افعالهم ^۱ انتہی۔

کتبہ العبد بدیع الدین ابن سید شرف الدین صاحب مشہدی ثم الاحمد آبادی عفا اللہ تعالیٰ عنہما

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

مکرم کرم فرمایاں سلم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عنایت نامہ مع فتاویٰ فریقین ملا، فقیر نے آپ کے فرمانے سے یہاں کے فتوے پر مکرر نظر کی اور اس طرف کے فتاویٰ کو بھی دیکھا جو یہاں سے لکھا گیا خالص حق و صحیح ہے اس میں بحمد اللہ تعالیٰ کسی کی طرف داری نہیں حکم شرعی بیان کیا ہے کسی کے مخالف موافق ہو اس سے بحث نہ کی نہ کی جاسکتی ہے کیا آپ نے اس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو ان پر جبر بھی نہیں پہنچتا، کیا آپ نے اس میں یہ لفظ نہ دیکھے کہ بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار سے ان کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ان عبارات کو دیکھ کر آپ حضرات نے فریق اول کی طرف داری سمجھی، ان عبارات کو دیکھ کر وہ فریق آپ کی طرف داری سمجھے، خلاصہ یہ ہوگا کہ دونوں فریق کی طرف داری ہے یعنی کسی کی طرف داری نہیں صرف بیان حکم سے غرض ہے والحمد للہ رب العلمین۔ اور یہ الزام کہ آپ ہر دو جانب کی گفتگو نہیں سنتے ایک ہی طرف کی بات سن کر حکم لگانا انصافی ہے اگر آپ انصاف فرمائیں تو یہ الزام محض بے اصل ہے یہاں فتویٰ دیا جاتا ہے دار القضا نہیں کہ فریقین کے بیان سننا تحقیقات امر واقع کرنا لازم ہو، مفتی تو صورت سوال کا جواب دے گا اس سے اسے بحث نہیں کہ واقع کیا ہے، نہ فریقین کا بیان سننا اس پر لازم نہ اس کا کام۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سوال اگر ظاہر البطلان ہو تو اس کا جواب نہ دے اور دے تو اس کی غلطی ظاہر کر دے تاکہ وہ اپنے فتوے سے باطل کا مددگار نہ بنے، یہاں بحمدہ تعالیٰ اس کا لحاظ رہتا ہے جس سوال پر بریلی سے جواب گیا اس میں کوئی

^۱ التفسیرات الاحمدیہ تحت ۹/ ۱۰۷ المطبع الکریمی بمبئی انڈیا ص ۷۸

امر ایسا نہ تھا کہ صورت سوال کو غلط سمجھا جاتا مگر افسوس کہ اس طرف کے فتوؤں میں اس امر اہم کا لحاظ اصلاً نہ ہوا، ان کے سوالوں میں صورت یہ فرض کی تھی کہ دوسری مسجد کی بناءً ضد سے کہ آپس میں تفرقہ ہو اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے محض نفسانیت و عداوت و ضرر مسجد قدیم کے لئے بنائی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بنانے والوں کے قلب پر حکم تھا کہ ان کی نیت یہ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ صرف یہی ہے، حالانکہ نیت کا جاننا اللہ عز و جل کا کام ہے اور مسلمان پر بدگمانی سخت حرام ہے تو مفتی صاحب کا منصب نہ تھا کہ اس صورت باطلہ کی تقدیر مان کر مسجد کے بنانے کو موجب عذاب ٹھہرائے اور حاکم وقت کو معاذ اللہ خانہ خدا کے ڈھانے پر ابھارے، ایسی جگہ صرف صورت پر حوالہ کا حیلہ یا اس کدیئے کی آڑ جو چیز ایسی ہے اس کا حکم یہ ہے اہل عقل و علم واقعات حال زمانہ کے نزدیک ہر گز کافی نہیں جبکہ صراحۃً معلوم ہے کہ ایک فریق بناوا تھی حکم شرع وہ صورت گمان یا فرض کر کے فتوے لینا چاہتا ہے جس کے فرض و گمان کا شرعاً اسے اصلاً حق نہیں، نہ دوسرے کو جائز کہ اس کی بدگمانی مقرر رکھے،

"لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ كَظَلَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَا نَفْسِهِمْ حَبِيرًا" ^۱ ۔	ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بات سنی تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں پر اچھا گمان کرتے (ت)

اور وہ اپنے اس فرض باطل کے ایک فریق مسلمان کو بذریعہ فتویٰ ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو صرف اس صورت کا حکم بتانا اور اس کا حکم نہ بتانا صراحۃً باطل کو مدد دینا ہے جو ایک جاہل مسلمان کے لائق بھی نہیں مفتی تو مفتی،

ومن لم یکن عالمًا باہل زمانہ فهو جاہل ^۲ ۔	جو اپنے اہل زمانہ کے احوال کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے (ت)

اور حقیقت یہ کہ نہ صرف فریق دیگر بلکہ خود اس فریق کی بھی بدخواہی ہے بلکہ اس کی بدخواہی سخت تر ہے، فریق اول کی نیت اگر صحیح ہے تو ان کے فرض باطل یا نا فہم مفتیوں کے اقوال ہائل سے اس کا کیا ضرر، مگر اس فریق کو جو بدگمانی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی بیماری تھی وہ مفتیوں کی تقریر و عدم انکار کے بعد پختہ ہو گئی،

فہلکوا و اہلکوا و انما الدین النصیح	وہ خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاک کیا دین تو

^۱ القرآن الکریم ۲۴ / ۱۲

^۲ درمختار کتاب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۹۹

لکل مسلمہ^۱۔

محض ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔ (ت)

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مریض نے براہ ناواقفی اپنا مرض الٹا تشخیص کیا اور اس کے لئے طبیب سے دوا پوچھی، طبیب اگر اس کا اصل مرض جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دوا اسے نافع نہیں بلکہ اور مضر ہوگی، تو اسے ہر گز حلال نہیں کہ اٹے مرض کی اسے دوا بتا کر اس کی غلطی کو اور جمادے اور اس کے ہلاک پر معین ہو اور یہاں اتنا کہہ دینے سے کہ مرض مسئول کی دوا یہ ہے یا جسے یہ مرض ہو اس کی دوا یہ ہے، طبیب الزام سے بری نہیں ہو سکتا جبکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نہ یہ مرض نہ یہ اس کی دوا، بلکہ یہ اس کے مرض کو اور محکم کر دے گی، حاشا یہ وہی کرے گا جو یا تو خود ہی طب نہیں جانتا اور خواہی نخواستی لوگوں کا گلا کاٹنے کو طبیب بن بیٹھا یا دیدہ دانستہ مریض کی غلط تشخیص مقرر رکھ کر خلاف مرض دوا دے کر اسے ہلاک کیا چاہتا ہے، دونوں صورتیں سخت بلا ہیں، ایک دوسرے سے بدتر، تو صاف روشن ہوا کہ انہیں فتوؤں میں سخت ناانصافی اور نہ ایک فریق بلکہ دونوں کی سخت بدخواہی ہوئی اگرچہ بظاہر فریق دوم کی طرف داری نظر آئے اگر کسی ذی علم عاقل خیر خواہ مسلمان سے یہ سوال ہوتا تو وہ یوں جواب دیتا کہ بھائیو اس کی بناء محض نیت پر ہے اور نیت عمل قلب ہے اور قلب پر اطلاع اللہ عزوجل کو، تم نے کیونکر جانا کہ اس فریق نے یہ مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ محض نفسانیت وعداوت واضرار مسجد سابق کا ارادہ اس کے دل میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: افلا شققت عن قلبہ^۲ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔ باہم تفرقہ کے بعد اس کی بناء سے غایت یہ کہ تفرقہ کے باب الوقف میں ہے، اور مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی، اس بیان ضروری کے بعد چاہتا تو یہ بھی لکھتا کہ ہاں اگر دلیل شرعی سے ثابت ہو جاتا کہ ان کی نیت اضرار تھی اور اسی غرض سے انھوں نے مسجد بنائی تو ضرور اس کے لئے مسجد ضرار کا حکم ہوتا مگر حاشا اس کے ثبوت کا کیا طریقہ اور اس کی طرف راہ کیا، آپ کے سوال کا جواب یہ تھا، نہ وہ جو ایرانی و دہلوی صاحب نے دیا، بہر حال فقیر آپ صاحبوں کا ممنون احسان ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا اس سے مطلع فرمایا، مجھ پر فرض تھا کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا کہ باطل ہے اس کا بطلان آپ کو دکھادیا، ماننا آپ صاحبوں کا کام ہے، سنیوں بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے، سنیوں پر دشمنان دین کے آلام کیا تھوڑے

^۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۵/۱

^۲ صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قوله الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۸/۱

بندھ رہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش جانے دیں "إِنَّمَا الْمُوْمِنُونَ إِخْوَةٌ"^۱ بیشک تمام مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ت) پر نظر فرما کر گلے مل لیں، فریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے اگر واقع میں مسجد انہوں نے محض براہ نفسانیت بقصد اضرار مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجد ضرار ہے اسے دور کر دیں اور تائب ہوں مگر فریق دوم کو ہر گز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کر کے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی ناموں کے فتوؤں کی آڑ لیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے کہ مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بر بادی خانہ خدا پر ابھارتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالیٰ رب العالمین کی پناہ، بلندی و عظمت والے اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ ت) فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اول کو بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کیا ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے والسلام علی جمیع اخواننا اهل السنة والجماعة (تمام اہلسنت وجماعت پر سلامتی ہو۔ ت) فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰ شعبان المعظم یوم الاحد ۱۳۲۹ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین!

مسئلہ ۱۵۶: از ماہرہ مطہرہ ضلع ایہ مسئلہ جناب سید علی شاہ حسن میاں صاحب غرہ ماہ مبارک ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد مستقف میں شدت گرما کے سبب مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کی کثرت و جس کی وجہ سے ادائے فرض میں نقصان اور خلل ہوتا ہے ایسی حالت میں اس کے انسداد کے لئے اگر مسجد میں سستی بادر کش لٹکایا جائے تو یہ بھی جو بحالت معذوری و مجبوری کیا گیا ہے خلاف آداب مسجد و منافی احکام شریعت تو نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

موسم گرما ہمیشہ سے آتا ہے اور عرب شریف میں آتا تھا اور مکہ معظمہ میں گرمی یہاں سے سخت تر تھی اور ہے، اس میں نہ کوئی معذوری ہے نہ مجبوری، ورنہ ہر زمانے اور ہر مقام میں اس کا علاج ملحوظ ہوتا کہ انسان سے معذور و مجبور کبھی نہیں رہا جاتا، نماز عبادت و بندگی ہے اور بندگی کمال تدلل و فروتنی، نہ کہ مخدوم بننا اور عین دربارے نیاز میں خادم کو مقرر کرنا کہ ہم کو پٹکھا جھلے کچھریوں میں جو فرشی پکھے ہوتے ہیں اس میں

^۱ القرآن الکریم ۴۹/۱۰

اصل مقصود حاکم ہوتا ہے کہ خود وہ ایک عاجز و محتاج ہے جسے گرمی سردی سب ستاتی ہے بلکہ اور بہت سے جفاکشوں کی نسبت وہ زیادہ محتاج ہے پنکھا اس کے لئے لگاتے ہیں خادم اس کے لئے کھینچتا ہے حاضرین بالطبع اس سے ہوا پاتے ہیں اس سبب سے وہ بے ادبی خلاف ادب دربار نہیں گنا جاتا۔ یوں نہ دیکھئے بلکہ یوں کہ کوئی شخص دربار شاہی میں حاضر ہو اور اپنا خادم مقرر کرے کہ بادشاہ کے سامنے مجھے دستی جھل، کیا اسے بے ادب نہ کہا جائے گا؟ بیشک کہا جائے گا، اور اب مسئلہ میں قدرے زیادہ بیان اور ادائے فرض میں عذر خلل و نقصان کا جواب فقیر کے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷: از احمد آباد محلہ پانچ پیلی تاجپور ۱۴ رمضان ۱۳۲۹ھ

ایک مسجد جنگل میں ہے جس کی تولیت چھپیوں کی جماعت کرتی ہے اور وہ منہدم و مسمار ہو گئی ہے اور اس کی صرف ایک محراب ہی باقی ہے اور اس مسجد کے تمام پتھر لوگ چرالے گئے، اب اس صورت میں وہ محراب دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب:

جبکہ اس مسجد شہید شدہ کا آباد کرنا فرض ہے ناممکن ہو گیا ہو اور اس کی طرف کوئی راہ میسر نہ ہو اور چور اس کے مال پر دست درازی کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں اس ضرورت میں اس کی محراب دوسری مسجد میں لگا دینے کی اجازت ہوگی کما بینہ العلامة الشامی فی رد المحتار و فصلناہ فی فتاؤنا (جیسا کہ علامہ شامی نے اس مسئلہ کو رد المحتار میں بیان فرمایا اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸: از الہ آباد بنگلہ نمبر ۱۶ مہابلی پر شاد سوداگر پنہا ہی مرسلہ حاجی منشی محمد ظہور صاحب جوہری ریلوی ۷ صفر مظفر ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ مسجد میرے مورخان نے بغرض نماز اپنے اور اپنے خاندان کے باستثناء عورات کے بنوائی اور اس کے ساتھ متصل اس کے اپنا مکان بنوایا اور ایک طرف کی کڑیاں مسجد کے ایک سمت کی دیوار پر اسی وقت میں رکھ لیں اب تیس سال ہوئے جو اس نے اجازت عام نمازیوں کو واسطے نماز کے دے دی اب نماز پنجگانہ اور نماز عیدین ہوتی ہے اب اس کی اولاد میں ایک شخص نے اپنے مکان کی نیچی چھت کو ڈبڑھ گزاؤنچا کیا اور وہاں کڑیاں یا شستیر اٹھا کر دیوار پر دیوار کو بلند کر کے ڈال لیں اور بجائے ایک کھڑکی کے دو کھڑکی کی جانب مسجد اضافہ کی اور دیوار کو اونچا کر کے سائبان ٹین کا اپنی طرف کو ڈال لیا جس کا مگر مسجد کے دیوار پر رہا (خلاصہ) جب خانہ خدا وہ مسجد

عام نمازیوں کے واسطے وقف ہو گئی تو وہ دیوار مسجد جس پر کڑیاں یا شستیر رکھا ہو اور دو مینار بھی اسی دیوار پر ہوں تو وہ دیوار بھی وقف ہوئی یا نہیں اور اس دیوار سے کڑیاں اٹھا کر اور دیوار بلند کر کے پھر دوبارہ کڑیاں رکھنے یا دیوار مسجد پر دیوار بنانے یا اضافہ کرنے کا کوئی حق ہے یا نہیں وارثان بانی مسجد کو از روئے شرع شریف، اور وہ حق یا تعلق جو بانی مسجد نے رکھا تھا بعد علیحدہ کرنے کے باقی رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

وہ مسجد روز اول سے عام مسلمانوں کے لئے خانہ خدا ہو گئی خاص ایک قوم کے لئے نیت کرنے سے خاص نہیں ہو سکتی نہ بانی کو اس میں اپنے لئے کوئی حق یا تعلق رکھنے کا اختیار ہے، فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ ص ۱۳۷ میں ہے:

یعنی سب علماء کا اتفاق ہے کہ اگر مسجد بنائی اس شرط پر کہ مجھے اختیار رہے تو مسجد صحیح ہو گئی اور وہ شرط جو لگائی باطل و بے اثر ہے، ایسا ہی مختار الفتاویٰ میں ہے۔ وقف خصاص میں ہے جب اپنی زمین کو مسجد کیا اور مسجد تعمیر کی اور لوگوں کو گواہ کر لیا کہ اس کا باطل کرنا اور بیچنا مجھے جائز ہوگا تو یہ شرط باطل ہے اور وہ مسجد ہو جائیگی اسی طرح اگر مسجد کسی محلہ والوں کے لئے بنائی اور کہا کہ میں نے خاص اس محلہ والوں کے لئے اسے مسجد کیا تو یہ شرط بھی باطل ہے اور وہ عام مسجد ہو جائیگی ہر شخص کو اس میں نماز کا اختیار ہوگا اگرچہ وہ غیر محلہ کا ہو۔ ذخیرہ میں یونہی ہے۔	اتفقوا علی انه لو اتخذ مسجدا علی انه بالخیار جاز الوقف وبطل الشرط کذا فی مختار الفتاویٰ فی وقف الخصاف اذا جعل ارضه مسجدا وبنائه واشھدان له ابطاله وبيعہ فهو شرط باطل ویکون مسجدا کما لو بنی مسجدا لاهل محلة وقال جعلت هذا المسجد لهذه المحلة خاصة کان لغير اهل تلك المحلة ان یصلی فیہ کذا فی الذخیرۃ^۱۔

اور جب وہ دیوار مسجد کی ہے خود بیان کرنے والا کہہ رہا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیں اور اس دیوار پر مسجد کے دو منارے ہونا روشن دلیل ہے کہ وہ مسجد کی دیوار ہے تو اس دیوار کے وقف و مسجد ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، بانی مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑیاں رکھے، یوں ہی اس وارث نے جو تصرفات مذکورہ کئے سب حرام ہیں، اور واجب ہے کہ کڑیاں اتار دی جائیں اور ٹین جدا کر دیا جائے، مسجد کی

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵۸-۵۷

دیوار ان تصرفات سے پاک کر دی جائے۔ درمختار مطبع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۵۷۳ میں ہے:

یعنی اگر مسجد کی چھت پر امام کے لئے گھر بنایا تو نقصان نہیں کہ یہ بھی مصالح مسجد سے ہے مگر مسجد پوری ہونے کے بعد اگر امام کے لئے بھی گھر بنانا چاہے گا نہ بنانے دیں گے اور اگر کہے گا میری پہلے سے یہی نیت تھی جب بھی نہ مانیں گے۔ تاتار خانیہ میں ہے تو جب یہ حکم خود بانی مسجد پر ہے تو دوسرے کا کیا ذکر، تو اس کا ڈھادینا واجب ہے اگرچہ مسجد کی فقط دیوار ہی پر کچھ بنایا ہو۔	لو بنی فوقہ بیتاً للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم ارادة البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تاتار خانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد^۱۔

بحر الرائق مطبع مصر جلد ۵ ص ۲۷۱ میں ہے:

یعنی جب خود بانی مسجد کو ممانعت ہے تو غیر بانی کیا چیز ہے تو جو شخص مسجد کی دیوار پر کوئی عمارت بنائے اس کا ڈھادینا واجب ہے۔	اذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فمن بنی بیتاً علی جدار المسجد وجب هدمه^۲۔

ردالمحتار مطبع استنبول جلد ۳ ص ۵۷۳ میں ہے:

یعنی بحر الرائق میں اس سے پہلے نقل فرمایا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑی نہ رکھی جائے اگرچہ وہ کڑی خود مسجد ہی کی کسی وقتی مکان کی ہو اور یہیں سے معلوم ہوا کہ مسجد کے زیر سایہ رہنے والے بعض لوگ جو مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیتے ہیں یہ حرام ہے اگرچہ وہ کرایہ بھی دیں جب بھی اجازت نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	نقل فی البحر قبله ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه اه قلت وبه علم حکم ما یصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع علی جداره فانه لا یحل ولودفع الاجرة^۳۔

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۷۹

^۲ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/ ۲۵۱

^۳ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

مسئلہ ۱۵۹: مسئلہ مولوی صلاح الدین صاحب عرف حاجی داداساکن ضلع پشاور ۲۱ صفر ۱۳۳۰ھ

مسجد میں درخت بونا ناجائز ہے یا نہیں؟ اگر بولیا گیا تو وہ کس کی ملک شمار ہوگا؟

الجواب:

مسجد میں درخت بونا ناجائز ہے اگرچہ مسجد وسیع ہو اگرچہ درخت پھلدار ہو (سوا اس ضرورت کے کہ زمین مسجد سخت نمناک ہو جس کے باعث اس کی عمارت کو ضرر پہنچے ستون نہ ٹھہریں یا دیواریں پھولیں، اس لئے بوئے جائیں کہ ان کی جڑیں پھیل کر رطوبت کو جذب کر لیں) خلاصہ میں ہے:

غرس الاشجار فی المسجد لا بأس به اذا كان فیہ نفع للمسجد بأن كان المسجد ذانزو الا سطوانات لا تستقر بدونها وبدون هذا لا يجوز اه^۱ ولفظ الامام ظہیر الدین بعد ذکر الحاجة المذكورة فحينئذ يجوز والا فلا^۲ اه قال فی منحة الخالق قوله والا فلا دليل علی انه لا يجوز احداث الغرس فی المسجد ولا القائه وفيه لغير ذلك العذر ولو كان المسجد واسعا، و لو قصد به الاستغلال للمسجد^۳ الخ۔	مسجد میں درخت لگانا جائز ہے جبکہ مسجد کے نفع کے لئے ہو جیسے زمین مسجد نمناک ہو اور درختوں کے بغیر اس کے ستون قرار نہ پکڑتے ہوں اور اس ضرورت کے بغیر درخت لگانا ناجائز ہیں اہ حاجت مذکور کے ذکر کرنے کے بعد امام ظہیر الدین نے یوں فرمایا کہ اگر یہ حاجت ہو تو جائز ورنہ ناجائز اہ منحة الخالق میں ہے فرمایا کہ امام ظہیر الدین کا قول والا لا ورنہ ناجائز ہے) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عذر مذکور کے بغیر مسجد میں ابتداً درخت لگانا بھی ناجائز اور لگے ہوئے درختوں کو باقی رکھنا بھی ناجائز ہے اگرچہ مسجد وسیع ہو اور اگرچہ اس سے مسجد کے لئے کرایہ لینا مقصود ہو الخ (ت)

ہاں اگر درخت مسجد کے مسجد ہونے سے پہلے رکھا گیا تو عدم جواز مذکور کے تحت میں داخل نہیں کہ اس تقدیر پر یہ درخت مسجد میں نہ بویا گیا بلکہ مسجد زمین درخت میں بنائی گئی اس صورت میں اگر درخت بونے والا وہی مالک زمین و بانی مسجد ہے تو درخت مسجد پر وقف ہوگا، نہ کسی شخص کی ملک،

فی رد المحتار یدخل فی وقف الارض	رد المحتار میں ہے زمین کے وقف وہ درخت اور

^۱ خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل السادس والعشرون في المسجد مكتبة حبيبيه كونه / ۲۲۸

^۲ بحر الرائق بحواله الظهيريه كتاب الصلوة فصل لما فرغ من بيان الكراهية في الصلوة ايم سعيد كمپنی كراچی ۳۵ / ۲

^۳ منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الصلوة فصل لما فرغ من بيان الكراهية في الصلوة ايم سعيد كمپنی كراچی ۳۵ / ۲

مافیہا من الشجر والبناء ^۱ الخ۔	عمارت بھی داخل ہوگی جو اس زمین موقوفہ میں ہے۔ (ت)
لو غرس فی المسجد یكون للمسجد لانه لا یغرس فیہ لنفسه ^۲ ۔	اور اگر درخت دوسرے کا ہے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مسجد پر اس کا وقف تسلیم کر لے گا تو وقف ہو جائے گا ورنہ تفریق مسجد کا حکم کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ مسجد میں درخت بویا علماء نے فرمایا کہ درخت مسجد کے لئے ہوگا۔ رد المحتار میں خانیہ سے ہے:
لو غرس فی المسجد یكون للمسجد لانه لا یغرس فیہ لنفسه ^۲ ۔	اگر کسی نے مسجد میں درخت بویا تو وہ مسجد کا ہی ہوگا کیونکہ وہ اپنے لئے نہیں ہو سکتا ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے:

اذا غرس شجرة فی المسجد فالشجر للمسجد ^۳ ۔	جب کسی نے مسجد میں درخت لگایا تو وہ درخت مسجد کے لئے ہوگا (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

سئل نجم الدین عن رجل غرس قالة فی مسجد فکبرت بعد سنین فأراد متولی المسجد ان یصرف هذه الشجرة الی عمارة بئر فی هذه السكة والغارس یقول هی لی فانی ما وقفها علی المسجد، قال الظاہران الغارس جعلها للمسجد فلا یجوز صرفها الی البئر ولا یجوز للغارس صرفها الی حاجة نفسه ^۴ ۔	نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد میں پودا لگایا جو چند برس میں بڑا درخت بن گیا، متولی مسجد کا ارادہ ہے کہ وہ اس درخت کو اسی کوچہ کے کنویں کی تعمیر میں صرف کرے، اور درخت لگانے والا کہتا ہے کہ یہ میرا ہے کیونکہ میں نے اس کو مسجد پر وقف نہیں کیا، تو امام نجم الدین نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ اگر درخت بونے والے نے مسجد کے لئے بویا تھا تو اس کو کنویں کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں اور نہ ہی بونے والا اپنی ضرورت میں اس کو صرف کر سکتا ہے۔ (ت)

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۳

^۲ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۲۹

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۷۴

^۴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۷۷

در مختار میں ہے:

لو غرس فی المسجد اشجاراً تثمران غرسها للسبیل فلکل مسلم الاکل والافتباع لمصالح المسجد ^۱ ۔	واقف نے مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر تو اس نے فی سبیل اللہ وقف کے طور پر بوئے ہیں تو ہر مسلمان کو پھل کھانا جائز ہے ورنہ ان پھلوں کو مصالح مسجد کے لئے فروخت کیا جائے گا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای وان لم یغرسها للسبیل بان غرسها للمسجد او لم یعلم غرضه بحر عن الحاوی ^۲ ۔	یعنی اگر اس نے فی سبیل اللہ وقف کے طور نہیں بوئے بایں طور کہ مسجد کے لئے ان کو بویا یا اس کی غرض معلوم نہیں ہو سکی، بحر بحوالہ حاوی۔ (ت)

اصل یہ ہے کہ بنایا غرس زمین وقف میں اگر متولی کرے تو مطلقاً وقف کے لئے ہے مگر یہ کہ اپنے ذاتی مال سے کرے اور بناو غرس سے پہلے گواہ کر لے کہ اپنے نفس کے لئے کرتا ہوں یا یہ کہ متولی خود واقف ہو اور وقف کے لئے اس کی نیت نہ کرے اور مسجد میں بونا دلالت مسجد کے لئے بونا ہے کہ کوئی مسجد میں اپنے لئے نہیں بوتا، یہ اس فرع کی تائید ہے، در مختار میں ہے:

المتولی بناءؤه وغرسه للوقف مالم يشهد انه لنفسه قبله ^۳ ۔	متولی کا زمین وقف میں عمارت بنانا یا درخت لگانا وقف کے لئے ہی ہوگا جب تک وہ عمارت بنانے یا درخت لگانے سے قبل اس پر گواہ نہ قائم کر دے کہ میں اپنی ذات کے لئے کر رہا ہوں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان كان الباني المتولی بمال الوقف فوقف، سواء ببناءه للوقف او لنفسه او اطلق، وان من ماله للوقف او اطلق فوقف الا اذا كان	عمارت بنانے والا اگر خود متولی ہو اور مال وقف سے بنائے تو وہ وقف کے لئے ہے چاہے وقف کیلئے بنائے یا اپنے لئے بنائے یا مطلق رکھے،

^۱ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۵

^۳ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۳

هو الواقف واطلق فهو له كما في الذخيرة وان من ماله لنفسه واشهد انه له فهو له كما في القنية والمجتبى، وان لم يكن متولياً فان بنى باذن المتولى ليرجع فوقف، والا فان بنى للوقف فوقف، وان لنفسه واطلق فله رفعه ان لم يضر¹۔	اور اگر اپنے مال سے وقف کے لئے بنائے یا مطلق رکھے تب بھی وقف کے لئے ہوگی ہاں اگر وہ خود واقف ہو اور مطلق رکھے تو وہ اس کے اپنے لئے ہوگی (ذخیرہ) اور اگر اس نے اپنے مال سے اپنی ذات کے لئے عمارت بنائی اور اس پر گواہ بھی قائم کر لئے کہ اپنی ذات کے لئے بنارہا ہوں تو وہ اسی کی ہوگی جیسا کہ قنیہ و مجتبى میں ہے۔ اگر بانی خود متولی نہ ہو تو اگر اس نے متولی کی اجازت سے عمارت بنائی تاکہ متولی سے خرچہ کا رجوع کر سکے تو وہ وقف کے لئے ہے ورنہ اگر وقف کے لئے بنائی تو پھر بھی وقف ہے اور اگر اپنے لئے بنائی یا مطلق رکھی تو اس کو اٹھانے کا اختیار ہے جبکہ وقف کو نقصان نہ پہنچے (ت)

اشباہ میں ہے:

وان اضر فهو المضيع لماله فليتر بص الى خلاصه²۔	اور اگر اس کو اٹھالے جانے میں وقف کو نقصان ہے تو نہ اٹھانے دیں گے کیونکہ اس نے اپنا مال خود ضائع کیا اب وہ انتظار کرے یہاں تک کہ وہ عمارت وقف سے خلاص ہو جائے۔ (ت)
لو بنى فوقه بيتاً للامام لا يضر لانه من المصالح امالو تمت المسجدية	اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کا حجرہ بنادیا تو جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن تمام

اقول: مگر یہ بنا و غرس جائز میں ہے ناجائز کے لئے حکم ہدم و قلع ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق³ (عرق ظالم کا کوئی حق نہیں۔ ت) در مختار میں ہے:

¹ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۲۹

² الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارة القرآن کراچی ۱/ ۳۰۲-۳۰۳

³ صحیح البخاری کتاب الحرث والمزارعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۲، سنن ابوداؤد کتاب باب احياء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱، السنن الکبریٰ کتاب الغصب باب لیس لعرق ظالم حق دار صادر بیروت ۶/ ۹۹

ثم اراد البناء منع. ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تأثرا خانية. فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره. فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ¹ ۔	مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اسے روکا جائے گا اگرچہ وہ کہے کہ میرا شروع سے یہ ارادہ تھا، تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، تاثر خانیہ۔ جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے لہذا ایسی عمارت کو گرا دینا واجب ہے اگرچہ وہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی فتاویٰ قاری الہدایۃ استاجردارا وقفاً، وجعلها طاحونا ان لم یکن انفع ولا اکثر ریعاً الزم بہدم ما صنع ² مختصراً۔	فتاویٰ قاری الہدایۃ میں ہے کہ ایک شخص نے مکان وقف کو کرایہ پر لے کر اس میں آٹا پیسنے کی چکی بنادی اگر وہ وقف کے لئے زیادہ نفع و خوبی کا حامل نہیں تو جو کچھ اس نے بنایا اس کو گرانے پر مجبور کیا جائے گا مختصراً (ت)

اور ہم بیان کر چکے بلا ضرورت مذکورہ مسجد میں پیڑ بونا جائز نہیں لشغلہ موضع الصلوٰۃ ولشبهہ البیع والکنائس
(کیونکہ اس طرح نماز کی جگہ بھی مشغول ہوگی اور گرجا اور کلیسا سے مشابہت بھی ہوگی۔ ت) اور یہ کہ اس کا باقی رکھنا جائز نہیں تو
یہ فروع خانیہ صورت جواز پر محمول ہوں گی۔

الاتری انہ ممنوع والوقف قربۃ وانہ مقلوع والوقف مؤبد فذلک برہان انہ لایکون للمسجد۔	کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ممنوع ہے جبکہ وقف عبادت ہے اور اس کو اکھاڑنا لازم، جبکہ وقف کو ہمیشہ باقی رکھنا لازم ہے، یہ دونوں دلیلیں ہیں اس پر کہ وہ مسجد کے لئے نہیں (ت)

اور فرع مذکور بحر و حاوی و در مختار فنائے مسجد میں غرس پر بھی محمول ہو سکتی ہے اور اگر ثابت ہو کہ فنائے مسجد میں بونا بھی
دلالتاً مسجد میں بونا بتاتا ہے تو جملہ فروع مذکورہ کا یہ دوسرا عمدہ محمل ہے هذا ما ظہر لی (یہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ ت)
واللہ تعالیٰ اعلم

¹ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

² رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۴

۸ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

از میرٹھ

مسئلہ ۱۶۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی نے اپنے پیشہ کے ذریعہ سے کچھ دکانیں خریدیں، چند روز کے بعد وہ رنڈی مر گئی، بعد مرنے کے وہ دکانیں وراثتہ اس کی بہن کو پہنچیں جو اپنے پیشہ سے تائب اور کسی کے نکاح میں ہے، اب اس کی بہن اپنی طرف سے اس جائیداد کو جو وراثتہ اس کو ملی ہے کسی مسجد کے نام وقف کرنا چاہتی ہے، اس صورت میں مہتممان مسجد کو ان دکانوں کا لینا اور ان کے کرایہ سے مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ وہ دکانیں بعینہ رنڈی کو اجرت زنا یا غنا میں نہ ملی تھیں بلکہ اس نے خرید کیں، اگرچہ خریداری اسی زرِ خبیث سے ہو، تو از انجا کہ عامہ عقود رائج میں یہ قاعدہ نہیں کہ روپیہ دکھا کر کہا جاتا ہو اس روپے کے عوض بیع کرے یا خریدے بلکہ مطلق بیع ہوتی ہے تو عقد و نقد زر حرام پر جمع نہیں ہوتی اور مذہب کرخی مفتی بہ پر ایسی حالت میں اس شے مشتری میں خباثت بھی نہیں آتی، تو وہ دکانیں خود اس رنڈی کے لئے اس صورت میں حرام نہ ہوں گی، نہ کہ بعد انتقال وراثت۔ لہذا وقف مذکور نہ فقط صحیح بلکہ جائز و موثر ثواب ہوگا اور متولیوں کو ان کا لینا اور ان کا کرایہ مسجد میں صرف و خرچ کرنا ہر طرح جائز ہوگا،

اس مسئلہ کو ہم نے اپنے فتاویٰ میں مفصل بیان کر دیا ہے، پھر اگر بالفرض عقد و نقد کے اجتماع سے خبث آئے بھی تو اس میں صرف کراہت آئے گی جبکہ وراثت نقل کرنے والی اور وقف ملک سے اخراج کا نام ہے اور اس میں طویل مباحث ہیں، اور بلاشبہ وقف میں فتویٰ اسی پر ہوتا ہے جو اس کے لئے زیادہ نفع بخش ہو تو یہاں کیونکر ایسا نہ ہوگا جبکہ اس کی صحت میں قطعاً شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

والمسئلة قد فصلنا هافي فتاونا ثم ان كان خبث بالاجتماع لو فرض لم يكن فيه الا كراهة والوراثة ناقلة والوقف اخراج عن الملك والابحاث طويلة الاذيال وانما يفتى في الوقف بما هو انفع له كيف و الصحة لاشك فيها قطعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

مسئلہ ۱۶۱: از موضع ملکی پور تھانہ کٹرہ ضلع شاہجہان پور مسئلہ جملہ مسلماناں موضع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عید گاہ موضع ملکی پور میں ہے وہ بہت چھوٹی ہے اور عیدین میں بفضلہ تعالیٰ اس قدر مسلمان جمع ہو جاتے ہیں کہ نماز پڑھنے اور کھڑے ہونے کی

جگہ نہیں رہتی عید گاہ سے باہر نماز کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں اور عید گاہ قبرستان میں واقع ہے اگر یہاں وسعت دی جائے تو قبریں اندر آنے کا احتمال ہے اور جگہ بھی تحفظ کی نہیں ہے، مولیٰ وغیرہ پیشاب وغیرہ کرتے ہیں، ایسی حالت میں عید گاہ قدیمی چھوڑ کر دوسری جگہ اگر بہت بلند ہے اور فضا کی جگہ ہے اور ہر قسم کا تحفظ ہے، مولیٰ وغیرہ بھی وہاں نہیں جاسکتے، وسعت دے کر تعمیر کرائی جائے یا نہیں؟ اور عید گاہ قدیمی میں بحالت چھوڑنے قبرستان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع شریف معزز و ممتاز فرمائیے۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ موضع ایک گاؤں ہے، اور ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عید گاہ وقف نہیں ہو سکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے، تو وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں، خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان کرائیں، اور اب وہاں دوسری عید گاہ بنائیں گے اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔ در مختار میں ہے:

فی القنیۃ صلوۃ العید فی القرۃ تکرہ تحریماً ای اشتغال بما لا یصح ^۱ ۔	تقیہ میں ہے کہ گاؤں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں (ت)

اسی کی کتاب الوقف میں ہے:

شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ ^۲ ۔	شرط وقف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قربت مقصودہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۲: از اسکول بنام اسلامی مرسلہ مولوی یعقوب علی ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا پیشہ ڈھولک فروخت کرنے کا ہے، مڑھے ہوئے اور بغیر مڑھے ہوئے دونوں قسم کے ڈھولک فروخت کرتا ہے۔ عمر و کو پیشہ حکمت طبابت بید حکیمی کا کرتا ہے اور قمار بازی بھی کرتا ہے اور دھوکا دہی کر کے مریضوں سے روپیہ لیتا ہے۔ زید و عمر و یہ لوگ کچھ روپیہ مسجد کی مرمت یا مسجد بنوانے میں دیں تو ان کا روپیہ لے کر مسجد میں صرف کیا جائے

^۱ در مختار باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہم کو دیتا ہے وجہ حرام سے ہے اس کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں،

اور ہم اسی کو قبول کرتے ہیں جب تک کہ کسی معین شے کے حرام ہونے کا ہمیں علم نہ ہو، جیسا کہ ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	به نأخذ مالاً نعرف شيئاً حراماً بعينه كما في الهندية عن الذخيرة عن الامام محمد -والله تعالى اعلم-

مسئلہ ۱۶۵ تا ۱۶۳: از شمس آباد ضلع کیمیل پور پنجاب علاقہ مرسلہ مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۸ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

الاستفتاء في حضرت مجدد المائة الحاضرة الفاضل البيرلوي غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدم الفضلاء لازال بالافادة والافاضة والعزوالاكرام! کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک مسجد کا امام تھا بعد اس کی موت کے اس کا برادر حقیقی ایک مدت تک امام رہا جب وہ بھی انتقال کر گیا تو زید کا بیٹا بکر امام ہوا مگر چونکہ وہ دوسری مسجد میں امامت کرتا تھا اس مسجد میں اس نے برضائے مقتدیان اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس کے لئے معلومات امامت سے ایک شے قلیل مقرر کی اور باقی کا خود لینا ٹھہرایا چنانچہ کئی برس تک جو خلیفہ یکے بعد دیگرے آیا اسی شرط کا پابند رہا یہاں تک کہ خالد نام مولوی زید کے شاگرد علمدینی نے اپنے استاد زادے بکر سے کہا کہ مجھ کو اس مسجد میں آپ امام مقرر کیجئے میں آپ کا خلیفہ رہوں گا اور آپ کے وظائف مقررہ معبودہ میں کوئی نقصان نہ کروں گا پس بکر نے خالد کو اس اقرار پر خلیفہ مقرر کیا اور تخمیناً سترہ اٹھارہ برس تک خالد یہ پابندی شرط مذکور امامتی کرتا رہا اور امور مقررہ میں کبھی چون و چرا نہ کی، اب چونکہ بکر کا بیٹا بالغ ہو گیا ہے اور علم امامت سے بہر مند ہے لہذا بکر خالد کو برطرف کر کے اپنے بیٹے کو امام کرنا چاہتا ہے اور ابتدائے تقرر خالد کے وقت خالد نے تسلیم کر لیا تھا کہ آپ کے بیٹے جب بالغ قابل امامت ہوں یا اور کسی امر سے جب کبھی آپ مجھ کو موقوف کر دیں گے تو مثل خلفائے سابقین کے مجھ کو عذر نہ ہوگا، اب خالد اپنے اقرار سے فرار کر کے کہتا ہے کہ میں تمہارا کوئی خلیفہ نہیں کیونکہ جب میں نماز فرض و تراویح و عید وغیرہ خدمات مسجد و مراعات اہل محلہ ختم دعا، درود سب بذات خود کرتا رہا تو میں امام مستقل ہو گیا تم کو میرے عزل کا کوئی اختیار

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر فی الهدایا والاضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

نہیں اور قبل ہی سے جو کچھ میں نے تم کو دیا یا لینے دیا وہ شرم و حیا کی وجہ سے تھا ورنہ تمہارا کوئی استحقاق نہیں ہے کہ امامت تو میں کراؤں اور منافع تم لو، خلافت اور اصالت کے کیا معنی پس بکرنے علمائے اطراف کو جمع کیا تھا کہ خالد سے تحقیق کریں اور فہمائش کر کے اس کو برطرف ہونے کا حکم دیں مگر خالد ذرا چالاک آدمی ہے علماء سے کبھی امامت کی تعریف، کبھی خلیفہ کے معنی، کبھی وظیفہ امامت کے معنی دریافت کرتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ امام کی تعریف میرے پر صادق آتی ہے یا کہ بکر پر۔ غرض کہ ایسی باتوں میں وقت ٹال دیتا ہے، یہاں کے علماء کو یہ مسئلہ مصرحہ طور پر اور مفصل کسی کتاب میں نہیں ملتا اور ایسی طاقت نہیں کہ اجزائے مسئلہ کو ابواب مختلفہ و نظائر متفقہ سے استنباط کر کے فیصلہ کریں، چونکہ حضور پر نور بفضلہ تعالیٰ مذہب مہذب حنفی کے بلکہ جمیع مذاہب حقہ کے مجتہد ہیں اور موافق و مخالف سب کے مسلم ہیں لہذا التماس کہ خالد باوجود دینے وظائف امامت کے بکر کو بہ اقرار خلافت سولہ سترہ برس تک مثل خلفائے پیشین کے شرعاً مستقل امام متصور ہوگا۔ حالانکہ مقتدی لوگ کل سوا دو چار آدمیوں کے خالد کے اس فرار عن الاقرار سے سخت ناخوش ہیں یا مثل خلفائے پیشین کے خالد بھی خلیفہ ہی ہوگا، واضح ہو کہ اس ملک میں کئی جگہ دستور ہے کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہوتا ہے اور باقی مساجد میں خود امامت کا مباشرت تو نہیں ہوتا مگر ایسا تصرف رکھتا ہے کہ ان مساجد کے عمدہ عمدہ منافع خود لے لیا کرتا ہے اور معمولی قسم کی آمدنی خلیفہ کو دیا کرتا ہے اور چاہتا ہے تو اسے موقوف کر دیتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ قائم کر دیتا ہے اور چونکہ اول ہی سے یہ بات قرار داد بین الاصل والخلیفہ ہوا کرتی ہے اور مقتدی لوگ بکر کے اس تصرف پر کسی طرح کے معترض نہیں ہوتے، کچھری انگریزی میں بھی ایک آدھ مقدمہ اس امر کا کیا گیا جس میں اصل ہی کامیاب ہوا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

یہ مسئلہ تین مسائل پر مشتمل: اول: آیا امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے؟ دوم: اگر کر سکتا ہے تو وظائف امامت کا مستحق وہ اصل ہوگا اور نائب صرف اسی قدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے بتایا از انجا کہ فعل و خدمات امامت یہ نائب بجالاتا ہے، یہی جملہ معلومات کا مستحق ہوگا اور اصل معزول سمجھا جائے گا۔ سوم: اگر اصل معزول نہیں بلکہ وہی اصل امام اور یہ اس کا مقرر کیا ہوا نائب ہے تو آیا امام اصل کو اس نائب کے معزول کر دینے اور اس کی جگہ دوسرا نائب مقرر کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ بحمد اللہ یہ تینوں مسائل واضح و مصرح ہیں۔ مسئلہ اولیٰ: ہاں امام دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے، فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

الامام يجوز استخلافه بلا اذن بخلاف القاضي وعلى هذا الاتكون وظيفته شاغرة وتصح النيابة ¹ ۔	امام کے لئے بلا اجازت نائب مقرر کرنا جائز ہے بخلاف قاضی کے، اسی بنیاد پر اس کا وظیفہ غیر مقرر ہوتا ہے اور نیابت صحیح ہے (ت)

مسئلہ ثانیہ: وظائف امامت کا مستحق اصل ہوگا اور نائب صرف اس قدر لے سکے گا جو اصل نے اس کے لئے معین کیا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

يجب العمل بما عليه الناس وخصوصاً مع العذر، وعلى ذلك جميع المعلوم للمستنيب وليس للنائب الا الاجرة التي استأجره بها ² ۔	اس پر عمل واجب ہے جو لوگوں میں معروف ہے خصوصاً عذر کی صورت میں، لہذا تمام معلومات اصل امام کے لئے ہوں گے نائب کے لئے فقط اتنی ہی اجرت ہوگی جس پر اصل نے اس کو رکھا ہے۔ (ت)

مسئلہ ثالثہ: صورت مذکورہ میں وہ نائب جبکہ اس کے لئے اصل کچھ مقرر کرے اصل کا اجیر ہوتا ہے پھر اگر وہ اجرت معینہ ہے تو اجارہ صحیحہ ورنہ فاسدہ، اور اگر کچھ مقرر نہ کرے نہ نضانہ عرفاً، تو اجیر بھی نہیں محض بیگاری ہوتا ہے، صورت اخیرہ میں تو ظاہر ہے کہ نائب کوئی استحقاق اصلاً نہیں رکھتا اس کا کام اصل کی طرف سے ایک مفت ستخدام تھا اصل جس وقت چاہے اسے منع کر سکتا ہے نہ اس صورت میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے، ایسی ہی صورت پر قنیہ میں ہے:

ان النائب لا يستحق شيئاً من الوقف لان الاستحقاق بالتقرير ولم يوجد ³ ۔	بیشک نائب وقف میں سے کسی شئی کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ استحقاق تو مقرر کرنے سے ہوتا ہے جو پایا نہیں گیا۔ (ت)

اور صورت سابقہ میں وہ نائب اجیر ہے، بحر الرائق میں ہے: النائب وكيل بالاجرة⁴ (نائب وکیل

¹ رد المحتار بحوالہ خلاصہ کتاب الوقف فصل يراعى شرط الوقف في اجارته دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۸، فتاویٰ خیرہ بحوالہ

خلاصہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۵۱

² فتاویٰ خیرہ بحوالہ خلاصہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۵۱

³ رد المحتار بحوالہ القنیۃ کتاب الوقف فصل يراعى شرط الوقف في اجارته دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۸، العقود الدرية

بحوالہ بحر الرائق کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۲۵

⁴ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳۱/۵

بالاجرة ہوتا ہے۔ ت) پس صورت ثانیہ میں کہ اجارہ فاسد ہے آپ ہی ہر وقف اختیار فسخ ہونا درکنار خود وجوب فسخ ہے کہ اجارہ فاسدہ معصیت ہے اور معصیت کا ازالہ فرض، یہاں تک کہ اصل و نائب باہم فسخ نہ کریں تو حاکم پر فرض ہے کہ جبراً اسے فسخ کر دے کما عرف ذلك في البيوع (جیسا کہ بیوع میں معلوم ہو چکا ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

ولذا لا يشترط فيه قضاء قاض لان الواجب شرعاً لايحتاج للقضاء درر ^۱ ۔	اسی واسطے اس میں قضا قاضی شرط نہیں کیونکہ جو شرعاً واجب ہو وہ قضاء کا محتاج نہیں ہوتا، درر۔ (ت)

اور صورت اولیٰ میں جبکہ عام رواج یہی ہے کہ کوئی مدت اجارہ معین نہیں کی جاتی کہ سال بھر کیلئے تجھے امام کیا یا چھ مہینے کے لئے بلکہ صرف امامت اور اس کے مقابل ماہوار اتنا پانے کا بیان ہوتا ہے تو اجارہ صرف پہلے مہینے کے لئے صحیح ہوا اور ہر سرمایہ اجیر و مستاجر ہر ایک کو دوسرے کے سامنے اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ در مختار میں ہے:

اجر حانوتا کل شهر بكذاصح في واحد فقط وفسد الباقي لجهالتهما واذامضى الشهر فلكل فسخها بشرط حضور الاخر لانتفاء العقد الصحيح ^۲ ۔	دکان کرایہ پردی کہ ہر ماہ اتنا کرایہ ہوگا تو فقط ایک ماہ کے لئے اجارہ صحیح ہوا باقی مہینوں میں بسبب جہالت کے فاسد ہے اور جب مہینہ پورا ہو گیا تو دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی موجودگی میں اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے کیونکہ عقد صحیح ختم ہو گیا (ت)

بہر حال اصل کو ہر سرمایہ پر اس نائب کے معزول کر دینے اور دوسرے کو اس کی جگہ نائب کرنے کا اختیار ہے۔ مسئلہ مسئلہ سائل کا تو جواب یہ ہے اور یہاں ایک امر ضروری الحاظ یہ ہے کہ بعض جگہ معلومات و وظائف امامت ایسے مقرر ہوتے ہیں جو شرعاً جائز یا صحیح نہیں ان کا استحقاق نہ اصل کو ہوگا نہ نائب کو بلکہ صرف اجرت مثل کا، مگر نائب ان میں بھی اصل سے اپنے لئے منازعت نہیں کر سکتا کہ وہ اسے بھی حلال نہیں صرف اپنی اجرت مثل لے سکتا ہے۔ فلیتنبہ (پس آگاہ رہنا چاہئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ در مختار کتاب البيوع باب البيع الفاسد مطبع مجتہائی دہلی ۲۸/۲

^۲ در مختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطبع مجتہائی دہلی ۱۷۸/۲

مسئلہ ۱۶۶: ازیننی تال بڑا بازار مرسلہ فدا حسین صاحب سادہ کار ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

بعالی خدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب! جناب من! یہاں مسجد نینی تال میں گیس کی لائین روشن کی گئی ہے خاص اندرون مسجد، جس وقت وہ روشن کی جاتی ہے اسپرٹ شراب ڈال کر گرم کی جاتی ہے تب وہ روشن ہوتی ہے اور ایک ہندوان کو جلانے کے واسطے اندر جا کر جلاتا ہے جس کے پیر دھلائے جاتے ہیں اور ناپاکی سے اس کی کچھ مطلب نہیں، یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

اسپرٹ شراب ہے اور شراب ناپاک ہے اور ایسی ناپاک چیز مسجد میں لیجانا منع ہے ہر گز اجازت نہیں، ولہذا فتاویٰ عالمگیری و در مختار وغیرہ معتبر کتابوں میں تصریح فرمائی کہ تیل کسی طرح ناپاک ہو گیا ہو تو مسجد میں اسے جلانا ہر گز جائز نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

اور کافر کا اس میں جانا بھی بے ادبی ہے کما حقناہ فی فتاونا	یکرہ الوطی والبول والتغوط وادخال نجاسة فیہ
بتوفیقہ تعالیٰ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں کر دی ہے۔ ت) وھو تعالیٰ اعلم۔	فلایجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ ^۱ ۔

مسئلہ ۱۶۷: ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسٹی سالار بخش نے محلہ بانخانہ میں مسجد تعمیر کرائی اور اس کا فرش تھوڑا درست کرا کر چھوڑ دیا اور چہار دیواری وغیرہ بھی ٹھیک طور پر درست نہ کرائی، عرصہ قریب چھ سال کے گزر گیا مگر چند مرتبہ سالار بخش سے کہا گیا انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اب اور چند لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ مسجد ہنوز ایسی نہیں ہے کہ اس میں نماز پڑھی جائے، چنانچہ اس کو درست کریں تاکہ نماز پڑھی جائے، مسٹی سالار بخش کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ اور لوگ اس مسجد کو درست کرانا چاہتے ہیں فوراً ان لوگوں سے یہ لفظ کہا کہ اس کو میں خود درست کراؤں گا آپ لوگ اس میں ایک حہ نہیں لگا سکتے ہیں اور نہ میں کسی کو روپیہ لگانے دوں گا جس وقت میرے پاس روپیہ

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہدی دہلی ۱/ ۹۳

ہو جائیگا میں خود درست کراؤں گا، اب وہ مسجد اسی طرح پر ہے نہ تو کسی کو مرمت کرانے دیتے ہیں اور نہ خود درست کراتے ہیں، امیدوار کہ بعد ملاحظہ جو کچھ حکم شرع شریف ہو تحریر فرما کر مہر ثبت کر دی جائے۔

الجواب:

اگر سالار بخش نے مسجد کی بنا ڈالی ہے اور ابھی یہ نہ کہا کہ میں نے اسے مسجد کر دیا جب تو وہ ابھی وقف نہ ہوئی سالار بخش کی ملک ہے دوسروں کو اس میں دست اندازی نہیں پہنچتی اور اگر اسے وقف کر چکا یہ کہہ چکا ہے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا جب بھی اس کے بنانے کا حق اسی کو ہے اسے چاہئے کہ خود بنائے ورنہ جو مسلمان بنانا چاہتے ہیں ان کو اجازت دے اور اگر باہم راضی ہوں تو یوں کریں کہ ان مسلمانوں سے کہے تم بناؤ اور جو کچھ اس میں صرف ہو وہ میرے ذمہ ہے اس کا حساب لکھتے رہو میں ادا کروں گا یوں مسجد بن بھی جائے گی اور وہ سب مسلمان بھی اس کے بنانے کا پورا ثواب پائیں گے اور ساری مسجد اسی کے روپے سے بنے گی سب مطلب حاصل ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: از ماہرہ شریف سرکار خور در مسئلہ حضرت سید شاہ میاں صاحب ۹ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں عمائے اہل دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اس سقف کے نیچے سو دو سو برس سے نماز ہوتی ہے اب اس سقف کو بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کر لیا ہے ایسی حالت میں حسب مذہب اہلسنت و جماعت اس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں اور حصہ زیریں جو مرتب و مسقف ہے بدستور رکھا جائے یا بھراؤ ڈال کر صحن بنالیا جائے، ایسی صورت میں کہ سقف نہ رکھی جائے اور ایک بنی بنائی عمارت مسمار کر دی جائے شرعاً خلاف ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب و روایات جواب لکھا جائے۔ بینوا تو جو را۔

الجواب:

سوال میں حصہ بالائی و حصہ زیریں کہنے سے ظاہر کہ مسجد دو طبقہ ہے: علو و سفلی یعنی بالاخانہ و منزل زیریں۔ اور یہ الفاظ کہ ایک مسجد جس کا صحن مسقف ہے اور اس سقف کے نیچے سو دو سو برس سے نماز ہوتی ہے بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ سرے سے بانی مسجد نے طبقہ سفلی کا کوئی صحن نہ رکھا بلکہ اس کے دونوں درجہ اندرونی و بیرونی مسقف ہی بنائے اور بعد کے الفاظ کہ اب اس وقف کے بالائی حصہ مسجد میں بطور صحن شامل کر لیا ہے یہ بھی سقف کا حدوث نہیں بناتے بلکہ اس کا پہلے سے ہونا اور اسے طبقہ علو کے لئے بجائے صحن قرار دینے کا حدوث۔ لیکن سفلی جب اصل سے دو درجہ مسقف ہو اور درجہ اندرونی پر علو ہو تو درجہ بیرونی کی سقف خود ہی اس علو کے لئے بجائے صحن ہوگی، اب بطور صحن شامل کر لیا ہے

کا کیا محصل ہو گا یہ ظاہرِ حدوثِ سقف کی طرف ناظر ہے مگر یہ کہ اس وقف پر نماز پھیلے نہ پڑھی جاتی ہو اب پڑھنے لگے بایں معنی شامل کرنے کا حدوث بتایا ہو، نیز صحن کا مسقف کہنا بھی حدوثِ سقف کا پتا دیتا ہے کہ صحن کبھی مسقف نہیں ہوتا نہ مسقف کو صحن کہیں مگر بایں معنی کہ پہلے جو صحن تھا بعد کو مسقف کر لیا ہے، اسی طرح عبارت سوال کہ اس مسقف صحن میں نماز جائز ہے یا نہیں نظر بالفاظ اسی درجہ بیرونی منزل زیریں سے سوال ہے کہ وہی صحن مسقف ہے اور اوپر اسی کو اس لفظ سے تعبیر کیا بھی تھا، مگر وہاں تو سود و سوبرس سے نماز ہوتی ہے اور اس میں عدم جواز کا کوئی منشا بھی نہیں، ہاں سقف کو جو حصہ بالا میں اب شامل کیا گیا اسے صحن حادثات بتایا اور یہاں سوال کے لیے منشا بھی ہے شاید اسے مسقف بایں معنی کہا ہو کہ یہ درجہ زیریں کی سقف کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس پر سقف بنائی گئی بہر حال ہم ہر احتمال پر کلام کریں۔ یہ سقف اگر حادثات ہے بانی مسجد نے منزل زیریں کے سامنے صحن رکھا تھا بعدہ کسی نے اسے بھی مسقف کر دیا، جب تو ظاہر ہے کہ اس درجہ بیرونی میں جو پہلے صحن تھا اور اب مسقف ہے عدم جواز نماز کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ بدستور مسجد ہے سقف نے اسے مسجدیت سے خارج کیا، ہاں اس سقف پر بلا ضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقف مسجد پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسوع نہ ہوگا، ہاں کثرت جماعت کہ طبقہ زیریں کے دونوں درجے بھر جائیں اور لوگ باقی رہیں تو سقف پر اقامت نماز کی اجازت ہوگی، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورة ^۱ ۔	ہر مسجد چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ شدید گرمی کے باوجود مسجد کی چھت پر باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر جب مسجد نمازیوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو مجبوراً چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں (ت)

اور اگر یہ سقف قدیم ہے خود بانی مسجد ہی نے طبقہ زیریں کے دونوں درجے مسقف بنائے تو اب نظر لازم ہے اگر ثابت اور تحقیقاً معلوم ہو کہ بانی نے اصل مسجد علو کو رکھا اور نیچے یہ دو درجے وقت ضرورت کے لئے بنادے کہ اگر جماعت کثیر ہو تو ان میں قیام کریں تو اس صورت میں ظاہرِ اسقف پر نماز مطلقاً جائز ہے کہ درجہ زیریں حسب نیت بانی اصل مسجد نہیں بلکہ تابع و معین مسجد ہے اور زیر سقف تو مطلقاً جواز خود ظاہر ہے کہ وقت ضرورت کی نیت اس کے غیر میں ممانعت نہیں کمالاً یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور اگر ثابت ہو کہ بانی نے اصل مسجد طبقہ زیریں کو کیا اور طبقہ بالا وقت ضرورت یا وقت گرمی کے لئے بنایا دونوں کو اصل مسجد کیا مثلاً

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۲

اختلاف موسم کے خیال سے طبقہ زیریں بالکل مسقف اور طبقہ بالا مع صحن بنایا یا کچھ ثابت نہ ہوا تو ان تینوں صورتوں کا حکم مثل اس سب سے پہلی صورت حدوٹ سقف کے چاہئے کہ دو صورت پیشین میں تو طبقہ زیریں کا مسجد ہونا خود ہی ثابت و مراد ہے تو یہ سقف سقف مسجد ہوئی اور سقف مسجد پر بے ضرورت صعود ممنوع، اور صورت اخیرہ میں اگرچہ نصاً ثبوت نہ ہو عرفاً ثبوت ہے کہ منازل میں منزل زیریں ہی اصل ہے اور بالا خانہ تابع کہ اس کا قیام اس پر موقوف اور صحن نہ رکھنا عدم ارادہ اصالت کا موجب نہیں جیسے صورت لحاظ مواسم میں گزرا، بالجملہ زیر سقف نماز پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور چھت پر بحال ضرورت تو مطلقاً اور بلا ضرورت صرف اس صورت میں کہ بانی سے تحقیق طور پر ثابت ہو کہ مسجد صرف علو کو کیا اور اسے تابع رکھا، باقی صورتوں میں چھت پر نماز سے احتراز ہو۔ رہا بھراؤ ڈال کر حصہ زیریں کو نیست و نابود کر دینا یہ کسی صورت جائز نہیں جن صورتوں میں یہی مسجد یا یہ بھی مسجد ہے جب تو ظاہر کہ یہ مسجد کا اعدام اور معاذ اللہ اس وعید شدید پر اقدام ہوگا،

اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو لوگوں کو مساجد میں ذکر الہی سے منع کرے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ (ت)	"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدَّكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسُئِلَ فِي خَرَابِهَا" ^۱

اور اگر نہیں تو لا اقل وقف صحیح تابع مسجد ہے اور وقف کی ہیئت بدلنا تو جائز نہیں، نہ کہ بالکل مسدود و مفقود کر دینا۔ علمگیر یہ میں سراج و ہاج سے ہے:

وقت کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ لہذا مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطل کو دکان نہیں بنایا جائے گا ہاں اگر واقف نے خود متولی کو مصلحت وقف کے لئے تبدیلی کا اختیار دیا ہو تو جائز ہے اہ یہ تمام میرے لئے ظاہر ہوا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)	لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دكاناً الا اذا جعل الواقف الى الناظر مآیری فيه مصلحة الوقف ^۲ اھ هذا كله ما ظهر لی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۰ ذی القعدة الحرام ۱۳۳۱ھ

مسئلہ ۱۶۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمین مسجد کہ اس میں اور مسجد میں راہ وغیرہ کوئی

^۱ القرآن الکَرِیم ۱۱۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۹۰/۲

فاصل نہیں، کثرت جماعت کے وقت اس میں نماز بھی ہوتی ہے اور ایسے وضو وغیرہ ضروریات مسجد کے لئے ہے کیا متولی یا دیگر مسلمان کو یہ جائز ہے کہ اسے مسجد سے توڑ کر شارع عام میں شامل کر دیں یا بالعوض خواہ بلا عوض سڑک بنانے کے لئے دے دیں اور ایسا کرنا حقوق مسجد پر دست درازی کرنا ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بیشک ایسا کرنا حرام قطعی اور ضرور حقوق مسجد پر تعدی اور وقف مسجد میں ناحق دست اندازی ہے شرع مطہر میں بلا شرط واقف کہ اسی وقف کی مصلحت کے لئے ہو وقف کی ہیئت بدلنا بھی ناجائز ہے اگرچہ اصل مقصود باقی رہے تو بالکل مقصد وقف باطل کر کے ایک دوسرے کام کے لئے دینا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ سراج و ہاج و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے:

لايجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دكانا الا اذا جعل الواقف الى الناظر مآيرى فيه مصلحة الوقف ¹ ۔	وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں، لہذا مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے گا مگر اس وقت یہ تبدیلی ناجائز نہ ہوگی جب واقف نے خود متولی کو اختیار دیا ہو کہ مصلحت کے لئے جو تبدیلی بہتر سمجھیں کر لیں۔ (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہ کتب میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف على مآكلان عليه ²	وقف کو اپنی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے (ت)

خصوصاً ایسی تبدیلی جس سے خاص مسلمانوں کا حق عام آدمیوں مسلم غیر مسلم سب کے لئے ہو جائے جب وہ سڑک ہوئی تو اس میں مسلم کافر سب کا حق ہو جائے گا اور پہلے وہ صرف حق مسلمانان تھی تو کیونکر جائز ہو کہ مسلمانوں کا حق چھین کر عام کر دیا جائے، کیا کوئی ہندو گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے شوالے یا مندر کا کچھ حصہ توڑ کر مسلمانوں کو اس میں حقدار کر دیا جائے تو عجب اس مسلمان سے کہ اپنے دین پر ایسے ظلم کا مرتکب ہو، یا اگر کوئی مسلمان کسی زمین، مندر یا ہندو کسی زمین مسجد کے ساتھ ایسا کرے تو گورنمنٹ اسے روا

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۹۰، رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی

بیروت ۳/ ۳۸۹

² فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۵/ ۴۴۰

رکھے گی ہر گز نہیں بلکہ ضرور اسے اس مسلم یا ہندو کی جبر و تعدی اور مذہبی دست اندازی قرار دے گی علی الخصوص ایسی زمین کہ اگر عین مسجد نہیں فنائے مسجد ہے۔ غنیہ میں ہے:

فنائے مسجد ہو المکان المتصل بہ لیس بینہ طریق ^۱ ۔	فنائے مسجد وہ مکان ہے جو مسجد کے متصل ہو اور درمیان میں راستہ نہ ہو۔ (ت)

اور فنائے مسجد کی حرمت مثل مسجد ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ کتاب الوقف باب ۱۱ میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمتہ وهذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد ^۲ ۔	متولی کو مسجد کی حد یا مسجد کے فناء میں دکانیں بنانے کا اختیار نہیں کیونکہ مسجد کو جب دکان یا رہائش گاہ بنالیا جائے تو اس کا احترام ساقط ہو جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے اور فنائے مسجد چونکہ مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو مسجد کا ہے۔ (ت)

جب فنائے مسجد میں خود مصلحت مسجد کے لئے دکان بنانا متولی مسجد کو حرام، اور مسجد کی بے ادبی اور اس کی حرمت کا ساقط کرنا ہے تو فنائے مسجد کو عام سڑک کے لئے دے دینا کس درجہ سخت حرام اور مسجد کی بے حرمتی اور اس کی عظمت کا منہدم کرنا ہوگا۔ وہ جو بعض کتب میں ہے کہ ضرورت و مجبوری کے وقت مسجد کو راستہ بنانا جائز ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ بضرورت مسجد میں ہو کر دوسری طرف کو نکل جانا جائز ہے کہ مسجد میں دوسری طرف جانے کے لئے چلنا حرام ہے مگر بضرورت کہ راستہ گھرا ہوا ہے اور مسجد ہی میں سے ہو کر جاسکتا ہے جیسے موسم حج میں مسجد الحرام شریف میں واقع ہوتا ہے اس کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی جنب یا حائض یا نفساء کو نہیں نیز گھوڑے یا تیل گاڑی کو نہیں، ہو کر نکل جانے کیلئے بھی ان کا جانالے جانا ہر گز جائز نہیں، نہ یہ کہ معاذ اللہ اسے مسجدیت سے خارج کر کے گزرگاہ عام کر دیا جائے کہ مسلم کافر جانور پاک ناپاک سب کے لئے شارع عام ہو جائے یہ ہر گز حلال نہیں ہو سکتا۔ اشباہ والنظائر احکام المسجد میں ہے:

^۱ غنیۃ المستمل فصل فی احکام المسجد سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۳

^۲ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی ثورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۲

لايجوز اتخاذ طريق فيه للمرور الالعذر ¹ ۔	سوائے ضرورت کے مسجد میں سے گزرنے کیلئے راستہ بنانا ناجائز ہے (ت)

اس کی شرح غز العيون والبصائر میں ہے:

قوله ولايجوز اتخاذ طريقه فيه للمرور يعني بان يكون له بابان فاكثر فيدخل من هذا ويخرج من هذا ² ۔	ماتن کے قول کہ "مسجد سے گزرنے کے لئے راستہ بنانا ناجائز ہے" کا معنی یہ ہے کہ مسجد کے دو یا دو سے زیادہ دروازے ہوں تو ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے (ت)

فتاویٰ عالمگیریہ و فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

رجل يمر في المسجد ويتخذ طريقاً ان كان بغير عذر لايجوز وبعذر يجوز ثم اذا جاز يصلي في كل يوم مرة لا في كل مرة ³ ۔	ایک شخص مسجد سے گزرتا ہے اور اس کو راستہ بنانا ہے اگر عذر ہے تو جائز ہے بلا عذر ہے تو ناجائز ہے پھر اگر اس کو گزرنا جائز ہو تو ہر روز ایک مرتبہ اس میں نماز پڑھے نہ کہ ہر بار جب بھی گزرے (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للإمام الزیلعی و فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اذا جعل في المسجد ممرافانه يجوز لتعارف اهل الا مصار في الجوامع جاز لكل واحد ان يمر فيه حتى الكافر الا الجنب والحائض والنفساء وليس لهم ان يدخلوا فيه الدواب ⁴ ۔	اگر مسجد میں سے کوئی حصہ مسلمانوں کے لئے عام راستہ گزرگاہ بنا دیا جائے تو جائز ہے کیونکہ شہروں کے لوگوں میں جامع مسجدوں میں ایسا متعارف ہے اور ہر ایک کو اس راہ گزر سے گزرنے کی اجازت ہوگی حتیٰ کہ کافر کو بھی، مگر جنبی اور حیض و نفاس والی عورتوں کو گزرنے کی اجازت نہیں اور لوگوں کو یہ اختیار نہیں کہ اس راستے سے اپنے جانوروں کو لے کر جائیں۔ (ت)

¹ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول في احكام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲/۲۳۱

² غمز العيون البصائر مع الاشباہ الفن الثالث القول في احكام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲/۲۳۱

³ خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل السادس والعشرون في المسجد مكتبة حبيبية کوئٹہ ۱/۲۲۹

⁴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر في المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۷

محیط امام برہان الدین و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

ان ارادوا ان يجعلوا شيئاً من المسجد طريقاً للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح ^۱ ۔	اگر لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کا کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لئے گزرگاہ بنادیں تو کہا گیا ہے کہ انہیں ایسا کرنے کا اختیار نہیں، اور بیشک یہی صحیح ہے (ت)

اسی طرح فتاویٰ امام فقیہ ابواللیث پھر فتاویٰ تاتارخانیہ وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۷۰: از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ مطہر حسین صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
جلسہ چندہ واسطے مصارف خیر کے مساجد میں خصوصاً جامع مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے جبکہ چپقلش نہ ہو اور کوئی بات خلاف ادب مسجد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱: از گونڈہ محلہ کچ مکان مولوی نوازش احمد صاحب مرسلہ حافظ محمد اسحاق صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
مسجد قدیم کہنہ کو شہید کر کے اسی مقام پر یا کچھ فاصلہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مسجد جدید کوئی بنوادے تو اس بارے میں شرعاً
کیا حکم ہے؟

الجواب:

مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کر دیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے مطلقاً حرام ہے قال تعالیٰ:

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا" ^۲	اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور اگر اس لئے شہید کی کہ یہیں از سر نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت و بلا وجہ صحیح شرعی ہے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۵۷

^۲ القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۳

تو لغو و عبث و بے حرمتی مسجد و تضييع مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند بنایا: قیل و قال، کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (ت)

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال وکثرة السوال واضاعة المال^۱، وقال تعالیٰ "وَلَا تُبْذِرُوا مَالَكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ ۚ اِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا اِخْوَانَ الشَّيْطَانِ"^۲۔

ہدایہ میں ہے: العبث حرام^۳ (فضول خرچی کرنا حرام ہے۔ ت) اور اگر بمصلحت شرعی ہے مثلاً اگر اس میں اور زمین شامل کر کے توسیع کی جائے گی یا بنا کمزور ہو گئی ہے محکم بنائی جائے گی تو اصل بانی مسجد ورنہ اہل محلہ کو اس میں اختیار ہے کما فی الہندیۃ والدر المختار وغیرہما (جیسا کہ ہندیہ اور در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲: از علی گڑھ سوسائٹی کارڈن مسؤلہ حمید الدین خاں بی اے ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ معرفت سید برکت علی صاحب: معظمی زاد عنایتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ ! تھوڑا عرصہ ہوا جب مجھے آپ کے ہمراہ جناب مولنا صاحب قبلہ سے شرف قدم بوسی حاصل ہوا تھا اس روز میں نے مولنا صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ ایک صاحب نے مسجد کے متعلق چند کتب احادیث کی اسناد پر یہ مواد جمع کیا ہے کہ راستہ کی فراخی کے لئے مسجد میں سے کچھ حصہ بشرط گنجائش لینا جائز ہے جس میں آنجناب مولنا صاحب قبلہ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں بلکہ اس مسئلہ کا منشا بحالت ہجوم مسجد کے کسی حصہ میں سے گزرنے کا جواز ہے اس پر میں نے ان صاحب کو انکی غلطی پر بذریعہ خط متنبہ کیا عرصہ کے بعد ان کا جواب آیا افسوس ہے کہ وہ اپنی جائے قیام پر نہیں ہیں اس وجہ سے ان کے پاس وہ ان کا رسالہ اور وہ کتب جن سے مواد جمع کیا تھا موجود نہ تھیں مگر جو انہوں نے مجھے اپنی یادداشت سے لکھا بجنسہ نقل کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

^۱ صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرة المسائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۷۵

^۲ القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷-۲۶

^۳ الہدایۃ کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۱۸

نام کتاب جس میں سے مواد حاصل کیا: اشباہ والنظائر مصنفہ امام ابراہیم باب فوائد شتی ص ۴۰۴ و ۴۰۵ مطبوعہ ۱۲۸۳ھ مطبع نظامی یا مصطفائی کانپور۔

عبارت خط: جو حوالہ میں نے آپ کو لکھا تھا وہ اس طرح ہے:

لو ضائق الطريق على المارة والمسجد واسع فلهم ان يوسعوا الطريق من المسجد۔	اگر راستہ گزرنے والوں کے لئے تنگ ہو اور مسجد وسیع ہو تو انہیں مسجد کا کچھ حصہ لے کر راستہ میں توسیع کرنے کا اختیار ہے (ت)

اور دوسری جگہ:

ماضیاق المرور ولو كان مسجدا واسعا يجوز انهدامه۔	جب گزرنا دشوار ہو اور مسجد وسیع ہو تو اس کا انہدام جائز ہے۔ (ت)

قریب قریب ایسی ہی عبارت جو مجھے کل اور اچھی طرح یاد نہیں ہے، عبارت بالا اشباہ والنظائر میں صاف لکھی ہے اور صاحب رد المحتار نے اسی کو مرجع اور معتد لکھا ہے حکم بالا میں مسجد کے متعلق ہے فناء مسجد یعنی وضو خانہ، حجرہ، غسل خانہ میں تو بحث ہی فضول ہے۔ یہ عبارت انہوں نے مجھے لکھ کر بھیجی ہے غالباً یہ کتاب آنجناب مولانا صاحب کے وسیع کتب خانہ میں ضرور موجودگی ہوگی اور اس کو دیکھ کر آں جناب ضرور اس کی صحت اور موقع پر غور فرمائیں گے والسلام۔

دیگر گزارش یہ ہے کہ جناب مولانا صاحب قبلہ کے فیصلہ سے مجھے بھی مطلع فرمائیں تو باعث کمال عنایت ہوگا علاوہ اضافہ معلومات مجھے ان حضرات کو بھی لکھنے کا موقع مل سکے گا میرا پتہ حسب ذیل ہوگا:

محمد حمید الدین خاں بی اے، سوسائٹی کارڈن علی گڑھ

الجواب:

استغفر الله العظيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم، نہ کتاب مستطاب اشباہ والنظائر کے مصنف امام ابراہیم نہ اشباہ میں معاذ اللہ کہیں ان کا پتہ کہ لوکان مسجد واسعا يجوز انهدامه (اگر مسجد وسیع ہو تو اس کا انہدام جائز ہے۔ ت) نہ کوئی مسلمان ایسا کہہ سکے نہ کوئی

عربی دان ایسی عبارت لکھے نہ کہ علامہ زین بن نجیم مصری مصنف اشباہ ان کی نسبت یہ محض تہمت ہے یا نرا اشتباہ۔ کسی شخص کے اپنے تخیل میں یہ لفظ پیدا ہوئے ہوں گے جس کی عربیت فاسد اور معنی باطل، کوئی آدمی ابراہیم نامی وہاں موجود یا مخیل ہوگا اور کتاب اشباہ کہیں رکھی ہوگی سب تصورات جمع ہو کر یہ یاد رہا کہ امام ابراہیم نے اشباہ میں ایسا لکھا اگرچہ نظر بواقع وہی مثال ہے کہ

چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا
الایہا الساقی ادرکاساونا ولہا
(کیا خوب کہا سعدی نے زلیخا میں، خبردار اے ساقی! جام کو گردش دے اور عطا کرت)

بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر ہے کہ اگرچہ نہ کتاب زلیخا شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصنیف نہ مصرع دوم ان کا، نہ اس کتاب کا، مگر آخر ہے تو ایک عارف کا قول بخلاف اس کے کہ مسجد ڈھانے کی حلت اور اشباہ کی طرف اس کی نسبت، افسوس کہ ناقل نے جس کتاب کے صفحہ ۴۰۴ سے پہلی عبارت نقل کی اس سے گیارہ ہی ورق اوپر صفحہ ۳۸۱ میں اس کے معنی کی صریح تشریح نہ دیکھی کہ "لا يجوز اتخاذ طريق فيه للمروور یعنی بان یکون له بابان فاکثر فیدخل من هذا ویخرج من هذا"^۱ یعنی مسجد میں راستہ بنانا جو ناجائز ہے اور عذر کی صورت میں جس کی اجازت دی گئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد کے دو یا زیادہ دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس یعنی نے معنی کو صاف کر دیا اور جب خود اسی کتاب میں جو عبارت تھی نظر نہ آئی اور جو نہ تھی وہ مشکل ہو گئی تو اس کی کیا شکایت کہ خود انہیں امام مصنف اشباہ کی دوسری جلیل و عظیم کتاب بحر الرائق نہ دیکھی جس میں انہوں نے صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ مسجد کو راستہ بنانے سے یہی مراد ہے کہ مسجد بحال خود قائم و برقرار رہے اور کسی کام کے لئے اس میں ہو کر نکل جائے اور صریح تصریح فرمادی ہے کہ یہ ناپاک مرد یا عورت کے لئے حلال نہیں، نہ اس میں گھوڑا یا بیل وغیرہ جانور لے جاسکتے ہیں، عبارت یہ ہے بحر الرائق مطبع مصر جلد پنجم ص ۲۷۶:

و معنی قوله كعكسه انه اذا جعل في المسجد ممرا فانه يجوز لتعارف اهل الامصار في الجوامع و جاز لكل واحد ان يمر فيه حتى	یعنی مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں ہو کر مرور کے لئے جگہ ٹھہرا لے تو رواہے کہ شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا عام رواج ہو رہا ہے اور اس میں

^۱ غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث، القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲۳۱/۲

الكافر الا الجنب والحائض والنفساء لماعرف في موضعه وليس لهم ان يدخلوا فيه الدواب^۱۔	ہو کر ہر شخص کو گزر جانے کی اجازت ہوگی یہاں تک کہ کافر کو مگر جنابت والے مرد و عورت اور حیض والی عورت اور نفاس والی ان میں کسی کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ مسجد میں ان کا جانا حرام ہونا اپنی جگہ یعنی کتک الطہارۃ میں معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی انہیں اختیار نہیں کہ اس جگہ جانور لے جائیں (ت)

یعنی اسی طرح تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی و درر الحکام و در مختار و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ اس ارشاد علماء کو ایمان کی نگاہ سے دیکھنے والے پر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ مسجد کو راستہ بنانے کے معنی خود انہوں نے کیا ارشاد فرمائے اور کیا مراد بتائی، اور یہ کہ معاذ اللہ مسجد توڑ کر سڑک میں ڈال لو جس میں آدمی، جنب، حائض، نفساء، گھوڑے، گدھے، غلیظ کی گاڑیاں سب گزریں اور سب کا حق مساوی ہو اور کسی کو منع نہ کر سکو نہ وہاں منڈھی ڈال کر بیٹھ سکو کہ جو آدمی گزرے اس سے پوچھو تجھے نہانے کی حاجت تو نہیں، جو عورت گزرے اس سے دریافت کرو تجھے حیض تو نہیں، اور جو ایسا کرے بھی تو مجنون کملائے اور فائدہ کچھ نہیں کہ کسی کو روک سکو اور روکو تو روز فساد ہو استغفر اللہ کیا ایسی بے معنی بیہودہ بات علماء نے اپنی مراد بتائی یا یہ کہ مسجد اپنے حال پر قائم و برقرار رہے اس کے تمام آداب بدستور فرض و مقرر ہیں نہ اسمیں کوئی جانور جاسکے، نہ جنب، نہ حائض، نہ نفاس والی، اور ان کے علاوہ اور آدمی ہو کر گزر جائے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ وہ جس امر کی اجازت دے رہے ہیں اسے صاف بتا رہے ہیں کہ عام شہروں کی جامع مسجدوں میں اس کا رواج ہے، اب یہ دیکھ لیجئے کہ جامع مسجدوں کا عام دستور کیا ہے، آیا یہ کہ مسجدیں توڑ کر سڑک میں ڈال لی جاتی ہیں، حاشا کوئی اندھا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا تو بس جتنی بات کا عام شہروں کی جامع مسجدوں میں رواج چلا آتا ہے اسی کی وہ اجازت دے رہے ہیں اور وہی ان کی مراد ہے اس سے زیادہ باطل و ایجاد ہے واللہ یقول الحق ویبہدی السبیل وهو حسبی ونعم الوکیل (اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت فرماتا ہے اور وہ ہی مجھے کافی اور کیا ہی اچھا کار ساز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ بحر الرائق کتاب الوقف فصل لما اختص المسجد بأحكام الحجاءم سعید کمپنی کراچی ۱۵/ ۲۵۵

مسئلہ ۱۸۱ تا ۱۸۳: مسئلہ محمد علاؤ الدین صاحب مالکدار رئیس تحصیل ملتان ضلع بیٹول ملک متوسطہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اس مختصر قصبہ ملتان میں قریب سوسال سے ایک مسجد کمترین کے بزرگوں کی تعمیر کرائی ہوئی موجود ہے جس میں نماز پنجگانہ وجہ ہوا کرتا ہے یہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے قریب ستر پچھتر مکان ہوں گے ان میں بھی صوم و صلوة کے پابند صرف معدودے چند اشخاص ہیں تاہم تفرقہ انداز نفوس موجود ہیں امسال رمضان شریف میں روزہ جلد افطار کرنے کی کٹ جتنی پر یعنی متولی مسجد کے یوم غیم میں کچھ دیر کر کے روزہ افطار کرنے کی تنبیہ پر زید و بکر و خالد و عمرو نے مسجد قدیمی سے کنارہ کشی اختیار کر کے اور دس بیس آدمیوں کو ورغلا کر مسجد میں تراویح پڑھنے و قرآن شریف سننے سے جو حافظ صاحب نماز تراویح میں پڑھتے تھے خود بھی باز رہے اور دیگر لوگوں کو بھی باز رکھا اور ترک جماعت کر کے ایک دوسری جگہ نماز پنجگانہ و تراویح و نماز جمعہ پڑھنے لگے اور اپنی ضد و تفرقہ اندازی کی غرض سے اور چند جاہل مسلمانوں کو اکسا و ورغلا کر اپنا ہم خیال بنا کر جا بجا سے چندہ وصول کر کے ایک دوسری مسجد تعمیر کرنے کی فکر کر رہے ہیں بلکہ ایک ویرانی خانگی مسجد کو جو ایک خاندان کے لئے مخصوص تھی جس میں اب کوئی علامت مسجد کی باقی نہیں نہ دیوار و در ثابت ہیں نہ منبر و غیرہ کا نشان نظر آتا ہے پچاس ساٹھ برس سے بالکل ویران پڑی ہوئی ہے اسی کو باجرات اس کے متولیوں کے از سر نو تعمیر کرا کر مسجد حال کو ویران کرنے کی نیت سے اس مسجد سے بالکل کنارہ کش ہو بیٹھے ہیں اور اس اپنی منافقانہ و کافرانہ حرکت و ضد کو قرین ثواب و جائز قرار دے کر اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ہم دوسری مسجد بنا کر رہیں گے حالانکہ سب کے سب علم دین سے محض نابلد و جاہل مطلق ہیں کہ آیہ کریمہ قرآن پاک پ ۱۱ کو ع ۲ میں جو اس قسم کی مسجد ضرار کے بارہ میں احکام الہی صاف روشن ہیں اس کا ترجمہ دیکھ کر اس کے معنی الٹے سمجھتے ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ سے متعلق ہے انہیں کے لئے نازل ہوئی ہے لہذا ان کے منافقانہ تفرقہ اندازی سے باز رہنے کے لئے حسب ذیل امور کیلئے علمائے دین موجودہ حال لکھنؤ کے مواہیر سے مثبتہ فتویٰ درکار ہے اور رفع شر کے لئے ایسے فتوے کی اشد ضرورت ہے، اللہ جل شانہ نے آپ صاحبوں کو علمی فضیلت دی ہے، نہایت عاجزی سے ملتی ہوں کہ براہ عنایت و تحصیل ثواب فتویٰ مسندہ جلد ارسال فرما کر عند اللہ و عند الناس مشکور ہوں گے۔

(۱) کیا مذکورہ بالا اشخاص ایک مسجد قدیمی کی ضد پر موجودہ حال و آبادی سے قریب و متصل ہے اور اس میں پوری گنجائش نمازیوں کی کافی طور سے ہوتی ہے اور جس میں عرصہ قریب سوسال سے نماز پنجگانہ و جمعہ ادا ہوتی ہے بلکہ مذکورہ بالا اشخاص و بستی کے مسلمان صرف ایک مسجد کو بھی پورے طور سے آباد نہیں رکھ سکتے ہیں باہم نفاق ڈالنے کی نیت سے بلا ضرورت دوسری مسجد تعمیر کرانا اور چند

انجان مسلمانوں کو ترغیب دے کر اس قدیمی مسجد سے باز رکھنا اور اپنی ایک جداگانہ جماعت قائم کرنا یہ فعل ان کا منافقانہ داخل کفر و ناروا ہے یا نہیں؟

(۲) دیگر بے شر و بے لوث مسلمانوں کے لئے ان کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا کیا؟

(۳) ان سے راہ و رسم، سلام مسنون یا ان میں سے بطور قاضی کے کسی کا نکاح پڑھانا جائز یا کیا؟

(۴) مسجد ضرار جو ایک مسجد کی ضد پر بنائے فساد قائم کی جائے اس کے گرا دینے و منہدم کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟

(۵) کیا ایسا شخص مذکورہ بالا جو ایسے شر و نفاق کا بانی مبنی ہو امامت کے قابل ہو سکتا ہے؟ کیا اس کی امامت جائز ہے؟

(۶) کیا ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے جس کی بنا ضد و نفاق پر ہو اور جو ضرار کی تعریف میں داخل ہو کچھ چندہ دینا یا دیگر طریقہ سے مدد دینا جائز ہے؟

(۷) کیا ذابح بقر و غنم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یعنی جو شخص اجرت لے کر ذبیحہ کرتا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۸) کیا نماز جمعہ ایسی جگہ جہاں مسلمانوں کے ستر پچھتر مکان ہوں اور نمازی بمشکل تیس چالیس جمع ہوتے ہوں نماز جمعہ دو جگہ ہو سکتی ہے؟

(۹) جو شخص بستی و قوم میں ہر طرح معزز و رئیس ہو اور وہ متولی مسجد بھی ہو اس کے خلاف برگشتہ ہو کر معمولی حیثیت کے مسلمان کا ایسا شریک کرنے کا طرز عمل جائز ہے؟ بینوا توجروا یا اولی الابصار۔

الجواب:

(۱) اگر فی الواقع ان کی نیت جماعت مسلمین کی تفریق اور مسجد قدیم کی تخریب ہو تو ضرور وہ مرتکب سخت کبیرہ ہیں اور اس تقریر پر ان کی مسجد مسجد ضرار ہوگی مگر اتنی بات پر حکم تکفیر ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب ان پر حکم کفر نہیں تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کیوں نادرست ہوگا؟

(۳) جو لوگ اس تقدیر پر فساق و مرتکب کبائر ہیں ان سے ابتداء سلام ناجائز ہے اور بغرض زجر و تنبیہ ترک راہ و رسم بہتر ہے اور جب راہ و رسم نہ ہوگی تو اپنی شادیوں میں بلانا اور نکاح پڑھوانا بھی نہ ہوگا لیکن اگر وہ نکاح پڑھائیں تو اس نکاح میں کوئی جرم لازم نہ آئے گا۔

(۴) ضرور ہے مگر جبکہ ضرار ہونا یقیناً ثابت ہو۔ دو جماعتوں میں رنجش ہوئی اور ایک جماعت دوسری کی

مسجد میں بخوف فتنہ آنا نہ چاہیے اور مسجد میں نماز پڑھنا ضرور، لہذا وہ اپنی مسجد بنائے تو اسے مسجد ضرار نہیں کہہ سکتے، مسجد ضرار اسی صورت میں ہوگی کہ اس سے مقصود مسجد کو ضرر دینا اور جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا ہو، نیت امر باطن ہے محض قیاسات و قرائن کا لحاظ کر کے ایسی سخت بات کا حکم نہیں دے سکتے خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ جدا مسجد بنانا نہیں چاہتے بلکہ جو مسجد پہلے موجود تھی اس کا احیاء چاہتے ہیں۔

(۵) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، جبکہ صورت واقعہ یہ ہو جو سائل نے ذکر کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اگر امر مذکور ثابت ہو تو اس میں کسی طرح مدد دینا جائز نہیں۔

(۷) یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے ذبح بقر کوئی جرم نہیں، نہ اس پر اجرت لینا ممنوع، تو اس وجہ سے امامت میں کیا حرج ہو سکتا ہے۔

(۸) نماز جمعہ کے شرائط سے ایک شرط یہ ہے کہ خود سلطان اسلام پڑھائے یا اس کا نائب یا اس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں وہاں بضرورت مسلمانوں کا کسی کو امام مقرر کر لینا معتبر رکھا ہے ایسی بستی میں جبکہ جمعہ قائم ہے اور ایک امام مقرر کردہ مسلمین موجود ہے تو بلاوجہ شرعی چند شخصوں کا دوسرے کو امام جمعہ مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا اور وہاں نماز جمعہ ادا نہ ہو سکے گی۔

(۹) شریعہ اگرنا کسی کو کسی کے مقابل جائز نہیں اور دینی معظم کی بلاوجہ شرعی مخالفت اور پر شر ہے ہاں جو فقط دنیوی وجاہت رکھتا ہو اسے معزز اور اس کے مقابل اور مسلمانوں کو معمولی مسلمان کہنا یہ بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲: مسئلہ سید کمال الدین احمد صاحب جعفری وکیل ہائیکورٹ الہ آباد ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

عید گاہ یا مسجد میں وعظ یا چندہ اسلامی مذہبی کاموں کے لئے کرنا عام مسلمانوں کو جائز ہے اور متولی کو اس کے روکنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب:

مسجد میں کار خیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہے جبکہ شور و چیقلش نہ ہو خود احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے، مسجد میں وعظ کی بھی اجازت ہے جبکہ واعظ عالم دین سنی صحیح العقیدہ ہو اور نماز کا وقت نہ ہو، ان دونوں باتوں کو کہ منکرات سے خالی ہوں متولی یا کوئی منع نہیں کر سکتا ہے، ہاں اگر چندہ امر شر کے لئے ہو اگرچہ اسے کیسے ہی امر خیر کہا جائے جیسے نیچریوں کے کالج یا وہابیوں کے مدرسہ کے لئے یا اس میں شور و غل ہو

یا واعظ بد مذہب یا بے علم یا روایات موضوع کا بیان کرنے والا ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور اس نے وعظ شروع کر دیا کہ ان کی نماز میں خلل آتا ہو تو ایسی صورت میں متولی اور ہر مسلمان کو روک دینے کا اختیار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳: از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بیٹری ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیوار شمال و جنوب کی ہے اس کی بنیاد سے ملا کر کسی قدر اونچائی مثل چبوترہ قائم کیا گیا اور اس دیوار پر چھتر رکھوا کر وہ جگہ نماز کے واسطے مخصوص کر دی گئی چنانچہ جگہ مذکور پر بلاناغہ اذان و نماز ایک مدت سے ہو رہی ہے یہاں تک کہ نماز جمعہ بھی ہوتی ہے منبر لکڑی کا برائے خطبہ جگہ معینہ پر موجود ہے، بایں صورت فرمائے کہ اس کو مسجد کیا جائے یا کیا؟

الجواب:

مالک زمین نے اگر کہا کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا اور اس میں نماز پڑھ لی گئی تو وہ مسجد ہو گئی اگرچہ اس میں عمارت اصلاً نہ ہو خالی ہو، یونہی اگر اس کے کلام سے مسجد کر دینے پر دلالت پائی گئی مثلاً کہا میں نے یہ زمین مسلمانوں کی نماز کے لئے کر دی کہ ہمیشہ اس میں نماز ہوا کرے جب بھی مسجد ہو جائیگی اور اگر ایک مدت خاص کی تحدید کی مثلاً سال دو سال نماز پڑھنے کے لئے دیتا ہوں تو مسجد نہ ہوگی، اور اگر زبان سے لفظ نہ ہمیشہ کا کہنا نہ کسی وقت محدود کا تو دل میں اگر نیت ہمیشہ کی ہے مسجد ہو گئی ورنہ نہیں، عالمگیری میں ہے:

ایک شخص کی خالی زمین پڑی ہوئی تھی جس میں کوئی عمارت نہیں اس نے لوگوں کو اس زمین میں باجماعت نماز پڑھنے کو کہا تو اس کی تین صورتیں ہیں (پہلی یہ کہ) اس نے امر نماز کی تائید کی تصریح کی ہو بایں طور کہ یوں کہا ہو کہ تم اس میں ہمیشہ نماز پڑھا کرو، یا (دوسری صورت یہ کہ) اس نے انہیں مطلقاً نماز پڑھنے کو کہا اور نیت ہمیشگی کی کر لی ان دونوں صورتوں میں وہ زمین مسجد ہو گئی اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری نہ ہوگی اور (تیسری	رجل له ساحة لابتاء فيها امر قوما ان يصلوا فيها بجماعة، فهذا على ثلاثة اوجه احدها اما ان امرهم بالصلاة فيها ابدانصابان قال صلوا فيها ابدان، او امرهم بالصلاة مطلقاً ونوى الابد، ففي هذين الوجهين صارت الساحة مسجد الوما ت لا يورث عنه.

واما ان وقت الامر باليوم والشهر او السنة ففي هذا الوجه لا يصير الساحة مسجد الوماث يورث عنه^۱۔ والله تعالى اعلم۔	صورت یہ ہے کہ اگر اس نے امر نماز کو دن، مہینے یا سال سے مقید کیا تو اس صورت میں وہ زمین مسجد نہ ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۴: مسئلہ عبدالرحیم و کریم احمد صاحبان متولیان مسجد مچھلی بازار کان پور ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ مسجد مچھلی بازار کان پور فنڈ میں تین عنوانوں سے آیا ہے:

- (۱) کچھ تو امداد مجروحین و مقتولین کے لئے۔
 - (۲) کچھ مقدمہ مسجد کے لئے۔
 - (۳) کچھ حفاظت اور تعمیر حصہ منہدم مسجد کی غرض سے۔
- اب بعد ختم ہو جانے مقدمہ کے اس کا صحیح مصرف از روئے شرع شریف کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

امداد مجروحین و مقتولین مقدمہ ختم ہونے سے ختم نہیں ہو جاتی، امداد مقتولین سے ان کی بیواؤں اور یتیموں کی امداد مراد ہے ار وہ ہنوز باقی ہیں، مقدمہ اگر ختم ہوا تو ماخوذین کا نہ مسجد کا کہ اس کا جو فیصلہ مولوی صاحب کنندہ نے کیا محض باطل و خلاف شرع ہے مسلمانوں کو اس پر سکوت جائز نہیں، فرض ہے کہ اپنے تحفظ حقوق مذہبی کے لئے گورنمنٹ سے جائز چارہ جوئی کو انتہا تک پہنچائیں۔ اس کے مصارف میں یہ روپیہ اٹھائیں اس کا روشن بیان "ابانة المتواری فی مصالحہ عبد الباری" میں ہے جو اصل رسالہ چھپ گیا اور زمیندار میں بھی شائع ہو چکا اور اس کا ذیل زیر طبع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۵۵



رسالہ

ابانۃ المتواری فی مصالحة عبد الباری^{۱۳۳۱ھ}

(عبد الباری کی مصالحت میں چھپی ہوئی (خرابی) کا اظہار)

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۵: از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس موبد الاسلام ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ _____ گورنمنٹ کے حکام

عہ: مسجد کانپور کے متعلق ایک نہایت ضروری فتویٰ، جس کا سوال لکھنؤ فرنگی محل سے آیا اور دارالافتاء نے جواب دیا اور بحال وضوح ثابت کیا کہ مولوی صاحب نے جو فیصلہ مسجد مچھلی بازار کانپور کے متعلق دیا وہ سراسر مخالف احکام اسلام ہے، اس پر مسلمانوں کو مطمئن ہونا سخت گناہ و حرام ہے، ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ دربارہ حفظ حقوق مذہبی گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی سے نفع لیں اور اپنے اپنے منصب کے لائق جائز چارہ جوئی میں پوری کوشش کریں مولوی صاحب کی یہ شخصی کارروائی اگر مقبول ٹھہر گئی تو ہمیشہ کے لئے مساجد ہند پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا اور ہر مسلمان کہ جائز کوشش کر سکتا تھا اور نہ کی اس کے وبال میں ماخوذ ہوگا "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" کا بھی اس میں ردِ بلیغ ہے۔

نوٹ: علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے "قامع الواہیات من جامع الجزئیات" ۱۳۳۱ھ کے نام سے اس پر ایک عربی تنذیل تحریر فرمائی ہے جو کہ مولوی صاحب فیصلہ کنندہ کی اس چھ ورقہ عربی تحریر بنام "جامع جزئیات فقہ" جو اس نے اس فیصلہ کو مطابق شرع بنانے میں تحریر فرمائی تھی کے رد میں ہے علیہ حضرات احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ میں پچاس دلائل قاہرہ پیش کئے جبکہ علامہ امجد علی صاحب اعظمی نے مزید دو سو ۲۰۰ دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ فیصلہ مطابق شرع نہیں ہے اور نہ ہی مسجد توڑ کر راستہ بنالینا روا ہے۔

کا بیان ہے کہ جزء متنازعہ مسجد کانپور خارج از مسجد ہے اور اس کو بعض ٹرسٹیان نے ہم کو دے دیا تھا، اس بناء پر انہوں نے اس کو منہدم کر دیا، اس کے چند دنوں کے بعد بغیر اجازت چند لوگوں نے اس زمین پر جس کو میونسپلٹی نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا تعمیر کرنا شروع کیا اس وجہ سے پولیس نے روکا اور فیما بین لڑائی ہو گئی کچھ مسلمان قتل کئے گئے کچھ مسلمان جن میں بے قصور بھی ہیں قید کئے گئے گورنمنٹ نے اپنے طرز عمل سے باور کرا دیا کہ وہ کسی طرح قیدیوں کو نہ چھوڑے گی اور اس زمین کو جس پر میونسپلٹی نے قبضہ کر لیا ہے مسلمانوں کو واپس نہ دے گی، بعد چندے اس نے مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا اپنے ملکی فوائد کے اعتبار سے اس امر کی خواہش کی کہ تصفیہ ایسا ہو جائے کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس زمین پر چھتاپاٹ کے مسجد میں شامل کر دیا جائے اس کو چند معتبر حضرات کے روبرو اس نے پیش کیا ایک عالم نے اس امر کی کوشش کی کہ وہ زمین جس کو اکثر مسلمان جزء مسجد کہتے ہیں محفوظ مسجد کے کام میں رہ جائے ایک مخلص کی صورت یہ نکالی کہ ادھر ہی مسجد کا دروازہ کر دیا جائے وہ زمین اس دروازہ مسجد کے کام آئے گورنمنٹ کے ممبران متعین نے اس امر کو نہیں مانا کہ زمین پر قبضہ مسلمانوں کا ہو بلکہ صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں، بعد رد و قدح کے اس عالم کی رائے سے یہ طے پایا کہ سر دست ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلا یا جائے حق آسائش حقیقہ مسلمانوں کو حاصل ہے، اگر ظلم یا تشدد گورنمنٹ عام اجازت گزر کی دے تو ہم اس کی وجہ سے قطع مصالحت نہ کریں گے بلکہ صورت بنا اس کی میونسپلٹی کے سپرد کر دیا جائے جس میں بہ غلبہ آرا قوی امید ہے کہ موافق قوانین اسلام تصفیہ ہو جائے، وائسرائے نے بھی تاکید کردی کہ بننے کے وقت مسلمانوں کی خوشی اور ان کے قواعد کا لحاظ کیا جائے۔ سوال طلب یہ امر ہے کہ جس عالم نے بدیں تفصیل مصالحت کی ممانعت نہیں کی اور منازعت کو قطع کر دیا وہ خاطی ہے یا مصیب، اور مسلمانوں کو آئین امن عام کے اندر رہ کے استحقاق کی چارہ جوئی کرنی چاہئے اس عالم کی رائے ہے یا جوش و ہنگامہ دکھانا اور خلل اندازی امن عامہ کرنا شرعاً ضروری ہے اور جو امر دوم کی کوشش کرے وہ حق پر ہے یا جو امر اول کے طرز کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھے۔ بینواتوجروا۔

جواب از دارالافتاء

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ بتایا کہ:

(۱) مصالحت کیا کی۔

(۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔
 (۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کہ کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

(۴) بعد اس کے کہ ممبران متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہر گز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکہ طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے، آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رد و قدح عالم نے ممبران گورنمنٹ سے یہ امر طے کر لیا۔

(۵) نیز اس کی رائے سے طے پایا کہ سر دست اس زمین پر کسی کی ملک ثابت نہ کی جائے مفہوم تھا کہ اس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

(۶) سر دست کے معنی کیا لئے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کر لئے۔

(۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا وہ بطور خود گیا تھا۔

جب تک ان سب باتوں کی تفصیل معلوم نہ ہو ایک نہایت مجمل گول بات کا جواب کیا دیا جائے۔ ہاں اتنا امر واضح و روشن ہے کہ فتنہ پردازی اور امن عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کو توہین کے لئے پیش کرنا ہر گز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: "وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" ^۱ (فتنہ و فساد قتل سے بھی سخت ہے۔ ت) اور فرماتا ہے: "لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" ^۲ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) نہ یہی کسی طرح روا ہے کہ کسی حکم مخالف شرع کو بلا جبر واکراہ خود ایک امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند کریں یا اس میں دشواری ڈالیں اور آئندہ کے لیے بھی اسے نظیر بنائیں بلکہ حدود سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلاف قوانین اسلام ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستمر قانون کہ مذہب ہی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں جو اس طریق پر چلے مصیب ہے اور جو ان دو طریقوں میں سے کسی پر چلے وہ خاطی

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: بار دوم از لکھنؤ فرنگی محل مرسلہ مولوی صاحب موصوف سوم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مولانا المعظم دام بالمجد والکرم والسلام علیکم، استفتا موصول ہوا مشکور فرمایا، گوہم کو اصل مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگاہی ہو گئی مگر جناب کے استفسارات کے باعث ضرور ہوا کہ امور مستفسرہ کا جواب دیا جائے ان کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہوں امید کہ اب جواب ثانی عام لوگوں کے فائدہ کی غرض سے تحریر فرمایا جائے۔

امور مستفسرہ مع تصریح

س (۱) مصالحت کیا کی؟

ج (۱) عالم نے مصالحت یہ کہ گورنمنٹ مقدمات اٹھالے اور کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو، یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے، مسجد کی زمین پر گورنمنٹ اپنی ملکیت ثابت نہ کرے مسلمانوں کو اس پر قبضہ دلا دے اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو وہ حاکم ہے خلاف احکام اسلامیہ ہے اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا اور موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق دربارہ ہنگامہ کانپور مسلمان کچھ نہ کریں گے۔

س (۲) وہ امر جس پر مصالحت کی تجویز گورنمنٹ تھا جسے عالم مذکور نے قبول کیا یا اس عالم نے پیش کیا اور اسے گورنمنٹ نے مان لیا۔

ج (۲) گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مسلمانوں کے اوپر جو مقدمات ہیں گورنمنٹ کی طرف سے اور مسلمانوں کو جو گورنمنٹ سے دعاوی ہیں ان کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے تاکہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظنی اور مسلمانوں کو گورنمنٹ سے بے اعتباری نہ ہو اور بے چینی دفع ہو۔

س (۳) گورنمنٹ نے خود ہی مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا ملکی فوائد کے اعتبار سے قیدیوں کو آزاد کیا جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اس کے بعد کی منازعت سوال میں مذکور نہیں کہ کیا تھی اور عالم مذکور نے کیا اور کس طرح قطع کی۔

ج (۳) گورنمنٹ نے لحاظ مراحم خسروانہ یا اعتبار فوائد ملکی خود خواہش تصفیہ کی کی نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا کہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں اور مسجد کی

زمین پر یعنی اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں، گورنمنٹ سے اور مسلمانوں سے مقدمات اور اس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعہ تھی جس کو کہ عالم مذکور نے قطع کر دیا۔

س (۴) بعد اس کے کہ ممبران متعینہ گورنمنٹ نے زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہر گز نہ مانا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں جیسا کہ سائل کا بیان ہے پھر عالم مذکور کی رائے سے یہ کیونکر طے پایا کہ قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلایا جائے آیا صرف عالم مذکور کا اپنے خیال میں ایک مفہوم متخیل کرنا یا یہ کہ بعد رد و قدح عالم نے ممبران گورنمنٹ سے یہ امر طے کرا لیا۔

ج (۴) گورنمنٹ کے متعینہ ممبروں نے ابتداءً مسجد کی زمین پر کسی قسم کا قبضہ دینے سے انکار کیا عالم کی انتہائی جدوجہد سے اس نے کہا کہ ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں یہ عالم کا متخیلہ نہیں بلکہ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے غرض کہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرا لیا۔

س (۵) نیز اس کی رائے سے طے پانا کہ سر دست اس زمین پر کسی کی ملک نہ ثابت کی جائے ایک مفہوم تھا کہ اس کے اپنے ذہن میں رہا یا گورنمنٹ نے عالم مذکور کی رائے سے اسے طے کیا۔

ج (۵) زمین کی ملکیت جو گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی اس کے بارے میں صرف عالم کا متخیلہ نہ تھا بلکہ ممبر متعینہ سے اس نے صاف صاف کہہ دیا اور کہلوالیا تھا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے ثابت نہیں ہوتی اس واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں ہیں بلکہ مشیر قانونی نے بھی یہی کہا کہ ہماری ملک غصب سے چلی نہیں گئی کہ ہم اپنی ملک کے ثابت کرنے کو کہیں بلکہ ہم اسی قدر چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ اپنے لئے ملک ثابت نہ کرے چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

س (۶) "سر دست" کے معنی کیا لئے اور وہ بھی عالم مذکور کے خیال میں رہے یا گورنمنٹ سے طے کئے۔

ج (۶) سر دست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلیص شراکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے اور اس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے جب تک کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی خواہش پوری نہ کر دے بلکہ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا اس وقت جس قدر عالمگیر جوش ملک میں ہے اور اس سے اندیشہ فریقین کے لئے مشکلات کا ہے وہ دفع کر دیا ہے، اور ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے ہیں ورنہ ہم کو اس میں بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔

س (۷) عالم مذکور کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا تھا یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا تھا یا وہ بطور خود

گیا تھا۔

ج (۷) عالم مذکور کو عام مسلمانوں نے طلب نہیں کیا تھا، نہ وہ از خود گیا تھا بلکہ مقدمہ کے کارکنوں نے باصرار عالم مذکور کو خود بلایا تھا اور ممبر متعینہ نے اس سے اس معاملہ میں گفتگو شروع کی جس کے اثنا میں اس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وہ چاہے اور اس کا حکم ہو بننا چاہئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علماء کو جمع کرنا چاہئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ صورت اختیار کرنا چاہئے مگر ممبر متعینہ نے کہا کہ ہم کو تمہاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس نہ جمع کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو اور ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت ہے چنانچہ اس عالم نے بعد سخت گفتگو کے مشورہ دیا کہ ملک سے سروکار نہ رہنا چاہئے قبضہ مسلمانوں کا ثابت کر دیا جائے حق مرور اگر مشترک ہو تو ہم اس کی وجہ سے اس وقت منازعت باقی رکھنا نہیں چاہتے اپنے قیدی چھڑائے لیتے ہیں اور اشتراک مرور کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں گے اور حسب قواعد میونسپلیٹی بنوایا جائے تاکہ ہم اس سے بہترین تدبیر اپنے تحفظ جزء مسجد کی کرا سکیں جس کی کامل توقع ہے، ان سب امور کا تصفیہ ممبر متعینہ سے کر دیا گیا جو ایک مجمع میں مسلمانوں کے ہو اور ان سب باتوں کی تصدیق وہ عالم کر سکتا ہے اس نے کسی حکم مخالف شرع کو بلا جبر واکراہ خود امر طے شدہ قرار دے کر جائز چارہ جوئی کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ جس کو جمہور علما ناجائز کہتے تھے اس کو اس نے بھی ناجائز قرار دیا اور صاف ظاہر کر دیا کہ برابر اس کی چارہ جوئی جائز طور پر کی جائے گی کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا کی کیونکہ بے قاعدہ حرکات کو کوئی نہیں روک سکتا اور باقاعدہ احکام اسلامیہ کی چارہ جوئی ہر وقت ہو سکتی ہے دیوانی کے مقدمات ہر طرح کے دائر کئے جاسکتے ہیں اور آئندہ کے لئے نظیر تو درکنار ایک مختتم قانون تحفظ معاہدہ کا بنایا جانا قرار دلوادیا گیا ہے جس سے خود حسب تصریح ممبر متعینہ اس متنازعہ فیہ حصہ کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے اس عالم کی رائے ہے کہ یہ قبضہ وحق مشترک مرور قابل اطمینان نہیں بلکہ حدود و سلامت روی کے اندر رہ کر گورنمنٹ پر اس امر کا خلاف قوانین اسلامیہ ہونا ظاہر کریں اور گورنمنٹ کا مستمر قانون کہ مذہبی دست اندازی نہ کرے گی یاد دلا کر بلا ضرر و اضرار فائدہ پائیں اس صورت میں عالم مصیب ہے یا نہیں، امید ہے بر تقدیر صدق مستفتی جواب صاف عطا فرمایا جائے۔

جواب از دارالافتاء

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ جواب استفسارات باعث مشکوری ہے طرح و جرح منظور نہیں بلکہ انکشاف حق جس کے لئے ہر مسلمان کو مستعد رہنا چاہئے، لایسما اہل علم، جوابات نہ تو کافی ہیں نہ مفید، برائے اگرچہ مجھ سے صرف بر تقدیر صدق مستفتی جواب چاہا گیا اور منصب افتا کی اتنی ہی ذمہ داری تھی کہ صورت مستفسرہ پر جواب دے دیا جاتا مگر میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات مگنا کر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کارروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہو سکے مگر افسوس کہ جتنا خوش و تفتیش سے کام لیا اس کی شاعت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ انظار حق لازم تھا، عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمت اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر بھمد اللہ تعالیٰ غالب نہ آسکتے تھے کہ ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)	"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا قُومُوا بِأَقْسَطِ مَا عَادَ اللَّهُ وَلَكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ" ^۱

بلکہ حقیقت حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم یہ کیسے۔ حضور نے فرمایا: ظالم ہونے کی صورت میں اسے ظلم سے روک دو اور مظلوم ہونے کی	أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ ذَلِكَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ يَكُ ظَالِمًا فَارْدَدَهُ عَنْ ظُلْمِهِ وَإِنْ يَكُ مَظْلُومًا فَانْصُرْهُ ^۲ ، رواه الدارمی

^۱ القرآن الکریم ۴/۱۳۵

^۲ صحیح البخاری کتاب الاکراه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۲۷، صحیح مسلم، سنن الدارمی باب ۴۰، انصار اخاک الخ نشر السنة ملتان ۲/۲۲۰، مختصر تاریخ دمشق ترجمہ ۲۹ حسن بن فرج دار الفکر بیروت ۵۹/۷، تہذیب تاریخ دمشق ترجمہ ۲۹ حسن بن فرج دار احیاء التراث العربی

وابن عساكر عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى	صورت میں اس کی مدد کرو۔ اسے دارمی اور ابن عساكر نے
عنہما۔	جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

لہذا امید واثق ہے کہ جواب سوال میں اظہار حق سنگ راہ مراسم قدیمہ نہ ہوگا اور زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ہمارے قدیمی دوست عالم نے اسی معاملہ پر ایک تقریر کی ابتداء میں (جوروزانہ زمیندار۲۱ ذی الحجہ میں چھپی) یوں داد حق جوئی دی کہ "میں ان لوگوں کا دل سے اور خدا کی قسم دل سے مشکور ہوتا ہوں جو میرے عیوب مجھ سے خواہ لوگوں سے کہہ کر میرے اوپر مریبانہ شفقت کا احسان رکھتے ہیں، یہ لوگ میرے محسن ہیں" جب بیان عیوب اور وہ بھی ابتداءً اس درجہ موجب شکر گزاری ہے تو بیان مسئلہ شرعیہ میں اظہار حق اور وہ بھی بعد سوال مراسم قدیمہ میں کیا خلل انداز ہو سکتا ہے۔ وبالله التوفیق۔

جواب استفسار اول پر نظر

(۱) [ف: قبضہ زمین کی بحث] اس سوال کے جواب میں کہ عالم نے مصالحت کیا کی، تین باتوں پر صلح ہونی بتائی گئی از انجملہ اصل معاملہ کی نسبت یہ ہے کہ مسجد کی زمین پر گورنمنٹ مسلمانوں کو قبضہ دلادے کسی بات پر مصالحت ہونا فریقین میں اس کا طے ہو کر قرار پانا ہے، اگر یہ امر قرار پاتا تو اسی کے مطابق وقوع میں آتا مگر ایسا نہ ہوا جو اب ایڈریس میں گورنمنٹ کے لفظ جو روزانہ ہمدرد ۱۶/ اکتوبر میں چھپے صاف یہ ہیں: میں اس امر کو کچھ بھی وقیع اور اہم خیال نہیں کرتا کہ وہ زمین جس پر وہ دالان تعمیر ہوگا کس کے قبضہ میں رہے گی ع

بیس تفاوت رہ از کجاست تا کجا

(یہ تفاوت دیکھ کہ راستہ کہاں ہے اور تو کہاں)

(۲) ہاں اس پر چھتا بنا کر چھت پر قبضہ اور زمین کو سڑک کر دینا ٹھہرا ہے کیا چھت اور زمین دو مترادف لفظ ہیں یا چھت کا قبضہ زمین پر بھی قبضہ ہوتا ہے، علو و سفلی کے مسائل جو عام کتب فقہیہ میں مذکور ہیں ملحوظ نظر رہیں جواب ایڈریس مذکور میں ہے کامل غور کے بعد میں اس فیصلہ پر پہنچا ہوں کہ آٹھ فٹ بلند ایک چھتا اور اس پر دالان تعمیر کر دیا جائے نیچے ایک سڑک نکل آئے جس سے عمارت میں مداخلت نہ ہو۔

(۳) عالم نے اس مصالحت میں زمین پر قبضہ مسلمانان سے صرف مسلمانوں کا خالص قبضہ مراد لیا یا قبضہ عام خلایق کے ضمن میں عامہ کے ساتھ انہیں بھی ایک حق دیا جانا، بر تقدیر دوم یہ درخواست کتنی بیمعنی تھی

زمین سڑک میں ڈال لینے پر بھی عام کے ساتھ مسلمانوں کو حق مرور رہتا گورنمنٹ نے کس دن کہا تھا کہ یہ سڑک خاص کفار کے لئے بنے گی کوئی مسلمان اس پر نہ چل سکے گا۔ بر تقدیر اول کون سا خاص قبضہ مسلمانوں کو ملنا ٹھہرا کہ جبکہ جواب ایڈریس مذکور کے صاف لفظ یہ ہیں: یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک استعمال کرنے کے مجاز ہوں۔

(۴) قبضہ زمین کا حال جواب استفسار میں خود ہی کھول دیا کہ قبضہ دلا دے کے بعد متصلاً کہا اگر جبراً گورنمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے تو خلاف احکام اسلامیہ ہے اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔ صاف کھل گیا کہ قبضہ ہوا پر ٹھہرا ہے زمین مرور مشترک کے لئے چھوڑی ہے جسے دوسرے لفظوں میں شارع عام یا سڑک کہئے اس کا مطالبہ دور آئندہ پر اٹھا رکھنا بتایا ہے حالانکہ یہی یہاں اہم مسئلہ بلکہ تمام اصل معاملہ تھا اسی کو نظر انداز کرنا اور عالم کی مصالحت سمجھنا کس قدر عجیب ہے مصالحت رفع نزاع ہے نہ کہ اصل بناء و منشاء نزاع مہمل و معطل اور دور آئندہ کی امید موہوم پر محول نہ ایقائے نزاع ہے نہ قطع و رفع۔ ہاں اگر اس کے معنی یہ تھے کہ عالم نے مسجد سے دست برداری دی جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی وغیرہ نے اس کارروائی سے سمجھا اور پسند کیا تو ضرور قطع نزاع ہوئی اگرچہ باز دعوئی دینا شرعاً مفہوم صلح میں آنا دشوار ہو خیر اس ہم بر علم۔ مگر بعد کے الفاظ کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے اس تاویل کو بھی نہیں چلنے دیتے تو اسے مصالحت مشہور کرنا مسلمانوں اور گورنمنٹ دونوں کو غلط بات باور کرانا ہوا۔

(۵) [ف: مصالحت خلاف حکم اسلام پر کی اور گورنمنٹ پر بھی بدگمانی کی] جب عالم کو اعتراف ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے تو اس پر مصالحت کرنا کیونکر روا ہو سکتا گورنمنٹ برسر مصالحت و دلجوئی تھی نہ برسر ضد و جبر و تعدی، اس وقت کیوں نہ دکھایا گیا کہ یہ طریقہ خلاف احکام اسلامیہ ہے اس میں مذہبی دست اندازی ہے جس سے گورنمنٹ ہمیشہ دور رہنا چاہتی ہے، طے ہوتا تو اس وقت بسولت ہوتا، نہ ہوتا تو عالم بری الذمہ تھا، نہ یہ کہ اس وقت اصل معاملہ پس پشت ڈال کر بالائی باتوں پر صلح کر لیں اور اصل میں یہ دشواریاں ڈالیں کہ تم لوگ صلح کر کے پھرتے ہو تم نائب سلطنت کے فیصلہ سے اور ایسے بے بہا فیصلہ سے اب سرتابی کرتے ہو، تم شکر یہ کہ جلے اور روشنیاں کر کے پھر شکایت و منازعت پر اترتے ہو، نادر شاہی زمانہ گزر چکا تھا کہ چلی کا سام در کنار اینٹ پھینکنے پر بے شمار سرائے جاتے، مکانوں کی اینٹ سے اینٹ بچ جاتی نہ کہ بم چلے اور کار گر پڑے اور بے تحقیق کسی سے مواخذہ نہ ہو، آج حفظ حقوق مذہبی کا اس سے بہتر کیا موقع تھا، یہاں دلی کمزوری سے کام لینا موجودہ آزمودہ گورنمنٹ کو

خواہی نخواہی نادر شاہی ضد اور ہٹ کا پتلا سمجھ کر ایسی عظیم حرمت دینی کو پامالی کے لئے چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے۔
 (۶) تمام دنیاوی سلطنتوں کا قاعدہ کہ اپنے قانون کی رو سے جس فعل کو جرم بغاوت سمجھیں اسے سب سے زیادہ سنگین بلکہ ناقابل معافی جانتی ہیں ان کے یہاں انتہائی رسوخ والا وہ ہے کہ جسے انہوں نے باغی سمجھ کر اسیر کیا ہو اس کی رہائی کی سفارش کر سکنے نہ کہ ان جبروتی شرائط کے ساتھ کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو، معافی مانگنی کیسی، خود یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے، یہ تو شائد شخصی سلطنتوں میں صرف محبوب خاص سلطان کی مجال ہو جو ایاز و محمود کی نسبت رکھے اگر ایسا درجہ اختصاص حاصل ہوا تھا تو اسے حفظ حرمت اسلام میں صرف کرنا تھا جس پر باقی اور متفرع ہوئے تھے نہ کہ قیدیوں کے بارے میں یہ فضول وزائد شرائط اور خاص حرمت دینی سے اغماض کیا، یہ۔

ہر چہ شاہ آں کہ او گوید حیف باشد کہ جز نکو گوید
 (بادشاہ جس شخص کی بات مانتا ہے اگر وہ اچھی بات کے علاوہ کہے تو ظلم ہے)

کا مصداق نہ ہوگا۔

(۷) [ف: معاملہ میں پیچیدگیاں ڈال دی گئیں] اس اغماض نے اصل مقصد میں جو پیچیدگیاں دشواریاں پیدا کیں ان کی شرح طول چاہتی ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ قوم کے قلوب اس پر مطمئن ہو گئے تو سرے سے دغوی ہی گیا، چارہ جوئی کون کرے اخباروں میں بکثرت مضامین اس پر اطمینان کے شائع ہوئے، ازاں جملہ نواب مشتاق حسین صاحب امر وہی کی بسیط تحریر کہ روہیل کھنڈ گزٹ بریلی یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی جس میں وہ عالم موصوف ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں جناب کی اس تحریر کے بعد اس مسئلہ کے مذہبی پہلو کے تحفظ سے ہم کو بالکل مطمئن ہو جانا چاہئے، اسی کی ابتدا میں ہے مسلمان پبلک نے بھی اس فیصلہ کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ اس پر ایڈیٹر اخبار مذکور نے لکھا مولانا قبلہ نے اپنی تحریر میں نہایت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ مذہبی نقطہ خیال سے شرائط تصفیہ نہایت مناسب ہیں روزانہ زمیندار ۱۵/ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ نے لکھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسجد کے منہدم حصہ کا تصفیہ مسلمانوں کی منشا کے مطابق ہو گیا ہے۔ نیز لکھا وہ مسلمانوں کے لئے بالکل قابل اطمینان ہے۔ روہیل کھنڈ گزٹ کے پرچہ مذکور نے سکرٹری و نائب سکرٹری مسلم لیگ مراد آباد کی ایک مراسلت میں نقل کیا متشرع علمائے اسلام نے فقہ پر کامل غور کر کے یہ فتویٰ دے دیا کہ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر بالخصوص عالم مذکور کا اطمینان دلانا لکھ کر کہا پس علمائے کرام کے اطمینان کے بعد مذہبی پہلو سے تصفیہ پر نکتہ چینی اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کا کسی کو کوئی

حق نہیں۔ پھر نواب صاحب موصوف کی اسپیچ (SPEECH) سے نقل کیا ہمارے تمام اکابر قوم و علمائے کرام اس پر اظہار مسرت کر رہے ہیں۔ اس قسم کے مضامین اگر جمع کئے جائیں و رتوں میں آئیں تمام اقطار ہند میں شہروں شہروں جو جو ریز ولیوشن (RESOLUTION) اظہار مسرت و اطمینان کے پاس ہوئے روشنیاں ہوئیں ان کے بیانون سے اخباروں کے کالم گونج رہے ہیں ان تمام واقعات کو اس سے کس قدر تناقض ہے کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔

(۸) جب عالم کا قول وہ ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے، اور اس عالم ہی کے اعتماد پر افراد قوم اسے بالکل بمطابق احکام اسلام سمجھ لئے اور وہ الفاظ شائع کر رہے ہیں جن کا خفیف نمونہ گزرا تو عالم کا اس پر سکوت، معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے۔

(۹) اس سے بھی زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں جو خود عالم کی طرف سے شائع کئے گئے ہیں تقریر مذکور نواب صاحب امر وہی میں ہے: ۱۹/ اکتوبر کو جو تار جناب ممدوح نے خود میرے نام ارسال کیا ہے اس میں تصفیہ کانپور کی بابت حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں: میں معاملات کانپور کے تصفیہ کو پسند کرتا ہوں۔ تقریر مذکور اراکین مسلم لیگ مراد آباد میں عالم مذکور کی نسبت ہے: حضرت مولانا قبلہ نے اس فیصلہ سے اطمینان بذریعہ اخبارات پبلک کو دلایا ہے۔ فیصلہ کو خلاف احکام اسلامیہ جاننا اور پھر اسے پسند کرنا اس پر اطمینان دلانا کیونکر جمع ہوا، اور اطمینان دلانا اور وہ بیان کہ اس پر اطمینان نہ ہوگا کس قدر متخالف ہیں۔

(۱۰) اوروں کی نقل و نسبت کو نہ دیکھئے، خود عالم کی تقریر جس کا عنوان یہ ہے: "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جو ہمدرد ۱۹/ اکتوبر اور زمیندار ۲۱ ذی القعدہ میں شائع ہوئی اس میں فرمایا ہے: یہ مجلس سرور ہے ہم کو نہایت مسرت سے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دل جمعی نصیب ہوئی اسی میں ہے: اول کے تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔ اسی میں ہے: ہمارے حسب دلخواہ مصالحت کراچی۔ اسی میں ہے: کل کا واقعہ نہایت مسرت خیز ہے اور اسلامی تاریخ کے زریں ایام سے کل کا روز ہے۔ اسی میں ہے: ہر طرح اسلام عہد کا احترام قائم رکھا۔

للہ انصاف عوام ان لفظوں کو سن کر کیوں نہ اطمینان کریں اور وہ بیانات و واقعات کہ نمبر ۴ میں گزرے کیوں نہ صادر ہوں اور وہ وعدہ بے اطمینانی کہ حسب بیان سائل نفس مصالحت میں تھا کیوں نہ نسیانسیا ہو، گورنمنٹ نہ تو مسلمان ہے

عہ: پھر خدا جانے کون سی بات خلاف احکام اسلامیہ ہوئی ۱۲

نہ اسلامی شرع کی عالم، جب عالم خود ہی خلاف اسلامیہ کہہ کر پھر اسے حسب دلخواہ و موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز اور اسلامی تاریخ کا زریں دن کہے تو گورنمنٹ کا کیا قصور اور عوام پر کیا الزام۔

(۱۱) ان تمام صاف الفاظ سے گزریجئے تو عالم مذکور کا شمار ۱۶ اکتوبر جو ہمدرد و دیدہ سکندری ۲۰/۱۰ اکتوبر وغیرہ میں شائع ہوا، اس میں اولاً فرما کر کہ یہ بات اگرچہ قابل تعریف نہیں ہے۔ اخیر میں یہی فرمایا ہے کہ یہ تصفیہ اصلی مفہوم کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔ جب عالم کے نزدیک فیصلہ خلاف احکام اسلامیہ ہے تو احکام اسلامیہ سے بڑھ کر اور کون سا اصلی مفہوم ہے جس کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔

(۱۲) بایں ہمہ عالم مذکور نے تحریر جمیع جزئیات میں کوئی دقیقہ دور از کار اس سعی بے سود کا اٹھانہ رکھا کہ اس کارروائی کو جیسے بنے کشاں کشاں مطابق احکام اسلامیہ کر دکھائیں، بہر حال تصویر کے دونوں رخ تاریک ہیں نسأل اللہ العفو والعافیہ (ہم اللہ تعالیٰ سے فضل و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

[ف: روایت امام محمد مطابق مذہب جمہور ہے] خط کہ اس سوال کے ساتھ یہاں بھیجا اس میں روایت سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور یہ کہ اس عالم نے بضرورت اپنی رائے میں اسی کو اختیار کیا ہے گو بحیال تحفظ مساجد ہمیشہ اتباع جمہور رہا ہے یہ سخت غلط فہمی ہے یہاں روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر گز خلاف جمہور نہیں وہ وہی فرما رہے ہیں جو جمہور ائمہ نے فرمایا ہے انکی روایت میں ایک حرف بھی قول جمہور سے زائد نہیں۔ نہ ہر گز اس روایت خواہ کسی قول کسی روایت کا یہ مطلب ہے نہ ہو سکتا ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا روا ہے، یہ تمام ائمہ کے اجماع سے حرام قطعی و مناقض ارشاد خدا ہے، روایات ائمہ درکنار اقوال مشائخ مذہب بھی نظر توفیق میں یہاں مختلف نہیں ہر ایک اپنے محل پر صحیح و بجا ہے اور بالفرض اختلاف ہے تو نہایت خفیف جو قطعی تحفظ کلی ہر حصہ مسجد پر اجماع کے بعد صرف ایک زائد بات میں ہوا ہے جس سے حفظ جملہ اراضی مساجد پر معاذ اللہ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ ان مباحث جلیلہ کو ایک مستقل فتوے میں رنگ ایضاح دیں گے۔

[ف: فقہات کے کیا معنی ہیں] فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجوہ تکلم و طرق تفہیم و تنقیح مناظ و لحاظ انضباط و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط و فرق روایات ظاہرہ و نادرہ و تمیز در آیات غامضہ و ظاہر و منطوق و مفہوم و صریح و محتمل و قول بعض و جمہور و مرسل و معطل و وزن الفاظ مفتین و سیر مراتب

ناقلمین و عرف عام و خاص و عادات بلاد و اشخاص و حال زمان و مکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین و دفع مفاسدین و علم و جودہ تجرّح و اسباب ترجیح و منہج توفیق و مدارک تطبیق و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارع مقصود و جمع کلام و نقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام و اطلاع عام و نظر دقیق و فکر عمیق و طول خدمت علم و مہارت فن و تہذیب وانی و ذہن صافی و معاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے، اور حقیقت وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عز و جل بحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القافر ماتا ہے:

اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو، اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (ت)	"وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ يَنْصَبُونَ وَهُمْ لَا يُدْرِكُونَ عَظِيمٌ ۝ ۱۔"

صد ہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سچا ہوتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محمل پر ڈھلکتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال سخت مختلف نظر آتے تھے حقیقت سب ایک ہی بات فرماتے تھے، الحمد للہ فتاویٰ فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی واللہ الحمد تحدیثاً بنعمۃ اللہ و ما توفیقی الا باللہ، و صلی اللہ تعالیٰ علی من امدنا بعلہ و ایدنا بنعمہ و علی آلہ و صحبہ و بارک و سلم آمین و الحمد للہ رب العلمین۔

(۱۳) [ف: اس مصالحت کی تین نظیریں] کیا کوئی ہندو رو رکھے گا کہ اس کا شوالہ توڑ کر سڑک کر دیا جائے جس پر عام مسلمانوں اور گوشت کے ٹکڑے لے کر قصاب گزرا کریں اور اس پر ایک چھجیا چھتا بنے وہ ہندوؤں کے قبضے میں رہے کیا وہ اسے زمین شوالہ پر اپنا قبضہ سمجھے گا کیا وہ اس کا روئی کو حسب دلخواہ موجب اطمینان اور اس دن کو نہایت مسرت خیز اور ہندو دھرم کی تاریخ کا زریں دن اور ہر طرح اس کا احترام قائم رکھنا کہے گا، لیکن ایک اسلامی عالم نے مسجد کے ساتھ یہ کارروائی کی اور اس کی نسبت ان تمام الفاظ سے مدح سرائی کی فاعتبدوا یا ولی الابصار۔

(۱۴) کیا اگر شوالہ کے ساتھ مسلمان ایسا کرتے تو گورنمنٹ ان پر مداخلت مذہبی اور توہین مذہب کا جرم قائم نہ کرتی ضرور کرتی، کیا گورنمنٹ اپنے لئے مذہبی دست اندازی و توہین مذہب جائز رکھتی ہے

ہر گز نہیں، مگر جب اسلامی عالم ہی اسے نہایت مسرت خیز اور زریں دن اور احترام اسلام کا پورا قیام کہے تو گورنمنٹ کی کیا خطا ہے۔

(۵) کیا اگر عالم کے مکان سکونت کے ساتھ یہ طریقہ برتا جائے کہ مکان کھود کر مسلمان یا ہندو سڑک یا درنگل بنالیں اور اس پر چھت پاٹ کر ہوادار جھروکے عالم کے بسنے کو دیں تو عالم ان ہندو یا مسلمانوں پر ناشی نہ ہوگا کیا وہ اسے زمین مکان پر اپنا قبضہ قائم رہنا سمجھے گا کیا وہ اسے اپنے حق میں دست اندازی و تعدی نہ کہے گا۔ فاعتبروا یٰ آلِ عِلمِ البصائر۔

(۱۶) امور مصالحت میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے۔ لیکن اس مصالحت کے بعد جو ایڈریس پیش ہوا اس کے لفظ یہ ہیں: ہم ان لوگوں کی کارروائی کو ملامت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی۔ اگر قانون کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم نہیں تو اور کون ہے۔ پھر گورنمنٹ کا جواب روزانہ ہمدرد ۱۱۶/ اکتوبر میں یہ ہے: اب میں ان لوگوں کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جنہوں نے ۳ اگست کو بلوہ کار تکاب کیا۔ اسی میں ہے: گورنمنٹ کا فرض تھا کہ قیدیوں پر مقدمہ چلائے اور انہیں سزا دے مگر وہ کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ اسی میں ہے: میں ان لوگوں پر بھی رحم کرتا ہوں جنہوں نے بلوے کی اشتعال دی اور اس طرح سے اس نقصان رسانی کے مرتکب ہوئے جواب تک ہو چکا ہے اور اس لئے کسی خاص سلوک کے مستحق نہیں رہے۔ تو ضرور مجرم و سزا وار سزا بھگت کر کافی سزا بھگت کر رہے ہیں کہ ان کو مجرم قرار ہی نہ دیا جائے۔

(۱۷) [ف: مصالحت مسجد سے دست برداری پر کی] امور مصالحت میں تیسری بات یہ ہے: گورنمنٹ مقدمات اٹھالے مسلمان موروں کے لئے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق کچھ نہ کریں گے۔ اس کا حاصل طرفین سے ترک مقدمات ہے مگر مسلمانوں کے لئے دعویٰ مسجد کا استثنا۔ یہاں دو قسم کے دعوے تھے: دعویٰ دیوانی دربارہ زمین مسجد کہ مسلمان کرتے دعویٰ فوجداری دربارہ بلوی کہ گورنمنٹ کی طرف سے دائر تھا۔ مسلمانوں کو دعویٰ دوم میں اپنی ہی جان چھڑانی پڑی تھی نہ کہ وہ لٹے اس میں مدعی بنتے، تو ادھر سے نہ تھا مگر دعویٰ مسجد، اور مصالحت میں ضرور طرفین سے ترک مقدمات قرار پایا تو حاصل مصالحت صرف اتنا نکلا کہ گورنمنٹ قیدیوں کو چھوڑ دے مسلمان مسجد چھوڑتے ہیں، اس سے زیادہ محض الفاظ ہیں کہ یا تو بخیل سے باہر ہی نہ آئے یا زبان تک آکر نامقبول رہے، بہر حال ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر مصالحت کی، ولہذا بعد کی عملی کارروائیاں اطمینان کے جوش اور خود عالم کی تقریریں جن کا

بیان اوپر گزر اسب استثنائے مذکور کی غلطی پر دلیل ہیں اس پر صلح ہوئی ہوتی تو اپنی مجلس مؤید الاسلام کا جلسہ خالص مسرت اور نہایت مسرت کا جلسہ نہ ہوتا بلکہ مسرت ماتم آمیز کا ایک آنکھ ہنستی تو ایک روتی یہ نہ کہا جاتا کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔ بلکہ یوں کہا جاتا کہ مسلمانو! فرع میں تمہاری فتح ہوئی اور اصل ہنوز باقی ہے اٹھو اور اس کے لئے انتہائی جائز کوششیں کرو۔

(۱۸) نیز اس کے غلط ہونے کی ایک کافی دلیل وہ ہے جو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفتاء سوم میں لکھا کہ گورنمنٹ نے قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑنا نہ چاہا بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں۔ دیکھئے اس میں استثناء نہیں۔

(۱۹) آگے گورنمنٹ کی دوسری شرط بتائی کہ مسلمان مسجد کی زمین پر بیعنام اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں۔ یہاں نفی استثناء ہو گئی اگر مسلمانوں کو دعویٰ زمین کی اجازت رہتی اور ضرور ممکن کہ وہ ڈگری پاتے تو بیعنام اسی طریقے کی عمارت بنانے سے کیوں ممنوع ہوتے اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ ایسی عمارت بنا لو جس کی چھت سے کام لو اور زمین پر دعویٰ نہ کرو۔

(۲۰) ف: گورنمنٹ نے اسلام کو فائدہ دینا چاہا مگر مصالحت والوں نے روک دیا [جواب ایڈریس میں ہے مجھے پورے طور پر بھروسہ کہ مسئلہ مسجد کا جو حل میں نے کیا ہے اس سے ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی مطمئن ہو جائے گی۔ گورنمنٹ کے یہ الفاظ اور صلح میں اس قرار داد کا بیان کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ دونوں ملا کر دیکھئے صاف کھل جائے گا کہ وہ استثناء نہاں خانہ خیال ہی میں تھا، یا کہا اور منظور نہ ہوا، لا جرم تمام زوائد چھٹ کر اصل بات نکل آئی جتنے پر عالم نے مصالحت ٹھہرائی کہ گورنمنٹ ہمارے آدمی چھوڑ دے ہم نے مسجد چھوڑ دی یہ وہی دلی کمزوری اور دہلی کے بم کا تجربہ دیکھ کر بھی گورنمنٹ پر ضد اور جبر کی بدگمانی سے ناشئی ہوا حالانکہ یہ بالکل وسوسہ گورنمنٹ دونوں باتوں میں مسلمانوں کے صاف موافق تھی قیدیوں کی رہائی کے لئے جواب ایڈریس کے وہ لفظ دیکھئے: میں خاص شملہ سے اس غرض سے آیا ہوں تاکہ آپ کے واسطے پیغام امن لاؤں۔ آخر میں مکر رہے: میں کانپور اسی لئے آیا ہوں تاکہ پیغام امن لاؤں۔ اور مسئلہ احترام مذہبی کے لئے وہ قیمتی الفاظ پڑھئے: میرے لئے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ جو یقین میں نے کونسل کے اجلاس میں اس بارے میں دلائے ہیں کہ رعایا کے مذہبی عقائد کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تغیر نہ ہو اس کو دہراؤں اس لئے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک واقعی بات ہے۔ یہ لفظ تو عام آزادی مذہبی کے متعلق تھے اور خاص مسئلہ مساجد کے متعلق سنئے: ممکن ہے کہ سڑکوں ریل نہروں کی تعمیر مذہبی عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ

کافی توجہ سے تمام مطالبات پر غور کرے گی اور ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ اس طور حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ ایسی صورت میں صرف امر اول سے فائدہ لینا اور امر دوم کہ وہی اصل مرام و خاص مسئلہ احترام اسلام تھا، یوں چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

جواب استفسار دوم پر نظر

(۲۱) استفسار تو یہ تھا کہ جس امر پر صلح ہوئی وہ کس کی تجویز تھا، اس کا یہ جواب کیا ہوا کہ گورنمنٹ نے خود مصالحت کی خواہش کی اس امر پر کہ مقدمات اور دعاوی کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے، کس نے پوچھا تھا کہ خواہش صلح کدھر سے ہوئی اس سمجھوتے ہی کو پوچھا تھا کہ کس کی رائے کا ایجاد تھا اس کا کچھ جواب نہ ہوا۔

(۲۲) [ف: فیصلہ کانپور پر ایک نظر کارڈ بلیغ] سائل فاضل نے اگرچہ جواب استفسار نہ دیا مگر خود عالم کی تقریر کہ بعنوان "فیصلہ کانپور پر ایک نظر" ہمدرد وغیرہ میں چھپی وہ اس کے جواب کی کفیل ہے اس میں صاف اعتراف ہے کہ چھٹا بنا کر اس پر قبضہ ملنے اور زمین پر سڑک چلنے کی تجویز خود عالم نے اپنی طرف سے پیش کی وہی منظور ہوئی اس تجویز کا حال اوپر معلوم ہو چکا، اور یہ بھی کہ خود عالم کو اس کا خلاف احکام اسلامیہ ہونا مسلم ہے مگر عالم کی تقریر مذکور اس تجویز کی حالت اور بھی واضح کرتی ہے۔

[ف: عالم کی پہلی تدبیر نا منظور شدہ اور اس کا صریح باطل و خلاف شرع ہونا] تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم نے پہلے تو یہ تدبیر نکالی کہ اس زمین کو مسجد کا ممر بنادیں اور اس کے لئے مسجد کا دروازہ اس طرف نکالیں کہ اصل ممر مسلمانوں کے لئے ہو پھر ضمناً کوئی دوسرا بھی اس طرف سے اس طرف گزر جائے تو ہم اس کو مانع نہیں ضرورت کے وقت اجازت ہو سکتی ہے بشرطیکہ احترام اس جز کا مثل احترام دیگر اجزائے مسجد کے قائم رہے، اور غالباً اسی تحفظ و احترام کے لئے یہ چاہا تھا کہ اس حصہ زمین کو سڑک سے مرتفع بنایا جائے یعنی تاکہ پیدل کے سوا اوروں کا گزر نہ ہو۔ اس تدبیر میں عالم کی نظر اس مسئلہ پر تھی کہ راستہ جب پیدل پر تنگی کرے تو بضرورت مسجد میں ہو کر لوگ ادھر گزر سکتے ہیں یوں کہ مسجد بحال خود برقرار رہے اس میں کوئی فرق اصلاً نہ آئے ولہذا شرط ہے کہ یہ مسجد میں ہو کر نکل جانے والے جنب و حائض و نفسانہ ہوں نہ اس میں جانور لیجائیں کہ مسجد میں ان کا جانا اور ان کا لے جانا حرام ہے۔

[ف: مسئلہ ممر فی المسجد کی جلیل تحقیق اور یہ کہ وہ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ خاص ہے] اقوال:

یہ گزر اصائے مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسجدوں سے کافروں کو کیا علاقہ،

الاتری الى تعليلهم بأنهما للمسلمين ^۱ كما في الدر المختار وغيره من معتمدات الاسفار۔	ان کا یہ علت بیان کرنا آپ نے نہ دیکھا کہ یہ مسلمانوں کے لئے ہے، جیسا کہ در مختار وغیرہ معتبر کتب میں ہے (ت)

مگر جبکہ راستہ پیدل تنگ ہے اور گزر کی حاجت کافر کو بھی ہے اور کافر ذمی بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے تو بالتبع ضمنائاً سے بھی منع نہ کریں گے۔

وکم من شیعی یثبت ضماً ولا یثبت قصداً وهذا معنی قول العلماء حتی الکافر ^۲ فظهر الجواب عما اعترض به العلامة الطحطاوی علی جعله غایة ^۳ ولله الحمد ولا حاجة الی ما أجاب به العلامة الشامی ولله الحمد وظهر الجواب عما ظن العلامة شیخی زاده فی مجمع الانهر من التعارض بین تعلیلهم بأن کلّیہما للمسلمین و بین قولهم حتی الکافر ^۴ ولله الحمد۔	کئی چیزیں ضمنائاً ثابت ہوتی اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں اور علماء کے قول (حتی الکافر) حتی کہ کافر، کا یہی معنی ہے تو علامہ طحطاوی نے اس کو غایت قرار دے کر جو اعتراض کیا ہے، اس سے اس کا جواب ظاہر ہو گیا، واللہ الحمد، اور علامہ شامی نے جو جواب دیا اس کی بھی حاجت نہ رہی، واللہ الحمد، نیز اس سے علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں اپنے خیال سے فقہاء کرام کی تعلیل کہ دونوں مسلمانوں کے لئے، اور فقہاء کرام کے قول "حتی الکافر" میں جو تعارض سمجھا اس کا جواب بھی ظاہر ہو گیا، واللہ الحمد (ت)

مسئلہ تو یہاں تک بجائے صحیح یا کم از کم ایک قول پر ٹھیک تھا مگر موقع سے اسے متعلق سمجھنے میں ایک دو نہیں بکثرت خطائیں ہوئیں جن میں تین خود عالم کے تین لفظوں سے ظاہر و مبین (۱) ضمنائاً (۲) احترام (۳) ضرورت ظاہر ہے کہ اگر یہ صورت ہوتی تو اوگاہ کفار کا گزر ہر گز ضمنائاً نہ ہوتا بلکہ اصائاً جس کا انکار صریح مکابرہ ہے اور وہ نہ صرف اس عالم کے اقرار بلکہ یقیناً مراد علماء کے خلاف ہے، زمانہ ائمہ میں مساجد تو مساجد دارالاسلام کی سڑک یا افتادہ زمین ہی پر چلنے والا کافر نہ ہوتا مگر ذمی کہ مطیع اسلام ہے یا مستامن کہ سلطان اسلام سے پناہ لے کر داخل ہوا، اور یہ دونوں تابع اسلام ہیں آخر نہ دیکھا کہ انہیں عبارات میں علماء نے مساجد کی طرح مطلق راستوں کو بھی مسلمانوں کے لئے بتایا کہ اور ہیں تو ضمنی و تابع ہیں۔

^۱ در مختار، کتاب الوقف / ۳۸۲

^۲ در مختار، کتاب الوقف / ۳۸۲

^۳ طحطاوی علی الدر المختار کتاب الوقف دار المعرفہ بیروت / ۵۴۳

^۴ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الوقف فصل اذینی مسجداً دار احیاء التراث العربی بیروت / ۷۴۸

ہیچا: یہاں احترام ناممکن تھا جنب و حائض کی ممانعت پر اصلاً اختیار نہ ہوتا خصوصاً کفار کو اجازت ہو کر، اور اس ممانعت کو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کرنا محض ظلم ہے، صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور یہودہ فکر والوں کے ساتھ یہودہ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے (ت)	"يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۖ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَفَرٍ ۚ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۚ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۚ وَكُنَّا نَحُوسُ مَعَ الْخَاصِيَيْنَ ۚ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِمَوَدِّ الدِّينِ ۚ" ¹

اور بالفرض وہ مکلف بالفروع نہ سہی ہم تو مکلف ہیں بحال جنابت و حیض مسجد میں جانا ضرور بیت اللہ کی بیحرمتی اور دربار ملک الملوک عز و جلالہ کی بے ادبی ہے تو ہمیں کیونکر روا ہوا کہ ایسی شنیع تجویز خود پیش کریں اور بیت اللہ کی حرمت پامال کرائیں، جانور تو بالاجماع مکلف نہیں، کیا مسلمان کو روا ہے کہ کتے یا سورہ بلکہ ناسمجھ بچے یا مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھے اور چپکا بیٹھا رہے کہ وہ تو مکلف ہی نہیں حاشا حفظ مسجد پر یہ تو مکلف ہے اور ترک منع اس کا گناہ ہے کہ بے ادبی مسجد پر راضی ہو یا کم از کم ساکت رہا، حدیث میں ارشاد ہوا:

اپنی مسجدوں کو بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (اسے ابن ماجہ اور عبد الرزاق نے واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)	جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ² رواہ ابن ماجہ وعبد الرزاق عن واثلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو نہ روکنا خلاف حکم حدیث ہے تو مساجد کو بیحرمتی یقینی کے لئے خود پیش کرنا کس درجہ جرم شنیع و خبیث ہے۔

ہائے: اس میں جانوروں کا نہ جانا بھی ہر گز نہ ہوتا اگرچہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پیدل کے لئے ہے، معبود معروف یہ ہے کہ پختہ سڑک جسے گولا کہتے ہیں اصلانہ صرف بگیوں ٹمٹوں کے لئے بنتی ہے اور اس کے پہلوؤں پر جو راہ پیادوں کے لئے چھوڑی جاتی ہے نیل گاڑیوں، چھکڑوں، گائے بیلوں، گدھوں

¹ القرآن الکریم ۷۴/۳۶ تا ۳۷

² سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۵

کے لئے وہی ہوتی ہے، ولہذا ان میں سے جو چیز سڑک پر چل رہی ہے اور کوئی گھسی آجائے تو ان سب کو اسی پیادہ کی راہ میں ہٹنا ہوتا ہے ان کا استحقاق اسی میں سمجھا جاتا ہے اور معروف مثل مشروط ہے تو پیدل کے لئے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑا گاڑی کے سوا سب کے لئے ہے، آخر نہ دیکھا کہ جب آپ نے اس زمین کو سڑک سے کچھ مرتفع رکھنا چاہا یہ منظور نہ ہوا کہ اس میں گاڑیوں کی ممانعت تھی اور چھت آٹھ فٹ بلند ٹھہری کہ پیادہ کی حاجت سے بہت زائد ہے، لطف یہ کہ آپ اب بھی اسے زیر مسئلہ مذکورہ لانا چاہتے ہیں فاعتبروا یایا ولی الابصار۔

رابعاً: بفرض غلط اگر ممانعت ہوتی تو سوار یوں کے لئے مگر گائے، بکری، بھیڑ کے گلے کوڑے اینٹوں کے گدھے نہ سوار ہیں نہ سواری، یہ قطعاً پیادہ ہی میں شامل رہتے۔

خامساً: یہ بھی نہ سہی پیادہ گوروں اور جنٹلمینوں کے کتوں کا استثناء کیونکر ممکن تھا وہ تو ضرور پیادہ ہیں اور یہ ان کے دم کے ساتھ۔

سادساً: جانے دو بھنگنیں کہ ٹوکڑے لئے نکلتی ہیں وہ تو ہر طرح پیادہ آدمی ہیں ان کی ممانعت کس گھر سے آتی، تو آفتاب سے زیادہ روشن کہ یہ مسئلہ صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے جہاں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں اور جہاں ہر طرح ہم احترام مساجد قائم رکھنے پر قادر ہیں غیر اسلامی عملداری میں اس کا اجرا خود اصل مسئلہ کا ابطال اور مسجدوں کی صریح بیخبر متی وابتدال ہے۔

سابعاً: یہاں ایک نکتہ جلیلہ و دقیقہ اور ہے جس پر مطلع نہیں ہوتے مگر اہل توفیق "وَمَا يَعْظِلُهَا إِلَّا الْعِلْمُونَ" ^۱ (اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ ت) وہ یہ کہ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اس کا استحقاق اور۔ صورت مذکورہ علماء میں حکم جواز ہے نہ حکم استحقاق کہ مساجد تو جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں، قال اللہ تعالیٰ "وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ" ^۲ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ ت) تو حکم صرف سلطنت اسلامیہ میں چل سکتا ہے غیر اسلامی سلطنت میں جو ممر بنایا جائیگا ضرور اس میں کفار خصوصاً حکام کا مرور بطور دعویٰ و استحقاق ہوگا اور یہ قطعی ابطال مسجدیت و ہتک حرمت اسلام و خلاف کلام ذی الجلال والاكرام ہے اگرچہ بفرض محال ہر طرح کا احترام قائم ہی رہے تو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے یہ مسئلہ قرار دینا صریح جہل و ظلم عظیم ہے، انہیں سات وجوہ پر نظر فرمانے سے واضح ہو سکتا ہے کہ "ہن، الی، فی، علی،" کا ترجمہ جان لینا فقہت نہیں فقہت چیزے دیگر ست۔

^۱ القرآن الکریم ۲۹/۴۳

^۲ القرآن الکریم ۱۸/۷۲

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بختہ خدائے بخشندہ

(یہ سعادت زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا مالک عطا نہ فرمائے)

ہامنا: [ف: ضرورت کی بحث] رہی ضرورت تنگی، اس کا حال ظاہر ہے کہ پیدل تو پیدل گاڑیوں کے لئے وسیع سڑک موجود ہے، علماء نے یہاں یہی ضرورت تحریر فرمائی ہے اور یہی حکم جواز فی نفسہ کا کفیل ہے، ضرورت اکراہ شرعی نہ یہاں متحقق نہ اس میں یہ صورت صادق، اس سے جواز شے فی نفسہ نہیں ہوتا رفع اثم ہوتا ہے، وہ بھی صرف مکہ سے، وہ بھی صرف وقت اکراہ، وہ بھی صرف اتنی بات پر جس پر اکراہ ہوا، اگر بعض اوہام اٹے چلے تو ان شاء اللہ الکریم اس وقت ان مباحث جلیلہ کی تفصیل کردی جائے گی جس سے روشن ہوگا کہ یہاں ادعائے ضرورت اکراہ کیسا جہل شدید تھا، بالجملہ یہ تدبیر بھی محض باطل و ناصواب تھی اور اتنا خود عالم کو اسی تقریر میں اقرار ہے کہ نہایت تنزل اور بقول ضعیف اور مخلص کے طور پر صورت مجوزہ ہے بہر حال وہ بھی ممبروں نے منظور نہ کی اس وقت عالم نے یہ دوسری تجویز نکالی جس پر تصفیہ ہوا کہ چھتا مسجد اور زمین سڑک۔ تقریر مذکور میں ہے: اس گفتگو میں تمام وقت صرف ہو گیا مصالحت کی امید منقطع ہو گئی اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سردست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں کہ ہم بنائیں۔ اس کے بعد ایک فقرہ دھوکا دینے والا ہے کہ اور زمین بھی دے دیں اس کو بھی ہم ہی بنائیں حسب قواعد میونسپلٹی جو تمام عمارات کے واسطے عام ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زمین ہم کو واپس مل جائے ہم اس پر پہلی سی عمارت بنالیں، اس سے آسان تر کہ تدبیر اول میں تھا وہ تو ممبر نے مانا نہیں اس کے بعد اس کے کہنے کی کیا گنجائش ہوتی ہے اور کہا جاتا تو مانا کیوں جاتا اور یہ وہ کہا گیا جو مانا گیا کہ اس کی نسبت تقریر مذکور میں ہے: غرضیکہ تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔ پھر باریابی گورنمنٹ اور ہارپہنہ کا ذکر کر کے کہا: اس کے بعد موافق تجویز دی روزہ تینوں مقاصد ہمارے حاصل ہوئے۔ یعنی جواب ایڈریس ان کے مطابق ملا تو زمین دے دیں اس کو بھی ہم ہی بنائیں، کے وہ معنی ہیں جو جواب ایڈریس میں ہے کہ متولیوں کو ایک چھتا دار محراب بنالینی چاہئے اور ان عمارات کے نیچے بھی ایک گزرگاہ تعمیر کر لینی چاہئے جو میونسپل بورڈ کی مجوزہ تجاویز کے عین مطابق ہے۔ غرض تجویز پیش کردہ عالم کا یہ حاصل تھا کہ ہم کو ایک چھتا بنالینے دیا جائے جو مسجد ٹھہر کر ہمارے قبضہ میں رہے اور اس کے نیچے سڑک چلے اور یہ سعادت بھی ہمیں کو بخشی جائے کہ زمین مسجد پر یہ سڑک ہم ہی تعمیر کریں جو بعینہ تجویز چوکی ہے۔

[ف: تجویز دوم کی شاعتیں] اس تجویز کا حال مجوز کا قال بتا رہا ہے، تدبیر اول کہ نا منظور ہوئی اسے نہایت تنزل بتایا تھا اور نہایت کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا تو یہ تجویز کہ اس سے بدرجہا گری ہوئی ہے کسی تنزل پر بھی دائرہ حکم شرعی میں نہیں آسکتی بلکہ حکم کی صریح تبدیل ناقابل تاویل ہے،

تدبیر اول کو بقول ضعیف کہا تھا تو اس کے لئے کوئی ضعیف روایت بھی نہیں محض باطل و ایجاد بندہ ہے تدبیر اول کو مخلص کے طور پر کہا تھا تو یہ مخلص بھی نہیں بلکہ مجلس ہے یعنی مسجد کو ہتک حرمت کے لئے پھنسانا۔ اور تقریر میں اقرار ہے کہ میں نے یہ صورت پیش کی۔ یہاں ہمارے استفسار دوم کا جواب کھلا، ایسی باطل و حرام و ہتک اسلام صورت اگر ادھر سے پیش ہوتی اور عالم جبر و اکراہ تام اسے تسلیم کر لیتا تو شرعاً سخت کبیرہ عظیمہ شدیدہ کا مرتکب تھا نہ کہ خود اپنی تجویز سے ایسی صورت نکالنا اور اسے پیش کرنا اس پر منظوری لینا اس کی شاعت کا کیا اندازہ ہو، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۳) پھر یہ نہیں کہ عالم نے اس وقت کم علمی یا نا فہمی سے اس صورت کا باطل و خلاف شرع ہونا نہ سمجھا نادانی سے اس وقت مجوز ہو بیٹھا نہیں بلکہ اس وقت بھی حکم شرعی معلوم تھا تقریر مذکور میں اس تجویز کے پیش کرنے سے پہلے کا بیان ہے کہ مسجد کے دیکھنے اور وہاں کے احوال سننے سے تسلیم کر لینا پڑا کہ جز و متنازعہ جزو مسجد ہے اس کے بعد مجھے مخلص نکالنا بہت دشوار ہو گیا میں ہر گز کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو کسی جزو مسجد کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز ہے تو دیدہ و دانستہ ارتکاب ہوا۔

(۲۴) پھر یہی نہیں کہ اسے صرف ابتدائی درجہ کا حرام جانا ہو بلکہ وہیں تصریح ہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اس جزو کا اصل مسئلہ سے زیادہ اس کے طرز انہدام نے اہم کر دیا اور یہ واقعہ ہالکہ ۱۳/ اگست نے تو احترام اسلام کا سوال پیدا کر دیا اور شعار اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو بھی شبہ نہ رہا۔ یارب یہاں تک جان کر پھر ہتک اسلام کی آپ تجویز پیش کرنے کو کیا سمجھا چاہئے فَاَنَّا لِلّٰہِ وَاَنَا لَیْہِ رَاجِعُونَ اس قول عالم کے معنی یہ ہیں کہ ہتک حرمت مسجد ضرور ہتک شعار اسلام ہے خصوصاً حکومت کہ اس کا ہتک حرمت اسلام ہونا خود ہی واضح تر ہے جسے واقعہ ۱۳/ اگست نے سب پر ظاہر کر دیا۔ اس عبارت عالم کا یہ مطلب ہے ورنہ اگر عالم کے نزدیک اصل معاملہ میں ہتک حرمت اسلام نہ تھی تو واقعہ ۱۳/ اگست کہ محض برہنائے قانون شکنی تھا اسے ہتک حرمت اسلام نہ کر دیتا۔ خانہ جنگی وغیرہ میں کتنے مسلمان مامخوذ و سزایاب ہوتے ہیں اسے کوئی ہتک حرمت اسلام نہیں سمجھتا کہ اصل معاملہ حرمت اسلام کا نہ تھا۔ عالم کا یہ قول یاد رکھنا چاہئے کہ خود اس کے منہ اس کی کارروائی کا حاصل کھلتا ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۵) پھر یہ نہیں کہ عالم اس وقت حالت اکراہ میں ہو کہ "اَلَا مَنْ اُكْرِہَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ" ^۱ (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ت) سے فائدہ لے سکے وہ ابھی ابھی تدبیر اول پیش کر کے زیادہ کے لئے صاف جواب دے چکا تھا تقریر مذکور میں ہے: میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ احکام مذہبی میں کوئی

^۱ القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

کچھ دخل نہیں دے سکتا حقیقتاً جس طرح وہ حصہ لیا گیا ہے اسی طرح واپس کیا جائے نہایت تنزل صورت مجوزہ ہے اگر اس پر بھی رضامندی نہیں ہوتی پھر حکام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ عالم کی اس تقریر کو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار ہفتم میں یوں بیان کیا: گفتگو کے اثناء میں اس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں ہے جس طرح وہ چاہے اور اس کا حکم ہو بننا چاہئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علماء کو جمع کرنا چاہئے مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ کرنا چاہئے۔ یہ تمام کلمات حق تھے انہیں کہہ کر پھر حق سے ایسے شدید ناحق کی طرف عدول کیوں ہوا ممبر اگر نہ مانتے اتنے ہی پر ختم کرنا فرض تھا، نہ عالم پر الزام رہتا نہ معاملہ میں یہ سخت پیچ پڑتا، مگر مشیت آڑے آئی اور عالم سے جو نہ ہونا تھا ہوا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(۲۶) پھر اس سے بھی اشد ظلم یہ کہ اس حرام شرع کو حسب دلخواہ اور نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان و دلجمعی مسلمانان اور مسئلہ شرعیہ کی صورت سے بھی بہتر اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہا گیا اور خود شعار اسلام کا جنک بتا کر بقائے احترام اسلام کہا یہ باتیں بہت سخت تر ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۷) پھر اس کا یہ شدید ضرر قاصر نہ رہا بلکہ عام عوام مسلمین تک متعدی ہوا انہوں نے اس عالم ہی کے بھروسے حرام کو حلال، ماتم کو مسرت، ہتک حرمت اسلام کو اسلام کا احترام سمجھا۔

(۲۸) ان وجوہ نے معاملہ کی گھسی بہت کری کر دی اور اس نرے زبانی بیان کو کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع کو شائیں رہیں گے، کہ محض برائے گفتن تھا حرف غلط کر دیا مریض جب مرض کو شفا سمجھے پھر ہوس علاج جنون ہے۔

(۲۹) پھر اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے نظیر ہو گیا اسلامی عالم جسے قومی لیڈر اور گویا تمام مسلمانان ہند کا وکیل سمجھا گیا اس کی ایجاد کی ہوئی تجویز اس کی پیش کی ہوئی تجویز، پھر گورنر جنرل کی منظور، پھر تمام اسلامی حلقوں میں اس پر اظہار مسرت و خوشی، پھر عالم کا اسے اسلامی تاریخ میں زریں دن اور بقائے احترام اسلام اور موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز کہنا اسے پتھر کی لکیر کر گیا، مسجدوں کا سڑکوں، ریلوں، نہروں سے تصادم نہ کوئی نئی بات نہ کبھی منتہی جیسا کہ خود جواب ایڈریس میں مذکور ہے مگر اس پر کتنے اطمینان بخش وہ الفاظ گورنمنٹ تھے کہ گورنمنٹ ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ کو اس طور پر حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ عالم اور عوام کی ان کارروائیوں نے انہیں کتنے ہی برے معنی کی طرف پھیر دیا، انہوں نے چیخ و پکار اور جلسوں روشنیوں کی بھرمار سے بتا دیا کہ یہ صورت

ہمارے لئے نہایت قابل اطمینان ہے جب تصادم ہو مسجدیں توڑ کر ہوا پر کر دو اور نیچے سڑکیں ریلیں نہریں دوڑا دو، بس مسئلہ اس طور پر حل ہو جائے گا جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہے، کیا عالم اور عوام کو کوئی منہ رہا ہے کہ اس وقت کچھ شکایت کریں یا چارہ جوئی کا نام لیں، کیا ان سے نہ کہا جائے گا کہ عقل کے ناخن لویہ وہی تو نہایت مسرت خیز و موجب اطمینان و احترام اسلام اور اسلامی تاریخ کا زریں دن ہے جسے تم آپ پیش کر کے منظور کرا چکے ہو۔

(۳۰) پھر نری نظیر ہی نہیں بلکہ جو قانون معاہدہ بنانا بتایا جاتا ہے اس کے لئے کافی مادہ ہے احترام مساجد کو یہی دفعہ بس ہوگی کہ ان کا زمین پر رکھنا کچھ ادب نہیں بلکہ چھتوں پر اٹھا کر سروں سے اونچی کردی جائیں اور اصل مسجد یعنی زمین پر جو چاہیں بنائیں عالم و عوام اس اپنی ہی پیش کردہ پسندیدہ دفعہ کا دفع کہاں سے لائیں گے، افسوس کہ یہ شدید ہتک اسلام خود فرزند ان اسلام کے ہاتھوں ہو انا للہ وانا الیہ راجعون، یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو بہلاوے دئے جاتے ہیں کہ ایک مختتم قانون تحفظ معاہدہ کا بنایا جانا قرار دلوادیا گیا ہے جس سے حسب تصریح ممبر اس متنازع فیہ حصے کا بھی مسلمانوں کو موافق ہونا متوقع ہے، اور فیصلہ پر ایک نظر میں یہ تاکید کی حکم سنا جانا بتایا کہ اس کی تعمیر میں احکام اسلامیہ کے احترام کو ہر طرح مد نظر رکھنا چاہئے۔ سب روغن قاز کی بھی وقعت نہیں رکھتے، مانا کہ قانون ضرور بنے، مانا کہ تاکید کی حکم بیشک ہوا مگر احترام کے معنی تو آپ نے بتائے کہ ہم اسے احترام اسلام کہتے ہیں جسے خود اپنے منہ سے ہتک حرمت اسلام کہہ چکے ہیں، بس اسی پر قانون بنوالیجئے اور اسی کی نسبت تاکید کی حکم تصور کیجئے ع

خویشتن کردہ راعلان مجواہ

(اپنے کئے کا کوئی علاج نہیں)

یارب ! معنی خود اٹلے ٹھہرانا اور خالی لفظ پر عوام کو بہلانا کس لئے۔

(۳۱) [عذر بدتر از گناہ کے رد] طرفہ تر عذر بدتر از گناہ سنئے، تقریر مذکور میں ہے: میں نے اسلئے اس کو اپنی صورت مجوزہ (یعنی تدبیر اول نا منظور) سے بھی بہتر خیال کیا کہ قواعد میونسپلٹی سے ممکن ہے کہ ہم کو بہتر موقع اس کے حاصل کر لینے کا ہو۔ ایسے حرام و ہتک اسلام کو اپنے منہ پیش کر کے منظور کرانا اور اس امید موہوم کو کہ ممکن ہے میونسپلٹی ہمیں واپس دے اس کے ارتکاب کی نہ صرف تجویز بلکہ تحسین کا موجب ٹھہرانا عجیب فہم بلکہ تازہ شریعت ہے۔ کیا جیسا کہ کہا جاتا اور مراسلات کا مرید وغیرہ میں بیان ہوا ہے، یہ میونسپلٹی وہ نہیں جس نے کثرت رائے کا بھی خیال نہ کیا اور مسجد کے خلاف ہی فیصلہ دیا۔

مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا (ت)

لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین^۱۔

خاص گور نمٹ، کون گور نمٹ، وہ جس نے کہا میں تمہارے لئے پیام امن لایا ہوں وہ جس نے کہا مذہبی باتوں کے متعلق وہی پالیسی ہے اس میں کوئی تغیر نہیں، وہ جس نے کہا حقوق مساجد کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائیگا اور سب مسلمانوں کے اطمینان کے قابل فیصلہ کیا جائے گا اسے چھوڑ کر میونسپلٹی کی رحمت پر بھروسہ کرنا وہاں اپنے منہ حرمت اسلامیہ کو پامالی کے لئے خود پیش کرنا اور اس کے ازالہ کی امید چوگی سے رکھنا کس درجہ بد قسمتی ہے۔

(۳۲) میونسپلٹی اگر موافق بھی ہوتی تو فیصلہ خاص گور نمٹ کے بعد اس سے نقص کی امید کتنی غلط امید ہے۔

(۳۳) بفرض غلط اگر میونسپلٹی آپ کو لکھ بھی دے کہ ہاں یہ زمین خاص مسجد کی ہے چوگی کا اس پر کچھ دغوی نہیں تو کیا وہ اس حکم حتمی گور نمٹ کو بھی منسوخ کر دے گی کہ یہ ضرور ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں اور جب یہ برقرار رہا تو وہ کیا ہے جسے آپ میونسپلٹی سے خاص کر لیں گے جس کے سبب اس اپنے اقرار اشد حرام و ہتک اسلام کو زائل کر لیں گے۔

(۳۴) بفرض باطل یہ بھی ممکن سہی تو ایک امید موہوم کے لئے، جس کا نہ وقوع معلوم نہ سال دس سال مدت معلوم، اس وقت ایسا حرام و ہتک اسلام کو ہتک کے لئے خود پیش کرنا کس شریعت نے جائز کیا ہے۔

(۳۵) موہوم ہونے کی یہ حالت ہے کہ خود بھی اس کے حصول پر اطمینان نہیں تقریر میں عبارت مذکورہ کے متصل ہے اگر نہ ملا تو ہم مجبور ہیں ویسا ہی تصور کرینگے جیسا کہ اس وقت دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کو جوتا پہنے آنے سے روک نہیں سکتے مجبور کس نے کیا، آپ تجویز نکالو، آپ پیش کرو، آپ منظور کراؤ، آپ خوشیاں مناؤ، اور پھر مجبور کے مجبور۔ انگریزوں کا جوتا پہنے پھرنا اگر وہاں کے مسلمانوں کی خوشی سے ہے تو ان پر بھی الزام ہے اگرچہ آپ پر اشد ہے کہ کہاں نادراگا ہے ماہے کسی انگریز کا آنا اور کہاں یہ شبانہ روز کی پامالی، گوہر لید متالی، اور اگر مسلمانوں نے اس کی اجازت نہ دی تو یہ آپ کی تو خود کردہ ہے اس کا اس پر قیاس کیسا!

(۳۶) سب جانے دیجئے امید و موہوم و مظنون سب سے گزر کر بفرض محال میونسپلٹی سے اس کا استحصال

^۱ صحیح البخاری کتاب الادب باب لا یلدغ المؤمن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۹۰۵، سنن الدارمی باب لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین

اور مرور استعمال کا بالکل یہ زوال سب قطعی و یقینی ٹھہرا لیجئے پھر الزام کیا دفع ہوا، کیا کوئی گناہ حلال ہو سکتا ہے جبکہ ایک زمانہ کے بعد اس کا زوال یقینی ہو، یوں تو شراب و زنا بھی حلال ہو جائیں گے کہ ہمیشہ کے لئے نہ وہ مستقر نہ یہ مستمر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ یہ ہے وہ تقریر "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جس پر عوام کو وہ کچھ وثوق وہ کچھ ناز ہے واستغفر اللہ العظیم۔

الحمد للہ دو استفسار پیشین کے جواب میں یہی چھتیس نظریں کافی و وافی ہیں جن میں اس فیصلہ پر ایک نظر پر بھی پندرہ نظریں ہو گئیں، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ مسئلہ و فیصلہ کے پہلوؤں پر کافی روشنی پڑ گئی جس کے بعد عاقل کو امتیاز حق و باطل کے لئے ان شاء اللہ العظیم زیادہ کی حاجت نہ رہی جواب باقی استفسارات کا حال بھی یہیں سے کھل گیا لہذا ان پر بالا جمال دو چار لفظ لکھ کر کلام تمام کریں وبالله التوفیق۔

متعلق جواب استفسار سوم

اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر گزر چکا، گورنمنٹ نے خود خواہش تصفیہ کی، بہت اچھا کیا، مگر تصفیہ میں یہ تجویز جو خود عالم کے اقرار سے حرام اور بلاشبہ ہتک حرمت اسلام ہے، عالم نے آپ ہی پیش کی بہت برا کیا، پھر اسے نہایت مسرت خیز و زریں روز وغیرہ وغیرہ کہا اور سخت برا کیا۔

(۳۷) اس تجویز نے کیا دیا اور کیا لیا اس کا موازنہ [انہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا، جواب ایڈریس میں کسی مقابلہ کا اشارہ تک نہیں، لکھنؤ کے ایک انگریزی اخبار میں ہے کہ بلا شرط چھوڑا گیا، ممکن ہے کہ باہم خفیہ گفتگو میں ذکر شرط آیا ہو، اب سوال یہ ہے وہ شرط کیا تھی اور جزا کے ساتھ ہم قیمت تھی یا بہت گراں، ہمارے سائل فاضل کا بیان ہے کہ بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں، یعنی زمین مسجد سے دست بردار ہو جائیں (دیکھو ہمارے بیانات میں نمبر ۲۰ تا ۲۷) اور مسجد کی زمین پر بعینہ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں یعنی جس سے وہ مسجد کے لئے محفوظ رہے اور سڑک کے کام میں نہ آ سکے ورنہ عمارت کی کسی ہیئت معینہ سے بحث کے کوئی معنی نہیں تو حاصل شرط مسجد کی مسجدیت کا ابطال اور اس کی زمین کا سڑک میں استعمال اور اس کی حرمت کا اسقاط و ابتذال تھا، اسی کی پابندی سے عالم نے یہ اخیر ناشدنی تجویز نکالی جو منظور ہو کر نظیر ہو گئی اور جس نے ہمیشہ کے لئے تمام مساجد ہند کی حرمت بیچ ڈالی۔ اب اس کا اور جزا یعنی رہائی ملزمان کا موازنہ کر لیجئے خاص اشخاص کی قید ضرر خاص تھا اور وہ بھی جسمانی اور وہ بھی منقطع اور مساجد کی بیحرمتی و ابطال مسجدیت اور اس کے خود پیش کرنے پھر منظور کرانے، پھر اس پر اظہار رضامندی سے ہمیشہ کے لئے اس کا نظیر بننا کتنا سخت ضرر عام تھا اور وہ بھی دینی اور وہ بھی مستمر، اسی کو عالم نے خود کہا تھا

کہ شعار اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو شبہ نہ رہا، ایک مسجد کا ضرر ضرر عام ہے کہ مسجد عام مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے، نہ کسی خاص کی، اور ضرر عام ضرر خاص سے اقویٰ، اسی پر مبنی ہے فتح القدیر و بحر الرائق و درر وغرر و تنویر الابصار و در مختار و غیرہا معتمدات اسفار کا مسئلہ کہ مسجد ضاق و بجنبہ ارض لرجل^۱ الخ (جب مسجد تنگ ہو جائے اور اس کے پہلو میں ایک شخص کی زمین ہو۔ ت) جب صرف نمازیوں پر جگہ کی تنگی ایسا ضرر مہم سمجھی گئی تو مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا وہ ہتک و ابتذال اور پھر نہ ایک مسجد کے بلکہ قاعدہ مستمرہ مساجد کیلئے کس درجہ اشد و اشنع ضرر عام مسلمین و ضرر نفس اسلام و دین ہے عقل و نقل و عرف و شرع کا قاعدہ تو وہ تھا کہ ضرر عام سے بچنے کو ضرر خاص کا تحمل کرتے ہیں، اشبہ والنظائر میں ہے:

یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام ^۲	عام ضرر سے بچنے کے لئے خاص ضرر کو اپنایا جاسکتا ہے۔ ت)

یہاں چند روزہ خفیف ضرر خاص چند اشخاص سے بچنے کو اتنا عظیم ضرر عام و اضرار اسلام مستمر و مدام گوارا کیا، اب سو اس کے کیا کہئے کہ "يَلَيْتُ قَوْمِي يَعْلَمُونَ" ^۳ (کسی طرح میری قوم جانتی۔ ت)

(۳۸) عموم و خصوص ضرر سے قطع نظر آخر اتنا تو عالم کو بھی اقرار ہے کہ اس میں ہتک حرمت اسلام ہے پھر کون سی شریعت ہے کہ بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجدیں بھینٹ چڑھانا اور ان کی حرمتیں پامال کرنا اور اس پامالی کو نظیر مستمر بنانا حلال ہے، زید کا باپ بیمار تھا اور بھائی کو زکام، ایک بڑا ڈاکٹر جس کے ہاتھ میں اللہ عزوجل نے ان بیماریوں کا یقینی علاج رکھا تھا دور سے اسے سن کر آیا، اور آیا بھی کیسا، یہ کہتا آیا میں تمہارے لئے پیام شفا لایا ہوں اور خاص تصریحاً برادر و پدر دونوں کا نام لے کر کہا کہ اسے بھی دوا دوں گا اور اس کا بھی خاص توجہ سے پورا اطمینان بخش معالجہ کروں گا، بالینمہ زید نے اپنے وہم خواہ کسی کمپوڈر کے کہنے سے یہ خیال دل میں پکا لیا کہ باپ جب تک زندہ ہے بھائی کو دوانہ دی جائیگی، لہذا بھائی کا زکام جانے کے لئے باپ کو قتل کر دیا، ایسی صورت کو کیا کہیں گے، یا نہ سہی یہی فرض کر لیجئے کہ ڈاکٹر نے وہ کچھ کہہ کر خود بھائی کے علاج کو باپ کی موت پر مشروط کر دیا، کیا اس صورت میں بھائی کا

^۱ فتح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد بالحکام مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۱۵/۲۴۵، بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد

انجیم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۲۵۵، الدرر الحکام شرع غرر الاحکام کتاب الوقف مطبعہ احمد کامل ۱۳۶/۱۲

^۲ الاشبہ والنظائر الفہم الاول تنبیہہ یحتمل ضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام انجیم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۱۱

^۳ القرآن الکریم ۲۶/۳۶

زکام کھونے کو باپ کا قتل روا ہے۔

(۳۹) استفسار یہ نہ تھا کہ ملزم شرط پر چھوٹے یا بلا شرط، جس کا یہ جواب دیا گیا، بلکہ سوال یہ تھا کہ ان کی آزادی کے بعد اور کیا منازعت رہ گئی تھی جسے عالم نے قطع کیا اور کیونکر قطع کی، یہاں بھی بعض اصحاب نے استفسارات کو دیکھ کر کہا تھا کہ ان کی حکمت سمجھ میں نہ آئی کس کس غرض سے یہ امور دریافت کئے ہیں ہمارے استفسار دوم کی حکمت اوپر معلوم ہو چکی، اس سوم کا فائدہ یہ تھا کہ یہاں دو ہی نزاعیں تھیں، گورنمنٹ کا ملزموں پر دغوی، مسلمانوں کو زمین پر دغوی۔ گورنمنٹ نے عالم سے مصالحت کی، مصالحت یک طرفہ تو تھی نہیں اور رہائی ملزمان کوئی فعل مشترک نہ تھا کہ فریقین نے کیا، اور طرفین سے قطع نزاع متحقق ہوا، وہ تو تنہا فعل گورنمنٹ تھا کہ خود ہی وہ اسے بجالائی اور اپنی طرف سے قطع نزاع کی، اس کے بعد دوسری نزاع کیا تھی کہ ادھر سے قطع کی گئی، لاجرم اس کا جواب یہی تھا کہ گورنمنٹ نے قیدی چھوڑے مسلمانوں نے مسجد چھوڑی، ولہذا سائل فاضل نے استفسار دوم کی طرح سوم کے جواب سے بھی پہلو تہی کی اور وہ زائد بات لکھ کر اس گول مبہم پر قناعت فرمائی کہ گورنمنٹ اور مسلمانوں سے مقدمات اور اس کے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت تھی جس کو عالم نے قطع کر دیا۔ سوال تھا منازعت کیا تھی کیونکر قطع کی؟ جواب ہوا کہ تھی اور قطع کی غرض یہاں کے بعض اصحاب فائدہ استفسارات نہ سمجھیں مگر سائل فاضل نے خوب سمجھا اور اپنی احتیاط کا حق ادا کیا۔

متعلق جواب استفسار چہارم

قبضہ کی کافی بحث اوپر گزری کہ زمین پر قبضہ دینا نہ ٹھہرا بلکہ ہوا پر۔

(۴۰) [از عم حصول قبضہ کا رد] رہا ممبروں کا کہنا ہم عمارت کی اجازت دیں گے جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں، شرعاً راستہ پر چھپا نکالنے چھپا پائے کا ہر شخص کو اختیار ہے اگرچہ غیر نافذ ہو تو سب اہل کوچہ کی اجازت سے، اور شارع عام ہو تو سلطان کی اجازت سے بلکہ بلا اجازت سلطان بھی نکالنے سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ مزاحمت کے بعد تار دینا واجب ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

ان اراد احداث الظلة في سكة غير نافذة يعتبر فيه الاذن من اهل السكة وهل يباح احداث الظلة على طريق العامة ذكر الطحاوي انه يباح ولا ياثم قبل ان يخاصمه	اگر کوئی بندگلی میں چھتہ بنانا چاہے تو گلی والوں کی اجازت معتبر ہوگی، اور کیا شارع عام پر کوئی چھتہ بنا سکتا ہے، تو امام طحاوی نے مباح کہا ہے اور اس وقت تک گنہگار نہ ہوگا جب تک کوئی مخاصمت نہ کرے اور مخاصمت کے

بعد نہ بنانا مباح ہوگا اور نہ ہی اس سے انتفاع جائز ہوگا اور اس کو باقی رکھنے سے گنہگار ہوگا، جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے، اور کسی کو تنگ بندگی میں کوڑا ڈالنا اور پر نالہ لگانا گلی والوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں خواہ گلی والوں کو ضرر ہو یا نہ ہو، خلاصہ میں یوں نہیں ہے۔ (ت)

احد و بعد المخاصمة لا يباح الاحداث والانتفاع
وياثم بترك الظلة كذا في الفصول العمادية. وليس
لاحد من اهل الدرب الذي هو غير نافذ ان يشرع
كنيفاً ولا ميمزاً باذن جميع اهل الدرب اضر ذلك
بهم او لم يضر هكذا في الخلاصة¹۔

اور غالباً انگریزی قانون میں بھی چونگی اجازت سے ایسا ہو سکتا ہے اسے کوئی عاقل راہ یا سڑک کی زمین پر قبضہ نہ کہے گا اور دور کیوں جائے لکھنؤ میں بام نشینان بازار کی کثرت سنی جاتی ہے شرعاً عرفاً قانوناً کسی طرح وہ دکانوں پر قابض نہیں۔

(۴۱) جواب ایڈریس کا وہ جملہ کہ میں اس کو کچھ وقیع والم نہیں خیال کرتا کہ زمین کس کے قبضہ میں رہے گی، اس کے سمجھنے میں بہت غلطی کی گئی بحث قبضہ وقیع نہیں یعنی فضول ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قبضہ کسی خاص کا ہو، اس سے ہمیں غرض نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم کسی خاص قبضہ کو ہر گز روانہ رکھیں گے، لہذا اس کی بحث فضول ہے، وہ بات کہ اگرچہ گورنر جبرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں معنی اول بتاتی ہے حالانکہ مراد قطعاً معنی ثانی میں ہے کہ اس کے متصل ہی، جواب ایڈریس میں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں یعنی قبضہ عام ہونا ضروری ہے خصوصیت کی بحث لایعنی ہے، تو ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ یا کھلی غلطی ہے۔ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے یعنی اور میں نے مان لیا کہ سالبہ مرادف موجبہ ہے ایسا قبضہ عالم صاحب یا کوئی مسلمان ممبر صاحب اپنے گھر کے لئے بھی گوارا کریں گے یا یہ خاص اللہ عز جلالہ کے گھر کے لئے ہے غرض کہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرالیا۔ جی نہیں بلکہ خود اپنی زبان سے قبضہ کا قضیہ طے کر دیا کہ چھت ہماری اور مسجد کی زمین پر سڑک جاری، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الجنایات الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰/۶

متعلق جواب استفسار پنجم

(۴۲) [مصالحات اس پر کی کہ مسجد مسجد کیا بلکہ وقف بھی نہ ٹھہرے] عالم کی پیش کردہ دوسری تجویز جس پر فیصلہ ہوا تقریر مذکور عالم میں صرف ان لفظوں سے ہے: اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سردست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں الخ، اس میں کہیں کسی کی ملک نہ ہونے کا تذکرہ نہیں مگر سائل نے اسے ان لفظوں سے بیان کیا تھا کہ بعد رد و قرح عالم کی رائے سے طے پایا ہے کہ سردست ملک اس زمین پر کسی کی ثابت نہ کی جائے کیوں کہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے، اس پر یہ استفسار پنجم تھا کہ یہ کسی کی ملک ثابت نہ ہونے کی قرار داد صرف عالم کے متخیلہ میں رہا یا باتفاق فریقین طے ہوا اس کا یہ جواب ہے کہ زمین کی ملکیت گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی ممبر سے عالم نے صاف کہہ دیا اور کہلوا لیا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی اور اسی واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں۔ اس جواب میں بہت غلط بحث ہے۔ ملک کا اطلاق دو^۲ معنی پر آتا ہے اول اختصاص مانع کہ ابتداءً اس کے لئے قدرت تصرف شرعی ثابت کرے اور اس کے غیر کو بے اس کی اجازت کے تصرف سے مانع ہو جیسے زید کا مکان زید کی ملک ہے، فتح القدر میں ہے:

الملک هو قدرة یثبتها الشارع ابتداءً علی التصرف فخرج نحو الوکیل ^۱ ۔	ملکیت وہ قدرت ہے جسے شارع نے تصرف کے لئے ابتداءً ثابت کیا ہو تو وکیل جیسے تصرف خارج ہو گئے (ت)

اشباہ میں ہے:

وعرفه فی الحاوی القدسی بأنه الاختصاص الحاجز ^۲ ۔	اور حاوی قدسی نے اس کی تعریف یوں کی ہے وہ اختصاص جو دوسرے کی مداخلت سے مانع ہو۔ (ت)

بایں معنی تمام اوقاف علی الصصحہ مفتی بہ اور خصوصاً مساجد باجماع امت اللہ عزوجل کے سوا کسی کی ملک نہیں، قال اللہ تعالیٰ "وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ"^۳ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ ت) دوم بمعنی قدرت تصرف شرعی، عنایہ میں ہے: الملک هو القدرة علی

^۱ فتح القدر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۵/۲۵۶

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارة القرآن کراچی ۲/۲۰۲

^۳ القرآن الکریم ۷۲/۱۸

التصرف فی المحل شرعاً^۱ (ملکیت، یہ محل تصرف شرعی کی قدرت ہے۔ ت) بایں معنی متولی کو مالک اوقاف کہہ سکتے ہیں۔
خزانة المفتین و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لو ادعی المحدود لنفسه ثم ادعی انه وقف الصحيح من الجواب ان كان دعوى الوقفية بسبب التولية يحتمل التوفيق لان في العادة يضاف اليه باعتبار ولاية التصرف والخصومة ^۲	اگر پہلے محدود رقبہ کا دعویٰ اپنے لئے کیا پھر وقف ہونے کا دعویٰ کیا تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر وقف کا دعویٰ تولیت کی بناء پر کیا تو پھر اس کے دونوں دعووں میں موافقت پیدا کی جاسکتی ہے کیونکہ عادتاً وقف متولی کی طرف تصرف اور منازعت میں منسوب ہوتا ہے (ت)

یہ دونوں معنی خود اسی جواب استفسار میں موجود، اول کہا: ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اس کے متصل ہی اپنے
مشیر قانونی کا قول نقل کیا کہ ہماری ملک غصب سے نہیں چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہر گز کسی وقت اس حصہ مسجد میں
اپنی ملک بمعنی اول کی مدعی نہ ہوئی اس پر یہ کبھی نہ کہا گیا کہ یہ گورنمنٹ زمین ہے تم نے اسے مسجد کر لیا تھا اب گورنمنٹ اسے
واپس لیتی ہے بلکہ دعویٰ اگر تھا تو اختیار تصرف کا اس کی نفی امر طے شدہ میں نہ ہر گز عالم نے کی نہ ممبر سے کہلوالی نہ صاف
ناصاف بلکہ صاف صاف اس کے اثبات پر فیصلہ ہوا کہ یہ امر ضروری ہے کہ عام پبلک الخ۔

(۴۳) ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد
کہتے ہیں بلکہ اس اصطلاح کا پتا شرع مطہر میں بھی ہے۔ واقعات حسامیہ و خزانة المفتین و فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا يمكن تصحيحه تمليكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد على هذا الوجه صحيح ^۳	مسجد کو ہبہ کرنے سے تمليك کی تصحیح ممکن نہیں جبکہ اس طریقہ سے مسجد کے لئے ملکیت کا اثبات صحیح ہے (ت)

تویہ طے کرنا ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے یہ طے کرنا ہے اسے مسجد کی شے نہ مانا جائے

^۱ العناية علی ہامش ففتح القدير كتاب البيوع مكتبة نوريہ رضویہ ستمبر ۱۵/ ۵۵۵

^۲ فتاویٰ ہندیہ كتاب الوقف الباب السادس فی الدعوى الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۱/۲

^۳ فتاویٰ ہندیہ كتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۰/۲

اور اب یہ کہنا ضرور صحیح ہے کہ چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

متعلق جواب استفسار ششم

(۴۴) یہاں "سردست" کے معنی جس حکمت کے لئے دریافت کئے تھے وہ کارگر ہوئی بتانا پڑا کہ سردست کے معنی ممبر متعینہ سے صاف کہہ دئے گئے کہ ہم تخلیص شرکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے، یعنی اس وقت ہماری یا مسجد کی ملک ثابت ہو جائے گی فی الحال کسی کی نہ رکھو تو صاف کھل گیا کہ ملک سے وہی معنی مراد لئے جو اصطلاح قانون ہے یا معنی دوم بہر حال مطلب یہ ہوا کہ فی الحال زمین مسجد کو وقف نہ ٹھہرایا جائے آئندہ ہم کوشش کریں گے کہ وقف قرار پائے ایک اسلامی عالم کہ الہی گھر کی حمایت کی حمایت کو چلا ہو اس کے لئے اس سے زیادہ شنبات اور کیا ہوگی کہ اپنے منہ سے مسجد درکنار سرے سے فی الحال اسے وقف ہی نہ ٹھہرانے کی تجویز پیش کرے۔ رہی آئندہ کی کوشش اس کا مفصل حال اوپر گزرا کہ یہ محض نہاں خانہ خیال میں رہا یا کہا اور منظور نہ ہوا اس کا قرار داد ہر گز نہ ہوا اور جو کچھ برائے گفتن تھا تصفیہ ہوتے ہی اسے خود ہی منسوخ و مسوح کر دیا اور اس کا خیال تک مسلمانوں کے دلوں سے چھیل ڈالنے کا پورا ذمہ لیا فاعتبدوا لیالولی الابصار ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا تو خواہ نخواستہ یہ مسئلہ بھی طے ہو گیا اور وہی قانون کے لئے مادہ ہو گیا دیکھو نمبر ۲۶ تا ۳۰ ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے یعنی مسجد کو مسجد بالائے طاق وقف بھی نہیں مان سکتے۔ یہ ہے جو عالم نے طے کیا ہے۔ فان الله وانا اليه راجعون۔

متعلق جواب استفسار ہفتم

(۴۵) یہ مصالحت ایک شخصی کارروائی ہے اور اس کے روشن ثبوت [یہاں تک بعض استفساروں کے منشا کو سائل فاضل نے سمجھ لیا اور جواب سے اعراض یا ابہام کی طرف عدول کیا جیسے استفسار دوم و سوم اور باقی میں جواب صحیح کی راہ ہی نہ تھی ان میں طریق اعتذار لیا اور بن نہ پڑا۔ اس ہفتم میں بظاہر منشاء سوال خیال میں نہ آیا، منشاء یہ تھا کہ عالم نے جس بات پر فیصلہ کیا قطعاً اسی کے اقرار سے خلاف احکام و ہنک حرمت اسلام ہے۔ اب الزام کے لئے تین صورتیں ہیں: ایک معافی وہ صورت جبر واکراہ شرعی ہے، یہ استفسار کی شق اول تھی کہ عالم کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا۔ دوم اشتراک کہ الزام تام ہے مگر نہ صرف عالم بلکہ عام مسلمانان ذی تعلق پر جبکہ انہوں نے اس کارروائی کے لئے عالم کو وکیل بنا کر بھیجا ہو یہ دوسری شق تھی کہ یا

مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا اور اس میں عالم کا نفع یہ تھا کہ اگرچہ کبیرہ شدیدہ واقع ہوا مگر اوروں کو عالم پر سخت شنیع ملا متیں کرنے کا (جن کی شکایت اس سوال کے ساتھ خط میں آئی) موقع نہ ہوگا کہ وہ خود بھی اسی بلا میں مبتلا ہیں۔ سوم عالم و من معہ کا انفراد اور اضرار اسلام میں استبداد، یہ تیسری شق تھی کہ یا وہ بطور خود گیا، اس کے جواب میں دو شق اخیر کی صراحت اور اول کی ضمنتاً نفی کی کہ عالم کو عام مسلمانوں نے طلب نہ کیا نہ وہ از خود گیا بلکہ مقدمہ کانپور کے کارکنوں نے باصرار بلایا، یہاں سے ظاہر کہ وہ کارکن عام مسلمانوں کے صحیح نائب مناب نہ تھے ورنہ ان کا بلانا عام مسلمانوں کا طلب کرنا کیوں نہ ہوتا اور جب ایسے نہ تھے اور معاملہ عام مسلمانوں کا تھا نہ کہ تنہا ان خاص کا، تو خاص کے بلائے پر جانا عام کا قائم مقام کیونکر کر دے گا، تو مال وہی ہوا کہ خود گیا۔

(۴۶) بالفرض وہ کارکن عام مسلمین کے صحیح قائم مقام تھے یا خود عام مسلمانوں نے عالم کو بھیجا تو کیا انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اصل معاملہ پر پانی پھیر دینا فیصلہ پر ایک نظر میں مسلمانوں سے گفتگو اور عالموں سے مشورہ تک تو صرف تدبیر اول تھی بھیجنے والوں نے اسی کے لئے بھیجا تھا جب ممبر نے اسے نا منظور کیا عالم کی وکالت ختم ہو چکی، اسے اپنی رائے سے ایسی تدبیر حرام و خلاف احکام و ہتک اسلام نکالنے اور اسے مسلمانوں کے سر ڈالنے کا کیا اختیار تھا، لاجرم اشتراک ہر گز نہیں بلکہ اضرار اسلام میں استبداد ہے پھر ملامت مسلمانان کی شکایت کیوں۔

تنکی المحب وتشکو وہی ظالمة کالقوس تصبی الرمایا وہی مرنان

(محب کو ہلاک کرتی ہے اور شکایت کرتی ہے حالانکہ خود ظالم ہے کمان کی طرح کہ تیر ہلاک کریں اور یہ جنبش دے) (۴۷) عالم نے خود ممبر سے یہ کہہ کر کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے خدا کے گھر کا معاملہ ہے میرا گھر نہیں الخ اور تقریر عالم میں ہے احکام مذہبی میں کچھ نہیں دخل دے سکتا اگر رضامندی نہیں ہوتی حکام کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، اپنی وکالت کو ختم کر دیا تھا، پھر خود رائی کا اسے کیا اختیار تھا اس کا عذر یہ بتایا ہے کہ مگر ممبر متعینہ نے کہا ہم کو تمہاری رائے پر اعتماد ہے ہم علماء کی مجلس جمع نہ کریں گے تم اپنی رائے کہہ دو۔ الحمد للہ ظاہر ہو گیا کہ اب یہاں سے عام مسلمانوں کا وکیل نہ تھا بلکہ فریق ثانی کا جس نے اس پر اعتماد کیا، تو اس کی یہ کارروائی ہر گز مسلمانوں کی نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک وکیل گورنمنٹ بلکہ ایک وکیل ممبر کی کارروائی ہے جس کا اثر صرف ممبر کی ذات تک محدود ہے۔

(۴۸) علماء سے مشورہ نہ لینے کو ممبر کے سر رکھا جاتا ہے مگر فیصلہ پر ایک نظر کی تقریر تو صاف کہہ رہی ہے کہ عالم خود ہی اس سے باز رہا اور بالقصد اس سے انحراف اور اپنی رائے پر توکل کیا تقریر مذکور میں ہے

میں نے چاہا کہ عام طور پر علماء سے مشورہ لوں مگر مجھے اخفائے راز کی ذمہ داری اس سے مانع ہوئی اپنا ذاتی خانگی معاملہ ہوتا تو ایک بات تھی عام مسلمانوں کا معاملہ اور انہیں سے اخفاء گورنمنٹ کا اگر کوئی راز تھا تو کیا ضرور تھا کہ گورنمنٹ کا نام لیا جاتا اس کا کوئی خفیہ ارادہ ظاہر کیا جاتا دربارہ مسئلہ علماء سے استشارہ کہ فلاں صورت کا کیا حکم ہے کون سا افشائے راز تھا شرعی مسئلہ اور خاص حرمت اسلام سے متعلق اور عام مسلمانوں سے اس کا تعلق اور راز کی کوٹھری میں بند۔ بحمد اللہ یہ توصف ہو گیا کہ ایک شخص کی شخصی کارروائی ہے جس میں نہ عام مسلمان شریک نہ علماء کو خبر، ایسی کارروائی جس قابل ہے ظاہر ہے۔

(۴۹) آگے ممبر کا قول لکھا ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹے کی مہلت ہے یہاں یہ بتایا جاتا ہے کہ جلدی کی اور مہلت نہ دی اور گھبراہٹ لیا اس لئے ہم نے مسجد نہ ایک مسجد بلکہ ہندوستان کی سب مسجدیں نذر کر دیں، اس عذر کی خوبی ظاہر ہے نزاع میں فریق ثانی سب کچھ کرتا ہے گھبراہٹ لینے پر گھبراہٹ کیوں ہو مہلت کے جواب میں کیوں نہ انہیں سے مشورہ لینے کے لئے کافی مہلت ملنا ضرور ہے ورنہ گورنمنٹ کو اختیار ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا، یہ کہہ کر دیکھا تو ہوتا کہ آشتی خواہ گورنمنٹ کیا کہتی، حرمت اسلام کیسے برقرار رہتی، حفظ حقوق مذہب میں گورنمنٹ کی نامبدل پالیسی کیا کچھ نفع پہنچاتی، وہ امن جس کا پیام ہی لے کر گورنمنٹ کا آنا ہوا تھا کیا کچھ مبارک رنگ دکھاتی، اسی لئے توحیدیت میں ارشاد ہوا:

التَّائِي مِنَ الرَّحْمَنِ وَالْعَجَلَةَ مِنَ الشَّيْطَانِ ^۱ - وَالْعِيَاذُ	تاخیر رحمان کی طرف سے ہوتی ہے اور عجلت شیطان کی
بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْمُسْتَعَانِ -	طرف سے، اللہ تعالیٰ غالب مددگار کی پناہ۔ (ت)

اس کے بعد جو کچھ کہا گیا اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر آگیا وباللہ التوفیق۔

(۵۰) غرض الزامات شرعیہ قطعیہ یقیناً قائم ہیں اور شدت قائم، کبائر شدیدہ عدیدہ کے ارتکاب قطعاً لازم ہیں اور بقوت لازم۔ اس سب پر ظلم، بر ظلم، برات کی فکر و کاوش اور اس کارروائی تک حرمت اسلام کو صحیح و صواب بنانے کی کوشش ہے حاشا حق طلبی کی یہ راہ نہیں۔

دائم نرسی کعبہ اے پشت براہ کیس راہ کہ تو میری بہ انگلستان ست
(اے مسافر مجھے معلوم ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا ہے)
نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

^۱ جامع الترمذی ابواب البر باب ما جاء فی التَّائِي امین کمپنی دہلی ۲۲/۲، کنز العمال حدیث ۵۶۷۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۰۱/۳

بلکہ سبیل نجات اس میں منحصر کہ

اولاً: عالم اور جو جو مسلم اس کارروائی میں شریک تھے سب اس شنیع و سخت فظیح کبیرہ خمیر صدا حرام و ہتک حرمت اسلام سے بصدق دل توبہ کریں رب المساجد جل جلالہ کے حضور خاک مذلت پر ناک رگڑیں، اپنے سروں پر خال اڑائیں، سر برہنہ بادل گریاں و چشم بریاں اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر دست ضراعت پھیلائیں اور ہر ایک کہے: اللہم انی اتوب الیک منها لا رجع الیہا ابد الہی! میں ان تمام حرکات شنیعہ سے تیری طرف توبہ کرتا ہوں اب ایسا نہ کروں گا۔

ثانیاً: بکثرت اخباروں اشتہاروں میں صاف صاف بلا تاویل اپنے جرائم کا اعتراف اور اپنی توبہ اور اس کارروائی کی شاعت کی خوب اشاعت کریں کہ جس طرح عالم کے اعتماد پر عوام میں اسکی خوبی کا دند (شور) ہند کے گوشہ گوشہ میں مچا یوں ہی پچہ پچہ کے کان تک عالم کی توبہ اور اس کی شاعت کا اعلان پہنچے، حدیث میں ارشاد ہوا:

اذا عملت سیئة فاحدث عندها توبة السر بالسرو العلانية بالعلانية^۱ - رواه الامام احمد في كتاب الزهد والطبرانی في الكبير والبيهقی في الشعب بسند حسن جيد عن معاذ بن جبل رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم۔	جب توبہ رائی کرے تو اسی وقت توبہ کر، مخفی کی مخفی اور علانیہ کی علانیہ۔ اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حسن جید سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (ت)

ثالثاً: گورنمنٹ کو جو ایسا عظیم مسئلہ غلط باور کرایا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے مسجدوں کو سخت خطرہ کا سامنا ہے اپنی تمام ہستی ساری حیثیت پوری کوشش ہمگین طاقت اس کے رفع میں صرف کریں اور شرعی دلائل، فقہی مسائل، ائمہ کے ارشاد، علماء کے فتاویٰ بیش از بیش جمع کر کے یقین دلاویں کہ وہ کارروائی جو پہلے ہم نے بتائی محض باطل و حرام و ہتک حرمت اسلام تھی کسی مسجد کی کوئی زمین ہر گز ہر گز راستہ، سڑک، ریل نہر غرض کسی دوسرے کام کے لئے نہیں کی جاسکتی، مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے۔

^۱ الزہد لامام احمد بن حنبل دارالذیان التراث القاهرة ص ۳۵

چھت اس کا بدل نہیں ہو سکتی نہ ہر گز کسی دوسری زمین یا دس لاکھ روپے گز قیمت خواہ کسی شے سے اس کا بدلنا روا ہو سکے، اگر ایسا نہ کیا تو یہ مسجد اور اس کے سوا جب کبھی کسی مسجد کو عالم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کی اس کارروائی سے صدمہ پہنچے گا ہمیشہ ہمیشہ تا بقائے دنیا اس کی ایک ایک ہجر متی کا روزانہ گناہ عظیم ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہوا کرے گا اللہ کی پناہ اس حالت سے کہ قبر میں ہڈیاں بھی نہ رہیں اور ہر لمحہ پر،

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)	"مَنْ أَظْلَمُ مِنْ مَنْ مَسَّحَ اللَّهُ أَنْ يُدَّكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا" ^۱

کا وبال عظیم دنیا سے قبر اور قبر سے حشر تک پہنچانہ چھوڑے، اور یہ عذر مسموع نہ ہو گا کہ ہمیں اس کام کے لئے آدمی نہیں ملتے جیسا کہ یہاں خط میں لکھ کر بھیجا کام آپ کا بگاڑا ہوا ہے آپ پر اس کی تلافی فرض ہے اگرچہ کوئی ساتھ نہ دے، بگاڑنے کو آپ تھے بنانے کو کوئی اور آئے، اس وقت کا استبداد کہ نہ علماء سے پوچھنا نہ مسلمانوں سے کہنا اب بھی کام لائیے اور اپنی عاقبت بنائیے اور خدمت کعبہ کی الٹی باگی مٹا کر سیدھی دکھائیے، راہ یہ ہے اور توفیق اللہ عزوجل کی طرف سے، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔ اس میں اپنی ذلت نہ سمجھئے اللہ عزوجل کے نزدیک عزت کہ اس کی طرف رجوع لائے اس کے گھر کی ہجر متی کرانے سے باز آئے، وہ فرماتا ہے: "لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَّعْلَمُوْنَ" ^۲ (اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔) مسلمانوں کے نزدیک عزت کہ ان کے دین پر تعدی چھوڑی حفظ حقوق مذہب کی طرف باگ موڑی، گورنمنٹ کے نزدیک عزت کہ ایسی عظیم حرمت اسلام کی پامالی جو اس کی نامبدل پالیسی کے بالکل خلاف اس کے مستمر وعدوں کے بالکل منقض، سات کروڑ رعایا کا دل دکھانے والی روش برطانیہ کو مذہبی دست اندازی کا عیب لگانے والی تھی اٹھادی اور جو بات غلط باور کرائی تھی حق و انصاف سے بدلوادی، والا امر ببید اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ (معاملہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے لا حول ولا قوة الا باللہ۔) میں ان صاحبوں خصوصاً اپنے قدیمی دوست عالم کو اللہ عزجلالہ کی پناہ دیتا ہوں اس سے کہ انہیں بات کی بیچ الٹی راہ دکھائے معاذ اللہ "أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ" ^۳ (اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔) کی شامت آڑے آئے، اور اگر خدا ناکردہ ایسا ہو تو علماء پر فرض ہے کہ اس کارروائی کا خلاف شرع و مضر اسلام ہونا دلائل ساطعہ سے

^۱ القرآن الکریم ۱۲/۱۱۳

^۲ القرآن الکریم ۳/۱۳۵

^۳ القرآن الکریم ۲/۲۰۶

واضح کریں اوہام خلاف کا رد بالغ فرمائیں، اسلامی اخباروں پر فرض ہے کہ ان تحریرات علماء کو نہایت کثرت و اہتمام سے شائع کریں، ایک ایک گوشہ میں ان کی آواز پہنچائیں، اسلامی انجمنوں پر فرض ہے کہ ان کی تائید میں جلسے کریں بکثرت ریزولوشن پاس کریں گورنمنٹ کو ان کی اطلاعات دیں، مسلمان امراء و حکام و اہل وجاہت پر فرض ہے کہ گورنمنٹ کو اس طرف پے در پے توجہ دلائیں، مسلمان قانون پیشہ پر فرض ہے کہ اس کے استغاثے منتہی کو پہنچائیں غرض ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعی جمیل بجالائیں، اور بے تکان تھک جائز کوششیں کر کے اپنی مساجد کو بے حرمتی سے بچائیں، ایسا کرو گے تو ضرور حضرت عزت و جلالہ سے ان شاء اللہ القدیر المستعان کامیاب ہو گے دنیا میں سرخرو آخرت میں مثاب ہو گے کہ وہ فرماتا ہے:

اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، بیشک اللہ نیکیوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ت)	"وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ" ^۱ "إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ" ^۲

والحمد لله رب العالمین، وصلى الله وبارك وسلم على سيدنا و مولانا و ملجأنا و ماؤنا محمد وآله و صحبه و ابنه و حزبه اجمعين آمین، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم، کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ ب محمد النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



مسئلہ ۱۸۶: مسئلہ مولوی نور احمد صاحب ہزاروی از کانپور مدرسۃ البنات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد اہل محلہ پر تنگ ہے اور اس کے گردا گرد جگہ نہیں مل سکتی یا مل سکتی ہے لیکن لوگوں میں اس قدر طاقت نہیں کہ وہ اتنا روپیہ دے سکیں اور پھر مسجد بنوادیں کیونکہ روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے اور وہ طاقت نہیں رکھتے اور وہ دوسری جگہ مسجد وسیع تیار کر سکتے ہیں بشرطیکہ پہلی مسجد کی لکڑی وغیرہ دوسری مسجد میں لگادیں و گرنہ دوسری بھی بمشکل تمام نہیں

^۱ القرآن الکریم ۳۰/۴

^۲ القرآن الکریم ۹/۱۴۰ و ۱۱۵/۱۱ و ۲/۹۰

ہو سکتی، کیا اس صورت میں اہل محلہ دوسری جگہ نئی مسجد اپنے محلہ میں پہلی مسجد کے سامان سے اور زوائد روپیہ لگا کر بنا سکتے ہیں یا نہ؟ اگر بنا سکتے ہیں تو پہلی مسجد کی جگہ کی کس طور سے حفاظت رکھی جائے؟ مدلل و مبرہن طور پر تحریر و بیان فرمایا جائے۔

الجواب: مسجد جب تک مسجد ہے قرآن عظیم کی نص قطعی، ہمارے ائمہ کرام کے اجماع سے اسے ویران کرنا سخت حرام و کبیرہ ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدَّكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ" ①	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو ان میں جانا ہی نہ پہنچتا تھا مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

ہمارے ائمہ کرام نے بلا خلاف تصریح فرمائی کہ مسجد اگر تنگی کرے اور اس کے قریب اگر کسی شخص کی زمین ہو اور وہ دینے پر راضی نہ ہو تو حکم سلطان بے اس کی مرضی کے لے کر مسجد میں داخل کر لی جائے اور مالک کو بازار کے بھاؤ سے قیمت دے دی جائے کمانص علیہ فی البزازیة والفتح والبحر والدروغیرہا (جیسا کہ اس پر بزازیہ، فتح، بحر اور دروغیرہ میں نص فرمائی گئی۔ ت) اگر تنگی کی وجہ سے یہ مسجد ویران کر کے دوسری جگہ بنالینا جائز ہوتا تو جبر ہر گز حلال نہ ہوتا اور وہ صورت کہ سوال میں فرض کی گئی اس کی بنا خود ہی متزلزل ہے جب وہ دوسری مسجد اس سے بڑی بنا سکتے ہیں اگرچہ اس میں اس کے عملے سے بھی مدد لینا چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر بڑی نہیں ایک چھوٹی مسجد دوسری بنالیں کہ دونوں مسجدیں مل کر حاجت پوری کر دیں، کس نے واجب کیا ہے کہ سب ایک ہی مسجد میں نماز پڑھیں، غرض جو اللہ سے ڈرے اور اس کی حرماتوں کی تعظیم کرے اللہ اس کے لئے آسانی کی راہ نکال دیتا ہے اور جو بے پروائی کرے تو اللہ تمام جہان سے بے پروا ہے،

"وَمَنْ يَشَقِّ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا" ②	جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو وہ اس کے لئے راہ بنا دیتا ہے۔

① القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

② القرآن الکریم ۲/ ۶۵

اور جو منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	"وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ" ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹۳۱۸۷: مسئلہ قاضی سید احمد علی مدنی مہتمم مدرسہ اسلامیہ از بمبئی بھنڈی بازار ۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ ایک درگاہ شریف کے قریب ایک مسجد واقع ہے، مسجد کے متولی صاحب نے درگاہ شریف کی زمین جبراً دہلی، اس کو شامل مسجد کرنا چاہتے ہیں، متولی درگاہ نے رد کا کہ شرع شریف میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، مگر نہیں مانتے، سو ایسا کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا ایسی جبراً معصوبہ زمین پر مسجد بنانا درست ہے اور کیا اس میں نماز درست ہوگی حالانکہ متولی صاحب درگاہ برابر معترض ہوا کرتے ہیں۔

(۳) کیا ایسے متولی مسجد جو خلاف شرع زمین غصب کر کے اس پر مسجد بنادے تو وہ عندالشرع قابل تدارک و گنہگار ہیں یا نہیں؟ جواب صحیح از روئے کتب فقہ صاف بخشا جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

سوال بہت مجمل ہے کچھ نہ لکھا کہ متولی اس زمین کو مسجد میں کس وجہ سے شامل کرنا چاہتے ہیں، آیا مسجد نمازیوں پر تنگ ہوئی ہے یہ ضرورت لاحق ہوئی ہے یا کچھ اور۔ نہ یہ لکھا کہ وہ زمین درگاہ پر وقف ہے یا نہیں، اور ہے تو کس طرح وقف ہے جسے وقف صحیح شرعی کہا جاسکے یا نہیں، نہ یہ لکھا کہ اس زمین کے شامل مسجد کر لینے سے درگاہ میں کیا نقصان ہوگا، اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارہ زمین پر نماز ناجائز ہوگی، اور اگر مسجد تنگ ہو گئی ہے اور اس کے اپنے تعلقات کی زمینوں سے بڑھانے کی گنجائش نہیں، تو اگر وہ زمین درگاہ وقف صحیح شرعی نہیں یا اس کے لینے سے درگاہ کو ضرر نہیں پہنچتا تو بقیعت لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳۳۱۹۰: مسئلہ مولوی صابر علی صاحب از مدرسہ رفاه المسلمین فرنگی محل لکھنؤ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، ایک مسجد قدیم کسی شیعہ کی تھی

مگر کچھ عرصے سے ویران پڑی تھی، اسی حالت ویرانی میں چند قدم کے فاصلے پر ایک سنی نے دوسری مسجد بنوائی اور اس نئی سنی کی مسجد میں مسلمان سنی نماز پڑھنے لگے اس کے پانچ چھ برس کے بعد پرانی شیعہ کی مسجد کو ایک شخص نے ایک سنی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تو اس سنی نے اس کی مرمت وغیرہ کر کے بیچ وقتہ اذان و جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دئے۔ اس کو بھی پانچ چھ برس کا عرصہ گزر گیا اب اس سنی مشتری مذکور نے اپنا ایک مکان مسجد کے مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کر دیا ہے اور مسجد مذکور میں بیٹھ کر لوگوں کو قرآن پڑھنے کی اجازت دیتا ہے، اور مسجد مذکور میں بہت سی زمین ایسی پڑی ہے جس پر جو تاپہن کے چلتے ہیں تو اس زمین پر مدرسہ کیلئے کمروں کے بنانے کی بھی اجازت دیتا ہے تو ایسی صورت میں حسب ذیل سوالات کے جوابات مرحمت ہوں:

اول: یہ دونوں مسجدیں حکم مسجد میں ہیں یا نہ؟ اور مسلمانوں کو دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد حاصل ہو گا یا نہ؟ اور اگر نہ حاصل ہو گا تو پھر اس مسجد کو کس کام میں لاسکتے ہیں؟

دوم: طلبہ مدرسہ اسلامیہ کا اس مسجد کے اندر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

سوم: احاطہ مسجد کے اندر جو زمین صحن مسجد کے علاوہ جہاں جو تاپہن کے چلتے ہیں اس پر مدرسہ کے روپیہ سے کوئی کمرہ وغیرہ طلبہ کی تعلیم کے لئے یا دفتر مدرسہ کے لئے یا طلبہ کے رہنے کے لئے بنانا جائز اور اس میں ان کاموں میں سے کوئی کام کرنا جائز ہے یا نہ؟

چہارم: مشتری مسجد کی یہ بھی تجویز ہے کہ مسجد کے اندر سے جہاں جو تاپہن کے چلتے ہیں ایک راستہ مدرسہ کے اندر جانے کا نکالا جائے کہ طلبہ و ملازمین مدرسہ کو مدرسہ میں جانا آسان ہو جائے ورنہ چکر کھا کے گلیوں میں سے جانا ہو گا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب جلد اور مدلل فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

وہ مسجد کہ سنی نے بنوائی تھی بلاشبہ مسجد ہے اور اس کا رکھنا فرض ہے اور اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے، ووافض زمانہ مرتد ہیں کما حققنا فی رد الرافضۃ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق رد الرافضہ میں بیان کی ہے۔ ت) تو وہ مسجد بنانے کے اہل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا مشرکوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْبُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ" (الی قوله تعالیٰ)
"إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرُ ^۱ - الآية	اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

خصوصاً بعد موت کے مرتد کے سب اوقاف باطل ہو جاتے ہیں کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ (ت) تو وہ مسجد کہ سنی نے خریدی اسے مرمت وغیرہ کر کے اگر اس خیال سے نماز کے لئے دیا کہ یہ پہلے سے مسجد ہے تو وہ خیال باطل تھا اور وہ مسجد بدستور ایک مکان ہے جس میں ان تمام تصرفات مذکورہ فی السؤال کا اختیار ہے، اور اگر سنی نے خرید کر از سر نو اپنی طرف سے اسے مسجد کر دیا یعنی یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد نہیں میں اسے مسجد کرتا ہوں، نہ یہ سمجھ کر کہ یہ مسجد تھی اسے کار مسجد کے لئے چھوڑتا ہوں، اس صورت میں اگر شرائع صحیح سے سنی کے لئے اس کی ملک ثابت ہو گئی تھی تو یہ بھی مسجد ہو گئی مگر یہ بہت بعید ہے اس کے لئے صرف ایک صورت ہے کہ غالباً وہ واقع نہ ہوئی ہوگی، وہ صورت یہ کہ زمین جسے رافضی نے مسجد کیا اس کے زمانہ اسلام کی ملک تھی، اس کے بعد اس نے رفض اختیار کیا، یہ مسجد بنائی اور مر گیا اور اس کے قریب و بعید وارثوں میں کوئی شخص سنی مسلمان ہے کہ وہی اس کے کسب اسلام کا وارث ہو کر اس مکان کا مالک ہے اور اس نے اس سنی کے ہاتھ بیع ڈالا تو یہ شرائع صحیح ہوا اور یہ سنی اس مکان کا مالک ہو گیا اور اب جو اس نے اسے اپنی طرف سے مسجد کیا مسجد ہو گئی، اس صورت بعیدہ پر وہ تصرفات مذکورہ سب ناجائز ہوں گے فانہ لایجوز تغیر الوقف عما ہولہ (کہ وقف اپنی اصلی حالت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ت) مگر طلبہ کا پڑھنا جائز جبکہ اطفال نہ ہوں اور نماز کے وقت نماز کی جگہ نہ گھیریں نہ ان کے پڑھنے سے نمازیوں کو تشویش ہو اور اگر یہ صورت نہیں بلکہ وہ مکان اس کے زمانہ رفض ہی کی ملک تھا تو یہ بیع جس شخص نے کی ہر گز مثبت ملک مشتری نہیں کہ بائع خود ہی مالک نہ تھا مرتد کے زمانہ ارتداد کی ملک اس کی موت کے بعد فی المسلمین ہو جاتی ہے اس کے کسی وارث کو نہیں پہنچ سکتی اگرچہ اس کا بیٹا ہو مسلم ہو خواہ اسی کی طرح مرتد یا اور قسم کا کافر، تو جب شرائع صحیح نہ ہوا تو اس سنی کا اسے مسجد کرنا صحیح نہ ہوا بلکہ وہ بدستور ایک زمین عام مسلمانوں کی ہے، مسلمانوں کی مرضی سے اس میں مسلمان کی منفعت کے تصرفات کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں مبسوط سے ہے:

المرتد اذا قتل او مات او لحق بدار الحرب فما اکتسبه فی حال اسلامه هو میراث لورثة المسلمین اماماً اکتسبه فی حالة الردة یکون	مرتد جب قتل ہو جائے یا مرجائے یا دار الحرب سے ملحق ہو جائے تو جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کو بطور میراث ملے گا اور جو کچھ بحالت ارتداد کمایا وہ مال غنیمت ہے

^۱ القرآن الکریم ۹/۱۸، ۱۷

فیثایو وضع فی بیت المال^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو بیت المال میں رکھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۵ تا ۱۹۳: از علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارس ۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

(۱) ایک مسجد ہے جو زمین سے ۳ گز اونچی ہے اور اونچائی ٹھوس ہے اور صحن مسجد کا کل چوڑائی میں ۱۳ فٹ ہے جس میں ۵ فٹ چوڑائی میں زینہ اور جوتیوں کی جگہ سقاوا اور غسل خانہ ہے اور ۸ فٹ جگہ میں نماز ہوتی ہے، اس مسجد میں کنواں نہیں ہے، سقہ سقاوے میں پانی باجرت ڈالتا ہے، اور نہ کوئی آمدنی مسجد کی ہے جو تیل وغیرہ میں صرف ہو، اس مسجد سے ۷۷ قدم کے فاصلہ پر ایک اور مسجد ہے اس کے دس قدم پر ایک کنواں ہے گویا اس مسجد سے ۸۴ قدم پر ہوا۔ زید کہتا ہے کہ صحن مسجد جو ٹھوس ہے اس کو شہید کافی کر کے اس میں دو دکانیں نکالی جائیں اس کی چھت صحن مسجد ہو جائے گا، اور وہ تیل بتی کو اس کی آمدنی کافی ہوگی۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے کیونکہ صحن مسجد تحت الثریٰ تک حکم مسجد رکھتا ہے، اگر دکانیں سابق سے بنائی جاتیں تو درست تھیں، عمرو کی رائے ہے کہ ۵ فٹ جگہ جس میں زینہ وغیرہ ہے اس میں کنواں وزینہ وغیرہ بن سکتا ہے اور ایک چھوٹی دکان بھی نکل آئے گی اور صحن بھی برقرار رہے گا اس میں مردہ کو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ نمازیوں کو پانی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ کیا حکم شریعت ہے اور کیا کرنا چاہئے؟

(۲) کنواں بننے کی حالت میں زمین سے ۴ گز اونچا ہو کر مسجد میں ملے گا، زید کہتا ہے کہ زمین پر بھی ایک کھڑکی رکھی جائے جس سے عوام پانی بھریں اور مسجد کو اوپر سے پانی ملے۔ عمرو کہتا ہے کہ اوپر ہی رکھنا چاہئے کیونکہ نیچے کھڑکی رکھنے سے ہندو بھی پانی بھریں گے شاید ہندو کا پانی بھرنا ناجائز ہو۔ شریعت کا کیا حکم ہے اور کس میں زیادہ ثواب ہے؟

الجواب:

دکانیں بنانے کی اجازت نہیں ہے، اگر پہلے سے ہوتیں حرج نہ تھا بن سکتیں،

کما نص علیہ فی النوازل والتجنیس والخاصیۃ و المحیط السرخسی وتہذیب الوقعات والاسعاف و البحر والنہر والہندیۃ وغیرہا۔	جیسا کہ اس پر نوازل، تجنیس، خانہ، محیط سرخی تہذیب الوقعات، اسعاف، بحر، نہر اور ہندیہ وغیرہ میں نص فرمائی گئی (ت)

۸۴ قدم کا فاصلہ کچھ ایسا دور نہیں، اگر بغیر کنویں کے کارروائی چل سکے یونہی چلنے دیں اور اگر

^۱ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الفرائض نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

نہ چل سکے اور اس کی وجہ سے ویرانی مسجد کا احتمال قوی ہو تو اس پانچ فٹ میں ایک کنارہ کو کنواں بنالیں۔
(۲) نیچے کھڑکی نہ رکھیں کہ مسجد کے کنویں میں ہندو کی شرکت سخت معیوب ہے ان کی نجاست سے کنویں کی طہارت ہمیشہ معرض خطر شدید میں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶: از شیر پور ڈاکخانہ خاص تحصیل پورن پور ضلع پہلی بھیت مرسلہ ظہیر الدین ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹے موضع میں ایک مسجد قدامت سے تھی اور عرصہ دس بارہ سال سے ایک دوسری مسجد اور تیار ہو گئی اور اب دونوں مسجدیں چھتر پوش اور بوسیدہ حالت میں ہیں اب مسلمانوں کی یہ رائے ہے کہ بجائے دو مسجدوں کے ایک مسجد پختہ چندہ سے تعمیر کرائی جائے اور ایک مدرسہ کے واسطے دے دی جائے۔ اس کی بابت شرع کیا حکم دیتی ہے؟ اور سرمایہ بہت قلیل ہے جس سے دونوں مسجدیں تیار نہیں ہو سکتی ہیں، لہذا آپ بموجب شرع احکام صادر فرمائے۔

الجواب:

مسجدوں کا پختہ کرنا فرض نہیں، اور ان کا آباد رکھنا فرض ہے، مسجد نہ مدرسہ کو دی جاسکتی ہے نہ دوسرے کام میں صرف ہو سکتی ہے، یہ سب ناجائز و حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا يجوز تغيير الوقف عن هيأته ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷: ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ:

علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسجد کافرش اور لکڑیاں جو خراب ہو جاتی ہیں سو مسجد کے اور کسی کام میں تصرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آخر کیا کرنا چاہئے؟ تحریر فرما کر مشرف فرمائیں۔ فقط

الجواب:

کافرش جو خراب ہو جائے کہ مسجد کے کام کا نہ رہے جس نے وہ کافرش مسجد کو دیا تھا وہ اس کا مالک ہو جائے گا جو چاہے کرے اور اگر مسجد ہی کے مال سے تھا تو متولی بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۹/۲

لگا دے اور مسجد کی لکڑیاں یعنی چوکھٹ، کواڑ، کڑی، تختہ، یہ بیچ کر خاص عمارت مسجد کے کام میں صرف ہو۔ لوٹے، رسی چراغ، بتی، فرش چٹائی کے کام میں نہیں لگا سکتے، پھر ان چیزوں کی بیچ کافر کے ہاتھ نہ ہو بلکہ مسلمان کے ہاتھ۔ اور مسلمان ان کو بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۸ تا ۲۰۱: مرحلہ مولوی عبدالمطلب صاحب از بانوہ کاٹھیاوار ۳۰ بیچ الثانی ۱۳۳۲ھ

چہ می فرماید علمائے دین اندریں مسئلہ:

(۱) ایک شخص مر گیا اور اپنی عورت اور ایک لڑکی اور باقی وارث چھوڑے اور اس متوفی کی عورت نے وارثوں کے حق کو تلف کر کے ایک مسجد تعمیر کرائی اور جس زمین پر اس نے مسجد تعمیر کرائی ہے وہ زمین نیز وراثت میں داخل ہے تو اس میں نماز پڑھنا اور اس کو مسجد کہنا شرعاً درست ہے یا نہ؟

(۲) اور اگر اب بعض وارث انہیں میں سے اپنے حق کو معاف کر دیں اور بعض نہ کریں تو نماز پڑھنا اس مسجد میں درست ہو جائے گا یا نہ؟

(۳) اور اگر وہ وارث جانتے ہیں کہ اب جو پیسہ تھا وہ مسجد میں خرچ ہو گیا اب ہمیں ملنے والا نہیں ہے اور لوگوں کی شرم سے معاف کر دیں تو درست ہے؟

(۴) اور اگر شرع حکم دے کہ نماز اس میں درست نہیں ہے تو اس میں رہنا گھر بنا کر یا کرایہ وغیرہ پر دینا درست ہوگا؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے سرفراز کریں۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں باجماع مسلمین وہ ہر گز مسجد نہیں بلکہ ایک زمین ہے بدستور اپنے مالکوں کی ملک پر باقی، کہ جب یہ عورت تنہا اس کی مالک نہیں جیسا کہ بیان سائل ہے تو وہ ساری زمین اس کے وقف کئے سے وقف نہیں ہو سکتی، لان شرط الوقف الملك^۱ کما فی الہندیہ وغیرہا (کیونکہ شرط وقف یہ ہے کہ وہ واقف کی ملک ہو جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ یہ ممکن کہ اس میں سے اس کے حصہ کو مسجد ٹھہرا دیں باقی ملک دیگر ورثہ سمجھیں کہ جب وہ غیر منقسم ہے تو اس کا حصہ متعین نہیں اور مسجد بالاجماع مشاع نہیں ہو سکتی۔

کیونکہ شرائط وقف میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کی تمام جوانب حقوق العباد سے منقطع ہو چہ جائیکہ خود وقف جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ

لان من شرطه انقطاع حقوق العباد عن جميع جوانبه فضلا عن نفسه^۲ کما فی الہدایہ وغیرہا۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۵۳-۳۵۲

^۲ الہدایہ کتاب الوقف المكتبة العربیہ کراچی ۲/ ۶۲۵

قال تعالیٰ "وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ" ^۱	نے فرمایا کہ بیشک مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں (ت)

ہاں اگر باقی ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور سب بالاتفاق اس وقت مسجدیت کو جائز کر دیں تو اب جائز ہو جائے گی اور کسی کی شرم سے ایسا کرنا مانع صحت نہ ہوگا فان الحیاء لیس باکراہ (کیونکہ حیاء جبر واکراہ نہیں ہے۔ ت) جب تک ایسا نہ کریں کہ وہ ایک مکان ہے کہ مالکوں کو اس میں رہنا بسنا کرایہ پر دینا سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳ تا ۲۰۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں:

(۱) زید نے (مسلمان کھلائے جانے کی حالت میں) کچھ قطعہ زمین صحن مسجد اپنے مکان کی بنامس دبا لیا، بعض لوگ مانع آئے مگر نہ مانا، ایسی صورت میں زید کے ساتھ کیا معاملہ شرعاً کیا جائے اور متولیان مسجد و دیگر اہل اسلام کو مواخذہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان پر یہ حق واجب، اور ضروری ہے جس کے ترک سے عاصی ہوں گے یا کیا؟ یا زید بعوض زمین معصوبہ بہ زر نقد بطور جرمانہ ادا کرے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ دریں صورت زید مواخذہ عند اللہ سے بری ہو سکتا ہے؟

(۲) جو شخص ربو خوار معلن ہے زکوٰۃ بھی نہیں دیتا اس کا کیا حکم اور اس سے مخالطت و مرابطت و مواصلت مکروہ ہے کہ نہیں؟ للہ مصرح اور عامۃ الفہم عبارت میں جواب ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب:

اس صورت میں زید سخت گناہ کبیرہ و ظلم شدید کا مرتکب اور اس آئیہ کریمہ کی وعید کا مستوجب ہے:

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں سعی کرے، انہیں روانہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔	"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا" أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۖ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ ۲۱"

مسجد کا ہر ٹکڑا مسجد ہے تو جتنا پارہ زمین اس نے دبا لیا اسے نماز سے روکا اور اس کی ویرانی میں

^۱ القرآن الکریم ۷۲/۱۸

^۲ القرآن الکریم ۲/۱۱۳

ساعی ہوا اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کا استحقاق لیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں فرمایا ہے کہ "جو باشت بھر زمین ناحق دبا لے گا قیامت کے دن اتنا حصہ زمین کے ساتوں طبقے توڑ کر اس کے گلے میں طوق ڈالے جائیں گے"۔^۱ ہر مسلمان خصوصاً متولیان مسجد کو اس پر حق مواخذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ ہر جائز چارہ جوئی اس سے زمین نکال کر شامل مسجد کرنے کے لئے حد کو پہنچائیں، جو باوصف قدرت اس سے باز رہے گا شریک عذاب ہو گا تا حد قدرت ہر گز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیچنا ہو گا اور مسجد کی بیع باطل و حرام و ناممکن ہے

قَالَ اللَّهُ "وَأَنَّ السُّجُودَ لِلَّهِ" ^۲ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مساجد اللہ عزوجل کی ہیں۔ ت) اگر وہ لاکھ روپے ہر گز کے بدلے دے جب بھی لینا حرام ہے، نہ ہر گز زید کسی طرح عند اللہ مواخذہ سے بری ہو گا جب تک زمین مسجد مسجد کو واپس نہ دے۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام، نشست برخاست قطع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر قوم ظالمین کے ساتھ مت بیٹھ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَأَمَّا يُبَيِّنَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَتَّبِعْهُ بَعْدَ الَّذِي كُذِّبَ مَعَ الظَّالِمِينَ" ^۳ ۔

یونہی ربو خوار معین بھی اسی آیت کریمہ کے حکم میں داخل ہے، تفسیر احمدی میں ہے: والقعود مع کلہم ممتنع ^۴ (ان سب کے ساتھ مجلس کرنا ممنوع ہے۔ ت) اس سے بھی قطع علاقہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: مرسلہ حاجی سیٹھ یوسف بن ابراہیم بمقام گوئڈل علاقہ کاٹھیاوار ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ چہار شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ بعض لوگوں نے مسجد بڑھانے یا پرانی کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لئے مسلمان جماعت کو روپے دئے ہیں اور کہا ہے کہ جس طور چاہیں مسجد میں خرچ کریں۔ مگر فی الحال مسجد میں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ روپے امانت پڑے ہیں، اب مذکورہ روپیہ بیوپار کی کمپنی میں ڈال کر ان کا نفع بڑھا دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ مگر

^۱ صحیح البخاری باب ماجاء فی سبع ارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۳

^۲ القرآن الکریم ۱۸/۷۲

^۳ القرآن الکریم ۶۸/۶

^۴ التفسیرات الاحمدیہ تحت ۶۸/۶ مطبع کربئی بمبئی انڈیا ص ۳۸۸

یہاں کی کمپنیوں میں لین دین سود کا ہوتا ہے تو ان کا کیا حکم ہے؟ اگر اس طور وہ روپیہ بڑھ نہ سکتا ہو تو اور کوئی طریقہ ان روپوں کے بڑھنے کا ہے اور بڑھ سکتے ہیں یا نہیں یا اسی طرح سے جماعت کسی امین شخص کے پاس امانت رہنے دے اور امانت رکھنے میں چوری ہونے کا خوف ہے کہ مبادا مسجد کے روپے ضائع ہو جائیں تو ان روپوں کا مکان خرید کر کے اس کے کرایہ سے نفع اٹھایا جائے اور وقت ضرورت روپیہ وہ مکان فروخت کیا جائے، مگر ان میں جماعت والوں کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت نہ کرنی چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ اس طور کیا جائے تو ان کا حکم کیا ہے، وہ برائے مہربانی مفصل طور سے ارقام فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب:

چندہ کے روپے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں ان سے اجازت لی جائے، جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے، و بیان المسئلة وتحقیقہا فی کتاب الوقف من فتاؤنا (اس مسئلے کا بیان اور تحقیق ہمارے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں ہے۔ ت) ایسی کمپنی میں کہ سود کا لین دین کرتی ہو شامل کر کے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں، فلیس لاحد ان یحل ما حرم اللہ (کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اس چیز کو حلال قرار دے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶۲۰۵: مرسلہ محمد صابر مدرس مدرسہ دارالعلوم قصبہ منوٹا تھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ ۱۸ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ کئی سو برس سے آباد ہے وہاں کے مسلمانوں کی مردم شماری فی الحال تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں مسجدیں تحمیداً اسی کے قریب آباد ہیں، ان کے علاوہ اور بھی مساجد ہیں، وہاں کے کل مسلمان بجز چند شیعہ کے ابتدا سے حنفی المذہب متفق الخیال متحد العقائد والمساکن باہم شیر و شکر کی طرح ملے جلے رہتے تھے ان میں کسی قسم کا مذہبی جنگ و جدال و تخالف نہ تھا مگر تقریباً تیس بتیس برس سے چند لوگ (غالباً فی الحال ان کی تعداد دو ڈھائی سو ہو گئی) منکر مذہب، غیر مقلد ہو گئے اور باہم سخت منافرت و مخالفت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ بارہا فوجداری اور عدالت کی نوبت پہنچ گئی، غیر مقلدین نے اپنی عید گاہ اور جامع مسجد نئی بنوائی تھیں مگر بعض بعض ایسی ہی مسجدیں ہیں جن میں دونوں فریق نماز پڑھتے ہیں ایسی مسجدوں پر اکثر مذہبی جھگڑے ہو جایا کرتے ہیں چنانچہ ان دنوں موجودہ ۱۳۳۳ھ ۱۳ محرم کو ایک مسجد میں دونوں فریق جمع ہو گئے اور اسی میں مار پیٹ لٹم لٹھا گھوسم گھوسا کر بیٹھے بلکہ ان کے ذریعہ سے دو فوجداریاں اور بھی ہو گئیں جس سے قصبہ میں ہلچل مچ گئی، پولیس اگر روک تھام نہ کرتی تو نہیں معلوم کیا ہو جاتا آئے دن کی مذہبی فوجداری سے دونوں فریق تنگ آ گئے، اب فریقین اس امر پر راضی ہیں کہ باہم صلح کر کے جھگڑے کو

مثلاً، چنانچہ رضامندی فریقین چند اشخاص حکم مقرر کئے گئے ہیں اور باتفاق فریقین اقرار نامہ ثالثی میں مضمون لکھا گیا ہے کہ ثالثان حسب شریعت و قانون و دیانتداری جو فیصلہ کر دیں گے ہم فریقین کو منظور ہے، اب علمائے حقانی سے یہ استفسار ہے:

(۱) چونکہ تیسوں برس کے تجربہ و مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس قصبہ میں جب دونوں فریق ایک نزاعی مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں تو اکثر مذہبی شر و فساد کر بیٹھتے ہیں اگر اس شر و فساد و فتنہ و پر خاش کے مٹانے کے لئے ثالثین دونوں کو الگ کر دیں اور فریقین کے لئے خاص خاص مسجدیں نامزد کریں تو کیا یہ فیصلہ خلاف شریعت ہوگا؟

(۲) اگر کسی نمازی کے ذریعہ سے حفظ امن میں خلل واقع ہوتا ہو اور شر و فساد کا اندیشہ ہو یا عام نمازیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو بغرض حفظ امن و انسداد شر و فساد جماعت سے روک دینا کیا شرع کے خلاف ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) جو مساجد غیر مقلدوں کی بنائی ہوئی ہیں ان کے نامزد کردی جائیں مگر جو مساجد اہل سنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں کے لئے خاص کر دینا اور اہلسنت کو ان سے ممنوع کرنا شرعاً محض ظلم و حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکے۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ" ۱۔

جبکہ وہ مسجدیں اہلسنت کی ہیں اور ان کی بنائی ہوئی ہیں تو ان پر قبضہ چاہنا اور اس کے لئے فتنہ اٹھانا غیر مقلدوں کا فساد ہوگا اور کوئی مجبور نہیں ہو سکتا کہ دوسرے کے شورش بے جا کے سبب اپنے حق سے دست بردار ہو فتنہ غیر مقلدوں کا انسداد اگر یوں نہ ہو سکتا ہو تو کچھ ریاں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اسی واسطے رکھی گئی ہیں کہ فتنہ والوں کا دست تعدی کوتاہ کریں اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرنے دیں جو شخص یہ رائے یا فتویٰ دے کہ دفع فتنہ کے لئے اپنی مسجد چھوڑ دو۔ کل اگر غیر مقلدین اور مفسدین ان کی جائیداد اموال متاع مکانوں پر قبضہ چاہیں، اور نہ دیجئے تو فساد اٹھائیں کیا دفع فتنہ کو وہ لوگ اپنے گھر بار مال متاع اسباب جائیداد سے دستبردار ہو جائیں گے ہر گز نہیں، تو وجہ کیا ہے کہ یہ آنکھوں میں دنیا کی قدر ہے دل میں دنیا

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

کی محبت ہے جگر میں دنیا کا درد ہے وہاں دفعِ فتنہ کو یہ تدبیر نہ سوجھے گی نہ آیات دفعِ فساد کے یہ معنی ذہن میں آئیں گے اور نہ دین کی قدر نہ محبت نہ درر، لہذا گھاس کی طرح کتر دیں گے کہ میاں ہاں اپنی مسجدیں چھوڑ دو اپنے دینی حقوق سے دست بردار ہو جاؤ کسی طرح بھگڑا تو مٹے حالانکہ اوروں کے فتنہ فساد پر اگر اپنی جائیداد مکانات، مال، اسباب چھوڑ دو تو صرف دنیوی نقصان ہے اور یہاں علاوہ اپنی دینی حق تلفی کے اس آہِ کریمہ کی وعید شدید میں داخل ہونا اور حرام کارِ نکاب اور حکمِ قرآنِ عظیم استحقاقِ رسوائی و خواری و عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ" ۱ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ

(۲) ہاں شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے بازر کھے جائیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں مساجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے مگر ڈرتے ہوئے۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ" ۲۔

در مختار میں ہے:

ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائیگا اگرچہ وہ ایذا زبان سے پہنچائیں (ت)	يَمْنَعُ مِنْهُ كُلُّ مَوْذُوٍّ لَوْ بَلَسَانَهُ ۳۔

عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث فلا یقر بن مصلانا (وہ ہر گز ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئیں۔ ت) پھر رد المحتار میں ہے:

اس حدیث کے ساتھ وہ شخص بھی ملحق ہے جو زبان سے لوگوں کو ایذا پہنچاتا ہے اور حضرت عمر فاروق نے اسی پر فتویٰ دیا اور یہ اصل ہے ہر اس چیز کی نفی میں جس سے لوگوں کو ایذا ہوتا ہے (ت)	وَالْحَقُّ بِالْحَدِيثِ كُلِّ مَنْ أَذَى النَّاسَ بِلِسَانِهِ وَبِهِ اِفْتَى ابْنُ عَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهُوَ اَصْلُ فِي نَفْيِ كُلِّ مَنْ يَتَأَذَى بِهِ ۴۔

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

^۳ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۹۴

^۴ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۴

مگر طرفہ تحفظ کا لحاظ ضروری ہے اگر خود منع کرنے میں اندیشہ فساد ہو چارہ جوئی کر کے بند کرا دیں، وبالله التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۷: مرسلہ نثار احمد زمیندار ساکن موضع پال نگر ڈاکخانہ امریہ ضلع پٹی جیٹ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں، ایک موضع جس میں پانچ چار گھر مسلمانوں کے اور پندرہ بیس گھر اہل ہندو کے ہیں، اور قدیم الایام سے ایک مسجد تعمیر خام خس پوش موجود ہے، کسی وقت میں یہ مسجد مسلمانوں کی آبادی کے اندر واقع تھی اور اس کے گرد و نواح میں مسلمان آباد تھے، رفتہ رفتہ تغیر و تبدل ہوتے ہوتے مسلمانوں کی آبادی اس مقام سے ہٹتی گئی اب صورت یہ ہے کہ مسجد کے گرد و نواح کوئی مسلمان کا گھر نہیں ہے اور وہ مسجد بالکل مسلمانوں کی آبادی سے ایک جانب ہندو کی آبادی کے ساتھ متصل ہے اور ہمیشہ خراب و خستہ اور ویران پڑی رہتی ہے اور عرصہ دس بیس سال سے نہ وہ آباد ہوئی اور نہ آبادی کی امید ہے، اب بفضلہ تعالیٰ اہل اسلام میں سے ایک شخص کو خداوند تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ مسجد پختہ بنانا چاہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ مسجد پختہ اسی مسجد قدیم کی تعمیر کی جائے کہ جو ایک مدت دراز سے غیر آباد اور نہ آئندہ آبادی کی امید ہے، یا یہ کہ اس کو کسی طرح محفوظ محدود کر کے دوسری جگہ مسلمانوں کی آبادی کے درمیان میں مسجد پختہ تعمیر کی جائے کہ جس سے اس مسجد پختہ جدید میں نمازیوں کا پہنچنا بھی آسان ہو اور مسجد آباد رہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

حتی الامکان مسجد کا آباد کرنا فرض ہے اور ویران کرنا حرام۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ^۱	اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے (ت)

ہندوستان کی آبادی کا قاعدہ یہ ہے شہر ہو یا گاؤں کہ مکانات قریب قریب ہوتے ہیں، بیس پچیس گھر کا گاؤں اتنے فاصلہ کی آبادی نہ رکھے گا کہ مسلمانوں کو مسجد قدیم تک جاننا دشوار ہو، تو جو صاحب پختہ بنانا چاہتے ہیں اسی کو پختہ کریں اور آباد کریں جدا مسجد بنانے میں نفل کا ثواب پائیں گے اور اس مسجد کے آباد کرنے میں فرض کا ثواب

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

نفل کے ثواب کو فرض کے ثواب سے کچھ نسبت نہیں ہو سکتی، بڑے گاؤں میں جو لوگ رہتے آبادی میں ہیں اور ان کی کاشت کے نمبر گاؤں کے دھری پر ہیں روزانہ جوتے، کاٹنے، کے لئے دو دو میل جاتے آتے ہیں اپنے رب کے فرض ادا کرنے کو دس قدم آگے جانا کیا دشواری ہے، اصل حکم یہ ہے، اگر عمل اس پر واقعی ناممکن ہو تو وجہ دشواری سے مفصل اطلاع دیں اگر معقول ہوئیں تو چارہ کار بتایا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۸، ۲۰۹: مسئلہ حاجی محمد رمضان و ابراہیم پیر زادہ وغیرہما انصاری سکھائے قصبہ پالی مارواڑ کیر یہ محلہ ناڈی ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ پالی مارواڑ محلہ ناڈی میں فقیر ٹونڈے شاہ نے اپنے مکان میں ایک چھوٹی سے مسجد خاص اپنے ہی واسطے نماز پڑھنے کے لئے بنوائی اور تازیست خود اسی میں وہ نماز پڑھتا رہا عام لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ جب ٹونڈے شاہ لاوارث مر گیا تو اس مکان کا قبالہ یعنی پٹہ سرکار راج مارواڑی نے بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کر دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ ٹونڈے شاہ تو، نااولاد گیا لہذا اس کے مکان کا پٹہ یعنی قبالہ حاجی اعظم شاہ صاحب کے نام کر دیا گیا ہے۔ سواب اس مکان پر قابض اور متصرف حاجی اعظم شاہ کی اولاد رہے گی کسی دوسرے کا کوئی حق اور ملکیت اس مکان پر نہیں ہے، چنانچہ تخمیناً سو برس عرصہ ہوا آج تک اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم اس مکان پر قابض اور متصرف ہے، تھوڑا عرصہ ہوا کہ چند اشخاص ناحق شناس نے عدالت میں مسجد کو اپنے قبضہ و تصرف میں لانے کی غرض سے دغوی کیا مگر بروئے پٹہ سرکار کے عدالت نے حق اور ملکیت اس مکان اور مسجد پر اولاد حاجی اعظم شاہ مرحوم ہی کا بدستور قدیم قائم رکھا، اب وہی اشخاص مذکورین اولاد حاجی اعظم شاہ مرحوم کو تنگ کرتے ہیں کہ یا تو مسجد کو چھوڑ دو اور نہیں تو تم کو اسلام سے خارج کرادیں گے۔ لہذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس مسجد کو اولاد حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم سے جبراً لے لی جائے تو اس مسجد میں نماز عند الشرع صحیح و درست ہوگی یا کیا؟

دوم اگر اولاد حاجی اعظم صاحب مرحوم مسجد کو نہ چھوڑیں تو مخالفین ان کو اسلام سے خارج بحکم شرع شریف کر سکتے ہیں یا کیا؟ اور یہ امر بھی واضح رہے کہ مسجد متنازعہ عام مسلمانوں پر وقف نہ ہونے کی وجہ سے سرکار راج مارواڑ نے اس کا پٹہ بصیغہ لاوارثی بنام حاجی اعظم شاہ صاحب مرحوم کر دیا ہے، اور جو مسجدیں کہ عام مسلمانوں پر وقف کی گئی ہیں ان کا یہ سرکار راج مارواڑ بصیغہ لاوارث نہیں کرتی ہیں، لہذا امید وار کہ اس صورت میں جو امر حق ہو ارشاد فرمائیں اور عند اللہ و عند الناس مابجور و مشکور ہوں، فقط۔

الجواب:

اس سوال میں چند باتیں معلوم ہونے کی ضرورت ہے:

- (۱) وہ مسجد مکان کے اندر کس حیثیت سے ہے؟
- (۲) مسجد تک راستہ مکان کی زمین مملوک میں ہے یا کس طرح ہے؟
- (۳) ٹونڈے شاہ کے وقت میں اور بھی لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے یا تنہا وہ پڑھتے تھے اگر اور لوگ بھی پڑھتے تھے تو کون اس محلہ کے یا عام راہ گیر یا کیا؟
- (۴) اس مسجد کی ہیئت کیا ہے، اس میں محراب، منبر، برجیاں، منارے وغیرہ ہیں یا نہیں؟ بہتر ہو کہ اس مسجد اور مکان کا شارع عام تک پورا مفصل واضح نقشہ بنا کر بھیجے۔
- (۵) اس کا کیا ثبوت ہے کہ ٹونڈے شاہ نے وہ مسجد خاص اپنے لئے بنائی اور کسی کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی؟ ان باتوں کا مفصل جواب اسی ورق کی پشت پر مع نقشہ لکھ کر یہ ورق واپس کیجئے تو جواب دیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: مسؤلہ یعقوب علی نقشبندی قادری مقام کٹسری ضلع گوڑگاؤں ڈاکخانہ دھنیہ اسٹیشن مالوسانہ ۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ کیافر ماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یعنی مسجد میں تیل خرچ سے زائد قریب تیس آثار کے جو عرصہ سے جمع ہے اس تیل کو فروخت کر کے قیمت اس کی اخراجات مسجد میں لائی جائے یا یہ کہ اس کو محتاجوں میں تقسیم کیا جائے؟

الجواب: اگر مسجد کے لئے روزانہ تیل دوسری جگہ سے آتا ہے مسجد کو خریدنا نہیں ہوتا جس کے باعث یہ تیل مسجد میں کام آنے کی امید نہیں یا اس کی حفاظت میں وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے متولی و اکثر متدین اہل محلہ امانت یا دیانت و اعلان کے ساتھ بیچ کر اخراجات مسجد میں صرف کر دیں، محتاجوں میں تقسیم کرنا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱ تا ۲۱۲: بروز سہ شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیافر ماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

اولا: ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دکانات کے آثار تھے، مگر ان کی چھت کی بلندی

صحن مسجد کی عام سطح سے کہیں ممتاز نہیں تھی یعنی دکانات کی چھت اور مسجد کا بقیہ صحن سب ایک سطح مستوی تھی اور یہ کل رقبہ ایک فسیل سے محاط تھا، اس فسیل کے اندر اندر کل اراضی مسجد اور مصلیٰ تھی اب وہ دکانات دوبارہ تعمیر ہوئیں، فصل گرا دی گئی، صحن مسجد کا وہ جز جو دکانات کی چھت بنا ہوا تھا دکانات میں ڈال دیا گیا، اور وہ اتنی اونچی پائی گئیں کہ بقیہ صحن سے ایک قدم سے زیادہ بلند ہیں۔ اس چھت کے پر نالے مکانات کے پچھت پر یعنی صحن مسجد میں اتارے گئے اور صحن مسجد کے کنارے پر پچھت کی جڑ میں ایک عرض محدود کر دیا گیا جس پر وہ پر نالے گرتے ہیں اور اس نالے میں بھی لوگ وضو کرنے لگے، اس چھت سے ملحق ایک بالا خانہ اور چھت کل کو ایک مکان کی حیثیت سے کرایہ پر اٹھا دیا گیا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو، سوال یہ ہے کہ اب یہ چھت مسجد کے حکم میں ہے یا خارج از مسجد؟ اور اس پر ایسے تصرفات جائز ہیں یا نہیں جو مسجد پر ناجائز ہوتے ہیں، مثلاً بود و باش رکھنا نجاست ڈالنا وغیرہ اور مذکورہ بالا پر نالے اور نالی قابل قائم رکھنے کے ہیں یا نہیں؟

حاجی: ایک مسجد کے صحن کا ایک جز مصلیٰ کاٹ کر موڑ پر سے محدود کر دیا گیا بدیں غرض کہ نمازی اس جگہ جو تاتار کریں، یہ تصرف اور اس جگہ جو تے اتارنا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

وہ چھت مسجد ہے اسے مسجد سے توڑ کر دکان میں ڈال دینا ایک حرام اور اسے بالا خانہ حجرہ کا صحن و گزرگاہ کر دینا دوسرا حرام، اور اسے کرایہ پر اٹھا دینا تیسرا حرام، اور اس کی آبچک کے لئے مسجد کا ایک اور حصہ توڑ لیا محدود کر دینا اور اس میں وضو ہونا چوتھا حرام۔ غرض یہ افعال حرام در حرام در حرام ہیں۔ فرض ہے کہ ان تمام تصرفات باطلہ کو رد کر کے مسجد مثل سابق کر دیں۔ در مختار میں ہے:

اگر واقف نے مسجد کی چھت پر امام کا حجرہ بنا دیا تو جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے مگر تمام مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اسے منع کیا جائیگا اگرچہ وہ کہے کہ میں نے شروع سے اس کی نیت کی تھی اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، تاتار خانہ، تو جب خود واقف کا حکم یہ ہے تو غیر واقف کو ایسا کرنے کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے چنانچہ اس عمارت کو گرانا واجب ہے اگرچہ وہ دیوار مسجد پر

لوبي فوقہ بیتا للامام لا یضر لانه من المصلح
امالوتبت المسجدية ثم ارادة البناء منع ولو قال
عنيت ذلك لم یصدق تاتار خانیه فاذا کان هذا فی
الواقف فكيف لغيره فيجب هدمه ولو علی جدار
المسجد ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان

بنائی گئی ہو اور اس کی اجرت لینا یا اس میں سے کسی حصہ کو ذریعہ آمدن یا رہائش گاہ بنانا جائز نہیں، بزازیہ (ت)	یَجْعَلُ شَيْئًا مِنْهُ مُسْتَغْلًا وَلَا سَكْنَىٰ بِزَاوِيَةٍ ^۱ ۔

اسی طرح دوسرے سوال میں جو تصرف کیا گیا اور مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنایا یہ بھی تصرف باطل و مردود و حرام ہے، اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں لایجوز تغیر الوقف عن حیأتہ^۲ (وقت کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ ت) مسجد کے مجموعہ جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قَالَ اللہ تعالیٰ "وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ" (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں۔ ت) یہاں بھی وہی حکم ہے کہ فوراً فوراً اس ظلم کی منڈیر کو دور کر کے زمین مسجد شامل مسجد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: مرسلہ سعید الرحمن ناظم اتحاد و تنظیم کمیٹی جامع مسجد پبلی بھیت ۸ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ چہار شنبہ کیا حکم ہے شریعت غرکا مسائل مندرجہ ذیل میں، جواب شافی سے مطمئن و معزز فرمایا جائے:

(۱) مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا، کسی معذور، بیوہ یا کسی مسجد یا خاص اسی مسجد کی ضروریات کے لئے کسی قومی یا مذہبی ضرورت کے لئے چندہ و خیرات مسجد میں مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو مکان و زمین وغیرہ کہ وقف ہے یعنی کسی مسجد و مدرسہ کی ضروریات کے لئے وقف کی گئی ہے مروایم یا کسی اور وجہ سے اس میں ایسا تغیر واقع ہو گیا ہے کہ اس کو رکھنے میں فی الجملہ نقصان ہے اس کو اس نیت سے کہ آئندہ اور نقصان ہوگا فروخت کر کے اس کی قیمت اس مسجد و مدرسہ میں داخل کرنا یا بجائے اس کے اس سے زیادہ نفع کی کوئی چیز اس مسجد و مدرسہ کے لئے خریدنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مستعمل و بیکار چیزیں نیلام کرنا یا فروخت کرنا کیسا ہے؟

(۳) مقامی حالت کا اندازہ کر کے کسی مسجد وغیرہ کے انتظام و نگہداشت کے لئے چند مسلمانوں کو منتخب کر کے دوسرے لوگوں کو جو اس انتظام کے لئے مخصوص نہیں کئے گئے ہیں روکنا کہ وہ بطور خود مسجد میں دست اندازی نہ کریں جس سے مقررہ انتظام میں اتاری و برہی پیدا ہونے کا خیال ہے یا بغیر امتیاز کے

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۷۹

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

^۳ القرآن الکریم ۱۸/ ۷۲

ہر شخص کو وعظ کہنے کی اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مسجد میں اپنے لئے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسماعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہئے کہ ستر پیسے اللہ تعالیٰ کے نام پر دے کہ اس پیسہ کا کفارہ ہوں، اور کسی دوسرے کے لئے مانگنا مسجد خواہ کسی اور ضرورت دینی کے لئے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

(۲) وقف کو بیع کی اجازت نہیں ہو سکتی جب تک واقف نے استبدال کی شرط نہ لگائی ہو، فی الجملہ نقصان یا آئندہ اس کا احتمال اس کی اجازت کا کفیل نہیں ہو سکتا، مسجد کی مستعمل چیزیں مثلاً چٹائیاں، دریاں، بوٹے صرف مستعمل ہونے کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی نہیں، اور ایسی اشیاء میں سے جو بیکار ہو جائے وہ دینے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

(۳) بغیر امتیاز وعظ کی اجازت دینا جائز نہیں اور روکنا واجب ہے، ان کا انتظام اگر صحیح و مطابق شرع و موافق مصالح مسجد ہو تو دوسروں کو اس میں دست اندازی کی وجہ نہیں اور وہ روکے جاسکتے ہیں اور اگر ان کا انتظام خلاف شرع ہو تو ہر مسلمان اس میں دست اندازی کر سکتا ہے اور اس کے روکنے کا حق کسی کو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: آہود ملک مارواڑ متصل ایر پتوار پیر محمد امیر الدین روز یک شنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ پیش امام میں کون کون صفت ہونی چاہئے؟ آیا کہ مسجد کا تیل وہ گھڑے و روٹی وغیرہ فروخت کرنا جب ان لڑکوں سے مار پیٹ کر روٹی منگنا وہ روکھی لائیں تو ان کو مارنا اور جمعے کے روز بھی لڑکوں کو اسی واسطہ بلوانا کہ میری ریاض کی روٹیوں میں فرق نہ پڑ جائے اور مسافر بھوکا رہے تو رہے مگر روٹی شکر وہاں نافروخت ہوئے تو دوسری موضع جا کر فروخت کرنا اور پانی کے گھڑے جو مسجد میں وضو کے واسطے موہلے والے لے کر آئیں تو امام اپنے مکان پر پانی پہنچا دے وضو والے تکلیف اٹھاتے اور مسافر وغیرہ سب تکلیف اٹھاتے تو ایسے امام کار ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہی ساتھ والے ہو کر یہ بات کرے تو جائز ہے؟

الجواب:

امام مسجد صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القرأت، غیر فاسق معلن، عالم احکام نماز و طہارت ہونا چاہئے جس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے جماعت کی قلت و نفرت پیدا ہو، مسجد کے گھڑے اپنے لئے فروخت کرنا حرام ہے اور مسجد کا تیل اگر دینے والوں کی اجازت ہو کہ جو خرچ سے بچے اسے

امام یا مؤذن یا مسجد کا خادم لے لیا کرے تو وہ بچا ہوا جمع کر کے بیچنا جائز ہے، مسجد کی روٹی دینے والے نے جسے دی تھی اگر بطور تملیک دی تھی تو اس کو بیچنے کا اختیار ہے اور اگر بطور اباحت دی جیسے کھانا سامنے لا کر رکھتے ہیں کہ جتنا پیٹ میں آئے کھا لو اسے صرف کھانا جائز ہے بیچنا یا دوسرے کو دینا حرام۔ جبراً روٹی منگنا حرام ہے مگر جب کہ وہی نوکری کی اجرت قرار پائی ہو، اور اس کے لئے لڑکوں کو مارنا جائز نہیں مگر جب کہ وہی اس واجب شدہ روٹی کے لانے میں قصور کرتے ہوں اور مارنا ہاتھ سے ہونہ کہ لکڑی سے، اور تین بار سے زائد نہ ہو، اور منہ پر نہ ہو۔ اور جمعہ کو بھی روٹی منگا سکتا ہے جب کہ وہ اجرت میں ٹھہری ہو۔ اور روٹی کہ اس کی ملک ہو جائے اسے اس کے بیچنے کا اختیار ہے خواہ وہاں بیچے یا دوسری جگہ۔ جو پانی مسجد میں وضو کے لئے رکھا گیا اسے اپنے گھر لے جانا جائز نہیں اگرچہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور تکلیف ہو تو دوہرا حرام۔ جو باتیں ان میں ناجائز بتائی گئی ہیں جو امام ان کا ارتکاب کرے اور باز نہ آئے اسے امام نہ رکھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۹: ابوتراب محمد اسماعیل موضع پنجم سینگ ڈاکخانہ جعفر گنج، چہار شنبہ ۸ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں چار کنارہ پر چار مساجد مدت بیس بائیس برس سے جاری ہیں اور ہر مسجد میں تھمیتاً بیس یا پچیس آدمی نماز جمعہ کی پڑھتے چلے آئے ہیں اور ان چار مساجد میں سے ایک قدیم ہے لیکن وہ بھی موضع کے ایک کنارہ پر واقع ہے اب کوئی عالم صاحب بنظر ہدایت و اصلاح دین و دنیا و رضائے خدا و رسول اہل موضع کو بلا کر کہے کہ بحسب حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتبوا السواد الاعظم وید اللہ فوق الجماعة ^۱	سواد اعظم کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہوتا ہے (ت)

ان چاروں جماعت کو اکٹھا کر کے نماز جمعہ کی بطور اکمل و اشرف ادا کیا کرو۔ اہل موضع بالاتفاق بایں شرط اس بات میں راضی ہوئے کہ گاؤں کے بیچانچ میں جامع مسجد ہو، بعدہ مسجد قدیم والے کچھ پس و پیش کرنے لگے کہ یہاں سب کیوں نہیں آتے مسجد قدیم کو کس طرح توڑوں مابقی تین مساجد والے بوجہ حرج مسافت و بعد مسجد قدیم کے اسمیں راضی نہیں۔ اس سوال میں یہ تین باتیں ضرورت طلب ہیں:

(۱) اول، عالم صاحب مذکورۃ الصدر کو ان چاروں مسجدوں کے ٹین و ستونوں کو اکھیر کے موضع کے بیچ میں ایک مسجد جامع بنا کر چاروں جماعت کو لے کے اس مسجد جامع میں نماز جمعہ کی پڑھنی جائز ہے

^۱ المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵ و ۱۱۶

یا نہیں، اور وہ عالم اس امر میں مستحق ثواب ہوگا یا عذاب؟
 (۲) دوم، ان چاروں مسجدوں کا متر و کہ بیٹ یعنی جاگیوں کا کیا حکم؟
 (۳) سوم، مسجد قدیم والے کا عذر مذکورہ مکتوبہ از روئے شرع شریف و دین منیف مسموع یا غیر مسموع مستحسن یا غیر مستحسن؟
 بینوا تو جروا۔

الجواب:

سائل نے گاؤں کے لفظ سے تعبیر کیا، اگر وہ واقع میں گاؤں ہے شہر یا قصبہ نہیں جب تو سرے سے بنائے سوال باطل ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، اور اگر گاؤں سے بستی مراد ہے اور وہ بستی کم از کم قصبہ ہے، جب یہ حرام ہے کہ اور مسجدوں کو برباد کر کے جامع مسجد بنائی جائے، نہ ان مسجدوں کے ٹین و ستون اس کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے:

لا یجوز نقله ولا نقل ماله الی مسجد آخر ^۱ ۔	مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں (ت)

نہ ان مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہو سکتا ہے، جو ایسا کرے گا سخت ظالم و مستحق سخت عذاب ہوگا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّجِدَ اللَّهِ أَنْ يُبَدِّلَ كَرَّ فِيهَا أَسْمَاءَ وَسَلَى فِي خَرَابِهَا" ^۲ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے (ت)

اور جب کہ بعد مسافت کی وجہ سے حرج ہے تو لوگ مجبور نہیں کئے جاسکتے کہ جمعہ ایک ہی جگہ پڑھیں کہ مذہب صحیح معتمد مفتی بہ میں شہر میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۰: مسئلہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ انوار ملوک ناگپور شہر ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
 مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید و فروخت تجارت کر سکتے ہیں، مسجد کے جمع مال افزہ دے لئے؟

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۱

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

الجواب:

تجارت میں نفع نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین و خائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱: از برٹس کائنات مرارا پترس ہال ونچ ایسٹ بنک مسؤلہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں عالم ہوں اور مجرد مسجد ہونے کے ایک مکان میں پنجوقتہ نماز اور عید کی نماز اور جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے تو اس کا حکم کیا ہے، اور حال یہ ہے کہ اس مکان کے مالک نے عام اجازت دے دی ہے کہ جس کی خوشی ہو وہ آکر نماز پڑھے جمعہ اور عید اور پنجوقتہ کی، آیا اس مکان کو پھر اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں، فقط۔

الجواب:

اگر اس نے اس مکان کو نماز کے لئے وقف کر دیا تو وہ مسجد ہی ہے اسے اس میں رہنا جائز نہیں تمام آداب مسجد لازم ہیں اور اس میں نماز کا وہی ثواب ہے جو مسجد میں ہے اور اگر صرف اتنا کہا کہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں مگر وقف نہیں کرتا، تو اس میں نماز جائز ضرور ہے اگرچہ جمعہ وعیدین کی کہ ان کے لئے بھی مسجد شرط نہیں مگر بلا عذر شرعی عیدین میں ترک سنت اور فرائض میں ترک واجب ہے، یہ کہنا کہ میں عالم ہوں اگر کسی وقت کسی ضرورت و مصلحت شرعی کے سبب ہے تو حرج نہیں، قال سیدنا یوسف علی نبینا الکریم وعلیہ: "إِنِّي حَفِیْظٌ عَلَیْکُمْ" ^۱ (بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ ت) اور اگر بلا ضرورت ہے تو جہل اور خود نمائی ہے خود ستائی کے لئے ہے تو سخت گناہ ہے قال اللہ تعالیٰ "فَلَا تُزْکُوا أَنْفُسَکُمْ" ^۲ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی پاکیزگی مت بیان کرو۔ ت) حدیث میں ہے:

من قال انا عالم فهو جاهل ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جو یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(ت)	(ت)

مسئلہ ۲۲۲: از مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس مسؤلہ امان اللہ مدرس یکشنبہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زید نے چند مسلمانوں سے کچھ روپیہ بطور چندہ مجتمع کیا یہ کہہ کر کہ اس روپیہ سے زمین مسجد بنانے کو خرید

^۱ القرآن الکریم ۱۲/۵۵

^۲ القرآن الکریم ۵۳/۳۲

^۳ المعجم الاوسط حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف الرياض ۷/۴۳۳

کی جائیگی، اس نیت سے لوگوں نے چندہ دیا اور اس روپیہ سے چندہ کے ایک زمین خریدی گئی، وقت بنائے مسجد قطب نما وغیرہ سے سمت قبلہ درست کرنے میں منجملہ زمین خرید شدہ چندہ ہاتھ زمین بسبب کچی کے احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی مسجد بہمہ وجوہ تیار ہو گئی اس میں جمعہ جماعت جاری ہے لیکن کسی مسلمان نے نہ زبانی اب تک ایسا کہا کہ یہ سب زمین خرید شدہ ہم نے وقف کی نہ ایسی تحریر کسی منتظم مسجد یا چندہ دہندگان کی طرف سے ہوئی، ایسے حال میں علمائے دین سے سوال ہے کہ وہ زمین احاطہ مسجد سے باہر رہ گئی ہے زمین مسجد سمجھی جائے گی اور اس کا حکم مسجد کا ہوگا یا فقط زمین موقوفہ کہی جائے گی حکم مسجد میں نہ ہوگی، اور بہر حال اس زمین کا بیع و شراء یا اس میں تصرف مالکانہ کرنا جائز ہوگا یا ممنوع و ناجائز؟ منتظم مسجد نے اس زمین کو خارج مسجد سمجھ کر ہمسایہ کے ایک مسلمان سے کچھ روپیہ لے کر اس کو دے دی اور اس روپیہ کو مسجد کے متعلق خرچ کیا اور اس مسلمان نے اس زمین سے زمین اپنے مکان کی چھت کا بنایا اس سے عام مسلمان ناراض ہیں کہ زمین مسجد یا زمین وقف میں کیوں ایسا تصرف کیا گیا، اب اس صورت میں حکم شرع کیا ہے؟ آیا وہ زمین تڑوا کر زمین واپس لے لی جائے یا اس کے عوض میں جو روپیہ وہ مسلمان دے چکا ہے اس سے وہ زمین اس کی مملوکہ ہوئی؟ زمین تڑوانے اور زمین واپس لینے کا حق شرعاً مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اور اگر وہ مسلمان بلانا لاش کرنے کے عدالت حاکم وقت میں زمین تڑوانا اور زمین واپس دینا نہ چاہے تو مصارف نالاش ذمہ منتظم ہوگا جس نے روپیہ لے کر زمین بنانے کی اجازت دی ہے یا عام مسلمانان کے ذریعہ وہ خرچ ہوگا۔ ہر شش سوال کا جواب عام فہم مفصل ہو دلائل و نقل عبارت مستندات درکار ہے۔ بدون اس کے تشفی عام مسلمانان و صورت رفع نزاع متصور نہیں، فقط

الجواب:

اگر چندہ دینے والے سب یا ان کا وکیل ماذون بعد خریداری زمین یہ کہہ دیتا کہ اس زمین کو مسجد کیا تو وہ کل مسجد ہو جاتی اور اس میں سے کسی جزو کی بیع یا کوئی تصرف مالکانہ مطلقاً حرام ہوتا لیکن ظاہراً یہاں ایسا واقع نہ ہوا بلکہ زمین خریدی گئی کہ اس میں مسجد بنائی جائے گی اور بنانے میں تصحیح سمت کے سبب ایک حصہ جھوٹ گیا، جس قدر بنی وہی مسجد سمجھی گئی اور اس میں نماز جاری ہوئی، حصہ متروکہ کو اگر چندہ دہندوں یا ان کے وکیل ماذون نے وقف علی المسجد کر دیا تو اب بھی اس کی بیع ناجائز ہوئی مگر سوال سے اس صورت کا وقوع بھی ظاہر نہیں ہوتا، صرف اتنا ہوا کہ وہ چندہ دے کر اس روپے اور زمین سے بے تعلق ہو گئے اور یہ ملک سے خارج ہونے کا موجب جب تک وقف شرع نہ پایا جائے یہ بیع اور اس روپے کا مسجد میں صرف کرنا اگر اجازت مالکان سے تھا یا بعد وقوع انہوں نے اجازت دے دی تو دونوں تصرف صحیح ہو گئے، اور اگر مشتری کی خریداری اور زمین بنالینے کو ایک کافی زمانہ گزرا اور مالکوں نے تعرض نہ کیا تو یہ بھی

اجازت سمجھی جائے گی، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۵: از مقام قاضی کیری ڈاکخانہ نویسی ضلع بھاگلپور بمکان شیخ شمس الدین صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ روز شنبہ۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد خام تھمیداً بیس ۲۰ برس سے تھی بمشورہ مسلمان موضع پختہ بنانے کی رائے ہوئی، جس وقت نیو دیوار کھودی گئی قبر نکلی، دریافت کرنے سے جو ضعیف موضع تھے معلوم ہوا ان سے کہ ہم نے اپنے والد وغیرہ سے سنا ہے کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے، اکثر مکانوں میں بھی قبر نکلتی ہے، نماز اس میں جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مسجد کسی صرف میں آسکتی ہے یا پرتی میدان رہے گا، میدان رہنے میں ممکن ہے زمیندار کسی کو دے دے پھر اس کی حفاظت کی کیا صورت کی جائے؟

(۲) اس موضع کا مالک ایک کافر راجہ ہے وہ حتی الامکان دوسری جگہ مسجد بنانے سے مانع ہوگا اور یہاں رعیت کو اختیار بیع و فروخت ہے راجہ کچھ نہیں کر سکتا ہے صرف مالگزاری کا مستحق ہے اگر خلاف مرضی راجہ دوسری جگہ مسجد بنائی جائے تو مالگزاری جو مقرر ہے نہیں چھوڑے گا، پس اس صورت میں جبکہ مالگزاری برابر زمیندار لیتا رہا حکم میں مسجد کے ہوگا یا نہیں؟ بصورت عدم جواز جو مسجد اس طرح بنی ہو کیا حکم ہے، منہدم کر دیں یا کیا کریں؟

(۳) جب کہ کل موضع قبرستان پر آباد ہے تو جو لوگ نماز گھر میں پڑھیں جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

یہ خبر کہ یہ سب قبرستان ہے بلکہ کل بستی قبرستان پر آباد ہے بہت بعید و شنیع امر کی خبر، اور خود اپنے مخبروں کی بے اعتباری و رد شہادت پر دلیل روشن ہے، جن اشخاص نے ایسا بیان کیا اگر بے نمازی ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا فسق و رد شہادت درکار، اور اگر نمازی ہیں تو قبروں پر نماز حرام ہے، یہ حرام خصوصاً علی الدوام کر کے بھی فاسق و مردود الشہادۃ ہوئے بلکہ سب بستی قبروں پر آباد ہے تو مقابلہ پر چلنا پھرنا، سونا، بیٹھنا، پاخانہ پیشاب کرنا کس نے حلال کیا۔ دانستہ مدام ان کے ارتکاب سے بھی فسق ظاہر، بہر حال خبر مردود و نامسموع ہے بلکہ بالفرض اگر یہ لوگ ان محرمات کے ارتکاب سے خود محفوظ بھی ہوتے تو اور مسلمان کو ان میں مبتلا دیکھ کر مدتوں یہ شہادت ادا نہ کرنا اور اب بتانا یہ خود کیا فسق کے لئے کافی نہیں۔ اشباہ و در مختار وغیرہما میں ہے:

بغیر طلب اداء شہادت واجب ہے اگر وہ شہادت

یجب الاداء بلا طلب لوالشہادۃ فی

حقوق اللہ تعالیٰ ومتی اخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد ^۱ ۔	حقوق اللہ سے متعلق ہو اور شاہد حسبہ نے بلا عذر شہادت میں تاخیر کی تو وہ فاسق ہوگا اور اس کی گواہی مردود ہوگی (حسبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو)۔ (ت)

غرض ان کے کہنے پر کچھ نظر نہ کی جائے، مسجد بنائی جائے اور اگر قبریں نکلیں تو وہ ضرور مسجد ہے اور اس میں نماز جائز اور اس کی حفاظت واجب۔ قبر جو نکلی ہے اور اس پر نماز نہ پڑھیں، نہ اس کی طرف پڑھیں، اس کے برابر آگے داسنے بائیں پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ اگر قبر کسی مقبول بندے کی ہے تو اس کی قربت سے نماز میں اور برکت آئے گی،

کما فی اللغات ومجمع البحار وکثیر من الاسفار وقد بینا فی فتاوانا۔	جیسا کہ لمعات، مجمع البحار اور متعدد کتب جلیلہ میں ہے اور تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ (ت)

قبر کے شرقی جانب آدھ گز بلند ایک اینٹ کا سترہ قائم رکھیں پھر اس طرف بھی نماز جائز ہو جائیگی، اور اگر ان لوگوں کا اس مسجد کی نسبت بیان صحیح نکلے کہ جا بجا قبور برآمد ہوں تو وہ بیشک مسجد نہیں۔

فان الوقف لایوقف اخری ولا یحل اتخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوۃ علیہا۔	وقف کو دوبارہ وقف نہیں کیا جاسکتا اور قبور کو مسجدیں بنانا حلال نہیں اور نہ ہی قبور پر نماز پڑھنا مباح ہے (ت)

اس صورت میں دوسری جگہ مسجد بنانی لازم، اور راجہ اگر مالگزاری نہ چھوڑے تو اس سے مسجد میں کچھ خلل نہ آئے گا فان غایتہ الظلم والظلم لایبطل الحق (کیونکہ نتیجہ یہ ظلم ہے اور ظلم حق کو باطل نہیں کرتا۔ ت) اور پچھلی صورت میں پہلی عمارت کہ حقیقتہ مسجد نہیں ضرور منہدم کر دی جائے کہ بوجہ قبور اس میں نماز جائز نہیں اور صورت مسجد باقی رہے گی تو نا واقف کو دھوکا دے گی وہ اس میں نماز پڑھے گا نماز بھی خراب ہوگی اور قبور پر چڑھنے سے ان کی بھی بے حرمتی ہوگی۔ یہ دو سوالوں کا جواب ہوا۔ تیسرے کی بنا اس پر ہے کہ وہ کل موضع قبرستان پر آباد مان لیا جائے اور ہم اوپر ثابت کر چکے کہ یہ خبر مدفوع ونا مسموع ہے۔ اگر تسلیم کی جائے تو نہ صرف نماز وہاں چلنا پھرنا، رہنا، بسنا، پاخانہ، پیشاب سب حرام ہو جائے گا کما بینا فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم رسالہ "الامر باحترام المقابر" میں بیان کر چکے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۲

مسئلہ ۲۲۶: از دھاکہ محلہ مولوی بازار کوٹھی نمبر ۱۱ مسئلہ برکات احمد سوداگر ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے، مسجد پختہ چندہ جمع کر کے بنانا کیسا ہے اور چندہ دینے والوں کو اس کا اجر کیا ملے گا؟ والسلام سنت اسلام۔

الجواب:

صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من بنی لله مسجدا زادني رواية ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتا في الجنة ^۱ زادني رواية من درو یا قوت ^۲ ۔	جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اگرچہ ایک چھوٹی سی چڑیا کے گھونسے کے برابر، اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں موتی اور یا قوت کا محل تیار فرمائے گا۔

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے۔ ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ مدینہ طیبہ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنائی، پھر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں زیادت فرمائی، پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی، اس پر یہی حدیث روایت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷: روز شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان خس پوش پیش مسجد و ملکیت مسجد واقع ہے اس کو توڑ کر ارضی مسجد میں شامل کر لیا جائے اور امورات نیک مثل نماز جنازہ وغیرہ کے واسطے محدود کر دیا جائے، دوسرے ہر شخص کو وقت آمد و رفت مسجد کو اڑ دروازہ مسجد بھیڑ کر آنا جانا چاہئے یا نہیں؟ پس صورت مسئلہ میں حکم شرع شریف کا کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جائز ہے اگر خلاف شرط واقف نہ ہو، مسجد کے کوڑ کبھی نہ بھیڑے جائیں گے بعد فراغت نماز عشاء جبکہ کسی کے آنے کی امید نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دار الفکر بیروت ۱/۲۴۱، سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب

من بنی لله مسجدا یزید ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴

^۲ المعجم الاوسط حدیث ۵۵۵۵ مکتبۃ المعارف الرياض ۱/۲۷

مسئلہ ۲۲۸: مسئلہ عبد الرب مراجملیا احاطہ امر یا ضلع پبلی بھیت

۶ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

گرد مسجد کس قدر زمین جنت ہے پیمائش مہرے گرتین فٹ والے کی لکھی جائے، فقط۔

الجواب:

مسجد کی نسبت ایک حدیث روایت کی جاتی ہے روز قیامت تمام مساجد کی زمین جمع کر کے داخل جنت کی جائے گی،

تذهب الارضون کلھا یوم القیمة الا المساجد فانھا ینضم بعضها الی بعض ^۱ قال الشراح ای فتصیر بقعة فی الجنة ^۲ ۔	قیامت کے دن تمام زمینیں ختم ہو جائیں گی سوائے مساجد کی زمینوں کے کہ ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا جائے گا یعنی اکٹھا کر دیا جائے گا۔ شارحین حدیث نے فرمایا کہ وہ جنت کا حصہ بنادی جائیں گی۔ (ت)

اور یہ تو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

اذ امرتم برياض الجنة فارتعوا قبل وما رياض الجنة يا رسول الله قال المساجد قبل وما الرتع قال سبحن الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ^۳ ۔ رواه الترمذی وغيره عن ابی هريرة رضي الله عنه۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کی کیاریوں پر گزرو تو ان میں چروان کا میوہ کھاؤ، عرض کی گئی یا رسول اللہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں۔ عرض کی گئی وہ چرنا کیا ہے؟ فرمایا یہ کہنا "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" (اس کو ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مگر یہ حدیث محتمل تاویل ہے اور پہلی روایت میں سخت تعلیل ہے اور مسجد کے قریب اصلاً کسی حصہ کا جنت سے ہونا
وارد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹: مرسلہ سید محمد حسین علی قاضی سید پور علاقہ اندور محلہ جمال پورہ اور نگہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد پرانی ہے اور اس کو

^۱ المعجم الاوسط حدیث ۴۰۲۱ مکتبۃ المعارف الرياض ۱۸/۵

^۲ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت مذکورہ مکتبۃ الامام الشافعی الرياض ۱/۴۶۶

^۳ جامع الترمذی ابواب الدعوات امین مکینی دہلی ۱۸۹/۲

بنانے کے لئے اس کا پرانا سامان لکڑی وغیرہ نکالا کچھ سامان تو اس میں لگ گیا اور کچھ سامان لکڑی بیچ رہے اب اس کو کس کام میں لانا چاہئے اور اس میں بہت سی لکڑی ایسی ہے کہ وہ جلانے کے سوا اور کچھ کام میں نہیں آسکتی ہے سوا اس لکڑی کا جلانا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ اور باقی جو کہ اچھی لکڑی ہے اس کو دوسرے شخص معتبر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب تحریر فرمائے گا۔

الجواب:

مسجد کا عملہ جو بیچ رہے اگر کسی دوسرے وقت مسجد کے کام میں آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیچ کر دیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں لوٹے، بورے، تیل بتی وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کام متولی اور دیانت دار اہل محلہ کی زیر نگرانی ہو۔ بیچ کسی ادب والے مسلمان کے ہاتھ ہو کہ وہ اسے کسی بے جایا ناپاک جگہ نہ لگائے۔ لکڑی کہ جلنے کے سوا کسی کام کی نہ رہی سقاییہ مسجد کے صرف میں لائیں اور اگر بیچ کر دیں تو خریدنے والا بھی اسکو جلا سکتا ہے مگر اچلے کی معیت سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰: مرسلہ اسماعیل خاں کارندہ موضع ریونڈہ ڈاکخانہ مونڈہ تحصیل و ضلع مراد آباد ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص گانے بجانے کا کام کرتا ہے اور فونو گراف باجا بھرنے پر بھی اجرت تنخواہ پاتا ہے اور کوئی ہندو جو زمیندار بھی ہے اور سود وغیرہ کی آمدنی بھی اس کو ہوتی ہے ایسے ایسے دونوں قسم کے اشخاص کے روپیہ سے مسجد کا وضو خانہ بنانا یا مسجد پر کلس چڑھانا شرعیہ قاعدہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جو مال بعینہ حرام ہو وہ ان کاموں کے لئے لینا بھی حرام ہے، اور جس کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص مال حرام ہے اس کے لینے میں مضائقہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ تا ۲۳۳: از راندیر ضلع سورت مسئلہ محمد اعظم ناخدا
بروز شنبہ ۷ ارجب ۱۳۳۲ھ
ماقولکم اندریں صورت کہ مسجد کے نقد روپے پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ جمع یعنی موجود تھے اور اسی روپے سے مسجد کی تعمیر کرنے والوں نے یعنی اہل محلہ نے ٹھہراؤ یعنی مقرر کیا ہوا تھا مگر نصف کام ہو کر روپے تمام ہو گئے لہذا مسجد کی آمد کے لئے جو ملکیت واقف نے وقف کی ہوئی ہوں اس کی آمد سے دوسری ملکیت زیادہ کی ہوں یعنی آمد سے دوسری ملکیت خرید کی ہو ان کو متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ کی صلاح سے فروخت کر کے مسجد کو تمام کر دے یا بستی کے مسلمانوں کو بھی کمیٹی کر کے صلاح لے اور حاکم وقت کی منظوری درکار ہے کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضی کے، اور واقف کی کوئی شرط یا لکھان ایسا نہیں ہے جسے کوئی بیچ سکے۔

دیگر سوال: مسجد کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہ ہو اور مسجد کے خرچ و اخراجات سے آمد بہت زائد ہو تو کیا متولی یعنی مہتمم مسجد اہل محلہ سے اجازت لے کر کے مدرسہ اس فاضل آمدنی سے کھول سکتا ہے کہ نہیں؟ یا مہتمم مسجد اہل محلہ سے اجازت لے کر یا اہل بستی کے مسلمانوں کی کمیٹی کر کے ان کی رائے لے کر کے مدرسہ کھولے اور حاکم وقف کے حکم کی منظوری ملانا ضروری ہے کہ نہیں؟ کیونکہ واقف کی نیت فقط یہ تھی کہ میرے وقف شدہ ملکیت کی آمدنی مسجد میں خرچ ہو اور کوئی دلیل نہیں کہ مدرسہ کھولیں تو اس وقت میں حاکم وقف کی منظوری کی ضرورت ہوگی کہ نہیں بروقت نہ ہونے قاضی شرع کے فقط۔

سوال سوم: بنا برائیں زائد آمدنی اس مسجد کی سے دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں کہ نہیں فقط۔

الجواب:

(۱) وہ کہ واقف نے مسجد پر وقف کیا ہے اسے کوئی نہیں بچ سکتا، نہ متولی، نہ اہل محلہ، نہ حاکم، نہ کوئی، ہاں اس کی آمدنی سے جو جائیداد متولی نے وقف کے لئے خریدی وہ مسجد کے لئے بیچ ہو سکتی ہے۔ متولی اور اہل محلہ اور سنی دیندار عالم اور دیاندار مسلمانوں کے مشورہ سے جس میں غبن اور تغلب کا احتمال نہ رہے۔

(۲) جب کہ واقف نے صرف مسجد کے لئے وقف کیا تو وہ مسجد ہی میں صرف ہوگا اس سے مدرسہ نہیں کھول سکتے، نہ خود، نہ بااجازت حاکم۔

(۳) نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۴: مرسلہ محمد ابراہیم ڈاک خانہ کنکثیر ہائی اسکول ضلع فرید پور رجب ۳۳۴ھ

مسجد کے پرانے اسباب یعنی خام اور ٹین اور بانس وغیرہ اپنے گھر کے کاروبار میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر لگ سکے تو کس کام اور کس طور لگایا جائے؟

الجواب:

ستون اور ٹین کہ مثل سقف تھا اور بانس کہ سقف میں تھے اسی طرح کڑیاں اور اینٹیں، غرض جو اجزائے عمارت مسجد ہوں وہ اگر حاجت مسجد سے زائد ہو جائیں اور دوبارہ ان کے اعادہ کی امید نہ رہے تو متولی و متدین اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے انہیں بیچ کر قیمت عمارت مسجد ہی کے کام میں صرف کی جائے مسجد کے بھی دوسرے کام میں صرف نہیں ہو سکتی، خریدنے والا انہیں اپنے صرف میں لاسکتا ہے مگر بے ادبی کی جگہ سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

- مسئلہ ۲۳۵ تا ۲۴۱: از رائل ہوٹل لکھنؤ حبیب اللہ خاں
 بروز شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۳۴ھ
- (۱) جو شخص حافظ کسی مسجد میں واسطے امامت و حفاظت کے مقرر ہو وہ مسلمانان اہل محلہ سے جو مسجد میں نماز کو آئیں ان سے ایسی کج خلقی کا برتاؤ کرے جس کی وجہ سے مسجد میں آنا ترک کر دیں اور جماعت میں خلل پڑ جائے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟
- (۲) وہ شخص حافظ جو امام و محافظ مسجد کا ہو اور مسجد میں پنجگانہ اذان نہ خود کہے نہ کہلوائے، نہ روا نہ صفائی مسجد کی کرے، اور دوسرے نمازیوں کو جو صفائی مسجد میں کریں ان کو مسجد کی خدمت کرنے سے منع کرے اور یہ کہے کہ مسجد کی خدمت کر کے کیا مسجد میں قبضہ کرنا چاہتے ہو، اس مسجد میں ہم جو چاہیں کریں تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ اس پر کیا حکم ہے؟
- (۳) جو شخص حافظ امام مسجد ہو اس حق سے مسجد کے درخت اور گملے جو عرصہ دراز سے مسجد کی زیبائش و رونق کے واسطے لگائے ہوئے ہوں اٹھا کر اور اکھاڑ کر اپنے گھر کو لے جائے اور اپنا قبضہ ہر چیز پر جو مسجد میں ہو اس پر ظاہر کرے اس پر کیا حکم ہے؟
- (۴) وہ حافظ جو امام مسجد ہو اور مسجد میں جو بمبائپانی کا نمازیوں کے آرام اور خرچ مسجد کے واسطے لگا ہوا ہو اس کو اکھڑا دے اور منع کرنے سے نہ مانے اور دوسرے مسلمان کو جو مسجد میں بمبائپانی لگانا چاہیں ان کو منع کرے اور نہ لگانے دے اور نمازیوں کی تکلیف پیش نظر رکھے اس پر کیا حکم ہے؟
- (۵) مسجد میں مٹی کا تیل ٹین کی ڈبیہ میں جلانے جس سے مسجد میں بدبو اور سیاہی ہو اور چھت سیاہ ہو جائے اس پر کیا حکم ہے؟
- (۶) موسم گرما میں نمازی صحن مسجد میں نماز پڑھنے کو چٹائی بچھانے کی خواہش کریں اور محافظ مسجد چٹائی حجرہ میں بند کر دے بچھانے کو نہ دے اور نمازی باہم چندہ کر کے بخیال رفع تکلیف و آسائش نمازیوں کے چٹائی منگا کر بچھانا چاہیں تو ان کو نہ بچھانے دے اور کہے کہ جو کوئی اس مسجد میں چٹائی رکھے گا تو ہم اس چٹائی کو باہر مسجد کے پھینک دیں گے جس کی خوشی ہو اندر مسجد کے یا صحن مسجد میں بحالت موجودہ خواہ گردا ہو یا کچھ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اپنی چٹائی نہیں بچھا سکتا ہے، کیا مسجد میں چٹائی بچھا کر مسجد پر نمازی اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں جن کے بزرگوں کی مسجد بنوائی ہوئی ہے ان کی طرف سے ہم مقرر ہیں ہم چاہیں چٹائی مسجد میں ڈالیں یا نہ ڈالیں دوسروں کو ڈالنے کا اختیار و مجاز نہیں ہے، اس پر کیا حکم ہے؟
- (۷) جو حافظ امام مسجد ہو اور اس طرح کا عمل مذکورہ بالا کرے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو اور

جماعت میں خلل پڑے اور ان کی وجہ سے مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور وہ شخص مسجد کو اپنا مقبوضہ خیال کرے وہ شخص امام رہنے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو خطاب کرنا چاہئے؟ اور اس پر حد شرع کیا ہے؟ فقط۔

الجواب:

(۱) اس صورت میں وہ گنہگار و مستحق عذاب ہے کج خلقی وغیرہ تو بڑی بات ہے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسجد میں ایک بار نماز عشاء کی قرأت طویل کی وہ ایک مقتدی کو ناگوار ہوئی، اس کا حال حضور میں عرض کیا گیا اس پر ایسا غضب فرمایا کہ ایسی شان جلال کم دیکھی گئی تھی اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

افتان انت یا معاذ، افتان انت یا معاذ، افتان انت یا معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔	افتان انت یا معاذ، افتان انت یا معاذ، افتان انت یا معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔

(۲) اذان سنت مؤکدہ اور شعار اسلام ہے اور بغیر اس کے جماعت مکروہ، یہاں تک کہ اگر امام مسجد آہستہ اذان کہلوں کہ جماعت پڑھ جائے وہ جماعت اولیٰ نہ ہوگی، بعد کو جو لوگ آئیں انہیں حکم کہ اعلان کے ساتھ اذان کہیں اور پھر از سر نو جماعت کریں، اس کا تارک اور لوگوں کو اس سے منع کرنے والا صریح گمراہ و فاسق ہے، یونہی مسجد کی تنظیف کا بھی شرع میں حکم ہے۔ سنن ابو داؤد میں ہے:

امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان تنظف وتطیب ^۲ ۔	نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مساجد بنانے اور انہیں پاک و صاف رکھنے کا حکم دیا ہے (ت)

جو نہ خود کرے اور نہ اوروں کو کرنے دے مسجد کا بد خواہ ہے۔

^۱ صحیح البخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۹۰۲، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ: باب القراءة فی العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷، سنن نسائی کتاب الامامة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۳۳، سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تخفیف الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس

لاہور ۱/ ۱۱۵

^۲ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اتخاذ المساجد فی الدور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۶

(۳) مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے اور ان کا اکھاڑنا جائز مگر اس کے لگائے ہوئے نہیں تو اپنے گھر لے جانے کا کوئی معنی نہیں۔ قبضہ اگر مسجد کی اشیاء پر متولیانہ ظاہر کرے تو حرج نہیں جبکہ متولی ہو اور مالکانہ ہو تو حرام۔

(۴) مسجد ہی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ فنائے مسجد یعنی اس کے متعلق زمین اس کا بلاوجہ شرعی زائل کرنا اور نمازیوں کو تکلیف پہنچانا شرعاً ممنوع ہے، دوسرے یہ کہ عین مسجد میں اگر قبل تمام مسجدیت واقف نے لگایا تو باقی رکھا جائے گا اور اس کا ازالہ بھی ممنوع ہے اور اگر بعد تمام مسجدیت بانی نے خواہ اور کسی نے لگایا تو وہ لگانا حرام اور اکھاڑ دینا واجب۔

(۵) یہ حرام ہے اور اس کا ازالہ فرض، اور کرنے والا مسجد کا بدخواہ، اور دربارہ الہی کے ساتھ گستاخ۔

(۶) اس پر استحقاق لعنت ہے اور وہ خود ہی مسجد پر قبضہ مالکانہ کرنا چاہتا ہے دوسروں پر جھوٹا الزام رکھتا ہے۔

(۷) شائع مذکورہ کے مرتکب فاسق ملعن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی منع، اور پڑھ لی تو پھیرنا واجب، اور مسجد پر سے اس قبضہ ظالمانہ کا اٹھا دینا لازم، اور شرعاً وہ ہر اس تحریر کا مستحق ہے جو سلطان اسلام تجویز فرماتا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: مسئلہ سیٹھ آدم جی، برادر دولت علی حضرت یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) مسجد میں چراغ تمام شب جلانا چاہئے یا جہاں تک نمازیوں کی آمد و رفت ہو وہاں تک؟

(۲) محراب مسجد کو یاد یوار قبلہ نقش و نگار اور سونے کا پانی چڑھانا اور رنگ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

(۱) وہاں کے عرف معبود پر عمل کیا جائے جہاں شب بھر روشن رہتا ہے جیسے مساجد طیبہ، مدینہ و مکہ معظمہ بیت المقدس وہاں شب بھر روشن رکھنا چاہئے ورنہ نصف شب کے قریب تک۔

(۲) مکروہ ہے کہ باعث شغل قلب نمازیان ہے مگر واقف نے کیا ہو تو ویسا ہی کیا جائے گا اور اس میں نیت تعظیم مسجد ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۳: از وزیر آباد ضلع گوجرانوالا مسجد شیخ لعل نور عالم امام مسجد یکشنبہ ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

بخدمت حامی سنت، قامع بدعت، عالم اہلسنت وجماعت، مرجع علمائے وفضلاء جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

ہماری مسجد بسبب کہنے ہونے کے شہید کرا کر از سر نو تعمیر کرائی جا رہی ہے، بعض اصحاب کا خیال ہے

کہ نیچے دکانیں اور اوپر مسجد تعمیر ہو، تاکہ دکانوں کا کرایہ مسجد کے مصالح و مصارف پر وقتاً فوقتاً خرچ ہوتا رہے، اور بعض اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسجد کا احاطہ تحت اثری سے عرش معلیٰ تک قابل احترام ہے دکانیں بنانے میں احترام نہیں رہتا کیونکہ مسجد کا گردا گرد ابھی قابل احترام ہے۔ ہاں اگر ابتداء بناء میں دکانیں بنائی جاتیں تو جائز تھا جیسا کہ لاہور میں مسجد وزیر خاں اور سنہری مسجد۔ مجوزین کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد کے اوپر امام کے لئے بالاخانہ جائز ہے، اور مسجد کا احترام جیسا کہ نیچے کے حصہ کا ویسا ہی اوپر کا، جب بالاخانہ بنانے سے احترام میں فرق نہیں آتا تو دکانیں بنانے میں کیا حرج ہے، حالانکہ فائدہ ہے۔ نیز مسجد تنگ ہو تو راہ کا کچھ حصہ اس میں ملا لینا اور راہ تنگ ہو تو مسجد کا کچھ حصہ راہ میں ملا دینا جائز ہے، جب ضرورت کے وقت بلا لحاظ احترام ایسا تغیر و تبدل جائز ہے تو دکانیں بنانے میں بھی چونکہ مسجد کے مصلحت کی ضرورت ہے کیوں جائز نہیں ہے اور عدم جواز کی کیا وجہ ہے؟ اور آج کل ضلع گوجرانوالہ میں ایک مسجد شہید کرا کر نیچے دکانیں بنائی گئی ہیں اکثر علماء نے فتویٰ جواز کا دے دیا ہے حتیٰ کہ فیصلہ عدالت حکام میں بطور نظیر رکھا گیا ہے، اور فتویٰ جواز عند العلماء مسلم ہو چکا ہے۔ غیر مقلدین جواز کے قائل ہیں مگر ہمارا طمینان نہیں ہوتا کیونکہ کتابوں میں عدم جواز ہی دیکھا ہوا ہے البتہ تذبذب و تشکیک ہو گیا ہے۔ لہذا خدمت میں گزارش ہے کہ خدا کے واسطے مطابق کتاب و سنت اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر جلد مرحمت فرمائیں تاکہ اس جھگڑے سے ہمیں نجات ملے، جواز یا عدم جواز جو حق ہو دلائل قاطعہ سے مدلل فرما کر جلد روزانہ فرمائیں کیونکہ عمارت رکی ہوئی ہے اور دیر ہونے میں حرج ہوتا ہے۔ جزاکم اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ دکانیں قطعی حرام اور وہ بالاخانہ بھی قطعی حرام، ہاں وقت بنائے مسجد قبل تمام مسجدیت نیچے مسجد کے لئے دکانیں یا اوپر امام کے لئے بالاخانہ بانی بنائے اور اس کے بعد اسے مسجد کرے تو جائز ہے اور اگر مسجد بنا کر بنانا چاہے اگرچہ مسجد کی دیوار کا صرف اسار اس میں لے اور کہے میری پہلے سے یہ نیت تھی ہرگز قبول نہ کریں گے اور اس عمارت کو ڈھا دیں گے۔ در مختار میں ہے:

اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کے لئے حجرہ بنادیا تو حرج نہیں کیونکہ وہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن تمام مسجدیت کے بعد اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو اس کو منع کیا جائے گا، اگر وہ کہے کہ میرا شروع سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی۔ (تاتارخانیہ)

لو بنی فوقہ بیتاً للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو ثبت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم یصدق تاتارخانية فاذا كان هذا في الواقع

فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلاً ولا سکنی بزازیۃ۔^۱	جب خود واقف کا حکم یہ ہے تو کسی اور کو یہ اختیار کیسے ہو سکتا ہے لہذا ایسی عمارت کو گرانا واجب ہے اگرچہ صرف دیوار مسجد پر وہ استوار کی گئی ہو، اس کی اجرت لینا یا مسجد کا کوئی حصہ کرایہ کے لئے یا رہائش کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں (بزازیہ) (ت)

وقت ضرورت راہ کا حصہ مسجد میں ملا لینے کے یہ معنی نہیں کہ راہ بدستور راہ ہے اور اسے مسجد کر لیا جائے جس سے مخالف احترام لازم آئے بلکہ اس پارہ راہ کو جب مسجد میں شامل کر لیا جائے گا وہ تمام احکام مسجد میں ہو جائے گا اور اسے گزرگاہ بنانا ناجائز ہوگا اور مسجد کو باس معنی راہ بنانا کہ وہ مسجدیت سے خارج اور اس کا احترام ساقط اور راہ میں شامل ہو جائے ہر گز جائز نہیں۔ مسئلہ کہ بعض کتب میں لکھا ہے اس کے معنی اور ہیں جس کی تفصیل و تحقیق دیکھنی ہو تو فقیر کا فتاویٰ یار الدار المحتار کا حاشیہ یار سالہ مطبوعہ "قاصع الواہیات لجامع الجزئیات" ملاحظہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵: ازراجپوتانہ ریاست کوٹہ مدرسہ انجمن اسلامیہ یوسف خاں مہتمم شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں معاملہ کہ یہاں پر قریب تین سو گز کے آبادی مسلمانوں کی ہے اور یہاں کی جامع مسجد میں علاوہ نماز جمعہ کے پنج وقتی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہے اس میں مسافر لوگ باہر کے نمازی و غیر نمازی آکر ٹھہرا کرتے ہیں اور دن رات وہاں پر رہتے سوتے ہیں، یہ عمل قریب عرصہ تین چار سال سے جاری ہے، اور یہ بات مسلم ہے کہ حالت خواب میں انسان کو اپنے جسم کا خیال نہیں رہ سکتا، ایسے میں اگر احتلام بھی ہو جاتا ہو تو کیا عجب ہے اس کے دفع کے لئے بہت سے کوشش کی مگر ناکامی ہوئی حتیٰ کہ ایسا عمل کرنے میں ان کے دیکھا دیکھی قصبہ کے مسلمانان بھی پورے طور پر عادی ہو گئے ہیں، ایسی حالت دیکھنے پر منع جو کیا گیا تو جواب ملا کہ بڑے بڑے شہروں میں یہ عمل ہوتا ہے اگر منع ہوتا تو وہاں پر لوگ ایسا نہ کرتے ہم نہیں مان سکتے جب تک کہ ہم کو کسی کتاب سے یا حدیث صحیح سے اس کے عدم جواز کے بارہ میں صاف طور آگاہ نہیں کر دیا جائے، علاوہ ازیں ایک حافظ صاحب نابینا ٹونگ کے رہنے والے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ صبح سے چار بجے تک حالت خواب میں رہتے ہیں، کبھی پیر قبلہ کی اور کبھی اوتر کی جانب رہتے ہیں۔ گاہ بگاہ نماز جمعہ تک کے بھی ہاتھ نہیں آتے

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۷۱ء

اور یہ صاحب طلبہ خور و سالہ کو جن کو اپنے پیروں کے ناپاکی سے بچانے کا خیال تک نہیں رہتا، جامع مسجد ہی میں درس دیتے ہیں، اور طلبہ صبح سے لے کر چار بجے تک وہاں پر ہی حاضر رہتے ہیں ان منع کیا گیا کہ آپ سمجھدار ہیں یہاں کا سونا اور بچوں کو اس جگہ تعلیم دینا بند کریں کیونکہ ان کے پیر ناپاکی میں آلود رہتے ہیں اور سونا مدرسہ اسلامیہ یا جس صاحب کے مکان پر رہتے ہیں یا جہاں پر علاوہ مسجد کے آپ پسند فرمائیں اختیار کریں جس سے نہایت غصہ میں آکر جواب دہ ہوئے کہ ہم نہیں مان سکتے تمہارا جو جی چاہے کرو، ایسی شکل میں ہمارے واسطے مسجد میں سونا درست ہے یا نہیں؟ اب قصبہ میں یہ مرض مسلمانوں میں دیکھا دیکھی زیادہ ترقی پر ہے، مسجد میں بخوبی رہتے ہیں، ایسی صورتہائے مذکورہ بالا میں ہمارے مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ بحوالہ حدیث صحیح کے نہایت شرح سے دیا جائے، فقط۔

الجواب:

صحیح رائج یہ ہے کہ معتکف کے سوا کسی کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ در مختار وغیرہ میں ہے:

مسجد میں غیر معتکف کے لئے سونا جائز نہیں الخ بعض نے مسافر کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے مگر اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اعتکاف کی نیت کر کے حسب استطاعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور پھر جو چاہے کرے (ت)	كره النوم فيه الا لمعتكف ^۱ الخ واستثنى بعضهم الغريب ولا حاجة اليه لانه يقدر على ان ينوي الاعتكاف ويذكر الله تعالى قدر ما تيسر ثم يفعل ما يشاء ^۲

مسجد میں نا سمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے، حدیث میں ہے:

اپنی مساجد کو اپنے نا سمجھ بچوں اور پاگلوں سے محفوظ رکھو۔ (ت)	جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم ^۳

خصوصاً اگر بڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے نہ کہ طویل کار کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

^۲ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۴

^۳ سنن ابن ماجہ ابواب الصلوٰۃ باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

مسئلہ ۲۴۶:

از شہر مظفر پور محلہ کلیانی حکیم ظہور الحق

شنبہ ۱۸ اشوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک محلہ میں شہر کے ایک مسجد پختہ مدت دراز سے قائم ہے اور کوئی معتبر شخص نہیں کہتا ہے کہ یہ مسجد زحل یا حرام سے کس طرح روپیہ سے بنی ہے اور بنانے والا کون ہے۔ مگر بعض اشخاص غیر معتبر کہتے ہیں کہ یہ مسجد ایک عورت کی بنوائی ہوئی ہے جس نے ایک ملازم سرکاری سے عقد کیا تھا اور بعد عقد کے ظروف گلی کے بیچے کا پیشہ کرتی تھی اور اپنی ظروف فروشی کے حلال روپیہ سے اس نے یہ مسجد بنوائی ہے چنانچہ قبر اس عورت کی صحن مسجد کے دالان میں موجود ہے اب مرمت وغیرہ مسجد مذکورہ کی مسلمانان محلہ کے خرچ و اہتمام سے ہوتی ہے اور برابر نماز پنجگانہ جماعت سے اس میں ہوتی ہے اور ایک شخص بمسورہ مسلمانان محلہ ان دنوں اس کا متولی ہے اور اذان دیتا ہے اور نمازیں پڑھاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مسجد ہماری نانی کی بنوائی ہوئی ہے مگر عند الناس یہ شخص شریف النسب نہیں ہے، پس اس صورت میں اس مسجد کو مسجد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ اور نمازیں اس میں جائز ہوں گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مسجد ضرور مسجد ہے اور اس میں نمازیں بے شک جائز اور بنانے والے کا شریف النسب نہ ہونا اگر ثابت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بانی کی شرافت نسب کوئی شرط مسجد نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ" ¹ الآیۃ۔

اور جب زحر حرام سے ہونا معلوم نہیں تو شبہ و وہم کو دخل دینا بے معنی ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ ذخیرہ سے ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں جب تک ہمیں کسی معین شئی کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	بہ نأخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ ² واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ القرآن الکریم ۱۸/۹² فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی فی الہدایا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

مسئلہ ۲۴ تا ۲۵۰: ازریلی بازار صندل خاں مسئلہ نواب نثار احمد خاں صاحب یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان صورتوں میں کہ:

(۱) دو شخصوں نے ایک چاہ و مسجد بخیاں آرام و آسائش ادائے نماز اپنی کے تعمیر کرائی اور وقف نہ کی، نیز دیگر مکانات بھی اس میں پہلے بنانے والے کے ملحق مسجد واقع تھے اور اب بھی ہیں، بنانے والے کے ورثاء ہمیشہ سے یکے بعد دیگرے انتظام مسجد کرتے چلے آئے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں مگر اس میں دیگر اشخاص نماز ادا کرنے لگے، اب چند اہل محلہ ان مکانات وغیرہ کو متعلق مسجد خیال کر کے اس کی آمدنی اپنی رائے سے صرف و خورد برد کرنا چاہتے ہیں اور وارثان ہر دو اشخاص جن کے مورثوں نے مسجد و چاہ تعمیر کرا کر وقف نہ کی وہ ان کے خورد برد سے آمدنی کو باز رکھنا چاہتے ہیں پس عند الشرع ایسے شخص غیر تعلقہ دار اپنی رائے سے آمدنی مسجد صرف و خورد برد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ انتظام کس کی رائے سے ہونا چاہئے اور کس کی رائے سے نہ ہونا مناسب ہے، آیا غیر شخص کی رائے یا ان مورثوں کے ورثاء کے ہاتھ سے جنہوں نے مسجد و چاہ تعمیر کرایا ہے، اور اب بھی حسب ضرورت خرچ مسجد و امام وغیرہ ہی کرتے ہیں، صورت بالا میں مسجد بلا ایماء بنوانے والے کے وقف سمجھی جائیگی یا نہیں اور بلا ایماء بنوانے والے کے یا اس کے ورثاء کے غیر اشخاص کے ادائے نماز میں کوئی سقم واقع ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص امام مسجد مثلاً طالب علم یا دیگر اہل محلہ سے مسجد میں اگر جھگڑا کرے اور تحکمانہ برتاؤ کرے ایسی باتیں کرے جس میں کہ تمام اہل محلہ و امام مسجد نالاں ہو کر مسجد میں آنا ترک کر دیں تو ایسے شخص کو مسجد میں آنے دیا جائے یا نہیں؟ باوجود مدد کرنے زرقند و روٹی وغیرہ کے، اس پر اور اس کے ہم خیال وغیرہ پر کیا حکم شرع ہے؟

(۳) کاشا و لونٹا و رسی وغیرہ سامان مسجد سوائے اپنے یا اپنے میل کے اشخاص کے کسی دوسرے شخص کو دینا پسند نہ کرے، او اگر لیں تو جھگڑا کرے تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے؟

(۴) عالم پانی بھرنے والوں کو جو چاہ مسجد میں بھریں برا کہے اور روکے برخلاف اپنے میل کے اشخاص کے، تو ایسے شخص پر کیا حکم شرع ہے؟

الجواب:

(۱) مسجد اگر صورت مسجد پر بنائی اور راستہ اس کا شارع عام تک جدا کر دیا اور مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تو بلاشبہ وہ مسجد ہو گئی اور اس کا یہ کہنا کہ بانی نے وقف نہ کی قابل قبول نہیں، یونہی اگر کنواں بنا کر متعلق مسجد کر دیا اس میں نماز و ارثان بانی کی محتاج اجازت نہیں، ہاں اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ بانی نے کہا تھا یہ مسجد میں اپنے لئے بنانا ہوں وقف نہیں کرتا، یا اس کا راستہ اسی کی ملک میں ہو کر ہو

اور اس نے مسجد کے لئے راہِ جدانہ کی تو وہ مسجد نہ ہوئی اگرچہ صورتِ اخیرہ میں اس نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو وقف کیا، یوں اس میں نماز مسجد کا ثواب نہیں، نہ بے اجازت مالکان دوسرا پڑھ سکتا ہے، رہے دیگر املاک متصل مسجد ثبوت شرعی سے ان کا مسجد پر وقف ہونا درکار ہے بے اس کے کوئی ان میں تصرف نہیں کر سکتا وہ وارثوں کی ملک ہے ان کو اختیار ہے۔ (۲) جو شخص ناحق فتنہ اٹھاتا ہو اور اس کے سبب لوگ مسجد میں آنا ترک کر دیں اسے مسجد سے روکنا جائز ہے جبکہ باعثِ اثارت فتنہ نہ ہو، درمختار میں ہے:

وینع منہ کل موزولوبلسانہ ^۱	مسجد سے ہر موزی کو روکا جائے گا اگرچہ وہ زبانی ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)

اور اگر وہ کسی امر ضروری حق کی طرف بلاتا ہو اور لوگ اپنی جہالت کے سبب سے اس سے ناراض ہوں تو وبال انہیں پر ہے نہ کہ اس پر۔

(۳) مال وقف پر کوئی اپنا قبضہ نہیں کر سکتا، اگر ایسا کرے اور نمازیوں کو مسجد کی اشیاء سے انتفاع نہ کرنے دے تو وہ بھی موزی اور قابلِ اخراج۔

(۴) کنویں پر سے کسی مسلمان کے روکنے کا کسی کو حق نہیں، جب تک کوئی خاص وجہ شرعی نہ ہو اور جو ایسا فساد کرتا ہو بطرز مناسب اس کا انسداد واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۳: ازالہ آباد مدرسہ سبحانیہ محمد نصیر الدین محلّہ سرائے گڈھا پنجشنبہ ۲۳ شوال ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی لب سڑک تھی اس میں ایک درجہ پچھم جانب گنبد دار تھا اور مسجد کے پورب ودکھن جانب دکانات ہیں جن کی چھت مسجد کے فرش صحن سے، اب مسجد ہذا کی ازسرنو تعمیر اس طور پر کی گئی کہ پچھم کی جانب بجائے ایک درجے قائم کئے گئے اور دکانات کی بھی چھت پر عمارت بنائی گئی جس کے ہر چہار طرف بڑے بڑے دروازے جواب بنائے گئے اور مسجد کی کرسی بھی اتنی بلند کی گئی کہ دکانوں کی چھت فرش مسجد سے برابر ہو گئی صرف چھ انگشت بمقدار درسہ دکانات کی چھت سے فرش مسجد اونچی ہے مسجد ہی کی طرف سے اس چھت پر آمد و رفت ہے، رمضان المبارک کے جمعوں میں اس قدر لوگوں کی کثرت ہوتی تھی کہ لوگ مسجد میں نہیں سماتے تھے سڑکوں پر صف قائم کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اس ضرورت سے مسجد دو منزلہ بنائی گئی، مسجد کے اندر کے درجہ چھت پر ایک درجہ گنبدی بنایا گیا

^۱ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۹۴

اور اس برابر آگے کا درجہ اور تمام صحن مع عمارت بالائے سقف دکانات پاٹ دیا گیا گویا کہ نیچے اوپر دو مسجدیں ہو گئیں نیچے کی مسجد مع صحن و اپنے حوالی کے پٹی ہوئی ہو گئی اور اوپر ایک درجہ پٹا ہوا گنبدی اور اس کے ساتھ بہت بڑا صحن کھلا ہوا نکل آیا اور اوپر کے درجہ کے سامنے جو صحن ہے وہ محاذات مسجد سے دکھن جانب بڑھا ہوا ہے کیونکہ دکانات کی چھت کی عمارت کی سقف بھی شامل کر لی گئی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کی مسجد کا جو صحن بغرض وسعت دکھن کی طرف بالائے سقف دکانات بڑھا ہوا ہے وہ مسجد ہے یا نہیں؟

دوم: یہ کہ دکانات مذکورہ کی چھت پر یا اس کے بالائے عمارت کے سقف پر معتکف جاسکتا ہے یا نہیں؟
 سوم: یہ کہ اوپر کے مسجد پر صحن میں جب امام محراب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو دکھن کی جانب صف بڑھ جاتی ہے ایسی حالت میں امام کچھ ہٹ کر دکھن کی جانب کھڑا ہوتا ہے کہ دونوں جانب صف برابر رہے یا خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدیوں کو زائد حصہ میں دکھن کی جانب کھڑے ہونے سے روکے اور اپنے پیچھے دونوں طرف صف برابر قائم کرنے کا حکم دے کیونکہ امام کے پیچھے دور تک بہت جگہ باقی رہتی ہے، فقط

الجواب:

اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف کو داخل کر لیا تو وہ سقف بھی مسجد ہو گئی،

ولا یضر کون الحوانیت تحتہ لکونہا وقفاً علیہ و جاز اخذ ملک الناس کرہا بالقیبة عند ضیق المسجد فکیف بباہو وقف علیہ کما فی رد المحتار۔	مسجد کے نیچے دکانوں کا ہونا مضر نہیں کیونکہ وہ مسجد پر وقف ہیں، اگر مسجد تنگ ہو تو لوگوں کی مملوکہ جگہ قیمت کے بدلے جبراً لے کر مسجد میں توسیع کرنا جائز ہے تو جو مسجد پر وقف ہو اس کو شامل مسجد کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا، جیسا کہ رد المحتار میں ہے (ت)

ان دکانوں کی چھت پر اور ان کی بالائی عمارت کی سقف پر معتکف جاسکتا ہے،

لانہا کانت من فناء المسجد ولا طریق فاصل بینہما فکیف وقد صارت من المسجد۔	کیونکہ وہ فناء مسجد ہے اور درمیان میں کوئی راستہ جدائی ڈالنے والا نہیں اور کیسے ناجائز ہوگا جبکہ وہ مسجد ہی کا حصہ ہو گیا ہے (ت)

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۰ و ۳۸۴

اگر امام محراب کے سامنے کھڑا ہو اور اپنے توسط کے لئے صف پوری نہ کرنے دے تو گناہ و ناجائز ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ ^۱ ۔	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صفوں کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو وصل عطا فرماتا ہے اور جو صفوں کو قطع کرے اللہ تعالیٰ اس کو منقطع فرماتا ہے (ت)

اور خود محراب کے سامنے کھڑا ہو اور صف پوری ہو کر ایک جانب بڑھ جائے تو مکروہ اور خلاف سنت ہے

لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توسطوا الامام ^۲ ۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ امام درمیان میں ہو۔ (ت)

بلکہ یہ چاہئے کہ صف پوری کی جائے اور صف کا جہاں وسط ہو امام محراب چھوڑ کر وہاں کھڑا ہو اس بیرونی حصہ کے لئے یہی جگہ محراب ہے نص علیہ فی رد المحتار التفصیل فی فتاؤنا (رد المحتار میں (علامہ شامی) نے اس پر نص فرمائی اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) مگر یہ معلوم رہے کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب کہ نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز پڑھیں جائز ہے اور بلا ضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں کما نص علیہ فی الفتاویٰ عالمگیریہ (جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴: مسئلہ شمس الدین از نصیر آباد ضلع اجیر شریف مسجد گودام چرم دوشنبہ ۷ اذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک مسجد میں خلاف تہذیب و ناشائستہ حرکات کرتے ہوئے مثلاً کسی وقت اس میں لڑے، گالی گلوچ تک نوبت پہنچی اور بہت شور و شغب کیا، کسی وقت مسخرہ پن کیا، ایک نے دوسرے کا تہبند کھول دیا، بعض وقت کسی کی مقعد میں انگلی کردی، کبھی مؤذن کی آواز پر ہنسے قہقہے اڑائے۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر ایک شخص نے ناصحانہ حیثیت سے محض نصیحت اور سمجھانے کے طور کہا کہ بھائیو! مسجد خانہ خدا ہے اس کے اندر تم کو یہ افعال جائز نہیں ہیں، اور غور کرو کہ مسجد کی حرمت اور تعظیم ہم پر اور تم پر اور ہر مسلمان پر ہر وقت ضروری اور فرض ہے، تو ان لوگوں نے اس کی بات کو نصیحت اور خیر خواہی نہ سمجھ کر تعصب اور نفسانیت تصور کر کے خلاف منشاء ناصح کے جواب دیا، اس پر ناصح مذکور نے کہا کہ

^۱ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور/ ۹۷

^۲ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب مقام الامام من الصف آفتاب عالم پریس لاہور/ ۹۹، السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب مقام الامام من

مسجد نماز اور ذکر خدا کے لئے گئی ہے بیہودہ باتوں کے لئے نہیں ہے۔ مسخرہ پن کرنا چاہتے ہو تو دوسری مسجد تلاش کرو۔ اس بات پر اڑ گئے کہ تم نے مسجد پر مالکانہ دعویٰ کیا اور ہم کو مسجد سے نکال دیا اور اب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں اور مسجد اول کی ویرانی اور جماعت کم ہو جانے کا کچھ خیال نہیں کرتے، کیا باوجود تخریب مسجد اول اور تقلیل جماعت ان کو مسجد ثانی بنانا جائز ہے؟ یا دوسری مسجد ضرار کملائے گی؟ فقط۔

الجواب:

اگر یہ واقعی اسی طرح ہے اور ان کی نیت فاسد ہے تو ضرور دوسری مسجد بنانے کی ان کی اجازت نہیں، بوجہ فساد نیت وہ مسجد حکم ضرار میں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶۵: ۲۵۶۵: مرسلہ عبدالغنی، حاجی کریم بخش صاحب از مقام کمپ ڈیپ علاقہ ریاست پالن پور ۸ صفر ۱۳۳۵ھ حضرات علمائے دین کی خدمت میں مسائل شرعی دریافت طلب پیش ہیں:

مسئلہ اول: قدیمی جامع مسجد کو ترک کر کے دوسری مسجد کو جامع قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور قدیمی جامع مسجد ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی نسبت یہ اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ میں خود بخود منہدم ہو جائے کیونکہ اس کے دو جانب برساتی نالے فراخ ہوتے جاتے ہیں اور مسلمان اس قدر مقدرت نہیں رکھتے کہ نالوں کو پٹوا کر مسجد کو محفوظ کر سکیں اور اس کے علاوہ ان نالوں کو سوائے سرکار انگریزی کے دوسرے شخص کو بند کرانے کا مجاز بھی نہیں، اور جس مسجد کو مسجد جامع قرار دینا چاہتے ہیں وہ جامع مسجد سے محکم اور فراخ بھی ہے، تو ایسی صورت میں دوسری مسجد کو جامع قرار دینا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ: کسی ایسے ہندو یا انگریز حاکم کا روپیہ جو اسلام کی طرف قلبی توجہ رکھتا ہو مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

(۱) جائز ہے، اور اس مسجد اول کی محافظت تا حد قدرت فرض ہے۔

(۲) ایسی ضرورت کی حالت میں جیسی اوپر مذکور ہوئی کہ مسجد شہید ہو جائیگی اور مسلمانوں میں طاقت نہیں جائز ہے لان الضرورات تبیح المحظورات^۱ (کیونکہ مجبوریاں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ادارة القرآن کراچی ۱۱۸

مسئلہ ۲۵۷:

ازکالا کا کر ضلع پر تاب گدھ

۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان نے ایک مسجد کی بنا ایسی جگہ ڈالی ہے جہاں کبھی مسجد نہ تھی اور وہاں کے ہندو باشندے مسجد کے بننے کو روکتے، لیکن زید مسلمان نے اپنی خوشامد سے مسجد کی بنیاد قائم کر دی لیکن اسی مقام کا عمرو خود اس امر کی کوشش اہلکاروں زمینداروں سے کی اور ملازم زمیندار کو اس موقع پر لا حاضر کیا کہ اس مسجد کی بنیاد میرے گھر کی طرف چھ انگل بڑھی ہوئی ہے، اس مسجد کی دیوار چھ انگل ادھر بنانی چاہئے لیکن باقی مسجد زید نے اپنی خوشی سے اور خوشامد کے باعث اپنی منزل مقصود کو پہنچے اور جب عمرو مسلمان اپنے مقصد کو نہ پہنچا تو ایک ہندو کو ورغلا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ مسجد کی دیوار تیرے مکان کی دیوار کی طرف بڑھا کر اٹھائی جا رہی ہے تو روک دے ورنہ تجھ کو اس مسجد کی دیوار کی وجہ سے نقصان ہوگا لیکن زید مسلمان نے اپنی چالاکی سے بمقابلہ ہندو اور عمرو مسلمان قائم ہی کر دی اور عمرو مسلمان کی کچھ نہ چلی، ایسے شخص کے ساتھ از روئے حکم خدا اور سول کیا برتاؤ رکھا جائے اور اس کے یہاں کا کھانا پینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

سائل نے نہ بتایا کہ واقع زید نے چھ انگل ملک عمرو زمین میں شامل کر کے اسے مسجد کرنا چاہا ہے یا واقع میں ایسا نہیں اور عمرو کا دعوٰی جھوٹا ہے اگر فی الواقع صورت اولیٰ ہے تو مسجد مسجد نہیں، اور عمرو نے جو کچھ برتاؤ برتے اس صورت میں اس پر الزام نہیں اور ایسا تو بلاشبہ عمرو بدخواہ مسجد اور سخت سے سخت ظالموں میں ہے،

قال اللہ تعالیٰ عزوجل:

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدَّكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَلَّى فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ" ۱

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یاد الہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

اس حالت میں اس کے ساتھ کھانا پینا، میل جول نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۸: مرسلہ محمد حسن فاروقی ضلع پورنیہ ڈاکخانہ اسلام پور بھوجاگاؤں ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد زمانہ دراز سے قائم تھی جس کو زید نے توڑ کر جگہ سابق سے دوسری جگہ پر یعنی دس بارہ ہاتھ یا ایک رسی کے فاصلہ پر بنادی ہے اور اس مسجد کی جو لکڑی پرانی ہو گئی تھی اسکو اپنا کھانا پکانے میں جلادی ہے تو کیا مسجد ایک جگہ سے توڑ کر دوسری جگہ بنادینا اور اس کی لکڑی کو اپنے تصرف میں لانا درست ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ جس جگہ پر وہ مسجد پہلی قائم تھی بعد توڑ دینے مسجد کے وہ جگہ جہاں پر وہ مسجد تھی ویسا ہی خالی پڑی رہے یا کہ اگر کوئی چیز پیدا ہو تو بوئی جائے۔

الجواب:

یہ فعل کہ زید نے کیا حرام محض ہے، مسجد نہ توڑی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے، نہ اس کی لکڑی وغیرہ کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جاسکتی ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یاد الہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ (ت)	قال اللہ تعالیٰ: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ" ۱

ردالمحتار میں ہے:

مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں (ت)	لا يجوز نقله ولا نقل ماله الى مسجد آخر^۲

نہ اس میں کچھ بونا یا اور کوئی تصرف کسی طرح حلال ہو سکے بلکہ زید پر فرض ہے کہ اسے بدستور پہلی طرح بنادے۔

عمارت وقف میں ضمان یہ ہے کہ اس کو پہلے کی طرح	فإن الضمان في بناء الوقف بآعادته

^۱ القرآن الكريم ۲/ ۱۱۳

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

کہاں کہ بخلاف سائر الابنیۃ ^۱ کما فی الدر وغیرہ۔	دوبارہ بنائے بخلاف دیگر عمارات کے ضمان کے، جیسا کہ دروغیرہ میں ہے (ت)

یہ دوسری مسجد جو اس نے بنائی اگر اپنی زمین میں بنائی اور اسے مسجد کر دیا تو یہ بھی مسجد ہو گئی اس کا بھی باقی رکھنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۹: مرسلہ سعادت خاں نابینا مسجد ندی قصبہ مہد پور ریاست اندور ملک مالوہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مسجد کے احاطہ کے اندر درختوں میں سے یا مسجد کی ملک کے درختوں میں سے کسی درخت کا پھل یا پھول بلا ادائے قیمت کھانا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ بیڑ مسجد پر وقف ہیں تو بلا ادائے قیمت جائز نہیں ورنہ مالک کی اجازت درکار ہے اگرچہ اسی قدر کہ اس نے اسی غرض سے لگائے ہوں کہ جو مسجد میں ہوں ان سے تمتع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۰: مرسلہ محمد نصیر الحق امام مسجد مالہ محلہ بی بی گاؤں ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قدیم جامع مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ میں اضافہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ایک قطعہ زمین اسی مسجد کی ملحق ایک مسلمان زمیندار کا تھا اور اس کو زمیندار نے ایک شخص کے ساتھ مدامی بندوبست کچھ خزانہ معینہ پر کر دیا تھا خزانہ باقی رہنے کی وجہ سے زمیندار نے نالش کر کے اس زمین کو نیلام کرایا، اس کو ایک مسلمان نے خرید لیا، اور اس خریدار نے ایک حصہ اس زمین کا وقف کر کے مسجد کے ساتھ ملحق کر دیا، کیا وہ حصہ ملحقہ مسجد کے حکم میں ہوا یا نہیں؟ یہاں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوا حالانکہ خریدار اس زمین پر ہر قسم کے تصرف کرنے کا مجاز ہے، زمیندار کو بجز زر خزانہ معینہ کے نہ تو حق انتزاع رکھا ہے نہ اپنی حقیقت زمینداری کے باعث اس زمین پر کسی قسم کا تصرف کر سکتا ہے، اگر زمیندار اسی قطعہ زمین میں مسجد یا کھواں یا مسافر خانہ بلا مرضی خریدار کے بنانا چاہے تو بالکل نہیں بنا سکتا اور خریدار کو یہ سارے حقوق حاصل ہیں، ایسی صورت میں جو حکم شرع شریف ہو بحوالہ کتب و عبارت تحریر کیا جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ وقف صحیح اور وہ قطعہ مسجد ہو گیا۔ رد المحتار میں ہے:

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوكالة ادارة القرآن کراچی ۲/ ۹۷، رد المحتار کتاب الغصب مطبوعہ بیروت ۵/ ۱۱۵

صحیح حکم صحت ہی ہے جبکہ زمین منکثرہ ہو (یعنی وہ زمین موقوف جس کی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو گئی ہو) جیسا کہ تو جان چکا ہے اسی بنیاد پر انفع الوسائل میں فرمایا کہ اگر اجرت پر لی ہوئی زمین موقوف میں کسی نے مسجد بنادی تو جائز ہے اور جب جائز ہو گئی تو حکر کس پر ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ جب تک مدت اجارہ باقی ہے مستاجر پر ہوگی اور اختتام مدت کے بعد خراج وغیرہ مصالح مسلمین کے لئے بنائے ہوئے بیت المال پر ہوگی اہ توجب یہ حکم مستاجرہ زمین کا ہے اور اس میں بنائی گئی مسجد عمارت کے علاوہ کچھ نہیں تو خریدی ہوئی زمین کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے درانحالیکہ اسے مسجد بنادیا گیا ہو تو حکر جب وہاں مانع نہیں تو یہاں بدرجہ اولی مانع نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)	الصحيح الصحة ای اذا كانت الارض محتكرة كما علمت. وعن هذا قال في انفع الوسائل انه لو بني في الارض الموقوفة المستأجرة مسجد انه يجوز. قال واذا جاز فعلى من يكون حكره. والظاهر انه يكون على المستاجر ما دامت المدة باقية. فاذا انقضت ينبغى ان يكون من بيت مال الخراج واخواته ومصالح المسلمين^۱ اه فاذا كان هدا في ارض مستأجرة وما جعل مسجدا غير بناء مجرد فباطل انك بارض مشتراة وقد جعلت هي مسجدا فالحكر اذا لم يمنع ثم فھنھا بالاولی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱ تا ۲۶۲:

مرسلہ حافظ عبدالستار صاحب مچھلی بازار کانپور ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کانپور کی ایک مسجد میں پاخانہ متعلق مسجد واقع ہے اور ایک کمرہ متعلق مسجد ہے اس کی نالیاں پانی بہنے کی اور پاخانہ کی سنڈ اس کمانے کا راستہ سرکاری گلی میں جانب پچھم ہمیشہ سے جاری تھا، میونسپل بورڈ نے جانب پچھم اور دکن کے مکانات توسیع سڑک کے لئے لے کر راستہ بطور سڑک بنالیا اور وہ گلی جانب پچھم کی کالعدم کر دی اور مسجد کے پچھم کی بقایا زمین بعد نکالے جانے سڑک کے فروخت کر دی، اب میونسپل بورڈ متولی مسجد کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر جگہ جانب پچھم پاخانہ سنڈ اس کمانے کو اور نالیاں جاری رکھنے کو درکار ہے جانب دکن میونسپل بورڈ دیتا ہے، متولی مسجد سنڈ اس کا رخ دوسری طرف پھیرے اور نالیاں بھی اس طرف سے جاری رکھی جائیں، اگر متولی کے پاس روپیہ مسجد کا نہ موجود ہو تو صرف رضامندی دے دی جائے تاکہ میونسپل بورڈ اپنے صرفہ سے نالیاں اور سنڈ اس بنادے اور کسی قسم کا حرج مسجد کا نہ ہونے پائے۔

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۱

- (۱) کیا متولی شرع کے مطابق ایسی رضامندی دے سکتا ہے کہ سرکار کی طرف سے بنائی جائے۔
- (۲) کیا پچھم کی طرف سے جو نالیاں یا سنڈاس کمانے کا دروازہ ہے اس کے بدلے جانب دکھن سرکاری زمین لے کر مسجد کی آمدنی سے متولی اس کو درست کر سکتا ہے اگر مسجد کی آمدنی نہیں صرف کر سکتا ہے تو چندہ کر کے اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے زمین وقف میں کوئی تبدیل نہیں، صرف رخ پھیرنا ہے اور کمانے کا راستہ اور پانی کا نکاس پہلے بھی زمین وقف میں تھا اس تبدیل کا جواز جائے تا مل نہیں، مگر مسجد کی آمدنی مصالح مسجد کے لئے ہوتی ہے اور یہ کام مصالح شارع عام کے لئے ہے مصلحت مسجد اس سے متعلق نہیں، لہذا آمدنی مسجد اس میں صرف نہیں ہو سکتی۔ چندہ کا اختیار ہے اور اس میں حرج نہیں کہ میونسپلٹی کی سڑکوں کے مصالح اس سے متعلق ہیں اپنے صرف سے بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳: مرسلہ منشی ابراہیم صاحب قصبہ گودھرہ ضلع پنج محل مدرسہ فیض عام ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ حضرت مولانا و مقتدانا مولوی احمد رضا خان صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک فتویٰ تصحیح کے لئے دو سوال جواب کے لئے خدمت والا میں بھیجے تھے ان کا جواب نہیں ملا، معلوم نہیں کہ یہ مرسلہ خطوط جناب تک پہنچے یا نہیں، صاحب تفسیر بیان القرآن نے "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا"^۱ کے تحت میں مسئلہ کر کے یہ لکھا ہے کہ بعض علمائے کہا جو فخر و ریا سے مسجد بنائی جائے اس مسجد کو مسجد کہنا نہ چاہئے ان بعض علماء پر مجھ کو کلام ہے، بعض علماء سے مراد کشف و مدارک و احمدی وغیرہ ہیں، اور اسی بناء پر یہ جواب لکھا گیا ہے جو مرسلہ خدمت والا ہے صاحب بیان کا اعتراض درست ہے یا نہیں؟ کیا صاحب کشف وغیرہ کے قول پر ان کے قول کو ترجیح دی جائے گی؟ جواب کا منتظر ہوں، مرسلہ سوال و جواب میں حضور کی کیا رائے ہے تحریر فرمائیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک محلہ کی مسجد میں عرصہ پندرہ بیس سال سے ایک امام مقرر تھا بعض لوگوں نے بعض وجوہ سے اس کو برطرف کیا، بعض لوگوں کو امام قدیم کا برطرف کرنا ناگوار معلوم ہوا، ہر چند اس فریق نے یہ چاہا کہ امام قدیم کو قائم رکھا جائے، لیکن فریق اول نے جنہوں نے امام قدیم کو برطرف کیا تھا نہ مانا، بناء بریں جھگڑے نے ترقی پکڑی یہاں تک کہ فریق اول نے جھگڑے کے اندیشہ

^۱ القرآن الکریم ۹/۱۰۷

کی وجہ سے مسجد کے دروازہ پر پولیس کو لاکے بٹھادیا تاکہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہونے پائے۔ فریق ثانی نے پولیس کے خوف کے مارے اس وقت نماز وہاں نہ پڑھی، دیگر مساجد میں پڑھی، اور بعد میں بھی وہ کچھ عرصہ تک دیگر مساجد میں پڑھتے رہے اس لئے کہ یہ فریق جدید امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے تھے، آخر کار ایک قدیم مسجد جو کہ ویران پڑی ہوئی تھی (اس میں کبھی کبھی نماز باجماعت ہوئی ہے) اور یہ مسجد اتنی بڑی تھی کہ جس میں سو سو آدمی نماز پڑھ سکیں غرضیکہ مسجد مذکور کو آباد کیا اور کچھ دنوں کے بعد اس مسجد کی قدیم بناء کو گرا کر اور کچھ زمین گرد سے لے کر کچھ وسعت کے ساتھ تیار کی، اب اول فریق یہ کہتا ہے کہ مسجد مذکور ملک غیر میں بنی ہے اور حسد سے بنی ہے اس وجہ سے یہ مسجد ضار ہے۔ اور فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ یہ مسجد وقف ہے، پس کیا یہ مسجد ضار ہو سکتی ہے؟ اور اس کی بناء کو کھود کر پھینک دیا جائے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت سوال ملاحظہ ہوئی، اس مسجد کو ضار سے علاقہ ہونے کے کیا معنی، انہوں نے مسجد کا احداث بھی تو نہ کیا بلکہ مسجد قدیم کا احیاء کیا ہے اور مسجد قدیم معاذ اللہ ویران ہو جائے حتیٰ الوسع اس کا احیاء فرض ہے، کہاں فرض اور کہاں ضار، اور اگر بالفرض نئی مسجد بناتے جب بھی اسے ضار سے کوئی تعلق نہ ہوتا کہ مسجد اللہ ہی کے لئے بنائی اور نماز ہی پڑھنی مقصود ہے نہ کہ دوسری مسجد کو نقصان پہنچانا، اور جماعت المسلمین میں تفرقہ ڈالنا، اس کی تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے، جو شخص بنام مسجد کوئی عمارت تیار کرے جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا و تفاخر کی نیت ہو تو وہ بیشک مسجد نہیں ہو سکتی کہ مسجد وقف ہے اور اس کا قربت مقصودہ کے لئے ہونا ضرور، اور ریا و تفاخر قربت الی اللہ نہیں بلکہ بعد عن اللہ ہیں، امام نسفی صاحب مدارک نے ایسی ہی مسجد کو حکم ضار میں فرمایا ہے، اور اگر مسجد بنائی اللہ ہی کے لئے اور وہی مقصود ہے اگرچہ اس کے ساتھ ریا و تفاخر کا خیال آگیا تو وہ ضرور مسجد ہے اگرچہ اس کے ثواب میں کمی ہو یا نہ ملے۔ صاحب بیان القرآن کا شبہ اسی صورت پر محمول ہے والتفصیل فی فتاؤنا (اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ آیا مسجد کی دیواریں ہمسایوں کے ساتھ مشترک کرنا شرعاً جائز ہے (الف) نصف لاگت دیواروں کی ہمسائے لگائیں اور نصف لاگت مسجد کا خرچ ہو (ب) کل لاگت مسجد ہو۔ مسجد قدیمی کی دیواروں پر ہمسایہ کی شتیر رکھی ہوئی تھی اور (الف) اور نشانات اشتراک نہ تھے (ب) اور نشانات اشتراک تھے۔ کہنے مسجد کو مسجد کی لاگت پر گرایا گیا اور مسجد کے

روپوں کا امین وہی ہمسایہ تھا جس کے شہتیر مسجد کی دیواروں پر تھے۔ اس نے مسجد کی لاگت سے کل دیواریں اسی طرح بنوائیں جس سے بدایۃً اشتراک معلوم ہوتا ہے یعنی اپنی طرف جالی اور الماریاں حسب مرضی خود بلا رضامندی دیگر مصلیان کے رکھوائے، کیا یہ فعل لہابیہ کا شرعاً جائز ہے۔ بصورت (الف) و بصورت (ب) کیا ان دیواروں پر ہمسایہ مذکور بالا خانہ ہائے تیار کر سکتا ہے اور بطور ملکیت خود ان دیواروں کو استعمال کر سکتا ہے، بصورت (الف) و بصورت (ب) کیا بقول لہابیہ نصف دیوار اس کی ہے نصف دیوار کی تختہ زمین چھوڑ کر اس سر نو دیواریں واحد ملکیت مسجد بلا اشتراک تحریر چڑھانا جائز ہے یا ضروری ہے کیا ایسے مشترک دیوار والی مسجد پر "الوقف لایملک" صادق آتا ہے اور ایسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے ثواب جو مسجد میں ادا کرنے پر وارد ہوتا ہے ملتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے: "وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ" ^۱ مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ مسجد ہونے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شش جہت میں جمیع حقوق عباد سے منزہ ہو اگر اس کے کسی حصہ میں بھی ملک عبد باقی ہے تو مسجد نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

من جعل مسجداً تحته سرداب، أو فوقه بيت وجعل باب المسجد إلى الطريق وعزله عن ملكه، فله أن يبيعه وإن مات يورث عنه لأنهم يخلص الله تعالى لبقاء حق العبد متعلقاً به ^۲	جس شخص نے مسجد بنائی جس کے نیچے تہ خانہ یا اوپر کوئی مکان ہے اور مسجد کا دروازہ اس نے بڑے راستہ کی طرف کر دیا اور اس کو اپنی ملک سے الگ کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اسے بیچ دے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی کیونکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوئی اس سے حق عبد متعلق ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وكذلك ان اتخذ وسط دار مسجدا واذن للناس بالدخول فيه، یعنی	کسی نے اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت دے دی

^۱ القرآن الکریم ۱۸/۷۲

^۲ الهدایة کتاب الوقف المكتبة العربية کراچی ۲/ ۶۲۳

له ان یبیعہ ویورث عنہ لان المسجد مالایکون لاحد فیه حق المنع (الی ان قال) فلم یصر مسجدا لانه ابقى الطريق لنفسه فلم یخلص لله تعالیٰ^۱۔	اگر تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو مذکور ہوا یعنی اسے فروخت کر سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں میراث بھی جاری ہوگی کیونکہ مسجد وہ ہوتی ہے جس سے روکنے کا حق کسی کو نہ ہو (یہاں تک کہ فرمایا) پس چونکہ اس نے راستہ اپنے لئے باقی رکھا ہے لہذا وہ مسجد نہ ہوئی اسلئے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوئی۔ (ت)

پس اگر اس مسجد کی دیواریں واقع میں مشترک ہیں ان میں کچھ حصہ عبد کا بھی ہے تو وہ مسجد سرے سے مسجد ہی نہیں، نہ اسمیں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب، وہ بانی کی ملک ایک مکان ہے جسے وہ بیچ سکتا ہے اور مر جائے تو ترکہ میں تقسیم ہوگا کما مر عن الہدایۃ (جیسا کہ ہدایہ سے گزرا۔ ت) اور اگر واقع میں مشترک نہیں، اس متولی نے غاصبانہ اشتراک کر رکھا ہے تو فرض ہے کہ اسے تولیت سے خارج کر دیں اور وہ نشانات جو اس نے اپنے اشتراک کی علامت بنائے ہیں سب مٹادیں اور شہتیر وغیرہ جو کچھ اس کا مسجد کی دیوار پر رکھا ہے سب گرا دیں، اور جتنے برسوں رکھا رہا اتنے کا کرایہ دیوار مسجد کا اس سے وصول کریں، اور اب اگر کوئی عمارت دیوار مسجد پر بنانا چاہے نہ بنانے دیں، اور اگر بنالی ہو مجبور حکومت فوراً منہدم کرا دیں۔ درمختار میں ہے:

وبنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانه من المصلح اما لو ثبت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ، فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد^۲۔	اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کا حجرہ بنادیا تو جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد میں سے ہے، لیکن جب مسجد تمام ہو گئی اب وہ حجرہ بنانا چاہے تو اس کو نہیں بنانے دیا جائے گا، اگر وہ کہے کہ شروع سے میرا ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی (تاتارخانیہ) جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو ایسا کرنے کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے، لہذا اس کو گرانا واجب ہے اگرچہ فقط دیوار مسجد پر بنایا گیا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لایوضع الجذع علی جدار المسجد	بحر میں ہے مسجد کی دیوار پر لکڑی نہیں رکھی جائیگی

^۱ الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۲/ ۲۵

^۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

وان كان من اوقافه اه قلت وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لا يحل ولودفع الاجر ^۱ ۔	اگرچہ وہ اوقاف مسجد میں سے ہو اہ میں کہتا ہوں اس سے مسجد کے بعض پڑوسیوں کے اس فعل کا حکم معلوم ہو گیا جو وہ دیوار مسجد پر کڑیاں رکھتے ہیں کہ یہ ان کے لئے حلال نہیں اگرچہ وہ اس کی اجرت دیں۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۵: از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ عبدالستار اسماعیل رضوی ۸ صفر ۱۳۳۶ھ

ایک مسجد میں قریب ایک صدی سے فرش پتھر کا بچھا ہوا تھا جس کو اب لوگوں نے نکال کر دوسرا فرش بچھایا ہے، اب اس نکلے ہوئے فرش کے پتھر کو کسی اور کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ یا کوئی اور مسجد کے کسی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس پتھر کی ضرورت کسی اور مسجد میں بھی نہ ہو اور ان کو حفاظت سے رکھنے کے لئے جگہ کی بھی تنگی ہو یا ان کو سنبھال رکھنے میں اور اخراجات ہوتے ہوں تو ایسی صورت میں ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت اس مسجد کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

انہیں فروخت کر کے وہ قیمت خاص اسی مسجد کے خاص عمارت میں صرف کی جائے، تیل بتی وغیرہ میں نہیں اور اس وقت مسجد کو عمارت کی حاجت نہ ہو تو اس کی آئندہ ضرورت کے لئے محفوظ رکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱ تا ۲۶۶: از رنگون مغل اسٹریٹ پوسٹ بکس ۲۴۲ مال کمپنی مرسلہ سید فضل اللہ ولد سید غلام رسول صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک قصبہ میں مثلاً تین مسجد آباد ہیں اور نماز جمعہ وعیدین مسجد جامع میں ادا ہوتی ہیں اور اس جامع مسجد میں تمام ضروری اشیاء مثلاً فرش، دری، چٹائی، جھومر، قتادیل، لیمپ وغیرہ اہل قصبہ چندہ فراہم کر کے خاص مسجد کے لئے خرید کر جمع رکھتے ہیں اور اسی قصبہ کے بعض تجار دوسرے ملک سے مسجد کے لئے بھیجتے رہتے ہیں اور بھیجنے والوں کے حسب منشاء وہ چیز خرید کر کے مسجد میں رکھ دی جاتی ہے یا بعض وقت خاص مال مسجد سے مذکورہ بالا چیزیں خرید کی جاتی ہیں اور یہ کل چیزیں مسجد جامع ہی میں رہتی ہیں اور بوقت ضرورت رمضان المبارک و شب قدر و شبہائے متبرکہ میں استعمال ہوتا ہے اور فرش چٹائی وغیرہ کا عیدین میں اسی مسجد میں کام آتا ہے اور جملہ اسباب اسی جگہ پر رہتا ہے، نہ کرایہ پر دینے کے لئے

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

ہے کیونکہ چندہ دینے اور لینے والوں نے خاص اس جامع مسجد ہی میں اشیائے مذکورہ کے لئے چندہ دیا ہے پس جس کو جو میسر آیا بلا قید و شرط و بلا تصریح دے دیا، اب اہل قصبہ یا اور کوئی جس نے چندہ دیا ہو یا نہ دیا ہو خود اپنے کسی کام یا کسی تقریب میں مثلاً وعظ، مولود یا شادی وغیرہ میں مسجد کی کوئی شے مثل بتی، لیپ و فرش، دری، چٹائی وغیرہ اپنے کام میں برتنے کے لئے کرایہ سے یا بے کرایہ سے لے جائے تو یہ مسجد کی چیزوں کا دوسری جگہ میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس قصبہ میں ۲۵ سال قبل عید اضحیٰ عید گاہ میں ہوا کرتی تھی اس وقت تمام فرش و منبر وغیرہ تمام حاجت کی چیزیں ریاست سچین سے نواب صاحب کی طرف سے آیا کرتی تھیں اور اختتام نماز پر وہ وہ کل چیزیں واپس ہمراہ لے جایا کرتے، امسال جدید عید گاہ قائم ہو جانے سے عید کی نماز عید گاہ میں پڑھی اور جامع مسجد کی چٹائی وغیرہ لا کر بچھائی گئی، بعد نماز ختم جو چیز یہاں کی تھی وہاں بلا نقص پہنچادی گئی تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد کے متصل مسجد ہی کی زمین ہے اس میں کوئی آدمی خود فائدہ اٹھانے کی غرض سے درخت لگائے اور جب وہ بڑے ہوں اور پھل پھول سے بار آور ہوں تو اس وقت یہ درخت زمین کے اعتبار سے مسجد کی ملکیت میں داخل ہوں گے یا لگانے والے کے، یا مسجد کا، اور مسجد کی زمین میں اس طرح درخت لگادینے کا غیر کو حق حاصل ہے؟

(۴) مسجد کے متصل مسجد کا بوسیدہ مکان یا حجرہ ہے اس پر کوئی شخص کم یا زیادہ اپنا روپیہ لگا کر کوئی تعمیر کرے اور بلا کرایہ اپنے تصرف اور قبضہ میں لائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۵) اس مسجد جامع کے لئے امام ہے مگر اوقات کی پابندی سے آکر نماز نہیں پڑھاتے کبھی وقت بے وقت آجاتے ہیں، اور اکثر اور لوگ نماز پڑھادیتے ہیں، اس لئے امام سے مسجد کی آبادی بھی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نہ ہونے سے مسجد کی زیادہ آبادی کی امید ہے، چونکہ دانت نہ ہونے کی وجہ سے مخارج صاف اور تلفظ سامع کی سمجھ میں نہیں آتے۔ امام صاحب غریب خود عاجز محض ہیں اور دیندار متقی بھی نہیں۔ علاوہ اس کے مسجد بھی غریب ہے اور ضروری تعمیر کی محتاج ہے اس لئے مسجد کے مال سے امام صاحب کو تنخواہ دینے پر بھی لوگ راضی نہیں مگر مجبوراً، اور رعایت امام صاحب کے بزرگوں کی قدر کی وجہ سے چون و چرا سے عاجز ہیں، اس صورت میں امام صاحب کو غریب مسجد سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) مسجد میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، تمام بچے ننگے پیر آتے جاتے ہیں، اس صورت میں بچوں کو تعلیم دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

استعمال مذکور حرام ہے، چندہ دہندہ کرے یا کوئی مال وقف خود واقف کو حرام ہے کہ اپنے صرف لائے، یہاں تک کہ اگر نفس وقف غیر اہلی میں اس نے شرط کر لی ہو کہ اپنی حیات تک میں اپنے صرف میں لاسکوں گا، تو شرط باطل ہے اور تصرف حرام، فتاویٰ خلاصہ جلد دوم ص ۵۷۰:

رجل جعل فرسه للسبيل على ان يمسكه مادام حيا ان امسكه للجهاد له ذلك لانه لو لم يشترط كان له ذلك لان لجاعل السبيل ان يجاهد عليه وان اراده ان ينتفع به غير ذلك لم يكن له ذلك وصح جعله للسبيل¹۔	ایک شخص نے اپنا گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے گھوڑے کو اپنے پاس روکے رکھے گا، اگر تو اس نے جہاد کے لئے روکا ہے تو جائز ہے کیونکہ اگر وہ یہ شرط نہ بھی کرتا تب بھی اسے یہ حق تھا اس لئے اس گھوڑے کو فی سبیل اللہ وقف کرنے والا بھی اختیار رکھتا ہے کہ وہ اس پر سوار ہو کر جہاد کرے، اور اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ جہاد کے علاوہ کوئی اور نفع حاصل کرے گا تو اس کو یہ اختیار نہیں، تاہم گھوڑے کو فی سبیل اللہ وقف کرنا صحیح ہو گیا۔ (ت)

بتی کا کرایہ پر دینا تو مطلقاً حرام ہے اگرچہ بتی وقف نہ کی ہو خود اپنی ملک ہو، شرع مطہر نے عقد اجارہ اس لئے رکھا ہے کہ شئی باقی رہے اور مستاجر اس کو برت کر ختم اجارہ پر واپس دے، نہ اس لئے کہ خود اس شئی کو خرچ و فنا کرے، اور ظاہر ہے کہ بتی جب کام میں لائی جائے گی خود اس کے اجزا فنا ہوں گے، ایسا اجارہ حرام و باطل ہے۔ فتاویٰ خیر یہ علامہ خیر الدین رحمتی استاذ صاحب در مختار رحمہما اللہ تعالیٰ جلد دوم ص ۱۰۷:

الاجارة المذكورة باطلة غير منتعقدة لما صرح به علماءنا قاطبة من ان الاجارة اذا وقعت على اتلاف الاعيان قصد الاتنعد ولا تفيد شيئاً من احكام الاجارة²۔	اجارہ مذکورہ باطل ہے منعقد نہیں ہوگا کیونکہ ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اجارت جب قصداً اصل کے اتلاف پر واقع ہو منعقد نہیں ہوتا اور نہ ہی احکام اجارہ میں سے کسی حکم کا فائدہ دیتا ہے (ت)

¹ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الوقف الفصل الثالث فی صحة الوقف مکتبۃ حبیبہ کوئٹہ ۱۳۸۸

² فتاویٰ خیریۃ کتاب الاجارة دار المعرفۃ بیروت ۱۱۷

باقی چیزیں مثلاً لیمپ، فرش، دری، چٹائی، اور یونہی بقی بھی، اگر اس سے مراد خالی شمع دان ہوا گرچہ اپنی ذات میں قابل اجارہ ہیں، مملوک ہوں تو مالک اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر وہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے لئے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف:

فروع قولہم شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به ^۱ ۔	واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے (ت)

ولہذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے، ہاں اگر مسجد کو حاجت ہو مثلاً مرمت کی ضرورت ہے اور روپیہ نہیں تو مجبوری اس کا مال اسباب اتنے دنوں کرایہ پر دے سکتے ہیں جس میں وہ ضرورت رفع ہو جائے، جب ضرورت نہ رہے پھر ناجائز ہو جائے گا۔ خلاصہ جلد ۲ ص ۵۷۰:

ولا یؤاجر فرس السبیل الا اذا احتیج الی النفقہ فیؤاجر بقدر ما ینفق وھذہ المسألة دلیل علی ان المسجد اذا احتیج الی النفقۃ تؤاجر قطعۃ منہ بقدر ما ینفق علیہ ^۲ ۔	فی سبیل اللہ وقف شدہ گھوڑا کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا ہاں اگر اس کے اخراجات کے لئے مجبوری ہو تو اتنے وقت کے لئے دیا جاسکتا ہے جس سے اخراجات پورے ہو سکیں اور یہ مسئلہ دلیل ہے اس پر کہ اگر اخراجات مسجد کے سلسلہ میں حاجت ہو تو ان اخراجات ضروریہ کی فراہمی کے لئے وقف کا کوئی حصہ کچھ وقت کے لئے کرایہ پر دیا جاسکتا ہے (ت)

(۲) یہ فعل ناجائز و گناہ ہے، ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں بھی عاریہ دینا جائز نہیں، نہ کہ عید گاہ میں کہ اتصال صف کے سوا اور احکام میں وہ مسجد ہی نہیں، ولہذا جنب کو اس میں جانا منع نہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد پنجم ص ۱۲۲:

یجوز للقیمہ شراء المصلیات للصلاة علیہا ولا یجوز اعارتہا لمسجد آخر ^۳ (ملخصاً)۔	مسجد کے ناظم کو مسجد کے لئے چٹائیاں خریدنا جائز ہے تاکہ ان پر نماز پڑھی جائے اور انہیں عاریہ دوسری مسجد کے لئے دینا جائز نہیں (ت)

^۱ درمختار فصل یراعی شرط الواقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الوقف الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۴۱۸

^۳ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۲۔

در مختار علی ہامش رد المحتار مطبع قسطنطنیہ جلد اول ص ۶۸۷

جنازہ گاہ اور عید گاہ جواز اقتداء کے حکم میں مسجد ہے اگرچہ صفوں میں فاصلہ ہو یہ حکم لوگوں کی سہولت کے لئے ہے دیگر احکام میں وہ مثل مسجد نہیں، اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے نہایت لہذا اس میں جنبی شخص اور حیض و نفاس والی عورتوں کا داخل ہونا حلال ہے جیسا کہ فناء مسجد، خانقاہ اور مدرسہ کا حکم ہے (ت)	المتخذ لصلاة جنازة او عيد مسجد في حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافي حق غيره به يفتي نهاية فحل دخوله لجنب وحائض كغناء مسجد ورباط ومدرسة¹

(۳) مسجد کی زمین میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے کہ وقف میں تصرف مالکانہ ہے، والواقف لایسک، پھر اگر یہ مال اس نے مسجد کے مال سے لگایا تو مسجد کا ہے اور اپنے مال سے لگایا اور یہ متولی ہے تو مسجد کا ہے مگر یہ کہ لگاتے وقت لوگوں کو گواہ کر لیا ہو کہ یہ میں اپنے لئے لگاتا ہوں، اور اگر غیر متولی ہے تو خود اس کا ہے مگر یہ کہ اقرار کرے کہ میں نے مسجد کے لئے لگایا، اب جس صورت میں پیڑ لگانے والے کا ٹھہرے اگر اس کے اکھیر نے میں زمین وقف کا نقصان نہیں جبراً اکھڑا دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق² (عرق ظالم کا کوئی حق نہیں۔ ت) اور اگر اس میں زمین وقف کا ضرر ہو تو درخت مسجد کی ملک کر لیا جائے گا اور اندازہ کریں گے کہ اس وقت اس درخت کی قیمت زیادہ ہے اکھیر کر بیچنے میں کم ہو جائے گی یا جدا کر کے بیچنے میں دام زیادہ اٹھیں گے اس وقت قیمت کم آئیگی دونوں حالتوں میں جس صورت پر کم قیمت اٹھے وہ کم قیمت مسجد کے مال سے لگانے والے کو دی جائے گی۔ فتاویٰ خلاصہ جلد ۲ ص ۵۷۰:

حاوی میں ہے کہ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنے مال سے وقف زمین میں درخت بوئے اور پھر مر گیا تو ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر وقف کی آمدنی سے بوئے ہیں تب تو وقف کے لئے ہیں اگرچہ کسی شئی کا ذکر نہ کیا ہو اور اگر اپنے مال سے	في الحاوی سئل ابو القاسم عن غرس الوقف من ماله ومات قال ان غرس من غلة للوقف فهو للوقف وان لم يذكر شيئاً فان غرس بماله ان ذكر انه غرس للوقف فهو

¹ در مختار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

² صحیح البخاری کتاب الحرث والمزارعة باب من احیا ارضاً مواتاً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴، سنن ابوداؤد کتاب الخراج باب احیاء

الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

لہ وان لم یذکر شیئاً فہو عنہ میراث ^۱ ۔	ہوئے اور ذکر کیا کہ یہ وقف کیلئے ہے تو وقف کیلئے ہیں اور اگر کسی شے کا ذکر نہیں کیا تو وہ اس کی میراث ہے۔ (ت)

ایضاً جلد مذکور ص ۵۷۳:

المتولی اذا بنی فی عرصۃ الوقف ان کان من مال الوقف یکون للوقف وکذا من مال نفسه لکن بنی للوقف فان بنی لنفسه ان اشہد کان لہ ذلک وان بنی ولم یذکر شیئاً کان للوقف بخلاف الاجنبی ^۲ ۔	متولی نے مال وقف سے جب وقف زمین کے میدان میں عمارت بنادی تو وہ وقف کے لئے ہوگی یونہی اگر اس نے اپنے مال سے وقف کیلئے عمارت بنائی تب بھی وقف کے لئے ہوگی اور اگر اپنی ذات کے لئے بنائی اور اس پر گواہ کر لئے تو یہ عمارت اس کی ذات کے لئے ہوگی، اور اگر عمارت بنائی مگر کسی شے کا ذکر نہ کیا تو عمارت وقف کے لئے ہوگی، بخلاف اجنبی شخص کے۔ (ت)

عقود الدریہ جلد اول ص ۱۶۵:

حیث کان غرس عمر و المذکور لنفسه بلا اذن الناظر فللناظر علی الوقف تکلیفہ قلعه ان لم یضرفان اضر یتبیلکہ الناظر باقل القیمتین للوقف منزوعاً و غیر منزوع ببال الوقف ^۳ ۔	اگر عمرو مذکور نے اپنی ذات کے لئے بغیر اذن متولی درخت لگائے تو متولی کو اختیار ہے کہ وہ اسے اکھاڑنے پر مجبور کرے جبکہ وقف کو ضرر نہ ہو اور اگر اکھاڑنا وقف کے لیے ضرر رساں ہے تو متولی دو قیمتوں میں سے اقل قیمت کے بدلے مال وقف سے وقف کیلئے ان درختوں کا مالک بن جائے گا، دو قیمتوں سے مراد زمین میں لگے ہوئے درختوں کی قیمت اور اکھاڑے ہوئے درختوں کی قیمت ہے۔ (ت)

(۴) حرام ہے، اور جتنے دنوں اس نے اپنے تصرف میں رکھا اتنے دنوں کا کرایہ جو حصہ وقف کا نرخ بازار سے ہوا اتنا تاوان اس پر لازم ہوگا کہ وقف کے لئے ادا کرے اور اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا وہ وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الوقف الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۱۹

^۲ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الوقف الفصل الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۳

^۳ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۸۹

اکھیر بنا وقف کو مضر نہیں جتنا اس نے زیادہ کیا اکھیر کر پھینک دیا جائے گا وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنادے اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو، بنی ہوئی دیوار کی قیمت ادا کرے اور اگر اکھیر بنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیر اجاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا، اتنی قیمت مال مسجد سے اسے دیں گے، اگر فی الحال اس درخت یا اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کریں گے اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تقاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے، یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقت گواہ کر لئے تھے کہ اپنے لئے بنانا ہوں یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کے لئے بنانا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے اور یہ جو ہم نے قیمت لگانے میں اکھڑے ہوئے عملہ کا لحاظ کرنا کہا اس بنا پر ہے کہ غالباً بعد انہدام عملہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے، اور اگر حالت موجودہ ہی قیمت حالت ہدم سے کم ہو تو یہی کم لازم آئیگی۔ عقود الدرہ جلد اول ص ۱۵۶:

اذا ثبت كونه وقفاً وجبت الاجرة له في تلك المدة لان منافع الوقف مضمونة على المفتي به ^۱ ۔	جب اس کا وقف ہونا ثابت ہو گیا تو اس کی اجرت واجب ہے کیونکہ مفتی بہ قول کے مطابق منافع وقف پر ضمان لازم ہوتا ہے (ت)

اشباہ والنظائر مع الغرر صفحہ ۳۰۰:

من هدم حائط غيره يضمن نقصانها ولا يضمن من هدم حائط المسجد كما في كراهة الخانية ^۲ ۔	جس نے غیر کی دیوار گرا دی اس کے نقصان کا ضامن ہوگا مگر اس کی تعمیر کا حکم اس کو نہیں دیا جائے گا سوائے دیوار مسجد (کہ اس کی تعمیر کا حکم دیا جائیگا) جیسا کہ خانہ میں کتاب الکرہۃ میں ہے (ت)

رد المحتار جلد پنجم ص ۱۷۶:

في شرح البيهقي اما الوقف فقد قال في الذخيرة اذا غصب الدار	شرح بیری میں ہے لیکن وقف تو اس کے بارے میں ذخیرہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے وقف شدہ گھر

^۱ العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية كتاب الوقف الباب الثاني ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۷۹

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثاني كتاب الغصب ادارة القرآن کراچی ۱/ ۹۷

غصب کیا اور اس کی دیوار گرا دی تو ناظر وقف کو اختیار ہے کہ وہ اس کو عمارت کی قیمت کا ضامن ٹھہرائے اگر غاصب اس کی تعمیر پر قادر نہ ہو اور تعمیر شدہ عمارت کی قیمت کا ضامن ٹھہرایا جائے گا کیونکہ غصب اسی پر واقع ہوا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب غاصب سابقہ حالت پر عمارت بنانے پر قادر ہو تو ایسا کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسجد اور دوسرے وقف میں کوئی فرق نہیں اسی واسطے پیری نے ماقبل میں کہا کہ یہ غیر وقف کا حکم ہے، فتاویٰ قاری الہدایہ میں ہے کہ ایک شخص نے وقفی گھر کرایہ پر لیا اور اس کو گرا کر آٹا پیسنے کی چکی بنالی تو اس پر لازم قرار دیا جائے گا کہ وہ چکی کو گرا کر مکان کو پہلی حالت پر لوٹائے اور تو ظاہر ہوا کہ اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا چاہے وقف بصورت مسجد ہو یا غیر مسجد بخلاف ملک کے اہ اختصاراً (ت)	البوقوفة فهدم بناء الدار للقيم ان يضمنه قيمه البناء اذا لم يقدر الغاصب على ردها ويضمن قيمة البناء مبنياً، لان الغصب ورد هكذا اه ومقتضاه انه اذا امكنه رد البناء كما كان وجب ولم يفصل فيه بين المسجد وغيره من الوقف، ولذا قال البيري فيما سبق وهذا في غير الوقف وفي فتاوى قارى الهداية استاجر داراً وقفاً فهدمها وجعلها طاحوناً، الزم بهدمه واعادته الى الصفة الاولى اه فظهران لافرق بين المسجد وغيره من الوقف بخلاف الملك اه مختصراً¹۔

عقود الدرر جلد ۱ ص ۱۵۹:

کسی نے وقف کا احاطہ غصب کر کے اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ کر دیا، اگر تو وہ اضافہ مال یا حکم مال کے قبیلہ سے نہیں تو بلا عوض اس سے واپس لیا جائے گا اور اگر وہ اضافہ ایسا مال ہے جو زمین کے ساتھ قائم ہے جیسے درخت اور عمارت تو قاضی غاصب کو حکم دے گا کہ وہ اس کو اکھاڑے جبکہ اکھاڑنے سے وقف کو نقصان نہ پہنچتا ہو اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو پھر اس کو اکھاڑنے سے روکا	غصب ارض وقف وزاد فيها زيادة من عند نفسه وان كانت شيئاً ليس بمال ولا له حكم المال تو خدمنه بلا شيء، ان كانت مالا قائماً نحو الغراس والبناء امر القاضى الغاصب برفعه وقلعه، الا اذا كان يضر بالوقف فانه يمنع عنه لو اراد ان يفعل ويضمن

¹ رد المحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۱۵

القیّم والقاضی قيمة ذلك من غلة الواقف ان كانت والا یؤجر الوقف ویؤتی من اجرته عمادیة ^۱ ومثله فی الفصولین من ۱۳	جائیگا اگر وہ اکھاڑنے کا ارادہ کرے، اور متولی یا قاضی اس اضافے کی قیمت کے ضامن ہوں گے اگر وقف کی کوئی آمدنی ہے تو اس سے ضمان دیں گے ورنہ وقف کو کرایہ پر دے کر اس کی اجرت سے ضمان ادا کریں گے، عمادیہ۔ اور اسی کی مثل فصولین میں ہے (ت)

(۵) جبکہ امام التزام امامت نہیں کرتا کبھی وقت بے وقت آجاتا ہے اور حرف بھی صاف مسموع نہیں ہوتے، اور مسائل کا بیان ہے کہ وہ دیندار متقی بھی نہیں، تو نہ خدمت پوری کرتا ہے نہ خدمت کے مناسب ہے، ضرور مستحق معزولی ہے، بلکہ دو امر اخیر اگر نہ بھی ہوتے تو صرف پہلی بات اسے تنخواہ مقرر لینا اور مال مسجد سے دینا دونوں کے حرام کرنے کو کافی ہے، در مختار کتاب الوقف فروع فصل نہر الفائق سے:

فیجب علیہ خدمة وظیفه اوترکھا لمن یعمل والا اثم ^۲ ۔	اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا اس پر واجب ہے یا اس شخص کے لئے چھوڑ دے جو یہ خدمت کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔ (ت)

جتنی مدتوں وہ کبھی کبھی آیا اور تنخواہ پوری دی گئی حساب کر کے اوقات حاضری کی تنخواہ مجرا کرنا لازم ہے، اس پر فرض ہے کہ واپس دے، اور متولی پر فرض ہے کہ واپس لے۔ فتاویٰ خیر یہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۳:

سئل فی رجل بیدہ وظیفه امامة علی مسجد کل یوم بعثماني وقد تناول جبيع المعلوم من قیّم الوقف والحال انه کان امر فی بعض الاوقات دون بعض فهل لایستحق المعلوم الالبقذار ما بأشیر والباقی یرجع علیہ به ویكون موفر الجهة الوقف اجاب الذی تحصل من کلام البحر ان مقتضى کلام الخصاص انه لایستحق الالبقذار	ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے ہاتھ میں کسی مسجد کی امامت کا وظیفہ تھا بحساب ایک عثمانی (روپیہ) یومیہ، اور اس نے متولی سے تمام تنخواہ اکٹھی وصول کر لی جبکہ صورت حال یہ ہے کہ وہ بعض اوقات امامت کرتا رہا اور بعض اوقات غیر حاضر رہتا تو کیا وہ صرف انہی دنوں کی تنخواہ کا مستحق ہے جن میں اس نے امامت کرائی اور باقی دنوں کی تنخواہ متولی اس سے واپس لے گا اور اس طرح وہ جہت وقف کا پورا حق ادا کرنے والا ہوگا، تو جواب دیا کہ کلام بحر سے جو حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خصاف کے کلام کا تقاضا

^۱ العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة کتاب الوقف الباب الثانی ارگ بازار قندھار افغانستان ۸۳-۱۸۲

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/ ۳۹۰

یہی ہے کہ جن دنوں کی امامت اس نے کرائی صرف انہی دنوں کی اجرت کا مستحق ہے۔ ابن وہبان نے اسی کی تصریح فرمائی، حج یا صلہ رحمی کے لئے سفر میں جہاں انہوں نے فرمایا کہ وہ معزول نہ ہوگا اور نہ مدت سفر کی تنخواہ کا مستحق ہوگا باوجودیکہ یہ دنوں چیزیں فرض ہیں (ت)	مَا بَشَرُ، وَبِهِ صَرَحَ ابْنُ وَهْبَانَ فِي الْمَسَافِرِ لِلْحَجِّ اَوْصَلَةُ الرَّحِمِ حَيْثُ قَالَ لَا يَنْعَزِلُ وَلَا يَسْتَحِقُّ الْمَعْلُومَ مَدَّةَ سَفَرِهِ مَعَ انْهَاءِ رِضَانٍ ¹ ۔

بلکہ انصافاً وہ متولی یا مہتمم کہ اس حالت پر اسے پوری تنخواہ دیتا رہا وہ بھی مستحق عزل ہے کہ بلا استحقاق دینے سے مال مسجد پر متعدی ہے۔

(۶) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اپنی مسجدوں کو بچوں اور مجنوں اور آوازیں بلند کرنے سے محفوظ رکھو۔ (اس کو ابن ماجہ نے بروایت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس سے زیادہ بہتر سند کے ساتھ امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)	جَنَبُوا مَسَاجِدَ كُمُ صَبِيَّانِكُمْ وَمَجَانِينِكُمْ وَرَفَعُوا اصْوَاتَكُمْ ² ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْإِسْقَعِ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ بِسَنَدٍ امْتَلَأَ مِنْهُ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

اگر نجاست کا ظن غالب ہو تو انہیں مسجد میں آنے دینا حرام اور حالت محتمل و مشکوک ہو تو مکروہ۔ اشباہ مع الغمض صفحہ ۸۰ و ۳ اور مختار و آخر مکروہات الصلوٰۃ:

اگر بچوں اور پاگلوں کے مسجد کو نجس کرنے کا گمان غالب ہو تو انہیں مسجد میں داخل کرنا حرام ورنہ مکروہ ہے۔ (ت)	يَحْرُمُ ادْخَالَ صَبِيَّانٍ وَمَجَانِينَ حَيْثُ غَلَبَ تَنْجِيسُهُمْ وَالْإِفْكِرَةُ ³ ۔

یونہی اگر بچے بلکہ بوڑھے بھی بے تمیز، نامہذب ہوں غل چائیں، بے حرمتی کریں، مسجد میں نہ آنے دئے جائیں، در مختار محل مذکور:

¹ فتاویٰ خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۸

² سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

³ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۹۳

یحررم فیہ السؤال ویکره الاعطاء و انشاد ضالة وشعر الامافیہ ذکر ورفع صوت بذكر الالمتفقہ ویمنع منه کل مؤذول و بلسانہ^۱۔	مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو مسجد میں دینا مکروہ ہے، اور اسی طرح گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا۔ اور ایسے اشعار پڑھنا جن میں ذکر نہ ہو، اور فقہ کی تعلیم و تعلم کے علاوہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے، اور کل ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائیگا اگرچہ زبان سے ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)

اور اگر ایسے نہ ہوں تو انہیں مسجد میں غیر اوقات نماز میں پڑھانا مضائقہ نہیں رکھتا جب کہ معلم بلا تنخواہ محض لوجہ اللہ
پڑھاتا ہو ورنہ ہر گز جائز نہیں اگرچہ جوان اور بوڑھے ہی پڑھیں کہ اب یہ اور پیشوں کی طرح دنیا کمانا ہے اور مسجد میں اس کی
اجازت نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص ۱۲۲:

لو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا بأس به لانه قربه وان کان بالاجرة یکره الا ان تقع لهما الضرورة کذا فی محیط السرخسی^۲۔	اگر معلم مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے اور کاتب مسجد میں بیٹھ کر لکھتا ہے اگر تو معلم ثواب کی نیت سے ایسا کرتا ہے اور کاتب اپنے لئے لکھتا ہے نہ کہ اجرت پر تو حرج نہیں کیونکہ یہ قربت و عبادت ہے، اور اگر اجرت کے لئے ہے تو بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، امام سرخسی کی محیط میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر صفحہ ۳۸۱:

تکرہ الصنعة فیہ من خیاطہ و کتابة باجر و تعلیم صبیان باجر لا بغیرہ الا لحفظ المسجد فی روایة^۳۔	مسجد میں سلائی یا کتابت کا پیشہ اجرت پر کرنا اور اجرت لے کر بچوں کو پڑھانا مکروہ ہے جبکہ بلا اجرت ہو تو حرج نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حفاظت مسجد کیلئے بغیر اجرت پر بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے (ت)

غمر العیون ص ۳۸۱:

^۱ در مختار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۹۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة تورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۱

^۳ الاشباہ والنظائر الفہم الثالث القول فی احکام المسجد ادارة القرآن کراچی ۲/ ۲۳۱

قرآن کی تعلیم دینے والا کاتب کی طرح ہے اگر اجرت پر ہو تو ناجائز اور نیت ثواب سے ہو تو جائز ہے انتی، تہمتاشی کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ بچوں کو مسجد میں تعلیم قرآن جائز نہیں کیونکہ مروی ہے کہ اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے محفوظ رکھو انتی، یہ عدم جواز میں صریح ہے چاہے اجرت پر ہو یا بلا اجرت اھ اقول: (میں کہتا ہوں) کہ تطبیق جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا یہ ہے کہ اگر مسجد (کی طہارت و احترام) کے سلسلہ میں ان پر بھروسہ نہیں تو مطلقاً ناجائز ہے ورنہ نیت اجر و ثواب جائز اور اجرت پر ناجائز ہے اور اس پر دلیل اس حدیث سے استدلال ہے کہ اس میں بچوں کے ذکر کے ساتھ پاگلوں کا ذکر ہے لہذا حدیث میں بچوں سے مراد وہ ہیں جو بے عقل ہو یا ان پر (آداب مسجد کے سلسلہ میں) بھروسہ نہ کیا جاسکتا ہو۔ فرع تہمتاشی میں بطور خاص غیر مامون (بے بھروسہ) کا ذکر ہے (نہ کہ بے عقل کا) کیونکہ جسے عقل نہیں وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی الفتح معلم الصبیان القرآن کالکاتب ان باجر لایجوز وحسبہ لایس بہ انتھی، وفی شرح الجامع الصغیر للتہمتاشی لایجوز تعلیم الصبیان القرآن فی المسجد للمروی جنوباً مجانیئکم وصبیائکم مساجدکم انتھی وهو صریح فی عدم الجواز سواء کان باجر اولاً اھ اقول: والتوفیق ما اشرنا الیہ ان لو کانوا غیر ما مونیین علی المسجد لم یجز مطلقاً و الا جاز حسبہ لا باجر والدلیل علیہ استدلالہ بالحديث وقد قرنوا فیہ بالمجانین فالمراد فی الحديث من لا یعقل اولایہ من علیہ وفی فرع التہمتاشی غیر المأمونین خاصة اذ من لا یعقل لا یعلم، واللہ سبخنہ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۲: از قبضہ حسن پور ضلع مراد آباد تحصیل حسن پور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ ایک شخص کے سپرد مسجد کی روشنی کا اہتمام ہے اور اس کو دوسرا شخص تیل کے لئے صرف دیتا ہے اب پہلے شخص نے جس کو روپیہ صرفہ کے لئے دیا جاتا ہے اس نے روشنی میں کمی کر کے یا زیادہ صرفہ لے کر اور کم صرف کیا اور کچھ دام بچا کر وہ اپنے ذاتی صرفہ میں لایا، اور اب وہ شخص جو اپنے صرفہ میں لایا ہے اس مقام سے چلا آیا اور دوسرے مقام پر موجود ہے اب اس کا خیال ہے کہ میں نے جو کچھ بچایا تھا اور صرف کیا وہ ادا کر دوں اور میرا یہ گناہ معاف ہو جائے تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے آیا وہ اسی مسجد میں اسی تیل کو

^۱ غز العیون البصائر الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارة القرآن کراچی ۲/ ۲۳۱

روشنی کے کام دے یا وہ دوسری مسجد میں جہاں وہ اب موجود ہے وہاں پر کسی مسجد شکستہ یا قلعی وغیرہ کیلئے دے دے جس سے اس کا گناہ معاف ہو۔

الجواب:

اس پر توبہ فرض ہے اور تاوان ادا کرنا فرض ہے جتنے دام اپنے صرف میں لایا تھا اگر یہ اس مسجد کا متولی تھا تو اسی مسجد کے تیل بنی میں صرف کرے دوسری مسجد میں صرف کر دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا، اور اگر متولی نہ تھا تو جس نے اسے دام دے تھے اسے واپس کرے کہ تمہارے دئے ہوئے داموں سے اتنا خرچ ہو اور اتنا باقی رہا تھا کہ تمہیں دیتا ہوں،

لانه ان كان متولياً فقد تم التسليم والا بقى على ملك المعطى - والله تعالى اعلم۔	اس لئے کہ اگر وہ متولی ہے تو تسلیم تام ہو گئی ورنہ معطی کی ملک پر باقی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۳: از کانپور مدرسہ امداد العلوم محلہ بانس منڈی مرسلہ شمس الہدی ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے ایک مسجد تیار کرائی حالانکہ وہ اولاد سب اس کی سود و رشوت کھاتے ہیں اور قبل ان افعال ناجائز کے وہ مفلس تھے اور ۱۸، ۱۷ آدمی جو پرہیزگار و متقی ہیں اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ مسجد حرام کے مال سے تیار کرائی گئی لیکن بانی مسجد اور اس کے دو چار متبع کہتے ہیں کہ حلال کے مال سے بنائی گئی، بنا بران صورتوں کے چند مسلمانوں نے اتفاق ہو کر دوسرے محلہ میں ایک مسجد جدید بنائی ہے بناءً علیہ کہ اس میں نماز نہیں ہوگی، پس ان صورتوں میں کس میں نماز شرعاً ناجائز؟ اگر ناجائز تو کون سی ناجائز؟ اور کس میں شرعاً بہتر اولیٰ؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

اس بارے میں صاحب مال کا قول شرعاً معتبر ہے، اگر وہ کہے یہ مال مجھے ورثہً ملا تھا یا میں نے قرض لے کر لگایا تو مانا جائے گا، اور اس سے کوئی دلیل اس پر طلب نہ کی جائے گی کما نص علیہ فی العالمگیریۃ وغیرہا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) ان سترہ اٹھارہ کا کہنا اگر صرف اس بناء پر ہے کہ ان لوگوں کے پاس مال حرام ہے تو وہی لگایا ہوگا جب تو محض بے دلیل ہے ان کے پاس صرف مال حرام کب ہے، سائل سود کھانا بتاتا ہے سود بلاشبہ حرام ہے مگر اس کیلئے اصل درکار ہے اصل نہ ہوگی تو سود کا ہے پر لے گا، سود کے حرام ہونے سے اصل کیوں حرام ہونے لگی، اور بالفرض ان کے پاس صرف مال حرام ہی ہو تو کیا یہ لوگ شہادت دیں گے کہ انکے سامنے ان لوگوں نے

اپنا مال حرام ہاتھوں کو دکھایا اور ان سے کہا کہ ان روپوں کے عوض ہم کو اینٹ کڑی تختہ دے دو جب انہوں نے دی وہی زر حرام انہوں نے ثمن میں دے دیا اور اس طرح کا اینٹ کڑی تختہ خرید ہوا مسجد میں لگایا یونہی مسجد کی زمین اپنا مال حرام بائع کو دکھا کر خاص اس کے عوض خریدی اور وہی ثمن میں دیا اور ایسی خریدی ہوئی زمین کو مسجد کیا، ان سترہ اٹھارہ میں ایک بھی ایسی شہادت نہ دے سکے گا اور جب اس طرح خریداری نہ ہو تو ان کا مال حرام سہی اینٹ کڑی تختہ زمین جو کچھ خرید احلال تھا،

کیا حقه فی الطريقة المحمدية والحدیقة الندیة بل رجح فوق ذلك وقد بیننا فی فتاوانا۔	جیسا کہ طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں اس کی تحقیق (مصنف کتاب نے) فرمائی بلکہ اس کو ترجیح دی اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ (ت)

لہذا اس مسجد کا آباد کرنا مسلمانوں پر لازم، اور وہ دوسری مسجد جو اللہ عزوجل کے لئے بنائی وہ بھی مسجد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

از شہر مرسلہ حافظ چھٹن محلہ ذخیرہ

مسئلہ ۲۷۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو کے مبلغ لے ۹ روپیہ سود ہے ایک مسلمان پر چاہئے ہیں مسلمان روپیہ دینے سے انکار کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہے وہ ضامن طلب کرتا ہے ضامن بھی نادہند ہے کچھ مسلمانوں نے اس ہندو سے کہا کہ یہ روپیہ مسجد کے نام تو اگر کر دے تو ہم وصول کر لیں گے، لہذا یہ روپیہ مسجد میں جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

جبکہ اس میں سود بھی شامل ہے تو اتنا تو حرام قطعی ہے اور اگر پہلے یہ کچھ سود میں دے چکا ہو تو اتنا اصل میں مجرا ہونا لازم ہے جتنا باقی رہا اتنا اگر وہ ہندو اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو دے اور اسے وصول کرنے کا اختیار دے تو اب وہ روپیہ اس مسلمان کا ہے اسے مسجد میں لگا دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ کسی مسلمان کو نہ دے بلکہ یہی کہے کہ وہ وصول کر کے میری طرف سے مسجد میں لگا دو تو نہ لیا جائے حدیث میں فرمایا: انی نہیت عن زبد المشرکین^۱ (مجھے مشرکوں کی داد و دہش سے منع کر دیا گیا ہے۔ ت)

^۱ جامع الترمذی ابواب السیر باب ما جاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۱

نیز فرمایا: انا لانستعین بمشرك^۱ (بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵: از موضع سرینا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی صاحب قادری رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کنواں سر راہ ہے اس سے سب قوم پانی پیتی ہے، ہندو مسلمان۔ اور مسجد بھی قریب ہے، مسجد کے خرچ میں اسی کنویں کا پانی آتا ہے، اس وقت وہ کنواں مرمت کرنے کے لائق ہے، اگر ہندو اس کی مرمت کرائے تو کچھ حرج ہے یا نہیں؟

الجواب: سائل نے بیان کیا کہ وہ کنواں مسجد کا نہیں، نہ وہاں کوئی آبادی ہے، مسافر لوگ مسجد میں نماز پڑھتے، کنواں راہ گروں کے لئے ہے، ہندو اس کی مرمت کرانا چاہتا ہے کرائے، جبکہ وہ اس کی وجہ سے کوئی استحقاق اپنا ایسا نہ کرے کہ وضو و غسل میں مزاحم ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶: از سہرام ضلع گیارہ مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

فرق در میان فضائل مسجد و مدارس کے کیا ہیں؟ حضور آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی کوئی مدرسہ تعمیر کیا تھا یا نہیں؟

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی مدرسہ تعمیر نہ فرمایا، نہ صدر اول میں کوئی عمارت بنام مدرسہ بنانے کا دستور تھا۔ ان کی مساجد ان کی مجالس یہی مدارس ہوتی تھیں۔ ہاں تعلیم علم دین ضرور فرض ہے اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔ (ت) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں	قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما بعثت معلماً ^۲ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما

^۱ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک ۱۹، سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ۱۱۱، سنن ابی سعید کبیری کراچی

ص ۲۰۸، المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانة بالمشرکین ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵

^۲ سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء الخ ۱۱۱، سنن ابی سعید کبیری کراچی ص ۲۰

انالکم بمنزلة الوالد علیکم ^۱ وقال عزوجل "يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" ^۲ ۔	تمہارے لئے بمنزلہ والد کے ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ (ت) اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (ت)

مساجد کی تعمیر واجب ہے اور مدرسہ کے نام سے کسی عمارت کا بنانا واجب نہیں، ہاں تعلیم علم دین واجب ہے اور مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ تعمیر مسجد کی فضیلت بیشمار ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی لله مسجدا بنی الله له بيتنا في الجنة ^۳ وفي رواية من دروياقوت ^۴ ۔	جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اس کے لئے اللہ عزوجل جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے۔

مسئلہ ۲۷۷: از ویجا نگر م ضلع وزیرگاہ پٹنم مرسلہ حاجی علی محمد عثمان ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ
یہاں کی جامع مسجد میں اندر کے طاقوں والے ستونوں پر یہ تاریخ لکھی ہے:

از حکم مہاراج عالی لقب محمد علی حاجی خوش لقب باحداث مسجد سعی نمود، کز اس مومناں راشدہ صد طرب بتاریخ اوگشت الہام حق، کہ واسجد بدرگاہ رب واقرب، ز لطف خداوند جی وصمن، محمد ابراہیم خوئے لقب بتعمیر مسجد چوں بنمود عزم، دوبارہ پئے قرب درگاہ رب۔ پے تاریخ آمد بگوش ۱۲۴۲ مگر حکم رب واسجد واقرب۔	مہاراج بلند لقب کے حکم سے اچھے لقب والے حاجی محمد علی نے مسجد بنانے کی کوشش کی جس سے مومنوں کو سیکڑوں خوشیاں حاصل ہوئیں، اس کی تاریخ کے بارے میں حق تعالیٰ کی طرف سے یوں الہام ہوا کہ واسجد بدرگاہ واقرب (پروردگار کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو) زندہ و بے نیاز خداوند قدوس کی مہربانی سے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کی خاطر محمد ابراہیم خوئے لقب نے دوبارہ مسجد کی تعمیر کا عزم کیا تو اس کی تاریخ کے لئے یہ صدکان میں آئی کہ مگر حکم رب واسجد واقرب (پروردگار کا یہ حکم دیکھ کر سجدہ کرو اور قریب ہو جا)۔ (ت)

^۱ سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب کرا بۃ استقبال القبلة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

^۲ القرآن الکریم ۱۲/۱۲۹

^۳ سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب من بنی لله مسجداً (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۳، مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبد اللہ

بن عباس دار الفکر بیروت ۱/۲۴۱

^۴ المعجم الاوسط حدیث ۵۵۵۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۱/۲۷

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پہلی مرتبہ اس مسجد کی بنا حاجی محمد علی نے یہاں کے ہندو راجہ کے حکم سے کی اور حاجی محمد علی شیعہ مذہب کا تھا، بعد میں اس مسجد کو گرا کر دوسری مرتبہ اسی جگہ پر سنی مسلمانوں نے چندہ کر کے پھر نئے سرے سے تعمیر کی گئی جس چندہ میں زیادہ حصہ محمد ابراہیم خوئے لقب نے لیا جو شیعہ مذہب کا ہے جس کا نام تاریخ میں لکھا ہے مگر اس مسجد میں شیعوں کا تصرف کسی قسم کا ہے نہ ان میں سے کوئی نماز کو آتا ہے، امام مؤذن کی تنخواہیں راجہ کے خزانہ سے ملتی ہیں جن سے مسجد کے چراغ بتی بھی ہوتی، اب ان کے احکام بیان فرمائیں کہ اس مسجد میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسجد مسجد جامع کا حکم رکھتی ہے یا نہیں؟ ہندو راجہ کے پیسہ سے مسجد کے چراغ بتی کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

نماز اس میں ہو سکتی ہے تو اصلایہ محل اشتباہ نہیں۔ نماز ہر پاک جگہ ہو سکتی ہے جہاں کوئی ممانعت شرعی نہ اگرچہ کسی کا مکان یا افتادہ زمین ہو۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً فاما رجل من امتی ادركته الصلوة فليصل ¹ ۔	میرے لئے زمین کو جائے نماز اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے لہذا میری امت میں سے کسی شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو اس کو وہاں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے۔ (ت)

اور جب وہ تقریباً سو برس سے مسجد کلماتی، مسجد سمجھی جاتی ہے اس میں جمعہ وجماعت واذان ہوتی ہے اس کے لئے امام ومؤذن مقرر ہیں تو اب اسے مسجد سمجھنے میں شبہ پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہندو راجہ کے حکم سے بننا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کی مملوک زمین میں اسی کی ملک پر بنی ہے کہ مسجد نہ ہو سکے بلکہ غالب یہی ہے کہ شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی زمین پر باجارت راجہ بنی، ملک کی غیر مملوک زمین اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے، بیت المال کی کلماتی ہے، راجہ اس کا مالک نہیں ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عادی الارض للہ ولرسولہ² (زمین اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے۔ ت) اور رافضی کے اہتمام سے بننا بھی اس کے مسجد ہونے میں مغل نہیں، اگر اس کا رفض حد کفر تک

¹ صحیح البخاری کتاب التیمم ۸/۴۸ و کتاب الصلوة ۲۲/۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

² السنن الکبریٰ احیاء الموات دار صادر بیروت ۶/۱۴۳

نہ تھا جب تو ظاہر، ورنہ غایت یہ کہ اس کے مسجد کرنے سے مسجد نہ ہوئی، مگر جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہو گئی،

زمین جبکہ بیت المال کی ہو تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اسے مسجد بنادیں، اور تعمیر اگر مسلمانوں کے مال سے ہو تو فہما، یا تعمیر مرتد کے مال سے ہوئی اس کے ارتداد پر مرنے کے بعد اس کا مال مسلمانوں کے لئے فہ ہو گیا، یا والی کے خزانہ سے تعمیر ہوئی تو خزانہ بیت المال کا ہے، اس بنیاد پر غیر ذمی اور غیر مستامن کافر کا مال اگر بغیر دھوکا اور بد عہدی کے بغیر مسلمانوں کو حاصل ہو تو وہ انہیں کا ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں ہمارے پاس جو دلیل ہے وہ ظاہر ہے جس سے شرعاً وقف ثابت ہو جاتا ہے اور وہ دلیل شہرت ہے پس اس کے خلاف دعوٰی کے احتمال کو رد کر دیتا ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (ت)	فان الارض ان كانت لبیت المال فجاء جعلهم اياها مسجداً، والبناء ان كان من مال المسلمين فبها او من مال المرتد فاذا مات على ارتداده فصار فينا للمسلمين او من خزانه الوالى فالخزانه لبیت المال على ان ماکان لکافر غیر ذمی ولا مستأمن وحصل للمسلمين بغیر عذر ونقض عهد صار لهم على ان بیئنا دلیلاً ظاهراً یثبت به الوقف شرعاً وهی الشهرة فدعوى خلافه یردها الاحتمال¹ کہا بیناھ فی فتاونا بتوفیق اللہ۔

یہیں سے ظاہر ہوا کہ دوبارہ بنا میں کسی شیعہ کا چندہ میں زیادہ حصہ لینا اس معنی پر ہے کہ تحصیل چندہ میں زیادہ کوشش کی جب تو ظاہر، اور اگر اسی معنی پر ہو کہ زیادہ چندہ اس نے خود اپنے مال سے دیا تو مسجدیت ثابت ہو کر قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی،

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کوئی مسجد گرجائے اور اس کی عمارت کسی کافر نے دوبارہ اپنے مال سے بنادی تو وہ مسجدیت سے خارج نہ ہوئی اگرچہ کافر کا مسجد کو تعمیر کرنا مقبول نہیں کیونکہ وہ مسجد پر وقف کا اہل نہیں، یہ اس صورت میں ہے کہ کافر غیر مرتد ہو، اور اگر مرتد ہو تو یہ معاملہ موقوف رہے گا حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائے تو صحیح ہو جائے گا جیسا کہ بحر سے رد المحتار میں ہے،	الاترى ان لو انهدم مسجد فاعاد بنائه كافر بماله لم يخرج عن المسجدية وان لم يقبل بناءه لكونه غير اهل للوقف على المسجد هذا اذا لم يكن مرتداً اما هو فيتوقف الامر على ان يسلم فيصح كما في رد المحتار عن البحر

¹ رد المحتار کتاب الوقف مطلب فی وقف المرتد والكافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۰/۳

یا وہ حالت ارتداد پر مر جائے، اللہ تعالیٰ کی پناہ تو اب یہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بن جائے گا (ت)	اویبوت علی ردتہ والعیاذ باللہ فیعود فیئاً للمسلمین۔
نا مسلم کا عطیہ کہ اس کے اپنے مال سے ہو خصوصاً اپنے اسلامی کام میں نہ لانا چاہئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیشک مجھے مشرکوں کے عطیہ سے منع کر دیا گیا ہے۔ (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ت)	انی نہیت عن زبد المشرکین^۱ رواہ ابوداؤد و الترمذی عن عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وھو حدیث حسن صحیح۔
بیشک میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ ت)	انی لا قبل ہدیۃ مشرک^۲۔ رواہ الطبرانی الکبیر عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔
بے شک ہم مشرکوں کی کوئی شے قبول نہیں کرتے۔ (اسے احمد اور حاکم نے حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)	انی لا نقبل شیئاً من المشرکین^۳ رواہ احمد والحاکم عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
بیشک ہم مشرکوں سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت)	انی لا نستعین بمشرک^۴۔ رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

^۱ جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۱

^۲ المعجم الکبیر حدیث ۱۳۸، ۱۳۹، المكتبة الفيصلية بیروت ۱/ ۷۰ و ۷۱

^۳ مسند احمد بن حنبل مروی از حکیم بن حزام دار الفکر بیروت ۳/ ۴۰۳

^۴ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹، سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب ف الاستعانة

بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

اور حدیثیں جواز و اجازت میں بھی ہیں اور توفیق بتوفیق اللہ تعالیٰ ہمارے فتویٰ میں ہے، مگر یہاں ضرور وہ خرچ خزانہ سے ملتا ہو گا نہ کہ راجہ کی جیب سے، اور خزانہ والی ملک کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جبکہ کسی مصلحت شرعیہ کا خلاف نہ ہو، هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۸: از پوکھر ایرارائے پور ضلع مظفر پور محلہ نورالحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ زید سندی عالم ہے، مالدار ہے، پانچ سات ہزار روپے کی مالیت رکھتا ہے، چندہ یعنی مانگ کر مسجد بنواتا ہے۔ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے، امور خیر کے لئے چندہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، مالدار پر واجب نہیں کہ ساری مسجد اپنے مال سے بنائے، امر خیر میں چندہ کی تحریک دلالت خیر ہے۔

ومن دل علی خیر فله مثل اجر فاعله ^۱	جو کار خیر کی راہنمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کار خیر کرنے والے کو۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۰ تا ۲۷۹: از اجیر شریف درگار مقدس مرسلہ نذیر احمد خان صاحب رامپوری ۳ رمضان ۱۳۳۶ھ ایک وقتی جاگیر چند منتظمان کے سپرد کی گئی جس میں ایک شاہی مسجد اور اس کی جائداد بھی شامل ہے، منتظمان وقف خاص نے جائداد مسجد کی کافی آمدنی مجموعی سرمایہ وقف میں جمع کیا اور علاوہ اس مسجد کے جس کے لئے یہ جائداد وقف تھی دوسرے ابواب وقف میں صرف کر دیا اور اس مسجد کو ویران رکھا۔ امام مؤذن نماز اذان پنجگانہ کا انتظام کیانہ پانی روشنی کا اہتمام، حتیٰ کہ مسجد کی ضروری مرمت و صفائی تک نہیں کرائی جاتی۔

اول: ایک وقف کی آمدنی باوجود اس کی ضروریات موجود ہونے کے غیر آباد رکھ کر دوسرے ابواب میں صرف کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو صرف شدہ مال مسجد کو ابواب مصروف فیہا (خواہ وقتی ہی ہوں) سے واپس لے کر اس مسجد میں صرف کرانے کا مسلمان کو حق حاصل

^۱ صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳/ ۷۳

ہے یا نہیں؟

دوم: منتظران وقف اس صورت میں شرعاً کسی تعزیر و سزا کے مستوجب ہیں اور واجب العزل ہیں یا نہیں؟

الجواب:

مسجد کی آمدنی دوسرے اوقاف میں صرف کرنا حرام ہے اگرچہ مسجد کو حاجت بھی نہ ہو نہ کہ بحال حاجت کہ حرام حرام اشد حرام ہے۔ مال مسجد اگر بعینہ موجود ہو واپس لیا جائے اگرچہ دوسرے وقف یا مسجد دیگر میں ہو اور جو صرف ہو گیا ان کا تاوان منتظمین پر لازم ہے ان سے وصول کیا جائے اور ان کا معزول کرنا واجب ہے کہ وہ غاصب و خائن ہیں اگر صورت مذکورہ واقعہ ہے۔ در مختار میں ہے:

اتحاد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدین اور جل مسجدا و مدرسة ووقف عليهما واقفا لا يجوز له ذلك¹۔	واقف و جهت وقف متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کے مشاہر میں کمی واقع ہو جائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی میں سے کچھ اس پر صرف کرے اور اگر ان دونوں یعنی واقف و جهت میں سے کوئی ایک مختلف ہو جیسے دو شخصوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنوائیں یا ایک ہی شخص نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنوایا اور دونوں کے مصالح کے لئے الگ الگ اوقاف متعین کئے ہوں تو ایک کی آمدنی دوسرے پر خرچ کرنے کا اختیار حاکم کو نہیں۔ (ت)

اس میں ہے:

ينزع وجوباً بزازيه ولو الواقف درر فغيره بالاولى غير مأمون²۔ والله تعالى اعلم۔	متولی سے وجوباً بزازیہ (بزازیہ) اگرچہ خود واقف ہو (درر) لہذا غیر واقف اگر متولی ہو تو بدرجہ اولیٰ اس سے وقف واپس لیا جائیگا در انحالیکہ وہ امین نہ ہو (بلکہ خائن ہو)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

¹ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۰

² در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

مسئلہ ۲۸۱: مسئلہ آفتاب الدین از مدرسہ منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مسلمان چاہتے ہیں کہ زمین ہندو زمیندار سے مول لے کر مسجد کے لئے وقف کریں مگر وہ زمیندار مسلمانوں کے ہاتھ نہیں بیچتا ہے، تو اس صورت میں مسجد بنانے کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا کہ موروثی زمین پر مسجد بنا کر نماز پڑھیں یا اپنے اپنے گھر نماز پڑھیں اور نماز جمعہ کے بابت کیا حکم ہے جب ہندو زمیندار اپنی زمین نہ بیچے؟

الجواب:

ہندو اگر بیچتا نہیں اس سے کوئی مسلمان اپنے نام ہبہ کرا لے پھر یہ مسلمان اسے مسجد کر دے، موروثی ہونے سے زمین ملک مزارعاً نہیں ہو جاتی، اور وقف کرنے کے لئے ملک ضرور ہے، اگر وہ ہبہ نہ بھی کرے تو گھروں میں یا جہاں مناسب تر ہو نماز پڑھیں اور جمعہ بھی اگر وہ جگہ شہر یا فناء شہر ہو۔ گاؤں میں جمعہ خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲: ایک مسجد نہایت تنگ ہے کہ اس میں بیس آدمی سے زائد نمازی نماز نہیں پڑھ سکتے، یہاں کا زمیندار ہندو ہے وہ عرض و طول میں گھٹانے بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا ہے ایسی صورت میں مسجد کو بحیثیت دو منزلہ تعمیر کر کے اور نیچے اس کے دکانیں بنا کر اس کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کرایہ کو مسجد کی صرف میں لانے کا خیال ہے اور مسجد کو دکانوں کے اوپر بنا سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اس وقت سجدہ گاہ نیچے ہے اور پھر دکانوں کے اوپر ہو اس کے واسطے جو حکم ہو مع حوالہ حدیث قوی و مستند کے دیا جائے۔

الجواب:

مسجد کو دکانیں کر دینا حرام قطعی ہے، توسیع کے لئے یہ ہو سکتا ہے کہ دو منزلیں کر دی جائیں وقت ضرورت بالا خانہ پر بھی نماز ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۳ تا ۲۸۴: از الہ آباد سرائے گڑھ ادارہ الطلبہ مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

سوال اول: ایک مسجد کے متعلق کچھ دکانیں ہیں اور مسجد کے وقف نامہ کا کچھ پتا نہیں ہے البتہ اس کی آمدنی متولی سابق اپنے و مسجد کے ضروری اخراجات میں صرف کرتے تھے ان کے زمانہ میں زیر باری بہت ہو گئی تھی تاہم رمضان المبارک کی تراویح میں قرآن شریف ختم ہونے کے بعد شیرینی منگا کر تقسیم کرتے تھے اور ان سے پیشتر جو متولی تھے وہ علاوہ ان اخراجات کے رمضان شریف میں روزانہ افطاری بھی منگا کر نمازیوں کو تقسیم کرتے تھے

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کی آمدنی سے اب مٹھائی اور افطاری منگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب هو البوق والموافق والصواب

صورت مسئلہ میں ختم کی مٹھائی اور رمضان شریف میں افطاری منگانا جائز ہے اس لئے کہ مسجد کی آمدنی کے متعلق پیشتر وقف نامہ کے شرائط کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہئے، اور اگر وقف نامہ موجود نہ ہو تو متولیان سابق کے تعامل کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اگر تعامل کا بھی حال معلوم نہ ہو تو جو مسجد کے ضروری اخراجات شرعاً ثابت ہوں اس میں خرچ کرنا چاہئے، جیسا کہ ثانی کتاب الوقف میں مذکور ہے:

فتاویٰ خیرہ میں ہے کہ اگر وقف کے لئے کوئی تحریر دفتر قضاۃ یعنی قاضی کے رجسٹر میں ہے جس کو ہمارے عرف میں سجل کہا جاتا ہے تو متولیان وقف میں اختلاف کی صورت میں استحضاراً اس تحریر کے مندرجات کی اتباع کی جائیگی ورنہ دیکھا جائے گا کہ زمانہ سابقہ سے اس وقف کا حال معبود و معروف کیا چلا آ رہا ہے یعنی متولیان سابق کیسے کرتے تھے اگر یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو پھر ہم اس قیاس شرعی کی طرف رجوع کریں گے کہ جس نے برہان سے حق ثابت کر دیا اس کے لئے اس حق کا فیصلہ کر دیا جائے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اس کو محمد عبدالکافی نے لکھا ہے۔ (ت)

وفي الخيرية ان كان للوقف كتاب ديوان القضاة المسقى في عرفنا بالسجل وهو في ايديهم اتبع ما فيه استحسانا اذا تنازع اهله فيه، والا ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان من ان قوامه كيف كانوا يعملون وان لم يعلم الحال فيما سبق رجعنا الى المقياس الشرعي وهوان من اثبت بالبرهان حقا حكم له به¹ اه فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالکافی۔

سوال دوم: ایک مسجد کے سابق متولی سید تھے، وہ بہت نیک و سادہ طبیعت تھے، ان کی سادگی سے کچھ لوگوں نے مسجد کو نقصانات پہنچائے، ان وجہوں سے ان کی مسجد سے علیحدگی بھی ہو گئی، اب ان کی بے عنانیوں کو پتھر پر کندہ کر کے مسجد میں نصب کرانا جس سے ان کو صدمہ روحی ہوگا جائز ہے یا نہیں؟ گوان کا نام مذکور نہیں ہے بلکہ بجائے نام متولی سابق لکھا گیا ہے جن کو اس لقب کے ساتھ شہر کے لوگ جانتے ہیں۔

¹ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجاررتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۰۴

الجواب:

جب کہ سید صاحب کی علیحدگی ہو گئی اور ان کو مسجد سے کوئی تعلق نہ رہا تو ان کی برائیوں کا کندہ کر کے نصب کرنا نہ چاہئے اس لئے کہ جو کچھ ان سے غفلت ہوئی اس کو عوض ان کو مل چکا اب ہمیشہ کے لئے علانیہ پتھر پر ان کے بے عنوانیاں کندہ کر کے نصب کرانا جائز نہیں بلکہ یہ غیبت میں داخل ہے، جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے:

فی کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع وکما تكون الغيبة باللسان صریحاً تكون ایضاً بالفعل و بالتعريض وبالكتابة وبأ لحرکة وبالرمز وبغمز العين والاشارة بالید وكل ما يفهم منه المقصود فهو داخل فی الغيبة وهو حرام^۱ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، کتبہ محمد عبد الکافی۔	کتاب الحظر والاباحة میں بیع کے متعلق فصل کے تحت مذکور ہے کہ غیبت جس طرح صراحتاً زبان سے ہوتی ہے اسی طرح عمل، تعریض، تحریر، حرکت، رمز، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے سے بھی ہوتی ہے اسی طرح ہر وہ شے جس سے یہ مقصد حاصل ہوتا وہ غیبت میں داخل ہے اور غیبت حرام الخ فقط واللہ اعلم بالصواب، اس کو محمد عبد الکافی نے لکھا ہے (ت)

الجواب:

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔

(۱) ایک دو شخص کے کرنے سے تعامل ثابت نہیں ہوتا، اگر یہ معلوم ہو کہ قدیم سے یہ مصارف متولیان مسجد مال مسجد سے کرتے آئے اب بھی کئے جائیں گے ورنہ نہیں جبکہ اور کوئی ذریعہ ثبوت شرعی نہ ہو۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفته واذا فقد عمل بالاستفاضة والاستیارات العادیۃ المستمرة من تقادم الزمان و	اگر واقف کی طرف سے کوئی شرط موجود ہے تو اس کی مخالفت کی کوئی سبیل نہیں اور اگر یہ مفقود ہے تو پرانے زمانے سے اب تک اس وقف کے بارے میں جو معاملات مشہودہ تسلسل و

^۱ در مختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مہتابی دہلی ۱۲/ ۲۵۰

الیٰ هذا الوقت ^۱ ۔	استمرار سے چلے آ رہے ہیں ان پر عمل کیا جائیگا۔ (ت)

ورنہ تمام مجہول شرائط و اوقاف ہر متولی کے استعمال و تابع افعال ہو جائیں کہ ایک کے فعل سے تعامل ثابت اور سابق سے عدم ثبوت، ثبوت عدم نہیں۔ و هذا لا یتفوه به من له ادنیٰ ترعرع من العامیۃ کما لا یخفی (یہ ایسی بات ہے جو ادنیٰ سوچھ بوجھ رکھنے والا ایک عام آدمی بھی نہیں کہہ سکتا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

(۲) اگر ان باتوں میں ان کا قصور نہ تھا بلکہ اور لوگوں نے نقصان پہنچائے تو ان افعال کی ان کی طرف نسبت بہتان و افتراء ہے اور اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے اور وہ حرام ہے۔

قال تعالیٰ "إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" ^۲ ۔	اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ جو مومنوں میں اشاعت فاحشہ چاہتے ہیں ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے (ت)

اور اگر ان کا قصور تھا اور اس پر ان کی علیحدگی بھی ہو گئی اور اب ان بے اعتدالیوں کا پتھر پر کندہ کر کے نصب کرنا کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو اگرچہ اس حالت میں کہ وہ باتیں معروف و مشہور ہو چکی ہوں اہل شہر ان و قائلے پر مطلع ہوں ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہو سکتا ہے خصوصاً منظر عامہ میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حد غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تاحیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر بقتل نہ ہو ہاں بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کر دینا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتنذروا موتا کم الابخیہ ^۳ ۔	اپنے مردوں کا ذکر بھلائی کے سوا مت کرو (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لاتسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا ^۴ ۔	اپنے مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔ (ت)

^۱ فتاویٰ خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۳

^۲ القرآن الکریم ۱۹/۲۴

^۳ اتحاف السادة المتقين کتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة اللعن دار الفکر بیروت ۷/ ۴۹۰، ۴۹۱

^۴ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما ینہی عن سب الاموات قدیمی مکتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷، سنن النسائی کتاب الجنائز، النہی عن سب

الاموات، نور محمد کارخانہ تجارت مکتب کراچی ۱/ ۲۷۴

ہاں ہمہ جب کہ بلا مصلحت شریعہ ہے عبث ہے، اور عبث سے ویسے ہی بچنا چاہئے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اور اگر وہ افعال وقف میں خیانت واضرار تھے اور متولی کو پھر عود کی ہوس ہے اور اس کی قوت یا بعض کی حمایت سے عود کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہوگا غرض اس کے نصب میں اس کا عزل ہے یا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہم شریعہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے،

نظیر مافی الحدیث اترعون عن ذکر الفاجر کی يعرفہ الناس اذکرو الفاجر بما فیہ ویحذرہ الناس^۱۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔	اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ فاجر کا رد کرنے سے باز رہتے ہو تاکہ لوگ اسے پہچانتے رہیں، فاجر کی فجور اور اس کی بری خصلتوں کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۵: از موضع سیا کھ تھانہ چومکہ تحصیل میر پور ریاست جموں مسئلہ محمد ابراہیم ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک قطعہ اراضی جو مسجد کے قریب واقع ہے آباء واجداد سے خادم آب مسجد اس کی کاشت کرتے ہیں اور ماحصل اس کا کھاتے ہیں اور خراج اس کا ادا کر دیتے ہیں اگر خدمت ماء چھوڑ دیں تو اہل دیہہ دوسرے خادم آب مسجد کو دیتے ہیں اسی طریق پر قبضہ اراضی مذکور کا بدلتا جاتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ آبا واجداد اہل دیہہ نے کس طرح اراضی بالا کو مقرر کیا مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی وقف کیا یا بعدہ وقف کیا ہے یا بوجہ اعمال بطور خدمت مذکور دی گئی اور ملک خود باقی، اگر اب موجودہ اہل دیہہ اراضی مملوکہ مشترکہ سمجھ کر اس کے کئی گوشہ پر تعمیر مکان امام مسجد کرا دیں اور یہ کہیں کہ یہ اراضی مشترکہ مملوکہ ہمارے آبا واجداد کی ہے ہم کو اختیار ہے جو کریں خادم آب مسجد صرف مزدوری کا مالک ہے اس کی مزدوری نقد وغیرہ سے ادا کریں، بالاتفاق تعمیر مذکور کرا دیں، آیا یہ عمارت اس قطعہ اراضی میں جائز ہے یا نہیں، چونکہ ہمارے ہاں لوگ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے شرط اور ارکان وقف سے واقف نہیں، پس یہ اراضی بالا کس امر پر محمول ہوگی، وقف سمجھی جائے گی یا مملوکہ اہل دیہہ متصور ہوگی یا کسی اور طریق پر محمول ہوگی ہر ایک قید قیود مد نظر فرما کر بالتعجیل جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں ہمارے لوگ اکثر جوابہائے سوال دیوبندیوں سے

^۱ السنن الکبریٰ کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۲۱۰/۱۰

منگواتے ہیں چونکہ یہ فقیروں کی جانب سے بعض مسائل اعتقادی عمل میں گراں خاطر ہیں اس واسطے حضرت کو تکلیف دی گئی۔

الجواب: اگر وہ زمین بنام وقف مشہور ہو تو بلاشبہ وقف ہے کہ وقف شہرت سے ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ پتانہ چلے کہ کب اور کس نے وقف کیا جیسے قدیم مساجد کہ بلاشبہ وقف ہیں اگرچہ نہیں بتا سکتے کہ کس نے کب بنائیں، درمختار میں ہے:

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ ^۱ (ملخصاً)	وقف میں شہرت کی بنیاد پر شہادت مقبول ہے (ملخصاً)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الاسعاف عن الخانیۃ وتصح دعوی الوقف و الشہادۃ بہ من غیر بیان الواقع ^۲	اسعاف میں خانیہ سے منقول ہے وقف میں دعوئی اور شہادت بیان واقف کے بغیر بھی صحیح ہے۔ (ت)

اور اگر بنام وقف مشہور نہ ہو نہ اور کسی ذریعہ شریعہ سے اس کا وقف ہونا ثابت ہو اور یہ ثابت ہو کہ فلاں شخص کی ملک تھی اور یہ ثبوت گواہان عادل سے ہو تو وہ اس شخص کا ترکہ اور اس کے وارثوں کی ملک ہے جو چاہیں کریں، اور اگر اس کا بھی ثبوت نہ ہو تو جس طرح قدیم سے خادمان آب کے قبضے میں چلی آتی ہے یونہی رہے گی، اہل دیہہ بلا ثبوت شرعی اس پر دعوئی ملک یا کوئی تصرف جدید نہیں کر سکتے۔ امام ثانی مذہب سیدنا ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

لیس للامام ان یخرج شیئاً من ید احد الایحق ثابت معروف ^۳	امام کو جائز نہیں کہ بغیر حق ثابت و معروف کے کسی کے قبضہ سے کوئی شے خارج کرے (ت)

بلکہ قدیم سے اس کا یونہی چلا آنا اور کسی کا دعویٰ ملک نہ کرنا حال کے لوگوں کے دعویٰ ملک کو ناقابل سماعت کرتا ہے۔ رد المحتار مسائل شتی میں ہے:

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۳

^۳ کتاب الخراج فصل فی الارض فی الصلح والعنوة مطبع بولاق مصر ص ۷۰

فی الحامدية من الولوالجية رجل تصرف زمنا في ارض ورجل اخر يري الارض والتصرف ولم يدع ومات على ذلك لم تسع بعد ذلك دعوى ولده فتترك على يد المتصرف¹۔	حامدیہ میں بحوالہ ولوالجیہ ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ ایک زمین میں تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص اسے زمین میں تصرف کرتے دیکھتا رہا اور اس پر دعویٰ نہیں کیا پھر اسی حال میں مر گیا تو اس کے بعد اس کے بیٹے کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا لہذا وہ زمین حسب سابق متصرف کے قبضے میں رہنے دینگے۔ (ت)

اور جبکہ کسی کی ملک ثابت نہیں، نہ اب دعویٰ ملک سنا جائے اور متعلق مسجد ہو نا قطعاً معلوم کہ اسی کے خادمان آب کے تصرف میں رہتی ہے اور وہ مسجد کے لئے اس کا خراج ادا کرتے ہیں تو مسجد پر وقف ہی سمجھی جائے گی اور یہ طریقہ کہ اجرت آب میں ان کو دی جاتی ہے کہ خراج دیں اور باقی محاصل اپنی مزدوری میں لیں حرام ہے کہ اجرت مجبولہ بلکہ غرر و خطر میں ہے اور مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب، کما نصوا علیہ قاطبۃ فی غیر ما مقام (جیسا کہ علماء نے متعدد مقامات پر اس کی صراحت کی۔ ت) تو یہ تعامل قدیم یوں سمجھا جائے گا کہ واقف ہی نے زمین اسی شرط پر وقف کی کہ خادمان آب مسجد اس کی کاشت کریں اور محاصل کھائیں اور خراج مسجد کو دیں تو اس طریقے کی تبدیل کسی کے اختیار میں نہیں،

فان شرط الواقف كنص الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم²۔ والله تعالى اعلم۔	واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح ہے۔ والله تعالى اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۶: از ریاست گوالیار محلہ چوک بازار جامع مسجد مرسلہ عبدالغفور صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۳۱۹ھ میں شہر گوالیار میں یہیں کے شرفاء ذی علم اور معزز حضرات کی ایک انجمن قائم ہوئی گوالیار کی جامع مسجد نہایت شکستہ حالت میں بکفالت سرکار تھی۔ اراکین انجمن نے واگذاشت کرانے کی کوشش کی، ریاست نے بکمال رعایا پروری جامع مسجد مع دکانات اور اراکین انجمن کے سپرد فرمادی، اراکین انجمن نے علاوہ انتظام

¹ رد المحتار مسائل شقی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۷۳

² درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف مطبع مہتابی دہلی ۱/ ۳۹۰

جامع مسجد کے اور انتظام دینی خدمات کے بھی اپنے ذمہ لئے ستائیس ہزار روپیہ جامع مسجد مذکور کی مرمت و تعمیر میں صرف کیا جس میں دس ہزار عطیہ ریاست ہے اراکین انجمن نے ایک امام مسیٰ زید کو بمشاہرہ مبلغ ۱۰۰ ماہوار مقرر کیا مگر زید نے اپنے فرائض منصبی یعنی نماز وغیرہ کی پابندی نہیں کی، علاوہ عدم پابندی نماز وغیرہ کے اور بہت سی بے عنوانیاں ظاہر ہوئیں جس پر اراکین انجمن نے بہت فہمائش کے بعد زید کو کئی برس کا عرصہ ہوا برخواست کر دیا اور دوسرے امام صاحب کو بیس روپیہ ماہوار تنخواہ پر مقرر کیا۔

اول یہ ہے کہ از روئے شرع شریف ایسے امام کو جیسا کہ زید تھا اور جس کو عہدہ امامت پر اراکین انجمن نے مقرر کیا تھا برخاست کرنے کا اختیار اراکین انجمن کو تھا یا نہیں؟ اور ایسی صورت جب کہ کل انتظام جامع مسجد کا اراکین انجمن کے اختیار میں سترہ اٹھارہ برس سے ہے، اراکین انجمن جس کو چاہیں امام بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ زید کا خیال ہے کہ منصب امامت ایک دائمی اور موروثی عہدہ ہے اور باوجود عدم پابندی نماز اور بہت سی بے عنوانیاں کے امام کسی حال میں معزول نہیں ہو سکتا، کیا درحقیقت شرعاً منصب امامت کوئی دائمی اور موروثی عہدہ ہے، زید یہ بھی کبھی کبھی کہتا ہے کہ عوام الناس سے مشورہ میری معزولی کے وقت میں نہیں لیا گیا لہذا میں معزول نہیں ہوا، کیا شرعاً اس کی معزولی کے لئے عوام الناس کا مشورہ ضروری تھا اور کیا بغیر عوام الناس کے مشورہ کے انجمن انتظامیہ جامع مسجد جو عرصہ سے جامع مسجد کی متولی اور منتظم ہے اور جس نے بغیر مشورہ عوام الناس کے زید کو دس روپیہ ماہوار پر امام مقرر کیا تھا اس کو معزول نہیں کر سکتی۔ بینوا تو جروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

امامت میں میراث جاری نہیں ورنہ امام متوفی کے بعد آٹھویں دن اس کی زوجہ امامت کرے، جو نماز کا پابند نہ ہو لائق امامت نہیں، اسے معزول کرنا واجب ہے، اگر معزول نہ کرتے گنہگار رہتے۔ تین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامة تعظیہ وقد وجب علیہم	فاسق امام کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے جب کہ لوگوں پر
اھانتہ شرعاً ^۱	شرعاً اس کی توہین لازم ہے۔ (ت)

انجمن کو ایسے شخص کے معزول کرنے میں کسی سے کچھ مشورہ کی حاجت نہ تھی بلکہ بحالت مذکورہ اگر تمام عوام الناس اس کو بحال رکھنا چاہتے تو ان کا کہنا ماننا جائز نہ تھا اور معزول کرنا واجب تھا۔ رسول اللہ

^۱ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامة المطبعة الکبری الامیریة بولاق مصر ۱۳۴

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا طاعة لاحد في معصية الله تعالى ^۱	اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی طاعت نہیں کی جائیگی۔ (ت)

زید کا یہ عذر عجیب ہے، انجمن کی کارروائی بے مشورہ عوام اس کے نزدیک صحیح ہے یا باطل؟ اگر صحیح ہے تو عذر کیا ہے اور اگر باطل ہے تو معزولی درکنار اس کا تقرر ہی باطل تھا کہ وہ بھی انجمن نے بے مشورہ عوام کیا تھا اور جب تقرر باطل تھا تو جتنے دنوں مسجد کے مال سے ۱۰ ماہوار لیا واپس دے۔ اب کہے گا کہ وہ تقرر صحیح تھا تو یہ معزولی بھی کہ بوجہ شرع ہے صحیح ہوئی، ہاں بلا وجہ شرعی مقبول نہ ہوتی۔ بحر الرائق ورد المختار میں ہے:

واستفید من عدم عزل الناظر بلاجنة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغیر جنحة وعدم اهلية ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ناظر کو بلا جرم معزول کرنے کے صحیح نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کسی وقف میں کسی صاحب وظیفہ کو بلا جرم اور بغیر نااہلی کے معزول کرنا صحیح نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۷: ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سرکاری عہدہ ممبری کے ملنے کے لئے جو لوگوں کی کوشش پر موقوف ہے مسلمانوں سے کوشش کرانا چاہتا ہے کہ کوشش کنندگان یہ کہتے ہیں تم تعمیر مسجد میں اس قدر روپیہ دو بر تقدیر ممبر ہو جانے کے۔ تو ہم لوگ تیار کوشش پر ہیں۔ یہ رقم جو حق الاجرت ہے مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اسے حق الاجرة کہنا صحیح نہیں کہ ممبر کر دینا ان کا کام نہیں اور کوشش مجہول القدر ہے اور وقت معین نہ کیا تو یہ کسی طرح اجارہ جائزہ میں نہیں آسکتا، ہاں اگر یوں کرے کہ وہ ان کو مہینے پندرہ روز کے لئے بتعین تنخواہ و تعین وقت مثلاً تم کو دس دن کے لئے ہر روز صبح کے آٹھ بجے سے شام کے چار بجے تک

^۱ مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری دار الفکر بیروت ۵/ ۶۷، ۶۸، کنز العمال بحوالہ ق۔ د۔ ن عن علی رضی اللہ

عنه حدیث ۴۸۷۴/۱ موسسة الرسالة بیروت ۶/ ۶۷

^۲ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۶

اتنے معاوضہ پر اگرچہ وہ دس ہزار روپے ہوں نو کر کھا پھر وقت مقرر میں جو کام چاہے لے ازاں جملہ یہ کوشش تو اس صورت میں اجارہ صحیح ہو جائے گا و قد افاد هذه الحيلة في الخانية والخلاصة وغيرهما (تحقیق اس حیلہ کا افادہ خلاصہ اور خانہ وغیرہ میں فرمایا ہے۔) مگر اس صورت میں وہ بات کہ بر تقدیر ممبر ہو جانے کے ہے حاصل نہ ہوگی بلکہ یہ تنخواہ واجب الادا ہوگی اگرچہ ممبری نہ ملے، اور اگر یہ شرط کر لیں کہ ممبری ملنے پر یہ تنخواہ دی جائے گی تو پھر اجارہ فاسد و حرام ہو جائے گا، معہذا جب کہ یہ روپیہ ان کا حق الاجرة ہوگا ان کی ملک ہوگا اگر مسجد میں نہ دیں ان پر الزام نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ مسجد کی کوئی اینٹ یا لوٹا کپڑے میں سی کر مثلاً دو ہزار کو اس کے ہاتھ متولی مسجد بیع کرے اور وہ قیمت اور چیز کسی امین کے پاس رکھ دی جائیں اور یہ لوگ کوشش کریں اگر ممبری ہو جائے امین وہ چیز ممبر کو دے دے اور وہ روپیہ مسجد میں اور اگر ممبری نہ ہو تو یہ طالب ممبری اس چیز کو کھول کر اب دیکھے اور بحکم خیار رویت بیع رد کر دے امین وہ چیز مسجد کو دے دے اور قیمت اس شخص کو پھیر دے، اس میں یہ بھی ہو گیا کہ روپیہ بر تقدیر ممبری دیا جائے گا ورنہ نہیں، اور جب دیا جائے گا تو مسجد ہی کی ملک ہوگا، دوسرا اس میں تصرف نہ کر سکے گا مگر اس میں یہ خامی ہے کہ ممبری ہو جانے پر بھی اسے اختیار ہوگا کہ چیز دیکھ کر بیع رد کر دے تو ممبری بھی ہو گئی اور روپیہ بھی دینا نہ آیا۔ اور اگر یوں ہو کہ طالب ممبری کہے میں اللہ کے لئے منت مانتا ہوں کہ اگر ممبر ہو گیا تو دو ہزار روپے فلاں مسجد کی تعمیر میں دوں گا تو یہ بھی اس کے اختیار پر رہے گا کہ تعمیر مسجد کی نذر صحیح و لازم نہیں، بدائع و رد المحتار میں ہے:

من شروطه ان يكون قربه مقصودة فلا يصح النذر بالوضوء والاذان وبناء الرباطات والمساجد ¹	نذر کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ وہ قربت مقصودہ ہو لہذا وضوء، اذان، خانقاہوں اور مسجدوں کی تعمیر کی نذر صحیح نہیں۔ (ت)

اگر وہ یوں کہے کہ ممبری ملنے پر اسی دن دو ہزار فلاں مسجد کو دوں گا نہ دوں تو دس ہزار روپے فقراء مسکین کو دوں اگرچہ نذر مسجد لازم نہ ہوئی یہ نذر تو یقیناً نذر صحیح ہے اس کے خوف سے مسجد کو دو ہزار دے گا تو یہ بھی کافی نہیں کہ یہ نذر معنی میں قسم ہے، اگر مسجد کو روپیہ نہ دے تو اسے اختیار ہوگا کہ صرف قسم کا کفارہ دے دے اور بری الذمہ ہو گیا، رد مختار میں ہے:

ان المعلق فيه تفصيل فان علقه	پھر نذر معلق میں تفصیل ہے اگر اس نے نذر کو

¹ رد المحتار کتاب الايمان مطلب في احكام النذر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۷

بشرط یریدہ کان قدم غائبی یوفی وجوباً ان وجد الشرط وان علقہ بمالم یردہ کان زنیت بفلانہ مثلاً فحنث وفی بنذرہ او کفر لیبینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہر ویبین بسعناہ فیخیر ضرورۃ^۱۔	ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا غائب شخص آجائے (تو مجھ پر اتنا صدقہ لازم ہے) اس صورت میں اگر شرط پائی جائے تو نذر کو وجوباً پورا کرے گا اور اگر ایسی شرط کے ساتھ نذر کو معلق کیا جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا مثلاً یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے زنا کروں (تو مجھ پر صدقہ لازم ہے) پھر حانث ہوا تو چاہے تو نذر کو پورا کرے چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے کیونکہ یہ ظاہراً نذر اور معنئاً یمین ہے لہذا اس کو ازراہ ضرورت اختیار دیا جائیگا۔ (ت)

اور اس کے بدلے یوں کہلوائیں کہ نہ دوں تو میرا مکان اور جائیداد مسجد مذکور پر وقف ہے، تو یہ بھی بیکار ہے کہ وقف کسی شرط پر معلق نہیں ہو سکتا۔ ردالمحتار میں ہے:

الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر^۲۔	وقف قریب الملاک شیء کے ساتھ معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا (ت)

ہاں باندی غلام ہوتے تو یہ بندش پوری تھی کہ بشرط ممبری مثلاً ایک ہفتہ کے اندر اتنا روپیہ اگر فلاں مسجد کو نہ دوں تو میرے سب غلام و کنیز آزاد ہیں مگر یہاں باندی غلام کہاں، اور ایسی قسم طلاق کی نہ کھانی جائز نہ کھلانی جائز، اور حدیث میں ارشاد ہوا:

ما حلف بالطلاق مومن وما استحلف به الامنافق^۳۔	طلاق کی قسم نہیں کھاتا مسلمان، نہ اس کی قسم لے مگر منافق۔

بالجملہ ایسی صورت کہ ممبری نہ ہونے پر روپیہ نہ دینا ہو اور ہونے پر مجبوراً دینا پڑے اور وہ مسجد ہی کا حق ہو کوئی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ طالب ممبری وہ روپیہ کسی امین کو دے دے اور اسے وکیل کر دے کہ اگر ممبری ہو جائے تو یہ روپیہ فلاں مسجد میں دے دینا۔ اب اگر ممبری نہ ہو تو وکیل اسے روپیہ واپس دے اور ہو جائے تو فوراً وہ روپیہ متولی مسجد کو دے دے قبل اس کے کہ موکل اسے معزول کرے اس صورت میں جب وکیل وہ روپیہ مسجد کو دے چکے گا موکل کو اس کی واپسی کا کچھ اختیار

^۱ درمختار کتاب الایمان مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۲۹۳ و ۲۹۵

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۰

^۳ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۶/ ۶۸۹

نہ رہے گا فان الصدقة اذا تمت لزمت (اس لئے کہ صدقہ جب تام ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے۔ ت) ہاں بعد ممبری وکیل ابھی روپیہ مسجد کو نہ دینے پایا کہ موکل نے منع کر دیا اور اس ممانعت کی اطلاع وکیل کو ہو گئی تو وکالت سے معزول ہو جائے گا اور مسجد میں نہ دے سکے گا اور اگر اس نے منع کیا اور وکیل کو ابھی اطلاع نہ ہوئی اور روپیہ مسجد کو دے دیا تو دینا صحیح ہے اور موکل واپس نہیں کر سکتا لان الوکیل لا ینعزل بالعزل مالہ یعلمہ (کیونکہ وکیل معزول کر دینے سے معزول نہیں ہوتا جب تک اسے علم نہ ہو جائے۔ ت) لہذا بعد ممبری وکیل فوراً متولی کو دے دے یہ سب صورتیں شرعاً مجبور ہونے کے متعلق تھیں اور اگر اطمینان ہو تو عند اللہ وہ اتنے وعدہ ہی سے کہ ممبری ہو جائے تو اتنا روپیہ فلاں کو دوں گا دینے پر مجبور ہے کہ اللہ واحد قہار سے وعدہ کر کے پھر نا بہت سخت ہے اور اس پر شدید وعید، قال تعالیٰ:

تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ وہ جھوٹ بولتے تھے، اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

"فَأَعَقَبَهُمُ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ" ①، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸: از شہر علیگر مرسلہ محمد اسلمیل و محمد یوسف سوداگران موتی مسجد ۱۰/رجب المرجب ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ زمانہ سلف کی ایک مسجد جس کی کرسی اونچی ہے ایک محلہ میں واقع ہے اس محلہ میں متعدد آدمی نمازی ہیں اور وہ بھی ناداری کی وجہ سے مسجد کے کسی خرچ کے کفیل نہیں ہو سکتے ہیں، اس مسجد میں کنواں نہیں تھا کچھ عرصہ ہوا کہ ایک کنارے سے کنواں بنوایا گیا ہے جو زینہ سے اور صحن کے میل میں ہے رائے یہ ہوئی کہ اس کا زینہ کنویں کی طرف کر دیا جائے اور زینہ کے نیچے ایک آدھ گز زمین فرش میں سے لے لی جائے اس آدھ گز زمین میں دیوار اٹھا کر بنوادی جائے اور بجائے زینہ کے دکانیں بنوادی جائیں جن کا کرایہ مسجد کے خرچ میں صرف کیا جائے آدھ گز زمین فرش میں سے لینے کے لئے دیوار کاٹی جا رہی تھی کہ بجائے مٹی کے راکھ نکل پڑی اور ایک جو حصہ صحن کا چھوڑا تھا وہ بھی آن پڑا اس طرح سے کل کرسی صحن مسجد کی آن پڑی صرف اندرونی مسجد باقی ہے، اب یہ رائے ہے کہ صحن مسجد

میں ایک صف کی جگہ ٹھوس کراوی جائے اور باقی صحن میں دکانات بنوادی جائیں اور ان دکانات کا کرایہ مسجد کے صرف میں لایا جائے اور ان دکانات کی چھت ہموار کر کے بیرون صف مسجد کے ساتھ جو ٹھوس ہوگی ملا دی جائے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وجوہات مندرجہ بالا کے لحاظ سے جو دکانات کا تیار کرنا اور چھت کا ہموار کر دینا اور بیرون صف سے ملا دینا اس میں شرعاً تو کوئی امر مانع نہ ہوگا اور دکانات کی چھت جو ہموار ہو کر صحن مسجد ہو جائے گا اس میں نماز کی ادائیگی درست ہوگی اس کے متعلق جو اتفاق علماء کا ہو قطعی طور پر مفصل بتایا جائے اور شرعی مسئلہ کے موافق مشورہ موجودہ صورت میں تعمیر مسجد کا دیا جائے۔

الجواب:

جو زمین مسجد ہو چکی اس کے کسی حصہ کسی جز کا غیر مسجد کر دینا اور اگرچہ متعلقات مسجد ہی سے کوئی چیز ہو حرام قطعی ہے قال اللہ تعالیٰ "وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ" ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ ت) پہلے جو ایک حصہ فرش کا زینہ میں شامل کرنا چاہا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فرش گر گیا اب فرش مسجد کو دکانیں کرنا چاہتے ہیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے، ان دکانوں میں بیٹھنا حرام ہوگا، ان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے جانا حرام ہوگا، فنائے مسجد میں دکانیں کرنے کو تو علماء نے منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ نفس مسجد میں۔ بزازیہ اور در مختار میں ہے:

لا یجوز ان یتخذ شیعی منہ مستغلاً ^۲	مسجد کے کسی حصہ کو کرایہ حاصل کرنے کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں۔ (ت)

مبسوط السرخسی اور عالمگیریہ میں ہے:

قیم یرید ان یبنی حوانیت فی فناء المسجد لایجوز ذلک لانه یسقط حرمة المسجد لانه فناء المسجد له حکم المسجد ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کوئی متولی فنائے مسجد میں دکانیں بنانا چاہتا ہے تو اسے ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ حرمت مسجد کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ فنائے مسجد کا حکم وہی ہے جو خود مسجد کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ القرآن الکریم ۱۸ / ۷۲

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱ / ۳۷۹

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲ / ۴۶۲

مسئلہ ۲۸۹: از سکندرہ راو ضلع علیگڑھ محلہ نوخیل مرسلہ یزد بخش ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حدود جامع مسجد میں فرش مسجد سے ملحق ایک درجہ وضو خانہ کے نام سے جس کے بیرونی دروازہ عام راہ پر اور اندرونی درجن کے فرش مسجد پر نصب ہیں اور نالی واسطے خارج ہونے پانی وضو درمیان فرش مسجد و صحن وضو خانہ مسقف تعمیر ہے جس میں وقت بارش و دھوپ نمازی وضو کرتے ہیں اب ان کے درجو جانب فرش مسجد ہیں بند کر کے ایک ہندو وکیل کو جو پیشہ وکالت کرتا ہے واسطے کرنے وکالت کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

حرام حرام حرام، بوجہ حرام، اگرچہ مسلمان کو جائز کار دنیوی کے لئے کرایہ پر دیتے۔

عالمگیری میں ہے: لایجوز تغیر الوقف عن ہیئۃ^۱ (وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰: از پدارس پور ضلع بریلی ڈاکخانہ صدر کپ مرسلہ سنو خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کالے خاں اس کی اینٹ تخمیناً قریب چار ہزار کے تھیں اس کو ایک ڈگری دار نے قرق کرایا اور بجائے چار ہزار کے ڈھائی ہزار کا تخمینہ کیا گیا اور ان اینٹوں کو ضرورت مسجد نیلام میں خرید کیں اور خرید بنام سنو خاں کے لیں بعد خرید نیلام کے جب اس کا شمار کیا گیا تو چار ہزار ہوئیں اور آپس میں یہ مشورہ ہو گیا کہ اس کے اوپر کوئی دام نہ بڑھائے یہ واسطے مسجد کے خرید کی جائیں تو اب مسجد میں ڈھائی ہزار دینا چاہئے یا کل دی جائیں اور اگر ڈھائی ہزار دی گئیں مسجد میں تو باقی ڈیڑھ ہزار تخمیناً بچیں تو اس کا مالک کالے خاں ہے یا مسجد کی ہوئیں؟

الجواب:

جو باقی بچیں ان کا مالک تو یقیناً کالے خاں ہے اس کو دی جائیں، اور سائل نے بیان کیا کہ یہ نیلام ڈگری دار نے کرایا اور اس کا مطالبہ پورا بھی نہ ہوا نہ کچھ بچتا اور کالے خاں کو دیا جاتا اور وہ لیتا تو وہ ڈھائی ہزار بھی مسجد میں صرف کرنی جائز نہیں، ہاں اگر کالے خاں بخوشی مسجد کو ہبہ کر دے تو جائز ہے چاہے یہ ڈیڑھ ہزار بھی ہبہ کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۹۰

مسئلہ ۲۹۱: از مقام فتح گڑھ ضلع فرخ آباد مرسلہ حسین خاں گھڑی ساز سابق متولی مسجد گولا ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس کے متعلق کچھ دکانات ہیں مگر بوجہ ناکارہ حالت میں ہونے کے آمدنی ضروریات مسجد کے لئے کافی نہ تھی اس لئے ایک شخص اس نیت سے مدت مدید تک جدوجہد کرتا رہا کہ دکانات اچھی حالت میں ہو جائیں تو بصورت اضافہ آمدنی مسجد اپنے اخراجات کی خود کفالت کر سکے اس کی سعی و حسن نیت سے یہ نتیجہ ہوا کہ مسجد کی آمدنی بجائے چار پانچ ۱۶ روپیہ ماہانہ ہو گئی اور جملہ اخراجات مثل شکست و ریخت و تنخواہ پیش امام نیز مہما صیام انتظام روزہ کشائی جو ۱۴ روزانہ کے حساب سے رہا ختم کلام اللہ پر تقسیم شیرینی و روشنی عرصہ دس بارہ سال سے برابر عمل میں آتی رہی لیکن چند سال سے بعض علماء جو ایک ہی دارالعلم کے سرچشمہ سے سیراب ہیں اور ایک مدرسے سے تعلق رکھنے کے باعث رونق افروز بمقام ہذا ہیں اور اس مسجد سے اس وجہ سے واسطے رکھتے ہیں کہ کچھ رقم پیش امام کے نام سے مدرسہ کے لئے بطور امداد لی جاتی ہے اور فرائض امامت مدرسہ ہی کے کوئی نہ کوئی مولوی صاحب ہی ادا کرتے رہتے ہیں یہ حضرات آمدنی مسجد سے روزہ کشائی کرانا اور ختم قرآن پر تقسیم شیرینی و روشنی وغیرہ کرنا ناجائز بتاتے ہیں چنانچہ گذشتہ چوتھے سال ختم قرآن مجید پر حسب طریق قدیم جب تقسیم شیرینی عمل میں نہ آئی جس کی بندش کی صورت ایسے طریقے پر کی گئی تھی جو شان عالم کے خلاف کیا بلکہ ایک دنیا دار کے واسطے بھی موجب شرم تھی تو اہل اسلام میں اختلاف رونما ہو کر ایک فتنہ برپا ہونے کا احتمال ہوا، اگر مولوی صاحب علیحدہ نہ کردے جاتے تو یقیناً تباہ کن نتائج مرتب ہوتے امسال دوسرے مولوی صاحب نے آمدنی مسجد سے روزہ کشائی ناجائز قرار دے کر مغرب کے وقت مسجد کی رونق جو بوجہ کثرت نمازیں ہو جایا کرتی تھی، اس میں اس قدر کمی پیدا کر دی جو گزشتہ سال کی تعداد چالیس و پچاس کے بجائے آج کل دس بارہ ہوتی ہے کیونکہ ایک دو روز تک پابند صوم نمک کی ڈلی و پانی سے روزہ کشائی کرتے رہے بعدہ دیگر مسجد میں جہاں یہ اہتمام ہوتا ہے مکدر خاطر ہو کر چلے گئے، پس کیا امورات مرقومہ بالا آمدنی مسجد سے تکمیل کو پہنچانے جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

ایضاً

مسئلہ ۲۹۲: از فتح گڑھ کپ ضلع فرخ آباد محلہ منگت مرسلہ محمد ایوب و محمد یعقوب سوداگران پنجابی ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا مال موقوفہ یعنی دکانیں جن کی آمدنی مسجد کے

اخراجات کو کافی نہیں ہو سکتی تھی لہذا اخراجات کے پورا کرنے کے واسطے مسلمان شہر سے چندہ وصول کر کے ایک شخص کی زیر نگرانی عمارت جدید بنائے سابقہ پر تیار ہوئی بفضلہ تعالیٰ ان کی آمدنی اخراجات مسجد کو کافی ہوتے ہوئے قدرے پس انداز ہوتا رہا بایں سبب بعض جاہل اور ناخواندہ مستموں نے رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک شیرینی اور افطاری کا سامان اسی میں سے کیا اب اس مسجد کی تولیت اور اہتمام کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا جو ان سے ذی علم ہیں چنانچہ ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان اپنے پاس سے کیا اور کر رہے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ اس رقم کو جو پس انداز ہوتی رہی ہے اس کو زمین افتادہ موقوفہ زیر مسجد میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا جائے اور اس آمدنی کو اس میں صرف کیا جائے چنانچہ آج کل میں تعمیر شروع ہونے والی ہے امسال بوجہ اغوائے شیطانی وہ شخص جس کے زیر نگرانی کچھ عرصہ تک یہ مسجد رہ چکی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری نگرانی کے زمانے میں توسیع آمدنی ہوئی ہے، لہذا مجھے حق حاصل ہے کہ ختم قرآن مجید کی شیرینی اور افطاری کا سامان اسی سے کروں، یہاں کی افطاری کی یہ صورت ہے کہ مختلف قسم کی مٹھائی اور مختلف قسم کی اشیاء نمکین جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں ہوتی اس میں شرکت کرنے والے نصف روزہ دار اور نصف بے روزہ داروں میں فیصدی کچھ تر مرفہ الحال تو پچیس غریب اس صورت میں ختم قرآن پاک کی شیرینی اور افطاری کا سامان مال موقوفہ سے اس صورت خاص میں بایں ہیئت کدائی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولیان اور مستمان سابق بعد علیحدہ ہو جانے تولیت اور اہتمام کے مال موقوفہ میں مجاز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

دارالافتاء میں یہ سوال فریقین کی طرف سے آیا فریق اجازت خواہ ان مصارف کا آمدنی اوقاف مسجد سے ہونا ایک جگہ دس بارہ سال سے کہتا ہے دوسری جگہ طریق قدیم اور فریق منع طلب اسے محض احداث جدید اور فعل جہال کہتا ہے اور اس کے بدلے زمین موقوفہ مسجد میں مدرسہ بنا کر فاضل آمدنی مسجد اس میں صرف کرنا چاہتا ہے، یہاں حکم شرعی یہ ہے کہ اوقاف میں پہلی نظر شرط واقف پر ہے یہ زمین و دکانیں اس نے جس غرض کے لئے مسجد پر وقف کی ہوں ان میں صرف کیا جائے گا اگرچہ وہ افطاری و شیرینی و روشنی ختم ہو اور اس کے سوا دوسری غرض میں اس کا صرف کرنا حرام حرام سخت حرام اگرچہ وہ بناء مدرسہ دینیہ ہو فان شرط الواقف کنص الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم^۱ (واقف کی شرط ایسے ہی واجب العمل ہے جیسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص۔ ت) حتیٰ کہ اگر اس نے

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل پراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/ ۳۹۰

صرف تعمیر مسجد کے لئے وقف کی تو مرمت شکست و ریخت کے سوا مسجد کے لوٹے چٹائی میں بھی صرف نہیں کر سکتے افطاری وغیرہ درکنار، اور اگر مسجد کے مصارف رائج فی المساجد کے لئے وقف ہے تو بقدر معبود و شیرینی و روشنی ختم میں صرف جائز افطاری و مدرسہ میں ناجائز۔ نہ اسے تنخواہ مدرسین وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ یہ اشیاء مصارف مسجد سے نہیں ولایجوز احداث مرتبة فی الواقف فضلا عن الاجنبی البحت (جب خود واقف کے لئے کسی نئی چیز کا احداث وقف میں جائز نہیں تو محض اجنبی شخص کیلئے کیسے ہو سکتا ہے۔ ت) اور اگر اس نے ان چیزوں کی بھی صراحۃً اجازت شرائط وقف میں رکھی یا مصارف خیر کی تعمیر کردی یا یوں کہا کہ دیگر مصارف خیر حسب صوابدید متولی، تو ان میں بھی مطلقاً یا حسب صوابدید متولی صرف ہو سکے گا۔ غرض ہر طرح اس کے شرائط کا اتباع کیا جائے گا اور اگر شرائط معلوم نہیں تو اس کے متولیوں کا قدیم سے جو عمل درآمد رہا اس پر نظر ہوگی اگر ہمیشہ سے افطاری و شیرینی و روشنی ختم کل یا بعض میں صرف ہوتا رہا اس میں اب بھی ہوگا ورنہ اصلاً نہیں اور احداث مدرسہ بالکل ناجائز۔ فتاویٰ خیریہ وغیرہ معتمدات میں ہے:

ان کان للوقف کتاب فی دیوان القضاة وهو فی ایدیہم اتبع مافیہ استحسننا، والا ینظر الی المعهود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف کانوا یعملون ^۱ (ملخصاً)	اگر خود وقف کے لئے کوئی تحریر دیوان القضاۃ میں موجود ہے تو متولیوں کو اس کے مندرجات کے مطابق عمل کرنا مستحسن ہے ورنہ قدیم سے حال وقف میں متولیوں کا جو عمل درآمد چلا آ رہا ہے اس پر نظر ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)

قدیم سے ہونے کے یہ معنی کہ اس کا حدوث معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہے کہ یہ بلا شرط بعد کو حادث ہوا تو قدیم نہیں اگرچہ سو برس سے ہو اگرچہ نہ معلوم ہو کہ کب سے ہے، یہاں بحال عدم علم شرائط واقف زمین دکانیں اگر صورت حسب بیان فریق دوم ہے کہ چند سال سے بعض بے علموں نے افطاری و شیرینی و روشنی کا احداث کیا جسے حسب بیان فریق اول دس بارہ برس ہوئے تو ناجائز ہے اور مدرسہ بنانا اور اس میں صرف کرنا بھی حرام اور اگر بیان فریق اول کے یہ معنی کہ قدیم سے یہ مصارف ہوتے آئے بیچ میں بوقت قلت آمدنی قطع ہو گئے تھے کہ بعد اضافہ دس بارہ سال سے پھر جاری ہوئے اور واقع اس کے مطابق ہو تو بلاشبہ اس سے افطاری و روشنی و شیرینی ختم جائز ہیں

^۱ فتاویٰ خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفة بیروت ۱/ ۲۰۶

اور افطاری میں غیر روزہ دار اگر روزہ دار بن کر شریک ہوتے ہیں متولیوں پر الزام نہیں۔ بہتیرے غنی فقیر بن کر بھیک مانگتے اور زکوٰۃ لیتے ہیں دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ ظاہر پر حکم ہے اور لینے والے کو حرام قطعی ہے یونہی یہاں ان غیر روزہ داروں کو اس کا کھانا حرام ہے۔ وقف کامل مثل مال یتیم ہے جسے ناحق کھانے پر فرمایا:

اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔	"إِنَّهَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا" ^۱

ہاں متولی دانستہ غیر روزہ دار کو شریک کریں تو وہ بھی عاصی و مجرم و خائن و مستحق عزل ہیں۔ رہا اکثر یا کل مرفہ الحال ہونا اس میں کوئی حرج نہیں۔ افطاری مطلق روزہ دار کے لئے ہے اگرچہ غنی ہو جیسے سقایہ مسجد کا پانی ہر نمازی کے غسل و وضو کو ہے اگرچہ بادشاہ ہو۔ انتظامات متولیوں کے ہاتھ سے ہوں گے جبکہ وہ صالح ہوں۔ متولی معزول معزول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۳: از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ ملک محمد امین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بازاری عورت مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چٹائی وغیرہ اور روزہ افطار کرنے کے لئے دودھ وغیرہ بھیجے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر وہ کہے کہ قرض لے کر اس سے یہ چٹائی یا افطاری خریدی ہے جب تو اصلاً جائے سخن نہیں کہا افادہ فی العالمگیریۃ من الحظر (جیسا کہ عالمگیریہ کے باب الحظر والاباحۃ میں اس کا افادہ فرمایا۔ ت) ورنہ زر حرام کے عوض خریدی ہوئی چیز میں خباثت جب آتی ہے کہ عقد و نقد دونوں زر حرام پر جمع ہوں کہ حرام روپیہ دکھا کر کہے اس کے عوض دے دے پھر قیمت میں وہی زر حرام دے، ایسا بہت کم ہوتا ہے، تو عام خریداریوں میں خبث آنا معلوم نہیں تو منع حکم نہیں۔ سیدنا امام محمد فرماتے ہیں:

ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین شئی کا حرام ہونا ہمیں معلوم نہ ہو۔ (ت)	به نأخذ ما لم نعرف شيئاً حرام بعينه ^۲

^۱ القرآن الكريم ۱۰/۴

^۲ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

حکم یہ ہے پھر بھی ان کے یہاں کے کھانے اور افطاری سے چٹنا انب کے باعث طعن و فتح باب غیبت ہے نیز نظر عوام میں ان کے حرام کی خفت، اور یہ وجہ چٹائی وغیرہ کو بھی شامل، مگر جہاں بذریعہ حلال مثل قرض وغیرہ ہونا بتادیا جائے یا عرفاً معبود ہو جیسے بناء مسجد میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۶۲۹۳: از بریلی شہر کہنہ مسئلہ محمد ظہور صاحب ۱۰ شوال ۱۴۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید نے مسجد کے خرچ کے لئے لکڑی اینٹ وغیرہ دی ہے اور کام کے وقت کوئی شئی صرف میں نہیں آتی رکھے رکھے سے احتمال خراب ہو جانے کا ہے، ایسی صورت میں جس شخص نے کہ وہ شے دی تھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور یا وہ شئی فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کے خرچ میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کا مال جو فضول و بیکار جان کر فروخت کیا جائے، مسلمانوں کو خرید کر نا لازم ہے یا نہیں؟ زید کا خیال ہے کہ مسجد کا کوئی مال خفیف ہو یا زیادہ اس کو قیمت یا بلا قیمت کسی صورت سے لینا نہیں چاہئے۔

(۳) مسجد کا روپیہ بدمانت بغرض تعمیر وغیرہ کسی شخص کے پاس جمع ہو تو وقت ضرورت وہ شخص اپنے خرچ میں بطریق قرض لا سکتا ہے یا نہیں اگر خرچ کر لیا ہو اور پھر دے دیا ہو تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے یعنی وہ قصور وار ہوا یا نہیں؟

الجواب:

(۱) وہ شخص واپس نہیں لے سکتا جبکہ مسجد کے لئے مستمان مسجد کو سپرد کر چکا ہو بلکہ وہ اشیاء حاجت مسجد کے لئے محفوظ رکھی جائیں اور اس میں دقت ہو تو بیچ کر قیمت خاص تعمیر و مرمت مسجد کے لئے محفوظ رکھیں۔ تیل، بتی، لوٹے، چٹائی میں اسے صرف نہیں کر سکتا۔ اسعاف پھر بحر الرائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور اس کی لکڑیوں میں سے کچھ بیچ گئیں۔ مشائخ فرماتے ہیں ان کو مسجد کی تعمیر میں ہی صرف کیا جائے گا، مسجد کے لئے تیل اور چٹائی میں صرف نہیں کر سکتے، یہ اس وقت ہے جب انہوں نے متولی کے سپرد کر دیا ہو کہ وہ اس سے مسجد بنوائے اگر سپرد نہیں کیا تو وہ انہی کا ہے جو چاہیں اس کے ساتھ کریں۔ (ت)

لو ان قوما بنوا مسجداً و فضل من خشبہم شیعی قالوا یصرف الفاضل فی بناءہ ولا یصرف الی الدھن و الحصیر هذا اذا اسلموا الی المتولی لیبنی بہ المسجد والایکون الفاضل لہم یصنعون بہ ما شاء^۱

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی ثورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۳/۲

(۲) مسجد کا مال کہ مسجد کے کام کا نہ رہا ہو اور مہتممان مسجد جن کو اس کے بیچنے کی شرعاً اجازت ہے مسجد کے لئے بیچیں اس کا خریدنا ہر مسلمان کو جائز ہے،

فان اجازة البيع اجازة الشراء اذ لا يتحقق البيع	اس لئے کہ اجازت بیع اجازت شراء ہے کیونکہ شراء کے بغیر بیع متحقق نہیں ہو سکتی (ت)

ہاں اسے بے تعظیمی کی جگہ نہ لگائے۔

(۳) مسجد خواہ غیر مسجد کسی کی امانت اپنے صرف میں لانا اگرچہ قرض سمجھ کر ہو حرام و خیانت ہے توبہ واستغفار فرض ہے اور تاوان لازم پھر دے دینے سے تاوان ادا ہو گیا، وہ گناہ نہ مناجب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۷: ازجے پور مسئلہ محمد ہدایت علی خاں سید عبدالوکیل سید معشوق حسین صاحبان سکنائے شہر جے پور ۲۶ شوال ۱۴۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو دکانیں لب سڑک بازار میں خرید کیں، دونوں کی درمیانی دیوار توڑ کر ایک کر لیا ان میں ایک منبر، ایک سقاییہ بھی بنایا، ایک شخص مؤذن مقرر کر دیا وہی امامت بھی کرتا رہا، سات برس سے زیادہ عرصہ تک پنجگانہ نماز باجماعت اذان و اقامت سے ہوتی رہی، نمازیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت کے باعث زید نے پھر ان دکانوں کی پشت پر ایک اور زمین خرید کر کے اونچی کرسی کی جامع مسجد بنوائی اور ان دکانوں میں سے جامع مسجد میں جانے کے لئے زینہ نکالا، اس کے بعد راج سے حکم ہوا کہ ان دکانوں میں نماز نہ ہوا کرے اور ان دکانوں میں ہو کر زینہ نہ رہے جو زینہ پہلے سے بنا ہوا ہے اس میں سے بدستور راستہ مسجد کا رہے، اور دکانیں جیسی تھیں ویسی ہی تجارت کے کام کی کر دی جائیں، جو شخص مؤذن و امام تھا وہ شہادت دیتا ہے کہ میں نے سات برس سے زیادہ عرصہ تک نماز باجماعت و اقامت پڑھائی، پچیس تیس آدمی شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے ان دونوں دکانوں میں مسجد سمجھ کر نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد مشہور تھی اور سات آٹھ آدمی یہ شہادت دیتے ہیں کہ زید نے اپنی حیات میں ہم سے ان دکانات کا وقف ہونا ظاہر کیا تھا اور راج کے کاغذات نقشہ آبادی شہر اور خسرہ میں بھی مسجد درج ہے اور دونوں دکانوں کی یکجائی پیمائش ایک نمبر درج ہے، پس ان حالات میں یہ دکانیں زید کی ملک قرار پائیں گی یا بوجہ مسجد ہونے کے وقف متعلقہ مسجد قرار دی جائیں گی؟ بینوا تو جروا

الجواب:

حاشا للہ (اللہ تعالیٰ کی پناہ) نہ وہ زید یا کسی مخلوق کی ملک نہ وہ وقف متعلق مسجد بلکہ خود

مسجد ہیں۔

اولاً: پچیس تیس شہادتوں سے ثابت کہ وہ مسجد مشہور تھی اور وقف شہرت سے ثابت ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

تقبل فیہ (ای فی الوقف) الشهادة بالشهرة لاثبات	اصل وقف کے اثبات کے لئے شہرت کی بنیاد پر دی گئی شہادت مقبول ہے (ت)
اصلہ ^۱ ۔	

عامہ مساجد و اوقاف کو مسجد و وقف ماننے کا ذریعہ یہی شہرت ہے اگر یہ کافی نہ ہو وہ سب باطل ہو جائیں، جامع الفصولین میں ہے:

تقبل فی الوقف الشهادة بسماع ولو صرحا به اذ الشاهد ربما يكون سنه عشرين سنة وتاريخ الوقف مائة سنة ^۲ ۔	وقف میں سمعی شہادت مقبول ہے اگرچہ دونوں گواہوں نے اس کی صراحت کر دی ہو (کہ وہ شہادت بالسمع دے رہے ہیں) بسا اوقات گواہ بیس سال کا ہوتا ہے اور تاریخ وقف سو سال پرانی ہوتی ہے۔ (ت)

سات آٹھ شہادتیں واقف کے اقرار وقف کی ہیں اور دربارہ وقف یہ شہادت کہ ہمارے سامنے زید نے اسے وقف کیا اور یہ شہادت کہ ہمارے سامنے زید نے اس کے وقف کا اقرار کیا دونوں یکساں ہیں۔ جامع الفصولین میں ہے:

شهدا انه اقر انه وقف جميع حصته وقفاً يصير جميع حصته وقفاً ^۳ ۔	گواہی دی گئی کہ واقف نے اپنا تمام حصہ وقف کرنے کا اقرار کیا ہے تو اس کا تمام حصہ وقف ہو جائے گا۔ (ت)

اسی طرح ذخیرہ و ظہیریہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے، اور سالہا سال تک اس میں منبر و مؤذن و امام و جماعت پنجگانہ جہت وقف یعنی مسجدیت کی تعیین کرتی ہے، بحر الرائق میں ہے:

بنی فی فنائہ فی الرستاق دکاناً لاجل الصلوۃ یصلون فیہ بجماعة	متولی مسجد نے فنائے مسجد کی جانب میں نماز کیلئے ایک دکان بنائی لوگ اس میں ہمیشہ باجماعت

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

^۲ جامع الفصولین الفصل الثالث عشر فی دعوی الوقف الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۹

^۳ جامع الفصولین الفصل الثالث عشر فی دعوی الوقف الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۰

کل وقت فلہ حکم المسجد^۱۔	نماز پڑھتے ہیں تو وہ دکان حکم مسجد میں ہوگی (ت)
اگر رجسٹروں میں مندرج ہے کہ فلاں مکان فلاں مدرسہ پر وقف ہے تو گواہوں کے بغیر اس پر عمل کیا جائے گا، اسی پر مشائخ اسلام نے فتویٰ دیا جیسا کہ عبد اللہ آفندی کی سبجہ وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے، اس کو محفوظ کر لینا چاہئے۔ (ت)	ہاچیاراج کے سمجھنے کو اس کے کاغذات میں مسجد درج ہونا ہی بس ہے۔ شرح الاشباہ لمحقق ہبۃ اللہ البعلی میں ہے: لو وجد فی الدفاتر ان المکان الغلانی وقف علی المدرسة الغلانیة مثلا یعمل بہ من غیر بینة و بذلک یفتی مشایخ الاسلامی کما هو مصرح بہ فی بھجة عبد اللہ افندی وغیرہا فلیحفظ^۲۔
اس پر وارثان زید خواہ کسی کو کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا اور اسے دوبارہ دکان تجارت کر دینا حرام حرام سخت حرام، اور مذہب اسلام میں دست اندازی ہے جسے راج وغیرہ کوئی روانہ رکھے گا۔ اس میں کسی کا دنیا کے لئے بیٹھنا یا اس کا کرایہ لینا دینا یا اس میں کوئی چیز بیچنا خریدنا یا بیچنے خریدنے کے لئے اس میں جانا سب حرام قطعی ہے۔ در مختار میں ہے:	لا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلاً ولا سکنی، بزازیة^۳۔
اس سے اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ یا رہائش کے لئے مقرر کیا جائے، بزازیہ (ت)	اسی میں ہے:
یحرم فیہ السؤال ویکرہ کل عقد اللمعتکف بشرطہ والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ^۴۔	حرام ہے مسجد میں سوال کرنا، اور مکروہ ہے مسجد میں ہر عقد، مگر مختلف کو اس کی مشروط اجازت ہے۔ مسجد میں مباح کلام مکروہ ہے، اور ظہیریہ میں یہ قید لگائی کہ مسجد میں بیٹھا ہی کلام مباح کیلئے ہو تب مکروہ ہے۔ (ت)

^۱ بحر الرائق کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/ ۲۵۰

^۲ شرح الاشباہ للمحقق ہبۃ اللہ البعلی

^۳ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۷۹

^۴ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۹۳ و ۹۴

ردالمحتار میں ہے:

قوله كل عقد الظاهر ان المراد به عقد مبادلة. قوله بشرطه وهوان لا يكون للتجارة ¹ ۔	ماتن کے قول "كل عقد" سے بظاہر مراد عقد مبادلہ ہے اور قول ماتن "بشرطه" میں شرط سے مراد یہ ہے کہ معکف کا عقد بیع و شراء بغرض تجارت نہ ہو (ت)

خود بانی نے کہ جامع مسجد بنا کر اس مسجد کے ایک حصہ زمین میں اس کا زینہ بنایا یہ بھی ناجائز ہے کہ مسجد بعد تمامی مسجدیت کسی تبدیل کی متحمل نہیں۔ واجب ہے کہ اسے بھی زائل کر کے اسے خاص مسجد ہی رکھیں۔ در مختار میں ہے:

امالوتبت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لا يصدق تاتارخانية. فاذا كان هذا في الواقف فكيف بغیره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ² ۔	لیکن مسجدیت تام ہو گئی اب واقف اس پر (حجرہ امام) تعمیر کرنا چاہتا ہے تو اس کو روکا جائیگا، اگر وہ کہے کہ شروع سے میری نیت ایسا کرنے کی تھی تو اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی تاتارخانیہ، جب خود واقف کا یہ حکم ہے تو غیر واقف کو اسکی اجازت کیسے ہو سکتی ہے لہذا ایسے مکان کو گرانا واجب ہے اگرچہ فقط دیوار مسجد پر ہو۔ (ت)

مسلمانوں پر اسے باقی رکھنا اور تاحد قدرت ہر جائز طریقہ سے اسے مسجد رہنے میں پوری کوشش کرنا فرض قطعی ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا سخت عذاب الہی کا مستحق ہوگا۔

قال الله تعالى "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا" أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۖ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ ٣١"	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں ذکر الہی ہونے سے، اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، انہیں روانہ تھا کہ ان میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۵

² در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

³ القرآن الکریم ۱۱۳/ ۲

مسئلہ ۲۹۸: از شہر الہ آباد زیر مسجد جامع چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشنوساز ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد شاہی زمانہ کی بنی ہوئی تھی اس کے متعلق خام دکانیں بھی تھیں جن کے کرایہ کی آمدنی تیس چالیس روپے ماہوار تھی وہ آمدنی متولی سابق جو کہ اس مسجد میں امامت بھی کرتے تھے ان کے خرچ میں اور موذن و تیل بتی و پانی و ختم تراویح کی مٹھائی وغیرہ مصالح مسجد میں صرف ہوتی تھی چونکہ مسجد اور اس کی دکانیں بہت بوسیدہ ہو گئی تھیں، لہذا ایک صاحب نے بمشورہ اہالیان مسجد اپنے ذاتی روپے سے دکانیں پختہ کرائیں جس سے کرایہ قریب ڈیڑھ سو کے ہو گیا، اسی کرایہ سے وہ صاحب قسط وار اپنا روپیہ بھی وصول کرتے رہے اور مسجد بھی چندہ سے از سر نو تعمیر کرائی گئی اور انتظام مسجد کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی اور متولی سابق علیحدہ کئے گئے جن لوگوں کی کوشش سے دکانیں پختہ کرائی گئیں ان لوگوں میں نمازی مسجد اور اہل محلہ بھی شریک ہیں ان سب کے اور ممبران کمیٹی کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ وہ اخراجات جو سابق میں مسجد کی آمدنی سے ہوتے تھے بدستور قائم رہیں، اس کے علاوہ کچھ افطاری رمضان شریف میں نمازیوں کے واسطے بھی دی جائے، دس بارہ برس ہوئے کہ اس پہ عملدرآمد چلا آ رہا ہے، زید کہتا ہے کہ جو اخراجات مصالح مسجد میں شامل ہیں وہ قائم رہنا چاہئے اور جو اخراجات مصالح مسجد میں نہیں ہیں، مثلاً شیرینی ختم تراویح افطاری رمضان شریف وہ جائز نہیں ہیں بند ہونا چاہئے۔ بکر کہتا ہے کہ جن اوقاف کا وقف نامہ موجود نہ ہو اور وقف کے شرائط معلوم نہ ہوں جیسے صورت مسئلہ میں، تو اس میں عملدرآمد سابق پر کار بند ہونا چاہئے، چونکہ شیرینی ختم قرآن شریف کی ہمیشہ متولیان سابق کے زمانے میں برابر آتی رہی لہذا اب بھی ویسا ہی آنا چاہئے اور بے تکلف جائز ہے، باقی رہا افطاری جو دس بارہ برس سے ممبران کمیٹی جو تمام مسلمانوں کی طرف سے قائم ہے ان کی تجویز سے آنے لگی ہے گو کہ یہ ایک امر جدید ہے لیکن اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہوتا کیونکہ جیسے بانی اول کو اوقاف کے اخراجات کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں ویسے ہی بانیان ثانی کہ جس میں نمازی مسجد و اہل محلہ روپیہ خرچ کرنے والے سب شریک ہیں اور انہوں نے کوشش کر کے آمدنی بڑھائی اور مسجد از سر نو بنوائی تو اس کو بھی اپنی بڑھائی ہوئی آمدنی میں ضرور اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ہونا چاہئے کیونکہ اہل محلہ و نمازیوں کے تصرفات بہت وسیع ہیں اور کمیٹی انہیں کی طرف سے قائم ہے تو کمیٹی کا فعل عین ان کا فعل ہے غرض اخراجات کے بڑھانے کا اختیار ثانی کو بھی ہونا چاہئے بالخصوص ایسے موقع میں کہ باوجود ان سب اخراجات بالا کے پھر بھی آمدنی مسجد میں بچت ہوتی ہے، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

الجواب: جہاں شرط واقف معلوم نہ ہو عملدرآمد قدیم کا اعتبار ہے۔ خیر یہ میں ہے:

ینظر الی المعهود من حاله فیما سبق من الزمان ان	دیکھا جائے گا کہ قدیم سے متولیوں کا عملدرآمد اس وقف کے
قوامہ کیف کانوا یعملون ^۱ ۔	بارے میں کیا چلا آ رہا ہے (ت)

"قدیم" کے یہ معنی "جس کا حادث ہونا معلوم نہ ہو"۔ دس بارہ برس یا سو دو سو برس سے جو بات بعد واقف بے شرط واقف حادث ہوئی حادث ہی ہے، اس پر عمل ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علی مکان علیہ دون زیادة	وقف کو بغیر کسی زیادتی کے سابقہ حالت پر باقی رکھنا واجب
اخری ^۲ ۔	ہے۔ (ت)

شیرینی قدیم اگر اسی معنی پر قدیم ہے کہ اس کا حادث ہونا معلوم نہیں، وہ اب بھی دی جائے گی اور افطاری کہ دس بارہ برس سے نوا ایجاد ہے نہ ہو سکے گی۔ مسجد از سر نو بنوانے والوں کو تو دکانات وقف سے کچھ تعلق نہیں کہ ان کو اس میں اختیار ہو، اور دکانیں پختہ کرنا اسی وقف کی پختگی ہے نہ کہ وقف جدید خصوصاً جبکہ وہ اپنا لگایا ہو اور پیہ وصول بھی کر رہا ہے تو قرض دینے والا ہے نہ کہ واقف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹: از احمد آباد مرسلہ حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم نے چندہ کر کے ہزار دو ہزار روپیہ جمع کئے ہیں اب اس کے بعد تدبیر یہ کی کہ اس مال سے کپڑا سفید خریدتے ہیں اور اس کو ادھار نفع چڑھا کر بیچتے ہیں اور اس سے جو نفع پیدا ہوتا ہے اس کو بھی جمع کرتے جاتے ہیں اور مقصد ان حضرات کا یہ ہے کہ یہ رقم چار پانچ ہزار روپیہ کی جمع ہو جائے اس سے مکان قریب مسجد کے خریدنا ہے اور مسجد کو بڑھانا ہے، اب اس مسجد کے چندہ سے اس قسم کی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ وہ روپیہ انہوں نے متولیان مسجد کو ابھی سپرد نہ کیا تو ان کی ملک ہے، اس میں تصرف جائز کا انہیں اختیار ہے قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا، یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے،

^۱ فتاویٰ خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۲۰۶/۱

^۲ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۵/۴۴۰

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ تمہارے درمیان باہمی رضا مندى سے تجارت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قال تعالیٰ "إِلَّا أَنْ تَكُونُ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ" ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۰:

از شہر بریلی مسئلہ شوکت علی فاروقی

۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت ہی سیلا، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ وغسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جائے تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ پیال یا لرسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جائے اور بعد گزر جانے موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں تو جو شخص اس پیال یا لرسی یا چٹائی کہنے قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں داخل ہے، کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ان درختوں کو مسجد سے واجب و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے معتکف بلا ضرورت اس پر جاسکتا ہے اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں، بیہودہ باتیں، قہقہے سے ہنسا وہاں بھی نہ چاہئے اور بعض باتوں میں حکم مسجد نہیں اس پر اذان دیں گے اس پر بیٹھ وضو کر سکتے ہیں جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں، دنیا کی جائز قلیل بات جس میں چپقلش ہو نہ کسی نمازی یاذاکر کی ایذا اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۱:

۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد نیاریاں شکستہ ہے چھت اس کی بالکل خارج ہے اور کڑیاں ٹوٹ گئی ہیں اور بعض بعض خمیدہ ہو گئی ہیں، منارے جھری دے گئے ہیں، لہذا ہم اہل محلہ یہ بات چاہتے ہیں کہ از سر نو تعمیر کریں۔ اراضی مسجد کی افتادہ اتر و پچھم کی بڑھانا منظور ہے۔ چنانچہ کچھ روپیہ جمع ہے اور باقی جو روپیہ زائد صرف ہو گا چندہ جمع کر کے انجام دیں گے اس واسطے کہ موسم بارش میں نمازیوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے موجودہ بنیاد کو نکال کر دوسری بنیاد قائم کریں۔

^۱ القرآن الکریم ۲۹/۴

الجواب

مسجد کی مرمت واجب ہے، بارش کی تکلیف کہ چھت ٹپکنے سے سائل نے بتائی اس سے دفع ہو جائے گی، اس قدر کے لئے اگر موجودہ روپیہ کافی نہ ہو چندہ کریں باقی اصل مسجد کی بنیادیں نکال کر شمال و مغرب کی زمین متعلق مسجد میں مسجد بڑھانے کے لیے جدید بنیادیں قائم کرنا اگر اس توسیع کی مسجد کو صحیح ضرورت ہے کریں ورنہ بے ضرورت بڑھانا اور مسلمانوں پر چندہ کا بار بلاوجہ بہت بڑھادینا کس لئے! ہر مسجد میں جمعہ و عیدین قائم کرنا کوئی شرعی ضرورت نہیں! فتح القدیر میں ہے:

انما امرنا بأبقاء الوقف علی ماکن علیہ دون زیادة	بیشک ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم وقف کو بغیر کسی زیادتی کے حال سابق پر قائم رکھیں (ت)

اخروی^۱

مسئلہ ۳۰۲: ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کبیر محلہ میں بوجہ ضعف اسلام و تسامح الناس قدرے گر پھوٹ گئی ہے اور بعد کو بعون خدا تعالیٰ مرمت کاملہ کرا دی گئی ہے اور پیش امام وغیرہ نیز بدستور مقرر کئے گئے ہیں اور صلوٰۃ خمسہ، جمعہ، اذان اس میں پڑھی جاتی ہے۔ پس بوقت غیر آبادی و شلنگی مسجد مذکور بالا کے ایک مرد مسلم نے ایک مسجد صغیر عنقریب و متصل اس کے چار گز کے فاصلہ پر بنائی تھی جو کہ اب تک آباد ہے اور اس میں بھی اذان صلوٰۃ بالفعل ہو رہے ہیں، کیا اس شخص کو مسجد جدید بنانی عند الشرح جائز تھی یا نہ؟ اور اب اس کا گرانا جائز ہے یا نہ؟

الجواب:

حاشا اس کا گرانا بھی جائز نہیں، دونوں کا آباد رکھنا واجب ہے، اسے مناسب یہ تھا کہ مسجد قدیم ہی کی تعمیر کرتا اور اتنے قریب دوسری مسجد نہ بناتا اب کہ بن گئی ہدم حلال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۳: از موضع سرولی ڈاکخانہ کچا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی صف دوسری مسجد میں لا کر نماز فرض یا واجب پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جیسے کہ نماز الوداع میں اکثر صفوں کی ضرورت ہوتی ہے، تو جس جگہ موضع میں دو مسجدیں ہوتی ہیں تو مسجد جامع میں دوسری مسجد کی صفیں لا کر نماز پڑھتے ہیں یا عید کی نماز پڑھی جائے تو از روئے شرع شریف نماز دوسری مسجد کی صفوں پر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

^۱ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۵/ ۱۴۲۰ھ

الجواب:

ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع و ناجائز ہے، نماز مکروہ و ناقص ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۴: ازربلی مسئلہ مولوی میر احمد صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا پاخانہ پشت مسجد سے ملحق تھا اس کو بوجہ مسجد منہدم کرا دیا اور کوئی عرصہ دو ماہ سے کچھ لوگ وہاں پر کوڑا وغیرہ ڈالنے لگے اب زید یہ چاہتا ہے کہ اس ملحق پشت مسجد زمین کی اپنی نشست گاہ بنوادے اور مسجد کے دو پر نالوں کا پانی اپنی چھت پر لے یا اس اراضی کو اپنی ڈیوڑھی بنا لے اس صورت میں ایک پر نالہ اپنی ڈیوڑھی پر لے اور دوسرے پر نالے کا پانی باہر نکال دے، اور ساتھ ہی اس کے یہ واضح رہے کہ مسجد کا کوئی پشتہ نہیں اور نہ پشتہ اس جگہ ہے جہاں مسجد کے دو پر نالوں کا پانی گرتا ہے، اس صورت میں کیا حکم شرع ہے؟ نشست گاہ یا ڈیوڑھی وغیرہ بننے سے مسجد کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور پانی مسجد کا کسی صورت میں روکا نہیں جاتا۔

الجواب:

مسجد کا پشتہ نہ ہو آبچک کے لئے زمین مسجد نے چھوڑی ہوگی، اسے اپنے تصرف میں لانا حرام ہے، ہاں اگر ثابت ہو کہ مسجد کی کوئی زمین نہ چھوٹی تھی صرف پانی بہانے کا اس کی زمین میں حق تھا تو یہ اس میں عمارت بنا سکتا ہے جبکہ مسجد کا پانی نہ روکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵: ازالہ آباد دائرہ شاہ اجمل صاحب آردہ مولانا مولوی سید نذیر احمد صاحب ۱۸ جمادی اولیٰ ۱۳۳۸ھ
سوال یعنہم مثل سوال ثانی ۲۹/ شوال ۱۳۳۷ھ مذکور باب احکام المسجد۔

الجواب:

اس سوال کا جواب جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ پھر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ پھر شوال ۱۳۳۷ھ میں تین بار یہاں سے جاچکا، اس بار اس کے ساتھ ایک اور تحریر طویل بایں خلاصہ ہے کہ اس سوال میں زید مستفتی نے اخفائے حق کیا، حقیقت امر یہ ہے کہ ان لوگوں نے دکانات مسجد کی چھت پر ایک مدرسہ بلا معاوضہ قائم کر لیا اور کمیٹی سے اس کی بقا کا اقرار نامہ لکھا لیا ہے، یہ حالت دیکھ کر تحفظ آئندہ کے لئے یہ پتھر لگایا گیا جس میں دکانات و حمام کے وقف علی المسجد ہونے کا تذکرہ ہے کہ آئندہ کوئی متولی سابق کی طرح ان دکانوں پر دغوی نہ کر بیٹھے۔ اعلان میں معلن کا نام ضرور ہے، گمنام اعلان ایسا نہیں ہوتا، لہذا بکر نے اپنا نام لکھانہ بقصد ریاء نہ طلب دعا۔ یہ پتھر سجدہ کی جگہ سے دس فٹ بلند ہے تو نمازی کا سامنا

نہیں ہوگا اور اندر کے محراب پر نہیں بلکہ بیرونی محرابی دروں پر، وہی لوگ جن سے اندیشہ ہے اس پتھر کا انعدام چاہتے ہیں کہ اس کی بقاء میں تحفظ و استحکام وقف ہے انتہی لمحصا۔

فریق ثانی کی طرف سے بھی سوال مع جواب آیا تھا کہ اس پتھر کا نصب جائز نہیں بلکہ غیبت میں داخل ہے اور اس کا جواب بھی رمضان مبارک ۱۳۳۶ھ میں گیا کہ اگر وہ افعال متولی سابق سے صادر ہوئے اور اہل شہران وقائع پر مطلع ہوں تو ان کا لکھ کر نصب کرنا غیبت نہیں ہو سکتا، خصوصاً منظر عامہ میں نصب کہ اشتہار چھاپ کر عام تقسیم کی طرح حد غیبت میں اس کا آنا دشوار نہ تاحیات متولی مذکور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جب کہ منجر بقتل نہ ہو، ہاں اس کا نصب کوئی مہم مصلحت شرعیہ نہ رکھتا ہو تو بعد موت متولی اس پتھر کا معدوم کر دینا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تذکر وا امواتکم الابخیہ^۱ (اپنے مردوں کا تذکرہ سوائے بھلائی کے مت کرو۔ ت) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قداموا ^۲	اپنے مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔ (ت)

بائیں ہمہ جبکہ بلا مصلحت شرعیہ عبث ہے عبث سے ویسے ہی پچنا چاہئے نہ کہ وہ جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو اگر وقف میں خیانت و اضرار کا اندیشہ ہے اور اس پتھر کا نصب کرنا مانع ہو گیا اسی طرح اور کوئی مصلحت مہم شرعیہ ہے تو نصب میں حرج نہیں بلکہ حاجت ہو تو اجر ہے، یہ اس جواب کا خلاصہ ہے جو فریق ثانی کو یہاں سے گیا، اب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ محض بلا مصلحت ہو تو جدا کر دیں اور مصلحت شرعیہ ہے تو قائم رکھیں، پھر اگر موضع نظر سے اتنا بلند ہو کہ جب تک نظر اوپر کو اٹھا کر نہ دیکھیں نظر نہ آئے کسی طرح نقش دیوار قبلہ کی کراہت میں نہیں آتا، یہ خود اس نمازی کا قصور ہے، اسے نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عہ: مندرجہ صفحہ ۴۷۲۔

^۱ اتحاف السادة المتقين کتاب آفات اللسان الآفة الثامنة اللعن دار الفکر بیروت ۱/ ۹۱-۹۰

^۲ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما ینہی عن سب الاموات قدیمی مکتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷، سنن النسائی کتاب النہی باب ما ینہی عن

سب الاموات نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۷۴

لینتھین اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارہم ^۱ ۔ رواہ مسلم۔	وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو وہ اپنی اس حرکت سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائے گی (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور اگر اتنا بلند نہیں تو ضرور موقع کراہت میں ہے اور اس میں اندرونی و بیرونی محراب کا تفرقہ نہیں مسجد کا درجہ مسقف و صحن دونوں مسجد ہیں اس حالت میں چاہئے کہ اس تحریر پر نمازوں کے اوقات میں غلاف ڈال دیں، ہم نے فتویٰ سابقہ میں سنن ابی داؤد کی حدیث نقل کی کہ دیوار غربی کعبہ معظمہ میں (اس) مینڈھے کے (جو سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا) سینک نصب تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خبرہما فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیع یلہی المصلی ^۲ ۔	انہیں (سینکوں کو) ڈھانک دو کہ نمازی کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جسے سے دل بٹے۔

نام کا جواب بھی فتویٰ سابقہ میں تھا کہ ریاء کو حرام مگر بلا وجہ شرعی مسلمان پر قصد ریاء کی بدگمانی بھی حرام، اور بنظر دعا ہے تو حرج نہیں، نہ کفایت اجمال منافی طلب خصوص۔ اور یہ مصلحت کہ اس تحریر میں بتائی ضرور قابل لحاظ ہے جبکہ اس کا نام وجہ اعتبار اعلان یا زیادت اعتبار ہو،

وانما الاعمال بالنیات وانما للکل امرئ ما نوى ^۳ ۔	اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

دکانات مسجد پر اقامت مدرسہ کے بارے میں بھی سوال آیا اور مفصل جواب چاچکا ہے مگر فریق ثانی کے سوال میں یہ تھا کہ مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر وفقہ و حدیث کی ہوتی ہے، بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھادی جائے، اور ان شرائط پر اس کے قیام کا فیصلہ ہوا، اس تحریر تازہ میں یہ ہے کہ بلا استحقاق و بلا معاوضہ سقف وقف پر مدرسہ کر لیا ہے، ایسا ہے تو بلاشبہ حرام ہے اور منتظمین مسجد کی اس پر رضامندی مردود، اور اب تک کا کرایہ مدرسہ قائم کر نیوالوں پر

^۱ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱

^۲ سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۷، مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ من بنی سلیم

دار الفکر بیروت ۲۸/ ۴

^۳ صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ پشاور کراچی ۱/ ۲

بحق مسجد لازم، کہا ہو منصوبہ علیہ فی عامۃ الکتب (جیسا کہ عام کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶: از بمبئی نشان پاڑا کر اس روڈ بوساطت سید غوث پیران صاحب مرسلہ مبین آدم عبدالرحمن صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک حنفی المذہب عورت نے انتقال کیا جس نے اپنی جائیداد کے ساتھ ایک شوہر، دو بیٹیاں، ایک حقیقی بھائی اور ایک عم زاد بہن کا بیٹا چھوڑا اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ قبل از تقسیم ترکہ مرحومہ کی وفات کے دو سال بعد اس کے شوہر نے جائیداد مذکورہ سے زمین کا ایک قطعہ مسجد بنانے کے لئے وقف کر دیا جس پر بتوسل جماعت مسجد تعمیر کی گئی اور پتہ وقفہ نماز بھی قائم ہو گئی، لیکن بعض لوگ اس میں عدم جواز نماز کے قائل ہیں کہ وقف صحیح نہ ہوا۔ مرحومہ کا شوہر یہ کہتا ہے کہ مجھ سے مرحومہ نے یہ وصیت کی تھی کہ مسجد کی عمارت کے لئے ایک قطعہ زمین وقف کرے اگر شرعاً یہ وقف صحیح نہ ہوگا تو میں اپنے حصہ رسدی سے اس وقف کو برقرار رکھوں گا۔ صورت مذکورہ میں وقف اول صحیح ہو کر نماز پڑھنا اس میں درست ہے یا نہیں؟ بر صورت عدم جواز اپنے حصہ میراث سے وقف کا برقرار رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ترکہ متوفی حسب شرائط فراغ بارہ سہام ہو کر تین سہم شوہر، چار چار ہر دختر، ایک برادر کو ملے گا۔ عم زاد بہن کا بیٹا محروم ہے۔ اگر صحیح ہے کہ مورثہ نے یہ وصیت کی تھی اور یہ قطعہ (بعد اوائے دین اگر ذمہ مورثہ ہو) ثلث متروکہ سے زائد نہیں تو وقف صحیح و نافذ ہو گیا اور وہ قطعہ مسجد اور اس میں نماز مسجد میں نماز۔ یو ہیں اگر ثلث متروکہ سے زائد ہو اور باقی ورثہ یعنی بیٹیاں اور بھائی سب عاقل بالغ اور سب اس وصیت کو قبول کیا اور جائز رکھا، جب بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اگر وصیت ثابت نہ ہو اور شوہر نے ایک قطعہ معینہ جس میں باقی ورثہ کے بھی حصے تھے تعمیر مسجد کے لئے وقف کر دیا اور باقی سب ورثہ نے بشرط عقل و بلوغ اسے جائز رکھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ان سب صورتوں میں وہ مسجد ہو گیا،

اور یہ اس لئے ہے کہ صورت اخیرہ میں وہ (شوہر) دیگر ورثاء کے حصص کو مسجد بنانے میں فضولی ہے اور یہ فعل اس سے اس حال میں صادر ہوا کہ صدور کے وقت اسکو جائز کرنے والا موجود ہے اور انہوں نے اس کی اجازت دے کر جائز کر دیا اور شیوع

وذلك لانه في الاخير فضولي في حصصهم وقد صدر منه ماله مجيز حين صدوره وقد اجازوا فنقد ولم يمنع الشيوع لعدمه عند اجتماعهم على تجويزه

قال في رد المحتار لو بينهما ارض وقفها ودفعها معا الى قيم واحد جاز اتفاقا لان المانع من الجواز عند محمد هو الشيوع وقت القبض لا وقت العقد ولم يوجد له هنا¹۔	یہاں مانع نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ تمام اس کے جائز رکھنے پر مجتمع ہو گئے تو شیوع رہا ہی نہیں، رد المحتار میں ہے دو شخصوں کی اگر مشترکہ زمین ہو اور دونوں نے معاً اس زمین کو وقف کر کے ایک ہی متولی کے حوالے کر دیا تو بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مانع جواز شیوع ہے جو وقت قبض ہو نہ کہ وقت عقد، اور یہاں وقت قبض شیوع نہیں پایا گیا (ت)

ہاں اگر کوئی وارث غیر عاقل یا نابالغ ہے یا ان بعض نے اس تصرف کو جائز نہ رکھا ہے وصیت مطلقاً اور بحال وصیت جبکہ ثلث سے زائد ہو تو البتہ وہ مسجد مسجد نہیں اور اس سبب سے کہ اس میں ایسے کی ملک ہے جس کی اجازت نہیں یا جس کی اجازت شرعاً اجازت نہیں اس میں نماز ناجائز۔ یہ حکم بھی متفق علیہ ہے کہ مسجد میں شیوع بالاجماع ممنوع،

لان بقاء الشراكة يمنع الخلوص لله تعالى ش عن النهر والفتح²۔	کیونکہ بقاء شرکت اللہ تعالیٰ کے لئے شے کے خالص ہونے سے مانع ہے، ش نے نہر اور فتح سے واضح کیا۔ (ت)

ہاں اگر شوہر تقسیم صحیح شرعی کرائے اور یہ قطعہ اس کے حصہ میں آئے اس کے بعد اسے یہ مسجد کرے تو اب مسجد ہو جائے گا لہذا مانع (مانع ختم ہو جانے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۷: مسئلہ سید مصباح القیوم صاحب ساکن شہر رائے پور بیچنا تھ پارہ مدرسہ اصلاح المسلمین صوبہ سی پی ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ کیافر ماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے متعلق طہارت خانہ وغیرہ بنانے کی غرض سے مسجد کے روپیہ سے ایک قطعہ زمین کا مسجد سے علیحدہ مگر قریب میں خریدا کیونکہ زمین بہت ہے مسجد کی ضرورت کی چیزیں بن جانے پر بھی باقی رہ گئی اور مسجد کی کوئی منفعت مقصود نہیں اور اہلسنت نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے اس کے لئے مکان کی ضرورت ہے تو کچھ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ زمین مذکور پر مدرسہ تعمیر کرا دیں اور قیمت زمین کی مدرسہ کی آمدنی سے لے کر مسجد میں داخل کیا جائے تو شرعاً یہ جائز ہے کہ نہیں اور در صورت

¹ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۵

² رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۳

عدم جواز کوئی حیلہ اس کے جواز کا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے کہ وہ باقیماندہ حاجت مسجد سے زیادہ زمین (کہ سابق سے وقف نہ تھی بلکہ مسجد کے روپیہ سے مسجد کے لئے خریدی تھی) مدرسہ کے لئے بیع بقیمت مناسب کر کے رنمن داخل مسجد کیا جائے جبکہ احتیاط و امانت کاملہ سے کام لیا جائے۔ عالمگیری میں ہے:

ایک مسجد کے متولی نے مسجد کے مال سے دکان یا گھر خریدا پھر بیچ دیا تو جائز ہے جبکہ اس کو خریدنے کی ولایت حاصل ہو، یہ مبنی ہے اس بات پر کہ کیا یہ دکان اور گھر مسجد پر وقف شدہ دکانوں سے ملحق ہوگا، اس کا معنی یہ ہے کہ کیا یہ وقف ہو جائیگا، مختاریہ ہے کہ نہیں ہوگا۔ مضمرات میں ایسا ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

متولی المسجد اذا اشترى بمال المسجد حانوتا اوداراثم باعها جاز اذا كانت له ولاية الشراء بناء على ان هذه الدار والحانوت هل تلتحق بالحوانیت الموقوفة على المسجد معناه هل تصیر وقفاً. المختار انه لا كذا في المضمرات¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۸: ۱۲ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محلہ قاضی ٹولہ پرانا شہر میں ایک مسجد قاضی زادوں کی تعمیر کردہ ہے اس دروازہ پہاڑ رخ قدیمی ہے اور اس میں کچھ قبریں پختہ قاضی زادوں کے آباؤ اجداد کی تھیں، اور ایک کنواں بنجاروں کا بنایا ہوا مسجد سے پہلے کا ہے جس سے سوائے نمازیوں اور کئی محلوں کو اس کے پانی سے نفع پہنچتا ہے، اس مسجد میں کئی قوم کے لوگ نماز پڑھتے ہیں قضائی، نداف۔ ان کے مکان بھی وہیں ہیں، قصابوں نے مسجد میں جو قبریں تھیں انہیں کھود کر بالکل نیست و نابود کر دیا، درخت موسری کا جس کے سایہ سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا کاٹ ڈالا، گول در شمال کی جانب جس سے نمازیوں کو بارش سے آرام ملتا تھا بند کر دیا، کنواں جس سے مخلوق کو نفع تھا اس کی ایک سیڑھی کا راستہ بند کر دیا گیا گویا ایک رخ بالکل بند کر دیا جس سے بہشتیوں کو از حد تکلیف ہے انہوں نے پانی بھرنا بند کر دیا۔ دودیواریں بنا کر اس میں گھری لگا دی ہے جس سے کچھ نفع نہیں۔ یہ لوگ کس سزا کے مستحق ہیں؟ یہ کام اچھے کئے یا برے کئے۔ ندافوں میں سے ایک شخص نے کسی سے پوچھا یہ کنوئیں پر درودیوار کیا ہیں، اس نے اپنی جہالت سے کہا کہ یہ میرا۔۔۔۔۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸/۴۔ ۱۷۷

بنایا ہے لوگوں کے تکلیف دینے کو، تو کیا یہ شخص کافر ہو گیا؟ حالانکہ ان دیواروں کو وہ مسجد نہیں سمجھتا ہے بلکہ یہ شرارت کی دیواریں سمجھتا ہے کس سزا کا مستحق ہے؟

الجواب:

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو مسلمان کی قبروں کا کھود ڈالنا ہر گز جائز نہ تھا اس سے وہ توہین مسلمین کی سزا کے مستحق ہیں، سزایہاں کون دے سکتا ہے، اور اگر یہ قبریں اس لئے کھودیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھی جائے تو یہ نماز کو بھی خرابی میں ڈالنا ہے، قبور کی جگہ نماز جائز نہیں جب تک اندر تک کھود کر میت کے سب اجزاء نکال نہ دئے جائیں، اور مسلمان میت کے ساتھ ایسا کرنا حرام حرام سخت حرام۔ درخت جو قدیم سے تھا اس کے کاٹنے کی کوئی وجہ نہ تھی، بلا وجہ شرعی نمازیوں کو تکلیف دینا سخت بد ہے۔ شمالی دروازہ کہ قدیم سے تھا اور اس سے نمازیوں کو آرام ملتا تھا، اس کے بند کرنے کا بھی کوئی اختیار نہ تھا۔ کنوئیں کی ایسی روک جس سے پانی بھرنے والوں کو تکلیف ہو اور وہ بھرنا چھوڑ دیں ہر گز جائز نہیں، یہ سب برے کام ہوئے۔ اس نفاق نے بیہودہ کہا۔ کیا اس کے سبب کافر نہیں ہو سکتا کہ اس میں مسجد کی کوئی توہین نہیں، نہ وہ دیواریں مسجد کی ہیں۔ اس کے لئے اتنی سزا کافی ہے کہ تو نے بیہودہ کہا۔ آئندہ احتیاط کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹: مسئلہ عظمت اللہ کو توالی شہر بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک مسجد شریف قدیم ٹھوس تھی اہل اسلام نے اس کو منہدم کرنا کر مغرب کی جانب میں مسجد بنوائی اور قدیم کو اس کا صحن قرار دیا اور مسجد جدید اور صحن یعنی مسجد قدیم مردو کی کرسی بلند کی اور نیچے تہہ خانے بنائے اور مسجد قدیم کے تہہ خانے کے حصے کو مسجد کی دکانوں میں شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صحن میں نماز پڑھنے والوں کو ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں؟ اور اگر یہ جائز ہے تو اس طرح مسجد جدید کے تہہ خانے کو بھی کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مسجد مسجد ہو جانے کے بعد دوسرے کام کے لئے کرنا حرام حرام سخت حرام ہے ان پر فرض ہے کہ مسجد قدیم کا تہہ خانہ بدستور سابق بند کر دیں اور اب کہ مسجد جدید کر چکے اس کے تہہ خانے کو بھی کرایہ پر دینا حرام ہے ہاں مسجد کر دینے سے پہلے دکانیں وقف مسجد کے لئے بناتے اور اس کے بعد ان کی چھت کو مسجد کرتے تو جائز تھا، اب ہر گز حلال نہیں مسجد قدیم کو جدید کا صحن کر لیا اس میں حرج نہیں وہ بدستور مسجد ہے اور اس میں نماز مسجد میں نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰: از شہر کہنہ محلہ کوٹ مسئلہ شیخ انعام اللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ امام باڑہ متصل زیارت شاہ صاحب کے ایک گوشہ میں واقع ہے اور گزشتہ زمانے کے شیعہ مذہب کے لوگ جو لکھنؤ کے پیرو تھے ان کی تعمیر کردہ ہے۔ لیکن اب مسجد مذکور اہلسنت کے قبضہ میں ہے اور کنویں مذکور سے ۳۴/۳۳ گز کے فاصلہ پر ہے، کنویں اور مسجد کے درمیان بوجہ کوڑے اور گھاس کیڑے وغیرہ کا احتمال رہتا ہے، اسی لئے مسجد مذکور آباد نہیں ہوتی، اہل محلہ چاہتے ہیں کہ مسجد مذکور کا ملبہ لب سڑک متصل کنواں اٹھالائیں اور یہاں مسجد تعمیر کرائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس مسجد کا بانی رافضی تیرائی روافض حال کا ہم عقیدہ تھا اور اسی مذہب پر مرا تو مسلمانوں کو جائز ہے کہ اس کا عملہ دوسری مسجد لے جائیں، نیز جائز ہے کہ اس مسجد کی زمین کو بیچ کر جدید مسجد میں لگائیں۔

فی الدر المختار لو وقف المرتد فقتل اومات اوارتد المسلم بطل وقفہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	در مختار میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر قتل کر دیا گیا یا مر گیا یا مسلمان مرتد ہو گیا تو اس کا وقف باطل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۱: مسئلہ حافظ عبد المجید از ضلع مراد آباد قصبہ بچھریوں محلہ چودھریاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے باپ جناب قبلہ و کعبہ حاجی عبدالرحمن صاحب نے ۲ جولائی ۱۸۹۹ء کو اپنی حقیقت موضع کھادگو برپر گنہ سانپور ضلع مراد آباد تعدادی مواضع چار بسوہ کو اور میرے بھائی حاجی عبد اللطیف خان صاحب اور مجھ حافظ عبد المجید خاں نے اپنی حقیقت سوا سوا بسوہ موضع کافور پور و چک کافور پور پر گنہ بانسٹہ ضلع بجنور کو بنا بر صرف مسجد و چاہ و پیاؤ وقف کر دیا مگر وہ جگہ جہاں مسجد و کنواں تیار کرانے کا خیال تھا وہ جگہ آبادی قصبہ بچھریوں سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر جنگل میں جانب مشرق اور مسجد لب سڑک سے جو آبادی میں بنی ہوئی ہے دو سو گز کے فاصلہ پر ہے بعد وقف ہو جانے کے جو میری غیبت میں تکمیل ہوا تھا یہ خیال پیدا ہوا کہ اس جگہ مسجد کا بنانا کارآمد نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر بوجہ نہ ہونے آبادی کے آباد نہیں رہ سکتی مگر یہ خیال جناب والد بزرگوں صاحب سے

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

ظاہر نہ کر سکا تھا کہ میرٹھ اپنی ملازمت پر تشریف لے گئے وہاں سے ان کا والا نامہ صادر ہوا کہ فوراً مسجد کی تعمیر کرو میں نے بخوف ان کی ناراضی کے اپنا خیال تو ظاہر نہ کیا مگر بموجب ارشاد تعمیل یہ کر دیا کہ دیہات سے چار ہیگاری جمع کر کے مسجد کی بنیاد معین بنیاد کندہ کرائی اور زمین برابر بنیاد بنیاد کی چونکہ موسم برسات آنے والا تھا والد بزرگوار قبلہ کو بطور عریضہ یہ عرض کیا کہ بنیاد بھر وادی گئی اور تعمیر مسجد بعد برسات شروع کی جائے گی، اسکے بعد میں خود جناب والد صاحب قبلہ کے پاس پہنچا اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ مسجد بموجب ارشاد عالی بنادی جائے گی مگر اس کی آبادی کی کون سی صورت ہے، اول جناب والا وہاں پر اس کا زمانہ و مردانہ بنادیں اور میں وہاں محلہ آباد کر لوں تب مسجد تیار ہونی چاہیے، انہوں نے اس بات کو بخوبی منظور فرمایا، اس عرصہ میں ان کا انتقال ہو گیا مگر کنواں و بیواؤ تیار ہو گیا تھا اور بدستور جاری ہے نہ مکان تھا نہ وہ آباد ہوا۔ ہم دونوں بھائی آپس میں جدا ہو گئے اور اس وقف کا بعد جناب قبلہ کے میں متولی رہا۔ ایک مسجد درمیان آبادی منہدم ہو گئی تھی، میں نے اس روپیہ سے وہ مسجد از سر نو بنوائی، اور وہ بنیاد مسجد جو جنگل میں بیگاریوں سے بھر وادی تھی اکھڑا کر اس کی اینٹیں بھی اس میں لگوا کر تیار کروادی، اب اس وقف کی رقم جمع ہے اور ایک مسجد محلہ جو میرے مردانہ مکان کے پیش دروازہ ہے از حد مرمت طلب ہو رہی ہے اور کوئی صاحب اس کی طرف توجہ نہیں کرتے، میرا خیال ہے کہ اگر شرع شریف اجازت دے تو میں اس مسجد کی اس روپیہ سے مرمت کرا دوں۔ دوسرے یہ کہ وہ مسجد جہاں جنگل میں پہلے بنیاد بھر وادی تھی اور وہ اس وجہ سے کہ یہ کسی وقت کار آمد و آباد نہیں ہو سکتی اکھڑا ڈالی گئی تھی، اس کا بنانا ضروری ہے یا اس مسجد کی مرمت کرا دینا ضرور ہے؟

الجواب:

جبکہ یہ صحیح ہو کہ وہ جگہ آباد نہیں ہو سکتی اور وہ مسجد کام میں بھی نہ آئے گی تو وہ مسجد نہ ہوئی، ان اینٹوں اور روپے کو دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، عالمگیری میں ہے:

رجل بنی مسجد ا فی مفازة حیث لا یسکنہا احد، وقل ما یمربہ انسان لم یصر مسجد العدم الحاجة الی صیورته مسجد ا کذا فی الغرائب ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر کسی شخص نے جنگل میں مسجد بنادی جہاں کوئی بھی نہیں رہتا اور بہت کم ہی کسی انسان کا وہاں سے گزر ہوتا ہے تو وہاں مسجد نہیں ہوئی کیونکہ اس کے مسجد ہونے کی ضرورت نہیں، غرائب میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۳۲۰

مسئلہ ۳۱۲ تا ۳۱۳: از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ منشی فتح محمد صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک مسجد اہل سنت و جماعت کی تعمیر ہو رہی ہے اور اس کا چندہ جمع ہو رہا ہے، اس مسجد میں کس کس مذہب کا پیسہ لگانا جائز ہے اور کس کس مذہب کا ناجائز؟

(۲) ایک مسجد رافضی کی تیار کی ہوئی ہے جو اس وقت ایک گوشہ میں ویران پڑی ہے اس میں اہلسنت و جماعت کی یہ رائے ہے کہ اس مسجد کو شہید کر کے دوسری جگہ مسجد تعمیر کرائی جائے اس کی زمین کا پیسہ دوسری مسجد اہلسنت و جماعت میں لگایا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس مسجد کا ب کوئی فساد کرنے والا نہیں۔

الجواب:

(۱) مسجد میں صرف اہلسنت کا پیسہ لیا جائے، کافروں یا مرتدوں کا ناپاک مال نہ لیا جائے۔
(۲) رافضی جو ایسا ہی مذہب رکھتا ہے جیسا کہ آج کل کے رافضیوں کا ہے اگر اس نے مسجد بنائی اور مر گیا تو اس کی مسجد کی زمین اور عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں جبکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۴: از حصار محمد عبدالرشید مدرسہ انجمن محاسن الاسلام احاطہ عبدالغفور خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکان مر ہو نہ مسجد کے نام کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب:

دکان کہ مسجد پر وقف کی گئی اور واقف نے شروط وقف میں اس کے بدلنے کی اجازت نہ لکھی وہ کسی طرح نہیں بک سکتی، مگر یہ کہ تباہ ویران ہو جائے اور کوئی صورت اس کی آبادی کی نہ رہے تو اسے بیچ کر دوسری جگہ دکان خرید کر متعلق مسجد کر دے، یا دکان پر کسی ظالم کا قبضہ ہو گیا اور اسے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی مگر دام دینے پر راضی ہے تو لیں اور دوسری دکان اس کی جگہ قائم کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۵: از شہر کہنہ درگاہ شاہ دانا صاحب قدس سرہ مسئلہ رحمت علی صاحب ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ دانا صاحب کامزار شریف ایک چھوٹے سے احاطہ

کے اندر نور افروز ہے اور اسی احاطہ میں ایک مسجد اور ایک خانقاہ جانب شمال دو تین گز کے فاصلہ سے واقع ہے خانقاہ قدیم الایام یعنی مزار شریف کی تعمیر کے زمانہ سے اب تک واسطے ٹھہرنے سیاحین زائرین مقرر ہے، چنانچہ اکثر اولیاء سابق درویش اور سالکین استقامت کیش جو وقتاً فوقتاً واسطے زیارت اور حاصل کرنے مراد اور برکات کے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں تو اسی خانقاہ میں ٹھہرا کرتے ہیں اور جو کہ ایام عرس میں تخمیناً ایک ہزار مرد و عورت و لڑکی لڑکے جوان بڑھے مزار اقدس میں جمع ہوتے ہیں اور یہ بھیڑ بھاڑ تقریباً ایک ماہ تک رہتی ہے تو اس ہنگامہ میں سوا اس مکان کے دھوپ اور بارش وغیرہ کے بچاؤ کے لئے اور کوئی مکان مطلق نہیں ہے اگر وہ مکان نہ ہو تو زائرین کو از حد پریشانی اور تکلیف ہو، دوسرے یہ کہ اس خانقاہ کے اندر دو ایک قبریں بھی ہیں اور ایک قبر خلیفہ ولایت علی صاحب کی بھی ہے کہ اس قبر کو ہموار کر کے اس پر لڑکے پڑھتے ہیں، اب اس خانقاہ اور شرقی حصہ صحن مزار شریف کو عرصہ تقریباً دو ایک ماہ سے بلا اجازت متولی صاحب و بغیر منشا خادین جو پشت ہاپشت سے اس پر بطور مالکانہ کے قبضہ رکھتے ہیں، چند اشخاص وہابی محلہ شاہدانہ نے بتقریب تحکم مصلیان جدید اس میں جدید مدرسہ قائم کیا ہے، مدرسہ کے اکثر طلبہ جو خانقاہ میں قبریں ہیں ان پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور صحن مزار شریف میں سوئے ادبی اور بازی اور رسہ کشی کرتے ہیں اور چھوٹے لڑکے ساتھ مسجد میں جا کر فرش مسجد اور لوٹوں کو ناپاک کرتے ہیں اس صورت میں اسلامی قانون نبوی کے مطابق مقام مذکور پر مدرسہ رکھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ بانی مبنی عمارت شریف کی یہ نیت اور منشاء نہ ہو اور متولی ان حرکات سے اور مدرسہ کے قیام سے قطعاً راضی نہ ہو اور مسافریں اور زائرین کی جگہ جبراً چھین لی ہو، اور لڑکے اس مقام متبرک پر گند باد سے بے ادبی کرتے ہوں اور قبروں کو نشست گاہ بنایا ہو۔ بینوا تو جو را۔

الجواب:

اگر خانقاہ میں عاقل، بالغ، باادب، باتمیز اور قریب بلوغ متادب لڑکوں کے لئے درس دینے کی اجازت دی جاتی اور قبور کی بیحرمتی نہ کی جاتی اور حاضرین پر ٹھہرنے کی جگہ تنگ نہ ہوتی اور ایام عرس شریف میں خانقاہ ان کے لئے خالی رہتی اور یہ سب کچھ عاریہ ہو تا نہ کہ خانقاہ یا مسجد پر مالکانہ قبضہ تو حرج نہ تھا مگر مسجد کی بے حرمتی حرام اور اس میں بچوں کا جانا ممنوع۔ ابن ماجہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جنبا امساجدکم صبیانکم ومجانینکم و رفع اصواتکم ^۱	اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور اپنی آوازیں اونچی کرنے سے بچاؤ۔ (ت)

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

اور مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا چلنا ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان اطأ علی جبرۃ حتی مخلص الی جلدی احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم او ماہذا معناه ^۱ ۔	مجھے چنگاری پر پاؤں رکھنا یہاں تک کہ وہ جو تا توڑ کر کھال تک پہنچ جائے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

لان امشی علی سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم ^۲ ۔ او کہا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	مجھے تلوار پر چلنا مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے (جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت ^۳ ۔	قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے۔ (ت)

فتح القدیر و در مختار و رد المحتار میں ہے:

المرور فی سکتۃ حادثۃ فی المقابر حرام ^۴ ۔	قبرستان میں جو نیا راستہ بنایا جائے اس میں چلنا حرام ہے۔ (ت)

اور مسلمان کی قبر کو ہموار کر دینا اور بھی سخت حرام۔ حاضرین کے لئے جگہ تنگ کرنا جنگلی اصل وضع خانقاہ ہے وقف میں تصرف بے جا اور مخالفت غرض واقف ہے کہ شرعاً ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۸۵ تا ۳۱۹: از ضلع بردوان مقام رانی گنج مسئلہ میرضامن سیکریٹری مدرسہ دارالعلوم ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

^۱ صحیح مسلم کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۲ سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب کراہیۃ القبور علی القبر آفتاب عالم پریس لاہور

۲/ ۱۰۴، الترغیب والترہیب من الترتیب علی القبر مصطفیٰ البابی مصر ۴/ ۳۷۳

^۲ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی النهی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

^۴ رد المحتار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۹

(۱) مسجد کی موقوفہ جائداد کا متولی مسجد یا مسجد کے متعلق مکان میں تنہا اپنی رائے سے کسی قسم کی ترمیم کر سکتا ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ مصلیان مسجد اس ترمیم کے سخت مخالف ہوں۔

(۲) مسجد کی کوٹھری یا حجرہ یا مسجد کا مدرسہ آیا متولی موصوف کی ملکیت ہے یا ان کا نظم و نسق وغیرہ۔ امام و مؤذن کی تقرری و برخاستگی عام مصلیان مسجد کے اتفاق پر موقوف ہے مصلیان مسجد کو اس کے متعلق کوئی باز پرس کرنے کا اور جمع خرچ کے سمجھنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۳) مصلیان مسجد کے خلاف میں اگر کسی مسجد کا متولی دوسری مسجد کے نمازیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مخالفت سے اس مسجد میں کوئی ناپسندیدہ کام کرنا چاہے اور اس کی قابل مرمت چیزیں خراب ہو رہی ہوں تو مصلیان مسجد کو اس پر رکاوٹ کا مجاز اور متولی کو ان کا متفقہ رائے کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) اگر اس ترمیم کا اختیار اسے واقف نے دیا تھا تو کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ بات ملاحظہ شرائط وقف سے ظاہر ہو سکتی ہے۔
(۲) مسجد اور اس کے متصل کوئی شے نہ متولی کی ملک ہے نہ مصلیوں کی، نہ کسی غیر خدا کی، وہ سب خالص ملک الہی ہے، او قاف مسجد کا انتظام متولی کے سپرد ہے اور امام و مؤذن کا نصب و عزل بانی مسجد یا اس کی اولاد پھر مصلیوں کے متعلق ہے متولی جو بات خلاف شرائط وقف کرے مصلی بلکہ عامہ مسلمین اس سے باز پرس کر سکتے ہیں۔ متولی امین ہے جب تک اس کی خیانت کا صحیح مظنہ نہ پیدا ہو وہ جمع خرچ سمجھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں ہے:

سئل قارئ الهدایة عن طلب محاسبة شريكه فاجاب لا يلزمه بالتفصيل ومثله المضارب والوصى والمتولى- نهـ ¹	قارئ الهدایہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنے شریک سے محاسبہ کا سوال کرے تو قارئ ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر مفصل جواب دینا لازم نہیں، اس کی مثل ہے مضارب، وصی اور متولی، نہر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے: یحصل اطلاقه علی غیر المتهم² (اس کا اطلاق اس شخص پر محمول کیا جائیگا

¹ درمختار کتاب الشركة مطبع مجتہائی، دہلی، ۱/ ۳۷۳

² ردالمحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۴۷

جس پر تہمت نہ لگائی جاتی ہو۔ ت)

(۳) سائل نے ناپسندیدہ کام کی تفصیل نہ کی، ان کو ناپسندیدہ ہے یا شرعاً، جو شرعاً ناپسندیدہ ہے اس کا اختیار کسی کو نہیں، نہ وہ کسی کے متفق الرائے سے ہونے سے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳ شعبان ۱۴۳۹ھ

مسئلہ ۳۱۹: مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ جام نگر (علاقہ کاٹھیاوار) میں دو مسجدیں ایسی مسلمان بانیوں (عورتوں) کے نام سے بنی ہوئی ہیں کافر راجہ نے ان کو باوجود اسلام پر قائم رہنے کے اپنی ہی مجامعت میں ہمیشہ کے لئے قائم و دائم زبردستی کر کے رکھا ایک فاطمہ بانی کی مسجد راجہ سے مال کثیر لے کر اصل پرانی مسجد پر اپنے مسلمان ناظر نوکر کے مال حوالہ کر کے مسجد بنائی ہے۔ اسی طرح دوسری امرت بانی کی مسجد نو تعمیر ہو کر امرت بانی کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرے راجہ کے وقت میں قصبہ ہذا میں سات مسجدیں سات بانیوں کے نام سے پچاس سال ہوئے ہیں بنائی ہیں:

ایک دھن بانی کی مسجد جو جامع مسجد دھن بانی کی مشہور ہے پرانی مسجد پر اس کی تعمیر ہوئی۔

دوسری ناتھی بانی کی مسجد رافضی پورہ محلہ میں پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی بنائی گئی ہے۔

تیسری جان بانی کی ناور کی مسجد، یہ بھی ایک پرانی مسجد شہید کر کے نئی بنائی گئی ہے۔

چوتھی دالبانی کی مسجد جو پرانی جیل کے قریب بالکل نئی تعمیر کی گئی ہے۔

پانچویں رتن بانی کی مسجد لنگھاواڑ میں نئے سرے سے بنائی گئی ہے، قبل ازیں یہاں کوئی مسجد نہ تھی۔

چھٹی ہنس بانی کی مسجد جو ملک لوگوں کی مسجد تھی اس کو شہید کر کے وسیع پیمانے پر بنائی گئی ہے۔

ساتویں چھوٹی دھن بانی کی مسجد جو گجراتی واڑ میں کہنہ خورد مسجد کو شہید کر کے اسی پر بنائی گئی ہے۔

یہ عورتیں مسلمان صوم و صلوة کی پابند تھیں اور کافر راجاؤں کے جبر سے مرتے دم تک ان کے مکان میں رہیں، اور راجاؤں سے

ان عورتوں نے مال حاصل کر کے اپنے نوکر مسلمان ناظر کو مال حوالہ کر دیا اور ان ناظروں نے مسجدیں بنوا کر مسلمانوں کے

قبضہ میں کر دیں اور تا ایں دم مسلمان کے قبضہ میں ہیں۔ یہ عورتیں مر چکی ہیں ان کی ہر ایک کی قبر ہر مسجد کے فنا میں بنی ہوئی

ہے، اور ان میں سے جو مسجدیں سابق پرانی مسجدوں کو شہید کر کے تعمیر کی گئی ہیں، ان کے فنا میں اولیاء کے مزار بھی ہیں، ان

مسجدوں کے ان بانیوں کے نام سے موسوم ہونے پر کافر کاروبار پیہ لگنے کے باعث اگرچہ ان عورتوں میں سے ہر ایک نے اپنے نوکر

ناظر مسلمان کو حوالہ کر کے مسجد کی تعمیر کرائی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں کر دی گئی ہیں

باوجود اس کے مسلمانوں کے دو گروہ ازاں دم تا ایں دم چلے آتے ہیں، ایک گروہ ان مسجدوں میں نماز پڑھنا جائز سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ بوجہ بالانا جائز سمجھ کر ان میں نماز نہیں پڑھتا اور پڑھنے والے کو روکتا ہے، معترض گروہ نے اپنے استدلال میں ایک عربی رسالہ بھی لکھا ہے جو منسلک استفتاء ہذا ہے۔ قائلین جواز اکثر فتاویٰ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ مسجدیں اپنے مصارف کے لئے قطعاً کسی کی محتاج نہیں ہیں کیونکہ ہر مسجد اپنے تعلق میں دکانیں رکھتی ہے۔ موجودہ کافر راجہ کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان مسجدوں میں حکم شرع شریف نماز ناجائز ہے تو وہ ان کے انہدام میں ایک لمحہ دیر نہ لگائے اور مسجدیں دکانیں جن کی عمارت تقریباً ۵ لاکھ بلکہ زائد ہوگی مسلمانوں کے قبضہ و تصرف سے نکل جائیگی اور مزارات اولیاء کرام جو ان مسجدوں کی فناء میں واقع ہیں مسمار کردئے جائیگی، آپ نہایت تفصیل سے عام فہم زبان میں ارشاد فرمائیں کہ حکم شرع شریف کیا ہے تاکہ مسلمانوں میں فساد مذکورہ بالا کی بیج گئی ہو جائے۔ بینوا تو جو را۔

الجواب:

وہ مسجدیں شرعاً مساجد ہیں اور ان میں نماز قطعاً جائز، اور ان کا ہدم ظلم شدید، اور ان نماز پڑھنے سے روکنا، ان کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسُئِلَ فِي خَرَابِهَا" ^۱۔

عربی رسالے میں اجرت زنا کی حرمت کا بیان ہے اس میں کسے کلام ہے مگر اسے یہاں سے کیا علاقہ، اور ان مسجدوں کی ابطال مسجدیت سے تو اسے اصلاً مس نہیں، یہاں نہ اجارہ ہو نہ وہ مال کہ ان عورتوں نے پایا اجرت تھا، نہ ان کے لئے حکم حرمت تھا، اور بالفرض ہوتا تو ان مسجدوں کو مسجد نہ ماننا جہالت تھا،

اولاً: اجارہ کہ بیع منافع ہے مثل بیع محتاج ایجاب و قبول و تراضی طرفین ہے، اور سوال میں زبردستی کر کے رکھا، کافر راجاؤں کے جبر سے رہیں تو نہ کوئی اجارہ تھا نہ ایجاب و قبول، خود رسالہ عربیہ میں اقرار کیا ہے کہ صورت مجبوث عنہا میں عقد اجارہ نہیں تو مسئلہ اجرت زنا کی بحث بیکار تھی۔ رہا رسالہ کا یہ گمان کہ جب بے عقد ہے تو بدرجہ اولیٰ حرام ہے کہ اب اس کی حرمت پر اتفاق ہے، ذخیرۃ العقبیٰ میں ہے:

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

ماأخذته الزانية ان كان بعقد الاجارة فحرام عندهما وان كان بغير عقد فحرام اتفاقاً لانها اخذته بغير حق كذا في المحيط¹۔	جو کچھ زانیہ نے لیا اگر عقد اجارہ کے طور پر ہے صاحبین کے نزدیک حرام ہے اور اگر بلا عقد ہے تو بالاتفاق حرام ہے کیونکہ زانیہ نے اس کو ناحق لیا ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

اقول: یہ ہی وہ نافیہ ہے جس نے غلطی میں ڈالا، بلا وجہ کسی کا مال لے لینا کہ بالاتفاق حرام ہے مال معصوم میں ہے جو کہ مسلمان یا ذمی یا مستامن کا مال ہے ان کے غیر کا مال کہ بلا عذر ملے خصوصاً جو خود اس کی رضا سے ہو اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ بلا وجہ محض بلکہ بنام وجہ فاسد و ناجائز مثل ربا و قمار وغیرہما ہو۔ ہدایہ و فتح القدیر میں ہے:

(مألهم مباح) و اطلاق النصوص في مال محظور وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر (فاذا لم يأخذ غدر اقبای طریق یاخذہ حل) بعد كونه برضاً²۔	(ان کا مال مباح ہے) اور نصوص کا اطلاق مال ممنوع پر ہوتا ہے اور بیشک وہ (کافر حربی کا مال) مسلمان پر اسی صورت میں حرام ہوتا ہے جب بطور غدر لیا جائے، اور اگر غدر و دھوکے سے نہ لے تو جس طرح بھی حاصل کرے حلال ہے بشرطیکہ اس کافر کی رضامندی سے ہو۔ (ت)

مبسوط میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفار مکہ سے نصرت مسلمین پر شرط باندھ کر مال لینا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے جائز رکھنا بلکہ خود حکم حضور شرط میں اضافہ کرنا مذکور۔ محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں:

وهو القمار بعينه بين ابى بكر ومشركي مكة وكانت مكة دار شرك³۔	اور وہ سید صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مشرکین کے درمیان بعینہ جو تھا اور مکہ دار شرک تھا۔ (ت)

حاشیہ: جب ان کا رہنا بکبر و اکراہ تھا تو عقد درکنار شرط زنا پر لینا بھی نہ ہوا تو رسالہ عربیہ کا

¹ ذخیرۃ العقوبۃ کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدہ نوکسور کانپور ۱۳/۵۱۲

² فتیح القدیر کتاب البیوع باب الرباء مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۶/۱۷۸

³ فتیح القدیر کتاب البیوع باب الرباء مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۶/۱۷۸

کہنا کہ:

ماتخاذہ الزانیۃ علی الزنا بغیر عقد الاجارۃ حرام اتفاقاً وهو المبحوث عنہ۔	جو کچھ زانیہ زنا پر بغیر عقد اجارہ کے لے وہ بالاتفاق حرام ہے اور یہ زیر بحث ہے (ت)

یوں بھی صحیح نہیں اور اب مال کافر کی بھی قید نہ رہی،

ففی الہندیۃ عن المحیط عن المنتقی ابراہیم عن محمد امرأۃ نائحة او صاحب طبل او مزمارا کتسب مالاً قال ان کان علی شرط ردہ علی اصحابہ لانہ اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی ردہا ما اذا لم یکن الاخذ علی الشرط لم یکن الاخذ معصیۃ والدفع حصل من المالك برضاہ فیکون له ویكون حلالاً ^۱ ۔	پس ہندیہ میں محیط سے بحوالہ منتقی ابراہیم سے بروایت امام محمد منقول ہے کہ نوحہ کرنے والی عورت، ڈھول بجانے والے اور سارنگی بجانے والے نے جو مال کمایا اگر وہ کسی شرط پر تھا تو وہ مالکوں کو واپس کریں کیونکہ جب اس کا لینا شرط پر ہو تو وہ معصیت کے مقابلہ میں ہو اور معاصی میں چھٹکارے کی سبیل اس کو مالکوں کی طرف لوٹانا ہے اور اگر وہ شرط کی بنیاد پر نہ تھا اس کا لینا معصیت نہ ہو اور یہ دینا خود مالک کی طرف سے اس کی رضا کے ساتھ متحقق ہوا لہذا وہ اس کے لئے حلال ہوگا۔ (ت)

تایلاً: حقیقت امر یہ ہے کہ نواب و راجہ جو عورتیں رکھتے اور انہیں اپنا پابند کرتے ہیں اپنے زعم مردود میں انہیں مثل ازواج
و کنیزاں رکھتے ہیں اور جو کچھ اور ار و ماہوار انہیں دیتے ہیں نہ بعوض زنا ہوتا ہے نہ بشرط زنا بلکہ نفقہ ازواج کی طرح جزاء احتباس
سمجھ کر دیتے ہیں و لہذا اگر ان میں بعض کی صورت بھی مہینوں نہ دیکھنے میں آئی اور ان میں فرق نہیں آتا یہ جس ضرور ظلم و
حرام ہے، اور اگر برضائے زنا ہو تو قطعاً یہ بھی عاصیہ کہ رضا بالحرام حرام ہے لیکن جب بالجبر ہے تو اس کی طرف سے معصیت
نہیں،

قال تعالى "وَمَنْ يُكْرِهْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِمْ عَاقِبٌ" ^۲ رَّحِيمٌ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ان پر جبر واکراہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے مجبور ہونے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

^۲ القرآن الکریم ۲۴/ ۳۳

تو وہ ان کے لئے کسی طرح مقابل معصیت نہیں اور امام محمد کا ارشاد بلا دقت صادق کہ مال برضاء مالک ملا تو ان کے لئے حرام نہیں۔ علاوہ ماہوار بعض منظورات نظر کو اور اموال جو زائد دیتے ہیں مسلم کی طرف سے ہوتے تو ضرور حرام ہوتے کہ رشوت تھی،

والراشی والمرتشی کلاهما فی النار^۱ رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ (ت)

لینے والی مالک نہ ہوتی اور ان کا دینے والے کو واپس دینا فرض ہوتا۔ ہندیہ میں قنیه سے ہے:

المتعاشقان یدفع کل واحد منهما لصاحبه اشياء
فهی رشوة لا یثبت الملك فیها وللدافع استردادها^۲
باہمی معاشرہ کرنے والوں میں سے ہر ایک نے جو دوسرے کو دیا وہ رشوت ہے اس سے ملک ثابت نہیں ہوتی اور دینے والے کو اختیار ہے کہ واپس لے لے۔ (ت)

یہاں کہ دینے والا حربی غیر مستامن ہے اور ان کی طرف سے غدر نہیں بلکہ برضاء مالک ہے تو بحکم استیلاء ان کی ملک ثابت اور ہدایہ کا ارشاد صادق کہ:

بأی طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذالم یکن
فیہ غدر^۳
مسلمان جس طرح بھی لے ایک مال مباح لیتا ہے جبکہ اس میں غدر نہ ہو۔

خصوصاً وہ روپیہ کہ راجہ سے مسجد کے لئے مانگ کر لیا اور اس نے بخوشی دیا اسے زبردستی زیر حرمت مان لینا کیا معنی۔
راجا: بالفرض یہ روپیہ حرام ہی ہوتا تو امام کرخی کے مذہب مفتی بہ پر مسجد کی طرف اس کی خباثت سراپت نہ کر سکتی جب تک اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوتے یعنی وہ روپیہ دکھا کر بانعوں سے اینٹ کڑیاں زمین وغیرہ خریدی جاتیں کہ اس روپے کے عوض میں دے پھر وہی زر حرام ثمن میں ادا کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ عام خریداریاں اس طور پر نہیں ہوتیں تو اب بھی ان مسجدوں میں اثر حرام ماننا جزاف و باطل تھا۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصدق بالقلعة لو تصرف فی المصوب اور باقیماندہ منفعت کو صدقہ کرے، اگر اس نے معصوب اور

^۱ کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۱۵۰۷۷ موسسة الرساله بیروت ۶/ ۱۱۳، الترغیب والترہیب الترہیب الراشی والمرتشی

مصطفی البابی مصر ۱۸۰/ ۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہیۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/ ۴۰۳

^۳ الہدایۃ کتاب البیوع باب الربو مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۸۷

او الودیعة وربح اذا كان متعیناً بالاشارة او بالشراء بدر اہم الودیعة او الغصب ونقدھا، وان اشار الیھا و نقد غیر ہا او الی غیر ہا و اطلق و نقدھا لا، وبہ یفتی^۱۔	و دلیعت میں تصرف کیا اور اس سے نفع حاصل ہوا جبکہ وہ معضوب یا و دلیعت متعین ہو چاہے اشارہ سے متعین ہو یا غصب و و دلیعت کے در اہم کے بدلے خریدنے اور انہی در اہم کو ادا کرنے سے متعین ہو اور اگر اشارہ در اہم غصب و و دلیعت کی طرف کیا اور ادا دوسرے درہم کئے یا اشارہ در اہم غصب و و دلیعت کے غیر کی طرف کیا اور ادا در اہم غصب و و دلیعت کئے یا ذکر مطلق در اہم کا کیا بلا اشارہ کے اور ادا در اہم غصب و و دلیعت کئے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت صدقہ نہ کرے، اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (ت)

خامساً: پورے تنزل کے بعد بالفرض سرایت خبث بھی سہی تو یہ خبث بوجہ فساد ملک ہوگا نہ بوجہ عدم ملک کہ بسبب استیلاء ملک زناں میں شبہ نہیں۔ در مختار میں ہے:

دخل مسلم دار الحرب بأمان حرم تعرضه لشیع منہم فلو اخرج شیئاً مبلکہ ملکاً حراماً للغدر فیتصدق بہ^۲۔	اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں امان لے کر داخل ہوا تو ان کی کسی چیز سے تعرض کرنا اس کو حرام ہے اگر وہ ان حربی کافروں کی کوئی چیز نکال لایا تو دغا بازی کی وجہ سے اس کا مالک بہ ملک حرام ہوا لہذا اس کو صدقہ کر دے۔ (ت)

تو اس صورت میں بھی صحت مسجدیت و جواز نماز کے لئے روایات کثیرہ جلیلہ موجود ہیں۔ متفرقات وقف عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

لو اشتري ارضاً شراء فاسداً فقبضها واتخذها مسجداً وصلى الناس فيه ذكر هلال رحمہ اللہ تعالیٰ فی وقفہ انہ مسجد و علی المشتري قيمتها ولا ترد الى البائع قال هلال هذا قول اصحابنا	اگر کسی نے شراء فاسد کے ساتھ کوئی زمین خریدی اور اس پر قبضہ کر کے اس کو مسجد بنادیا اور لوگوں نے اس میں نماز پڑھ لی تو ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وقف میں فرمایا کہ وہ مسجد ہے اور اس کی قیمت مشتری کے ذمے ہے اس کو بائع کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا، ہلال رحمہ اللہ نے

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتہائی دہلی ۲/ ۶۱-۲۰۵

^۲ در مختار کتاب الجہاد باب المستأمن مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۶۶

فی المسجد والوقف علی قیاسہ ^۱ ۔	فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا یہ قول مسجد کے بارے میں ہے اور وقف کو اسی پر قیاس کیا جائیگا (ت)

فتاویٰ قاضیخان نیز ہندیہ اوائل الوقف میں ہے:

لو اشتري رجل دارا شراء فاسدا وقبضها ثم وقفها علی الفقراء والمساكين جاز وتصير وقفا علی ما وقفت وعليه قيمتها ^۲ ۔	اگر کسی نے شراء فاسد کے ساتھ گھر خریدا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر اس کو فقراء و مساکین پر وقف کر دیا تو جائز ہے اور وہ ان پر وقف ہو جائیگا جن پر اس نے وقف کیا اور اس کی قیمت اسی مشتری پر لازم ہوگی۔ (ت)

تنویر الابصار احکام البیع الفاسد میں ہے:

فان وقفه وقفا صحيحا نفذ ^۳ ۔	اگر اس کو وقف صحیح کے ساتھ وقف کیا تو نافذ ہو جائے گا۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لانه استهلكه حين وقفه واخرجه عن مبلکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف هذا غیر صحيح کما بسطه المصنف ^۴ ۔	اس لئے کہ اس نے وقف کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا اور اس کو اپنی ملک سے خارج کر دیا، اور وہ جو جامع الفصولین میں اس کے خلاف آیا ہے وہ صحیح نہیں جیسا کہ مصنف نے اس کو تفصیل سے بیان کیا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

فی جامع الفصولین لو وقفه او جعله مسجدا لا یبطل حق الفسخ مالم یبن اھای فالمانع من الفسخ هو البناء حملہ فی	جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مشتری نے اس کو وقف کیا یا مسجد بنایا تو جب تک عمارت نہ بناوے حق فسخ باطل نہیں ہوتا اھ یعنی مانع فسخ، عمارت ہے،

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۸۵/۲-۸۸۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الاول فی تعریفہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۳/۲

^۳ در مختار شرح تنویر ابصار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتہائی، دہلی ۲۹/۲

^۴ در مختار شرح تنویر ابصار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتہائی، دہلی ۲۹/۲

صاحب نہر نے اس کو دو روایتوں میں سے ایک پر محمول کیا اور یہ اس کی تغلیط سے اولیٰ ہے اور بحر میں اس کو اس پر محمول کیا کہ جب تک اس کے ساتھ قضاء واقع نہ ہو۔ میں کہتا ہوں لیکن مسجد یلزم بدون القضاء اتفاقاً ^۱ ۔	صاحب نہر نے اس کو دو روایتوں میں سے ایک پر محمول کیا اور یہ اس کی تغلیط سے اولیٰ ہے اور بحر میں اس کو اس پر محمول کیا کہ جب تک اس کے ساتھ قضاء واقع نہ ہو۔ میں کہتا ہوں لیکن مسجد یلزم بدون القضاء اتفاقاً ^۱ ۔

اسی کے اوائل وقف میں ہے:

صح وقف مباشرہ فاسد ابعدا بعد القبض ^۲ ۔	قبضہ کے بعد اس چیز کا وقف صحیح ہے جس کو شرافاسد کے ساتھ خریدا ہو۔ (ت)

نظر بحالت مذکورہ سوال انہیں پر فتویٰ واجب ہوتا اذلا یفتی فی الوقف الالبأھو انفع لھ (وقف میں صرف اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے جو اس کے حق میں زیادہ نافع ہو اس کے غیر پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔ ت) نہ کہ ان مباحث عظیمہ کے ساتھ جو ہم نے ابتداءً ذکر کیں جن کے بعد شبہ کو اصلاً گنجائش نہیں، واللہ الحمد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: از لکھنؤ جھوائی ٹولہ بادشاہ محل کی ڈیوڑھی مسئلہ منشی انور علی ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مؤذن مسجد ہے اور اس شخص مؤذن نے حجرہ مسجد جو وقف تھا اس میں اپنا دخل اور تصرف مالکانہ کر کے ایک مکان اوپر اس حجرہ کے بنایا اور حجرہ وقف کو اپنے مالکانہ تصرف اور ماتحت میں لاتا اور اس میں خانہ داری و سکونت کرتا ہے، آیا عند الشرع الشریف یہ جائز ہے یا نہ اور اہل محلہ اس کو خارج کر سکتے ہیں یا نہ؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

حجرہ اگر سکونت مؤذن کے لئے واقف نے وقف کیا تھا اور اس نے اس کے اوپر کوئی عمارت اپنے روپے سے وقف کے لئے بنا کر اس میں سکونت کی تو اس پر الزام نہیں، نہ یہ کوئی تصرف مالکانہ ہے بلکہ مطابق شرط واقف ہے اور اگر حجرہ مسجد کے دیگر مصارف کے لئے وقف ہوا تھا جن میں سکونت مؤذن داخل نہیں، تو بیشک ناجائز ہے اور مستمان مسجد اسے خارج کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ رد المحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۶

^۲ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۹

مسئلہ ۳۲۱: از گرواڑہ ریاست بڑودہ مسئولہ یوسف علی خاں بہادر ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عرصہ دس سال سے اپنی کتابیں جامع مسجد بڑودہ میں فی سبیل اللہ وقف کر دی ہیں، عرصہ دس سال سے انجمن اصلاح اہلسنت وجماعت کے قبضے میں ہیں اب وہ شخص رافضی کی طرفداری میں ہو کر کتب خانہ موقوف کو واپس اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ انجمن اہل سنت وجماعت کا قبضہ چھڑا کر اپنا قبضہ کرے یا کتابوں کو دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف منتقل کر دے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر اس نے کتابیں مسجد جامع پر وقف کیں تو جائز نہیں کہ وہ کسی مدرسہ یا دوسری مسجد کی طرف منتقل کی جائیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ظاہرہ انہ یکون مقصور اعلیٰ ذلک المسجد وهذا هو الظاہر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد ^۱ ۔	ظاہر اس کا یہی ہے کہ وہ اسی مسجد کے لئے مختص ہے اور یہی ظاہر ہے جبکہ خود واقف نے اسی مسجد کے لئے معین کر دیا تھا۔ (ت)

قتیہ میں ہے:

سبل مصحفاً فی مسجد بعینہ للقراءہ لیس له بعد ذلک ان یدفعه الی آخر من غیر اهل تلك المحلة للقراءة ^۲ ۔	کسی شخص نے قرآن مجید ایک خاص مسجد میں تلاوت کے لئے صدقہ کیا تو اب اس کو اختیار نہیں کہ وہ اس مسجد کے اہل محلہ کے علاوہ کسی دوسرے کو پڑھنے کے لئے دے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا لاننتفاع بها، والفقهاء بذلک مبتلون فان وقفها علی مستحق وقفہ لم یجز نقلها و	اسی سے کتب اوقاف کے انتفاع کی غرض کا اپنے مکانات سے منتقل کرنے کا حکم معلوم ہو گیا اور فقہاء اس کے ساتھ مبتلی ہیں پس اگر تو اوقاف نے صرف اپنے وقف (یعنی اپنی مسجد و مدرسہ) کے

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۶

^۲ القنیۃ المبنیۃ للتبیم الغنیۃ کتاب الوقف کلئہ انڈیا ۲۱۳

ان على طلبه العلم وجعل مقرها في خزانته التي في مكان كذا ففي جواز النقل تردد نهري ¹ ۔	مستحقوں کے لئے ان کتابوں کو وقف کیا ہے تو ان کو منتقل کرنا جائز نہیں اور اگر مطلقاً طالبان علم کیلئے وقف کیا اور ٹھکانا ان کتابوں کا اپنے اس خزانہ میں مقرر کیا جو فلاں مکان میں ہے تو منتقل کرنے کے جواز میں تردد ہے، نہر (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الذی تحصل من كلامه انه اذا وقف كتباً وعین موضعها فان وقفها على اهل ذلك الموضع لم یجز نقلها منه لالهم ولا بغيرهم. وظاهره انه لا یحل لغيرهم الانتفاع بها. وان وقفها على طلبه العلم فلکل طالب الانتفاع بها فی محلها واما نقلها منه ففيه تردد ناشی عن مآقده عن الخلاصة من حکایة القولین من انه لو وقف المصحف على المسجد ای بلا تعین اهلہ قیل یقرأ فیہ ای یختص بأهلہ المترددین الیه وقیل لا یختص به ای فیجوز نقله الی غیره وقد علمت تقوية القول الاول بما مر عن القنیة ² ۔	اس کے کلام سے جو معنی حاصل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے کتابوں کو وقف کیا اور ان کے لئے مکان معین کر دیا پھر اگر صرف اسی جگہ والوں کے لئے وقف کیا تو اب منتقل نہیں کر سکتا نہ ان لوگوں کے لئے نہ دوسروں کے لئے۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں کے غیر کے لئے ان کتب موقوفہ سے انتفاع حلال نہیں اور اگر ان کتب کو طالبان علم پر وقف کیا تو ان کتب کے محل معین میں ان سے ہر طالب علم کو انتفاع کا حق ہے لیکن ان کتابوں کو اس محل معین سے منتقل کرنے میں تردد ہے جو خلاصہ کے حوالہ سے ان دو قولوں سے پیدا ہوا جن کی سابق میں حکایت کی جا چکی ہے یہ کہ اگر کسی شخص نے قرآن مجید کسی مسجد پر وقف کیا مگر اس مسجد والوں کی تعیین نہیں کی تو ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مختص نہیں لہذا اس کو منتقل کرنا جائز ہے تو تحقیق تو قول اول کی تقویت قنیہ کی تائید سے پہلے ہی جان چکا ہے۔ (ت)

واقف کتب اگر کتابیں اسی مسجد میں رکھنا چاہتا اور قبضہ انجمن سے نکال کر اپنا قبضہ متولیانہ رکھتا تو اس کے جواز کی طرف راہ تھی، امام ابو یوسف کے نزدیک جائز تھا، اشیاء میں فرمایا بہ یفتی (اس پر فتویٰ ہے۔ ت)، اور امام محمد کے نزدیک ناجائز تھا جب تک وقت وقف یہ شرط نہ کر لیتا کہ متولی کے

¹ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۱/۱

² ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۷۶/۳

بدلنے کا مجھے اختیار ہے۔ صاحب ہدایہ نے تجنیس میں فرمایا: الفتویٰ علی قول محمد (فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔ ت) اور اسی پر علامہ قاسم نے تصحیح القدوری اور خود صاحب اشباہ نے اپنے رسائل میں جزم فرمایا کہ ناجائز ہے، لیکن اگر وہ قبضہ اس لئے چاہتا ہے کہ کتابیں دوسری جگہ منتقل کر دے تو اس کی اجازت نہ دیں گے اور اگر رافضی کو متولی کرنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے تو بالاتفاق ہر گز ہر گز جائز نہیں کہ رافضی کا متولی کرنا حرام محض ہے کما حقنہ فی الفتویٰ الاولیٰ (جیسا کہ پہلے فتوے میں ہم اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔ ت) اس صورت میں اگر واقف خود پہلے سے متولی ہوتا فوراً وہ خود نکال لیا جاتا کہ اس سے وقف کی بدخواہی ثابت ہوئی ہے کما تقدّم من الدررینع وجوباً ولو الواقف غیر مأمون^۱ (جیسا کہ در کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وقف متولی سے وجوباً لے لیا جائے گا اگرچہ خود واقف ہو جب وہ امانت دار نہ ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲: ازادے پور میواڑ مہارانی ہائی اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر اگر اپنی خوشی سے زمین دے کہ اس زمین میں مسجد بنالو یا کوئی سامان دے کہ مسجد میں لگالو، یا روپیہ دے کہ اس کو بھی مسجد میں لگانا، تو اس کی یہ چیزیں مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

کافر اگر زمین اپنی ملک رکھ کر مسلمانوں کو اس پر مسجد بنانے کی اجازت دے تو وہ مسجد مسجد ہی نہ ہوگی فان الکافر لیس اھلاً لوقف المسجد (کیونکہ کافر وقف مسجد کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ت) ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین ہبہ کر کے قبضہ دے دے کہ مسلمان مالک ہو جائے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے اسے مسجد کرے تو صحیح ہے سامان اگر کافر نے ایسا دیا کہ بعینہ مسجد میں لگایا جائے گا جیسے کڑیاں یا اینٹیں تو جائز نہیں کہ وہ مسجد کے لئے وقف کا اہل نہیں وہ مال اسی کی ملک رہے گا اور مسجد میں ملک غیر کا خلط صحیح نہیں، ہاں یہاں بھی اگر مسلمان کو تملیک کر دے اور مسلمان اپنی طرف سے لگائے تو حرج

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۳۸۳

نہیں، مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں اس کی کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں اور اگر نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں جب کہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطور خود خریدیں یا راجوں مزدوروں کی اجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کر دے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۳ تا ۳۲۴: ازربلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی رمضان علی بنگالی ۲۰ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

- (۱) ایک محلہ میں دو مسجد ہیں اور دونوں مسجد کے متولی ایک ہی آدمی ہیں فی الحال محلہ کے سب آدمی بالاتفاق دونوں مسجد کے اسباب سے ایک مسجد تیار کرنی چاہتے ہیں، شرعاً دونوں مسجد کو ایک مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) کسی مسجد میں کٹری، چونا، اینٹ وغیرہ زائد ہے کسی کام میں صرف نہیں ہوتا اگر بہ رائے سب مصلیٰ کے اس اسباب کو دوسری مسجد میں بھیجے یا کوئی شخص اپنے کام کے لئے خرید کر لے جائے یا محلہ کے آدمی تقسیم کر کے لے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اگر یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مسجدوں کو معدوم کر کے تیسری جگہ مسجد بنائیں تو یہ حرام حرام سخت حرام اشد ظلم ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب۔	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهِ" ^۱ ۔

اور اگر دونوں مسجدیں متصل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی دیوار ہٹا کر دونوں کو ایک کر لیں تو یہ جائز ہے۔ اشیاء و در مختار میں ہے:

لاهل المحلة جعل المسجدین واحداً ^۲ ۔	اہل محلہ کو اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک کر لیں۔ (ت)

(۲) اہل محلہ یا کوئی اسے اپنے تصرف میں کر لے یہ حرام، اسے دوسری مسجد میں دے دیں یہ حرام۔ اسے بیچ کر اس کی قیمت اسی مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے محفوظ رکھیں یہ جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

^۲ در مختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۹۳

مسئلہ ۳۲۵: از ریاست گوالیار محلہ حویلی پچھواڑہ مسئلہ نور محمد خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، کیا کسی مجبوری کی حالت میں بموجب شریعت یہ جائز ہے کہ عمارت مسجد پختہ یا خام دوسری جگہ منتقل کردی جائے اور زمین مسجد پر مکان یا راستہ وغیرہ بنالیا جائے اور اس کے عوض میں دوسری جگہ مناسب زمین لے کر اس پر مسجد بنوادی جائے اور اس کا ملبہ وغیرہ سب اسی میں لگادیا جائے اور خوبصورت بنوادی جائے۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور اس کی زمین پر راستہ یا مکان بنانا سب اشد حرام قطعی ہے اگرچہ اس کے عوض دوسری جگہ سونے کی مسجد بنوادی جائے، مجبوری کی تفصیل لکھی جائے کہ اس پر جواب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶: از بیلپور ضلع پبلی بھیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ ۱/ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کو مسجد کے کنوئیں سے پانی بھرنے کی اجازت دینے کا کیا حکم ہے اور کیا شرعاً وہ مسجد کے کنوئیں سے پانی بھر سکتے ہیں؟ یہاں خلافت کمیٹی والوں نے ہندو مسلم اتحاد کی بناء پر پکھری کلکٹری کی مسجد کے کنوئیں سے ہندوؤں کو پانی بھرنے کی اجازت دی ہے، کنواں مسجد میں ہے تین طرف عین مسجد یعنی فرش مسجد ہے اور ایک جانب فصیل اور وضو کے پانی کی نالی ہے۔ خلافت کمیٹی والے کہتے ہیں کہ فناء مسجد یعنی نالی اور فصیل کی جانب سے داخل ہو کر ہندو پانی بھر سکتے ہیں اگرچہ آنکھوں سے دیکھا گیا کہ اہل ہندو برابر عین مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں، کیا مسلمانان شہر پر فرض ہے کہ حتی الامکان مسجد کو اہل ہندو کی دسترس سے بچائیں۔

الجواب:

بلاشبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد کو مشرکین کی بے حرمتی سے محفوظ کریں اور خلافت کمیٹی کی ہندو پرستی پر لحاظ نہ کریں۔ ان لوگوں نے مسجد میں جا کر پانی بھرنا درکنار بارہا مساجد میں ہندوؤں کو لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنایا ہے، فصیل مسجد بھی حکم مسجد میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا في محيط السرخسی ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	فناء مسجد مسجد کے تابع ہوتا ہے لہذا اس کا حکم وہی ہے جو مسجد کا ہوتا ہے جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۲

مسئلہ ۳۲۸۶۳۲: از محمد پور و ڈبرہ والا تحصیل احمد پور ڈاکخانہ خاص مسئلہ مولوی غلام فرید
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک مسجد کہنہ مسقف جس کے یمن شمال مشرق میں میدان پڑا ہے جس کے جوانب محدود بدیوار ہائے پختہ ہیں گنبد ہائے مسجد گر گئے ہیں اور دیوار جنوبی بھی گر گئی ہے جس کی خشتائے پختہ بہت عرصہ سے خراب ہو رہی ہیں، کیا بموجب شرع شریف یہ خشتہ کسی دوسری مسجد پر یا ان کو بیچ کر اسی مسجد کہنہ کی تعمیر پر رقم صرف کرنا جائز ہے ورنہ مسجد میں بھی یوں ہی منہدم رہے گی اور خشتہ بھی ضائع ہو جائیگی۔

(۲) سامان مسجد شریف مثل خشتائے پختہ و کڑی ہائے کہنہ وغیرہ آوارہ پڑی ہیں اور مسجد شریف بھی اس سامان سے مستغنی ہے تو کیا وہ سامان مسجد کا دوسری مسجد پر لگایا جائے یا نہیں؟ اگر لگایا جائے تو کسی کی اجازت سے قیمت لی جائے یا خیراتی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) ان اینٹوں کا دوسری مسجد میں دینا حرام ہے اسی مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائیں، اور اگر اس مسجد کی تعمیر میں ان کی حاجت نہ ہو مثلاً دیوار شکستہ بن چکی یا اور مضبوط اینٹوں یا پتھروں سے بنانے کا ارادہ ہے تو انہیں متولی یا متدین جماعت محلہ بکمال امانت و دیانت بیچ کر اسی مسجد کی تعمیر ہی میں صرف کریں مسجد کے دوسرے کام میں اس قیمت کا خرچ کرنا حرام ہوگا والتفصیل الکامل فی فتاؤنا (تفصیل کامل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

(۲) ان انقاض کا دوسری مسجد میں دے دینا حرام ہے کسی کی اجازت سے نہیں دے سکتے ہاں جب کہ یہ مسجد ان سے مستغنی ہے تو بیچ کئے جائیں اور دوسری مسجد کے ہاتھ بیچ کر ناو لی ہے کہ بدستور معظم رہیں گے وہ قیمت اسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو اور اس وقت تعمیر کی حاجت نہ ہو تو متولی امین متدین کے پاس اسی مسجد کی حاجت تعمیر کے لئے امانت رہے اور کام میں صرف کرنا ہر گز جائز نہیں۔ بیچ متولی کرے اگر وہ نہ ہو تو امین متدین جماعت محلہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۹: از سرشتہ اسلام کمیٹی آگرہ جامع مسجد مسئلہ عبدالرشید سرشتہ دار کمیٹی
۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ نماز یاں مسجد کی رائے ہے کہ صحن مسجد کی توسیع کے لئے دکانات متعلقہ مسجد کی چھت پر ایک کمرہ تعمیر کیا جائے تاکہ اوپر کی چھت پر مسجد کا صحن ہو جائے اور نیچے اس کے ایک کمرہ ہو جائے مسجد بہت اونچی ہے جب دکانوں پر کمرہ بنے گا تو کمرہ کی چھت صحن مسجد سے برابر ملے گی، اس طرح توسیع صحن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اور مسجد جب بھر جائے تو اس کمرے کی چھت پر پڑھنے والوں کو بھی مسجد ہی کا ثواب ملے گا اگرچہ وہ کمرہ صرف وقف علی المسجد رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۰: از دو کوہہ ڈاک خانہ چھاؤنی جالندھری مسئلہ سید حاجی منور شاہ ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تقریباً پچاس برس سے موجود ہے جس کو اس گاؤں کے اہل سنت نے مل کر تعمیر کیا تھا جب سے اب تک ہر نماز اس میں ادا کرتے ہیں چند سال سے اس گاؤں میں چند لوگ رافضی ہو جانے کے سبب اہلسنت سے ہمیشہ چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں کچھ عرصہ سے ان لوگوں نے اس بنا پر کہ اس مسجد کی تعمیر میں ہمارے آباؤ اجداد بھی شامل تھے اس لئے ہمیں بھی اذان و نماز کا حق حاصل ہے، قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پر قبضہ کر لینا چاہتے ہیں اور سنیوں کو بے تعلق کرنا منظور ہے، جھگڑے فساد کا یقین کامل ہے، استفتاء یہ ہے کہ مسجد مذکور میں اہلسنت و روافض اذان و نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں اور روافض کے سنی آباؤ اجداد کے تعمیر مسجد میں شریک ہونے سے انہیں مسجد پر دخل و تصرف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

روافض زمانہ علی العموم کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی ردالرفضة بما لا مزيد علیہ (جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اپنے رسالہ "ردالرفضة" میں اس انداز سے کر چکے ہیں جس پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ ت) فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین اویلعنہما والعیاذ باللہ فہو کافر ^۱	رافضی جب شیخین کریمین (صدیق و عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں بکے یا ان پر لعنت بھیجے تو وہ کافر ہے (ت)
قال اللہ تعالیٰ "إِنْ أَوْلِيَاءُ إِلَّا الْأَشْقَقُونَ" ^۲	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔ (ت)

نہ ان کی اذان اذان، نہ ان کی نماز نماز۔

قال اللہ تعالیٰ "وَقَدْ مَنَّآ إِلَىٰ مَاعَمِلُوا مِنْ"	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

^۲ القرآن الکریم ۸/ ۳۴

ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)	عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبًا مَّسْنُونًا ^۱

اور ان کے باپ دادا جبکہ اہلسنت تھے اور انہوں نے مذہب رفض اختیار کیا تو نہ وہ ان کے باپ رہے نہ یہ ان کی اولاد، نہ ان کے ذریعہ سے انہیں کوئی دعویٰ پہنچتا ہے،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نوح ! وہ تیرے گھروالوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ" ^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۱: ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

عبدالکریم خاں نے جو وارث چھوڑے وہ حسب تفصیل ہیں: عبدالشکور خاں و عبدالکیم خاں و عبدالنبی خاں و کالے خاں پسران و مسماۃ مندھو زوجہ اپنے کو چھوڑا۔ ایک منزل مکان عبدالکریم خاں نے اپنے زوجہ کو بعوض دین مہر کے دیا اور اس کا بیعتنامہ مسماۃ مندھو کے نام تحریر کر دیا۔ مسماۃ مندھو نے اس مکان کو بدست فدا حسین خاں ولد کالے خاں کے بیع کر دیا جس کا لادعویٰ مسماۃ مشہدی سے لکھوایا گیا۔ مسماۃ مندھو نے جو وارث چھوڑے حسب تفصیل ذیل ہیں: عبدالشکور خاں و عبدالکیم خاں و عبدالنبی خاں و کالے خاں پسران عبدالنبی خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: عبدالنبی خاں و علی محمد خاں و ولی محمد خاں پسران۔ عبدالنبی خاں و مسماۃ کنا و مسماۃ اولیا بیگم زوجہ عبدالنبی خاں اور دختران عمراؤ و اقبال کو چھوڑا۔ عبدالکیم خاں فوت ہوئے اس کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: حاجی عبدالرحمن و عبدالرحیم خاں ننھے خاں پسران عبدالکیم خاں و لایقی بیگم و چھوٹی بیگم دختران عبدالکیم خاں و زوجہ معلوم کو چھوڑا۔ کالے خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: فدا حسین خاں پسر کالے خاں کو اپنا وارث چھوڑا۔ فدا حسین خاں فوت ہوئے ان کے وارث حسب تفصیل ذیل ہیں: زوجہ اولیٰ کا انتقال فدا حسین خاں کے سامنے ہو گیا تھا، یہ نہیں معلوم کہ دین مہر ادا ہوا یا معاف ہوا اور زوجہ اولیٰ کے فوت ہونے کے بعد زوجہ ثانی کے ساتھ عقد ہوا جس کا نام مشہدی بیگم ہے۔ مسماۃ مشہدی بیگم نے مہر معاف نہیں کیا ہے۔ زوجہ مشہدی بیگم لا ولد اور زوجہ اولیٰ بھی لا ولد اور ایک چچا حقیقی عبدالشکور خاں و عبدالمجید خاں و عبدالوحید خاں و عبدالعزیز خان پسران عبدالشکور خاں اور چچا زاد بھائی

^۱ القرآن الکریم ۲۵/۲۳

^۲ القرآن الکریم ۱۱/۴۶

عبدالغنی خان و علی محمد خان و ولی محمد خان پسران عبدالنبی خان مرحوم یہ وارث چھوڑے۔ یہ جلداد جس قدر وقف ہوئی علاوہ مکان مسماۃ مندھو کے یہ کالے خان کی پیدا کی ہوئی تھی اور مکان جس کا بیعتنامہ مسماۃ مندھو نے بنام فدا حسین خان کیا عبدالکریم خان کا پیدا کردہ ہے جس سے مسماۃ مشہدی بیگم سے لادغوی لکھوادیا ہے اقرار نامہ پیش کرتا ہوں۔

منکہ مسماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خان مرحوم و عبدالشکور خاں ولد عبدالکریم مرحوم و حاجی عبدالرحمان خاں و ننھے خان و عبدالرحیم خاں پسران عبدالکلیم خان ساکن بریلی محلہ بہاری پور کے ہیں جو کہ جلداد مفصلہ ذیل مالیتی دو ہزار روپے حاجی کالے خاں مرحوم مورث اعلیٰ ہمارے واقع محلہ بہاری پور بریلی کے ہیں اس کا تصفیہ باہمی رضامندی ہم سب ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جلداد مذکور الصدر تاحیات مسماۃ مشہدی بیگم زوجہ فدا حسین خاں کے قبضہ اور تصرف میں رہے گی اور اس کی آمدنی سے وہ تصرفات اپنے کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جلداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہواری تاحیات اپنی عبدالشکور خاں و ایک روپیہ ماہواری تاحیات مسماۃ حاجی عبدالرحمن دیا کریں اگر مسماۃ مشہدی بیگم دوسرا نکاح کرے یا عفت و عصمت سے گزر بسر نہ کرے تو اس کو حق قبضہ اور آمدنی کرایہ جلداد مذکور اور وصول از ماہوار مقررہ عبدالشکور خاں و حاجی عبدالرحمان خاں باقی نہیں رہے گا اور بحال عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جلداد واسطے مصرف مسجد بی بی جی صاحبہ واقع بریلی محلہ بہاری پور وقف متصور ہوگی۔ مسماۃ خواہ دیگر ورثا کو حق وصول زر کرایہ دکانات و مکانات کا حاصل نہ ہوگا۔ جو شخص متولی مسجد ہے یا آئندہ کو ہوگا وہی متولی جلداد مذکور کا ہوگا، ہم مقرران یا کسی متولی کو منصب انتقال جلداد بذریعہ بیع و رہن وغیرہ کے نہ ہوگا مرمت شکست ریخت دکانات و مکانات کے مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی اگر خدا نخواستہ کوئی دکان و مکان بالکل منہدم ہو جائے تو اس کی تعمیر مسجد بی بی صاحبہ اپنے سرمایہ سے بذریعہ متولی مسجد کے کرے گی، مکان خام موروثی مسکونہ عبدالشکور خاں و عبدالرحیم خاں و ننھے خاں وغیرہ میں مسماۃ مذکور کو کچھ تعلق اور دغوی نہ ہوگا لہذا ان سب مراتب پر اقرار لا کر یہ اقرار نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فدا حسین خاں ولد کالے خاں نے زوجہ مشہدی بیگم اور چچا عبدالشکور چھوڑ کر انتقال کیا عبدالکلیم خاں کے دوسرے چچا تھے جو فدا حسین خاں سے پہلے گزر گئے جلداد کہ فدا حسین خاں کی پیدا کردہ ہے اور مکان کہ فدا حسین خاں نے اپنی دادی مندھو سے خریدا جو اسے اس کے شوہر نے دین مہر میں دیا تھا ان متروکات فدا حسین خاں کے نسبت ایک اقرار نامہ مشہدی بیگم و عبدالشکور خاں اور پسران عبدالکلیم خاں و عبدالرحمن خاں و عبدالرحیم خاں و ننھے خاں

نے اس مضمون کا لکھا کہ جو کہ جائیداد مفصلہ ذیل حاجی کالے خاں مرحوم ہمارے مورث عالی کی ہے اس کا تصفیہ برضامندی ہم سے ورثائے کالے خاں کے یہ قرار پایا کہ جائیداد مذکور الصدر تاحیات مشہدی بیگم کے قبضہ و تصرف میں رہے گی اس کی آمدنی سے وہ اپنے تصرفات کرتی رہے اور علاوہ آمدنی کرایہ جائیداد موقوفہ کے ایک روپیہ ماہوار تاحیات اپنی عبدالشکور خان اور ایک روپیہ ماہوار تاحیات مسماۃ حاجی عبدالرحمن خان دیا کریں اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کرے یا عفت و عصمت سے گزر نہ کرے تو ان کو قبضہ اور آمدنی کرایہ جائیداد مذکور اور وصول ماہوار مقررہ نہ رہے گا اور بحالت عقد ثانی اور فوت مسماۃ کے یہ جائیداد واسطے مصارف مسجد بی بی جی صاحبہ کے وقف متصور ہوگی مسماۃ دیگر ورثا کو حق وصول زر کرایہ دکانات کا حاصل نہ ہوگا مرمت شکست ریخت مکانات دکانات کی مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی، اگر کوئی دکان مکان بالکل منہدم ہو جائے اس کی تعمیر مسجد اپنے سرمایہ سے کرے گی مکان خام موروثی مسکونہ عبدالشکور خاں و عبدالرحیم خاں وغیرہ میں مسماۃ کو کچھ دعویٰ نہ ہوگا فقط۔ اس صورت میں یہ دکان و مکان وقف ہو گئے یا نہیں؟ مشہدی بیگم کس چیز کی مستحق ہے اگر وہ نکاح ثانی کرے تو اس کا کیا اثر ہے؟ مکان خرید کردہ فدا حسین خاں جس سے لادعویٰ لکھایا گیا ہے وہ ہوا یا نہیں؟ مشہدی بیگم ماہوار مذکور عبدالشکور خان و حاجی عبدالرحمن خاں سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

عبارت اقرار نامہ عجب مختل ہے صورت واقعہ اگر وہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو وہ جائیداد حاجی کالے خاں کی ہے، نہ عبدالشکور و پسران عبدالحکیم خاں حاجی کالے خاں کے وارث ہیں اس کا وارث ننھا فدا حسین خاں تھا اور جائیداد اس کی بھی نہیں فدا حسین خاں کی ذاتی یا خرید کردہ ہے بہر حال اس کا مالک صرف فدا حسین خاں تھا جسکے وارث فقط مشہدی بیگم زوجہ اور عبدالشکور خان چچا ہیں، مگر اس کا اس اقرار میں شریک ہونا قضاءً ان پر حجت ہوگا اور جائیداد متروکہ کالے خاں قرار پائے گی لیکن اس سے بھی پسران عبدالحکیم خاں کو اس سے تعلق ثانت نہ ہوگا کہ کالے خاں کا بیٹا فدا حسین خاں موجود تھا اس کے ہوتے بھتیجوں کا وارث ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا پھر جائیداد کی نسبت ابتداء میں بطور اشارۃ النص لفظ موقوفہ واقع ہوا مذہب مفتی بہ میں اگرچہ صرف اسی قدر سے وقف ہو جاتا ہے۔ در مختار میں ہے:

اكتفى ابو يوسف بلفظ موقوفة فقط قال الشهيد	امام ابو يوسف نے وقف کے لئے صرف لفظ موقوفہ پر اکتفاء
ونحن نفتي	فرمایا، شہید نے کہا کہ ہم عرف کی بناء پر

بہ للعرف ^۱	اس کے ساتھ فتویٰ دیتے ہیں۔ (ت)

مگر آگے عبارت انص یہ ہے کہ اگر مشہدی بیگم دوسرا نکاح کریں یا عفت سے گزر نہ کریں تو یہ جلد ادوقف متصور ہوگی، یہ صراحتہ وقف کی تعلیق ہے اور دستاویز واحد کا اول و آخر کلام واحد ہے کما نص علیہ فی الخیرۃ (جیسا کہ اس پر خیر یہ میں نص کی گئی ہے۔ ت) تو وہ لفظ موقوفہ کا اطلاق اس شرط سے مقید ہوا اور وقف کا کسی شرط پر تعلق کرنا اسے باطل کر دیتا ہے۔
رد المحتار میں ہے:

شرطہ ان یکون منجز الامعلقاً (الباکئن) ^۲ ۔ (ملنقطاً)	وقف کی شرط یہ ہے کہ وہ منجز ہو معلق نہ ہو ہاں شرط موجود کے ساتھ معلق ہو سکتا ہے (ت)

رد المحتار میں ہے:

اذا جاء غدا او اذا جاء راس الشهر او اذا كلمت فلاناً او اذا تزوجت فلانة فارضى هذه صدقة موقوفة او ان شئت او اجبت يكون الوقف باطلا لان الوقف لا يحتمل التعليق بالخطر ^۳ اه من الوقف ومن اواخر البيوع۔	واقف نے کہا جب کل کا دن آئے یا جب میں فلاں سے کلام کروں یا فلاں عورت سے شادی کروں تو میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہوگی یا یوں کہا کہ اگر میں چاہوں یا پسند کروں، تو وقف باطل ہو جائیگا کیونکہ وقف قریب الملاکت چیز سے معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا اھ وقف اور اواخر کتاب البيوع۔ (ت)

لیکن آگے یہ عبارت ہے کہ مرمت مسماۃ اپنے پاس سے کرتی رہے گی منہدم کی تعمیر مسجد کرے گی یہ اس صورت سے متعلق نہیں کہ مشہدی بیگم نکاح کرے یا مر جائے، موت کے بعد مرمت ناممکن اور بعد نکاح اسے جلد ادوقف سے بالکل بے تعلق ٹھہرایا گیا ہے اس کے ذمہ مرمت رکھنے کے کیا معنی، تو یہ ضرور اس کی حیات قبل نکاح کا ذکر ہے اور اس وقت کے لئے کہا کہ منہدم کی تعمیر مسجد اپنے سرمایہ سے کرے گی اگر مسجد پر وقف نہیں تو تعمیر منہدم ذمہ مسجد ہونے کے کیا معنی، تو بعد تنفیج تام اس محتمل عبارت کا محصل یہ نکلا کہ مقررین نے یہ تمام جلد ادوقف فی الحال وقف کی اور مصارف میں یہ شرط لگائی کہ تاحیات مشہدی بیگم کے تصرف میں رہیں بشرطیکہ وہ بہ عفت بسر

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

^۲ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

^۳ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۰

کرے اور دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک آمدنی اس کے لئے ہے اور شکست ریخت کی مرمت اس کے ذمہ ہے منہدم کی تعمیر مسجد خود کرے، تو اگرچہ جائداد فی الحال وقف ہے مگر آمدنی سے حق مشہدی بیگم بشرط مذکور متعلق ہے اگر یہ شرط مفقود ہو یعنی مشہدی بیگم نکاح کر لے یا عفت سے بسر نہ کرے تو اس وقت یہ جائداد ذات و منافع دونوں کے لحاظ سے خالص مسجد پر وقف متصور ہوگی یعنی آمدنی سے بھی مشہدی بیگم کو کوئی تعلق نہ رہے گا، یہ اس اقرار نامہ کا محصل منقح ہے،

وتصحیح الکلام اولی من اہمالہ مہمہا امکن لکم ^۱	کلام کو حتی الامکان صحیح بنانا اس کو مہمل بنانے سے اولیٰ ہے، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں مشائخ نے اس پر نص فرمائی ہے (ت)

لہذا جائداد مذکور تمام وکمال مسجد بی بی جی صاحبہ پر وقف صحیح تمام نافذ ہوگی مشہدی بیگم تاحیات و پابندی شرط مذکور صرف آمدنی کی مستحق ہے اور شرط مذکور کی پابندی نہ کرے تو آمدنی بھی خالص صرف مسجد کی ہوگی مشہدی بیگم کو اس سے تعلق نہ رہے گا، ماہوار کہ عبدالشکور خان و حاجی عبدالرحمن خان نے مقرر کیا وہ ایک وعدہ ہے جس کا نباہنا ان کو مناسب ہے مگر مشہدی بیگم اس پر مجبور نہیں کر سکتی اگرچہ وہ شرط مذکور کی پابندی بھی رہے مکان سے لادغوی صحیح نہیں لان الابرء عن الاعیان باطلۃ (کیونکہ اعیان سے برائت باطل ہے۔ ت) اگر وہ داخل وقف نہ تھا تو حسب شرائط فرائض بعد ادائے مہر وغیرہ اس کا چہارم مشہدی بیگم کا اور تین حصے عبدالشکور خاں کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲: ہدایت یار خاں از شاہ پور جہلم رسالہ چھاؤنی نمبر ۵ ڈاکخانہ چک نمبر ۳۸ رسالہ براہ ملک پنجاب ۹ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یافتح، بخد مت فضیلت پناہ، عالی دستگاہ، جناب فیض مآب پیر صاحب، دام اللہ تعالیٰ فیضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم، واضح رائے عالی ہو کہ ایک مسجد شریف ایک آبادی میں تھی، اب وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور وہ مسجد جنگل میں رہ گئی اس مسجد قدیم کا اسباب اٹھا کر دوسری مسجد جو بنائی جائے درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ خدا تعالیٰ سایہ رحمت تادیر بر سر ما غریباں قائم رکھے، آمین ثم آمین!

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة التاسعة ادارة القرآن الكريم ۱/ ۱۶۸

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته،۔ اگر اس مسجد کے آباد رکھنے، حفاظت کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہو اور یوں جنگل میں چھوڑ دی جائے گی تو چور اور متغلب لوگ اس کا مال لے جائیں گے تو جائز ہے کہ اس کا اسباب وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ مسجد بنائیں اور یہ کام ہو شیار اور دیانتدار مسلمانوں کی نگرانی میں ہو وھو اعلم فقط۔

مسئلہ ۳۳۳: ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب میت کے واسطے دفن کرنے کے لے جاؤ، اور دفن کرو تو اجازت متولی قبرستان کی واسطے دفن کرنے میت کے لینا ضرور ہے اور عمر و کہتا ہے کہ قبرستان اور مسجد وقف ہیں وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے ہیں اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں، اگر قبرستان میں اجازت کی ضرورت ہوگی تو مسجد میں بھی بلا اجازت نماز پڑھنا درست نہ ہوگا، متولی صرف مسجد کے جھاڑو وغیرہ دینے کو ہوتا ہے ایسے ہی تکیہ میں واسطے صفائی کے ہوتا ہے جس کو تکیہ دار کے نام سے پکارتے ہیں تکیہ اور مسجد عام مسلمانوں پر وقف ہے جس کا دل چاہے جس مسجد میں نماز پڑھے اور جس قبرستان میں چاہے اپنا مردہ دفن کرے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زید غلط کہتا ہے، اس کا قول شرع شریف پر محض افتراء ہے، مقبرہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے، ہر مسلمان کو اس میں دفن کا حق پہنچتا ہے، مقبرہ کا متولی کوئی چیز نہیں، نہ اس کی اجازت کی حاجت نہ ممانعت کی پرواہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا فرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشياء بین الغنی و الفقیر حتی جاز للکل النزول فی الخان والرباط و الشرب من السقاية والدفن فی المقبرة کذا فی التبیین ^۱ ۔	ان اشیاء سے انتفاع حاصل کرنے غنی و فقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں یہاں تک کہ ہر شخص کو سرائے اور خانقاہ میں نزول کا حق ہے اسی طرح ہر شخص وقف سمیل سے پانی پی سکتا ہے اور قبرستان میں مردہ دفن کر سکتا ہے۔ یونہی تبیین میں ہے (ت)

اسی میں ہے:

لو بنی مسجدًا لاهل محلة وقال جعلت	اگر کسی نے ایک محلہ والوں کے لئے مسجد بنائی اور

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۶/۲

ہذا المسجد لاهل هذا المحلة خاصة. كان لغير اهل تلك المحلة ان يصلی فیہ ہکذا فی الذخیرۃ ^۱ ۔	کہہ دیا کہ میں نے یہ مسجد خاص اس محلہ والوں کے لئے بنائی ہے تو اس محلہ والوں کے غیر کو بھی اس میں نماز پڑھنے کا اختیار ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

بلکہ مقبرہ کا عموم مسجد کے عموم سے بھی بہت زیادہ ہے بہت لوگ ہیں جنہیں مسجد سے روکنے کا حکم ہے مثلاً جذامی اور ابرص جس کا برص شائع ہو یا جس کے منہ یا بدن یا لباس میں بدبو ہو یا جس کے آنے سے فتنہ اٹھے جیسے غیر مقلد وہابی یا رافضی وغیرہم، درمختار میں ہے:

أكل نحو ثوم يمنع منه (ای من المسجد) وكذا اكل موز ولو بلسانه ^۲ ۔	تھوم کھانے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اسی طرح ہر موزی کو روکا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا پہنچاتا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الامام العيني في شرحه على صحيح البخاري يلحق بمانص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة ما كولا او غيره. وكذلك الحق بعضهم من بفيه بخراوبه جرح له رائحة وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والابرص اولى بالالحاق، وقال سحنون لا ارى الجمعة عليهما واحتج بالحديث و الحق بالحديث كل من اذى الناس بلسانه وبه افق ابن عمر (رضي الله تعالى عنهما) وهو	امام عینی نے اپنی شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ حدیث کے ساتھ ہر اس شئی کو ملحق کیا جائے گا جس میں ناگوار بدبو ہو چاہے کھانے کی چیز یا کوئی اور، اسی طرح بعض نے ملحق کیا اس شخص کو بھی جس کے منہ سے بدبو آتی ہو یا اس کو ایسا زخم ہو جس سے ناپسندیدہ بو آتی ہو، اسی طرح قصاب، مچھلی کا گوشت بیچنے والا اور جذام و برص کا مریض۔ تو الحاق کے لئے اولیٰ ہے۔ اور سحنون نے کہا کہ میں ان دونوں (مجذوم و ابرص) پر جمعہ فرض نہیں سمجھتا اور دلیل حدیث کو قرار دیا اور حدیث کے ساتھ زبان سے لوگوں کو ایذا دینے والے ہر شخص کو ملحق کیا گیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر ہی فتویٰ دیا اور

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۵۸/۲-۵۷

^۲ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۹۴

اصل فی نفی کل من یتأذی بہ ^۱ اہبالاختصار۔	یہ اصل ہے ہر اس چیز کی نفی میں جس سے اذیت پہنچتی ہو اھ (اختصار)۔ (ت)

مگر مقبرہ اہلسنت میں کسی سنی مسلمان کو ممانعت نہیں ہو سکتی،

لعدم الوجه وحصول الاذن من جهة الشرع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کیونکہ ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اور شرع کی طرف سے اذن حاصل ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴: از بانٹوہ ملک کاٹھیاوار مرسلہ مولوی محمد عبدالمطلب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین کے مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ۔ ت) ایک مرد نے مقبرہ بنایا یعنی گنبد پختہ سطح دار اور اس میں صندوقیں تیار کرائیں اور ایک مسجد نیز اس مقبرہ کے جوار میں بناء کی اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس مقبرہ مذکور کو مسجد کے سطح کے ساتھ ملا کر برائے بانگ و نماز وقف کر دیا جائے اور اب ایسے مقبرہ کی سطح پر نماز پڑھنا درست ہے کہ جس میں حالاً دو تین میت مدفون کی گئی ہیں اور آئندہ نیز ہوں گی اور اس کی سطح کو مسجد سے ملانا اور وقف کرنا برائے بانگ نماز شرعاً درست ہے یا نہ؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب سے مشکور و ممنون فرمائیں۔

الجواب:

اگر زمین مقبرہ اس کی ملک ہے اور اب تک اس نے وقف نہ کی اگرچہ بعض اموات اس میں دفن ہو گئیں تو اگر صرف اس کی چھت کو وقف کرے گا اور زمین بدستور اپنی ملک رکھے گا تو وہ چھت وقف نہ ہوگی لکونہ وقف منقول قصداً من دون تعارف (کیونکہ یہ وقف منقول ہے قصداً بغیر تعارف کے۔ ت) اور اگر زمین کو بھی مسجد کے لئے وقف کر دے گا تو چھت کا وقف بھی صحیح ہو جائے گا اور اگر زمین کو مقبرہ کیلئے وقف کر چکا ہے تو عمارت مقبرہ قبل از وقف بنائی ہے یا بعد، اگر قبل از وقف بنائی ہے تو کچھ حرج نہیں، چھت کو اذان و نماز کے لئے وقف کر دے ہو جائے گی

لحصول التابید بوقفیۃ الاخری وان کانت موقوفۃ علی جہۃ اخری علی ماھو الاصح ووقف البناء علی المقابر لایصح کما فی الخانیۃ والہندیۃ	کیونکہ دوسری مرتبہ وقف کرنے سے تابید و دوام حاصل ہو جائے گا اگرچہ وہ دوسری جہت پر موقوف تھی زیادہ صحیح قول کے مطابق اور عمارت کو قبرستان پر وقف کرنا صحیح نہیں جیسا کہ خانیہ و ہندیہ

^۱ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۴

و غیرہ میں ہے چنانچہ وہ اس کی ملک میں ہے اور اس کو اختیار ہے جس پر چاہے وقف کرے (ت)	و غیر بہا فہو علی مبلکہ ولہ وقفہ علی مایشاء۔

اور اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں تو اس پر اذان وغیرہ کے لئے بھی چھت بنانا بھی نہیں ہو سکتا لانہ یستحق الازالة لا الادامة (کیونکہ وہ مستحق ہے اس بات کی کہ اس کو زائل کیا جائے نہ کہ اس کو دوام بخشا جائے۔ ت) اسی طرح وہ زمین مقبرہ اس کی ملک نہ تھی بلکہ وہ قبرستان وقف تھا جس میں اس نے عمارت بنالی جب بھی حکم عدم جواز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵: مسئلہ سید مظفر علی صاحب مدرس مدرسہ کریمہ خانقاہ سلون ضلع رائے بریلی ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و واقفان شرع متین اس مسئلہ میں، قبرستان کہ جس میں بہت سی قبریں مومنین و مومنات کی ہیں ستون سے مسقف کر کے کہ سب قبریں چھت کے نیچے رہیں اس چھت پر چلے پھرے اور بیٹھے اٹھے اور دوسرے حوائج انسانی ادا کرے تو عند الشرع جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں تو زمین وقف میں اس کے خلاف تصرف کی اجازت نہیں ہو سکتی فی الہندیۃ لایجوز تغیرہ الوقف عن ہیئتہ^۱ (ہندیہ میں ہے کہ وقف کو اس کی ہیئت سے متغیر کرنا جائز نہیں۔ ت) اور اگر ملک غیر ہے تو اس میں بے اجازت مالک تصرف ناجائز ہے،

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق ^۲ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرق ظالم کا کوئی حق نہیں (ت)

اور اگر اس کی اپنی ملک ہے تو اس طرح مسقف کرنا کہ دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ اس میں میت کی ایذا ہے کہا نطقت بہ احادیث اور دنہا فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ متعدد حدیثیں اس پر ناطق ہیں جن کو ہم نے "الامر باحترام المقابر" میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور مسلمان کی ایذا یا حیاء یا میتا ہر طرح حرام ہے،

^۱ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۹۰

^۲ صحیح البخاری کتاب الحرث والمزارعة باب من احیاء ارضاً وموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴، سنن ابوداؤد کتاب الخراج باب احیاء

التراث العربی بیروت آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

قال صلى الله تعالى عليه وسلم يا صاحب القبر انزل من على القبر لاتؤذى صاحب القبر ولا يؤذيك¹ وفي حديث عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه انى اكره اذى المسلم فى مآته كما اكره اذاه فى حياته²۔	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر سے اتر جا، نہ تو صاحب قبر کو ایذا پہنچانہ وہ تجھے ایذا پہنچائے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں بعد از موت مسلمان کی ایذا کو اتنا ہی مکروہ جانتا ہوں جتنا حالت حیات میں اسے ایذا دینا مکروہ خیال کرتا ہوں۔ (ت)

مگر اس صورت میں کہ قبور بے اجازت کے غضباً بنی ہوں تو اسے اختیار ہے کہ زمین خالی کرے یا صبر کرے یہاں تک کہ میت بالکل خاک ہو جائے اور اس کے لئے بہت زمانہ دراز درکار ہے اس وقت ان قبور پر عمارت بنا سکتا ہے،

كما فى الدر جاز زرعه والبناء عليه³ وقد حققناه فى اهلاك الوهابيين على تو هين قبور المسلمين۔	جیسا کہ در میں ہے کہ اس میں زراعت کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اور بے شک ہم نے توہین قبور مسلمین کی تحقیق رسالہ "اهلاك الوهابيين على قبور المسلمين" میں کر دی ہے۔ (ت)

اور اگر زمین اس کی ملک ہے اور قبور کے باہر باہر دیواریں یا ستون قائم کر کے مسقف کرتا ہے تو جائز ہے اور اس چھت پر چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ افعال کی بھی اجازت ہے کہ یہ سقف مکان ہے سقف قبر نہیں کہا نصوا بجواز الصعود على سطح بيت فيه مصحف كما فى الدرر وغیره (جیسا کہ مشائخ نے اس پر نص کی ہے کہ اس مکان کی چھت پر چڑھنا جائز ہے جس میں قرآن مجید ہو، جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵ تا ۳۳۷: از جواد ضلع نیچے مرسلہ عبد المجید خلف الرشید حافظ عبد الکریم صاحب مرحوم پیش امام مسجد چھپان ۵ رب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں:

¹ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی التہذیب من الجلس على القبر مصطفی البابی مصر ۴/ ۷۴، ۳، مرقاة المفاتیح بحوالہ الطبرانی باب

فی دفن البیت الفصل الاول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹، مجمع الزوائد باب البناء على القبور دار الکتب بیروت ۳/ ۲۱

² مرقاة المفاتیح بحوالہ سعید بن منصور، باب فی دفن البیت الفصل الاول، مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹ و ۹۷

³ الدر المختار باب صلوۃ الجنائز مطبع مکتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

(۱) مسلمان قبضہ جاود سکونت پذیر ہوئے اس وقت فرمانروائی قبضہ مذکور میں رانا صاحب والی ریاست اودے پور تھی مسلمانوں کے قبرستان کے واسطے دو سو بیگھ اراضی نسلاً بعد نسل از روئے سند کے مرحمت کی بعد حصول سند پختہ کے جملہ اقوام اہل اسلام نے بطور ملکیت کے اپنا قبضہ پا کر قبرستان تجویز کیا ہے اور مردے اپنے اس میں دفن کرتے رہے اور اسی سند کی رو سے اس وقت موتی دفن ہوتے ہیں اور بامید ثواب اس قبرستان میں درخت ثمری وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور بارش میں گھاس اگتا ہے بعد خشک ہونے گھاس کے اور بیکار ہونے لکڑی قبرستان کے محافظ قبرستان یعنی فقیر کو صدقہ دے دی گئی اور جملہ اہل اسلام کی اجازت سے یہ صدقہ قدیم سے لے رہا ہے، بعد حکومت رانا صاحب کے گورنمنٹ دور قائم ہوا، بعد ازاں سینڈھیا صاحب بہادر کا تسلط ہو گیا لیکن موافق عطائے سند قبرستان میں عمل درآمد مسلمانوں کا چلا آتا ہے اور اسی طریق سے تمام ممالک ہند میں مسلمان قبرستان کی اراضی پر ملکیت کے زمرہ میں اپنا قبضہ حاصل کئے ہوئے ہیں کسی غیر مذہب کو اس میں دخل نہیں ہے، قبضہ جاود کے زمینداران ہنود نے چند عرصہ کے بعد اپنی حقیقت و ملکیت زمینداری قبرستان مسلمانوں میں اراضی بشمول موضع قرار دے کر لکڑی و گھاس قبرستان سے حاصل کرنے کے واسطے دعویدار ہوئے، بعد رانا صاحب یہ زمینداری قائم نہ تھی، اس عہد کے بعد ٹھیکہ ہوا ہے لیکن کبھی قبرستان کی لکڑی و گھاس غیر مذہب کو نہیں دیا گیا، اور نہ غیر مذہب اس کا مستحق ہے کیونکہ یہ شئی بطور صدقہ کے ہے، اب زمینداروں کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان اپنے مردے قبرستان میں دفن کرتے رہیں لکڑی و گھاس قبرستان سے ہم زمیندار لیں گے اور مویشی چرائیں گے، اسی صورت غیر مذہب کی مداخلت سے بے حرمتی قبرستان اور مویشیوں کے چرنے سے منہدم ہونا قبروں کا ظاہر ہے شرعاً اس بات میں کیا حکم ہے؟ اور ہنود کا قبرستان کی لکڑی و گھاس پر حقیقت جدید قائم کر کے لینا کیسا ہے؟

(۲) بغرض رفع فساد یا ناواقفیت مسئلہ کے مابین تنازعہ کے فریقین نے اس امر کا اقرار نامہ لکھا کہ افتادہ زمین میں بلحاظ راستہ قبرستان کے کاشتکاری نہ کی جائے گی صرف اس اراضی میں مسلمان اپنے مردے دفن کرتے رہیں اور زمیندار اپنے مویشی چراتے رہیں اب وہ اراضی بھی افتادہ نہ رہی مردے دفن ہو گئے قبریں تعمیر ہو گئیں، اس ہیئت پر مویشی چرائے جائیں تو تمام قبریں منہدم ہو جائیں گی، اقرار نامہ قابل فسخ کے ہے یا اسی پر عمل درآمد ہوگا؟

الجواب:

جب وہ زمین مسلمانوں کو نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے لئے دی گئی اور مسلمانوں نے اس پر بطور ملک قبضہ کر کے اسے قبرستان کر دیا اور مردہ دفن ہوا وہ زمین ہمیشہ ہمیشہ قبرستان مسلمین کے لئے وقف ہو گئی،

کسی زمیندار کا اس پر کوئی حق و دعویٰ نہ رہا، ہندو ہو یا مسلمان۔ زمیندار اگر مسلمان ہو تو عام مسلمانوں کی طرح اتنا حق اسے بھی ہوگا کہ اپنے مردے دفن کرے، اس سے زیادہ اسے اپنی حقیقت و ملکیت وہ بھی نہیں ٹھہرا سکتا، تمام جہان جانتا ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا خالص ملک الہی جل جلالہ ہوتا ہے الوقف لایمک (وقف کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ ت) ایک عام زبان زد حکم ہے جسے بچے بھی جانتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

عندہما ہو حبسہا ای العین علی حکم ملک اللہ تعالیٰ و صرف منفعتها علی من احب و لو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ و علیہ الفتوی ابن الکمال وابن الشحنة ^۱ ۔	اور صاحبین کے نزدیک وقف نام ہے عین کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر جس کرنے اور اس کی منفعت کو اس پر صرف کرنے کا جس پر واقف چاہے اگرچہ وہ موقوف علیہ غنی ہو پس وہ وقف لازم ہو جائیگا اور واقف اس کو باطل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس میں میراث جاری ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے (ابن کمال وابن شحنة)۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فی العیون والیتیمۃ ان الفتوی علی قولہما کذا فی شرح الشیخ ابی المکارم للنقایۃ ^۲ ۔	عیون اویتمہ میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ شیخ ابوالکارم کی شرح نقایہ میں ہے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

عندہما الوقف لازم بغیر ہذہ التکلفات، والناس لم یأخذوا بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی ہذا الآثار المشہورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والصحابة، وتعامل الناس باتخاذ الرباطات والخانات ولہا وقف	صاحبین کے نزدیک وقف ان تکلفات کے بغیر لازم ہو جاتا ہے اور لوگوں نے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے قول کو نہیں اپنایا کیونکہ متعدد آثار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے اور لوگوں کا تعامل خانقاہیں اور سرائیں بنانے کے بارے میں منقول ہے

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۳۷۷

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۰

الخلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہ ^۱	ان میں سے پہلا وقف حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ (ت)

اور جب اس زمین میں زمینداروں کا اصل کوئی حق نہیں تو اس کی لکڑی اور گھاس پر ان کو کیا دعوٰی پہنچ سکتا ہے، زمین خالص خدا کی ملک ہے گھاس بھی، اور لکڑی کے مالک بیٹروں کے بونے والے ہیں جو انہوں نے فقیر پر تصدق کر دئے، بہر حال زمینداروں کا ان میں کچھ دعوٰی نہیں۔ فتاویٰ قاضیخان میں ہے:

مقبرة فیہا اشجار ان علم غارسہا کانت للغارس اھ ^۲ مختصرًا۔	ایک قبرستان میں کچھ درخت ہیں اگر ان کا بونے والا معلوم ہے تو اسی کے ہیں اھ مختصرًا (ت)

قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں۔ جب سوکھ جائے تو کاٹ کر جانوروں کے لئے بھیج سکتے ہیں مگر جانوروں کا قبرستان میں چرانا کسی طرح جائز نہیں مطلقاً حرام ہے قبروں کی بے ادبی ہے، مذہب اسلام کی توہین ہے، کھلی مذہبی دست اندازی ہے، ردالمحتار میں بحر الرائق اور درر الحکام اور غنیہ اور امداد الفتاح اور فتاویٰ قاضیخان سے ہے:

یکوہ قطع النبات الرطب من المقبرة دون الیابس ^۳	قبرستان سے تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے خشک کاٹنا مکروہ نہیں۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا کذا فی البحر الرائق ^۴	اگر قبرستان میں گھاس ہو تو کاٹ کر چوپاؤں کی طرف ڈالی جائے نہ کہ چوپاؤں کو اس کی طرف چھوڑا جائے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے (ت)

زمینداروں سے معاہدہ افتادہ زمین کی بابت ہوا تھا جب وہاں قبریں ہو گئیں زمین افتادہ کب رہی، اور اگر کوئی غلط و باطل و خلاف شرع حق تلفی اموات مسلمین کا معاہدہ کسی نے اپنی جہالت

^۱ فتاویٰ امام قاضی خاں کتاب الوقف نوکشتور لکھنؤ ۱۴/ ۷۹

^۲ فتاویٰ امام قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی الاشجار نوکشتور لکھنؤ ۱۴/ ۷۲

^۳ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۰۶

^۴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳/ ۷۱

سے خواہ دیدہ و دانستہ کر لیا تو وہ معاہدہ مردود ہے اس پر عملدرآمد ہر گز نہ ہو گا نہ اس کے فسخ کی ضرورت ہے، فسخ توجب کیا جائے کہ وہ معاہدہ سمجھا بھی جائے وہ معاہدہ ہی نہیں ایک بیہودہ و بے معنی تحریر ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں، جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں، تو وہ اس کے لئے نہ ہوگی، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ باطل ہے، اگر سو بار شرط لگائے اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ حق والی اور زیادہ پختگی والی ہے۔ اس کو شیخین نے ام المؤمنین (سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	ما بال اناس يشترطون شروطا ليست في كتاب الله، من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فليس له (وفي رواية فهو باطل) وان شرط مائة مرة شرط الله احق واثق¹، رواه الشيخان عن ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۸: از قصبہ جاس ضلع رائے بریلی محلہ غوریاں کلاں مرسلہ محمد حسن صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

اہالیان جاس کا دستور قدیم رہا ہے کہ اپنے مقابر میں مساجد بھی بنادیا کرتے تھے جس پر مسافران و خود اہالیان قصبہ وقف بے وقف نماز ادا کیا کرتے تھے زمانہ کے دستبرد سے بعض ایسی مسجدیں تودہ خشت بن کر رہ گئیں اور بعض اب بھی موجود ہیں ایسے تودہ ہائے خاک و خشت کو فضیلت مسجد حاصل ہے یا نہیں اور وہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آیا وہاں اینٹوں کو فروخت کر کے اپنے صرف میں لانا یا اس قطعہ زمین میں اپنا مسکن بنانا یا مزروعہ کر کے کاشت میں لانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

مقبرہ اگر وقف ہے اور مقابر عامہ غالباً وقف ہی ہوتے ہیں تو جو مسجد واقف نے قبل وقف بنائی کہ اتنے حصہ کو مسجد اور باقی کو مقبرہ کیا وہ ابد الابد تک مسجد ہے اگرچہ ویران ہو جائے ہو الصحیح وبہ یفتی (یہی درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) اس حالت میں تو اس کا آباد کرنا واجب

¹ صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاہ قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۷۳، صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان ان الولاہ لمن

اعتق قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۹۴

اور اس میں آداب مسجد لازم، اور اسے زراعت وغیرہ سے اپنے تصرف میں لانا حرام، اور اگر زمین مقبرہ کے لئے وقف ہو چکی تھی، اس کے بعد اس کے کسی حصہ کو مسجد کیا اگرچہ خود واقف نے تو وہ مسجد نہیں ہو سکتا، نہ آداب مسجد کا مستحق، مگر ذاتی تصرف زراعت وغیرہ اس میں بھی حرام کہ وہ مقبرہ کے لئے وقف ہے اور مقبرہ تصرفات سے آزاد، اور اگر وہ مقبرہ وقف نہیں جیسے دیہات میں مالکان دیہہ کی اجازت سے لوگ دفن ہوتے ہیں بے اس کے کوئی قطعہ مقابر کے لئے معین کر کے وقف کیا جائے اس میں اگر مالک نے مسجد بنائی یا دوسرے نے، اور مالک نے اسے جائز کیا تو وہ مسجد ہو گئی، اور اس کا وہی حکم ہے جو پہلے گزرا کہ اس کا ادب لازم، اور اس میں تصرف حرام، بشرطیکہ وہ زمین خالی میں بنائی گئی ہو، نہ قبور پر کہ قبروں کی زمین صالح مسجد بیت نہیں اور اگر غیر مالک نے بنائی اور مالک نے جائز نہ کیا تو وہ مسجد نہیں، مالک کو اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۹: از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ غلام ربانی صاحب ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

چہ می فرماید علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ قبرستان کی آمدنی کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں اور قبرستان کی مالک مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

تفصیل آمدنی: (۱) میت کی چادروں کی قیمت (۲) چادر کے ہمراہ مالک میت نقد دیتا ہے۔ (۳) قبرستان میں جو درخت ہیں ان کی لکڑی کی قیمت۔

تفصیل خرچ: مسجد کے کسی حصہ کی تعمیر میں فرش، لوٹے، روغن، رسی، یار رمضان المبارک کے اخراجات میں یہ روپیہ لانا۔

الجواب:

نہ مسجد قبرستان کی مالک ہو سکتی ہے نہ قبرستان کسی مال کا مالک ہوتا ہے۔ سائل نے بیان کیا کہ اہل میت اہل محلہ میں کسی کو چادریں اور کچھ نقد دیتے ہیں اور دینے والوں کو معلوم ہے کہ یہ مسجد کے لئے لیتے ہیں، اور درخت بہت قدیم ہے بونے والے کا پتا نہیں، جو لکڑی سوکھ جاتی ہے گر پڑتی ہے مسجد کے سقائے وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، اس صورت میں ان سب چیزوں سے مسجد کے وہ سب صرف جائز ہیں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۰: از منونا تھ بھجن ضلع اعظم گڑھ محلہ الہ داد پورہ مسئولہ صابر حسین صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ قبرستان کا مسلمانوں کے کیا حکم ہے اور کیا کرنا چاہئے؟ کوئی شخص اس

پر کوئی کام دیدہ دانستہ دنیاوی کرے مثلاً تجارت، اور اصرار کرے کہ ہم قبرستان ہی پر کاروبار کریں گے دوسری جگہ نہیں کریں گے، یہ کسی کو برا معلوم ہو یا بھلا، اور ساتھ اس کے ہنود کو ملا کر زور دے کہ اس کو کھیت بنائیں اور کسی مصرف میں لے لیں اور مسلمانوں کو بے قبضہ کر دیں اور وہاں کے اشجار پر بھی قبضہ کر لیں اور یہی کوشش کر رہے ہوں اور بصورت انکار قبر کو عند التحقیقات کھد وادیں وغیرہ وغیرہ تو اس شخص کے ایمان کا کیا حال ہے اور ایسے شخص کی ناحق پر تائید کرنا کیا ہے اور کس جرم کا مرتکب ہوگا۔ بینوا تو جو را۔

الجواب:

مسلمانوں کا عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس میں سوائے دفن کے اور تصرف کی اجازت نہیں اسے تجارت گاہ بنانا یا اس پر کھیت کرنا سب حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لا يجوز تغيير الوقف عن هيأته ^۱	وقف کی ہیئت کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

اشباہ وغیرہا میں ہے:

شروط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به ^۲	واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے (ت)

اور مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے، اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہوا اسے سزائے قتل دے سکتا ہے، جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکب جرم و مستحق سزا ہیں۔

قال الله تعالى "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" ^۳	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم انه ظالم فقد خلع من عنقه ربة الاسلام ^۴	جو دانستہ کسی ظالم کی امداد کو چلے اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

^۲ الاشباہ والنظائر کتاب الوقف الفن الثاني ادارة القرآن کراچی ۱/ ۳۰۵

^۳ القرآن الكريم ۲/ ۵

^۴ المعجم الكبير حديث ۶۱۹ المكتبة الفيصلية بيروت ۱/ ۲۷۷ وكنز العمال حديث ۱۴۹۵۵ بیروت ۶/ ۸۵، والفردوس بمأثور الخطاب

حديث ۵۴۰۹ دار الباز مكة المكرمة سعودی عرب ۳/ ۵۴۷

مسئلہ ۳۴۳۴۳۴۳۴

مسئولہ احمد نبی خاں صاحب از مراد آباد

۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین سوالات مفصلہ میں :

- (۱) جزو جائداد اراضی موقوفہ کاروپہ معاوضہ سرکار انگریزی سے متولی جائداد کو ملا، اس روپیہ کو متولی کو کیا کرنا چاہئے؟ آیا جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ کرنا چاہئے یا کسی مصارف خاص میں یا عام مصارف جائز میں اس رقم کا صرف کرنا جائز ہے؟
- (۲) متولی فوت ہو گیا اور اس نے اپنے زمانہ حیات میں اس روپیہ معاوضہ مذکور سے کوئی جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ نہیں کی اور روپیہ معاوضہ مذکور کا کوئی مصرف جائز بھی کسی قسم کا اس کی حیات میں ظاہر نہیں ہوا اور اکثر اوقات متولی متوفی اور اس کے مختار عام اور سربراہ کاریہ ظاہر کرتے رہے کہ ہنوز کوئی جائداد متصل موقوفہ کے دستیاب نہیں ہوئی ہے کوشش کی جاتی ہے جس وقت کوئی جائداد فروخت ہوئی خرید کر کے شامل وقف کی جائے گی۔
- (۳) متولی متوفی نے اپنی جائداد مملوکہ و مقبوضہ چھوڑی ہے جس پر اس کے وارثان قابض و دخیل ہیں۔
- (۴) متولی حال کا بحالت موجودہ کیا فرض ہے، آیا وارثان متولی متوفی سے روپیہ مذکور طلب کرنے اور اس کی جائداد متروکہ سے وصول کرنے کا عندالشرع مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت متفسرہ میں متولی سابق پر اس زر معاوضہ کا تاوان لازم ہے جو اس کی جائداد متروکہ سے وصول کیا جائے گا متولی حال پر لازم ہے کہ اسے وصول کرے اور اس میں سستی کو راہ نہ دے بعد وصول جب کہ وہ روپیہ خود عین اراضی موقوفہ کا بدلہ ہے کسی مصرف میں صرف نہیں ہو سکتا بلکہ لازم ہے کہ اس سے ویسی ہی جائداد خرید کی جائے کہ جائداد رفتہ کی جگہ وقف ہو۔ در مختار و عقود الدریہ میں ہے:

الناظر لو مات مجهلاً لمال البدل ضمنه كما في الاشباه ای لثمن الارض المستبدلة ^۱	ناظر اگر مر جائے مال بدل مجہول چھوڑ کر تو تبدیل شدہ زمین کے ثمن کا ضامن ہوگا جیسا کہ اشباہ میں ہے۔ (ت)

نیز در مختار و ردالمحتار میں ہے:

(لايجوز استبدال العامر الا في اربع) الاولى لو شرطه الواقف،	زمین وقف کا بدلنا جائز نہیں سوائے چار صورتوں کے، پہلی صورت یہ کہ واقف نے اگر استبدال

^۱ العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية كتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قندهار افغانستان / ۲۱۸

الثانية غصبه غاصب واجرى عليه الماء حتى صار بحر ابيض من القمية ويشترى المتولى بها ارضا بدلا، الثالثة ان يجحده الغاصب ولا بينه اى اراد دفع القيمة فللمتولى اخذها ليشترى بها بدلا الخ^۱ والله تعالى اعلم۔	کی شرط کی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غاصب نے اس کو غصب کیا اور اس پر اتنا پانی بہایا کہ وہ دریا بن گئی تو متولی اس سے ضمان لے کر اس کے بدلے میں دوسری زمین خریدے۔ تیسری صورت یہ کہ زمین وقف کا غاصب انکاری ہے اور متولی کے پاس گواہ نہیں اور غاصب قیمت دینا چاہتا ہے تو غاصب سے قیمت لے کر اس کے عوض متولی دوسری زمین خرید لے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۵: مسئلہ مجید اللہ صاحب بتوسط عطا احمد صاحب مولوی محلہ بدایوں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ایک جائداد بلا تخصیص مقام ہر جگہ کے مسلمانوں کی
تعلیم کے لئے وقف کی اور ایک خاص قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے نامزد کر دیا کہ اس قصبہ میں تعلیم گاہ بنائی جائے لیکن کوئی
خاص اراضی تعمیر مدرسہ کے لئے وقف نہیں کی گئی اب کسی مجبوری و نیز اس وجہ سے کہ جو قصبہ مدرسہ بنانے کے لئے وقف
نامہ میں معین کیا گیا تھا عام مسلمانوں کی تعلیم میں وہاں سہولت نہیں ہے دوسری جگہ اسی غرض تعلیمی کے لئے وہ مدرسہ بنانا
چاہتا ہے جہاں عام مسلمانوں کے لئے سہولت ہو، پس یہ تبدیلی مقام شرعاً جائز ہے یا نہیں، یعنی اگر اس تبدیل شدہ جدید مقام پر
مدرسہ بنا کر جائداد موقوفہ کی آمدنی اس پر خرچ کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

واقف کو ایسی تغیر جائز ہے جبکہ مصلحت وقف اس میں نہیں اس کے خلاف میں ہے۔ رد المحتار میں ہے:

فی فتاویٰ مؤید زاده اذالم یکنوا اصلح اوفی امرهم تھاؤن فیجوز للواقف الرجوع عن هذا الشرط اه و هكذا نقله عنها فی شرحه علی الملتقی	فتاویٰ مؤید زاده میں ہے کہ اگر موقوف علیہ زیادہ صلاحیت والے لوگ نہ ہوں یا وہ اپنے معاملے میں غفلت کرتے ہوں تو واقف کو اس شرط سے رجوع کر لینا جائز ہے اھ اسی طرح ماتن نے فتاویٰ مؤید زاده سے ملتی پر اپنی شرح میں

^۱ رد المحتار کتاب الوقف مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۹

ثم نقل عن الخلاصة لايجوز الرجوع عن الوقف اذا كان مسجلا ولكن يجوز الرجوع عن الموقوف عليه وتغييره وان كان مشروطا كالمؤذن والامام والمعلم ان لم يكونوا اصلح اوتها ونوافي امرهم فيجوز للواقف مخالفة الشرط ^۱ اه والله تعالى اعلم۔	نقل کیا، پھر خلاصہ سے یوں نقل کیا کہ وقف جب رجسٹرڈ ہو تو اس سے رجوع جائز نہیں لیکن موقوف علیہ سے رجوع اور اسکو تبدیل کرنا جائز ہے اگرچہ مشروط ہو جیسے مؤذن، امام اور معلم، اگر وہ وقف کی زیادہ صلاحیت نہ رکھتے ہوں یا وہ اپنے معاملات میں غفلت اور سستی کا ارتکاب کرتے ہوں تو واقف کے لئے شرط کی مخالفت کرنا جائز ہے اھ والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۷۳۲۶: از شیخ پور مرسلہ شیخ امین الدین حیدر رئیس ۲۹ جمادی اولیٰ ۱۴۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

- (۱) وقف نامہ ہمرشتہ کے کسی شرط کو واقفان بذریعہ تتمہ دستاویز تبدیل یا ترمیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟
 (۲) اگر واقفان کسی مصلحت سے مدرسہ کا مقام رقبہ شیخ پور سے کسی دوسرے موضع یا شہر کے رقبہ میں تبدیل کر دیں اور مصرف و غرض وقف فوت نہ ہو تو وقف میں نقصان نہ واقع ہوگا۔

الجواب:

- (۱) وقف نامہ میں واقفوں نے اگر شرط کردی ہوتی کہ ہم کو تبدیل شرائط کا اختیار ہے تو اختیار ہوتا، اب کہ یہ شرط نہ کی بلا ضرورت صحیحہ و اجازت شرعیہ کسی تبدیل و ترمیم کا اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں حموی سے ہے:

الوقف اذا لزم لم يملك مافي ضمنه من الشروط ^۲ ۔	وقف جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ضمن میں پائی جانے والی تمام شرطیں لازم ہو جاتی ہیں (ت)

- (۲) اگر شیخ پور میں ہونا اغراض وقف کے لئے مفید نہ ہو اور دوسری جگہ مصلحت شرعی ہو تو واقفوں کو اس تبدیل کی اجازت ہے، عالمگیریہ میں ہے:

اشتراط الاستبدال بارض من البصرة	اگر یہ شرط لگائی گئی کہ زمین وقف کو بصرہ زمین سے

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۳۱

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۲۰

لیس له ان یستبدل من غیرہا، وینبغی ان کانت احسن ان یجوز، لانه خلاف الی خیر کذا فی فتح القدیر ^۱ ۔	بدلوں کا تو بصرہ کے ماسوا دوسری زمین سے بدلنے کا واقف کو اختیار نہ ہوگا مگر چاہئے یہ کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اس کے بدلے میں زیادہ بہتر ہے تو جائز ہو کیونکہ یہ خلاف کرنا بہتری کی طرف ہے فتح القدیر میں اسی طرح ہے۔ (ت)

رد المحتار میں بحوالہ در منتقى خلاصۃ الفتاویٰ سے ہے:

یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ وتغییرہ وانکان شروطاً کالمؤذن والامام والمعلم ان لم یکونوا اصلح اوتھا ونوا فی امرہم فیجوز للواقف مخالفة الشرط ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	موقوف علیہ سے رجوع اور اس میں تبدیلی جائز ہے اگرچہ وہ مشروط ہو جیسے مؤذن، امام اور معلم اگر یہ لوگ وقف کے لئے زیادہ صلاحیت کے حامل نہ ہوں یا اپنے معاملات میں سستی کرتے ہوں تو واقف کے لئے جائز ہے کہ شرط کی مخالفت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

مسئلہ ۳۴۸: مسئلہ بدر الدین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس صورت میں کہ جامع مسجد بمبئی کے گیارہ مشاورین میں سے اکثرین نے یہ قرار داد منظور کی کہ مسجد کے واقف کی آمد سے مسجد کے احاطہ میں جو کھلی جگہ ہے وہاں باغیچہ قائم کیا جائے اور درخت اور کنڈیاں نصب کئے جائیں اور اس کے انتظام کے لئے ایک باغبان مشاہرہ سے رکھا جائے، اطلاعاً گزارش ہے کہ جس زمین پر باغیچہ تیار کرنا منظور ہے وہ جگہ پیش تر سے نماز پڑھنے کے لئے عیدین اور یوم الجمعہ میں استعمال کی جاتی ہے پس اس حالت میں مشاورین مسجد کو واقف مسجد سے ایسا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس زمین پر زمانہ قدیم سے نمازیں ہوتی تھیں اس پر باغیچہ بنا کر لوگوں کو ادائے نماز سے روکنا مشاورین مسجد کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بناءً علی عدم جواز مرتکبین اس فعل کے اپنے عہدہ ہائے مفوضہ سے معزول ہونگے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں اگرچہ مقصود واحد ہو مثلاً کسی مسجد پر دکانیں وقف

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۰۰

^۲ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شروط الواقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۳۱

ہیں کہ ان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا ہے انہیں حمام کر دیا جائے اور اس کا کرایہ مسجد کو دیا جائے یا حمام کا کرایہ مسجد پر وقف تھا اسے دکانیں کر دیا جائے یہ ناجائز ہے حالانکہ مقصود یعنی کرایہ واحد ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لايجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدكان خاناً الخ ^۱	وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں لہذا دکان کو سرائے بنا دینا جائز نہیں الخ (ت)

نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی محض سود مردود، باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے، بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے، ولہذا علماء نے مساجد میں پیڑ لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود و نصاریٰ کے کنیسوں گرجوں سے مشابہ نہ کرو، پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ و عیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کرے گا اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ (جس نے تنگی کی اللہ تعالیٰ اس پر تنگی فرمائیگا۔ ت) اس میں منع خیر ہے اور منع لخییر کی مذمت کلام اللہ میں ہے، اس میں متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ" ۝ ۲	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لئے جانے سے روکے اور انکی ویرانی میں کوشش کرے ان کو اس زمین میں قدم دھرنا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

ایسے مشاور اگر باز نہ آئیں واجب العزل ہیں من استرعى الذئب فقد ظلم جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۹: مسئلہ منشی خلیل الرحمن صاحب پارچہ فروش از نگینہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ایک محلہ کے اندر واقع ہے کہ جس میں کچھ اراضی زائد فرش سے ہے اور اس اراضی میں ایک مزار شریف بھی ہے، اس مسجد کی خبر گیری اہل محلہ جس میں چند قوم کے آدمی ہیں کرتے ہیں منجملہ چند اقوام کے ایک قوم ایک مدرسہ خاص قومی

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۳

اس اراضی موقوفہ میں بنانا چاہتی ہے کہ جس میں دوسری قوم کا تعلیم نہیں پائے گا احیاناً کسی وقف میں اس اراضی موقوفہ کی ضرورت مسجد کو ہوئے تو وہ تعمیر مدرسہ اٹھوا کر اپنے تصرف خواہ کسی قسم کا تصرف ہو لاسکتے ہیں یا نہیں، جس قوم کا مدرسہ تعمیر ہوتا ہے اس قوم کے چند لوگ مہتمم و متولی ہیں وہ ایک اقرار نامہ بدیں مضمون لکھتے ہیں کہ اگر کسی وقت میں مسجد کو ضرورت اراضی کی ہو تو وہ نہیں لے سکتی یہ اقرار ان کا لکھنا جائز ہو گا یا نہیں، علاوہ اس قوم کے دیگر اقوام یا دیگر محلہ یہ چاہیں کہ مدرسہ قومی خاص نہ رہے تو وہ اس عمارت میں مدرسہ ہذا رہنے دے سکتے ہیں یا نہیں، اور یہ مدرسہ خصوصیت قوم کے ساتھ تعمیر کیا جاتا ہے اور اسی قوم کے بچے مستفیض ہوں گے جواب خلاصہ و مشرح مرحمت فرمایا جائے، مکرر عرض ہے جواب کے ارسال میں دیر نہ فرمائی جائے، مکرر عرض ہے کسی وجہ سے کل کو وہاں مدرسہ نہ رکھا گیا تو اس تعمیر کی مالک قوم یا اہل مدرسہ ہو گا یا نہیں یا مسجد کی ہی ملکیت ہو جائے گی مدرسہ کو اختیار اس کے کرایہ پر دینے کا رہے گا یا نہیں؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

جو زمین متعلق مسجد ہے وہ مسجد ہی کے کام لائی جاسکتی ہے اور اس کے بھی اسی کام میں جس کے لئے واقف نے وقف کی، وقف کو اس کے مقصد سے بدلنا جائز نہیں، بشرط الواقف کنص الشارح فی وجوب العمل بہ^۱ (واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے۔ ت) واقف نے اگر یہ مدرسہ بنانے کی اجازت نہ دی تو اس میں عام مدرسہ بھی نہیں بن سکتا نہ کہ خاص، اور اگر خلاف اجازت ایسا تصرف کرینگے غاصب ہوں گے اور وہ عمارت منہدم کر دینے کے قابل ہوگی اور بعد انہدام جو کچھ اینٹیں کڑیاں ہوں اس کے مالک وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے عمارت بنوائی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۰: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ حافظ عبد الحمید امام مسجد کبوه ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زمینداری کے ایک قطعہ کو جو عہدہ بیگہ خام ہے اور اس کا سالانہ منافع ۱۰۰ روپے اس تصرف کے ساتھ کہ ۴۰ سالانہ اس محلہ کی مسجد میں جس میں واقف رہتا ہے صرف ہوا کریں اور ۴۰ سالانہ غرباء و مساکین کے لڑکوں کی تعلیم جو قرآن شریف اور دینیات پڑھتے ہیں قرآن شریف یا متفرق پارہ اور کتب دینیہ خرید کر امداد کی جائے اور اس مصرف میں ہمیشہ صرف ہوتے رہیں

اور ۴۰

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوقف ادارة القرآن الکریم ۳۰۵/۱

سالانہ یتیموں و بیوگاں کی تیاری پارچہ سرما وغیرہ صرف کئے جاتی، اپنے دل میں مذکورہ مصارف کی نیت کر کے وقف کر دیا اور ایک سال سے اس کا منافع بھی کاشتکار سے وصول نہیں کیا اور وقف کی کوئی تحریر بھی نہیں لکھی، اب زید یہ چاہتا ہے کہ قطعہ اراضی مذکورہ بالا سے جس کے وقف کی نیت کی ہے بہتر اور عمدہ اور زیادہ منافع کی دیگر اراضی کو جو اس کی ملکیت ہے بجائے اس کے وقف کر دے اور بموجب شرع شریف کے تحریر و تکمیل کر دے اور متولی اس کا مقرر کر کے اس کے قبضہ میں اس زمین کو دے دے کہ منافع اس کا مصارف مذکور میں صرف کیا کرے اور آئندہ متولی اس کا زید کے رشتہ داران اور نمازیان مسجد محلہ کے مشورہ سے مقرر ہوا کرے گا، اس صورت میں امید ہے کہ سالانہ سے زیادہ منافع سالانہ وقف کا ہوگا صرف نیت وقف کر لینے سے جو خاص قطعہ اراضی کی نسبت کی ہے اور اس کی تحریر بھی نہیں لکھی اور اراضی جو اس سے بہتر اور عمدہ زیادہ منافع کی ہے وقف کر کے تحریر کر دے شرع ممانعت تو نہیں کرتی؟

الجواب:

تحریر تو شرعاً کوئی ضروری چیز نہیں، نہ اس پر وقف موقوف، اگر اس نے زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اس کو اللہ کے لئے وقف کر دیا تو وقف ہو گئی اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وقت وقف شرط استبدال کر لی ہو یعنی مجھے اختیار ہے کہ جب چاہوں اس زمین کے بدلے اور زمین وقف کر دوں تو البتہ اس حالت میں تبدیل کا اختیار ہے، اگر زبان سے بھی نہیں کہا تھا صرف دل سے نیت کی تھی تو وہ زمین وقف نہ ہوئی، گر واقعی اس سے بہتر اور زیادہ منافع کی زمین وقف کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں، قال اللہ تعالیٰ "مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ" ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی کرنے والوں پر) (مواخذہ کی) کوئی راہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

از شہر مسئولہ محمد خلیل اللہ صاحب

مسئلہ ۳۵۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک موقع پر ایک جائداد موقوفہ متعلق مسجد واقع ہے تو علاوہ بیع کے جو ہر طرح ناجائز ہے آیا اس موقع پر جائداد مذکورہ سے تبادلہ کا جواز اسی قلیل قیمت اور حیثیت کی جائداد سے یا کسی دیگر نوع سے کسی صورت بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس خاص وقف کرتے وقت واقف نے استبدال کی شرط نہ کر لی ہو تو ہر گز کسی حال میں

^۱ القرآن الکریم ۹/۹۱

جائز نہیں جب تک اس سے انتفاع ممکن ہے اگرچہ دوسری کی اس کے بدلے میں ملے اس سے قیمت حیثیت و منفعت میں بہت زائد ہو،

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم وقف کو سابقہ ہیأت پر باقی رکھیں نہ کہ دیگر زیادت کو، جیسا کہ محقق علیہ الرحمۃ نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق فرمائی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فَانَا امرنا بأبقاء الوقف على مآكلن عليه دون زيادة اخرى ^۱ ۔ كما حققه المحقق في الفتح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۲: ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ منشی کریم الدین کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے، پہلی بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں تھیں، منشی صاحب مرحوم نے ایک باغ، ایک موضع، ایک مدرسہ اور کچھ دکانیں پہلی بیوی کے انتقال ہونے کے بعد وقف کیں اس طرح پر کہ میرے بعد میری زوجہ متولی رہے اور زوجہ کے بعد لڑکا جو کہ پہلی بیوی سے تھا اور لڑکے کے بعد ان کی اولاد، چونکہ لڑکا ان کی حیات میں فوت ہو گیا اور لڑکے کی اولاد میں ایک لڑکی تھی وہ لڑکی ناقابل انتظام تھی اور اس کا شوہر بوجہ بد چلنی کے ناقابل انتظام تھا اس وجہ سے منشی صاحب نے ایک اقرار نامہ وقف نامہ کی تحریر کے بارہ سال بعد اس طرح تحریر کر دیا کہ میرے بعد میری دوسری زوجہ متولی رہے اور اس کے بعد اس کی بڑی لڑکی اور لڑکی کے بعد اس کی اولاد میں بڑا لڑکا جو لائق ہو متولی رہے اس طرح سلسلہ برابر جاری رہے اس اقرار نامہ کی تحریر کو عرصہ دو سال ہو گیا اور وقف نامہ کو چودہ سال، اس وقت منشی صاحب مرحوم کی دوسری زوجہ حیات ہے اور منشی صاحب نے جائیداد مذکورہ مفصلہ ذیل اخراجات کے واسطے وقف کی ہے، مولود شریف، گیارھویں شریف، فاتحہ حسنین، خرچ مدرسہ و تکیہ وغیرہ چونکہ پہلی بیوی کی لڑکیاں اور منشی صاحب کے لڑکے کی لڑکی حیات ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بروئے وقف نامہ کے جائیداد مذکورہ کے ہم متولی ہیں اس لئے التماس ہے کہ شرعاً اس وقت جائیداد مذکورہ کا متولی کون شخص قرار دیا جائے گا اور اس کے بعد

کون، اقرار نامہ کا قانوناً بھی داخل خارج ہو گیا ہے بموجب حکم شرع شریف تحریر فرمایا جائے۔ فقط

الجواب:

تولیت کوئی ترکہ نہیں کہ ہر وارث کا اس میں حق ہو تولیت واقف کے اختیار کی ہے جسے متولی کر دے

^۱فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۵/۴۴۰

وہی ہوگا۔ درمختار میں ہے: ولایۃ نصب القیم الی الواقف^۱ (متولی مقرر کرنے کی ولایت واقف کو حاصل ہے۔ ت) تو اس میں شک نہیں کہ فی الحال وقف کی متولی صرف زوجہ ثانیہ ہے کہ وقف نامہ اور اقرار نامہ دونوں اپنے بعد اس کو متولی لکھا ہے اور جب زوجہ کا انتقال ہو تو حسب شرط اقرار نامہ اسی زوجہ کی بڑی لڑکی پھر اس کے بعد اس لڑکی کی اولاد میں جو بڑا لڑکا لائق ہو ورنہ جو لائق ہوں بہر حال پہلی بیوی کی لڑکیوں کا تو کوئی استحقاق تولیت میں سرے سے نہ تھا کہ وقف نامہ، اقرار نامہ کسی میں ان کی تولیت نہیں رہی پھر متوفی کی لڑکی اگرچہ وقف نامہ میں اپنے بعد پھر اولاد پسر کی تولیت لکھی تھی مگر وہ واقف کے سامنے مر گیا اور اب اس نے ان شرائط کو تبدیل کر دیا اور دوبارہ تولیت واقف کو تغیر و تبدل کا اختیار ہے تو اب عمل بموجب اقرار نامہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

التولية من الواقف خارجة من حکم سائر الشرائط لانه له فيها التغيير والتبديل كلما بداله من غير شرط في عقدة الوقف ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	واقف کی تولیت تمام شرائط کے حکم سے خارج ہے کیونکہ واقف کو ان شرائط میں تبدیلی کا اختیار ہے جب بھی وہ مناسب سمجھے اگرچہ اس نے عقد وقف میں اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۳:

QUESTION

Rangoon, The 19th May 1908.1908 ,

To

Moulvi Haji Ahmad Khan,

Esqur, Bareilly,

United provinces.

Hunoured Sir

We desir to place prepare you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion. The facts are briefly these . there is a Chulian a

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجازتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجازتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۰

Mosque in Mounq Taulay Street at this place. There are five duly elected trustees or mutawallis who manage the affairs of the said mosque according to a scheme framed by the chief court of Lower Burma. The trustees are given the power of discharging the Imam, Muazzin and Clerks of the mosque. In virtue of the said power. The trustees at a meeting discharged their Imam. One Syed Muckbool for irregularity misconduct and disobedience. After the discharge the trustees failed a suit in the chief court of lower Burma for declaration that the discharge of the Imam may be confirmed. The Imam now questions the authority of the trustees and maintains power badly. He may misconduct himself, they have no power to discharge him. Having placed the facts briefly we request you most humbly to give your Fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find it necessary to do so. This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulian Sunni Mohammadan community and we shall thank you very much if you can send your fatwa before the 1st week of June thanking you in anticipation. We beg to remain, honoured Sir, your most obedient and humble followers in M Qadir Gani. President The Madras Muslim Association No 37, Tockay Mq Tualay street.

Answer

from Brieilly,
The 28th of May, 1908.
To M. Qadir Gani.
President
The Madras Muslim Association

Sir. With reference to your letter dated 19th of May, 1908, I send my Fatwa for your perusal. The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which be the sufficient reason of "Shara" for him to be dismissed. Vide Iisanul Hukkam printed at Meer page No. 123,

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فللمتولی ان يعزله ویولی غیره وانکان للمعزول نائب¹۔

Translation:- there is in fatwa Qazi Khan when an Imam or Muazzin Has some certain Business which may be the cause of six months absence from the mosque, not with standing he may have given some person for him to act .At such opportunity the trustee can discharge him and may establish or Appoint another Imam in his place"(Tahtawi printed Misr and Shami printed Constantinople volume 3, page 639)

وتقدم مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر. بیری²

Translation:-Allama Birizada has said that the books aforesaid style Shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month absence from the mosque The Trustees had no need of taking sanction of discharging the Imam from the Court or from any Higher Officer or Governor because the authority of trustees in these matters is over the powers of a Muhammadan governor although the same Mutawalis or trustees may have been fixed by the same Muhammadan Governor See Ashbahunnazair printed Lucknow page. 179 copies from the Fatwa of Imam Rashiduddin.

لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود نظره ولو من قبله³۔

Translation:- "A Qazi can not interfere a Waqf in the Presence of a trustees although the trustees may have been fixed by the same Qazi Hamawi Sharah Asbah printed Lucknow page No. 179 copies from Fatwa Imam Zahiruddin"

قاضی البلد اذا نصب رجلاً متولياً للوقف بعد ما قلده الحاكم الحكومة فليس للحاكم على الوقف سبيل حتى لا يملك الاجارة ولا غيرها⁴۔

¹ لسان الحکام مع معین الحکام الفصل العاشر فی الوقف مصطفى البابی مصر ص ۲۹۸

² رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۲

³ الاشباه والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة عشر ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۹۲

⁴ غمز العیون البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة عشر ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۹۲

Translation:- "A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a trustee on a Waqf, now the King has no connection on with the Waqf nor has he any power of it contract etc. Another stlye from Lisanul Hukkam copies from fatwa Imam Sowri.

لاتدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى في الوقف¹ -

Translation:- A king cannot interfere a Waqf against a trustee Authorities in this case the higher officers or governors are not Muhammadan ones and therefor they do not know the schemes of shara as a Muhammadan trustee knows The trustees can discharge an Imam when the Imam leave Sunnia Doctrine or Commets an open sin against Shara or there may be found in him something Which may be the cause of abhorrence which decreases the number of people at prayer or he may be disobedint against the managing rules of affairs of the mosques. Or assesmble of persons at prayers or there may be something such in him. Otherwise he will not be discharged without fault. See Raddul Muhtar printed Constantinople volume 3 page 597.

قال في البحر واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة وعدم اهلية² -

Translation:- It is said in Bahrur Raiq That as a Mutawali can not be dismissed without fault. From this it is manifest that any receiver of a salary of a Waqf can not be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امير بركيه عبده احمد رضا البريلوي عفى عنه به محمد
المصطفى النبي الامي صلى الله تعالى عليه وسلم

¹ لسان الحكام مع معين الحكام الفصل العاشر في الوقف مصطفى البابي مصر ص ۲۹۹

² رد المحتار كتاب الوقف مطبع لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة دار احياء التراث العربي بيروت ۳/ ۳۸۶

ترجمہ مسئلہ ۳۵۳:

از رنگون

مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب مولوی حاجی احمد رضا خاں صاحب محلہ سوداگران بریلی، یوپی۔

مولانا محترم! ہم سب آپ کی خدمت میں چند مذہبی امور کے بارہ میں رائے عالی جاننے کے لئے یہ پیش کر رہے ہیں اور مختصر واقعہ کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد چولیان مونگ تلا اسٹریٹ میں واقع ہے جس کے چنے ہوئے پانچ متولیان ہیں جو مسجد کا انتظام اس قانون کے تحت انجام دے رہے ہیں جس کو عدالت العالیہ برمانے مرتب کیا ہے جس کے مطابق متولیوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ امام، مؤذن اور عملہ کو برخواست کر سکیں، اس قانون کے مطابق متولیان نے ایک مجلس شوریٰ کے اندر سید مقبول امام مسجد کو ان کی بیضا بطگی، برے چال چلن اور حکم عدولی کے باعث برخواست کر دیا، اس برخاستگی کے بعد متولیوں نے ایک مقدمہ استقراریہ اس امر کا عدالت العالیہ برمانے دائر کیا کہ امام کی برخاستگی مستقل کر دی جائے، اب امام نے یہ باز پرس متولیوں کی مجلس قانون سے کی ہے، قانون کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے، ان لوگوں کو برخواست کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس مختصر واقعہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت ادب سے التجا کرتے ہیں کہ آپ اس کے متعلق اپنا فتویٰ مرحمت فرمائیں، کیا متولیان کو امام کی برخاستگی کا حق حاصل ہے کہ جب وہ چاہیں برخواست کر دیں۔ یہ آج کل بہت بڑا مسئلہ ممبران چولیان سنی مژدن کمیونٹی کا بنا ہوا ہے، ہم لوگ بیحد شکر گزار ہوں گے اگر آپ اپنا فتویٰ ماہ جون کے اوائل ہفتہ میں روانہ فرمادیں فقط۔

آپ کا فرمانبردار خاکسار معتقد

قادر غنی صدر مدرس مسلم ایسوسی ایشن، مونگ تلا اسٹریٹ۔

الجواب:

بریلی مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب ایم قادر غنی صدر مدرس مسلم ایسوسی ایشن

محترم! آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء کے مطابق میں اپنا فتویٰ برائے ملاحظہ ارسال کر رہا ہوں، متولیان ایک امام کو برخواست کر سکتے ہیں جبکہ کوئی ایسا اختلاف اور وجہ معقول شرعی طور پر پائی جائے (لسان الحکام مطبوعہ مصر ص ۱۲۳) ترجمہ: فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب امام یا مؤذن کے درمیان کوئی ایسی چیز عارض ہو جس کی وجہ سے وہ چھ ماہ تک مسجد سے غیر حاضر رہے اور اس نے اپنا کوئی بدل نہ دیا ہو تو اس وقت متولی اس کو برطرف کر سکتا ہے اور دوسرا امام اس کی جگہ مقرر کر سکتا ہے (طحطاوی مطبوعہ مصر اور شامی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳)

ص ۶۳۹

ترجمہ: "علامہ بیری زادہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ متولی ایک امام کو مسجد سے ایک ماہ کی غیر حاضری پر برطرف کر سکتا ہے"، متولی کو کوئی ضرورت امام کی برطرفی کے لئے عدالت یا کسی افسر بالایا گورنر سے اجازت لینے کی نہیں ہے کیونکہ متولی اپنے اختیار خصوصی سے ان معاملات میں خود اسلامی گورنر جیسا اختیار رکھتا ہے جبکہ متولیان خود ایک اسلامی گورنر کے مقرر کردہ ہوں (اشاہ والنظار مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاویٰ امام رشید الدین)

ترجمہ: ایک قاضی وقف کے کسی معاملہ میں متولی کی موجودگی میں دخل نہیں دے سکتا جبکہ اسی قاضی نے اس کو متولی بنایا ہو۔ (حموی شرح اشاہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقولہ از فتاویٰ امام ظہیر الدین)

ترجمہ: ایک بادشاہ نے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد قاضی نے وقف کا ایک متولی مقرر کیا، اب بادشاہ کو کوئی تعلق اس وقف سے نہ رہا اور نہ کوئی اختیار اس کو رد و بدل کا باقی رہا۔ (لسان الحکام، منقولہ از فتاویٰ امام ثوری)

ترجمہ: ایک بادشاہ ایک متولی کے معاملہ میں دخیل نہیں ہو سکتا جبکہ حکام بالایا گورنر جو کہ مسلمان نہیں اور جو اس قانون تولیت سے واقفیت بمقابلہ متولی نہیں رکھتے اس وقت متولی امام کو برخاست کر سکتا ہے جبکہ امام عقائد سنیہ کو ترک کر دیتا ہے یا برملا شرع کی خلاف ورزی کرتا ہو یا کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جس سے نماز جماعت میں کمی واقع ہو یا کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو جو مسجد سے متعلق ہو برخاست ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ (رد المحتار مطبوعہ قسطنطنیہ ج ۳ ص ۵۹۷)

ترجمہ: بحر الرائق میں ہے کہ ایک متولی بغیر امام کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقف سے تنخواہ پانے والا شخص بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا یا جب تک یہ نہ ثابت ہو کہ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں قاصر ہے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

امر برقمہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بسمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۵۴: از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ نشی ہدایت اللہ صاحب ۲۴ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ نواب غلام چشتی خان صاحب رئیس قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد موضع عیسیٰ پور بطریق زکوٰۃ ریاست و موضع بچی کسیر بطور خیرات حقیقت اپنی کو اول وقف کیا

سال ۱۲۸۴ھ میں اس حقیقت موقوفہ کے بابت ایک وصیت نامہ سادہ تحریر کیا جس میں انتظام و اہتمام تولیت جائداد موقوف اور مصارف خیر کی بابت شرائط درج کئے، چنانچہ تاحیات اپنی خود واقف ہر دو مواضع مذکورہ کے مہتمم رہے اور بعض فوت ان کے نواب محمد عبدالکریم خان صاحب مرحوم کے از واقف مہتمم مقرر ہوئے، وصیت نامہ میں واقف نے یہ شرط تحریر کی ہے اقرار یہ ہے کہ حین حیات اپنی آمدنی و پیداوار مواضع مذکور جو لائق ہووے نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن حسب دستور بطریقہ مستعملہ مجھ گنہگار کے صرف کرتا ہے، ۲۱/ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو مہتمم ثانی نے وفات پائی، اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ فقرہ نسلاً بعد نسل کے کیا معنی اور مطلب، اور نسل سے منشا واقف کا اپنی اولاد سے ہے یا مہتمم ثانی کی اولاد سے، اور شرعاً بعد فوت ہونے مہتمم ثانی کے اصل واقف کے اولاد میں سے مہتمم مقرر ہونا چاہئے یا مہتمم ثانی کی اولاد میں سے۔ بینو اتوجروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جب تک واقف کی اولاد صلیبی سے کوئی مرد لائق باقی رہے گا اولاد اولاد کو تولیت نہ پہنچے گی، جب ان میں کوئی نہ رہے گا اس وقت اولاد اولاد سے کوئی لائق متولی کیا جائے گا اور ان میں جب تک کوئی رہا تیسرے درجہ سے مقرر نہ کیا جائے گا و علیٰ هذا القیاس نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن کے یہی معنی ہیں اس میں واقف کی اپنی اولاد و اولاد اولاد و اولاد، اولاد سب داخل ہیں مگر بترتیب کہ سب سے مقدم اولاد پھر اولاد اولاد، اولاد اولاد اولاد الی آخر الدہر۔ اسعاف میں ہے:

لا یكون للبطن الاسفل شیء ما بقى من البطن الاعلیٰ	بطن اسفل کو کچھ حق نہ ملے گا جب تک بطن اعلیٰ میں سے کوئی
احد و هكذا الحکم فی کل بطن حتی تنتهی البطون	ایک موجود ہے، اور یہی حکم تمام بطنوں کا ہے حتیٰ کہ موت
موتاً ^۱ ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔	کے سب بطون منتقی ہو جائیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
	(ت)

مسئلہ ۳۵۶ تا ۳۵۵: مرسلہ حاجی محمد حسین صاحب رئیس از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد وقف کی اور دربارہ تولیت یہ شرط تحریر کی کہ بعد میرے میری اولاد سے ایک شخص از قسم ذکر جو لائق ہو

^۱ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ بحوالہ الاسعاف کتاب الوقف ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۵۳/

نسلًا بعد نسل اور بطناً بعد بطن حسب دستور مجھ گنہگار کے صرف کرتا رہے، آیا اس عبارت مذکورہ سے واقف کا منشا کسی خاص اولاد کی نسبت یعنی بیٹیوں کی پوتوں کی نسبت ہے یا اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

سوال دوم: جائداد موقوفہ کے اشخاص ذیل متولی ہو سکتے ہیں یا نہیں اور شرعاً لفظ لائق کن اشخاص سے مراد ہے؟

(۱) جو باوصف استطاعت بائیس سال سے نہ حج کرتا ہو نہ زکوٰۃ اور نہ عشر دے۔

(۲) جو علانیہ فسق و فجور مبتلا ہو۔

(۳) کیا تارک جماعت لائق متولی ہو سکتا ہے۔

(۴) جو طمع نفسانی سے متولی ہونا چاہے اور جس کو بیحد کوشش تولیت کی ہو۔

(۵) جو سود جائز سمجھ کر لیتا ہو۔

(۶) جو شطرنج اور تاش بازی میں مصروف رہتا ہو وہ قابل تولیت ہے یا نہیں؟ مینواتو جروا۔

الجواب:

(۱) نہ اس میں ایسا مخصوص ہے کہ بعض طبقات اولاد کو اصلاً شامل نہ ہو، نہ ایسا عموم کہ ہر طبقہ کی اولاد معاً مستحق ہو بلکہ وہ جمیع طبقات کو بشرط ترتیب عام ہے یعنی جب تک خاص اولاد صلیبی واقف سے کوئی مرد لائق تولیت باقی رہے گا پوتے اگرچہ لائق ہوں بلکہ الیق ہوں نہ پاسکیں گے لان الواقف انہما شرط اللائق دون الایق (واقف نے تولیت کے لئے لائق کی شرط لگائی ہے نہ کہ لائق ترین کی۔ ت) اور جب اولاد صلیبی سے کوئی مرد نہ ہو یا جتنے باقی ہوں ان میں کوئی لائق تولیت نہ ہو تو پوتوں میں جو لائق ہو اسے پہنچے گی اب ان میں کاجب تک کوئی لائق باقی رہے گا پوتوں کا استحقاق نہ ہوگا و علی هذا القیاس الی انقراض النسل (اور اسی پر قیاس کرتے چلو یہاں تک کہ اس کی نسل ختم ہو جائے۔ ت) اور نواسے بہر حال مستحق نہ ہوں گے جس نے نواسوں کو بھی شمول لکھ دیا خطا کی۔ فتاویٰ امام قاضیخان میں ہے:

ان قال علی ولدی وولد ولدی یصرف الی اولاده ابدًا ما تناسلوا الا قرب والابعد فیہ سواء الا ان ینکر الا قرب	اگر واقف نے کہا کہ یہ چیز میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف ہے، تو یہ وقف اس کی اولاد کی طرف ہی پھیرا جائے گا جب تک اس کی اولاد کا سلسلہ جاری رہے گا۔ قریب و بعید والے

فألا قرب أو يقول بطناً بعد بطن فيبدأ بآباً بدأبه الواقف ^۱ (ملخصاً)	اس میں برابر ہوں گے یا اس نے یوں کہا یہ وقف ایک بطن کے بعد دوسرے بطن کے لئے ہے تو اسی سے ابتداء کریں گے جس سے واقف نے ابتداء کی ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اسی میں ہے:

ولدى لايدخل فيه ولد البنت في ظاهر الرواية وبه أخذ هلال والصحيح ظاهر الرواية ^۲ (ملخصاً)	واقف کے کلام میں لفظ "ولدى" میں بیٹی کی اولاد داخل نہیں ظاہر الروایۃ کے مطابق اسی کو حلال نے لیا ہے اور صحیح ظاہر الروایۃ ہے (ملخصاً)۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وقال ولدى وولد ولدى لايدخل فيه اولاد البنات في ظاهر الرواية وعليه الفتوى هكذا في محيط للسر خسي ^۳	واقف نے اگر اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کا ذکر کیا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق بیٹی کی اولاد اس میں داخل نہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

(۲) لائق وہ ہے کہ دیانت کار گزار ہو شیار ہو جس پر دربارہ حفاظت و خیر خواہی وقف اطمینان کافی ہو، فاسق نہ ہو جس سے بطمع نفسانی یا بے پروائی یا ناخفاظی یا انہماک لہو و لعب وقف کو ضرر پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو بد عقل یا عاجز یا کامل نہ ہو کہ اپنی حماقت یا نادانی یا کام نہ کر سکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کرے، فاسق اگرچہ کیسا ہی ہو شیار کار گزار مالدار ہو ہر گزار لائق تولیت نہیں کہ جب وہ نافرمانی شرع کی پروا نہیں رکھتا کسی کار دینی میں اس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے، ولہذا حکم ہے کہ اگر خود واقف فق کرے واجب ہے کہ وقف اس کے قبضہ سے نکال لیا جائے اور کسی امین متدین کو سپرد کیا جائے پھر دوسرا تو دوسرا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال في الاسعاف ولا يولى الامين قادر بنفسه او بنائبه لان	اسعاف میں فرمایا ہے کہ متولی صرف اسی کو بنایا جائے گا جو امین ہو اور بذات خود یا اپنے نائب

^۱ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوقف فصل فی الاولاد نوکسور لکھنؤ ۱۴/ ۲۹

^۲ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوقف فصل فی الاولاد نوکسور لکھنؤ ۱۴/ ۲۸-۲۹

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثالث فی المصارف نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۲/ ۳۷

الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجزلان المقصود لا يحصل به ¹ ۔	کے اعتبار سے وقف کی حفاظت پر قادر ہو کیونکہ ولایت نگرانی کی شرط سے مقید ہے اور خائن کو متولی بنانے میں نگرانی کا فقدان ہے کیونکہ خائن کی تولیت محل مقصود ہے یہی حال عاجز المقصود لا یحصل بہ ¹ ۔

در مختار میں ہے:

وينزع وجوباً بزازية (لو) الواقف درر فغيره بالاولى (غير مأمون) او عاجز او ظهريه فسق كشر ب خبر و نحوه، فتح ² ۔	متولی سے ولایت وقف وجوباً واپس لے لی جائیگی (بزازیہ اگرچہ وہ خود واقف ہو (درر) تو غیر واقف سے بدرجہ اولیٰ واپس لے لی جائیگی جب کہ وہ امین نہ ہو یا عاجز ہو یا اس کا فسق شراب نوشی وغیرہ ظاہر ہو چکا ہو (فتح)۔ (ت)

سود لینا گناہ کبیرہ ہے تو اس کا ارتکاب اگرچہ ایک ہی بار یقیناً اجمالاً فاسق و بددیانت کر دیگا جب کہ حرام جان کر کرے اور دارالاسلام میں جائز سمجھا تو فسق درکنار صریح کافر مرتد ہو جائے گا لاستحلالہ ما علم حرمته ضرورة من الدین (اس چیز کو حلال جاننے کی وجہ سے جس کی حرمت ضروریات دین سے معلوم ہے۔ ت) یونہی جو بلاعذر صحیح شرعی ترک جماعت کیا کرے فاسق و مردود الشاہدہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

تأركها بلاعذر يعزرو وترد شهادته ³ ۔	بلاعذر ترک جماعت کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔ (ت)

نہر الفائق میں ہے:

تركها مرة بلاعذر يوجب اثماً في قول العراقيين والخرا سانيون على انه ياثم اذا اعتاد الترك كما في القنية ⁴ ۔	بلاعذر ایک بار جماعت کو چھوڑنا عراقیوں کے قول کے مطابق موجب گناہ ہے اور خراسانی تب اس کو گناہگار قرار دیتے ہیں جب وہ ترک جماعت کو عادت بنالے، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

¹ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

² در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

³ غنیة المستمل فصل فی الامامة سهیل اکیڈمی لاہور ص ۵۰۹

⁴ بحوالہ الغنیة المنیة باب فی الجماعة مطبوعہ مکتبۃ انڈیا ص ۳۶

ردالمحتار صدر واجبات میں ہے:

الجماعة واجب كما في البحر وصرحوا بفسق تأركها ¹	رانج قول کے مطابق جماعت واجب ہے یا حکم واجب میں ہے جیسا کہ بحر میں ہے، اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ تارک جماعت فاسق ہے۔ (ت)

مذہب صحیح و معتد پر زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے تو جو اس سال کی زکوٰۃ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا سال گزر جائے گنہگار ہے، پونہی
قول اصح وارنج پر حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا، اور اگر زکوٰۃ یا حج بعد وجوب بلا عذر صحیح
تین سال تک ادا نہ کرے تو فاسق ہے نہ کہ بائیس سال۔ تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ میں ہے:

افتراضها فوری وعلیه الفتویٰ فی اثم بتأخیرها وترد شهادته ²	زکوٰۃ کی فرضیت فوری ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تاخیر کرنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی مردود ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

في البدائع عن المنتقى بالنون اذا لم يؤد حتى مضى حولان فقد اساء واثم ³	بدائع میں بحوالہ منتقی ہے کہ کسی نے زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ اگلا سال ختم ہو گیا تو برا کیا اور گنہگار ہوا۔ (ت)

در مختار کتاب الحج میں ہے:

فرض على الفور في العام الاول عند الثاني واصح الروايتين عن الامام ومالك واحمد فيفسق وترد شهادته بتأخيره اى سنينا لان تأخيره صغيرة و بارتکابه مرة لا يفسق الا بالاصرار، بحر ⁴	حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے اور پہلے ہی سال ادا کرنا چاہئے امام ابو یوسف کے نزدیک، اور امام ابو حنیفہ سے منقول دو روایتوں میں سے اصح روایت کے مطابق اور امام مالک و احمد کے مطابق چند سال مؤخر کرنے سے فاسق قرار دیا جائے گا اور اس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ تاخیر حج گناہ صغیرہ ہے اس کے مرتکب کو اس پر اصرار کے بغیر فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، بحر۔ (ت)

¹ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفة الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۰۷

² درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۰

³ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۳

⁴ درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۰-۱۵۹

عشر بھی ایک نوع زکوٰۃ ہے یا کم از کم اس کا حکم حکم زکوٰۃ ہے اور اسی طرح بعینہ اسی دلیل سے اس کا وجوب بھی فوری اور تین برس تک نہ دینے میں فسق۔ ردالمحتار میں ہے:

العشر ذكره في الزكاة لانه منها قال في الفتح لاشك انه زكاة حتى يصرف مصارفها اه وايداه الشيخ اسمعيل بانه يجب فيها لايؤخذ منه سواه ولا يجمع الزكاة بتسبيته في الحديث صدقة واختلافهم في وجوبه على الفور والتراخي كما في الزكاة¹۔	عشر کو ماتن نے زکوٰۃ میں ذکر کیا کیونکہ یہ زکوٰۃ میں سے ہی ہے۔ فتح میں کہا کہ بے شک عشر زکوٰۃ ہے یہاں تک کہ اس کو مصارف زکوٰۃ پر صرف کیا جاتا ہے اور شیخ اسمعیل نے اس کی تائید کی بایں طور کہ عشر انہی چیزوں میں واجب ہوتا ہے جن میں اس کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا اور یہ زکوٰۃ کے ساتھ جمع نہیں ہوتا، اور حدیث میں عشر کا نام صدقہ رکھنے اور زکوٰۃ کی طرح اس کے وجوب علی الفور اور وجوب علی التراخی میں فقہاء کے اختلاف سے بھی اس کا زکوٰۃ ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

الامر بالصرف الى الفقير معه قرينة الفور وهي انه لدفع حاجته وهي معجلة فمتى لم تجب على الفور لم يحصل المقصود من الايجاب على وجه التمام وتمامه في الفتح²۔	عشر کو فقیر پر صرف کرنے کا حکم قرینہ ہے اس کے وجوب علی الفور پر، کیونکہ یہ دفع حاجت کے لئے ہے اور حاجت معجل ہے تو اگر اس کا وجوب علی الفور نہ ہو تو اس کے ایجاب کا مقصود پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتا اس کی تفصیل فتح میں ہے (ت)

خطر نجا اگر ترک جماعت وغیرہ منکرات کی طرف مؤدی یا ان پر مشتمل ہو بالاتفاق حرام ہے اور اس کی عادت مطلقاً ممنوع اور بحکم تجربہ ضرور داعی معاصی، اور تاش اور اسی طرح گنجفہ بوجہ اشتغال واعزاز تصاویر مطلقاً بلا شرط ممنوع و ناجائز ہے اور مصروف رہنا فسق۔ در مختار میں ہے:

كره كل لهو لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل لهو المسلم حرام الاثثة	ہر کھیل مکروہ ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام

¹ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸

² در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مکتبائی دہلی ۱/ ۳۱۰-۱۳۰

ملا عبثہ اہلہ وتادیبہ لفرسہ ومنأضلتہ بقوسہ ^۱ ۔	ہے سوائے تین کھیلوں کے: اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کی تعلیم وتادیب کرنا اور سبقت کے لئے اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا۔ (ت)

رہا وہ شخص کہ اپنے لئے تولیت کی کوشش کرے اگر ثابت ہو کہ یہ کوشش بطمع نفسانی ونیت فاسدہ ہے جب تو ظاہر ہے کہ اسے متولی بنانا حرام لان الشرط کو نہ امیناً والطالب لطمع غیر امین (تولیت کے لئے شرط ہے کہ متولی امین ہو اور حرص و ہوا کے لئے تولیت کا مطالبہ کرنے والا غیر امین ہے۔ ت) اور ایسا نہیں تو اگر اس کے لئے تولیت ثابت ہے صرف اس کا نفاذ چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں اگرچہ کسی قدر کوشش کرے کہ یہ کوشش حق کے لئے ہے اور حق کے لئے کوشش حق ہے مثلاً واقف نے شرط کی کہ میری اولاد زکور سے جو لائق ہو متولی ہو، یہ شخص اس کی اولاد زکور سے ہے اور جملہ شرائط مذکورہ لیاقت کا جامع ہے تو اس کی کوشش بے جا نہیں، اور اگر اس کے لئے تولیت ثابت نہیں پھر تحصیل تولیت کے لئے کوشش کرتا ہے تو اسے متولی نہ کرنا چاہئے اگرچہ کیسا ہی لائق ہو۔ در مختار میں ہے:

طالب التولية لا يولى الا المشروط له النظر لانه مولى فيريد التنفيذ، نہر ^۲ ۔	طالب تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا سوائے اس کے جس کے لئے تولیت مشروط ہو چکی ہو کیونکہ وہ بسبب شرط کے متولی ہو چکا ہے اور اب اس کی تنفیذ چاہتا ہے، نہر۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انالن نستعمل علی عملنا من ارادہ ^۳ ۔ رواہ احمد و البخاری و ابوداؤد والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	ہم ہر گز اپنے دینی کام پر اسے مقرر نہ کریں گے جو خود اس کی خواہش کرے (اس کو امام احمد بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے سیدنا حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

^۱ در مختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

^۲ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

^۳ صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۱

طالب التولية لايولي كمن طلب القضاء لايقلد فتح وهل المراد انه لاينبغي اولايحل استظهر في البحر الاول تأمل ^۱ والله تعالى اعلم۔	طالب توليت کو متولی نہیں بنایا جائے گا جیسا کہ طالب قضاء کا مطالبہ نہیں مانا جاتا، فتح، کیا اس سے مراد یہ ہے کہ مناسب نہیں یہ مراد ہے کہ حلال نہیں، بحر میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے، غور کر۔ والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۷: مرسلہ مولوی سلیمان صاحب اکبر آبادی ۲۳ شعبان ۱۳۲۸ھ

زید ایک انجمن اسلامیہ کا سکریٹری ہے اور پیشہ وکالت کرتا ہے اور لوگوں کو سود کی ڈگریاں دلاتا ہے اور خلاف حق مقدمات میں کوشش کرنے سے نہیں بچتا اور اکثر اوقات عقائد سرسید احمد خان کا مدح رہتا ہے ایسا شخص آیا منتظم امور اہل اسلام یعنی سکریٹری انجمن اسلامیہ رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو اہل اسلام اس کو اپنا سکریٹری بنائیں ان کا کیا حکم؟

الجواب:

امور بالا سے تو یہ شخص فاسق فاجر ہوتا مگر عقائد کفریہ کا مدح خود کافر و مرتد ہے اور کافر کسی طرح مسلمانوں کے کسی کام کا والی نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا" ^۲	اور ہر گز اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ نہیں دے گا۔ (ت)

ان سے استعانت ناجائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا لانستعين بمشرك^۳ (بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ ت) جو ایسے کی سپردگی میں مسلمانوں کا کام دے اس نے اللہ و رسول اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل على عصاة رجلا وفيهم من هو ارضى منه لله فقد خان الله ورسوله والمؤمنين ^۴ ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔	جس نے کسی شخص کو ایسی جماعت مسلمین پر عامل بنایا جس جماعت میں اس سے زیادہ پسندید کوئی شخص موجود ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔

^۱ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۰

^۲ القرآن الکریم ۳/ ۱۴۱

^۳ سنن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۱۹/ ۱۹، سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد الاستعانة بالمشرکین (بچ ایم سعید کمپنی کراچی

ص ۲۰۸، المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۱۵۰۰۹ کتاب الجہاد ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵

^۴ المستدرک للحاکم کتاب الاحکام الامارة اماتہ دار الفکر بیروت ۳/ ۹۳-۹۲

سلم اور تمام مومنوں سے خیانت کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

۲۶ شعبان ۱۴۳۰ھ

مرسلہ احمد نبی خان از مراد آباد

مسئلہ ۳۵۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اہل اسلام عادل اور ثقہ نے بلا تحریر وقف نامہ کے ایک جائیداد جس کو عرصہ زائد ایک سو سال کا ہوا، بدون مصارف کے وقف کیا اگرچہ وقف واقف کا کوئی گواہ زندہ نہیں ہے مگر بعد وفات واقف کے تمام مرد عورت عادل و صالح اہل خاندان واقف کے وقتاً فوقتاً متولی ہوتے رہے کبھی کوئی شخص غیر خاندان کا متولی نہیں ہوا اور باعتبار اس عملدرآمد کے منشاء وقف بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اہل خاندان صالح اور عادل کے اور کوئی متولی نہ کیا جائے، اب ایک مسماۃ متولیہ اہل خاندان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک شخص غیر خاندان کے نام ایک وصیت نامہ لکھ دیا ہے کہ بعد میرے وہ متولی کیا جائے اہل خاندان واقف جن میں اکثر مرد صالح اور عادل ہیں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ شخص جس کو متولی ہونا بیان کیا جاتا ہے فاسق اور غیر خاندان واقف سے ہے، اس کو بمقابلہ اہل خاندان صالح کے حق تولیت حسب وصیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب:

جس وقف کے شرائط واقف معلوم نہ ہوں اور طول مدت کے سبب گواہان مشاہدہ نہ رہے ہوں اس میں عملدرآمد قدیم پر کارروائی کی جائے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

تحقیق ذخیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگر مصارف وقف میں اشتباہ ہو تو زمانہ قدیم سے اس وقف میں جاری معلوم کو دیکھا جائے گا اور اسی پر بناء کی جائے گی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ متولیان سابقہ شرط واقف کے مطابق ہی ایسا کرتے ہوں گے اور مسلمانوں کے حال کے بارے میں یہی گمان غالب ہے لہذا اسی پر عمل کیا جائیگا۔ (ت)	قد صرح فی الذخیرۃ بانہ اذا اشتبہت مصارف الوقف ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان، فيبني على ذلك لان الظاهر انهم كانوا يفعلون ذلك على موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال المسلمين فيعمل على ذلك^۱۔

اسی میں کتاب الوقف للخصاف سے ہے:

جب واقف کی شرط موجود ہو تو اس کی مخالفت کی	اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل

^۱ فتاویٰ خیرہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳-۲۲

الی مخالفتہ، واذافقد عمل بالاستفاضة والاستیارات العامة المستمرة من تقادم الزمان ^۱ ۔	کوئی راہ نہیں اور اگر شرط واقف مفقود ہو تو قدیم زمانوں سے متولیوں کا جو عمل درآمد اور معمول اس وقف کے بارے میں مشہور و معروف چلا آ رہا ہے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ (ت)

علاوہ بریں خود حکم شرع ہے کہ جب تک اقربائے واقف میں کوئی شخص لائق تولیت ہو بیگانہ آدمی متولی نہ کیا جائے، درمختار میں ہے:

مادام احد یصلح للتولية من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب، لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف الیہم ^۲ ۔	جب تک واقف کے قریبی رشتہ داروں میں کوئی صالح تولیت موجود ہو اجنبیوں میں سے کسی کو متولی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ یہ وقف کے معاملہ میں زیادہ شفیق واقع ہوگا اور اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وقف کی نسبت اس کے خاندان کی طرف قائم رہے۔ (ت)

پھر اس شخص غیر کافاق ہو مناسب پر طرہ ہے فسق کے بعد تو خود واقف اگر متولی ہو تو وہ بھی معزول کر دیا جائے گا نہ کہ اجنبی فاسق کو متولی کیا جائے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوباً ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مأمون او عاجز او ظہر بہ فسق کشر بخر ونحوہ، فتح ^۳ ۔	متولی سے ولایت وقف بطور وجوب واپس لی جائیگی اگرچہ خود واقف ہو جبکہ وہ امین نہ ہو یا عاجز ہو یا اس سے کوئی فسق شراب نوشی وغیرہ کی مانند ظاہر ہو (جب واقف کا حال یہ ہے) تو غیر واقف سے بدرجہ اولیٰ ولایت وقف صورت مذکورہ میں واپس لینا واجب ہوگا، فتح۔ (ت)

لہذا وصیت پر عمل نہیں بلکہ خاندان واقف سے کسی صالح متدین ہو شیار کار گزار کو متولی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۹: مولوی حشمت علی ساکن گڈھیا ۲/رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

کیا ہندو وغیرہ کفار متولی مسجد وغیرہ واقف ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو عالمگیری کی اس عبارت

^۱ فتاویٰ خیریہ کتاب الوقف دار المعرفة بیروت ۱/۱۳۳

^۲ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

^۳ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

ولایشترط الحرية والاسلام^۱ الخ (اس میں حریت و اسلام شرط نہیں الخ۔ ت) کا کیا مطلب لیا جائیگا اور ایک ہندو مسجد کا حوض اپنے روپے سے بنانا چاہتا ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

فقیر نے یہاں حاشیہ ردالمحتار میں لکھا:

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ صحت کے لئے شرط نہ ہونا حل کے لئے شرط نہ ہونے کو مستلزم نہیں اور کتاب الزکوٰۃ باب العاشر میں گزر چکا ہے کہ کافر کو عاشر مقرر کرنا حرام ہے کیونکہ اسے عاشر بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور کافر کی تعظیم حرام ہے، سیر کبیر کی شرح سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین (عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ مسلمانوں کے معاملات کیلئے کسی مشرک کو کاتب مت بنانا اور شارح سیر کبیر نے کہا کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں بدلیل اس ارشاد الہی کہ "(اے ایمان والو!) غیروں کو اپنا ازدار مت بناؤ"۔ کتاب الاضحیہ میں آ رہا ہے کہ کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی کہ امور دینیہ میں کافر سے مدد نہیں مانگنی چاہئے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول یہ حدیث مرتبہ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ بیشک ہم مشرک سے مدد نہیں طلب کرتے، اور تحقیق خائن کو متولی بنانے کی حرمت معلوم ہو چکی ہے اور ہمارا رب عزوجل یہ ارشاد فرماتا ہے کہ "وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے" اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ ردالمحتار پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

اقول: وبالله التوفيق عدم اشتراط للصحة لا يستلزم عدم اشتراطه للحل وقد تقدم في كتاب الزکوٰۃ باب العاشر تحريم جعل كافر عاشر الان فيه تعظيمه وهو حرام وعن شرح السیر الكبير ان امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تتخذ احدا من المشركين كاتبا علی المسلمین قال وبه نأخذ لقوله تعالی لا تتخذوا باطناء من دونكم ویأتی فی الاضحیة کر ذبح کتابی وتعلیلہ بانه لا ینبغی ان یستعان بالكافر فی امور الدین وقد صح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لا نستعين بمشرك وقد علم تحريم تولیة الخائن وهذا ربنا عزوجل یقول "لا یالونکم خیالاً" واللہ الموفق^۲ اھ ما کتبت علیہ۔

اس سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا کہ کافر کو متولی کیا جائے تو ہو جائے گا مگر اسے متولی کرنا، کوئی امر دینی

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الخامس فی ولاية الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳/۸۰۸

^۲ جد المستار علی ردالمحتار

اس کو اختیار میں دینا حرام ہے اور اسے معزول کرنا واجب، نہ کہ خاص مسجد پر کہ اعظم اوقاف دینیہ ہے مؤذن گریباں گرفتار کہ ہین سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دین (بے دین) کا گریبان پکڑا کہ خبردار! کتے اور مسجد کا کیا تعلق اے عقل اور دین نہ رکھنے والے۔ ت) ہندو سے کسی کاروباری میں مدد نہ لی جائے گی وہ اس میں مسجد و مسلمانان پر اپنا احسان سمجھے گا۔ اللہم لاتجعل لفاجر علی یداً^۱ (اے اللہ! مجھ پر کسی فاجر کا احسان مت رکھ۔ ت) دعائے ماثورہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

از مراد آباد توسط حاجی امیر اللہ صاحب

مسئلہ ۳۶۵ تا ۳۶۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید ایک مسجد کا جس کی آمدنی مستقل زائد از بیس روپے ماہوار ہے مدت سے متولی ہے، مسجد میں قطعی بندوبست نماز کا بغیر صلوٰۃ جمعہ نہیں، جس کا دل چاہا خواہ فاسق معلن ہو یا بے علم اس نے امامت کر لی، اور اکثر اوقات نزاع و فساد در بارہ امامت و وقت رہتا ہے، متولی مذکور صراحۃً و کنیۃً ان مکروہات کے انسداد کے واسطے فہمائش منجانب مصلیان ہوئی بھی تو قطعی خیال نہ کیا، زیادہ سے زیادہ مسجد کے خرچ میں درمیان پانچ یا چھ روپیہ ماہوار کے آتا ہے، علاوہ اس کے مسجد کی خدمت در بارہ صفائی بھی کماحقہ نہیں ہوتی بلکہ پانی سقایہ و نیز اس کا سرما میں گرم ہونا بیشتر چندہ سے ہوتا ہے۔ پس ایسی حالت میں متولی مذکور قابل رہنے کے ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی آمدنی کا روپیہ کس شخص کو خواہ متولی ہو یا دیگر اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مسجد کی آمدنی اتنی معقول ہو اس میں اگر دوسرا شخص بطور چندہ یا اپنی طرف سے مسجد کی خدمت کرے تو وہ ماجر ہوگا یا نہیں اور مسجد اس چندہ کو شرعاً قبول کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر متولی لطائف الحیل سے ضروریات مسجد کو ٹال دے یعنی نماز و امامت اور باوجود ضروریات دین اور نیز فہمائش کے مسجد کی خدمت کماحقہ ادا نہ کرے نہ خود امامت کرے بلکہ دن رات نفسانی ہو او ہوس میں مشغول رہے اور اسی بناء پر امامت سے اعراض کرے تو اس کا کیا حکم ہے و شرع شریف کے نزدیک ایسا متولی قابل رکھنے کے ہے یا نہیں؟

^۱ اتحاف السادة المتقين كتاب المحبة بيان حقيقة المحبة الخ دار الفكر بيروت ۹/ ۵۵۴

(۵) محض خالصاً لوجہ اللہ والناس جواب ہونا چاہئے انہیں صورتوں میں جب کہ امام مقتدیوں سے ضروریات شرعیہ میں ہر طرح سے کم ہے اور پھر بھی امام بنائے تو علاوہ نماز خراب ہونے کے متولی بھی اس گناہ میں مآخوذ ہوگا یا نہیں؟ اور اول مقتدیوں کی نماز جو اس امام سے علم و فضل میں زائد ہیں کس درجہ تک ناقص ہوگی یا قطعی نہ ہوگی؟

(۶) اگر کوئی شخص شرارتاً و باغوائے متولی قبروں پر مع جو تیاں چڑھتا ہو اور ہانڈی کا دھون، پان کی گال، استنجا قبروں پر کرتا ہو تاکہ اوروں کو جو اس شرارت سے روکتے ہیں ایذا ہو تو ایسے شخص اور متولی کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) جب کہ مسجد کی آمدنی بیس^۲ روپیہ ماہوار سے زائد ہے اور متولی صرف پانچ چھ روپے خرچ کرتا ہے باقی کا پتا نہیں دیتا اور مسجد کی ضروریات مثل صفائی وغیرہ معطل رہتے ہیں یا چندہ سے ہوتے ہیں تو اس کا ظاہر حال خیانت ہے اگر وجہ معقول و حساب صحیح پیش نہ کرے معزول کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے:

متولی خائن سے ولایت وجوباً واپس لے لی جائیگی اگر وہ خود واقف ہو لہذا غیر واقف سے تو بدجہ اولی ولایت واپس لینا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	یینزع وجوباً ولو الواقف فغیرہ اولی لو غیر مأمون ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسجد کی آمدنی کو کوئی شخص اپنے ذاتی صرف میں نہیں لاسکتا مگر متولی بقدر اجرت مثل یعنی اتنے کام پر عرف میں کیا ماہوار ہوتا ہے اتنا پاسکتا ہے۔

(۳) پاک مال نیک نیت سے مسجد کی خدمت کرنے والا ضرور مآجور ہے اور مسجد اسے قبول کر سکتی ہے اگرچہ مسجد کی آمدنی کثیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) امامت ذمہ متولی لازم نہیں اور ہوا و ہوس اگر تاحد فسق نہ ہو مانع تولیت نہیں اور ضروری خدمتوں میں تقصیر یا بر بنائے عجز ہوگی یا بر بنائے بے پروائی دونوں صورتوں میں لائق عزل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) مفضول فاضل کی امامت کر سکتا ہے جب کہ شرائط صحت و جواز امامت کا جامع ہو اس سے فاضل کی نفس نماز میں کوئی نقص آئے گا نہ متولی پر اس کا الزام ہے، ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

کے ہوتے ہوئے مفضل کو امام کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ:

من استعمل علی عشرة من فيهم ارضى منه الله تعالى فقد خان الله ورسوله والمؤمنين ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو افسر کیا کہ نظر شرع میں اس سے بہتر ان میں موجود تھا تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمان سب کی خیانت کی۔

(۶) قبر مسلم کا ادب واجب ہے اس پر استنجا کرنا حرام ہے اس پر لال یا دھون ڈالنا تو بین ہے، اس پر بلا ضرورت و مجبوری شرعی پاؤں رکھنا ناجائز ہے، نہ کہ معاذ اللہ اس پر جوتا پہننے چڑھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علی جبرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر ^۲ ۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	بیٹک تم میں کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (اس کو مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لان امشی علی جبرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم ^۳ ۔	بیٹک مجھے آگ یا تلوار پر چلنا مسلمانوں کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔

اس میں بکثرت احادیث و روایات ہمارے رسالہ اہلاک الوہابیین^۴ میں ایسا کرنے والا سب سے سخت عذاب کا مستحق ہے اور متولی کہ ایسے فعل کا انگو اکرتا ہے اس سے بھی بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۴۱۶۵۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۹/۶

کنز العمال میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ایما رجل استعمل رجلا علی عشرة انفس علم ان فی العشرة افضل ممن استعمل فقد غشی اللہ وغشی رسوله وغشی جماعة المسلمین جبکہ متدرک حاکم میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: من استعمل رجلا من عصابة وفي تلك العصابة من هو ارضى لله منه فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنين۔ ملاحظہ ہو جلد ۴ ص ۹۲ مطبع دار الفکر بیروت۔

^۲ صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی النهی عن الجلوس علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۲

^۳ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی النهی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

^۴ رسالہ ہذا (اہلاک الوہابیین) فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جلد ۹ ص ۴۲۹ پر موجود ہے۔

مسئلہ ۳۶۶: از بریلی بہاری پور معماران مسئلہ رحیم بخش صاحب ۵ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص کی معرفت جو بہت معزز صاحب تھے کام مسجد کے واسطے خشت خریدی گئی اور وہ خشت مسجد کے کام میں آئی، روپیہ اسکا جو مسجد کے چندہ کا جمع تھا ان صاحب کو دے دیا گیا۔ اس شخص نے روپیہ مالک بھٹے کو نہیں دیا اپنے پاس صرف کر لیا۔ مالک بھٹے نے نالش مہتمم مسجد پر کردی آخر کارڈ گری مہتمم مسجد پر ہو گئی اور اس کا روپیہ جس قدر تھا وہ مہتمم مسجد نے فی الحال دیا اب مہتمم مسجد وہ روپیہ کس طرح سے وصول کرے اور وہ شخص کہ جس نے روپیہ اپنے پاس صرف کر لیا ہے۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب:

بیان سائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نالش کا روپیہ اس نے اپنے مال سے دیا اس کا معاوضہ زر مسجد سے نہیں لے سکتا، وہ شخص جس نے روپیہ مار لیا اس سے حتی الامکان مسجد کا روپیہ وصول کرے وہ غاصب ہے، مرتکب غصب مستحق غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۶۷: از سسوان ضلع بدایوں مرسلہ مولوی سید پرورش علی صاحب ولد مولوی سید عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

- (۱) متولی وقف کے مسکن و صندوق سے مال وقف چوری کیا تاوان لازم یا نہیں؟
- (۲) مدرسین وقف کو دو چار چھ ماہ کی پیشگی تنخواہ دینا روایا ناروا؟
- (۳) متولی کو مال وقف بطور قرض اپنے صرف میں لانا پھر ادا کرنا روایا ناروا؟
- (۴) مال وقف سے کسی مسلمان کو قرضہ دینا روایا ناروا؟
- (۵) کتب وقف ایک مدرسہ دوسری جگہ مستعار دینا روایا ناروا؟
- (۶) دو مدرسوں کے متولی کو ایک وقف کا مال دوسرے میں صرف کرنا بطور قرض روایا ناروا؟ اور وقف دونوں وقف کے جدا جدا ہیں۔
- (۷) زمین مشترک کا روپیہ ایک شریک وصول کرتا ہے قبل تقسیم اپنے صرف میں لانا یا کسی مسلمان کو اس میں سے قرض دینا جائز یا نہ؟
- (۸) تعمیر مدرسہ کے واسطے بمشورہ مسلمین قرض لینا روایا ناروا؟ حنفی کی معتدات سے جواب عنایت ہو مع حوالہ کتاب۔ بینوا

توجروا۔

الجواب:

(۱) اگر متولی نے کوئی بے احتیاطی نہ کی تو اس پر تاوان نہیں لانہ کالوصی امین فالقول قوله بیسین (کیونکہ وہ (متولی) وصی کی طرح امین ہے تو قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی۔ ت) اور اگر بے احتیاطی کی مثلاً صندوق کھلا چھوڑ دیا غیر محفوظ جگہ رکھا تو اس پر تاوان ہے لان الامین بالتعدی ضمین (کیونکہ تعدی کی وجہ سے امین پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ ت)

(۲) روا نہیں مگر جہاں اجازت واقف یا تعامل قدیم ہو لانہ یحصل علی المعهود من عند الواقف (کیونکہ یہ خود واقف کی طرف سے معہود پر محمول ہوگا۔ ت)

(۳) حرام حرام لانہ تعدی علی الوقف والقیم اقیم حافظ لامتلف (کیونکہ یہ وقف پر تعدی ہے حالانکہ متولی کو بطور محافظ مقرر کیا جاتا ہے نہ کہ ضائع کرنے والا۔ ت)

(۴) نہ، لانہ صرف فی غیر المصروف (کیونکہ یہ غیر مصرف میں صرف کرنا ہوا۔ ت)

(۵) شرط واقف کا اتباع کیا جائے گا اگر منع کر دیا ناجائز ہے، اور اگر یہ شرط کر دی کہ کتاب جو عاریۃ لے جانا چاہے اتنا مال اس کے عوض گویا بطور گروی رکھا جائے تو یونہی کیا جائے گا بے اس کی اجازت نہیں اور اگر بلا شرط عاریۃ کی اجازت قوم یا اشخاص خاص کو دی تو انہیں کے لئے اجازت ہوگی اور عام تو عام لقولہم شرط الواقف کنص الشارع^۱ والمسألة فی الاشباہ والنہر والدر المختار ورد المحتار وهذا حاصل ما تقرّر (بسبب فقہاء کے اس قول کے کہ شرط واقف وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح ہے اور یہ مسئلہ اشباہ، نہر، در مختار اور رد المحتار میں ہے جو کچھ اس پر وہاں تقریر کی گئی یہ اس کا خلاصہ ہے۔ ت) (۶) ناجائز ہے،

قرض دینا تبرع ہے اور تبرع فی الحال تلف کرنا ہے جبکہ متولی تو حفاظت کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تلف کرنے کے لئے اور واقف وجہت وقف کے اختلاف کا مسئلہ تنویر، در اور جلیل القدر ضخیم کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)	لان الاقراض تبرع والتبرع اتلاف فی الحال والنظر للنظر لالاتلاف ومسألة اختلاف الواقف الوجهة مذکورة فی التنویر والدرود دائرة فی الاسفار الغر۔

^۱ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰، الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الاولى ادارة القرآن

(۷) اپنے حق تک صرف کر سکتا ہے۔

(۸) متولی کو وقف پر قرض لینے کی دو شرط سے اجازت ہے ایک یہ کہ امر ضروری و مصالح لابدی وقف کے لئے باذن قاضی شرع قرض لے اگر وہاں قاضی نہ ہو خود لے سکتا ہے، دوسرا یہ کہ وہ حاجت سوائے قرض اور کسی سہل طریقہ سے پوری نہ ہوتی ہو مثلاً وقف کا کوئی ٹکڑا اجارہ پر دے کر کام نکال لینا۔ درمختار میں ہے:

لاتجوز الاستدانة على الوقف الا اذا احتيج اليها لمصلحة الوقف كتعديل وشراء بذر فيجوز بشرطين، الاول اذن القاضى فلو يبعد منه يستدين بنفسه، الثانى ان لا تتيسر اجارة العين والصرف من اجرتها والاستدانة القرض والشراء نسيئة¹۔	وقف پر قرض لینا متولی کو جائز نہیں مگر اس وقت جائز ہے جبکہ اس کی حاجت ہو جیسے وقف کی مرمت یا زمین وقف میں کاشت کے لئے بیج خریدنا، تو اس صورت میں دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے شرط اول یہ ہے کہ اذن قاضی سے قرض لے اگر قاضی دور ہو تو متولی از خود قرض لے سکتا ہے، شرط ثانی یہ ہے کہ عین وقف کو اجارہ پر دینا اور اس کی اجرت سے خرچ کرنا ممکن نہ ہو۔ استدانت سے مراد قرض لینا اور شراء سے مرداد ہار پر خریدنا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المختار انه اذا لم يكن من الاستدانة بد تجوز بامر القاضى ان لم يكن بعيدا عنه، اما ماله منه بد كالصرف على المستحقين فلا كما في القنية الا امام و الخطيب والمؤذن فيما يظهر لقوله في جامع الفصولين لضرورة مصالح المسجد اهو الا الحصير والزيت بناء على القول بانهما من المصالح وهو الراجح، هذا خلاصة ما اطل في البحر² اهو والله تعالى اعلم۔	مختار یہ ہے کہ اگر قرض کر لینے سے چھٹکارا نہ ہو تو قاضی کی اجازت سے جائز ہے جبکہ قاضی دور نہ ہو لیکن اگر اس سے چھٹکارا ہو سکتا ہے تو جائز نہیں جیسے مستحقین پر خرچ کرنے کے لئے قرض لینا جیسا کہ قنیه میں ہے۔ مگر امام، خطیب اور مؤذن پر خرچ کرنے کے لئے قرض لینا جائز ہے جیسا کہ جامع الفصولین کے قول سے ظاہر ہے کیونکہ اس میں مسجد کی مصلحت ہے اھ اور اسی طرح مسجد کے لئے چٹائی اور تیل وغیرہ کے لئے قرض لینا بھی جائز اس قول کی بناء پر کہ یہ مصالح مسجد میں سے ہیں اور یہی رائج ہے، یہ بحر کی طویل بحث کا خلاصہ ہے اھ والله اعلم (ت)

¹ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۱

² ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۹

مسئلہ ۳۷۵:

مسئلہ فیض رسول خاں ساکن چاند پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی حسین خاں نے عرصہ اکتیس سال سے تحریر تولیت نامہ حقیقت موضوع پر تیت پور پر گنہ نواب گنج محلہ باغ کے قابض کر کے متولی مقرر کر دیا، بعدہ پندرہ برس کے ولی حسین خاں فوت ہوئے اس کے بعد کو بھی متولی بدستور پندرہ سال تک اور کام تولیت کا انجام دیتا ہے اور اب تک قابل انجام وہی کام تولیت کے ہے۔ اب تقی حسین خاں پسر ولی حسین خاں نے جبر ناجائز دے کر متولی سے دستبرداری لکھائی اور جائداد موقوفہ سے ایک باغ رد کر کر اپنے ملازم سے مشتری باغ ظاہر کرایا اور آمدنی خیر کو مصارف ناجائز میں صرف کرنا شروع کیا۔ جواب بالا میں متولی سابق برخواست ہو سکتا ہے اور تقی حسین خاں قابل تولیت کے ہو سکتا ہے اور تصرف ناجائز آمدنی خیر میں عند اللہ و عند الرسول کے کیا احکام ہیں؟

الجواب:

دستاویز دست برداری ملاحظہ ہوئی وہ دست برداری مطلق نہیں بلکہ بحق تقی حسین خاں ہے اور پیش قاضی بقبول قاضی نہیں بلکہ بطور خود ہے اور مرض الموت متولی میں نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت میں کی ہے اور دستاویز وقف ملاحظہ ہوئی، اس میں واقف سے متولی کو کوئی اختیار اپنے عزل اور دوسرے کے نصب کا نہیں دیا۔ پس دست برداری مذکور محض مردود و باطل ہے اس سے نہ فیض رسول خاں کی تولیت زائل نہ تقی حسین خاں کو اصلاً کوئی حق حاصل بلکہ فیض رسول خاں بدستور متولی اور تقی حسین خاں نرا جغبی ہے اگرچہ وہ بددیانتی بھی نہ کرے اور بحال بددیانتی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے خود واقف بھی اگر متولی ہوتا فوراً نکال دیا جاتا نہ کہ دوسرا شخص۔ در مختار میں ہے:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاماً صحح والا لا یصح ^۱ (ملخصاً)	متولی نے اپنی زندگی میں کسی اور کو اپنی جگہ متولی بنانا چاہا اگر تو اس کو واقف کی طرف شرط کے تحت عام تفویض تولیت کی اجازت حاصل ہے تو صحیح ورنہ نہیں۔ (ملخصاً)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

معنی العیوم کہاں فی النفع الوسائل انہ	عموم کا معنی جیسا کہ نفع الوسائل میں ہے یہ ہے

^۱ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

ولاء واقامہ مقام نفسه، وجعل له ان يسندہ الى من شاء ففي هذه الصورة يجوز التفويض منه في حال الحيوة ¹ ۔	کہ واقف نے اس کو متولی بنایا اور اس کو اپنے قائم مقام کر دیا اور اسے اختیار دیا کہ وقف کو جس کی طرف چاہے منسوب کر دے تو اس صورت میں اس کو اپنی زندگی میں تفویض تولیت جائز ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

الفرغ مع التقرير من القاضى عزل لا تفويض ويدل عليه قوله في البحر اذا عزل نفسه عند القاضى فانه ينصب غيره وبه ظهران قولهم لا يصح اقامة المتولى غيره مقامه في حياته وصحته مقيد بما اذا لم يكن عند القاضى، ولا يرد ان العزل يكفى فيه مجرد علم القاضى لان الفراغ عزل خاص مشروط فانه لم يرض بعزل نفسه الا لتصوير الوظيفة لمن نزل له عنها ² اھ مختصراً۔	متولی کا فارغ ہونا جبکہ قاضی دوسرے کو مقرر کرے عزل ہے تفویض نہیں اسی پر دلالت کرتا ہے بحر میں اس کا قول کہ اگر متولی نے قاضی کے پاس خود کو معزول کر لیا تو قاضی کسی دوسرے کو مقرر کرے، اسی سے ظاہر ہوا کہ فقہاء کا یہ قول کہ متولی اپنی زندگی میں حالت صحت میں غیر کو اپنے قائم مقام نہیں کر سکتا مقید ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ قائم مقام کرنا قاضی کے پاس نہ ہو۔ اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ عزل میں تو صرف قاضی کو علم ہونا کافی ہے عدم ورود کی وجہ یہ ہے کہ فراغ ایک خاص مشروط عزل ہے کیونکہ متولی اپنی معزولی پر صرف اس صورت میں رضامند ہوا کہ ولایت اسی کی طرف منتقل ہو جس کے لئے اس نے معزولی اختیار کی اھ اختصاراً (ت)

در مختار میں ہے:

وينزع وجوباً بزازية، لو الواقف در، فغيره بالاولى غير مأمون ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	خائن متولی سے وجوباً ولایت لے لی جائے گی (بزازیہ) اگر وہ متولی خود واقف ہو (در) تو خیانت کے سبب غیر واقف سے بدرجہ اولیٰ ولایت لے لینا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۲-۱۳

² رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۲-۱۳

³ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

مسئلہ ۳۷۶:

مسئلہ فیض محمد صاحب محلہ بہادر گنج شاہجہان پور

۳۰ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تحویل کاروباریہ رشوت میں صرف کیا جائے اور اپنے تصرف میں لایا جائے تو ایسی صورت میں تحویل رکھنے والا یا مشورت میں شریک ہونے والا شرعاً کس تعزیر کا مستوجب ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

کیا شرعی تعزیرات یہاں جاری ہیں، کیا کوئی دے سکتا ہے تحویل اس سے نکال لینی واجب ہے، اور جو اپنے تصرف میں لایا یا خاص کار ضروری مسجد بحالت مجبوری محض کے سوار رشوت میں اٹھایا اس کا تاوان اس پر لازم ہے مسلمان اس سے توبہ لیں، نہ مانے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں ہاں اگر نہ اپنے تصرف میں لایا نہ اور کوئی تصرف بیجا کیا کسی معاملہ میں مسجد کو ضرر شدید پہنچا تھا اور بے کچھ دئے لئے کسی طرح نجات نہ تھی یوں صرف کیا تو مسجد کا اس پر کچھ الزام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷۷:

مسئلہ حاجی کریم نور محمد جنرل مرچنٹ اتوار ملوک ناگپور شہر ناگپور

۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

متولی مسجد کا کون شخص ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کیا حقوق خدمات مسجد کے ہیں؟

الجواب:

متولی مسجد ایک قادر متدین ہونا چاہئے کہ ہوشیاری دیانتداری سے کام کر سکے اوقاف مسجد کا سب نظم و نسق اس کے سپرد ہوگا نیز مسجد کی نگہداشت غورپرداخت واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۸:

از سہسوان ضلع بدایوں عبداللطیف مدرس قرآن شریف

۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

محمود الاقران نعمان الزمان دامت برکاتہم السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم متولی وقف کو مال وقف بطور قرض اپنے تصرف میں لانا یا کسی مسلمان کو قرض دینا وایا ناروا؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

متولی کو روا نہیں کہ مال وقف کسی کو قرض یا بطور قرض اپنے تصرف میں لائے۔

مسئلہ ۳۷۹ تا ۳۸۱:

یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

از شہر آگرہ محلہ کھڑکی مسئلہ محمود حسن صاحب امام جامع مسجد سابق

(۱) ایک شخص خانقاہ کی سجادگی حاصل کر کے اپنے بھائی کو ہبہ مشاع اس شرط پر کرے کہ موبوب لہ سجادہ نشین رہے اور واہب مسند نشین اور آمد ہر قسم سرکاری و نذر و فتوح وغیرہ سب بالتصیف تقسیم رہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل چلا جائیگا مگر اس موبوب لہ سجادہ نشین کی اولاد اصل واہب کی اولاد کی منع مسند نشینی کے ساتھ نذر و فتوح وغیرہ کو بالتصیف نہیں دیتی ہے کیا ایسی حالت میں

واہب موہوب لہ سے شے موہوب واپس لے سکتا ہے؟

(۲) جو اس سجادگی حاصلہ موہوبہ و مسند نشینی سے پہلے تھے ان کے حقوق وغیرہ معافیات بدستور قائم رہے اس میں کچھ رقم متعلق مرمت خانقاہ رہی موہوب لہ سجادہ نشین نے ان سوابق کو خانقاہ میں آنے اور خدمت کرنے سے منع کرا دیا یا کر دیا یا ایسے اسباب ڈالے جس سے مجبوراً ممنوع ہوئے اور مرمت وغیرہ بھی ان کی جانب سے نہ ہونے دی اور نہ کرنے دی اب سوابق مستحقین کے اولاد سے وہ (رقم مرمت جو پاتے رہے ہیں اولاد سجادہ نشین (موہوب لہ) لینا چاہتی ہے، کیا لے سکتی ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ وہ لوگ اپنی ذات سے خدمت اور مرمت کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) بعد نظر ڈالنے ہر دو قلم یہ بھی دریافت طلب ہے کہ شرعاً اس خانقاہ کا اصل راس یا کھیا کس کو سمجھا جائے اور کون ہے اولاد سوابق مستحقین موہوب لہ کی اولاد، مسند نشین اصل واہب کی اولاد؟

الجواب:

نذر و فتوح جو جسے دے اس کی ملک ہیں واہب ہو یا موہوب لہ یا ان میں کسی کی اولاد، سجادہ نشین یا کسے باشد۔ رہا معاہدہ تنصیف وہ ایک وعدہ ہے جس کی وفاء پر اصل وعدہ کنندہ بھی حکماً مجبور نہ کیا جاتا نہ کہ اس کی اولاد۔ فقد نصوا علی انہ لا جبر علی الوفاء بالوعد^۱ (مشائخ نے اس پر نص کی ہے وفاء عہد پر جبر نہیں کیا جاتا۔ ت) مگر یہاں ایک دقیقہ ہے کہ آگے ظاہر ہوگا بیان سائل سے معلوم ہوا کہ شے موہوب ملک واہب نہ تھی بلکہ جائداد وقف خانقاہ تھی اور سجادہ نشین حسب دستور اس کا متولی، اس نے اپنے بھائی کو یہ نصف ہبہ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہبہ باطل محض ہوا کہ جائداد موقوف اس کی ملک نہ تھی جسے ہبہ کر سکتا اور حق تولیت قابل ہبہ نہیں، متولی اپنی صحت میں دوسرے کو قائم مقام نہیں کر سکتا مگر اس حالت میں کہ جہت واقف سے اسے اس کا اختیار عام دیا گیا ہو۔ درمختار میں ہے:

اراد المتولی اقامة غيره مقامه في صحته ان كان التفويض له بالشرط عاماً وصح والا ^۲	متولی نے اپنی زندگی میں حالت صحت میں کسی کو اپنا قائم مقام بنانے کا ارادہ کیا، اگر واقف کی طرف سے شرط کے سبب سے عام تفویض کا حق حاصل ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں (ت)

تو اگر واہب کے لئے اختیار حسب شرط واقف یا تعامل قدیم کی دلیل شرط واقف ہے حاصل نہ تھا تو اس کا

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارہ الباب السابع فی الاجارۃ ثورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۲۷

^۲ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۹

اپنے بھائی کو سجادہ نشین کرنا باطل محض ہوا بلکہ وہی واجب بدستور سجادہ نشین رہا،

فأنه جعله مستقلاً ولا يجوز ولا ينزل بعزل نفسه إلا عند قاضى الشرع ولا قاضى ثمه۔	اس لئے کہ اس نے اسے مستقل کیا ہے نہ کہ وکیل حتی کہ جائز ہوتا اور خود کو معزول کر لینے سے معزول نہیں ہوتا مگر اس وقت جبکہ قاضی شرع کے پاس ایسا کرے اور یہاں قاضی شرع موجود نہیں (ت)

اس صورت میں جو مذکور وفتوح موبہوب لہ کو دی جائیں اگر دینے والا خود اس کی ذات کو دیتے وہ اس کی ملک تھیں اور اگر نذر سجادہ بحیثیت سجادہ نشینی دیتے تو اس کو ان کا لینا جائز نہ تھا کہ وہ واقع میں سجادہ نشین نہ ہوا،

ومن اعطى احدا بطن وصف ولم يكن فيه لم يحل له اخذه كما حققه في احياء العلوم وغيره۔	اگر کوئی شخص کسی شخص میں کوئی وصف گمان کر کے عطیہ دے اور وہ وصف موبہوب لہ میں نہ ہو تو اس کو یہ عطیہ لینا جائز نہیں، جیسا کہ احياء العلوم وغیرہ میں اس کی تحقیق کی گئی ہے (ت)

اس صورت میں واپس لینے کے کوئی معنی نہیں کہ وہ دینا ہی صحیح نہ ہوا واپسی تو دینے کے بعد ہے۔ ہاں اگر واجب کو حسب شرط واقف اس کا اختیار بھی تھا تو بھائی کی شرکت صحیح ہو گئی اور واپسی کا اختیار نہیں مگر یہ کہ واقف نے یہ اختیار بھی دیا ہو۔ درمختار میں ہے:

ان كان التفويض له عاماً صح ولا يملك عزله الا اذا كان الواقف جعل له التويز والعزل ² ۔	اگر اس کو تفویض عام حاصل ہے تو صحیح ہے اور وہ اس کو معزول نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ واقف نے اس متولی کو تفویض وعزل دونوں کا اختیار دیا ہو (ت)

(۲) جو بحکم واقف یا حسب عمل درآمد قدیم واقف میں کوئی حق شرعی رکھتے تھے وہ بلا وجہ شرعی کسی کے ممنوع کئے ممنوع نہیں ہو سکتے۔ بحر الرائق ورد المختار میں ہے:

استفید من عدم صحة عزل الناظر	متولی وقف کو بلا جرم معزول کرنے کی عدم صحت

¹ احياء العلوم کتاب الزهد والفقر ۳/ ۲۰۸، کتاب الحلال والحرام ۲/ ۱۵۴، کتاب اسرار الزکوٰۃ ۳۲۳ مطبعة المشهد الحسيني القاهرة مصر

² درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

بلاجنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة وعدم اهلية ^۱	سے معلوم ہوا کہ وقف میں کسی صاحب وظیفہ کو جرم اور عدم اہلیت کے بغیر معزول کرنا صحیح نہیں۔ (ت)

(۳) مستحقین اپنے اپنے حقوق لینے تک کے مختار ہوتے ہیں اصل و راس وہی متولی اوقاف ہے جس کا بیان جواب سوال اول میں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸۲: مرسلہ نقی احمد صاحب قصبہ سندیلہ ضلع ہر دوئی محلہ اشراف ۱۹ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں:

- (۱) زید منتظم و بانی جائداد انجمن اسلامیہ جو کہ منجانب گروہ اسلام قائم ہوئی تھی تھا اور عمر و امین جائداد کا تھا۔
- (۲) بکروغیرہ جو کہ متولی گروہ اسلام تھے پانچ سال کے حساب فہمی کا دعویٰ زید منتظم و عمر و امین پر کیا اور کاغذات طلب کئے۔
- (۳) ہر دو مدعا علیہم نے جواب دیا کہ تم مستحق حساب فہمی نہیں ہو کیونکہ کل جائداد میرے اہتمام و کوشش سے حاصل ہوئی۔
- (۴) عدالت سے کاغذات طلب ہوئے عمر و امین روپوش ہو گیا اور کاغذات نہیں دئے عدالت نے بہ ثبوت یک طرفہ مدعا علیہم پر ڈگری کر دی۔

(۵) بعد ڈگری اس ڈگری کی بابت ثالثی ہوئی جس میں زر ڈگری چوتھائی قائم رہا اور زید منتظم نے بوجہ روپوش ہونے عمر و کے کل روپیہ مطابق فیصلہ ثالثی ادا کر دیا۔

(۶) اب زید منتظم و عمر و امین کا انتقال ہو گیا اور جو کاغذات امین کے قبضہ میں تھے وہ برآمد ہوئے ان کاغذات کی رو سے بمقابلہ ادا شدہ رقم کے بہت کم روپیہ مطالبہ مدعیان کا ذمہ منتظم و امین برآمد ہوتا ہے آیا شرعاً بروئے کاغذات بقدر مطالبہ ذمہ منتظم و امین نکلے تو رقم ادا شدہ کے بعد جس قدر باقی رہے ان کے ورثہ سے جب کہ جائداد چھوڑی ہو مدعیان رقم پانے کے شرعاً مستحق ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح اگر منتظم نے زائد روپیہ داخل کیا ہو تو شرعاً واپس پانے کا حق ورثاء منتظم کو ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو وا۔

الجواب:

جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوتا ہے باقی ان کے ترکہ سے لیا جائے گا اور اگر اول سے زیادہ لے لیا گیا ہے تو جتنا زیادہ ہو انہیں واپس دینا واجب ہے۔

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی، یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس لئے لے جاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناحق کھاو۔ (ت)	قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تردھا ^۱ ۔ وقال تعالیٰ "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِنَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ" ^۲ ۔

عقود الدریہ میں ہے:

کسی شخص نے دوسرے کو کوئی شے دی یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کو یہ شے دینا مجھ پر لازم ہے تو اس کو واپس لینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	من دفع شیئاً ظاناً انہ علیہ کان لہ ان یستردہ ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸۳: مرسلہ حکیم محمد حیات خان صاحب آگرہ کوچہ حکیمان حیات منزل ۱۱ بیچ الاول شریف ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منجملہ پانچ متولیان اوقاف کے جو بحیثیت ایک انجمن کے کثرت رائے پر کام کرتے ہوں اگرچہ ایک علانیہ سود کھاتے ہوں اور خلاف منشاء واقف خرچ کئے جانے پر مصر ہوں اس قابل ہیں کہ عندالشرع متولی رہ سکیں۔ متذکرہ بالا متولی صاحب کا جو علانیہ سود کھاتے ہیں یہ فعل کہ مسجد جامع وغیرہ میں جو ان کے زیر نگرانی ہیں حسب موقع اپنے خرچہ سے عام مسلمانوں کو برف وغیرہ پلاتے ہیں آیا عندالشرع اس قابل ہے کہ دیگر متولیان اسے روکیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ وہ شخص ہر گز متولی رہنے کے قابل نہیں اور اس کا معزول کرنا واجب۔ درمختار میں ہے:

^۱ جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء ان العاریة موداة بین کفنی دہلی ۱/ ۱۵۲

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

^۳ العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة کتاب الشریکة ۱/ ۹۱ و کتاب الوقف ۱/ ۲۲۹، ۲۲۷ و کتاب المداینات ۲/ ۲۴۹ ارگ بازار قندھار

اس کو وجہ وقف سے نکال دیا جائے گا اگرچہ وہ خود واقف ہی ہو (درر) جبکہ وہ امین نہ ہو تو غیر واقف اگر خائن ہو تو بدرجہ اولیٰ اس کو نکال دینا واجب ہوگا۔ (ت)	یمنع وجوباً لوالواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون ^۱ ۔

اپنے خرچ سے مسلمانوں کو برف پلانا کوئی امر معیوب نہیں بلکہ نیت حسن ہو تو مستحسن ہے مگر وقف کی آمدنی سے حرام ہے جبکہ شرائط وقف کے تحت میں داخل نہ ہو اور مسجد میں بہ مجمع نہ ہونا چاہئے کہ غل شور کا بھی احتمال ہے، اور مسجد میں غیر معتکف کو کھانا پینا بھی نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸۴: از موضع درو ضلع نینی تال تحصیل کچھا مسئولہ ثروت یار خاں صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک جائداد وقف کے متولی واحد کے انتقال پر تین متولیان بموجب شرط دستاویز وقف پیدا ہوئیں اور دیگر جائداد میں چھ وارث قائم ہوئے مقدمہ داخل خارج وقف پر منجملہ چھ وارثوں کے دو وارثوں نے جائداد وقف کو متروکہ قرار دیا اور وقف کے خلاف کوشش کی اور منجملہ انہیں چھ وارثوں کے تین وارث جائداد وقف کے متولیان میں سے دو متولیان نے وقف قائم رکھنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ہوئے ایک متولی خاموش رہا جن وارثوں نے کوشش خلاف وقف متروکہ قائم ہونے کے لئے کی تھی وہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک بھائی کے لڑکے کی وہ متولیہ جو کہ خاموش رہی وقت داخل خارج وقف مذکور منکوحہ تھی جس سے یہ اندیشہ دو متولیان اور مسلمانان کو تھا اور ہے کہ اگر جائداد وقف متروکہ قرار پائی گئی تو متولیہ خاموش کو یہ نفع ذاتی پہنچے کہ اس کے دونوں خسر جو وارث ہیں حصہ دار جائداد وقف میں بن جائیں اور وقف کو نقصان پہنچے کہ اس وجہ سے آئندہ بھی نقصان کا خیال ہے اب دوسرا مقدمہ واسطے نمبر داری برائے تعمیل شرائط وقف چل رہا ہے تو ایسی صورت میں جو کہ اوپر ظاہر کی گئی ہے کون متولیہ نمبر دار مقرر ہونے کے لائق ہے اور کون تولیت سے خارج ہونے کے قابل ہے اور وہ شخص جو خاموش متولیہ کی طرف سے سربراہ کار مقرر ہونا چاہتا ہے جو خسر اس کا ہے اور وقف کے خلاف متروکہ قائم ہونے کی کوشش کر چکا ہے سربراہ کار مقرر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

جو خلاف وقف کوشش کر چکا وہ ہر گز سربراہ کار نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ اگر خود متولی یا خود واقف ایسا کرتا واجب تھا کہ فوراً نکال دیا جاتا۔ در مختار میں ہے:

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

متولی وقف اگر امین نہ ہو تو اس کو ولایت سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو، اگر متولی غیر واقف ہے تو بدرجہ اولیٰ نکالنا واجب ہے (ت)	ینزع وجوباً بالواقف فغیرہ بالولی غیر مامون ^۱ ۔

ایک متولیہ کا خاموش رہنا اگر ثابت ہو کہ اس نیت فاسدہ سے تھا تو اس کا اخراج بھی واجب ہے، ہاں اگر بوجہ مجبوری ساکت رہی تو حرج نہیں، نمبر داری شرعی مسئلہ نہیں، ہاں جائز متولیوں سے باہر کوئی شخص نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸۵ تا ۳۸۸: از جلیپور اومتی کا پل مرسلہ محمد نمبر خاں ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) زید نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کردی اور کچھ پتھر بھی برائے تعمیر مسجد دئے، زمین اور پتھروں کی قیمت تقریباً ۲۰۰ مالہ ہوں گے، اور عمرو نے اپنی ذات خاص سے بالکل مسجد باقاعدہ اور ایک حجرہ بھی تیار کر کے دونوں کو وقف کر دیا جس میں غالباً پانچ ہزار روپیہ صرف ہوا ہوگا بعدہ زید کے کہنے سے عمرو نے زید کے نام سے واسطے نگرانی مسجد ایک کاغذ جسٹری شدہ تحریر کر دیا اور مسجد تیار ہوئے بارہ برس ہوئے جب سے ہر طرح کے خرچ کا کفیل مثل چراغ تنخواہ امام و مؤذن و رمضان شریف میں حافظ کی خدمت و تقسیم شیرینی اور بھی درمیان میں مسجد کے متعلق جو ضرورت ہوا کرتی ہے عمرو صرف اپنی ذات سے صرف کرتا ہے اور عمرو نہایت خلیق پابند صوم و صلوة با خدا شخص ہے اور عمرو زید کے افعال سے واقف نہ تھا کیونکہ زید بڑا فتنہ انگیز، حاسد، غیبت کنندہ، جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا اور مسجد پر اپنی حکومت جتانے والا، ایک نہ ایک شرارت پیدا کرنے والا ہے، اس صورت میں متولی کس کو شرع شریف قرار دیتی ہے اور وہ جسٹری زید کی بموجب شرع شریف کار آمد ہے حالانکہ اہل محلہ اور اہل جماعت عمرو کا متولی ہونا پسند کرتی ہیں؟

(۲) صرف زید کے حکم سے پیش امام و مؤذن مقرر ہو سکتے ہیں یا برخاست ہو سکتے ہیں یا کل اہل جماعت کی رائے سے؟

(۳) پیش امام کے موجود ہوتے ہوئے زید شرارتاً امامت کرتا ہے زید کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟

(۴) زید کی امامت درست ہے یا نمازی اپنی اپنی نماز بوجہ کراہت دہر لیا کریں؟

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/ ۳۸۳

الجواب:

(۱) اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید فتنہ گر، شریر، مفرق جماعت ہے تو وہ ہر گز تولیت مسجد کے قابل نہیں، اس کا معزول کرنا واجب ہے۔ در مختار میں ہے:

ینزع وجوباً لو الواقف غیر مأمون ^۱ ۔	حائناً متولی کو ولایت وقف سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو۔ (ت)

(۲) مؤذن و امام جس کے مقرر کئے شرعاً ان منصوبوں کے لئے زیادہ لائق ہوں انہیں کو ترجیح ہوگی اور اگر یکساں ہوں تو زید کے مقرر کردہ مرجح ہیں کہ اصل مسجد یعنی زمین اسی کی وقف ہے، در مختار میں ہے:

البانی للمسجد اولى من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عين القوم اصلح ممن عينه البانی ^۲ ۔	مسجد کا بانی مسجد کے امام و مؤذن کی تقرری میں باقی لوگوں کی نسبت اولیٰ ہے یہی قول مختار ہے مگر جب قوم کا مقرر کیا ہو امام یا مؤذن بانی کے مقرر کئے ہوئے سے افضل اور زیادہ صلاحیت کا حامل ہو تو وہی بہتر ہے۔ (ت)

مگر جب کہ مؤذن و امام تنخواہ دار ہیں اور تنخواہ انہیں عمر دیتا ہے تو استحقاق تنخواہ اسی کو ہوگا جسے عمر و مقرر کرے، اس پر لازم ہے کہ اسے پسند کرے جو شرعاً زیادہ مناسب ہو اور تنخواہ دار کی برخاستگی بھی عمر و کی رائے پر ہوگی، لہٰذا وہ المستاجر فلیس لثالث فسخها (کیونکہ وہی کرایہ پر لینے والا ہے تو تیسرے شخص کو فسخ اجارہ کا حق نہیں۔ ت)

(۳ و ۴) اگر زید سے علانیہ فسخ ثابت ہو تو اس کی امامت اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ تبیین الحقائق میں ہے:

فی تقدیبه تعظیبه وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً ^۳ ۔	فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنے میں اس کی تح۔ ظیم ہے جبکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسقوں کی توہین واجب ہے (ت)

اور اگر زید میں کوئی وجہ مانع امامت نہیں مگر امام مقرر کردہ اس سے افضل و اولیٰ ہے اور اس وجہ سے

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

^۳ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامة المطبعة الکبریٰ الامیریہ بلاق مصر ۱/ ۱۳۴

اہل جماعت امام کے ہوتے زید کی امامت مکروہ و ناپسند رکھتے ہیں تو زید کو جائز نہیں کہ امامت کے لئے تقدم کرے لانه من امر قوما و ہم لہ کارہون^۱ (کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جس نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ اس کی امامت کو ناپسند جانتے ہیں۔ ت) مگر اس صورت میں نماز میں خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸۹: اگرنگا جھدی ڈاکخانہ دونی واڑہ تحصیل گونڈیا ضلع بھنڈارہ ملک متوسط مرسلہ محمد اسماعیل خان ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ متولی مسجد نے مسجد کے پیسہ میں خیانت کی ایسے شخص کو متولی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا متولی نے جھوٹی شہادت دی تو تولیت اسے دینا جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

جس نے جھوٹی شہادت کہی اس میں تو بہت احتمال ہیں کہ واقعی جھوٹی نہ ہو لوگ اسے جھوٹی سمجھیں یا واقع میں جھوٹی ہو مگر شہادت دینے والے نے اپنے نزدیک سچی سمجھ کر دی ہو یا کسی مصلحت اعظم کے لئے کوئی پہلو دار بات کہی ہو یا راستی فتنہ انگیز سے بچنے کے لئے مرتکب ہو یا اس شہادت سے اسے حمایت وقف مقصود ہو، اسی طرح بہت احتمال نکل سکتے ہیں جن کے باعث وہ معزولی متولی کا سبب نہ ہوگی مگر پہلی بات بالکل صاف ہے جب اس نے مال وقف میں خیانت کی اس کا معزول کرنا واجب۔ در مختار میں ہے:

ینزع وجوباً لو الواقف در فغیرہ بالاولی غیر مامون بزازیة ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	متولی اگر امین نہ ہو تو اس کو ولایت وقف سے نکال دینا واجب ہے اگرچہ وہ خود واقف ہو (درر) لہذا غیر واقف کو بدرجہ اولیٰ نکال دینا واجب ہوگا (بزازیہ) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۰: اجیر شریف محلہ خادمان چاہ ارٹھ مرسلہ سید امتیاز علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ ایک شخص مسٹی سید امیر علی متولی درگاہ تھا اور اس کی چار بیبیاں منکوحہ تھیں اول زوجہ اس کے چچا کی دختر تھی اور دوسری پٹھانی اور تیسری کاشت کار قوم چتہ کی لڑکی چھوٹی قوم سے تھی، اول زوجہ سے ایک دختر اور دوسری سے ایک پسر مسٹی شریف حسین اور تیسری سے دودختران، اور متولی مذکور کے ایک برادر علاقائی پٹھانی بیوی سے ہیں جب کہ متولی مذکور الصدر نے انتقال کیا تو اولاد مندرجہ برادر علاقائی کو چھوڑا اب برادر علاقائی

^۱ المعجم الكبير حديث ۲۱۷۷ المكتبة الفيصلية بيروت ۲/ ۲۸۲

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

مستی نثار احمد بمقابلہ پسر مستی شریف حسین کے دعویدار ہے کہ میں عہدہ تولیت کا مستحق ہوں، اب شرعاً لڑکا ہونا چاہئے یا برادر؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اگر مال کی کوئی وراثت ہو تو بیٹے کے آگے بھائی محروم ہے مگر وقف کی تولیت کوئی ترکہ نہیں، اس میں شرائط واقف پھر عملدرآمد سابق پھر صوابدید مسلمانان پر نظر ہوگی ان کے اعتبار سے جسے ترجیح ہوگی وہی متولی ہوگا بیٹا ہو یا بھائی یا غیر۔ ردالمحتار میں ہے:

(من جہلہم) قولہم خبز الاب لابنہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	ان کی جہالت کی بناء پر ہے ان کا یہ قول کہ باپ کی روٹی بیٹے کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۸ تا ۳۹۹: ازادے پور میواڑ راجپوتانہ دہلی دروازہ مرسلہ سید ضامن علی صاحب ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شہر میں مسلمانوں نے باتفاق باہمی قومی سرمایہ سے ایک مدرسہ موسومہ مدرسہ حنفیہ تعلیم دینیات جاری کیا اور اس پر انجمن اسلام کی نگرانی قائم کی گئی اور زید کو معمولی اختیارات کے ساتھ بہ نفاذ ایک دستور العمل مہتمم مدرسہ مقرر کیا۔

(۲) زید نے بظاہر بصلہ حسن کارگزاری تیسرے سال مرہیت اور پانچویں سال متولیت کا ادا حاصل کیا۔

(۳) چھٹے سال بلا استصواب قوم مدرسہ حنفیہ کو مدرسہ نظامیہ سے وابستہ کر کے رواد سالانہ میں بجائے حنفیہ کے نظامیہ لکھنا شروع کیا تاکہ زید کے تعلقات خاندان نظامیہ سے مدرسہ مخصوص سمجھا جائے۔

(۴) اس کے بعد زید نے دستور العمل نظام مدرسہ کی پابندی سے انحراف کرنا شروع کیا اور باب انجمن کو یکے بعد دیگرے ممبرانہ حیثیت سے گرانا شروع کیا۔

(۵) نویں دسویں سال اسی قوم کے جذبات مذہبی کو بذریعہ تحریر صدمہ پہنچانے لگا یعنی کھلے لفظوں میں یہ لکھ کر اطراف ہندوستان میں شائع کر دیا کہ فلاں شہر کے مسلمان کلمہ کی جگہ بتوں کا نام لیتے ہیں سجدہ کی جگہ دھوک دیتے ہیں، روزہ نماز کے وہ پابند نہیں، نہ ان لوگوں کو خوف خدا اور سول ہے، یہ مذہب سے سراسر آزاد ہیں، میں نے ان کے لئے اسلام کی بنیاد کا پتھر رکھا ہے حالانکہ یہ بہتان عظیم ہے اور واقعات سراسر اس کے خلاف ہیں۔

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

(۶) گیارہویں سال کی روداد میں حسب معمول زید نے لفظ انجن نہیں لکھا تا کہ بادی النظر میں مدرسہ انجن کی نگرانی میں نہ سمجھا جائے۔

(۷) تعلیم و تربیت کے اعتبار سے مدرسہ نے کچھ بھی ترقی نہ کی۔

(۸) حالات صدر کو محسوس کر کے جب قوم نے چند اشخاص کو کاروبار مدرسہ میں شریک کرنا چاہا تو زید نے انکار کر دیا اور خدمت مہتممی سے علیحدہ کر دئے جانے کے بعد زید نے کچہری میں مدرسہ پر قبضہ دلا پانے کا دغوی کیا لہذا واقعات اور حالات حاضرہ کی رو سے زید کی نیت سے یہ ثابت ہو چکا کہ جو کچھ وہ کرتا رہا تو فی نقطہ نظر کے خلاف کرتا رہا اس کو ترقی تعلیم و خدمت اسلام مد نظر نہ تھی بلکہ اس کو اس پردہ میں اپنی نام آوری اور مفاد ذاتی منظور تھا، پس زید کی نسبت شریعت حقہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں میں گرفتار، اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت سزا سزاوار ہے کہ اس نے مسلمانوں پر اتہام رکھے اور ان کی دینی حیثیت سے بدنام کیا اور مدرسہ وقفی کو اپنی ذاتی اغراض کا ذریعہ بنانا چاہا وہ جب ایک دستور العمل کی پابندی سے مشروط کر کے مہتمم کیا گیا تھا اور اس نے بلاوجہ شرعی اس کی پابندی نہ کی مہتممی سے خارج ہو گیا اذافات الشرط فأت المشروط (جب شرط فوت ہوئی تو مشروط فوت ہو گیا۔ ت) اور اب کہ اسے اس بارے میں اتنی طمع ہے کہ کچہری میں ناشی ہو کر مدرسہ پر قبضہ کرنا چاہا تو ہر گز اس قابل نہیں کہ مدرسہ میں اس کو دخل دیا جائے، درمختار وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے: طالب التولية لا یولی^۱ (تولیت کا طلبگار کو متولی نہیں بنایا جائے گا۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لن نستعمل علی عملنا من اراده ^۲ ، رواہ الاثمة احمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بینک ہم ہر گز اپنے معاملات کا عامل اس کو نہیں بناتے جو اس کی خواہش رکھتا ہو۔ (اس کو امام احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/۳۸۹

^۲ صحیح البخاری کتاب الاجارة باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۱

مسئلہ ۳۹۹: از جونا گڑھ محلہ کتب خانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
جو شخص تقدیر اور وسیلہ پکڑنے کے خلاف ہوا ایسا آزاد شخص خفیوں کے مدرسہ کا خیر خواہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

تقدیر کا منکر رافضی معتزلی گمراہ ہے اور محبوبان خدا سے توسل کا منکر نجدی وہابی بدراہ ہے جو شخص ایسا ہو اس سے مدرسہ اہلسنت کی خیر خواہی کی کیا امید ہو سکتی ہے، نہ اسے مدرسہ پر کسی قسم کا اختیار دیا جائے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خیر میں کہ اسلام کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور کفار ہر طرح ذلیل و خوار، ایک نصرانی کو کہ حساب و سباق میں طاق تھا اور صوبہ یمن میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے محرری پر نوکر رکھنا چاہتے تھے امیر المؤمنین سے اجازت چاہی منع فرمایا انہوں نے پھر عرضی بھیجی، اس پر تحریر فرمایا: مات النصرانی، والسلام^۱ (نصرانی ہلاک ہوا، والسلام۔ ت) غرض کسی طرح اجازت نہ فرمائی، تو اس وقت ضعف اسلام میں کسی مخالف عقیدہ کو اختیار دینا کس درجہ مضر ہے کہ بوجہ کلمہ گوئی کافروں سے اس کا ضرر زائد ہوگا پھر اس زمانہ میں اس کی مغلوبی تھی اور اب مطلق العنانی۔ اور وہ ایک محرری کی خدمت تھی اور یہ افسری، جب وہ اس وقت میں قبول نہ فرمائی تو یہ اس وقت میں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے، حدیث میں ہے:

من استعمل علی عشرة من فیہم ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین ^۲ ۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس نے دس شخصوں پر کسی ایسے کو افسر کیا کہ نظر شرع میں اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی دوسرا موجود تھا تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰۰ تا ۴۰۳: از بمبئی محلہ شیخ بھائی بلڈنگ کھانڈ بازار جونا گولی مرسلہ یوسف عبدالرحمن مروٹھی ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
(۱) متولی مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ امام مسجد کو بغیر کسی عذر شرعی کے خارج کر دے۔

^۱ لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیت ۵/۵۱ مصطفیٰ البابی مصر ۲۳-۲۲

^۲ کنز العمال بحوالہ عن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۴۱۶۵۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶/۱۹، المستدرک للحاکم کتاب الاحکام

الامامة امانة دار لفکر بیروت ۴/۹۳-۹۲

(۲) امام مسجد نو کرمانا جائیگا یا سردار قوم؟ اور اس کو نمازیوں کی تابعداری کرنا چاہئے، یا نمازی اس کی تابعداری کریں، مثلاً اوقات صوم و صلوٰۃ سے بخوبی واقف ہے وہ برابر لوگوں کو وقت پر افطاری کراتا ہو اور امساک کا حکم کرتا ہو اور نمازوں میں بہت احتیاط اوقات میں کرتا ہو تو قوم اس کو کہے کہ ہم کو فلاں وقت جماعت ملنا چاہئے فلاں وقت اذان ہونا چاہئے اس میں امام کیا ان کی اطاعت کرے یا موافق مسائل شرعی کا بند رہے۔

(۳) نصاریٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی طرف سے مسجد کے متولی بنائے اور ان کو قوانین کا پابند کرے اگرچہ وہ قوانین خلاف مذہب اہلسنت و جماعت و احناف ہوں۔

(۴) اگر نصاریٰ کا مقرر کردہ متولی اپنی نفسانیت سے امام کو اپنا نوکر قرار دے کر نکلوانا چاہے اور قوم اسکی مخالفت کرے اور مقدمہ کرے اس مقدمہ میں وہ متولی یہ کہے کہ میں مسائل شرعیہ کو مانتا ہوں میں قانون سے اس کو نکلواتا ہوں وہ میرا نوکر ہے یہ جملہ کہ "میں مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا" اس وقت کہے جب کہ اس کو مسئلہ بتلایا جائے کہ امام مسجد نوکر نہیں ہے یہ نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور بغیر کسی عذر شرعی کے نہیں جدا ہو سکتا تو اس کے مقابلہ میں یہ لفظ کہے ایسا متولی قابل ہے متولی بننے کے؟

الجواب:

بغیر عذر شرعی کے امام کو خارج کرنا متولی وغیرہ کسی کو حق نہیں۔ در مختار میں ہے:

لايجوز عزل صاحب وظيفة بغیر جنحة ^۱	کسی صاحب وظیفہ کو بغیر جرم کے معزول کرنا جائز نہیں۔ (ت)
(۲) امام اگر کسی قوم کا تنخواہ دار ہے تو وہ ان کا نوکر ضرور ہے مگر نہ خدمت گار بلکہ مخدوم جیسے علماء وقضاة وسلاطین کہ بیت المال سے وظیفہ پاتے ہیں مگر وہ رعایا کے خدمت گار نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:	
اجعلوا اثنتکم خیار کم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم ^۲	اپنے افضلوں کو اپنا امام بناؤ کہ وہ تم میں اور تمہارے رب میں واسطہ عرضداشت ہیں۔

^۱ فتاویٰ خیریہ کتاب الوقف دار المعرفة بیروت ۱/ ۱۵۱، رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۶، ۳۱۹

^۲ سنن الدار قطنی باب تخفیف القراءة لحاجة نشر السنة ملتان ۲/ ۸۸

ہاں بایں معنی امام و علماء و قضاة و سلاطین سب خادم ہو سکتے ہیں کہ سید القوم خادمہم^۱ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے یعنی اسے قوم کے آرام و تربیت کی ہر وقت ایسی فکر چاہئے جیسے خادم کو مخدوم کے کام کی۔ امام جب کہ اوقات کا عالم ہے تو امساک و افطار میں اس کے حکم کا اتباع لازم ہے، رہی نماز اس کے اوقات میں امام پر تکثیر جماعت کی رعایت لازم ہے جہاں تک کراہت لازم نہ آئے وہ وقت مقرر کرے جس میں اس کے اہل مسجد زیادہ جمع ہو سکیں، خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ملاحظہ فرماتے کہ لوگ جمع ہو گئے نماز میں جلدی فرماتے، ایسا ہی امام کو چاہئے کہ قوم کے واقعی اعذار کا لحاظ رکھے۔ ہاں بعض لوگ بلا وجہ ضد کرتے ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔

(۳) قانون میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مذہب میں دست اندازی نہ کی جائے گی لہذا امر مذکور فی الحال متوقع نہیں اور اگر واقع ہو تو اس کی باضابطہ چارہ جوئی کی جائے کہ مساجد کے متولی حسب شرط بانی مقرر ہوں وہ نہ رہا ہو تو اس کی اولاد، ورنہ نمازیان مسجد کی صوابدید سے، اور یہ کہ امور مسجد میں کسی خلاف مذہب کو دخل دینے سے معاف رکھا جائے۔

(۴) جو شخص مسائل شرعیہ کے مقابلہ میں کہے کہ وہ مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اسے امور اسلامی میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رہا اسے تولیت سے جدا کرنا لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ عبد الحفیظ ٹھیکہ دار

مسئلہ ۴۰۴:

جو شخص سود لیتا ہے آیا وہ متولی جائد موقوفہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور کسی کو حساب نہ دیتا ہو اور خرچ ضروری مسجد بھی نہ کرتا ہو۔

الجواب:

جب ضروری خرچ مسجد کے نہیں کرتا اور مسجد کی آمدنی کافی ہو اور اس کے سود کھانے سے ظاہر کہ وہ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا، تو ظاہر حال یہی ہے کہ وہ تغلب کرتا ہے تو اس پر اطمینان نہ ہوا، اور جس متولی پر اطمینان نہ ہو اس کا اخراج واجب ہے۔ در مختار میں ہے:

خائن اور غیر امین متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ متولی واقف ہو لہذا غیر واقف اگر خائن ہو تو بدرجہ اولیٰ نکالنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ینزع وجوباً لو الواقف بزازیة فغیرہ بالاولیٰ درر غیر مأمون^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱کنز العمال حدیث ۷۵۱۷۷ موسسة الرساله بیروت ۱۰/۷۱

^۲در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

مسئلہ ۴۰۵ تا ۴۰۸:

از پبلی بھیت مرسلہ عبدالعزیز صاحب

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے کسی جائیداد کو اپنی ملکیت سے علیحدہ کر کے وقف کیا اور تاحیات اپنے کو متولی کیا اور بعد اپنے شخص غیر کو تولیت تحریر کردی اور اپنے پسر و نسیرہ کو حق تولیت میں شریک نہیں کیا لیکن وقف کنندہ نے یہ وقتی کارروائی حالت بیماری و ناتوانی و بدحواسی میں کی ہے بعد صحت اب واقف کہتا ہے کہ میں مضامین وقف نامہ کو نہیں سمجھا اور نہ مجھے سمجھنے کی اس وقت قابلیت تھی وقف کرنا میں نہیں چاہتا ہوں، کیا زید کی وقتی کارروائی از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے بحالت غم و غصہ اپنے پسر کو تولیت سے محروم کر کے غیر شخص کو متولی مقرر کیا اب جب کہ غم و غصہ اس کا فرو ہوا اور اپنے پسر سے رضامند ہوا تو شخص غیر جس کو وہ غصہ میں متولی بنا چکا تھا علیحدہ کر کے اپنے پسر کو کیا متولی مقرر کر سکتا ہے؟

(۳) اگر واقف بدحواسی کی حد کو نہیں پہنچا لیکن سفیہ ضرور ہے تو ایسی کارروائی وقف و تولیت کی جو سفاہت سے ہوئی ہے جائز رہ سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر درحقیقت زید کے حواس وقت وقف نامہ درست تھے اور قبل نفاذ وقف نامہ اس کی نیت خراب ہوئی اور وہ وقف نامہ کو منسوخ کرنا چاہتا ہے تو کیا وقف نامہ منسوخ ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر یہ وقف صحیح شرعی ہو تو سوالات سائل کا جواب یہ ہے کہ ناتوانی کچھ مانع صحت وقف نہیں، نہ بیماری کا کچھ اثر ہا جب کہ سائل لکھتا ہے کہ اس کے بعد تندرست ہو گیا، رہا بدحواسی کا دعویٰ وہ غیر بینہ عادلہ شہدان ثقہ شرعی کی شہادت کے مقبول نہیں ہو سکتا ورنہ ہر شخص وقف، بیع، اجارہ، نکاح، طلاق تمام تصرفات کر کے یونہی پھر جائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بدحواس تھا رجسٹری بھی بدحواسی میں ہوئی، ہاں اگر معلوم و معروف ہو کہ اس مرض میں اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے، بدحواس و مجنون ہو جاتا ہے، پہلے بھی ایسا واقع ہو چکا ہے اور اب کہے کہ اس بار بھی میری یہی حالت ہو گئی تھی تو اس کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیں گے۔ ردالمحتار میں فتاویٰ خیر یہ سے ہے:

سئل فیمن طلق وهو مغتاض مدھوش فأجاب ان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع، و اذا کان	سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس حال میں طلاق دی جب غضبناک اور بدحواس تھا تو جواب دیا کہ بدحواسی جنون کی قسموں میں سے ہے

يعتاده بان عرف منه الدهش مرة يصدق بلا برهان ¹ (ملخصاً)	لہذا اطلاق واقع نہ ہوگی اور جب بدحواسی اس کی عادت ہے بایں طور کہ پہلے بھی اس سے یہ بدحواسی دیکھنے میں آچکی ہے اور معروف ہے تو بغیر دلیل حلف کے ساتھ اس کے قول کی تصدیق کردی جائیگی (ملخصاً)۔ (ت)

اسی میں ہے:

وكذا يقال فيمن اختل عقله لمرض او لمصيبة فاجأته ²	اور یہی کہا جائے گا اس شخص کے بارے میں جس کی عقل میں کسی بیماری یا اچانک صدمہ کی وجہ سے خلل واقع ہو گیا ہو (ت)

(۲) یہ دوسرا سوال دوسرا پہلو ہے اور بدحواسی کو دفع کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غصہ میں دوسرے کو متولی کیا تھا یا رضامندی میں بہر حال اسے اس کے معزول کرنے اور اپنے پسر خواہ جس کو چاہے متولی کرنے کا اختیار ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

التولية من الواقف خارجة عن حكم سائر الشرائط لان له فيها التغيير والتبديل كلما بداله من غير شرط في عقدة الوقف ³	واقف کی تولیت تمام شرائط وقف کے حکم سے خارج ہیں کیونکہ واقف کو اس میں جب مناسب سمجھے تبدیلی و ترمیم کا اختیار ہے اگرچہ عقد وقف میں اس کی شرط نہ کی ہو۔ (ت)

(۳) یہ تیسرا پہلو ہے سائل نے سفیہ کہا اور یہ نہ بتایا کہ اس سے کیا مراد لی، لوگ احمق غبی کند ذہن کو سفیہ کہتے ہیں صرف اس قدر مانع صحت تصرف نہیں۔

(۴) وقف جب کہ صحیح واقع ہو واقف کو اس سے رجوع کا کوئی اختیار نہیں رہا کہ اب وہ اس کی ملک سے نکل گیا،

ويتم الوقف بمجرد القول عند الامام ابي يوسف سلمه الله تعالى وعليه الفتوى وبه يفتى	امام ابو یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض زبانی کہہ دینے سے وقف تام ہو جاتا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا (ت)

¹ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۷

² ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۷

³ بحر الرائق کتاب الوقف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳۱/۵

یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ وہ وقف صحیح شرعی ہو جیسا کہ عبارت سوال کا مفاد ہے ورنہ بحالت بطلان ان سوالات کا کوئی محل ہی نہ ہوگا کمالاً یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰۹ تا ۴۱۰: از قصبہ لاپور مکان شاہ ولایت احمد صاحب مرسلہ احمد حسین صاحب عثمانی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک درگاہ صدہا سال سے ایک بزرگ کی ہے جن کی اولاد کے چند شاخوں میں پیری مریدی بسلسلہ صحیح و باجارت و خلافت جاری ہے مگر سجادگی اس درگاہ کی ایک بیٹے کی اولاد میں چلی آتی ہے، گو سلسلہ خلافت عن اب و جد صاحب درگاہ سے اس شاخ میں باقی نہیں رہا تھا مگر دوسرے خلفائے سلسلہ سے بھی صاحب سجادہ درگاہ نے اجازت و خلافت حاصل کر لی تھی اور اب دو پشتوں سے ہر باپ سے بیٹے کو اجازت وغیرہ حاصل ہوا کی، اس خلفائے سلسلہ سے بھی صاحب درگاہ کا سلسلہ جاری رہا، صاحب درگاہ کا خاندان طریقت قادریہ و چشتیہ ہے، اس سلسلہ کے شائق اور صاحب درگاہ کے موروثی معتقدین کو اس کا پورا موقع رہا ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہو سکیں، آخر صاحب سجادہ لا ولد تھے انہوں نے اپنے حقیقی بھانجے کو اپنے بعد کے واسطے سجادگی تجویز کی جن کو اس خاندان میں بیعت وغیرہ حاصل ہے، دوران علالت میں ان کو دوسرے اعزائے خاندانی سے مشورہ کے واسطے ایک دوسرے دور دراز مقام پر بھیجا اور تیمارداری ان کی متعلق ان کے بعض اعزاء کے تھی جو اخیانی بھانجے ہوتے ہیں وہ دو بھائی حقیقی ایک بہن ہے جن کے قبضہ میں وہ بحالت مرض تھے جب علالت زیادہ ہوئی تو اہالیان قصبہ کو جمع کر کے درگاہ کے اندر پھر اپنے حقیقی بھانجے مذکورہ بالا کی نسبت اظہار وصیت کیا ایسے مجمع میں ان اخیانی بھانجوں میں سے ایک نے بطور مغالطہ وہی کہا کہ والدین اس کے جس کے واسطے سجادگی تجویز کی جاتی ہے دودھ شریک بھائی بہن تھے اس لئے اس کا نکاح ناجائز ہوا وہ حرامی ہوئے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے صاحب سجادہ نے اس واقعہ رضاعت سے انکار کیا اور کہا کہ جھوٹ ہے بلکہ ضعف بیماری میں ان کو سخت صدمہ اس دروغ گوئی پر ہوا جس سے وہ کوئی مزید تقریر نہ کر سکے اور مجمع برخاست ہو گیا، جب علالت کا سلسلہ زیادہ طویل ہوا ان دونوں اخیانی بھانجوں کی جانب سے حصول سجادگی کی ایک بھائی کے واسطے مزید کوشش شروع ہوئی اور بعض موافقین کے مشورہ سے ایک بڑی درگاہ کے صاحب سجادہ کو طلب کیا جو ان صاحب سجادہ کے پیر کی درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں اور ان سے کہا کہ منجملہ ان ہر دو بھائیوں کے بڑے بھائی کے پگڑی باندھ دیجئے انہوں نے کہا کہ ہم موجودہ صاحب سجادہ سے اجازت لے لیں جب ان سے دریافت کیا تب انہوں نے منہ پھیر لیا کوئی جواب نہ دیا کچھ دیر کے بعد جب پہلو بدلا پھر استفسار کیا اب بھی وہ جواب خود نہ سمجھے، مگر موافقین اشخاص نے ہر دو بھائیوں کے جو موجود تھے بالاتفاق

کہا کہ اجازت دے دی انہوں نے پگڑی باندھ دی، ایسی نازک حالت تیمارداری میں قبل واپس آنے ان کے حقیقی بھانجے نامزد شدہ سجادہ نشینی کے ان سجادہ نشین نے وفات پائی، معاملہ رضاعت کے عینی شہادت موجود نہیں ہے، جن لوگوں کے وقت میں عقد ہوا وہ مقدس و مکرم و عابد و زاہد اشخاص تھے بالخصوص سجادہ نشین مذکور کے پدر حافظ قرآن صاحب سجادہ متوکل درویش، صاحب رشد و ہدایت و مقدس تھے جن کی دختر و بھتیجی کا نکاح باہم انہیں کے زیر اہتمام ہوا تھا دیگر اکابر خاندان اہل اسلام معزز و معتبر و نمازی شریک نکاح تھے، یہ الزام صرف نامزد شدگی کی نااہلی ثابت کرنے اور خود سجادگی حاصل کرنے کے ضرورت سے لگایا جاتا تھا اور چونکہ دونوں بھائیوں نے ایک اپنی ذاتی دکان درگاہ کے واسطے وقف کی ہے اس پر دوسرے سجادہ نشین کا قبضہ نہ ہونے کے خیال سے اپنے واسطے سجادگی کی خواہش تھی حالانکہ واقف وقف کا خود متولی رہ سکتا ہے اور حیات میں دوسرا متولی مقرر کرنے کا اختیار ہے مگر غالباً وہ مسئلہ کی ناواقفیت کی وجہ سے وہ پریشان ہوئے کہ شاید سجادگی کے ساتھ تولیت میری وقف کردہ جائداد کی بھی انہیں صاحب سجادہ کے متعلق ہو جائے ایسا اختیار کیا، ان کو اب تک کسی سے اجازت و خلافت بھی نہیں ہے اور صاحب درگاہ کی شاخ کے سلسلہ کے مشائخ سے غالباً اب بھی اجازت و خلافت حاصل کرنے پر تیار نہیں ہیں: پس سوال یہ ہے کہ ایسی سجادگی جو اس طور سے حاصل کی گئی ہو جائز ہے یا نہیں، اور وہ سلسلہ صاحب درگاہ کے علاوہ کسی دوسرے خاندان سے بیعت و اجازت وغیرہ حاصل کر لیں تو جائز ہوگی یا نہیں، مگر اس صورت میں صاحب درگاہ کا سلسلہ صاحب سجادہ سے جاری نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت سجادگی فوت ہو جائے گی صرف متولیانہ حیثیت ایسے شخص کی باقی رہے گی۔ مگر تولیت درگاہ ایسے متولی کی جس نے ترکیب مذکورہ بالا سے سجادگی و تولیت حاصل کی ہو کہاں تک جائز ہوگی، اور ایسی حالت میں خاندان صاحب درگاہ و صاحب طریقت سلسلہ صاحب درگاہ کو بقائے سلسلہ صاحب درگاہ کے واسطے کیا کرنا چاہئے، آیا منجملہ اولاد صاحب درگاہ جس سے سلسلہ جاری ہو اسے خلافت دلوا کر یا دیگر کوئی صاحب سجادہ و متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اول نامزد شدہ کو ترجیح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک احاطہ میں ایک بزرگ کامزار اور ایک خانقاہ اور ایک مسجد واقع ہے خانقاہ میں مدرسہ اسلامیہ ایک وقف سے جاری ہے جس کے طلبہ بھی اس مسجد میں مثل دیگر اہل محلہ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں نماز جمعہ یہاں عرصہ سے نہیں ہوتی ہے، دوسری جامع مسجد میں ہوتی ہے، اس درگاہ کے صاحب سجادہ ہیں وہ مع دیگر اشخاص کے چند لوگ اس وقف کے متولی ہیں جس سے ضروریات مسجد و مدرسہ مذکورہ کا صرفہ ہوتا ہے، منجملہ ان کے زید بھی متولی ہے اور نیز ایک دوسرے وقف کا بھی

زید مذکور تنہا متولی ہے اس سے بھی مسجد مذکور کے آب وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے اور زید ہی کے ذمہ بوجہ حاضر باشی زائد اس مسجد کے اوقات نماز میں موسمی و ضروری تغیرات مقامی کی وجہ سے تعین کرتا ہے اور اس مسجد کا موزن و امام معین ہیں ایام تشریق میں زیادہ تر لوگ بوجہ ادائے نماز جماعت مستحبہ الترتیب و توجہ شریک ہونے کے عادی ہیں، انہیں ایام میں بعض اشخاص نے بلا انتظام امام معین و مقتدین قدیم بلا اس کے کہ موزن و کبتر معین تکبیر اقامت کہے معینہ مقام پر جماعت کر لی زید کو یہاں کا مقامی تجربہ ہے کہ عوام تہدید پسند ہیں اس خیال پر اس نے الفاظ ذیل تہدید کے لئے کہے اور مکرر جماعت مع ان قدیم مقتدیوں کے جو باقی تھے اسی مقام پر پھر ادا کی اس خیال سے کہ سابق پڑھنے والے غیر معین تھے اور کہا کہ جس کسی کو اس جماعت میں شریک ہونا منظور ہو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے، کیا استحقاق ان لوگوں کو ہے جنہوں نے بلا انتظار امام معین اور جماعت و مقتدین قدیم نماز پڑھ لی، پس لفظ "ہماری" کا جو مسجد کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ خانہ خدا ہے اور لفظ "نہ آنے" کا جو استعمال کیا حالانکہ مساجد میں اذن عام ہے اس سے زید کیا کرے صرف ندامت کافی ہے یا کوئی کفارہ اس پر لازم آیا اگر کفارہ ہے تو کیا؟ بلحاظ تجربہ زید یہ ہوا کہ بعد تہدید مذکور پھر جماعت اسی طور سے جیسی ہمیشہ سے چلی آتی تھی مسجد میں قائم ہے، اور جو لوگ بعد ادائے فرض عشاء جو سابقہ جماعت سے پڑھ چکے تھے مکرر جماعت میں زید کی تقریر کے بعد شریک ہو گئے ان کی یہ مکرر نماز کیا ہوئی اس دوسری جماعت کی نماز زید نے پڑھائی تھی اس میں ایک اور متولی وقف مذکور شریک تھے جن کو پہلے جماعت نہیں ملی تھی، مگر دوران نماز میں انہیں یہ خیال رہا کہ زید نے مسجد کی اپنی طرف نسبت کی اور اذن عام کے خلاف تقریر کی اگر میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا تو اچھا تھا پس اس وقت گویا اس نے بانسکراہ اقتدا کی اس لئے اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) سجادہ نشینی خلافت خاصہ ہے جس میں اجرائے سلسلہ سجادہ و تولیت اوقاف درگاہ اور جملہ نظم و نسق و رفق و تفق و جمع و فرق و نصب و عزل عملہ میں صاحب سجادہ کی نیابت مطلقہ سب داخل، اور کوئی خاص بے عام متحقق نہیں ہوتا اور شرعاً معروف کا لمشرط ہے، معروف یہی ہے کہ سجادہ نشین وہی ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں ماذون و مجاز ہو کہ اس کا بڑا مقصد اس سلسلہ کا احیاء ہے نہ کہ مجرد تولیت، ولہذا جو سلسلہ صاحب درگاہ میں خلافت صحیحہ نہ رکھتا ہو کہیں سجادہ نشین نہیں کیا جاتا اگرچہ دوسرے کسی سلسلہ کا مجاز ہونہ کہ وہ جو رائے مجاز ہی نہیں یوں تو سجادہ نشین نری ممبری رہ جائے گی تو اخیا فی بھانجہ غیر مجاز فی السلسلہ بلکہ فی سلسلہ سجادہ نشین نہیں ہو سکتا اور بعد کو اجازت لینی اس سجادہ نشین کی تصحیح نہیں کر سکتی "فان الشرط یتقدم و العام لا یتأخر" (کیونکہ شرط مقدم ہوتی ہے اور عام متاخر نہیں ہوتا۔ ت) حضرت اسد العارفین سید ناشاہ حمزہ عینی

واسطی قدس سرہ فص الکلمات شریف میں فرماتے ہیں:

ایک شیخ نے اس جہاں سے انتقال فرمایا اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا، قوم اور قبیلہ نے اس کے کسی وارث یا مرید کو خلیفہ تجویز کیا تو یہ خلافت مشائخ کے نزدیک جائز نہیں، خلافت کی اس قسم کو خلافت افتزائی کہتے ہیں۔ (ت)	شیخے ازیں عالم نقل کردو کسے را خلیفہ مگر فت قوم و قبیلہ وارثے یا مریدے کہ بخلافت وے تجویز نمایند ایں خلافت نزدیک مشائخ روانیست و ایں نوع خلافت را خلافت افتزائی گویند ^۱ ۔

رہی تولیت وہ بھی شرعاً حقیقی بھانجے کو حاصل کہ سجادہ نشین متولی نے اپنے مرض الموت میں اس کے لئے وصیت کی، اور دربارہ تولیت وصیت متولی ماخوذ و معتمد ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

انہا صح اذافوض فی مرض موتہ وان لم یکن له التفویض عاماً لہا فی الخانیہ من انہ بمنزلۃ الوصی، وللوصلی ان یوصی الی غیرہ ^۲ ۔	تفویض تولیت صرف اس صورت میں صحیح ہوگی جب متولی اپنی مرض الموت میں تفویض کرے اگرچہ اس کو تفویض عام حاصل نہ ہو اس دلیل کی بنیاد پر جو خانہ میں ہے کہ وہ بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو اختیار ہوتا ہے کہ دوسرے کو وصیت کرے۔

فتاویٰ تئمہ وغیرہ پھر اشباہ والنظائر پھر رد مختار میں ہے:

اسناد الناظر النظر لغيره بلا شرط فی مرض الموت صحیح ^۳ ۔	نگران وقف کا مرض الموت میں بلا شرط نگرانی کسی دوسرے کے سپرد کرنا صحیح ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ متولی نے جس کے لئے وصیت کی اس کے ہوتے ہوئے حاکم شرعی دوسرے کو متولی نہ کرے گا۔ بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

شرط فی المجتبی ان لایکون المتولی اوصی بہ لآخر عند موتہ فان اوصی لاینصب القاضی ^۴ ۔	مجتبیٰ میں شرط لگائی کہ متولی نے اپنی موت کے وقت کسی دوسرے کو متولی بنانے کی وصیت نہ کی ہو اور اگر اس نے وصیت کی ہے تو قاضی کسی اور کو مقرر نہ کرے۔ (ت)

^۱ فص الکلمات شاہ حمزہ عینی واسطی

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۱

^۳ درمختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شقی مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۱۲۱

^۴ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۰

نہ کہ ایسے لوگ جن کو طلب تولیت میں یہ کچھ غلو ہو کہ اس کے لئے محضات مومنات غافلات کو قذف کریں بلاوجہ مسلمان کو حرام بنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لن نستعمل علی عملنا من ارادة ^۱ ۔ رواہ البخاری و احمد وابوداؤد والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	بیشک ہم ہر گز اپنے کسی کام پر اسے عامل نہ بنائیں گے جو اس کا طالب ہو (اس کو بخاری اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے ابو موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

در مختار میں ہے:

طالب التولية لا یولی الاالمشروط له النظر لانه مولی فیريد التنفيذ ^۲ ۔	طالب تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا مگر اس وقت جب واقف نے اس کو متولی بنانے کی شرط کی ہو تو اس وقت اس کو متولی بنائیں گے کیونکہ وہ شرط کے سبب بن چکا ہے اور اب اس کے نفاذ کا طلب گار ہے۔ (ت)

رضاعت بے شہادت عادلہ مثل شہادت مال کے دو مرد یا ایک مرد و دو عورت سب ثقہ عادل اپنے معائنہ کی گواہی دیں ثابت نہیں ہو سکتی اور اگر مجرد کسی کا کہہ دینا کافی ہو تو آج زید نے عمرو کو کہا کل عمرو یا بکر زید کو کہہ دے گا کہ اس کے ماں باپ رضاعی باپ بیٹی تھے۔ در مختار میں ہے:

الرضاع حجتہ حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين ^۳ ۔	حجت مال ہی حجت رضاعت ہے اور وہ دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت ہے (ت)

استفسار پر منہ پھیر لینا صریح دلیل انکار ہے دوبارہ پوچھنے پر کچھ کہنا اور مستفسر کا نہ سمجھنا اور ساعیوں کا کہہ دینا کہ اجازت دے دی معتبر نہیں تمام قرائن سابقہ عدم رضا پر صاف دال ہیں اور ساعی اپنے قول میں متمم۔ پس صورت مستفسرہ میں اخیا فی کونہ سجادگی ہے نہ تولیت، اور حقیقی بھانجہ ہی سجادہ نشین و متولی صحیح شرعی ہے، یہ صورت سوال کا حکم ہے اگر واقعہ اسی طرح ہو۔

^۱ صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۰۱

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

^۳ در مختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۴

(۲) جماعت اولیٰ امام و جماعت معینہ کا حق ہے ان سے پہلے اگر کچھ لوگ جماعت کر جائیں ان کو اعادہ جماعت کا حق ہے اور جماعت اولیٰ یہی ہوگی جو انہوں نے کی جبکہ امام جامع شرائط جواز و حل امامت ہو۔ متن غرر اور اس کی شرح درر میں ہے:

لا تکرر الجماعة في مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلي فيه اولاً غير اهله لان حقهم لا يسقط بفعل غيرهم ^۱ ۔	مسجد محلہ میں اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت نہ کیا جائے مگر جب اہل محلہ کے غیر نے پہلے جماعت کرالی ہو تو اہل محلہ کو اذان واقامت کے ساتھ دوسری جماعت کرانے کا حق ہے جو دوسروں کے فعل سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

جن لوگوں نے بے انتظار امام و مؤذن و جماعت معین و مقام امام راتب پر جماعت کر لی اگر کسی صحیح ضرورت سے شرعی سے تھی مضائقہ نہ تھا مگر مقام امام پر قیام نہ چاہئے تھا، اور اگر بلا ضرورت محض عجلت کے لئے ایسا کیا برا کیا تفریق جماعت کے مرتکب ہوئے اور وہ شرع مطہر کو سخت ناپسند ہے اور اگر خود اسی تفریق کی نیت سے اس کے مرتکب ہوئے تو ان پر اشد وبال اور تفریقاً بین المومنین کا صدق ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بہر حال امام جماعت معینہ کو اعادہ جماعت کا ہر طرح حق تھا پھر اگر واقعہ دو صورت اخیرہ تھیں تو ضرور وہ پہلی جماعت مستحق رد و انکار تھی اور از انجا کہ وقت و عشاء تھا کہ اس میں اور ظہر میں اعادہ نماز روا ہے تو اس پر رد کا یہ اچھا طریقہ تھا کہ جو پڑھ چکے تھے وہ بھی دوبارہ شریک کئے جائیں کہ آئندہ عوام اس تفریق میں شرکت سے باز رہیں اور ایسی جگہ تہدید کو کہنا کہ ہماری مسجد میں نہ آئے قابل مواخذہ نہیں بلکہ اصل شرعی رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلم فرماتے ہیں:

من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلناً ^۲ ۔ رواہ الامام احمد واسحق بن راہویۃ وابو بکر بن ابی شیبۃ وابن ماجہ و ابو یعلیٰ والدارقطنی والحاکم و صححہ عن ابی ہریرۃ وفي الباب عن ابن عباس	جس کا ہاتھ پہنچتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہر گز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ (اس کو امام احمد، اسحق بن راہویہ، ابو بکر بن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابو یعلیٰ، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور امام حاکم نے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح قرار

^۱ الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الصلوٰۃ فصل فی الامامة مطبعة احمد کامل الکائنه فی دار السعادة مصر ۸۵

^۲ سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب الاضاحی واجبة ہی ام لا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲

دیا ہے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے (روایت ہے۔ ت)	رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

وہی "ہماری مسجد" کا لفظ ہے اور وہی آنے سے ممانعت بلکہ "ہرگز" اور "پاس نہ آئے" دو لفظ زائد ارشاد ہوئے ہیں یہاں "ہماری" سے اضافت ملک مراد نہیں ہوتی، ہاں اگر صورت صورت اولیٰ تھی یعنی ان لوگوں کا پہلے پڑھ لینا ضرورت صحیحہ شرعیہ تھا اور زید کو اس پر اطلاع نہ تھی اس نے ان پر تفریق جماعت کا گمان کر کے ایسا کہا تو زید پر اس کہنے کا مواخذہ نہیں بلکہ بلا تحقیق مسلمانوں پر بدگمانی کی جس سے توبہ لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! زیادہ گمان سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِن بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ" ¹

اور اگر ان پر بدگمانی نہ کی مگر یہ خیال کہ مبادا عوام حقیقت امر سے غافل ہو کر کہیں تفریق کے عادی نہ ہو جائیں تو یہ الزام بھی نہیں،

کیونکہ اس نے تو محض مسلمانوں کے تحفظ کا ارادہ کیا اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)	فَإِنَّهُ إِنَّمَا أَرَادَ تَحْفَظَهُمْ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى ²

اس جماعت میں جو پہلے پڑھ کر شریک ہوئے یہ ان کے نفل ہوئے اور وہ متولی جس نے بکراہت اقتدا کی اور یہ خیال رہا کہ نہ کرتا تو بہتر تھا اس کی بھی نماز ہو گئی جبکہ نہ ابتداءً فقط شرم و لحاظ سے ظاہر ہے نیت اقتدا شریک ہوا ہو نہ بعد کو قطع اقتدا کی نیت کر لی ہو،

اور ایسا اس لئے ہے کہ بیشک یہ فعل ہے نہ کہ ترک تو اس میں نیت قطع عمل کرتی ہے جیسے نماز نہ کہ روزہ جیسا کہ اشباہ وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ (ت)	وَذَلِكَ لِأَنَّهُ فَعَلَ لَا تَرَكَ فَيَعْمَلُ فِيهِ نِيَّةُ الْقَطْعِ كَالصَّلَاةِ دُونَ الصَّوْمِ ³ كَمَا يَظْهَرُ بِمَرَاةِ الْأَشْبَاهِ وَغَيْرِهَا۔

اس لئے کہ یہ لفظ کہ "نہ کرتا تو بہتر ہوتا" خود اس پر دلیل ہے کہ اقتدا کی اور اس پر مستمر رہا اگرچہ بکراہت جیسے فاسق کے پیچھے نماز کہ یہ اپنے زعم میں ان الفاظ کے سبب اسے مثل فاسق ہی سمجھتا تھا۔ احادیث کثیرہ صحیحہ میں ہے

¹ القرآن الکریم ۱۲/۴۹

² صحیح البخاری باب کیف بدء الوحي الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱

³ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانیة ادارة القرآن کراچی ۱/۵۰۴۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤسهم شبرا رجل امر قوماً وهم له كارهون ^۱ ۔ هذا لفظ ابن ماجة عن ابن عباس رضي الله عنهما بسند حسن۔	تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی، ایک وہ کہ کسی جماعت کی امامت کرے اور انہیں اس کی اقتدا ناگوار ہو (یہ لفظ امام ابن ماجہ کے ہیں انہوں نے اس کو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت فرمایا۔ ت)

تو بالانکہ مقتدیوں کے دل میں کراہت ہے اور ناگواری کے ساتھ اس کے مقتدی ہوئے ان کی نماز میں نقص نہ فرمایا بلکہ امام کی
نماز میں جب کہ ان کی کراہت بوجہ شرعی ہو ورنہ وبال ان پر ہے کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ دروغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول: وبالجملة النية هو القصد الجازم فأذا وجد وجدت وربما يقصد الانسان شيئاً وهو له كاره وعن هذا نص علماءنا ان الارادة ترجح احد المتساويين بل ربما ترجح المرجوح لمن عن له طريقان احدهما احسن فعبد الى الاخرى وقد قال الله تعالى "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ" ^۲ ۔	اقول: (میں کہتا ہوں کہ) نیت قصد جازم کو کہتے ہیں، جب قصد جازم پایا گیا تو نیت پائی گئی بسا اوقات انسان کسی شے کا قصد کرتا ہے حالانکہ وہ اسے ناگوار ہوتی ہے، اس کی بنیاد پر ہمارے علماء نے نص فرمائی کہ ارادہ دو مساوی چیزوں میں سے ایک کو ترجیح دیتا ہے بلکہ بعض دفعہ مرجوح کو ترجیح دیتا ہے اس شخص کے لئے جس کو دو راستے درپیش ہیں جن میں سے ایک احسن ہے تو اس نے دوسرے کا ارادہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۱۱: از اثاودہ بازار ہوم گنج دکان حاجی عبداللہ خاں مرسلہ محمد خان صاحب ۷ اجمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد واقع میں محلہ چوکر کنواں اثاودہ میں پیش دروازہ ایک
ارضی ملک مسجد ایسی ہے کہ جس پر ٹال لکڑی رکھی جاتی ہے دو شخص وارث علی و غیث الدین اس کے متولی ہیں جنہوں نے
اولاً چار سال کے واسطے مسٹی رحیم خاں کو ٹال رکھنے کے واسطے مبلغ ۷۰۰ روپے ادا کر دیے اور

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب اقامة الصلوات باب من امر قوماً وهم له كارهون (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹)

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۲۱۶

دی تھی جس کی میعاد منقضی ہو گئی پھر کرایہ اضافہ کرنے کے بابت رحیم خاں مذکور سے کہا گیا اس نے اضافہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا جو اس سے زیادہ دے اس کو اراضی کرایہ پر دے دو حسن اتفاق سے ایک دوسرا شخص مسٹی رحیم خاں لہ عہد / ماہواری پر لینے کو آمادہ ہوا، دونوں متولیوں نے رحیم خاں ثانی کو لہ عہد / ماہوار پر دو سال کے لئے کرایہ نامہ لکھا کر رجسٹری کرادی مگر سابق کرایہ دار نے ہنوز زمین کو خالی نہیں کیا جو جدید کرایہ دار کو اس پر قبضہ دیا جائے، غیاث الدین متولی ثانی کرایہ دار سابق کا ہم خیال ہو گیا ہے اور اسکا دلی مقصد یہ ہے کہ اراضی اس کرایہ پر سابق کرایہ دار ہی کے پاس رہے وارث علی متولی اول نے کچھری دیوانی اثاودہ میں خالی کرانے اراضی مسجد کی نالش رحیم خاں سابق کرایہ دار پر دائر کر دی ہے جس میں متولی ثانی نے شرکت سے قطعی انکار کر دیا ایسی صورت میں غیاث الدین متولی ثانی مذکور قابل متولی رہنے کے ہے یا نہیں؟ اور وارث علی متولی اول کا یہ فعل موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں اور رحیم خاں سابق قابل بے دخلی ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نفع کے خیال سے لہ عہد / ماہوار زمین اٹھانا متولی اول کی رائے کے موافق اولیٰ ہے یا عہد / ماہوار پر حسب رائے متولی ثانی کی اور ایسی صورت میں کون کرایہ دار قابل ترجیح ہے مقدمہ چونکہ کچھری دیوانی میں زیر تجویز ہے، لہذا درخواست کی جاتی ہے جلد جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب:

جبکہ رحیم خاں ثانی نے تین روپے ماہوار اضافہ کر کے دو سال کے لئے رجسٹری کرائی ظاہر ہوا کہ وہ متعنت نہیں اور جبکہ غیاث الدین بھی اسے اجارہ دینے میں شریک تھا یہ اجارہ ضرور تام و نافذ ہو گیا اب غیاث الدین کو اس سے پھرنے کا کوئی استحقاق نہیں، رحیم خاں سابق کی بے دخلی واجب ہے غیاث الدین کے اب اس کا طرفدار ہو کر وقف کا نقصان اور اس کا فائدہ چاہتا اور خود اپنی تمام شدہ کارروائی کو باطل کرنے کا خواستگار ہے، تو اپنے ذاتی نفع کے لئے جو کچھ ضرر کرے تھوڑا ہے ایسا شخص امین نہ ہوگا بلکہ خائن اور خائن کا معزول کرنا واجب اگرچہ خود واقف ہو، درمختار میں ہے:

وینزع وجوباً بزازية ولو الواقف درر فغیره بالاولی غیر مأمون ^۱	خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا (بزازیہ) اگرچہ وہ خود وقف کرنے والا ہو (درر) تو غیر واقف کو بصورت بدرجہ اولیٰ نکال دینا واجب ہوگا۔ (ت)

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/ ۳۸۳

ہاں اگر کوئی وجہ معقول قابل قبول بیان کرے کہ ثانی کو کرایہ پر دینے میں وقف کا یہ ضرر ہے اگر بظاہر معہ روپے کا نفع ہے مگر وہ ضرر شدید اس سے زیادہ ہے لہذا اب میں اس اجارہ کو فسخ کرنا چاہتا ہوں اور یہ امر ثابت ہو جائے تو اس پر الزام نہ رہے گا بلکہ اس کا خیال قابل پیروی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۱۲: از علی گڑھ بازار موتی مسجد مرسلہ علی الدین سوداگر پارچہ ۲۹ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا پردہ نشیں عورت کسی ایسے ولی کی درگاہ کی کہ جس کا سالانہ عرس اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے متولی ہو سکتی ہے؟ کیا پردہ نشیں عورت کسی ایسے قبرستان کو کہ جس میں چند مساجد ہوں اور اس میں نماز پنجگانہ ادا ہوتی ہو تو متولی ہو سکتی ہے؟

الجواب:

عورت بھی متولی اوقاف ہو سکتی ہے ذکور شرط تولیت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۱۳ تا ۴۱۶: از ہلدوانی مینی تال مرسلہ عزیز الرحمن صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

(۱) ناخواندہ شخص سود کے روپے سے روزگار کرنے والا اور ذاتی رنجش کی بنا پر موقوفہ آمدنی کو بے جا بلا قاعدہ صرف کرنے والا اور اوقاف کی آمدنی کے روپے کو اپنی تجارت میں خلاف قاعدہ انجمن شامل کر کے ذاتی فائدہ حاصل کرنے والا انجمن اسلامیہ کوئی عہدہ دار یا منتظم یا امین ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) شخص مقروض معقول تعداد کا ہضم کرنے والا جو دیوالیہ ہو چکا ہے اور پابند صوم و صلوة بھی نہ ہو اور ضدی بھی امین یا اعلیٰ عہدہ دار ہو سکتا ہے؟

(۳) انجمن اسلامیہ مذہبی خدمات کے واسطے کم از کم احتیاط کا شخص عہدیدار یا منتظم یا امین یا اہل ہو سکتا ہے؟

(۴) اکثر علمائے ہند کے فتوؤں کے خلاف اور مقامی مسلمانان کے خلاف اپنے ذاتی نفع و نمائش و اغراض کے لحاظ سے معبد گاہ یعنی مسجد کو زیب و زینت دے کر دیگر مذاہب کے اشخاص کو مدعو کر کے فرش مسجد پر مستعمل جو تلوں سے گزرتے ہوئے لے جا کر احاطہ مسجد میں جلسہ قرار دے کر اپنے مخالفوں کی حمد و ثنا کرنا اور تالیاں بجا کر خوش و خرم ذکر کرنا اس قسم کے افعال کے اشخاص انجمن اسلامیہ کے عہدیدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

(۱) نہیں، درمختار میں ہے:

حائز متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ وہ خود وقف کرنے والا ہو تو غیر واقف کو

وینزع وجوباً ولو الواقف فغیرہ اولیٰ لو

غیر مآمون ^۱ ۔	بصورت خیانت بدرجہ اولیٰ نکال دینا واجب ہوگا۔ (ت)

(۲) نہ رقم ہضم کرنے والا امین ہو سکے نہ غیر پابند صوم و صلوة کو افسری مل سکے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً ^۲ ۔	فاسق کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مسلمانوں پر شرعاً اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

(۳) سنی، ذی علم، پرہیزگار، دیانتدار، ہوشیار، کار گزار۔

(۴) ایسے اشخاص اپنی عہدہ دار بھی نہیں ہو سکتے کہ فاسق مجاہر و بیباک و مبتلائے غضب رب الارباب ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتز لذلك العرش ^۳ ۔	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور عرش الہی ہل جاتا ہے۔

مدح فاسق پر یہ حال ہے مخالفان اسلام مثل ہنود (جن کے مناقب آج لیڈر پکارتے ہیں اور ان کی جے بولتے ہیں اور وہی مساجد میں زینت مجلس بلکہ منبر پر واعظ مسلمین بنائے جا رہے ہیں) ان کی جے پکارنے اور حمد گانے اور مسجد میں اس پر خوشی کی تالیاں بجانے پر اسلام بھی قائم رہنا دشوار ہے انجمن اسلامیہ کی عہدہ داری تو درکنار ہے۔ فتاویٰ ظہیریہ و اشباہ والنظائر و مجمع الانہر و تنویر الابصار و در مختار وغیرہ میں ہے:

لو سلم علی الذمی تبجیلاً کفر ولو قال لمجوسی یا استاذی تبجیلاً کفر ^۴ ۔	اگر ذمی کافر کو مسلمان بطور تعظیم سلام کہے تو کافر ہو جائے گا اور مجوسی کو تعظیماً کہا اے میرے استاذ تو کافر ہو گیا۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی قرآن عظیم نے ناجائز فرمایا:

"وَأَمَّا يُسِئَنَّ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الدُّرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" ۵۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

^۲ تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب الامامة المطبعة الكبرى الاميرية مصر ۲/ ۲۵۱

^۳ شعب الایمان باب فی حفظ اللسان حدیث ۲۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۰

^۴ درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۱

^۵ القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۴۱۷:

از بدایوں

۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک وقف عرصہ دراز سے چلا آتا ہے شرائط و حالات وقف کچھ معلوم نہیں ہیں بجز اس قدر کے تولیت ہمیشہ سے ایک خاندان خاص میں بلا لحاظ وراثت چلی آتی ہے متولی حال نے اپنے ایک اہل خاندان کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین بنایا اور بعد اپنے اپنا جانشین اور متولی قرار دیا، اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا باستحقاق وراثت دعویٰ دار تولیت ہے، درانحالیکہ اس کا باپ حقیقت موقوفہ سے برطرف کیا جا چکا ہے اور اقرار لکھ چکا ہے کہ کبھی معاملات وقف میں دست اندازی نہ کرے گا نیز بھتیجا مذکور متولی کو ضرر شدید پہنچانے میں سزایاب ہو چکا ہے اور باہم متولی اور اس کے بھتیجے کے وقت وفات متولی ایک سخت دشمنی اور عداوت تھی، کیا شرعاً ایسا بھتیجا حقیقت موقوفہ کا بمقابلہ جانشین نامزد شدہ کے متولی مقرر ہوگا یا متولی متونی کا نامزد شدہ شخص مرنج ہوگا؟

الجواب:

تولیت میں توریث جاری نہیں محض بر بنائے وراثت ادعائے تولیت باطل و مردود ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

واعتقادہم ان خبز الاب لابنہ لایفیدلہا فیہ من تغیر حکم الشرع ^۱ ۔	اور ان کا یہ اعتقاد مفید نہیں کہ باپ کی روٹی بیٹے کی ہے کیونکہ اس میں حکم شرع کی تبدیلی ہے۔ (ت)

متولی حال نے جسے اپنے بعد متولی کیا متولی ہو گیا اگر یہ وصیت مرض موت میں کی جب تو ظاہر ہے کہ وہ جانشین بعد موت متولی ہو گیا اور بلا وجہ شرعی کسی کو اس سے منازعت اصلاً جائز نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

صح اذا فوض فی مرض موتہ وان لم یکن التفویض لہ عاماً لہا فی الخانیۃ انہ بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یوصی الی غیرہ ^۲ ۔	متولی نے اپنی مرض موت میں کسی دوسرے کو ولایت سونپ دی تو صحیح ہے اگرچہ اس کے لئے تفویض عام نہ ہو اس دلیل کی بنیاد پر جو خانیہ میں ہے کہ متولی بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کو وصیت کرے۔ (ت)

اور اگر اپنی حالت صحت میں کی اور قدیم سے اس وقف کے متولیوں میں اس کا دستور چلا آیا ہے کہ متولی

^۱ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۱

اپنی حیات و صحت میں اپنے جانشین کو اپنے بعد متولی بنا لیتے ہیں اور وہ متولی ہوتا ہے جب بھی ظاہر ہے کہ یہی جانشین بشرط اہلیت شرعیہ متولی ہو گیا۔ دوسرا اس کی منازعت نہیں کر سکتا۔ رد المحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ سئل شیخ الاسلام عن وقف مشہور اشتبہت مصارفہ، قال ینظر الی المعہود من حالہ فیما سبق من الزمان من ان قوامہ کیف یعملون فیہ فیبنی علی ذلک ^۱ ۔	ذخیرہ میں ہے شیخ الاسلام سے اس وقف مشہور کے بارے میں پوچھا گیا جس کے مصارف مشتبہ ہو گئے ہیں تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ قدیم زمانہ سے اس وقف کے بارے میں جو معمول چلا آ رہا ہے اس پر نظر کی جائیگی کہ متولیان سابقہ اس میں کیا عملدرآمد کرتے تھے پس اسی پر بناء کی جائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ معمول قدیم نہیں تو متولی اپنی صحت میں خود وقف سے جدا ہونا اور دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ممنوع ہوتا کہ اس کے لئے اس کی اجازت جانب واقف سے بوجہ اشتباہ شرائط ثابت نہیں۔ در مختار میں ہے:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کانت التفویض لہ عامًا صح والالا ^۲ ۔	متولی نے ارادہ کیا کہ کسی اور شخص کو اپنی حیات و صحت میں اپنا قائم مقام کرے اگر اس کے لئے تفویض عام ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں (ت)

مگر یہاں ایسا نہیں بلکہ اپنے بعد اس کے لئے وصیت تولیت کی ہے تو یہ مطلقاً ہر صورت میں جائز و صحیح ہونا چاہئے جب تک مخالف شرع نہ ہو کہ بوجہ عدم علم شرائط مخالفت شرائط واقف سے محفوظ ہے وہی عبارت قاضی جان للوصی ان یوصی الی غیرہ^۳ (وصی کو اختیار ہے کہ کسی اور شخص کو وصیت کرے۔ ت) اس کے لئے کافی ہے،

وترک السابقین لایدل علی شرط العدم بل علی عدم الشرط و المتبع العمل دون التزک الذی لیس من افعال مکلفین ولا مقدور الہم ^۴ ، کما فی	اور سابقین کا کسی چیز کو ترک کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کا نہ ہونا شرط ہے بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا ہونا شرط نہیں اور اتباع عمل کی کی جاتی ہے نہ کہ ترک کی جو افعال مکلفین میں سے نہیں۔

^۱ رد المحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۰۴

^۲ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

^۳ فتاویٰ قاضی خان کتاب الوقف فصل فی اجارۃ الاوقاف نوکسور لکھنؤ ۳/ ۳۸

^۴ غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۷۷

غمر العیون وشتان مالتک والکف ولم یثبت۔	اور نہ ہی ان کی قدرت میں ہے جیسا کہ غمر العیون میں ہے کف بمعنی روکنا ترک سے مختلف ہے اور کف ثابت نہیں ہوا (بلکہ ترک ثابت ہوا ہے۔ (ت)

بالجملہ پہلی دو صورتوں میں جانشین مذکور کی صحت تولیت اصلاً محل شبہ نہیں جبکہ شرعاً اس کا اہل ہو، اور تیسری صورت میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کی تولیت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۱۸: از شہر محلّہ چڑھائی نیب مسؤلہ منشی محمد ظہور صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک بزرگ نے اپنی حیات میں جائداد موقوفہ کا زید کو بذریعہ تملیک نامہ کے متولی کیا اور یہ لکھا کہ تاحیات یہ متولی رہے اور بعد اس کے جو متولی یا سجادہ نشین ہوئے اس کو بھی اسی تحریر کا کاربند رہنا چاہئے اور در صورت خلاف ورزی کے میرے مریدان سربرآوردہ جس کو مناسب سمجھیں مقرر کریں، ان بزرگ نے پردہ فرمایا اور بعد ایک زمانہ کے زید کا بھی انتقال ہو گیا اب زید کا لڑکا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے باپ کا قائم مقام بنوں اور ان بزرگ کے وارثان شرعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص ہونا چاہئے، تو ایسی صورت میں از روئے شرع شریف کے وارثان متولی کا حق ہے یا وارثان بزرگ کا، اور فقیر کی گدی پر وراثت کسی کی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائداد پہلے زبانی وقف ہو چکی تھی اس کی توثیق کے لئے یہ وقف نامہ لکھا گیا ہے جسے غلطی یا ناواقفی سے تملیک نامہ لکھ دیا اس میں متولی مذکور کے بعد دربارہ تولیت کسی شرط کی تصریح نہیں ہے، ایسی صورت میں وارثان متولی مذکور کو تولیت پر کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا، تولیت ترکہ نہیں کہ وارثوں میں تقسیم ہو بلکہ حتی الامکان وارثان وقف میں سے جو لائق ہو متولی کیا جائے گا اگر ان میں کوئی نہ ہو تو اہل الرائے اہل علم مسلمانوں کے مشورہ سے کوئی دیندار ہو شیار کار گزار متولی کیا جائے گا۔ در مختار میں ہے:

(ومادام احد یصلح للتولية من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب) لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف الیہم ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی ایک بھی تولیت کی صلاحیت والا موجود رہے گا اجنبی لوگوں میں سے کسی کو متولی نہیں بنایا جائے گا کیونکہ واقف کا قریبی متولی وقف پر زیادہ شفقت کریں والا ہوگا کیونکہ اس کا مقصود یہ ہوگا کہ وقف کی نسبت اس کے خاندان کی طرف بنی رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارته مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/ ۳۸۹

مسئلہ ۴۱۹: از ریاست رامپور شتر خانہ کہنہ احاطہ صابری مسئلہ واحد حسن صاحب ۶ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مزار کا زید متولی تھا مزار کی جلد اداراضی بحق خدمت مزار موصوفہ معاف ہے، زید کا صاحب مزار سے کوئی سلسلہ نسبی و سلسلہ طریق کوئی تعلق نہیں تھا اب زید کا انتقال ہو گیا زید کا بیٹا عمرو جو بالکل خدمت مزار کا اہل نہیں ہے اور تمام جلد او کی آمدنی تغلب و تصرف کر لی ہے ایک حبہ صرف نہیں کیا تولیت کا خواستگار ہے۔ بکریہ کہتا ہے کہ میں ان خدمات کا اہل ہوں اور صاحب مزار سلسلہ طریقت اور میرے خاندان کا مزار ہے، عمر و نے اکثر سامان تلف کر دیا، عمر و اخبث ہے اور خدمات انجام دینے کا اہل ہی نہیں ہے اور نہ مسلک درویشی عمرو کا ہے عند القاضی صورت مسئلہ میں ہر دو فریق میں سے کون لائق تولیت نہیں اور کس کے نام جلد او کا اندراج ہونا چاہئے؟ عند القاضی بکری کی اہلیت ثابت ہو چکی۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عمرو تو کسی طرح متولی ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ خود واقف نے اسے متولی کیا ہوتا بلکہ اگرچہ وہ خود ہی واقف ہوتا کہ وہ متغلب ہے۔ در مختار میں ہے:

ینزع وجوباً ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مأمون ^۱ ۔	خائن متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ وہ خود واقف ہو تو غیر واقف بدرجہ اولیٰ نکال دیا جائے گا۔ (ت)

اور بکریہ اگرچہ اہل ہو خواستگار تولیت ہے اور خواستگار تولیت کو متولی نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انالن نستعمل علی عملنا من ارادہ ^۲ رواہ احمد و الشیخان وابوداؤد والنسائی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	ہم اپنے کام پر اس کے خواستگار کو ہرگز مقرر نہ کریں گے (اس کو امام احمد، شیخین وابوداؤد، اور نسائی نے حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

در مختار میں ہے:

طالب التولية لا یولی الا المشروط له	طالب تولیت کو متولی نہیں بنایا جائے گا سوائے اس کے

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/ ۳۸۳

^۲ صحیح البخاری کتاب الاجارات باب استیجار الرجل الصالح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۱

النظر لانه مولیٰ فی رد بہ التنفیذ ^۱ ۔	کہ واقف نے اس کو متولی بنانے کی شرط کردی ہو کیونکہ وہ واقف کی شرط کی وجہ سے متولی بن چکا ہے اور اب اس کے نفاذ کا طلبگار ہے (ت)

لہذا کوئی اور کہ ہر طرح اہل ہو تلاش کر کے متولی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۰: از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پور مسئلہ سید فصیح اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کیا متولی اور منتظم مساجد مساجد کے مدخل و مخارج میں حسب خواہش بلا امتیاز طریق جائز و ناجائز بذات خود بلا مشاورت، اہل اسلام دست تصرف دراز رکھ سکتے ہیں اور یقینی تغلب اور غبن فاحش کے باوجود مسلمانوں کی درخواست پر آمد و خرچ کے حساب کے عدم معاینہ کی بابت ان کا انکار و اعراض جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

متولی اور منتظم پر اتباع شرع و شرائط ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں، اور اگر کریں تو مسلمانوں کو ان کی مزاحمت چاہئے، اور اگر خیانت یا ان کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً نکال دئے جائیں۔ در مختار میں ہے:

ینزع وجوباً ولو الواقف فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون ^۲ ۔	خان متولی کو ولایت وقف سے وجوباً نکال دیا جائیگا اگرچہ خود واقف ہو اور غیر واقف ہو تو بدرجہ اولیٰ نکال دیا جائے گا۔ (ت)

غبن و تغلب یقینی درکنار اگر مظلون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور انکا اعراض سخت قابل اعتراض۔ در مختار میں ہے:

لا تلزم المحاسبة فی کل عام و یکتفی القاضی منه بالاجمال لو معروف بالامانة ولو متهماً یجبہ علی التعیین شیئاً فشیئاً ^۳ ۔	متولی اگر امانت میں معروف ہو تو ہر سال تفصیلی محاسبہ اس پر لازم نہیں بلکہ قاضی اس سے اجمالی حساب طلب کرنے پر اکتفاء کرے گا اور اگر وہ مستم بالخیانت ہے تو قاضی اس کو ایک ایک شیئی کا تفصیلی حساب بتانے پر مجبور کرے گا۔ (ت)

^۱ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

^۲ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

^۳ در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۲

صورت مذکورہ میں وہ مجبور کئے جائیں گے تفصیلی حساب دکھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۱ تا ۴۲۷: از لشکر گاہ بنگلور ملک میسور مسئلہ چودھری محمد حسین بکر قصاب صاحبان مسجد اعظم ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی مل کر ایک زمین خرید کر بالاتفاق بہ نیت وقف اس پر مسجد آباد کریں، امام مؤذن بھی مقرر کر لیں۔ بارہ سال سب واقفین باہم متفق رہے، نماز جماعت و جمعہ وغیرہ میں شریک رہے، مسجد کے لئے اوقاف واسطے آمدنی کے بھی خرید کر مسجد کے نام واسطے حاصل کے دے چکے، ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے بارہ سال بعد مسجد دور ہونے کے باعث ایک اور مسجد بھی فاصلہ بعید سے بنواڈالی اور دونوں مسجدوں میں شریک رہے، خدمات اور خرچ بھی حاصل اور ذات سے خرچ کرتے رہے وہ گروہ عرصہ ۲۵ سال سے ذاتی چندہ اس دوسری مسجد میں دیتے ہیں اور پہلی مسجد کے اوقاف بحال خود جاری ہیں اب یہ لوگ جو جدا ہوئے ہیں ان کو پہلی مسجد والے حقوق وقف سے علیحدہ تصور کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ ہم متولی اپنی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں اور دوسری مسجد والے کہتے ہیں ہمارا حق ہے کہ ہم سب واقف ہیں اور تولیت کا اختیار سب واقفین کو ہے، دوسرے گروہ والے کہتے ہیں کہ تمہارا حق بسبب جدا ہونے اور الگ بنوانے مسجد کے نہیں رہا، سوال یہ ہے کہ پہلے واقفین کا حق ساقط ہے یا باقی؟

(۲) متولی کا مقرر کرنا مسجد کے لئے ضروریات سے ہے یا نہیں؟

(۳) ایک سے زیادہ متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) جب واقفین میں اختلاف ہو بعض زید کو متولی کریں بعض عمرو کو تو اکثر کو ترجیح ہے یا اقل کو، اور بر تقدیر مساوات کس کو اختیار نصب متولی کا ہے؟

(۵) واقف سے مراد سطح مسجد کا واقف مراد ہے یا آبادی کرنے والا اور عمارت بنوانے والا؟

(۶) قوم کو نصب امام و مؤذن و آبادی مسجد وغیرہ کا اختیار ہے یا واقفین کو؟

(۷) واقفین کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ عملدرآمد اور قابض اپنے موقوف پر رہیں کیا قبضہ چھوڑنے سے حق واقفیت ساقط ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) جب ان سب نے مل کر وہ مسجد بنائی سب اس کے واقف ہوئے جو حقوق کے واقف کے ہیں سب کے لئے ہیں ایک فریق کے مسجد بنالینے سے پہلے کا حق زائل نہ ہوا یہ محض ظلم ہے۔

(۲) مسجد کے لئے متولی کا مقرر کرنا کچھ ضرور نہیں البتہ اوقاف کے لئے ضروری ہے۔

(۳) متولی متعدد بھی ہو سکتے ہیں وہ سب مل کر کام کریں گے ہر ایک مستقل نہ ہوگا۔

(۴) فقیر اس وقت کتابوں سے دور حالت سفر میں ہے جزئیہ پیش نظر نہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زید و عمرو دونوں متولی ہو جائیں گے اور مل کر کام کریں گے کہ نصب متولی کی ولایت واقف کو ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولایۃ نصب القیم الی الواقف ^۱ ۔	متولی مقرر کرنے کی ولایت واقف کو ہے (ت)

اور وہ سب واقف ہیں اور نصب متولی متجزی نہیں تو ہر ایک کو اختیار کامل ہے تو دونوں متولی ہو جائیں گے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

ما ثبت لجماعة فهو بينهم على سبيل الاشتراك الافى مسائل الاولى ولاية الانكاح للصغير والصغيرة ثابتة للاولياء على سبيل الكمال لكل (الى ان قال) والضابط ان الحق اذا كان مبالا يتجزى فانه يثبت لكل على الكمال فلا استخدام في المملوك مبالا يتجزى ^۲ ۔	جو چیز جماعت کے لئے ثابت ہو وہ ان سب میں مشترک طور پر ہوتی ہے سوائے چند مسائل کے جن میں سے پہلا مسئلہ نابالغ و نابالغہ کے نکاح کی ولایت کا ہے کہ وہ اولیاء میں سے ہر ایک کے لئے کامل طور پر ثابت ہوتی ہے (صاحب اشباہ کے اس قول تک کہ فرمایا) ضابطہ یہ ہے بیشک جو حق ناقابل تجزی ہو وہ ہر ایک کے لئے بطور کمال ثابت ہوتا ہے اور مملوک سے خدمت لینے کا حق ناقابل تجزی ہے۔ (ت)

(۵) اصل مسجد زمین ہے تو زمین کا واقف اصل مسجد کا واقف ہے اور جس نے اس میں عمارت بنا کر وقف کی وہ بنا کا واقف ہے اور بنا اگرچہ وصف ہے اس کے لیے حکم جز ہے تو وہ بھی وقف مسجد میں شریک ہے۔

(۶) عمارت و مرمت مسجد کا اختیار واقفین کو ہے اور انہیں کے امام و مؤذن مقرر کئے ہوئے اولیٰ ہیں مگر یہ کہ جن کو قوم مقرر کرے وہ شرعاً مرجع ہوں تو انہیں کو ترجیح ہوگی۔ در مختار میں ہے:

البانی للمسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام و المؤذن فی المختار اذا عین القوم اصلح مین عینہ البانی ^۳ ۔	قول مختار کے مطابق مسجد کا بانی امام و مؤذن کے تقرر میں بنسبت قوم کے اولیٰ ہے سوائے اس کے کہ قوم کا مقرر کردہ امام و مؤذن بانی کے مقرر کردہ سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ (ت)

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/۳۸۹

^۲ الاشباہ والنظائر کتاب النکاح الفن الثانی ادارة القرآن کراچی، ۱/۲۴۶۲۴۴

^۳ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/۳۹۰

(۷) واقف کے لئے وقف پر ہمیشہ قابض رہنا ضرور نہیں بارہا واقف دوسرے کو متولی کرتا ہے قبضہ متولی کا رہتا ہے مگر حق واقف ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۸: از ٹرودہ ناگروارہ گجرات مرسلہ یوسف علی خاں صاحب بہادر صدر انجمن اہلسنت وجماعت ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلسنت وجماعت کو یہ جائز ہے کہ روافض کو جامع مسجد یا غیر مسجد کا متولی اور متصرف بنائیں اور ان کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کریں اور جو مسلمان ایسا کریں ان کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا
توجروا۔

الجواب:

اہلسنت کی کسی مسجد خصوصاً مسجد جامع کا متولی رافضی کو کرنا شریعت مطہرہ وقرآن عظیم و احادیث صحیحہ و فقہ حنفی کی رو سے اصلاً کسی طرح جائز نہیں حرام قطعی ہے۔

(۱) یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں، ردالرفضہ میں بکثرت کتب معتمدہ حنفی و عقائد اہلسنت سے ان کے کافر مرتد ہونے کے روشن ثبوت دئے ہیں۔ بدائع امام ملک العلماء وفتاویٰ امام طاہر عبدالرشید وشرح الکفر امام فخر الدین زیلی وفتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

یعنی امام مرغینانی صاحب ہدایہ نے فرمایا: بد مذہب بدعتی کے پیچھے نماز جائز ہے اور رافضی وجمعی و قدری اور مشبہ اور وہ جو قرآن عظیم کو مخلوق مانتے ہیں ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور حاصل یہ ہے کہ جس میں ایسی بد مذہبی ہو جس کے سبب اسے کافر نہ کہا جائے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہے جیسے رافضی وغیرہ مذکورین کہ یہ سب کافر ہیں اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں، ایسا ہی تبیین الحقائق اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے۔ (ت)	وهذا نصاها قال المرغيناني يجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضي والجهمي والقدرى والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن، وحاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا هكذا في التبيين والخلاصة، وهو الصحيح هكذا في البدائع¹۔

نیز فتاویٰ خلاصہ وفتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوٰۃ باب الامامة نورانی کتب خانہ پشاور ۸۴

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما العیاذ باللہ فہو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لایکون کافرا الا انہ مبتدع ^۱ ۔	رافضی اگر صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ برا کہتا اور تبرائکتا ہو تو وہ کافر ہے اور اگر صدیق اکبر سے مولیٰ علی کو فقط افضل کہتا ہو تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔ (ت)

فتاویٰ برزازیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفارہم باکفار عثمان و علی وطلحہ وزبیر وعائشۃ رضی اللہ عنہم ^۲ ۔	یعنی جو لوگ حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں واجب ہے کہ ہم ان کافر کہنے والوں کو کافر کہیں۔

فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولہم برجۃ الاموات الی الدنیا وبقولہم فی خروج امام باطن (الی قولہ) وھؤلاء قوم خارجون عن ملة الاسلام واحکام المرتدین ^۳ ۔	یعنی رافضیوں کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس قول میں کہ اموات دنیا کی طرف لوٹیں گے اور اس قول میں کہ ایک چھپا ہوا امام نکلے گا اور یہ لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کے وہی حکم ہیں جو مرتدوں کے ہوتے ہیں۔

شرح مقاصد شرح تحریر الاصول و رد المحتار علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

اہل القبلة معناه الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الاسلام و اختلفوا فی اصول سواھا والا فلا نزاع فی کفر اہل القبلة بالمواظب طول العمر علی الطاعات بصدور شیعہ من موجبات الکفر عنہ ^۴ ۔	یعنی اہل قبلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو تمام ضروریات دین کو ماننا ہو اور ان کے سوا بعض عقائد میں خلاف رکھتا ہو ورنہ اس میں کچھ خلاف نہیں کہ جس اہل قبلہ سے کوئی موجب کفر صادر ہو وہ کافر ہے اگرچہ تمام عبادتوں پر مداومت کرے۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

^۴ شرح المقاصد المبحث السابع فی مخالف الحق من اہل القبلة دار المعارف النعنائیہ لاہور ۲/ ۲۶۹

شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے:

لا یخفی ان المراد بقول علمائنا لا تجوز تکفیر اهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة فان الغلاة من الروافض وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین ^۱ ۔	یعنی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے علماء کے اس قول میں کہ اہل قبلہ کو کسی گناہ کے سبب کافر کہنا جائز نہیں فقط نماز میں قبلہ کو منہ کر لینا مراد نہیں کہ غالی رافضی اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلاشبہ کافر ہیں۔

اور مساجد اہلسنت خصوصاً مسجد جامع کا اسے متولی کرنا اور مسلمانوں کے ایسے عظیم دینی تصرفات اس کے ہاتھ میں رکھنا اس کی عظیم تعظیم ہے اور اس کی تعظیم سخت حرام ہے بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ تبیین الحقائق و طحاوی علی مراقی الفلاح وغیرہما میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً ^۲ ۔	اس لئے کہ اسے گواہ بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں اس کی توہین واجب ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ و اشباہ والنظائر و در مختار میں ہے: تبجیل الکافر کفر کفار کی تعظیم کفر ہے۔

(۲) اس میں اسے مسلمانوں پر ایک انفری دینا ہے اور یہ حرام ہے۔ فتح القدیر و در مختار وغیرہما میں ہے:

یسنع من استکتاب و مباشرۃ یكون بها معظماً عند المسلمین ^۴ ۔	یعنی ذمی کافر کو بھی منشی بنانا یا اور کوئی ایسا عمل سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں۔

حاوی قدسی و بحر الرائق و در مختار میں ہے:

والنظم له ینبغی ان یلازم الصغار فیما یكون بینہ و بین المسلمین فی کل شیء، وعلیہ فیسنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر، و یحرم تعظیہ ^۵ ۔	یعنی کافر اور مسلمان کے ہر معاملہ میں کافر کو دبا ہوا ذلیل رکھنا چاہئے، مسلمان کھڑا ہو تو اسے بیٹھنے نہ دیں، ایسا ہی بحر میں ہے اور اس کی تعظیم حرام ہے۔

^۱ منح الروض الا زھر شرح الفقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ لمکفرات الاجتنابھا الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۲

^۲ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامة المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۳۴

^۳ در مختار کتاب الحظر و الاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۱

^۴ در مختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

^۵ در مختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

(۳) مساجد و اوقاف کا متولی بنانا کیسے عظیم دینی کاموں میں ان سے استعانت ہے اور یہ ان تشریحات جلیلہ پر کہ المحجة المؤتمنه میں مذکور ہوئیں حرام ہے، قرآن عظیم فرماتا ہے:

"لَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا" ۱	غیروں میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار۔

تفسیر ارشاد العقل السليم علامہ ابو سعود عمادی و تفسیری فتوحات الہیہ میں ہے:

نہوا عن موالاتهم لقربة او صداقة جاهلية ونحوهما من اسباب المصادقة والمعاشرة وعن الاستعانة بهم في الغزو وسائر الامور الدينية ۲	یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری کے سبب ہو یا اسلام سے پہلے کے یا رانے خواہ یاری اور میل جول کے اور کسی سبب سے اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

(۴) عقیلی وابن حبان وغیرہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سيأتى قوم لهم نبي يقال الرافضة لا يشهدون جمعة ولا جماعة ويطعنون على السلف فلا تجالسوا ۳	عنقریب کچھ لوگ آئیں گے ان کا بد لقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا نہ جمعہ میں حاضر ہوں گے نہ جماعت میں اور سلف صالح کو برا کہیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اذمجالسة الاغيار تجر الى غاية البوار ونهاية الخسار ۴	اس لئے کہ غیروں کے پاس بیٹھنا حد درجہ کی بربادی اور انتہا درجہ کے نقصان کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔

جب ان کے پاس بیٹھنا زری بربادی ہے تو انہیں مساجد و اوقاف کا متولی کرنا کس درجہ کس قدر عظیم تباہی ہے۔

(۵) مسلمانوں کا ایسا عظیم کام اس کے سپرد کرنے میں اسے رازدار و دخیل کار بنانا ہے اور یہ حرام ہے۔

۱ القرآن الکریم ۸۹/۴

۲ ارشاد العقل السليم (تفسیر ابی السعود) تحت آیت ۲۸/۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳، الفتوحات الالهية الشهير بالجميل

تحت آیت ۲۸/۳ مصطفى البابی مصر/ ۲۵۷

۳ العلل المتنابية حديث ۲۵۷، دار نشر الكتب الاسلاميه ۱۶۱/۱ والضعفاء الكبير، حديث ۱۵۳/۱۱۶

۴ مرقاۃ المفاتيح كتاب الايمان تحت حديث ۱۰۸ المكتبة الحبيبية كوتہ/ ۳۰۹

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم سے راہ خدا میں پوری کوشش کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا راز دار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

"أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ" ۱

تفسیر کبیر میں ہے:

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ غیر مسلم کو اپنا راز دار نہ بناؤ تو یہ تمام کفار سے ممانعت ہے اور تاہم اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اس کا ساحفظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں، امیر المؤمنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو راز دار بنانے والا ٹھہروں گا۔

نہی اللہ تعالیٰ المؤمنین ان يتخذوا بطانة من غير المؤمنين فيكون ذلك نهياً عن جميع الكفار، ومما يؤكد ذلك انه قيل لعمر رضي تعالى عنه ههنا رجل من اهل الحيرة نصراني لا يعرف اقوى حفظاً ولا احسن خطاً منه فان رأيت ان نتخذه كاتباً فامتنع عمر من ذلك وقال اذا اتخذت بطانة من غير المؤمنين

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

یعنی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے، فرمایا تمہیں اس سے کیا علاقہ خدا تم سے سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشاد الہی نہ سنا کہ اے ایمان والو!

روى ان ابا موسى الاشعري رضي الله تعالى عنه قال قلت لعمر بن خطاب رضي الله تعالى عنه ان لي كاتباً نصرانياً فقال مالك وله قاتلك الله الا اتخذت حنيفاً يعني مسلماً اما سمعت قول الله

¹ القرآن الكريم ۹/ ۱۶

² مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت آية ۳/ ۱۸ المطبعة البهية المصرية مصر ۲۱۰/ ۸

عزوجل "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ" قلت له دينه ولي كتابته قال لا اكرهم اذا هانهم الله ولا اعزهم اذا اذلهم الله ولا ادينهم اذا بعدهم الله قلت لا يتم امر البصرة الا به فقال مات النصراني والسلام يعني هب انه مات فما تصنع بعد فما تعمل بعد موته فاعلمه الان واستغن عنه بغيره من المسلمين¹۔	یہود و نصاریٰ کو یار نہ بناؤ، میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرمی سے کام ہے، فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انہیں اللہ نے خوار کیا، نہ انہیں عزت دوں گا جب کہ اللہ نے انہیں ذلیل کیا، نہ ان کو قرب دوں گا جب کہ اللہ نے انہیں دور کیا۔ میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔ فرمایا مر گیا نصرانی، یعنی فرض کر لو کہ وہ مر گیا اس کے بعد کیا کرو گے جو جب کرو گے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کر کے اس سے بے پروا ہو جاؤ۔

شرح سیر کبیر پھر رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

به نأخذ فان الوالى ممنوع من ان يتخذ كاتباً من غير المسلمين لقوله تعالى "لَا تَتَّخِذُوا إِطَّائَةً مِّن دُونِكُمْ"²۔	ہم امیر المؤمنین کے اسی ارشاد پر فتویٰ دیتے ہیں بیشک والی کو جائز نہیں کہ کسی کافر کو محرر بنائیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا اوروں کو راز دار نہ بناؤ۔

سبحن اللہ! جب ان کو محرر تک بنانا ناجائز و خلاف قرآن عظیم ہے تو مساجد مسلمین ان کے ہاتھ میں سپرد کرنا اور اتنا عظیم منصب دینا کس درجہ سخت حرام ہونا لازم۔

(۶) متولی کرنا حرام ہے مگر اسے کہ امین و خیر خواہ ہو، یہاں تک کہ خود واقف پر اگر اطمینان نہ ہو وقف سے اسے باہر نکال دینا واجب ہے۔ اسعاف فی حکم الاوقاف میں ہے:

لا يولى الا امين لان الولاية مقيدة بشرط النظر و ليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود³۔	متولی نہ کیا جائے مگر جس پر پورا اطمینان ہو کہ تولیت میں وقف کا فائدہ دیکھنے کی شرط ہے اور جس پر اطمینان نہ ہو اس کا متولی کرنا رعایت فائدہ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ وہ اصل مقصود میں خلل ڈالتا ہے۔

¹ لباب التاويل في معاني التنزيل (تفسير الخاذه) تحت آية ۵/ ۵۱ مصطفى البابی مصر ۲۳-۲۲

² رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۸

³ رد المحتار بحوالہ الاسعاف فی حکم الاوقاف کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

فتاویٰ بزازیہ و درر و غرر و تنویر الابصار و در مختار و غیرہ میں ہے:

یعنی اگر خود واقف قابل اطمینان نہ ہو تو اسے نکال دینا واجب، پھر دوسرے کا کیا ذکر۔	ینزع وجوباً لو الواقف فغیره اولی غیر مامون ^۱ ۔

اور قرآن عظیم شاہد ہے کہ غیر مسلم ہر گز کسی معاملہ کا خیر خواہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! اپنے غیروں سے کسی کو راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جوان کے سینوں میں دبی ہے وہ بڑی ہے، ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمہیں عقل ہو۔	"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تُعْقِلُونَ" ۝۲

(۷) تنویر الابصار و غیرہ متون میں ہے: العاشر حرم مسلم^۳ (یعنی عشر تحصیل کرنیوالے کی تعریف میں آزاد اور مسلمان ہونا داخل ہے۔ غایۃ البیان امام اتقانی شرح ہدایہ و بحر الرائق شرح کنز الدقائق و رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

یعنی تحصیل عشر پر کسی کافر کو مقرر کرنا باطل محض ہے کہ بنص قرآن اسے کسی مسلم پر کوئی اختیار نہیں مل سکتا۔	لا یصح ان یکون کافر الا انه لایلی علی مسلم ^۴ بالایۃ۔

عشر لینے والا راستوں پر مقرر کیا جاتا ہے کہ تاجروں سے عشر تحصیل، راہ کی حفاظت کرے، جیسے بلا تشبیہ یہاں چوگی کا محرر اور راستوں کی چوکی کا پولیس مین۔ جب اتنی خفیف دنیوی خدمت پر انہیں مقرر کرنا اصلاً درست نہیں تو ایسے عظیم دینی کام پر تقرر کیونکر ممکن۔ (خاص تصریحات مسئلہ) (۸) لاجرم صریح تصریحیں لیجئے۔ در مختار میں ہے:

یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں پر یہودی (یعنی کسی کافر کا متولی کرنا حرام ہے۔	بهذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیہود علی الاعمال ^۵ ۔

^۱ در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

^۲ القرآن الکریم ۱۱۸/ ۳

^۳ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۶

^۴ رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۸

^۵ در مختار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۶

بحر الرائق ورد المختار میں ہے:

لاشك في حرمة ذلك ¹	اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

شامی میں ہے:

ای لان في ذلك تعظيحه وقد نصوا على حرمة تعظيحه ²	یعنی اس لئے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور بیشک ائمہ دین نے تصریحیں فرمائیں کہ کافر کی تعظیم حرام ہے۔

شرنبلالیہ علی الدرر پھر رد المختار میں ہے:

علم مبادكر ناه حرمة تولية الفسقة فضلا عن اليهود والكفرة ³	یعنی جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کو متولی کرنا حرام ہے چہ جائیکہ یہودی و دیگر کفار۔

(۹) تمام عبارات و دلائل کہ یہاں تک مذکور ہوئے مطلقاً ہر کافر میں ہیں اگرچہ کافر ذمی ہو جو سلطنت اسلامیہ میں فرمانبردار و جزیہ گزار ہو کر رہتا ہے اور اکثر معاملات میں اس کا حکم مسلمانوں کا سار کھا گیا ہے نہ کہ حربی جس سے انقطاع کلی کا حکم ہے اور امان لے کر بھی دارالاسلام میں سال بھر تک رہ ہی نہیں سکتا کہ مرتد جسے سلطان اسلام فوراً قتل کرے گا اور اگر غور کے لئے مہلت مانگے تو تین دن کی مہلت دے گا اور ان میں بھی قید ہی رکھے گا، متولی کس وقت کرے گا۔ تنویر الابصار میں ہے:

لا يمكن حربى مستأمن فينا سنة ⁴	حربی مستامن ہمارے درمیان ایک سال نہیں ٹھہر سکتا۔ (ت)

در مختار میں ہے:

من ارتد عرض الحاكم عليه الاسلام وتكشف شبهته ويحبس وجوباً ثلاثة أيام ان طلب المهلة والا قتله من ساعته الا اذاجي	جو مرتد ہو جائے حاکم اس پر اسلام پیش کرے گا اور اس کے شبہ کازالہ کرے گا اگر وہ مہلت طلب کرے تو لازمی طور پر تین دن قید رکھا جائے گا ورنہ حاکم اسلام اسی وقت اس کو قتل کر دے گا سوائے

¹ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۲

² ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۲

³ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۲

⁴ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد فصل فی استییمان الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۶

(مطلب عبارات ردالمحتار)

اسلامہ بدائع ^۱ ۔	اس کے کہ اس کے اسلام کی امید ہو، بدائع۔ (ت)

عبارت ردالمحتار یشتراط للصحة بلوغه وعقله لاحریته واسلامه صراحة^۲ (صحت تولیت کے لئے بلوغ اور عقل شرط ہے حریت اور صراحتاً مسلمان ہونا نہیں۔ ت) خاص در بارہ ذمی ہے یعنی متولی بن سکنے کے لئے اسلام شرط نہیں کہ کافر ذمی بھی اگر متولی کیا جائے گا ہو جائے گا نہ یہ کہ کوئی کافر کیسا ہی ہو متولی ہو سکتا ہے، اس عبارت کے متصل ہی خود اس میں اس کی سند یہ لکھی:

لما فی الاسعاف لو اوصی الی صبی تبطل فی القیاس مطلقاً فی الاستحسان ہی باطلۃ مادام صغیراً ولو کان عبدایجوز قیاساً واستحساناً ثم الذمی فی الحكم کالعبد فلو اخرجهما القاضی ثم عتق العبد واسلم الذمی لا تعود الیهما اھ بحر ونحوہ فی النھر ^۳ ۔	یعنی اسلام شرط نہ ہونے کی سند وہ ہے جو اسعاف میں فرمایا کہ اگر کسی نابالغ کو وصی کیا تو قیاس میں مطلقاً باطل ہے اور استحسان یہ ہے کہ اس کے نابالغ رہنے تک باطل ہے اور اگر غلام ہو تو قیاس واستحسان دونوں میں صحیح ہے اور حکم میں ذمی مثل غلام ہے، پھر اگر حاکم نے انہیں وصایت سے نکال دیا اور اس کے بعد غلام آزاد ہو اور ذمی اسلام لے آیا تو وصی نہ ہو جائینگے، یہ بحر میں ہے اور اسی کے مثل نہر میں۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لا تشتط الحرية والاسلام للصحة لما فی الاسعاف ولو کان عبدایجوز قیاساً واستحساناً والذمی فی الحكم کالعبد فلو اخرجهما القاضی ثم اعتق العبد واسلم الذمی لا يعود الیہما کذا فی البحر الرائق ^۴ ۔	یعنی متولی بن سکنے کے لئے آزادی واسلام اس سند سے شرط نہیں کہ اسعاف میں فرمایا کہ اگر غلام ہو تو قیاس واستحسان دونوں میں اس کی وصایت ممکن ہے اور حکم میں ذمی بھی غلام کے مثل ہے اور اگر قاضی نے انہیں نکال دیا پھر غلام آزاد اور ذمی مسلمان ہو تو اس سے وصایت ان کی طرف عود نہ کر آئے گی، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے۔

دیکھو صراحة کلام کافر ذمی میں ہے اور مرتد ہر گز اس کی مثل نہیں وہ سب کافروں سے بدتر ہے۔

^۱ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۶-۵۵

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

^۳ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۵

^۴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۰۸

اشباہ والنظائر میں ہے:

المُرتد اقبح کفر من الکافر الاصلی ^۱ ۔	یعنی مرتد کفر میں کافر اصلی سے بدتر ہے۔

شرط اسلام نہ ہونے کے لئے ایک قسم کے کافر کا کسی ایک صورت میں متولی بن سکتا کافی ہے نہ کہ شرطیت اسلام جبھی نہ ہوگی کہ ہر قسم کا کافر متولی بن سکے مگر کم علمی و نا فہمی عجب چیز ہے پھر صحت کے لئے شرط نہ ہونے سے انتہائی تو ہوا کہ بن سکتا محتمل ہے نہ یہ کہ اسے متولی بنانا جائز و حلال ہے۔ ابھی ابھی اسی ردالمحتار و دیگر معتمدات سے صاف تصریحیں گزریں کہ کسی کافر کو متولی بنانا مطلقاً حرام ہے اور اسی میں کلام ہے، جو امر ہمارے دین میں حرام ہے اسے روا رکھنا صریحاً مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے۔

(۱۰) پھر یہ بھی اس حالت میں ہے کہ اس کے ذمہ صرف نگہداشت یا ضروری اشیاء کی خرید و فروخت حساب کی لکھت پڑھت ہو کسی مسلمان پر اسے کوئی اختیار نہ دیا گیا ہو اس صورت میں متولی اگرچہ ہو سکے گا مگر کرنا حرام ہے۔ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ اسی صورت میں متعلق ہے اور اگر اسے کوئی اختیار دیا جائے مثلاً امام یا مؤذن یا فراش یا اور کسی ملازم کی موقوفی یا بحال یا اضافہ یا کمی یا رخصت یا معطل میں کچھ دخل۔ جب تو اس کی تولیت نہ صرف حرام بلکہ باطل محض ہے ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ ابھی اسی ردالمحتار و بحر الرائق وغایۃ البیان سے گزرا اور انہیں کتابوں میں اس پر اس آیت کریمہ سے دلیل لائے:

"لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا" ^۲ ۔	یعنی شریعت الہیہ ہر گز کسی کافر کو کسی مسلمان پر کوئی اختیار نہ دے گی۔

(خلاصہ حکم مسئلہ) بالجملہ رافضی کو مسجد خواہ کسی وقف کا ذی اختیار متولی کرنا جس سے کسی مسلمان ملازم وغیرہ پر اسے کوئی اختیار ملے یہ تو ممکن ہی نہیں اگر کیا جائے نہ ہو سکے گا اور اس کی تولیت باطل محض ہوگی اور محض بے اختیار متولی کیا جائے یہ بھی کم از کم قطعاً حرام اور مذہبی دست اندازی و بدخواہی اسلام ہے۔ بفرض غلط اگر رافضی کافر نہ بھی ہوتا تو مجرّد فاسق عملی سے تو یقیناً بدتر ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ، اور ابھی شرنبلالیہ و ردالمحتار سے گزرا کہ فاسق کا متولی کرنا بھی حرام ہے۔ یہ ہے مسئلہ کی تحقیق وبالله التوفیق۔

(۱۱) روافض کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کرنا ہر گز جائز نہیں کہ جب وہ شرعاً مسلمان ہی نہیں تو وہ نہ اہل عبادت ہیں نہ ان کی نماز نماز کہ عبادت کی پہلی شرط اسلام ہے اور جب ان کی نماز باطل محض ہے

^۱ الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ الفن الثانی ادارة القرآن کراچی ۱/ ۲۹۱

^۲ القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

تو انہیں شریک کرنا صف کا قطع کرنا ہوگا کہ غیر نمازی صف میں کھڑا ہے اور صف کا قطع کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قطع صفاً قطعه الله ^۱ ۔ رواہ النسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بسند صحیح۔	جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ اس کو امام نسائی اور امام حاکم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ (ت)

رافضیوں کے بارے میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بتخریج عقلی و ابن حبان گزری اس کی روایت ابن حبان میں ہے:

ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم ^۲ ۔	نہ رافضیوں کے جنازے کی نماز پڑھو نہ رافضی کے ساتھ نماز پڑھو۔

(۱۲) جو لوگ ان احکام شریعہ کی مخالفت کریں رافضی کو متولی بنائیں یا اسے نماز میں داخل کریں صراحۃً شریعت کے بدلنے والے اور احکام الہی کے خلاف چلنے والے اور مستحق تعزیر شدید و عذاب مدید ہیں یہ بھی جب کہ ان روافض کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں کافر جانیں اور براہ خباثت نفس اپنے کسی دنیوی علاقہ کے سبب ان امور کے مرتکب ہوں ورنہ ایسی حالت میں انہیں مسلمان جانیں تو خود ہر گز مسلمان نہ رہیں گے۔ برازیہ و ذخیرۃ العقلمی و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ میں ہے:

من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر ^۳ ۔	جو ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

تنبیہ: یہ احکام کہ ہم نے لکھے یعنی مسجد خواہ کسی وقف کا ادنیٰ ذی اختیار متولی اصلاً نہ ہو سکنا اور غیر ذی اختیار متولی کرنا بھی حرام ہونا اور اسلامی کسی کام میں انہیں دخل دینا باطل و مردود ہونا اور نماز میں انہیں داخل کرنے کی تحریم اور یہ کہ ان کی نماز نماز نہیں، یونہی جملہ احکام ارتداد کے ان کے تمام اعمال حبط اور ان کے نکاح باطل و فسخ، اور یہ کہ جہاں بھر میں کسی سے ایسے عقیدہ کے مرد یا عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا نہ مسلمان سے نہ کافر سے نہ مرتد سے، جس سے ہو گا زنائے محض ہوگا، اور یہ کہ وہ اپنے کسی مورث کے اصلاً وارث نہیں ہو سکتے اگرچہ ان کا باپ یا بیٹا ہو اور یہ کہ انہیں کسی بالغ یا نابالغ

^۱ سنن النسائی کتاب الامامة والجماعة باب من وصل صفانور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۳۱

^۲ کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس الخ حدیث ۲۹-۳۲۵۲۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲/۵۴۰

^۳ در مختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

پر اگرچہ ان کی اولاد ہو کوئی ولایت نکاح وغیرہ کی نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ان سے میل جول حرام اور یہ کہ ان کی حیات یا موت میں کوئی اسلامی برتاؤ ان سے حرام۔ یہ تمام احکام نہ صرف ان رافضیوں بلکہ ان جمیع فرق و اشخاص کے لئے ہیں جو باوصف کلمہ گوئی اپنے کسی عقیدہ یا عمل میں کفر رکھتے ہیں جیسے ہر قسم کے وہابی اور نیچری اور قادیانی اور چکڑالوی اور حلول یا اتحاد بکنے والے جھوٹے صوفی اور اب سب سے نئے اکثر گاندھوی کہ یہ سب مرتدین ہیں اور ان سب پر وہی احکام جیسا کہ علمائے حرین طہیین کے دونوں مشہور فتاویٰ الحرین وحسام الحرین وغیرہما اور المحجة المؤتمنه سے ظاہر ہے۔

واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اوقاف کے اجارہ کا بیان

مسئلہ ۴۲۹: از پبلی بھیت مرسلہ جناب مولانا محدث سورتی دام فیضہ ۱۹ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع وقفی پانچ برس کو ممبران انجمن اسلامیہ سے ایک توفیر معین پر ٹھیکہ لیا، علاوہ شرائط ٹھیکہ کے ایک درخواست ٹھیکہ دار نے بعد ایک سال کے اس مضمون کی دی کہ چونکہ انجمن کے ممبر وغیرہ زائد از پانچ سال کو ٹھیکہ شرعاً نہیں دے سکتے لہذا بغرض کارگزاری آئندہ مجھ سے معاہدہ تحریری کر لیا جائے کہ آئندہ پانچ برس کو بھی ٹھیکہ مجھی کو دیا جائے، چنانچہ معاہدہ تحریری دستخطی کر لیا گیا کہ اگر اسمیان موضع کو ٹھیکہ دار رضامند رکھے اور باغ کی توفیر زیادہ کرے گا اور محافظت کرے گا تو آئندہ کو بھی اسی توفیر پر دیا جاسکتا ہے مگر توفیر باغ کو بدستور رہی اور اسمیان راضی نہیں، پس ایسی صورت میں اراکین انجمن کو پابندی لازم ہے یا نہیں؟ باینمہ کہ اور اشخاص کی درخواستیں ٹھیکہ جدید کی زائد از سابق موجود ہیں جس میں مسجد و مدرسہ کا نفع ظاہر ہے، علاوہ ازیں اگر ٹھیکہ والے سابق نے پابندی معاہدہ کی موافق کی ہو یعنی اسمیان دیہہ کو راضی رکھنے کا اہتمام کیا ہو اور باغ کی توفیر کی زیادتی میں سعی کی ہو مگر اتفاق سے ان کی رضامندی نہ ہو سکی اور توفیر میں ترقی نہ ہو سکی تو کیا ایسی صورت میں معاہدہ کی پابندی اراکین انجمن اسلامیہ کو لازم ہوگی اور اس کو اسی توفیر پر ٹھیکہ دینا جائز ہے گو مسجد مدرسہ کا نقصان ہو۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اراکین پر اس معاہدہ کی پابندی نہ صرف غیر ضروری بلکہ محض ناجائز و ممنوع و گناہ ہے وہ معاہدہ

محض باطل و شرکاً مردود و ناروا تھا اور باطل کا حق یہ ہے کہ مٹایا جائے نہ کہ پابندی ہو، دیہات کا ٹھیکہ جس طرح ہندوستان میں رائج ہے باجماع مذاہب اربعہ باطل و ناجائز ہے، اس ٹھیکہ میں زمین تو اجارہ مزارعین میں ہوتی ہے اور تو فیہ آئندہ کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور یہ حرام ہے عقد اجارہ شرع نے منافع کے لئے رکھا ہے، نہ عین کے لئے، منفعت جیسے مکان میں رہنا گھوڑے پر چڑھنا اور عین جیسے روپیہ غلہ پھل وغیرہ، تو جو اجارہ استملاک عین پر واقع ہو مردود و باطل ہے،

الا ما خصه الشرع كاجارة الضرع للارضاع فانها على اللبن و اللبن عین لكن ورد الشرع باباحتها على خلاف الاصل فيقتصر على موردہ۔	مگر جس کو شرع نے مخصوص کر دیا ہو جیسے دودھ پلانے کے لئے کوئی دودھ والا جانور اجرت پر لینا کیونکہ یہ اجارہ دودھ پر واقع ہوا اور دودھ عین ہے لیکن شرع خلاف قیاس اس کی اباحت پر وارد ہے لہذا یہ حکم اپنے مورد پر بند رہے گا (ت)

فتاویٰ خیرہ و عقود الدرر یہ دور مختار و دلچسپ و غیر ہا میں اس کی تصریح ہے اور فتاویٰ فقیر میں اس کی کامل تفصیل و تنقیح۔ اور اگر اس سے قطع نظر ہی کریں تو اولاً: اراکین کی وہ تحریر صرف ایک وعدہ تھی اور وفائے وعدہ پر جبر نہیں کما فی الاشباہ و الہندیہ وغیرہما (جیسا کہ اشباہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت)

ثانیاً: وہ وعدہ بھی لفظ ان شاء اللہ کے ساتھ تھا جو حلف کے اثر کو بھی باطل کر دیتا ہے۔

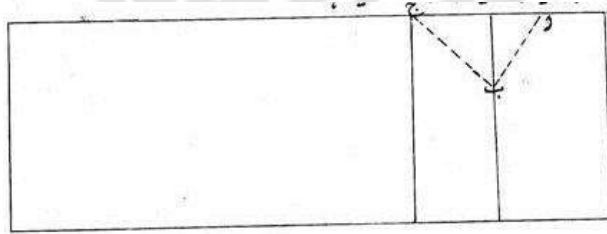
ثالثاً: اراکین کو کوئی اختیار نہ تھا نہ ہے کہ وقف کے نقصان کا وعدہ کر لیں اور اپنے وعدہ کے نباہ کے لئے وقف کا نفع کھولیں۔

بالجملہ وہ تحریر تو محض مہمل اور یہ رائج ٹھیکہ باطل و حرام ہے، اراکین کو چاہئے کہ دیہات میں جس وقت سال تمام ہوتا ہے اس وقت نظر کریں کہ بعض مزارعین سے پٹہ کی میعاد باقی ہے یا سب کی ختم ہو گئی یا کل یا بعض ایسے ہیں جن سے کسی میعاد معین کا معاہدہ نہ ہو اس سال بسال زراعت کرتے اور اجرت دیتے ہیں، یہ تین صورتیں ہیں۔ صورت دوم میں تو ظاہر ہے کہ زمین دیہہ اجارہ سے پاک و خالص ہو گئی، اور صورت سوم میں تمام مزارعوں کو اطلاع دے دیں کہ سال آئندہ زمین ہماری طرف سے تم کو اجارہ میں نہ دی جائے گی بلکہ ہم کل زمین دیہہ فلاں مستاجر کو اجارہ دیں گے اس کی طرف سے تم کو بدستور اجارہ ملے گی جس سے تمہارے معمول میں فرق نہ آئے گا یوں زمین دیہہ خالص ہو جائے گی، صورت اول میں البتہ وقت ہے اس کا علاج یہ ہے کہ جس جس کی میعاد باقی ہے اسے بلا کر سمجھایا جائے

کہ ہم صحت شرعی کے لئے یہ کارروائی کرتے ہیں جس کا کوئی اثر تمہارے خلاف نہ پڑے گا تم زبانی کہہ دو کہ ہم نے بقیہ میعاد کے اجارہ زمین سے دست برداری کی، اس سے تمہیں ضرر نہ ہوگا زمین بدستور تمہیں کو ملے گی کاغذی عملدرآمد میں تبدیل نہ ہوگی شرعی طور پر سال آئندہ سے ہمارے بدلے فلاں مستاجر سے تم کو زمین اجارہ میں ملے گی جب وہ اس پر راضی ہو کر فسخ اجارہ کر دیں یوں تمام زمین خالص ہو جائے گی، بعد مستاجر سے کہا جائے کہ ہم نے اس تمام دیہہ کی زمین پانچ برس کے لئے فی سال اتنے روپے کے عوض تمہارے اجارہ میں دی وہ قبول کرے یہ عقد صحیح و جائز شرعی ہوگا اور زر ٹھیکہ وقف کے لئے حلال ہوگا جو بچا مستاجر کے لئے حلال ہوگا ورنہ طرفین گنہگار، اور نشست کم ہوئی تو اصل منافع موجودہ سے جتنا زائد آئے گا وقف کے لئے حرام ہوگا وہ ملک مستاجر ہے اور نشست زیادہ ہو تو جتنا بچا وہ مستاجر کے لئے حرام ہوگا وہ مال وقف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۰: مسئلہ ظہور الدین صاحب وکیل بریلی محلہ خواجہ قطب ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی تعمیر زیر تجویز ہے جس کی اوپر کی منزل پر تعمیر ہونا قرار پایا ہے لیکن مسجد کو وسیع بنانے اور اس کا ٹھیک رخ قائم کرنے میں ایک جزو مکان دوسرے شخص کا بھی آتا ہے یہ جزو ایک چھوٹے مثلث کی شکل میں ہے یہ شخص مالک مکان اس مثلث کو وقف کرنے کو تیار ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ تعمیر مسجد جو اوپر بنے گی نیچے کے قطعہ مثلث کو اس کو دوامی طور پر کرایہ یا چانٹی پر دے دیا جائے تاکہ وہ شخص اس پر تعمیر نیچے نیچے کر لے اس کا یہ خیال ہے کہ میرا مکان جو مثلث قطعہ دینے سے کوٹھا ٹوٹ کر ناقص ہو جائے گا پھر نیچے نیچے کوٹھے کی تعمیر کرنے سے درست رہے زمین موقوفہ رہے گی اور اس کا کرایہ وہ ادا کیا کرے گا، ذیل میں ایک نقشہ بغرض سہولت فہم بنادیا گیا ہے جس میں ا، ب، ج سے اراضی استفتا طلب دکھائی ہے آیا بعد وقف کے اس کو اراضی اس طور سے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں کرایہ ضرور مسجد میں صرف ہوگا، نقشہ یہ ہے:



الجواب:

وہ شخص اپنا خاص جزو مکان اس مسجد کے نام وقف کر دے اور وقف نامہ رجسٹری کرادے پھر مصارف مسجد کے لئے یہ خاص ٹکڑا اس شخص کو اجرت مثل پر اجارہ میں دے دیا جائے اور ہر تین سال کے بعد کرایہ نامہ کی تجدید کی جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وقف کرتے وقت وقفنامہ میں متولی مسجد کو یہ اجازت لکھ دے کہ یہ خاص ٹکڑا زیادہ مدت کے لئے بھی مجھ کو اجارہ میں دیا جائے اس صورت میں تین سال کی قید نہ رہے گی مگر وقف کیلئے زیادہ احتیاط اسی پہلی صورت میں ہے، درمختار میں ہے:

یہ اعمیٰ شرط الواقف فی اجارۃ فلو اھمل الواقف مدتھا قیل تطلق الزیادۃ للقیمہ وقیل تقید بسنۃ مطلقاً، وبھا ای بالسنة یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الارض الا اذا كانت المصلحة بخلاف ذلک^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	وقف کے اجارہ میں شرط واقف کو ملحوظ رکھا جائے گا اگر واقف نے مدت اجارہ کا تعین نہیں کیا تو ایک قول یہ ہے کہ متولی کے لئے زیادتی کی اجازت مطلق رکھی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سال کے ساتھ مقید ہوگی اور ایک سال کی مدت پر ہی فتویٰ دیا جائے گا، مکان کے بارے میں اور تین سال کی مدت پر فتویٰ دیا جائے گا زمین کے بارے میں سوائے اس کے کہ مصلحت اس کے خلاف میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۳۱: از پبلی بھیت محلہ کھرا مرسلہ حمید الدین خان صاحب کارندہ اکبری بیگم ۶ رمضان مبارک ۱۳۲۶ھ
 قبلہ دو جہاں و کعبہ دین و ایماں دامت برکاتہم بعد تمنائے قد مبوسی عارضی، بی بی صاحبہ نے جائداد وقف کی ہے وارث سے اندیشہ
 ہے کہ بعد وفات منسوخ کرا کر قبضہ مالکانہ کریں حضور سے دریافت کیا کہ یہ تحریر شرعاً درست ہے اگر اس میں کوئی شک ہے
 تو دوسرا غدر رجسٹری کرادیا جائے، وقف نامہ معہ صہ اکے اسٹامپ پر تحریر ہے اس کی نقل واسطے ملاحظہ اقدس ارسال خدمت
 ہے جس وقت حضور کا جواب آئے گا تب داخل خارج کی درخواست دی جائے گی بی بی صاحبہ نے اپنی دوسری جائداد سے حصہ
 وارثان کو دے دیا ہے، یہ جائداد وقف کی ہے۔ (وقف نامہ)

خلاصہ وقف نامہ: میں اکبری بیگم فارسی خواندہ بنت عبدالرشید خاں مرحوم ساکنہ پبلی بھیت محلہ کھرا بحالت صحت نفس
 و ثبات عقل اپنی خوشی سے اس وقت اپنی جائداد حسبہ اللہ واسطے مصارف

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یہ اعمیٰ شرط الواقف فی اجارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۶

خیر اطعام مساکین و پارچہائے سرما و گرمائے مساکین و تجہیز و تکفین غربائے اسلام و جہیز و دختران مساکین و صرف خیر مساجد و مدارس دینی و حریمین شریفین زادہما للہ شرفاً و تعظیماً وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں تاحیات خود متولی رہوں گی بعد میرے فیاض الدین احمد خاں، بعد ان کے ان کی اولاد ذکور جو پابند شرع شریف ہو بمعیت حکیم خلیل الرحمن خاں و مولوی وصی احمد صاحب رہیں گے، متولیان سو روپے سال اصغری بیگم کو جو میری چھوٹی بہن ہے دیتے رہیں بعد ان کے ان کی اولاد ذکور کو جو پابند شرع شریف ہو دیتے رہیں نیز یہ بھی شرط ہے کہ میری رائے میں بحالت تولیت میری اس حقیقت کا بیع یا رہن کرنا یا ٹھیکہ دینا اور اس سے دوسری جائیداد یا اور کوئی شے مفید واسطے منافع اغراض وقف کے خرید کرنا ضرور معلوم ہو تو ایسا کرنے کا حسب شرائط و ستاویر ہذا مجھے اختیار ہوگا اس لئے کہ موت کا وقت مقرر نہیں ہے لہذا انتظاماً و احتیاطاً یہ وقف نامہ لکھا گیا افضل خیرات شرعیہ ہے کہ جائیداد مذکورہ کسی قیمت مناسب پر فروخت کر کے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھ سے خیرات کرتی، لہذا تاحیات اپنی مجھ کو اختیار ہوگا کہ جس وقت چاہوں فروخت کر کے حسب رائے خود خرچ کروں اور جو کچھ بعد میں باقی رہے گا اس سے شرائط و قننامہ ہذا متعلق ہوں گے اگر میری حیات میں متولیان سے کوئی فوت ہو جائے تو مجھ کو متولی مقرر کرنے کا خود اختیار ہوگا، متولیان کو چاہئے اسل بطور خیرات تاحیات اس کے مسماۃ بنی کو جو اس وقت میرے پاس ہے بعد میرے دیا کریں گے بعد وفات اس کے یہ روپیہ دیگر خیرات میں شامل کیا جائے اگر خدا نخواستہ ملک حجاز اپنی بد قسمتی سے نہ پہنچ سکوں تو میری قبر کسی بزرگ کے قریب بنوائی جائے اور محفوظ میسر کر دی جائے اور ایصال ثواب قرآن شریف و کلمہ و درود میں سال تک خرچ کیا جائے چونکہ آمدنی جائیداد کی تعیین نہیں ہو سکتی میری رائے میں منہائے اخراجات متعلق جائیداد کے ایک ثلث حریمین شریفین میں واسطے خیرات کے دیا جائے، اور ایک ثلث طلبائے علم دین و مصارف مساجد پہلی بھیت و مدرسہ عربی واقع پہلی بھیت، ایک ثلث فقراء و مساکین و اطعام وغیرہ، اور واسطے ایصال ثواب شاہ محمد شیر صاحب کے / روپے سالانہ یا جس قدر زائد گنجائش ہو کیا جائے مجھے حکام سے امید ہے کہ بوقت دورہ اس جائیداد موقوفہ کی نگرانی فرمادیں، متولیان کے پاس رجسٹر حساب جمع خرچ باقاعدہ درست رہنا ضرور ہے، میرے وارث یا قائم مقام کو اس کے تبدیل تغیر کا اختیار نہ ہوگا۔ لہذا یہ وقف نامہ بتعین مالیت معہ ہمارے روپیہ دیا کہ سند ہو۔ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۶ء رجسٹری شدہ ہے۔

الجواب:

یہ کاغذ باطل محض ہے اس میں انشاء وقف کے دو جملے ہیں:

اول: وقف لوجہ اللہ کرتی ہوں اور اس میں یہ شرط لگائی کہ اسے بیچ کر جائیداد یا اور کوئی شے مفید اغراض وقف خرید کرنے کا مجھے اختیار ہوگا شرط استبدال اگرچہ جائز ہے مگر یوں کہ اس کے عوض دوسری جائیداد ہی لی جائے جو انہیں مقاصد پر وقف ٹھہرے نہ کہ علاوہ جائیداد مطلقاً جو شے چاہے جیسا کہ اس کاغذ میں تحریر ہے ایسی شرط سے وقف باطل ہو جاتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اگر واقف نے اصل وقف میں یہ شرط عائد کی کہ جب چاہے گا اس زمین کے بدلے دوسری زمین لے گا اور وہ اس پہلی زمین موقوفہ کی جگہ وقف ہوگی تو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک وقف و شرط دونوں جائز ہیں، اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن کے بدلے دوسری زمین خریدے گا جو اس کی جگہ وقف ہوگی تو بھی جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال علیہ الرحمۃ کا قول بھی مذکور ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے، اور اگر واقف نے اصل وقف میں یوں کہا کہ اس شرط پر وقف کرتا ہوں کہ میں اس وقف کو اپنی رائے کے مطابق کثیر یا قلیل ثمن کے بدلے فروخت کروں گا یا یوں کہا کہ اس شرط پر میں اس کو فروخت کروں گا اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اور اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاویٰ قاضیجان میں ہے، اور اگر اس نے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا اس کے بدلے زمین یا دار لے گا تو اس کو اختیار	اذا شرط فی اصل الوقف ان یستبدل بہ ارضاً اخری اذا شاء فتكون وقفاً مکانہا، فالوقف والشرط جائز ان عند ابی یوسف وکذا لشرط ان یشیعہا ویستبدل بثنیہا مکانہا، وفی واقعات القاضی الامام فخر الدین قول ہلال مع ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ الفتاویٰ کذا فی الخلاصۃ، وان قال علی ان ابیعہا بما بدالی من الثمن من قلیل او کثیر او علی ان ابیعہا واشتری بثنیہا عبداً و قال ابیعہا ولم یزد علی ذلک، قال ہلال هذا الشرط فاسد یفسد بہ الوقف کذا فی فتاویٰ قاضی خان، ولو شرط الاستبدال ولم ینکر ارضاً ولاداراً، لہ ان یستبدل بجنس العقار ما شاء

من دار اوارض کذا فی الخلاصة، واذقال علی ان استبدال ارضا آخری لیس له ان يجعل البذل دارا و کذا علی العکس کذا فی فتح القدیر^۱ و ذکر الخصاف فی وقفه لو شرط ان یبیعها ویصرف ثمنها الی مآری من ابواب الخیر فالوقف باطل کذا فی الذخیرة^۲۔	ہوگا کہ جنس عقار سے جو چاہے اس کے بدلے میں لے لے چاہے زمین یا مکان، یوں ہی خلاصہ میں ہے۔ اور اگر اس نے کہا اس شرط پر کہ میں اس کے بدلے دوسری زمین لوں گا تو اب اس کے بدلے مکان نہیں لے سکتا اور نہ ہی اس کا عکس کر سکتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، امام خصاف نے اپنی وقف میں ذکر فرمایا کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ میں وقف کو فروخت کر کے ثمن کارہائے خیر میں جہاں چاہوں گا خرچ کروں گا تو وقف باطل ہوگا، ذخیرہ میں یوں نہیں ہے۔ (ت)

دوم: جو کچھ بعد میرے باقی رہے گا اس سے شرائط و قننامہ متعلق ہوں گے اس کا حاصل یہ ہے کہ فی الحال اس جائداد کا کوئی حصہ وقف نہیں میں جب چاہوں بیچوں اور جہاں چاہوں خرچ کروں میرے بعد اس بیع و خرچ سے کچھ باقی بچے تو وہ وقف ہو، ظاہر ہے کہ یہاں کچھ معلوم نہیں کہ بعد زندگی اس کے بیع و خرچ سے کوئی حصہ جائداد باقی رہے یا کچھ نہ رہے اور رہے تو کیا اور کس قدر، تو یہ ایک مجہول چیز کا وقف کرنا ہو اور مجہول کا وقف باطل ہے پھر وہ بھی ایک احتمال بات پر معلق رہا اور ایسی تعلیق کا وقف باطل ہے۔ درمختار میں ہے:

شرطه ان یکون قربه فی ذاته معلوماً لا معلقاً الا بکائن^۳۔	شرط وقف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قربت ہو اور معلوم ہو معلق نہ ہو ہاں شرط موجود کے ساتھ معلق ہو سکتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حقی لو وقف شیئاً من ارضه ولم یسمہ لایصح و لو بین بعد ذلک^۴۔	یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف کیا اور اس کو متعین نہ کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا اگرچہ بعد میں بیان کر دے (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۹۹-۴۰۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۰۲

^۳ درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۷

^۴ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۰

اسی میں اسعاف سے ہے:

الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر ^۱	وقف ایسی شئی کے ساتھ معلق ہونے کا احتمال نہیں رکھتا جو محتمل الملاک ہو (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لو قال اذا مت من مرضی هذا فقد وقفت ارضی الی آخره فبات لم تصر وقفاً ^۲	جب کہا کہ اگر میں اپنی اس مرض میں مر گیا تو میں نے اپنی یہ زمین وقف کر دی، پھر مر گیا تو زمین وقف نہ ہوئی (ت)

اس کے بعد جو لکھا کہ حکام سے امید ہے کہ اس جائیداد موقوفہ کی نگرانی کریں اور اخیر میں کہا کہ یہ وقف نامہ لکھ دیا اور متولیوں کو مصارف بتائے ان میں کسی سے انشاء وقف نہ مقصود ہے نہ مفہوم بلکہ یہ سب اپنے اسی خیال کی بنا پر ہے کہ اسے وقف سمجھا حالانکہ وہ شرعاً ہنوز وقف نہ ہوئی اور غلط خیالی کی بنا پر جو الفاظ کہے جائیں کچھ اثر نہیں رکھتے، اشباہ قاعدہ لاعبرة بالظن البین خطوہ میں ہے:

لواقرب طلاق زوجته طناً الوقوع بافتاء المفتی فتبین عدمه لم یقع کما فی القنیة ^۳	اگر کسی نے مفتی کے فتویٰ دینے کی وجہ سے وقوع طلاق کا گمان کرتے ہوئے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار کیا پھر اس کا عدم ظاہر ہو گیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی جیسا کہ قنیہ میں ہے (ت)

پس اس طالبہ ثواب کو چاہئے کہ اسے از سر نو وقف فرمائے اور بعد موت پر معلق نہ کرے کہ وہ اس میں اگر ثلث متر وکے سے زائد ہو تو پھر وارثوں کی اجازت کا بھگڑا ہے اور واقعہ استبدال کی شرط لگانا چاہے تو اختیار ہے مگر صرف اس طرح کہ اسے دوسری جائیداد سے بدل لیں خواہ بیچ کر اس کے عوض دوسری جائیداد خرید لیں، اور اب وہ دوسری فوراً انہیں شرائط پر وقف ہو جائے گی، اور ماورائے جائیداد کسی اور چیز سے تبدیل کا ذکر ہر گز نہ ہو ورنہ وقف جائز ہے گا، اور یہ خیال نہ کریں کہ اپنی حیات میں بیچ کر خرچ کر دوں تو ثواب زیادہ ہے، نہیں بلکہ اپنی حیات میں وقف کامل کریں اور شرط کر لیں کہ زندگی بھر

^۱ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۰

^۲ فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۵/ ۴۲۳

^۳ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السابعة عشر ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۹۴

اس کے تمام مصارف میرے ہاتھ سے ہوں گے اور میری رائے و اختیار پر رہیں گے میرے بعد فلاں فلاں متولی ہوں اور اتنا اتنا فلاں مصرف میں صرف کیا کریں یوں اپنی رائے سے زندگی بھر جیسا چاہے صرف کا اختیار رہا اور بعد کو بھی تابقائے جائداد ثواب پہنچایا۔ عالمگیری میں ہے:

رجل اراد ان يجعل ماله بوجه القربة فبناء الرباط للمسلمين افضل من عتق الرقاب لانه ادوم، وقيل التصديق على المساكين وقلت قد كنا قلنا لمن اراد ذلك ان يشتري الكتب ويضع في دار الكتب ليكتب العلم لانه ادوم، فكان افضل من غيره ولو اراد ان يتخذ دارا له وقفاً على الفقراء، فالتصدق بثلثها افضل ولو كان مكان الدار ضيعة فالوقف افضل كذا في المضمرات¹۔ (ملخصاً)	ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اپنا مال قرب الہی میں کر دے تو اس کا مسلمانوں کے لئے رباط بنانا غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے کیونکہ رباط کو دوام زیادہ ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کو مساکین پر صدقہ کرنا افضل ہے اور تحقیق ہم نے ایسا ارادہ کرنے والے کو کہا تھا کہ وہ کتابیں خرید کر لائبریری میں رکھے کیونکہ اس میں زیادہ دوام ہے لہذا یہ اپنے غیر سے افضل ہے اور اگر کسی نے ارادہ کیا کہ اپنا گھر فقیروں پر وقف کر دے تو اس کے ثمن کو صدقہ کرنا افضل ہے اور اگر بجائے گھر کے زمین موقوف ہو تو وقف افضل ہے، ایسے ہی مضمرات میں ہے (ملخصاً)۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے:

رجل جاء الى المفتي واراد ان يتقرب الى الله تعالى بداره فسأل ابيعهما واتصدق بثلثها واشتري بثلثها عبدا فاعتقهم او اجعلها دار المسلمين اي ذلك يكون افضل، قالوا يقال له ان بنيت رباطاً وتجعل لها وقفاً ومستغلاً لعبارتها فالرباط افضل فانه ادوم و اعم نفعاً، وان لم تجعل للرباط مستغلاً	ایک مفتی کے پاس ایسا شخص آیا جو اپنے گھر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن صدقہ کروں یا اس کے ثمنوں سے غلام خرید کر آزاد کروں یا اس کو مسلمانوں کے لئے گھر کر دوں ان میں سے کیا افضل ہے تو مشائخ نے کہا کہ اس کو یہ جواب دیا جائے گا کہ اگر تو رباط بنا کر اس کی آمدنی کے لئے کوئی شے وقف کر دے تو رباط افضل

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۸۲-۸۱

للعبارۃ فالأفضل ان تبیع وتتصدق بثلثه علی المساکین ^۱ ۔	ہے کیونکہ اس میں دوام زیادہ اور اس کا نفع عام ہے اور اگر تو رابط کی آمدنی کے لئے کوئی چیز وقف نہ کرے تو پھر اس کو فروخت کر کے ثمن مسکینوں پر صدقہ کرنا افضل ہے (ت)

عالمگیریہ میں اسے نقل کر کے فرمایا:

ودون ذلك في الفضل ان يشتري بثلثها عبداً فيعتقهم كذا في الظهيرية ^۲ ۔	اور اس سے کمتر فضیلت اس میں ہے کہ اس کے ثمنوں سے غلام خرید کر آزاد کر دے۔ ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

وجیز کردری پھر بحر الرائق پھر ہندیہ میں ہے:

وقف الضیعة اولی من بیعها والتصدق بثلثها ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	قطعہ اراضی کو وقف کرنا اس کو بیچ کر ثمنوں کو صدقہ کرنے سے اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

از شہر چڑھائی نبیب مسؤلہ منشی محمد ظہور صاحب

مسئلہ ۴۳۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ دستاویز "ا" جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو یہ تملیک نامہ میں شمار ہوگی یا وقف نامہ میں یا تولیت نامہ میں؟ دوسرے یہ کہ زید نے دستاویز "ب" اپنے پسر عمر و کو اسی مضمون کو پلٹ کر لکھ دی تو متولی یا مہتمم کو اختیار تھا یا نہیں؟ اب چونکہ زید کا انتقال ہو گیا جس کی نسبت لکھا تھا کہ زید تاحیات متولی رہے گا بعد اس کے جو متولی یا سجادہ یا مہتمم ہوگا یکے بعد دیگرے اس کو بھی پابند اس تحریر کار ہونا ہوگا اب چونکہ دو دعویدار پیدا ہوئے ایک بکر خاندانی بزرگ جس کی عمر تخمیناً ۷۵ سال کی ہے اور مرید بھی کرتے ہیں دوسرا زید کا لڑکا عمر و جو مرید نہیں کرتا ہے جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے جس کے حق میں دستاویز "ب" متولی نے تحریر کی ہے اب ان ہر دو میں ترجیح کس کو ہے اور کون مستحق جانشینی کا ہے اور متولی اور سجادہ نشین جدا جدا ہونا چاہئے یا ایک ہی شخص مستحق ہے بموجب تحریر متذکرہ کے؟

^۱ فتاویٰ قاضی خان کتاب الوقف باب الرجل یجعل دارہ مسجد الخ نو لکھنؤ ۱۳/ ۱۴

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نورانی کتب خانہ، پشاور ۱۲/ ۷۰

^۳ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر نورانی کتب خانہ، پشاور ۱۲/ ۷۰

الجواب:

دونوں دستاویزیں سنیں اول وقتنامہ ہے اگرچہ غلطی سے اسے تملیک نامہ لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے: "میں نے بحالت صحت نفس وثبات عقل اراضی ومکان وغیرہ مذکورہ بالا کو اپنی ملکیت سے جدا کر کے واسطے امور واغراض مذہبی متذکرہ آئندہ کے تملیک کر کے اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو اور میرے کسی وارث شرعی کو نسبت جائیداد مذکور کے دعوئی نہ ہوگا ننھے خاں اپنی حیات تک متولی جائیداد مذکور کے رہیں گے اور ان کے بعد جو شخص سجادہ نشین کے بعد دیگرے میرا ہوگا سجادہ نشین ومتولی جائیداد مذکور کا رہے گا کسی متولی کو کسی وقت رہن و بیع کسی قسم کے انتقال کا اختیار نہ ہوگا یہ جائیداد تملیک شدہ بطور وقف خاص مذہبی کام کے متصور ہوگی، اس میں کبھی وراثت جاری نہ ہوگی" تو شک نہیں کہ وقف نامہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دستاویز "ب" کے ملاحظہ سے ظاہر کہ زید نے جو اصل واقف کا مقرر شدہ متولی تھا اپنی حالت حیات وصحت میں تولیت سے دستکشی کر کے اپنے بیٹے کو جانشین ومتولی کیا شرعاً اسے کچھ اختیار نہ تھا،

اولاً: متولی کو جائز نہیں کہ اپنی حیات وصحت میں دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرے جب تک کہ واقف نے صراحۃً اسے اس کا اختیار نہ دیا ہو اور یہاں اسے اس کا اختیار نہ دیا تھا بلکہ عبارت وقف نامہ سے صاف ظاہر کہ واقف نے تاحیات زید اسی کا متولی رہنا لکھا اس کے بعد اوروں کی جانشینی تحریر کی، درمختار میں ہے:

اراد المتولی اقامة غيره مقامه في حياته وصحته ان كان التفويض له بالشرط عاماً صح، والا فان فوض في صحته لا يصح ^۱ ۔	متولی نے اپنی حیات وصحت میں دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانے کا ارادہ کیا تو اگر اس کو شرط واقف کے ذریعے تفویض عام حاصل ہے تب تو صحیح ہے ورنہ حالت صحت میں تفویض صحیح نہ ہوگی (ت)

حاشیاء: پسر زید کی جانشینی بھی خلاف شرط وقف نامہ عمل میں آئی جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہے لہذا دستاویز "ب" محض مہمل و ناقابل عملہ ہے تحریر وقف نامہ سے روشن ہے کہ متولی وسجادہ نشین ایک ہی شخص ہو اور اس کی نسبت واقف نے کوئی تعیین نہ کی تو مصالح شرعیہ دینیہ کے اعتبار سے اقربائے واقف میں سے جو شخص سنی پرہیزگار، دیندار، دیانتدار علماء وصلحائے اہلسنت کے اتفاق رائے سے اس کام کے لئے

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

زیادہ مناسب ہو وہی سجادہ نشین و متولی کیا جائے، علم، تقویٰ و دیانت و اہلیت کا لحاظ سب سے مقدم ہوگا اور جب تک اقارب واقف میں سے ایسا مل سکے اجنبیوں میں سے نہ کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

وما دام احد یصلح للتولية من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب، ومن قصده نسبة الوقف الیہم ^۱ ۔	جب تک وقف کرنیوالے کے اقارب میں کوئی متولی بننے کی صلاحیت رکھنے والا موجود ہے کسی اجنبی کو متولی وقف نہیں بنایا جائے گا۔ واقف کے قریبی رشتہ دار متولی کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کے خاندان کی طرف منسوب رہے۔ (ت)

عرفاً اس سلسلے کا مجاز و ماذون ہونا بھی ضرور ہے اگر ان سب باتوں میں مساوات ہو تو باعتبار سن ترجیح ہوگی،

کما نصوا ان الاحق بالامامة اعلمهم بالکتاب و السنة ثم و ثم و ثم اسنهم ^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جیسا کہ مشائخ نے نص فرمائی کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم امامت کا زیادہ حقدار ہے پھر فلاں، پھر فلاں پھر ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نوٹ:

سولہویں جلد کتاب الشریکۃ و کتاب الوقف پر ختم ہوئی،
سترہویں جلد کا آغاز کتاب البیوع سے ہوگا۔

^۱ درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارته مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/ ۳۸۹

^۲ الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الامامة المکتبۃ العربیہ کراچی، ۱/ ۱۰۱، درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامة مطبع مجتبائی، دہلی، ۱/ ۸۲

ڈائمنڈ اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✖ ڈائمنڈ اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✖ یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✖ پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✖ ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✖ ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✖ ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✖ ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✖ قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✖ واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثی؟

ڈائمنڈ اردو بکس ٹیم

شاہ زر خانج 03176699066

ایڈمنس cool 03415008107

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے
ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے

DIAMOND

URDU BOOKS

923176699066